نزہۃ البساتین کامل

اردو ترجمہ

روض الریاحین

آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ
حضرت یافعی یمنیؒ کی تالیف "روض الریاحین" کا اُردو ترجمہ
جو اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کے حالات و ملفوظات
پر مشتمل ایک پُر اثر اور مفید کتاب ہے

مترجم

حضرت مولانا جعفر علی نگینویؒ

ناشر
ایچ ایم سعید کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی

عرض ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء اللہ کی زیارت وصحبت جس طرح انسان کی عملی واخلاقی اصلاح کے لئے نسخۂ اکسیر ہے بالکل اسی طرح دوسرے درجہ میں ان کے حالات وملفوظات ہیں کہ ان کے ملفوظات وحالات سننے سے بھی اخلاق و اعمال کی اصلاح ہو جاتی ہے لیکن بعضے مؤلفین نے ان بزرگوں کے حالات کے نقل کرنے میں بہت تساہل سے کام لیا ہے اور بعض ایسی چیزیں ان کی طرف منسوب کر دی ہیں۔ جو عوام کے عقائد کو بگاڑنے والی ہیں۔ لیکن حضرت یافعی یمنیؒ کی کتاب "روض الریاحین" ایک ایسی کتاب ہے جس کی حکایات وروایات پر عمل کیا جا سکتا ہے یہ کتاب عربی میں ہے اور اس کا اردو ترجمہ "نزہۃ البساتین" کے نام سے مشہور و معروف ہے

اصل کتاب روض الریاحین میں اولیاء کرام اور بزرگان دین کی پانچ سو حکایات درج ہیں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ایماء سے جب اس کا اردو میں ترجمہ کرایا گیا تو اس میں حضرت موصوف نور اللہ مرقدہٗ کے حسب ہدایت وحسب پسند اسی انداز کی دوسری پانچسو سے زائد معتبر حکایات کا اضافہ کرادیا گیا اور یہ مکمل کتاب "ہزار داستان" بن گئی اور اس دوسرے حصہ کا نام "افانین الیاسمین" رکھا گیا جس کا ذکر حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک وعظ (سلسلۃ التبلیغ کا وعظ ۲۷ مسمّی بہ الامتحان، رسالہ المبلغ ۳ جلد پنجم بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۵۳ھ میں یوں فرمایا کہ

"اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہونے کا یہ طریقہ ہے کہ ہے ایک وقت معین کر و جس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا کرو تھوڑے دنوں کے بعد انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا ہو جائے گی اور خود بخود حکمتیں کھلنے

لگیں گی۔ دوسرے کسی بزرگ کی صحبت میں بیٹھا کرو اور اہل محبت
کے تذکرے دیکھا کرو میں نے ایک کتاب "روض الریاحین" کا جس میں
پانچسو بزرگوں کی حکائتیں ہیں۔ اردو میں ترجمہ کرا دیا ہے پانچسو وہ اور پانچسو
دوسری معتبر حکایتوں کا اضافہ کرکے اس کا لقب "ہزار داستان" رکھا ہے
جو عنقریب چھپ جائے گی۔ میرا یقین ہے کہ جو شخص ساری کتاب اچھی
طرح سمجھ کر دیکھے گا ضرور عاشق ہو جائے گا۔ آخر ایک ہزار عشاق کا تذکرہ
دیکھنے سے کہاں تک اثر نہ ہوگا اور بھی کتابیں اس قسم کی ہیں مثلاً "احیاء العلوم"
مقاصد الصالحین وغیرہ الغرض یہ مجموعہ اجزاء محبت پیدا کرنے کی تدبیر
ہے پھر سب قصہ سہل ہو جائیں گے اب دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اپنی محبت
دے" (آمین)

ہندوستان میں یہ کتاب "مطبع مجیدی" واقع کانپور سے شائع ہوتی رہی
ہے مگر پاکستان میں دستیاب نہ تھی۔ لہذا اسے شائع کرنے کا حکم حضرت
تھانویؒ کے خلیفہ خاص مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ
نے احقر کو دیا۔ احقر نے اس حکم کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہوئے اسے اپنے
ادارہ نشر و اشاعت ایچ ایم سعید کمپنی سے ۱۳۸ھ میں شائع کیا اور اس کے متعدد
اڈیشن شائع ہوے اب اس مبارک کتاب کا عکسی اڈیشن پیش خدمت ہے۔

امید ہے کہ قارئین و ناظرین کرام اس کتاب سے مستفید ہو کر حضرت مفتی صاحب
نور اللہ مرقدہٗ (جن کے ایماء پر یہ کتاب پاکستان سے شائع ہوئی) کو اور کارکنان ادارہ
کو دعاء خیر میں فراموش نہ فرمائیں گے۔

طالبِ دعا:

محمد زکی عفی عنہ

رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۲ھ

ایچ ایم سعید کمپنی۔

ادب منزل پاکستان چوک کراچی

لہ یہ مبارک کتاب "مطبع مجیدی" کانپور سے نزہۃ البساتین کے نام سے سنہ ۱۳۴۰ھ میں شائع ہوئی تھی اسکے دوسرے
حصہ کا نام "افانین الیاسمین" ہے بحمد اللہ پاکستان میں ایچ ایم سعید کمپنی کو اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل ہے۔

تقریظ حضرت المحترم مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مفتی اعظم پاکستان و بانی دارالعلوم کراچی

اولیاء اللہ کی زیارت وصحبت جس طرح انسان کی عملی و اخلاقی اصلاح کے لئے نسخۂ اکسیر ہے اسی طرح دوسرے درجہ میں ان کے حالات وملفوظات کا مطالعہ کرنا اور سننا بھی بے حد مفید و مجرب ہے۔ لیکن ان حضرات کے حالات وملفوظات کو جمع کرنے والوں نے عموماً نقل وروایت کے معاملے میں بہت تساہل برتا ہے، ان بزرگوں کی طرف بہت سی ایسی چیزیں منسوب کردی ہیں جو عوام کے اعمال و اخلاق بلکہ عقائد کے لئے بھی مضر ہیں اس لئے ضروری ہے کہ اس کام کے لئے صرف مستند و معتبر مصنفین کی کتابوں کو پڑھا جائے آٹھویں صدی ہجری کے بہت بڑے عالم اور ولی اللہ حضرت یافعی یمنی کی کتاب روض الریاحین ایسی ہی کتاب ہے جس کی حکایت وروایت پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یہ کتاب عربی میں تھی اس کا اردو ترجمہ نزہۃ البساتین کے نام سے عرصہ دراز ہوا مشترکہ ہندوستان میں مطبع مجیدی کانپور سے شائع ہوا تھا اور پھر نایاب ہوگیا۔ ہمارے حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس اللہ سرہ اپنے اصحاب ومریدین کو اس کتاب کے مطالعہ کا مشورہ دیا کرتے تھے۔ مگر اب اس کی نایابی کے سبب یہ مشکل ہوگیا تھا۔

اتفاقاً ایک روز عزیزی محمد زکی صاحب جو مالک مطبع مجیدی کے فرزند ارجمند ہیں سے میری ملاقات ہو گئی تو میں نے ان کو یاد دلایا کہ آپ کے والد ماجد نے ایک بہترین کتاب شائع کی تھی۔ اب وہ عرصہ سے نایاب ہے کیا آپ اس کی طباعت کی طرف توجہ دیں گے۔؟ موصوف نے بڑی خوشدلی سے اس کو قبول کیا اور بحمد اللہ اب وہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر ناظرین کے سامنے آنے والی ہے امید ہے کہ اہل دین و اصلاح اس کی قدر پہچانیں گے اور اپنے گھروں میں اس کا مطالعہ کرنے اور دوسرے گھر والوں کو سنانے کا اہتمام کریں گے۔

ضروری ہدایات لیکن بزرگوں کے حالات ومقالات کا نرا مطالعہ بعض اوقات غلط فہمیوں کا بھی سبب بن جاتا ہے اس لئے سطور ذیل لکھی جاتی ہیں کہ ان کی رعایت پیش نظر رہے تو مضر پہلو سے نجات ہوسکے۔

(۱) اکابر اولیاء اللہ کے حالات تین طرح کے ہیں، ایک ان کی کشف وکرامات کے واقعات دوسرے اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں ان کے اعلیٰ مقامات تیسرے ان کے ملفوظات وہدایات جو عام مسلمانوں کی اصلاح

کے لئے ارشاد فرمائے۔ ان میں سے عوام کو اہتمام کے ساتھ پڑھنے سیکھنے کی چیز تیسرا ہی نمبر ہے جو ان کی تعلیمات کا خلاصہ ہے اور اصلاحِ عوام کے لئے اکسیر اعظم ہے اور دوسرے نمبر کے حالات اس حیثیت سے مفید ہیں کہ ان بزرگانِ دین کی عظمت و محبت دلوں میں پیدا ہو اور اس محبت کے معنوی ثمرات عام لوگوں کو حاصل ہوں۔ لیکن بعض عوام ان اکابر کے اعلیٰ حالات و مجاہدات اور انکی کشف و کرامت کے عجیب عجیب واقعات دیکھ کر اپنے زمانے کے مشائخ کو اسی معیار سے جانچنے لگتے ہیں اور جب ان میں وہ نظر نہیں آتے تو ان سے غیر معتقد ہو کر ان سے استفادہ کرنے سے محروم ہو جاتے ہیں یہ شیطان کا بہت بڑا فریب ہے آج جس طرح صحابہ و تابعین کا دور لوٹ کر نہیں آسکتا آپ کی اصلاح کے لئے فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰؓ نہیں آسکتے اسیطرح جنید و شبلی اور معروف کرخی ابراہیم بن ادہم، ذوالنون مصری بھی آج آپ کو نہیں ملیں گے۔ اپنے زمانے کے مشائخ میں جو متبع شریعت اللہ والے ہوں کہ دنیا کو آخرت پر ترجیح نہ دیتے ہوں عام شغل ذکر اللہ یا علم دین کا ہو کسی معروف بزرگ کے خلیفہ مجاز ہوں اتنا دیکھ لینا کافی ہے اور جس کو ایسا کوئی مربی مل جائے اس کو غنیمت جان کر ان کی صحبت و اطاعت اختیار کرے پچھلے بزرگوں کی ریاضت و مجاہدات یا کشف و کرامت اگر ان میں نظر نہ آئیں تو ان سے بدگمان نہ ہوں بزرگوں کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ وہ تمہارے باطنی حالات اور اخلاق کو درست کر دیں اس کو دیکھو۔ (۲) دوسری ضروری بات یہ ہے کہ بعض بزرگوں کے حالات یا مقالات میں اگر آپ کو کوئی ایسی چیز نظر پڑے جو خلاف شرع ہو تو اس کے متعلق ان کی طرف سے تو اتنا خیال کر لینا کافی ہے کہ ممکن ہے کہ ان کا کوئی عذر ہو یا ممکن ہے کہ واقعہ کے نقل میں غلطی ہوگئی ہو اس سے بدگمانی سے اپنے آپ کو بچایئے مگر اس کا اتباع اپنے عمل میں ہرگز نہ کرے اتباع اسی چیز کا چاہئیے جو جمہور امت کے نزدیک شریعت کا حکم ہے۔ (۳) تیسری بات یہ ہے کہ کتاب کا یہ اردو ترجمہ بہت پرانا ہے اور زبان بھی علمی انداز کی اختیار کی گئی ہے۔ اگر کسی جگہ تردد تامل ہو تو اپنی رائے سے اس کا فیصلہ نہ کریں کسی عالم سے دریافت کر لیں (۴) اس کتاب میں بہت سے مواقع میں اصطلاحی الفاظ اور عربی جملے ایسے آگئے ہیں کہ عوام نہیں سمجھ سکتے۔ میرا جی چاہتا تھا کہ دوسری طباعت میں مشکل الفاظ کی تسہیل کر کے اور غیر مترجم عربی عبارات کا ترجمہ کر کے شائع کیا جائے۔ مگر خود اتنی فرصت نہ تھی اس لئے اس وقت اس کو غنیمت سمجھا کہ پہلی طباعت کی بعینہ نقل ہی وجود میں آجائے۔ ممکن ہے تیسری طباعت میں اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو اس کام کیلئے آمادہ کر دے۔ و اللہ الموافق و آمین۔

بندہ محمد شفیع عفی اللہ عنہ

دار العلوم کراچی، ۱۰ ربیع الاوّل ۷ ۱۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ از مترجم عفی عنہ

ہے لائقِ حمد ذاتِ باری — ہر شے میں ہے جس کی طرفہ کاری
اِک قطرہ سے آدمی بنایا — دریا سے بڑھا چڑھا دکھایا
مخلوق تھی جتنی بحر و بر کی — ہر اک کو جدا جدا خبر کی
ہے اشرف خلق آدمی زاد — تقلید خرد میں سب سے آزاد
مٹی تھی پر آسماں بنایا — خورشید سے ذرے کو بڑھایا
پھر اس پہ کیا ظہور اپنا — چمکا دیا دے کے نور اپنا
ڈالیں جو ظہور کی نگاہیں — مکشوف ہوئیں طلب کی راہیں
کی طائر روح نے وہ پرواز — پہنچا درِ قدس تک بصد ناز
اللہ بڑی شان ہے تیری — ہے سب سے نرالی آن تیری
مقبول کو دم میں کر دے مردود — مردود ہو ایک پل میں محمود
تو چاہے تو بھوت بھی ولی ہو — کفار کی صلب میں نبی ہو
ہوں کس سے بیاں صفات تیری — اے پاک ہے پاک ذات تیری
پوری مرے دل کی آرزو ہو — جب تک جیوں لب پہ تو ہی تو ہو
دم جائے نکل تری ثنا میں — اور نعتِ رسولِ مجتبیٰ میں
صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ رَفَعَ لِاَوْلِیَائِہٖ ذِکْرًا وَّجَعَلَ لَھُمْ فِی الْحَیٰوۃِ بُشْرٰے وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ اِمَامِ اَوْلِیَائِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَّصُ اَصْفِیَائِہٖ ۔

لائقِ حمد وہ ذات واجب الوجود ہے کہ جس نے ایک لفظ کن سے تمامی کائنات کو کتمِ عدم سے منصۂ شہود پر جلوہ گر فرمایا اور انبیاء و صلحا کو واسطے ہدایت گمراہان تیہ ضلالت

کے بعد مبعوث کیا اور قابل ثنا و توصیف وہ جامع الکمالات محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس نے فصحائے عرب وعجم کو اپنے کلام معجز نظام سے مسخر کر کے گنگ بنا دیا اور رحمت کاملہ نازل ہو ان کی آل واصحاب واتباع پر جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی تقلید سے دنیا میں ایک سچا نمونہ ہدایت وارشاد کا دکھایا۔ او

اولیاء کا ذکر موجبِ نزولِ رحمت ہونا ظاہر و باہر ہے محتاج دلیل نہیں اور ان کے واقعات کا مذاکرہ مورثِ محبتِ الٰہی اور باعثِ حلاوتِ قلبی، مفتقر الی البرہان نہیں اسی لیے صلحاء سلف وخلف اس باب میں رسائل و کتب مدون کرتے چلے آئے ہیں اور آجتک یہی طریقہ جاری ہے۔ چنانچہ منجملہ ان رسائل کے **روض الریاحین فی حکایات الصالحین** بھی ہے جسکے مصنف امام جلیل جبرنبیل ابی محمد عبداللہ ابن اسعد یمنی یافعیؒ ہیں۔ حضرت مصنف ممدوح کا تبحر فی الحدیث اور تقوی شہرہ آفاق ہے۔

چونکہ یہ مستند کتاب روض الریاحین عربی زبان میں تھی اور عربی خوانوں کے سوا اور کوئی مستفید نہیں ہوسکتا تھا اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اسے سلیس اردو میں ترجمہ کر کے شائقین کاشف العلوم کی خدمت میں خصوصًا اور دیگر اصحاب کے لیے عمومًا پیش کیا جائے حق سبحانہ وتعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہمارے اس ارادے کو پورا فرمائے اور اسے مقبول ونافع فرماکر ہمارے لیے ذخیرۂ سعادتِ اُخروی کرے۔

واضح ہو کہ ہم نے ترجمہ میں اصل مقصود کی رعایت رکھی ہے خصوصیاتِ عنوان کا لحاظ نہیں رکھا گیا اگر ہم محض ترجمہ کرتے تو شائقین کو لطف نہیں آتا۔ کہیں ہم نے نظم کا ترجمہ کیا ہے کہیں ترک کر دیا ہے بجنسہ عربی اشعار لکھدیے ہیں۔ غرضیکہ جہاں جہاں جیسا موقع ومناسب دیکھا عملدرآمد کیا ہے۔ اللہ پاک اس کے مطالعے سے قلوب کو جلا بخشیں اور اعمال صالحہ کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائیں، آمین یارب العلمین بحق طٰہٰ ویٰسین۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ والحمد للہ رب العلمین۔

ناکارہ خلائق
(مولانا) جعفر علی نگینوی (رحمۃ اللہ علیہ)

۱۳۴۰ھ

ذکرِ حضرت مُصنّف رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام عبداللہ ابن اسعد اور وطن آبائی یمن ہے مگر ہمیشہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً و تعظیماً ہی میں قیام پذیر رہے، مذہباً شافعی تھے۔ صاحب خوارق و کرامات تھے اور تصانیف کثیرہ ہیں، علوم ظاہری و باطنی کے جامع اور اپنے زمانہ کے مشائخ کبار میں سے تھے آپ کے طریقہ کی نسبت حضرت غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تک کئی واسطوں سے پہنچتی ہے۔ اپنی اکثر تصانیف ہیں جیسا کہ تاریخ یافعی، نشر المجالس، روضۃ الریاحین میں (جس کے ترجمہ کا اس وقت قصد ہے) کرامات و خوارق و احوال حضرت غوث پاک کا کثرت سے ذکر کیا ہے۔ آپ بارگاہِ غوثیہ میں کمال اعتقاد و اخلاص رکھتے تھے۔

وفات آپ کی یکم جمادی الاُخریٰ روز شنبہ ۷۵۵ھ یا ۷۶۸ھ ہجری میں واقع ہوئی۔ مزار آپ کا مکہ معظمہ میں خواجہ عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب ہے، قدس اللہ سرہما، کتاب کا خطبہ چونکہ نہایت طویل تھا اس لیے اُسے چھوڑ کر اصل مقصود کو پکڑ لیا ہے۔

حضرت مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا ہے کہ میں چونکہ اولیاء اور صالحین کی محبت کا محوی اور صوفیائے کرام و عارفین اور اہلِ ذوق و شوق و اہلِ خلوت و عزلت کا عاشق و دلدادہ تھا۔ اور عمدہ عمدہ کُتب کا جو حقائق و دقائق و احوال و اقوال و کرامات اولیاء سے لبریز ہیں شیفتہ و فریفتہ ہوں، اس لیے مجھے ان کی محبت نے بمقتضائے من احب الشیئ اکثر ذکرہٗ اس طرف متوجہ کیا کہ ان کے ذکر میں ایک کتاب لکھوں کہ جس میں تمام اذکار و حکایات کا انتخاب اور بزرگوں کی کرامات اور ان کے مقالات عالیہ کا لب لباب ہو، اور ان کے کرامات و مقامات کیوں نہ ذکر کیے جائیں کہ ان کی ارواح جمالِ خداوندی کو بے حجاب و بے نقاب دیکھتی ہیں۔ اور ان کی حکایات قلوب قاسیہ کی حیات بخش ہیں۔ اور ان کے حالات کی شرابِ ناب تشنگانِ محبت کی پیاس بجھانے والی ہے۔ میں ان کی یہ مستند حکایات محبین و عشاق اور جو اس کی خوشبو سونگھنے والے ہیں ان کی خدمت میں ہدیۃً پیش کرتا ہوں، اور اس کتاب کو "روض الریاحین فی حکایات الصالحین" سے مسمّٰی اور نزہۃ النواظر و تحفۃ القلوب والخواطر

فی حکایات الصالحین والاولیاء الاکابر سے ملقب کرتا ہوں۔ جن بڑے بڑے ائمہ اور فاضل بزرگوں کی کتابوں سے منتخب و ملخص کر کے اس کتاب کو جمع کیا ہے۔ منجملہ ان کے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) امام حجۃ الاسلام ابو حامد غزالیؒ (۲) امام استاذ ابو القاسم قشیریؒ (۳) امام شیخ شہاب الدینؒ سہروردیؒ (۴) شیخ امام ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم خبریؒ (۵) شیخ امام تاج الدینؒ ابن عطاء اللہ شاذلی سکندریؒ (۶) شیخ ابو العباس احمد بن علی القسطلانیؒ (۷) امام عالم ابو الفرج بن جوزیؒ (۸) شیخ ابو عبد اللہ محمد بن قدامہ مقدسیؒ (۹) شیخ امام عالم ابو اللیث نصر محمد سمرقندیؒ (۱۰) امام ابو العباس احمد بن علی معروف ابن الاطر بانیؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین۔ علاوہ ان دس حضرات کے .... اور بھی بہت سے بزرگوں کی تالیفات سے انتخاب کر کے پانچ سو حکایتیں اس میں درج کی ہیں۔

مقصود کے علاوہ پانچ فصل اور ہیں جن میں سے دو فصل کو مقدمہ اور دو کو خاتمہ اور ایک کو خاتمۃ الخاتمۃ قرار دیا ہے۔

مقدمہ کی پہلی فصل میں اولیاء صالحین فقراء و مساکین کے کچھ فضائل بیان کیے گئے ہیں اور دوسری میں اولیاء اور برگزیدہ لوگوں کی کرامات کا اثبات ہے۔

خاتمہ کی پہلی فصل میں جواب اور ردّ منکرین فقرا درج ہے جو بزرگوں کی حکایات کا انکار کرتے ہیں اور دوسرے میں اولیاء اور فقراء کے عقائد کا ذکر ہے۔

خاتمۃ الخاتمہ میں کچھ ذکر جنت کے عجائبات کا ہے اور پھر کتاب کو خاتم الانبیاء و تاج الاصفیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف پر ختم کر دیا ہے۔

اور ایسے لوگوں کی حکایات کو لکھا ہے کہ جو اولیاء اور صلحاء و مشائخ صوفیائے اہل دین و جذب و سالکین صادقین و صدیقین و فقراء مبارک ذات و مجاہدین و زاہدین و عابدین ان حکایات سے انشاء اللہ تعالیٰ زاہد و عابد و اہل تقویٰ منتفع ہوں گے اور ارادتمندوں اور عقیدتمندوں کے دل قوی اور ثابت قدم ہوں گے، چنانچہ تاج العارفین قطب العلوم سید الطائفہ ابو القاسم جنید قدس اللہ روحہٗ و نور ضریحہٗ سے روایت ہے کہ ان سے کسی نے سوال کیا کہ حضرت حکایات کے مذاکرہ اور بزرگوں کے تذکرہ سے مریدوں کو کیا نفع ہوتا ہے، فرمایا حکایات تو اللہ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کے مثل ہیں کہ ان سے مریدوں کے قلوب مطمئن اور ثابت قدم ہوتے ہیں۔ سائل نے عرض کیا کہ حضرت

اس کی کوئی دلیل بھی ہے۔ فرمایا ہاں حق تعالیٰ فرماتا ہے وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ اور ایسے ہی شیخ صالح عارف کبیر ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ایک واعظ کی مجلس میں آیا، اس کے وعظ نے میرے دل میں اس وقت تو اثر کیا، لیکن جب وعظ ختم ہو چکا تو دل میں کچھ بھی نہ تھا۔ اسکے بعد پھر گیا اور سُنا تو دل میں اس کا اثر راستہ تک باقی رہا بعد میں کچھ نہ رہا تیسری مرتبہ پھر سُنا تو راستہ میں بھی اثر تھا اور جب گھر آیا تو اس وقت بھی اثر پایا۔ پس میں نے اللہ تعالیٰ کی مخالفت اور معاصی کے سب سامان توڑ پھوڑ ڈالے اور اللہ کا راستہ لے لیا۔ کہتے ہیں کہ اس حکایت کو جب شیخ عارف واعظ یحییٰ بن معاذ رازی رضی اللہ عنہ سے سُنا، فرمایا کہ چڑیا نے کلنگ کا شکار کر لیا۔

چڑیا سے مراد شیخ کا وعظ اور کلنگ سے مراد ابو سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اور روایت ہے کہ نیک بندوں کے ذکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔

واضح رہے کہ میں نے بنظر اختصار حکایات کی سندیں نہیں لکھیں اور نیز اس وجہ سے کہ ناظرین دو حال سے خالی نہیں، یا تو ان بزرگوں کے معتقد ہیں یا نہیں۔ اگر معتقد نہیں تو سند سے بھی کوئی نفع نہیں اور اگر معتقد ہیں تو بغیر ذکر سند بھی فیضیاب ہوں گے اور یہ حکایات مثل احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قوی سندوں پر موقوف بھی نہیں کیونکہ ان سے کوئی حکم شرعی مستنبط نہیں ہو سکتا بلکہ محض حکایات وعظیہ ہیں، سو بہتر و مناسب یہی ہے کہ ان حکایات سے پند و فیض حاصل کریں اور انکار نہ کریں کیونکہ شیوخ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ کم سے کم منکر کی سزا و عقوبت یہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ کی برکات سے محروم رہتا ہے کہ ایسے شخص پر سوءِ خاتمہ کا بھی خوف ہے۔ نعوذ باللہ من سوء القضاء

شیخ عارف ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جب قلب اللہ تعالیٰ سے اعراض اور روگردانی کا مخالفت کرتے کرتے خوگر ہو جاتا ہے تو اللہ کے بندوں کے پیچھے پڑتا اور ان کا انکار کرتا ہے۔

شیخ عارف ابو الفوارس شاہ ابن شجاع کرمانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں کیونکہ ان کی محبت اللہ عزّ وجل کی محبت کی علامت ہے۔

استاذ ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہم کو جو علم اللہ کی طرف سے عطا ہوا ہے، اس کی تصدیق کرنا بھی ولایت ہے۔ شیخ رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ ولایت صغریٰ ہے نہ ولایت کبریٰ۔ میں کہتا ہوں کہ صوفیائے صافیہ رضی اللہ عنہم کے مسلک میں لوگوں کی چار قسمیں ہیں:۔

پہلی قسم تو وہ ہیں جو کہ صوفیائے کے علم کی تصدیق ان کو حاصل ہے اور ان کے طریقۂ پاک کا اُن کو علم ہے

اوران کے مشرب واحوال سے ذوق بھی ہے۔

دوسری قسم وہ ہیں جنہیں تصدیق مذکور اور علم مذکور تو حاصل ہے مگر دولتِ ذوق نہیں ہے

تیسری قسم وہ ہیں کہ ان کو محض تصدیق ہے علم اور ذوق سے محروم ہیں۔

چوتھی قسم وہ ہیں کہ نہ تصدیق ہے نہ علم نہ ذوق۔

یا اللہ ہم آپ سے بزرگوں کی برکات سے محرومی اور بے بہرہ ہونے سے پناہ مانگتے ہیں اور مغفرت کے طالب ہیں۔ اَللّٰھُمَّ آمین

اور یہ بات واضح رہے کہ یہ خاکسار اس کا معترف و مقر ہے کہ میں ان کے احوال و ذوق سے بالکل خالی ہوں اور ان حضرات کی تحقیقات علمیہ سے جاہل اور ان کے طریق پر چلنے سے عاجز۔ مگر ہاں ان کا دلدادہ اور شیفتہ ضرور ہوں اور ان کے صدق کا دل سے یقین رکھنے والا۔ (مترجم) اس مضمون کو کسی نے کیا خوب نظم کیا ہے۔

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ	لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

یعنی میں نیک بندوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان میں سے نہیں ہوں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کی محبت سے مجھے بھی نیکی نصیب فرمائے۔

مقدمہ

پہلی فصل

ان آیات واحادیث وآثار میں جن سے اولیاء وفقراء کے فضائل ثابت ہوتے ہیں

(۱) فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ۝

اللہ تعالے نے فرمایا کہ یہ لوگ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالے نے انعام فرمایا ہے اور وہ نبی، صدیق، شہید اور نیک بندے ہیں اور یہ لوگ (کیا ہی) اچھے ساتھی ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ ہی کا جاننا بس ہے۔

(۲) اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آگاہ رہو جو خاصانِ خدا ہیں ان کو نہ کچھ ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور ڈرتے رہے ان کے لیے دنیا کی زندگی اور آخرت میں خوشخبری ہے۔ نہیں بدلتیں اللہ کی باتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

(۳) اِنَّ عِبَادِىْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ

اور فرمایا اے ابلیس جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ بس نہیں

(۴) وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور فرمایا جن لوگوں نے ہماری راہ میں مشقتیں اٹھائیں ہم انہیں اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بیشک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔

(۵) يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ

اور فرمایا، اللہ تعالیٰ انہیں دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں۔

(۶) رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

اور فرمایا، مسلمانوں میں کچھ مرد ایسے ہیں جنہوں نے اللہ کے عہد کو سچ کر دکھایا۔

(۷) اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

اور فرمایا بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ ہے پھر اسی عقیدہ پر جمے رہے ان پر فرشتے اترتے

اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝

ہیں کہ نہ خوف کرو اور نہ رنجیدہ ہو اور اس جنت کا مژدہ سنو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیا اور آخرت کی زندگی میں اور تمہارے لیے وہاں ہر شئی موجود ہوگی جس کو تمہارا جی چاہے اور جو تم مانگو وہاں تمہارے لیے موجود ہے یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی کے ہے۔

(۸) مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ۝ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور فرمایا اہل کتاب میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو راتوں میں کھڑے ہوئے اللہ کی آیتیں پڑھتے رہتے ہیں اور وہ سجدہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور نیک بات کا حکم کرتے ہیں اور بری بات سے روکتے ہیں اور نیک کاموں کے لیے دوڑ پڑتے ہیں اور یہی لوگ نیک بندے ہیں۔

(۹) وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا۔

اور فرمایا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھیں جو صبح اور شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور آپ کی آنکھیں ان سے نہ پھریں کہ آپ دنیا کی زندگی کی آرائش کے طالب ہو جائیں اور نہ اطاعت کیجیے اس کی جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل بنا دیا۔

(۱۰) لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ط

اور فرمایا خرچ کیا کرو ان مفلسوں پر جو اللہ کی راہ میں رکے ہوئے ہیں زمین میں چل پھر نہیں سکتے انجان انہیں بے سوالی کی وجہ سے مالدار سمجھتے ہیں آپ انہیں ان کی صورت سے پہچان جائیں گے۔ وہ لوگوں سے لپٹ کر نہیں مانگتے۔

اَحَادِیث

فقرا۔ اور اولیا۔ کے فضائل میں یوں تو بے شمار حدیثیں وارد ہوئی ہیں مگر ہم یہاں صرف ان حدیثوں پر اکتفا کرتے ہیں۔ ان آیتوں کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے فقرا۔ و اولیا۔ کے فضائل ثابت ہوتے ہیں مگر ہم ان دس ہی آیتوں پر بس کرتے ہیں۔

رُوِیْنَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ اَعْطَیْتُهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالےٰ فرماتا ہے جو میرے ولی سے عداوت باندھے تو میں اُسے اپنے سے لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں اور جن عملوں سے میرا بندہ مجھ سے قربت طلب کرتا ہے اُن میں سے زیادہ محبوب میرے نزدیک وہ عبادتیں ہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہیں اور جب ہمیشہ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ سے میرا قرب طلب کرتا ہے تو میں اُسے چاہنے لگتا ہوں اور جب میری محبت بڑھتی ہے تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ جس سے وہ چلتا ہے اور اگر کچھ مجھ سے مانگتا ہے تو دیتا ہوں اور جو پناہ چاہتا ہے پناہ دیتا ہوں۔

(۲) رُوِیْنَا فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ رُبَّ اَشْعَثَ اَغْبَرَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَا یُعْبَاُ بِهٖ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ

صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہت سے ایسے شخص ہیں کہ پریشان بال میلے کچیلے دروازوں سے دھکیلے گئے ہیں کہ کسی کو ان کی کچھ پرواہ نہیں (اور اللہ کے نزدیک ان کا ایسا مرتبہ ہے) اگر اللہ پر اڑ کر کسی بات کیلیے قسم کھا بیٹھیں تو اللہ ضرور ان کی قسم کو سچا کر دے۔

(۳) رُوِیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ

صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض

رَجُلٌ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَیُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ مُؤْمِنٌ یُجَاھِدُ بِنَفْسِہٖ وَمَالِہٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی قَالَ ثُمَّ مَنْ قَالَ ثُمَّ رَجُلٌ یَعْتَزِلُ فِیْ شِعْبٍ مِّنَ الشِّعَابِ یَعْبُدُ رَبَّہٗ وَ فِیْ رِوَایَۃٍ یَتَّقِی اللّٰہَ وَیَدَعُ النَّاسَ مِنْ شَرِّہٖ

کیا یارسول اللہ لوگوں میں افضل کون ہے فرمایا افضل تو وہ ہے جو اپنی جان ومال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرے۔ عرض کیا یا رسول اللہ پھر کون ہے فرمایا وہ جو کسی غار میں سب سے علیحدہ ہو کر جا پڑے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرے اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ سے ڈرے اور لوگوں کو اپنے شر سے بچاوے۔

مترجم: صوفیاء کرام نے یہیں سے تو لیا ہے کہ جو خلوت اختیار کرے اُسے چاہیئے کہ اپنے دل میں یہ سمجھے کہ میں لوگوں کو اپنے شر سے بچاتا ہوں اور یہ خیال بھی نہ کرے کہ میں خود مکروہات سے بچتا ہوں۔ کیونکہ یہ بات عُجب کی طرف دوڑاتی ہے۔ سبحان اللہ حضور نے کیا عمدہ علاج ارشاد فرمایا ہے۔

ایک دوسری حدیث کے مضمون کو کسی نے کیا خوب نظم کیا ہے جسے ہم بجنسہ درج ذیل کرتے ہیں۔

اَخَصُّ النَّاسِ بِالْاِیْمَانِ عَبْدٌ ... خَفِیْفُ الْحَاذِ مَسْکَنُہُ الْقِفَارُ
لَہٗ فِی اللَّیْلِ حَظٌّ مِّنْ صَلٰوۃٍ ... وَمِنْ صَوْمٍ اِذَا اطَّلَعَ النَّھَارُ
وَقُوْتُ النَّفْسِ یَاْتِیْ فِیْ کَفَافٍ ... وَکَانَ لَہٗ عَلٰی ذَاکَ اصْطِبَارُ
وَفِیْہِ عِفَّۃٌ وَّبِہٖ خُمُوْلٌ ... اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ لَا یُشَارُ
وَقَلَّ الْبَاکِیَاتُ عَلَیْہِ لَمَّا ... قَضٰی نَحْبًا وَّلَیْسَ لَہٗ یَسَارُ
فَذَالِکَ قَدْ نَجَا مِنْ کُلِّ شَرٍّ ... وَلَمْ تَمْسَسْہُ یَوْمَ الْبَعْثِ نَارُ

ترجمہ:۔ یعنی لوگوں میں ایمان اسی کا حصہ ہے جو ہلکا کم سامان والا ہے اور خلوت میں رہے رات کو نماز دن کو روزہ سے اُسے حصہ ملا ہو اور روزی اُسے بقدر حاجت ملتی ہو اور وہ اس پر قانع ہو اور اس میں عفت و پاکدامنی اعلیٰ درجہ کی ہو اور ایسا گمنام ہو کہ لوگوں کی انگلیاں اس کی طرف نہ اٹھتی ہوں اور جو مرے تو اس پر رونے والیاں بھی کم ہوں اور ترکہ کا نام ونشان نہ ہو۔

ایسا شخص ہر شر سے بچا لیا گیا اور قیامت کے دن آگ اسے نہ چھوتے گی۔

(۴) رُوِّیْنَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ وَقَالَ کُنْ

صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں مسافر اور راہ گیر

فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ۔ وَکَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا یَقُوْلُ اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرَضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ۔

جیسا رہ۔ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر (یعنی موت کے لیے ہر وقت مستعد رہ) اور اپنی تندرستی میں اپنی بیماری کے لیے اور اپنی زندگی میں موت کے لیے سامان کر رکھ۔

(۵) رُوِّیْنَا فِی کِتَابِ التِّرْمِذِیِّ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَدْخُلُ الْفُقَرَاءُ الْجَنَّۃَ قَبْلَ الْاَغْنِیَاءِ بِخَمْسِمِائَۃِ عَامٍ

ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقراء و مساکین اغنیاء سے پانچ سو برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے

میں نے ایک صاحب ولایت کو وجد و حال میں دیکھا کہ وہ رو رو کر کہہ رہا تھا۔

قَالَ لَنَا حَبِیْبُنَا اَلْیَوْمَ لَهُمْ غَدًا لَنَا

یعنی ہمارے حقیقی محبوب نے ہمیں یہ کہدیا ہے کہ آج کا دن تو ان کا ہے اور کل کا دن ہمارا ہے۔

(۶) رُوِّیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ عَنْ اُسَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ قُمْتُ عَلٰی بَابِ الْجَنَّۃِ فَکَانَ عَامَّۃُ مَنْ دَخَلَهَا الْمَسَاکِیْنُ وَاَصْحَابُ الْجَدِّ مَحْبُوْسُوْنَ غَیْرَ اَنَّ اَهْلَ النَّارِ قَالَ اُمِرَ بِهِمْ اِلَی النَّارِ وَقُمْتُ عَلٰی بَابِ النَّارِ فَاِذَا عَامَّۃُ مَنْ دَخَلَهَا النِّسَاءُ۔

صحیحین میں اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں جو جنت کے دروازے پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اکثر اس کے داخل ہونے والے مساکین ہیں اور توانگر سب مقید و محبوس ہیں مگران میں جو جہنم کے قابل تھے انہیں جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گیا تھا، اور جہنم کے دروازہ پر کھڑا ہوا تو دیکھا کہ اکثر داخل ہونے والے اس کے عورتیں ہیں۔

(۷) رُوِّیْنَا فِی الصَّحِیْحَیْنِ اَیْضًا عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ بِالنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ

صحیحین میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو کر

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِرَجُلٍ جَالِسٍ عِنْدَهُ مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْ اَشْرَافِ النَّاسِ هٰذَا وَ اللّٰهِ حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ يُّنْكَحَ وَ اِنْ شَفَعَ اَنْ يُّشَفَّعَ فَسَكَتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ مَرَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ لَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأْيُكَ فِي هٰذَا فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذَا رَجُلٌ مِّنْ فُقَرَاءِ الْمُسْلِمِيْنَ هٰذَا حَرِيٌّ اِنْ خَطَبَ اَنْ لَّا يُنْكَحَ وَاِنْ شَفَعَ اَنْ لَّا يُشَفَّعَ وَاِنْ قَالَ اَنْ لَّا يُسْمَعَ لِقَوْلِهٖ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذَا خَيْرٌ مِّنْ مِلْءِ الْاَرْضِ مِثْلَ هٰذَا۔

گذرا تو حضورؐ نے ایک شخص سے پوچھا جو آپ کے قریب بیٹھا تھا کہ تیرے نزدیک یہ شخص کیسا ہے اس نے عرض کیا یہ شریف لوگوں میں سے ہے اور قسم ہے اللہ کی یہ اس لائق ہے کہ اگر پیغام بھیجے تو فوراً نکاح کر دیا جائے اور سفارش کرے تو قبول کی جائے۔ حضورؐ نے سُن کر سکوت فرمایا پھر ایک اور شخص گذرا آپ نے پوچھا یہ کیسا ہے اس نے عرض کیا یارسول اللہ یہ فقراء مسلمین میں سے ایک شخص فقیر ہے اور یہ ایسا ہے کہ اگر کہیں پیغام بھیجے تو کوئی قبول نہ کرے اور جو کسی کی سفارش کرے تو کوئی نہ سُنے اور اگر بات کرے تو کوئی خیال نہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ایسا ہے کہ اگر پہلے جیسے آدمی سے سارا عالم بھر جاتے تو یہ ان سب سے اچھا ہے۔

(۸) رُوِّيْنَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ اَيْضًا عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَجَلِيْسِ السُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَ نَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَ اِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا مُّنْتِنَةً

صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھے ہم نشین کی مثال مشک والے کی سی ہے اور بُرے ہمدم کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک والا یا تو کچھ دیدے گا یا تو خود اس سے کچھ خریدے گا اور یا خوشبو ہی سے منتفع ہو گا اور بھٹی والا یا تو کپڑے پھونک دے گا یا بدبو سے دماغ خراب کر دے گا۔

(یعنی نیک ہر حال میں نافع ہے اور بد صحبت ہر وقت مضر ہے۔

(۹) رُوِّيْنَا فِي كِتَابِ التِّرْمِذِيِّ

ترمذی میں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اَلْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يَغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ قَالَ التِّرْمِذِيُّ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَفِيْ مُوَطَّاِ لِلْاِمَامِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ بِاِسْنَادِهِ الصَّحِيْحِ يَقُوْلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِيْ لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ۔

سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ آپس میں ایک دوسرے سے میرے واسطے دوستی رکھتے ہیں ان کے لیے قیامت میں نور کے منبر ہوں گے ان کے درجہ پر انبیا اور شہدا بھی رشک کریں گے۔ اور موطا امام مالک (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں سند صحیح سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری محبت اُن کے لیے واجب ولازم ہو گئی ہے جو آپس میں میرے واسطے محبت رکھتے اور میرے لیے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور میری ہی وجہ سے آپس میں دیتے لیتے ہیں

(۱۰) رُوِيْنَا فِي الصَّحِيْحَيْنِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ تَحْتَ ظِلِّهٖ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَشَابٌّ نَشَاَ فِيْ عِبَادَةِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَرَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسْجِدِ وَرَجُلَانِ تَحَابَّا فِي اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اِجْتَمَعَا عَلَيْهِ وَافْتَرَقَا عَلَيْهِ وَرَجُلٌ دَعَتْهُ اِمْرَاَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ فَقَالَ اِنِّيْ اَخَافُ اللّٰهَ تَعَالٰی وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ بِصَدَقَةٍ فَاَخْفَاهَا حَتّٰی لَا تَعْلَمَ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ يَمِيْنُهٗ

صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات شخص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس روز اپنے سایہ میں جگہ دے گا جس روز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا (۱) بادشاہ عادل (۲) وہ جوان جس نے اپنی ساری عمر اللہ کی عبادت میں صرف کر ڈالی (۳) وہ شخص جسے مسجد سے وابستگی ہو (۴) وہ دو شخص جو اللہ کے واسطے آپس میں دوستی اور محبت رکھتے ہیں جب ملتے ہیں تو اسی واسطے اور جب علیحدہ ہوتے ہیں تو اسی وصف میں ہوتے ہیں (۵) وہ شخص کہ جسے کوئی حسین وجمیل نامدار عورت بدکاری کے واسطے بلاتے اور وہ یہ کہہ کر اس کی طرف رُخ نہ کرے کہ میں تو اپنے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں

وَرَجُلٌ ذَكَرَ اللهَ خَالِيًا فَفَاضَتْ عَيْنَاهُ۔ (۶) وہ جو صدقہ دیکر ایسا چھپائے کہ داہنی ہاتھ کے خرچ کرنے کی بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو (۷) جو اللہ تعالیٰ کو تنہائی میں یاد کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ جائیں۔

یہ دس حدیثیں فضائل اولیاء میں سب صحیح ہیں چنانچہ واضح ہے اور چند حدیثیں ہم اور ذکر کرتے ہیں کہ ان کو بھی ائمۂ حدیث نے اپنی اپنی کتاب میں مع سند ذکر کیا ہے۔

(حدیث) انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری اُمت کے چالیس ابدال ہیں بائیس ان میں سے شام میں اور اٹھارہ عراق میں ہیں جب ان میں سے کوئی وفات پاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو قائم مقام فرما دیتا ہے جب قیامت آئے گی سب فوت ہو جائیں گے۔

(حدیث) ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے تین سو بندے ایسے ہیں کہ ان کے دل آدم علیہ السلام کے دل کی مثل ہیں اور چالیس بندے ایسے ہیں کہ ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے قلب مقدس کی مانند ہیں۔ اور پانچ شخص ایسے ہیں کہ ان کے دل جبرئیل علیہ السلام کے دل کے قریب ہیں اور تین شخص اس قسم کے ہیں کہ ان کے دل میکائیل علیہ السلام کے قلب کے موافق ہیں۔ اور ایک بندہ ایسا ہے کہ اس کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل جیسا ہے۔ جب ان میں سے کوئی ایک مر جاتا ہے اس کی جگہ اللہ تعالیٰ تین والوں میں سے ایک کو قائم مقام کر دیتا ہے اور جب کوئی ان تین میں سے وفات پاتا ہے تو پانچ میں سے ایک کو خلیفہ بنا دیتا ہے اور جب پانچ میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو حق تعالیٰ سات میں سے کسی کو اس کا نائب بنا دیتا ہے اور جب سات میں سے کوئی راہی ملکِ بقا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ چالیس میں سے کسی کو اس کی جگہ تفویض فرماتا ہے اور جب ان چالیس میں سے کوئی موت کا جام پیتا ہے تو تین سو میں سے کسی کو اس کا جانشین بنایا جاتا ہے اور جس وقت ان تین سو میں سے کوئی رحلت کرتا ہے تو عام مخلوق میں سے کسی کو برگزیدہ کر کے اس کا جانشین فرمایا جاتا ہے اور وہ ایسے متبرک لوگ ہیں کہ ان کی برکت سے حق تعالیٰ امت محمدیہ سے بلا کو دفع فرماتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ اس حدیث میں جو ایک بندہ کا ذکر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس سے مراد قطب ہے اور وہ غوث بھی ہوتا ہے اور اس کا مرتبہ اور منزلت اور اولیاء میں ایسی ہوتی ہے جیسے دائرہ میں نقطہ جو مرکز دائرہ ہوتا ہے۔ تمام عالم کا انتظام اسی سے متعلق ہوتا ہے۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے منجملہ قلوب انبیاء اور ملائکہ کے اپنے قلب مبارک کو اس لیے ذکر نہ فرمایا کہ آپ کے قلب پُر نور کی مثل تو قادر مطلق نے عالم میں کسی کے قلب کو شرافت اور لطافت میں پیدا ہی نہیں فرمایا تھا۔ تمام انبیاء علی نبینا و علیہم السلام اور کل ملائکہ کے قلوب محبوب خدا سرور کائنات، خلاصۂ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ طاہر و مطہر کے سامنے ایسے ہیں جیسے ستارے آفتاب کے روبرو۔ صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ شیخ عارف **ابوالحسن** رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام قلوب کی طرف نظر فرمائی تو کسی قلب کو سوائے قلب پاک سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی طرف زیادہ مائل و متوجہ نہ پایا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کا شرف عطا فرمایا۔ تاکہ رویت اور ہمکلامی باہم جلد ہو۔ اور شیخ کامل غریق بحرِ معارف و توحید **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح میدان معرفت میں دوڑیں ہیں، ان سب میں ہمارے نبی پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدس ہی آگے بڑھ کر بستانِ وصالِ ربّانی تک قدم زن ہوئی۔

(حدیث) حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ **ابدال** شام میں ہیں **نجیب** مصر میں اور **عصائب** عراق میں، **نقیب** خراسان میں، **اوتاد** تمام زمین میں، اور خضر علیہ السلام سب کے سردار اور امیر ہیں۔

اور خضر علیہ السلام سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ تین سو اولیاء، ستر نجیب ہیں اور زمین میں چالیس اوتاد دس نقیب سات عارف اور تین مختار ہیں اور ایک ان میں سے غوث ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنا اجمعین۔

ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے چند بندے ہیں کہ اُنہیں **ابدال** کہتے ہیں اور جو مرتبہ انہیں نصیب ہوا ہے وہ روزہ، نماز، خشوع و خضوع، حسن ظاہری سے نہیں ہوا۔ بلکہ خالص تقوٰی۔ نیت حسنہ اور سلامت صدر اور تمام مسلمانوں پر رحمت کی وجہ سے ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے علم کے ساتھ برگزیدہ فرما کر اپنی ذات پاک کے لیے خالص بنایا ہے اور وہ چالیس آدمی ہیں کہ ان کے قلب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب جیسے ہیں۔ جو ان میں سے مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو خلیفہ بنا دیتا ہے۔ وہ نہ کسی کو گالی دیتے ہیں نہ کسی کو بُرا کہتے ہیں، نہ اپنے سے چھوٹوں کو ستاتے اور حقیر سمجھتے ہیں اور نہ

اپنے سے بڑوں پر حسد کرتے ہیں خیر میں سب سے اچھے ہیں ان کی طبیعت سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ سخی ہے تیز رو گھوڑے تند ہوائیں باوصف اپنی تیزی کے ان کے مرتبہ کو نہیں پاسکتے ان کے قلب نیکیوں کی طرف مبادرت کرنے میں بڑی اونچی چھتوں پر صعود کرتے ہیں یہی لوگ اللہ کے گروہ ہیں آگاہ رہو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانیوالا ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے چند خاص بندے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں جنتوں میں سب سے بلند جنت میں رکھے گا اور وہ لوگ سب سے زیادہ عقلمند ہیں۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ ہم سب نے عرض کیا کہ وہ سب سے زیادہ عقلمند کس طرح ہوں گے ، فرمایا کہ ان کی تمام سعی و ہمت اللہ ہی کی طرف ہے اور ان کی تمام کوششوں کا خلاصہ اللہ کی رضامندی ہے وہ دنیا اور اس کی فضولیات اور اسکی ریاست اور عیش سے بالکل بے رغبت ہو گئے ہیں۔ اُن کے نزدیک دنیا بالکل حقیر ہے انہوں نے اس دنیا میں تھوڑے دنوں تو مصیبتوں اور مشقتوں پر صبر کیا پھر غیر متناہی زمانہ میں راحت اُٹھا رہے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فقراء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں ایک قاصد بھیجا اس نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں فقراء کا قاصد ہوں آپ نے فرمایا : تو جن کا قاصد ہے میں انہیں دوست رکھتا ہوں۔ پھر اس نے عرض کیا کہ فقراء نے آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا ہے کہ تمام خیر اغنیاء ہی کے حصہ میں آگئی اور ہم محروم رہ گئے۔ ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ کہا یا رسول اللہ جنت تو اغنیاء ہی نے حاصل کر لی۔ وہ حج کرتے ہیں اور ہم اس پر قادر نہیں وہ خیرات دیتے ہیں اور ہم کو اس پر دسترس نہیں۔ وہ غلام آزاد کرتے ہیں اور ہمیں اسکی استطاعت نہیں، وہ جب مریض ہوتے ہیں اپنے مال کو ذخیرہ بناتے ہیں (یعنی صدقہ و خیرات کرتے ہیں) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر ارشاد فرمایا میری طرف سے فقراء سے کہہ دو تم میں جو صابر ہیں اور ثواب کی نیت رکھتے ہیں ان کے لیے خاص ایسے تین درجے ہیں جو اغنیاء کے لیے نہیں۔ پہلا درجہ تو یہ ہے کہ جنت میں کچھ دریچے یاقوتِ احمر کے ہیں اور وہ اس قدر بلند واقع ہیں کہ جنت والے انہیں ایسا دیکھیں گے جیسے دنیا والے آسمان کے تارے اور ان میں سوائے نبی یا فقیر یا شہید فقیر یا مومن فقیر کے اور کوئی نہ جائے گا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ جب فقیر سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اخلاص سے کہتا ہے اور غنی بھی اس کے مثل کہتا ہے تو یہ غنی فقیر کی فضیلت اور ثواب کو نہ پہنچے گا۔ اگرچہ غنی ان کلمات کے ساتھ دس ہزار درہم بھی خرچ کر دے اور کل نیک عملوں میں اسی طرح قیاس کر لو۔

جب قاصد نے انہیں یہ خبر پہنچائی تو سب کے سب (مارے خوشی کے) پکار اُٹھے کہ اے اللہ ہم راضی ہیں، ہم راضی ہیں۔

حسن بصری رحؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فقراء سے جان پہچان زیادہ رکھا کرو اور ان کے ساتھ سلوک کیا کرو کیونکہ ان کے لیے بڑی دولت ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ دولت کیا ہے۔ فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا ان سے کہہ دیا جائے گا کہ جس نے تمہیں ایک ٹکڑا روٹی کا کھلایا ہو یا ایک کپڑا پہنایا ہو یا ایک گھونٹ پانی پلایا ہو اُسے تلاش کرو اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں لیجاؤ۔

نیز حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ بھی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندۂ فقیر اللہ تعالیٰ کے پاس لایا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسی معذرت کرے گا جیسا کہ آدمی آدمی سے معذرت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت وجلال کی قسم میں نے تجھ سے دنیا اس لیے علیحدہ نہیں رکھی کہ تو میرے نزدیک ذلیل تھا، بلکہ اس لیے کہ میں نے تیرے لیے بڑی بڑی فضیلتیں، عطائیں تیار کی ہیں اور یہ صفیں جو تیرے سامنے کھڑی ہیں ان میں جا کر دیکھ جس نے تجھے کچھ کھلایا پلایا پہنایا ہو اس کا ہاتھ پکڑ وہ تیرا ہے جو اُسے چاہے کر۔ اس وقت سب لوگوں کی حالت یہ ہوگی کہ پسینہ منہ تک آیا ہوا ہوگا وہ یہ ارشاد سن کر صفوں میں گھُسے گا اور ان لوگوں کو تلاش کر کے ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ بہشت میں لے جائے گا۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

اور مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! میرے بعض بندے ایسے ہیں اگر وہ مجھ سے ساری جنت کا سوال کر بیٹھیں تو میں انہیں دے دوں اور جو دنیا میں سے کچھ مانگیں تو ہرگز نہ دوں۔ اور یہ نہ دینا اس لیے نہیں کہ وہ میرے نزدیک ذلیل ہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آخرت میں ان کے لیے اپنی عطائیں ذخیرہ کروں اور دنیا سے اُنہیں ایسا بچاؤں جیسا کہ چرواہا اپنی بکریوں کو بھیڑیوں سے بچاتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شے کی ایک کنجی ہے اور جنت کی کنجی مساکین، فقراء، صادقین، صابرین کی محبت ہے وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہوں گے

اور مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ مجھے مسکین ہی زندہ رکھ اور مسکین ہی مار اور مسکینوں ہی کے گروہ میں میرا حشر کر۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث مساکین کے فضائل میں کافی ہے اگر حضورؐ یہ فرماتے کہ مساکین کا میرے گروہ میں حشر فرما تو بھی ان کی فضیلت میں بس تھا اور جب خود حضورؐ یہ فرمائیں کہ میرا حشر مساکین کے گروہ میں فرما تو ان کی فضیلت و مراتب کی پھر کیا انتہا۔

مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نور جب انسان کے دل میں واقع ہوتا ہے تو اس وقت اس کا سینہ کھل کر کشادہ ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا حضور کوئی پہچان؟ فرمایا اس کی یہ پہچان ہے کہ ایسا آدمی دار غرور (دنیا) سے بھاگتا اور دار خلود در آخرت کی طرف رجوع ہوتا ہے اور موت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ نور اس حدیث کے موافق اُسے میسّر ہو گا جو دنیا کے اندر بے رغبت ہو گا۔

ترمذی میں شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عقلمند وہ آدمی ہے جو اپنے نفس سے حساب و کتاب کرتا ہے اور آخرت کے لیے عمل کرے اور عاجز و بے عقل وہ ہے جو اپنے نفس کو خواہشوں کی طرف لگائے اور بایں ہمہ اللہ تعالےٰ سے اپنی تمناؤں کے پوری کرنے کا منتظر رہے۔

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مالدار اپنے مال سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ دے اور کوئی فقیر ایسا ہو کہ اس کے پاس دو ہی درہم ہوں اور وہ اس میں سے خوش ہو کر ایک درہم صدقہ کر دے تو یہ ایک درہم والا فقیر اس لاکھ درہم والے مالدار سے افضل ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کی تائید میں ایک اور حدیث کا مضمون ہے۔ وہ یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک درہم لاکھ درہم سے بڑھ گیا (گویا پہلی حدیث اس حدیث کی تفسیر ہے) اور فقیر کے صدقہ کی فضیلت اس آیت سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ یعنی کفار ان لوگوں کے صدقہ کو عیب لگاتے ہیں جنہیں اپنی سعی اور مشقت ہی کے بقدر ملتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ الصَّدَقَةِ جُهْدُ الْمُقِلِّ سب صدقوں میں افضل صدقہ وہ ہے جو تنگ دست آدمی اپنی مشقت اور سعی کے بقدر صدقہ کرے۔ فقراء کے فضائل میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں مگر ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں۔

آثار سلفِ صالحین و ائمۂ عاملین رضی اللہ عنہم اجمعین

آثار سلف رحمہم اللہ بھی اس باب میں کثرت سے ہیں کہ ان کا ضبط کرنا دشوار ہے مگر ہم یہاں نمونہ کے طور پر اسانید حذف کر کے لکھتے ہیں تاکہ جادۂ اختصار ہاتھ سے نہ جائے اور ناظرین کے لیے ملال کا باعث نہ ہو۔

ضحاک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو بازار میں جائے اور ایسی کوئی چیز دیکھے جسے اس کا دل چاہتا ہو اور اس کے خریدنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو اور پھر وہ صبر کر کے ثواب کی امید رکھے تو یہ فعل اس کے لیے خدا کی راہ میں ہزار درہم خرچ کرنے سے بہتر ہوگا۔

ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقیر کا ٹھنڈا سانس بھرنا خواہش پوری نہ ہونے کے سبب غنی کی ہزار برس کی عبادت سے افضل ہے۔

امام المتقین سید الزاہدین ابو نصر بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقیر کی عبادت ایسی ہے جیسے خوبصورت عورت کے گلے میں موتیوں کا ہار۔ اور مالدار کی عبادت کی ایسی مثال ہے جیسے کوڑے پر ہرا درخت۔

بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ فقراء کا موٹا لباس صوف اور پیوند لگا ہوا سیاہ جب وہ پہنتے ہیں تو ان کے لیے حسن و خوبی ہے اور دوسرے کے لیے وہی لباس بدنمائی کا باعث ہے۔

ابن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مالک ابن دینار رحمہ اللہ کے قبیلہ میں آگ لگ گئی تو قبیلہ کے نوجوان پکار اٹھے کہ لوگو دوڑو مالک بن دینار کے گھر کی خبر لو۔ مالک بن دینار نہ بند باندھے ہاتھ میں لوٹا لیے ان جوانوں کے پاس آئے اور فرمانے لگے جو ہلکے سامان والے ہیں وہ قیامت کے روز نجات پائیں گے، اور یہ بھی فرمایا کہ اے مالدار و تم رنج ہی میں مر رہو کیونکہ عیش تو آخرت کا عیش ہے اور وہ فقراء کا حصہ ہے اور فرمایا کہ فقیر کا ایک درہم غنی کے ایک دینار سے افضل و پاکیزہ ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مالدار بھی کھاتے پیتے ہیں اور ہم بھی کھاتے پیتے ہیں اور وہ بھی پہنتے ہیں اور ہم بھی پہنتے ہیں اور جو ان کے پاس زائد مال ہے نہ وہ اس سے منتفع ہوتے ہیں نہ ہم وہ بھی اسے دیکھتے ہیں اور ہم بھی دیکھتے ہیں قیامت میں ان سے اس کا حساب لیا جائیگا اور ہم اس سے بری ہونگے اور فرمایا ہمارے مالدار بھائیوں نے کچھ انصاف نہ کیا کیونکہ وہ اللہ کے واسطے ہم سے محبت کرتے

ہیں اور دنیا کے مال و اسباب میں ہم سے علیحدہ رہتے ہیں ان پر ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم دنیا میں فقیروں کے مرتبے پر ہوتے اور ہمیں یہ خواہش نہ ہوگی کہ ہم ان کی جگہ ہوتے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ایک دن بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کی بیوی ان کی خدمت میں آئیں اور کہا کہ تم تو یہاں ان لوگوں میں بے فکر ہو کر اطمینان سے بیٹھے ہوئے ہو اور خدا کی قسم گھر میں آٹے کی ایک چٹکی تک نہیں ہے۔ انہوں نے بیوی سے مخاطب ہو کر کہا تم یہ سمجھ لو کہ ہمارے سامنے ایک ایسی سخت گھاٹی آنے والی ہے کہ اس سے سوائے آزاد اور ہلکے سامان والوں کے کوئی بھی نجات نہ پائے گا۔ یہ سن کر وہ خوشی خوشی لوٹ کر چلی گئیں۔

بعض اکابر شیوخ سے مروی ہے کہ ان کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ حضرت میرے لیے دعا فرمایئے مجھے عیال نے بہت ستایا ہے۔ فرمایا جب تیرے اہل وعیال روٹی کے ٹکڑے کی شکایت کیا کریں تو اس وقت اللہ میاں سے دعا کیا کر کہ اس وقت کی تیری دعا میری دعا سے بہتر ہے اور قبولیت کی بھی امید ہے۔

بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ جب انہیں ان کی اولاد نے کہا کہ ہمارے پاس آج رات کچھ کھانے پینے کو نہیں، تو فرمایا ہمارا ایسا مرتبہ نہیں کہ اللہ میاں ہمیں بھوکا رکھے بھوکا رہنا بڑے نصیبے اور مرتبے والوں کا کام ہے۔ بعض مشائخ کا بیان ہے کہ جب انہیں فقر پیش آتا تو فرماتے مرحبا یہ صلحاء کا شعار ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فقر سے پناہ مانگی ہے اس کی کیا وجہ ہے حالانکہ فقر میں ثواب بہت ہے۔ چنانچہ حدیثوں سے ظاہر ہے۔ فرمایا حضورؐ نے دل کے فقر سے پناہ مانگی ہے اور ہاتھ کے فقر سے پناہ نہیں مانگی کیونکہ فقر تو یہی ہے کہ قلب فقیر ہو۔ جیسے غنا غنائے قلب۔

استاذ ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کی خدمت میں کسی شخص نے پانسو درہم پیش کیے اور کہا یہ درہم ان لوگوں کو تقسیم کر دیجیے فرمایا تیرے پاس اور بھی درہم ہیں کہا ہاں میرے پاس اور بہت سے درہم ہیں۔ فرمایا تو یہ چاہتا ہے کہ تیرے پاس جس قدر درہم ہیں ان سے بھی زیادہ ملے اس نے کہا جی ہاں۔ فرمایا یہ درہم تو ہی لے لے تو تو ہم لوگوں سے بھی زیادہ محتاج ہے۔ غرض کہ وہ درہم واپس کر دیئے اور قبول نہ کیے۔

روایت ہے کہ ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسی نے دس ہزار درہم گزرانے

انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا تو یہ چاہتا ہے کہ دس ہزار درہم دے کر فقراء کے دفتر سے ان کا نام خارج کر دے تو ہرگز نہ لوں گا۔

مروی ہے کہ عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ آدمی کون ہیں فرمایا علماء، کہا بادشاہ کون ہیں فرمایا زاہد۔ کہا کمینے اور نیچے کون ہیں، فرمایا وہ جو اپنے دین کے ذریعہ سے کھائے (دین فروشی کرے یا تقدس جتائے)

حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا والوں نے دنیا میں راحت ڈھونڈی اور انہیں راحت نہ ملی۔ اگر انہیں اس سلطنت وحکومت کی خبر ہو جاتی جو ہمارے قبضہ میں ہے تو اس کیلئے تلواروں سے لڑ مرتے

حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زاہد آخرت کے بادشاہ ہیں، اور زاہد وُہ فقراء ہیں جو عارف باللہ ہیں۔

شیخ کبیر ابو مدین شہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سلطنت کی دو قسمیں ہیں ایک شہروں کی دوسرے بندوں کے دلوں کی۔ فی الحقیقت بادشاہ وہی ہیں جو زاہد ہیں۔

علماء کی ایک جماعت جس میں امام شافعیؒ بھی ہیں فرماتے ہیں۔ اگر کوئی یہ وصیت کرے کہ سو درہم اُسے دیئے جائیں جو سب سے زیادہ عقلمند ہوں تو وہ درہم زاہدوں کو دینے چاہئیں۔

شیخ کبیر عارف ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فقر کے منافع اور فوائد میں سے یہ ہے کہ بھوک اور برہنگی کا الم ہو اور اس الم کے ساتھ لذت بھی ہو اور ان دونوں کے اندر غنیت ہو۔

قطب الاخوان بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ جنت میں انہیں اپنے دیدار سے روک دے تو وہ جنت سے ایسی پناہ مانگیں جیسے دوزخی آگ سے پناہ چاہیں گے۔

ابو عثمان مغربی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں۔ عارف کے لیے علم کے وہ انوار چمکتے ہیں کہ ان کے سبب وہ غیب کے عجائبات کا معاینہ کرتا ہے۔

اور شیخ کبیر عارف باللہ ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کا کفیل و متولی بننا چاہتا ہے تو اس پر اپنے ذکر کا دروازہ کھول دیتا ہے اور جب وہ ذکر سے لذت پانے لگتا ہے تو پھر اس پر قرب کا دروازہ کھول دیتا ہے یہاں تک کہ پھر اسے مجلس اُنس کی طرف اٹھا کر توحید کی کرسی پر بٹھا دیتا ہے اور اپنے اور اس کے درمیان

سے حجاب اُٹھا دیتا ہے اور وحدانیت میں جاگزیں فرما کر جلال وعظمت کے حجاب اس کیلیئے برطرف کر دیتا ہے جب اسکی نگاہ جلال و عظمت پر پڑتی ہے تو وہ متحیر و فانی ہو کر حق سبحانہ تعالیٰ کے حفظ میں آکر خواہشات نفس سے پاک ہو جاتا ہے۔

شیخ ابو نصر سراج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں کے "ادب" میں تین طبقے ہیں۔

(۱) **دنیا والوں کا طبقہ**:۔ ان کا ادب بہت سے بہت فصاحت و بلاغت اور علوم کا سیکھنا اور امراء و بادشاہوں کے قصص و حکایات کا بیان کرنا اور اشعار عرب کا پڑھنا ہے۔

(۲) **دینداروں کا طبقہ**:۔ ان کا نہایت سے نہایت ادب، ریاضت نفس، اپنے کل اعضاء کو ادب سے رکھنا، حدود شرعیہ کا خیال رکھنا۔ شہوات کا ترک کرنا ہے۔

(۳) **خاصوں کا طبقہ**:۔ ان کا ادب طہارت قلب، اسرار کی رعایت، وفائے عہد وقت کی نگہداشت، خطرات کی طرف التفات نہ کرنا۔ مقامات طلب۔ اوقات حضور، مقامات قرب، ان سب میں ادب کی رعایت ملحوظ رکھنا ہے۔

شیخ کبیر امام السالکین حجۃ اللہ قطب مقامات ابو محمد سہل بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سارے نیک کام زاہدوں کے نامۂ اعمال میں درج ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ عارف کا یہ فرمانا نہایت ہی صحیح ہے اور مختصر بیان اس قول کا یہ ہے کہ اہل دنیا جو نیک عمل کرتے ہیں اس میں خلوص نہیں ہوتا مثلاً بعض لوگ نیک کام میں مال خرچ کرتے ہیں مگر مال کی محبت سے ان کا دل مالا مال ہوتا ہے اور وہ محبت طاعات الٰہی سے انہیں روکے رکھتی ہے اور زاہدوں کا یہ حال ہے کہ وہ خاص اللہ کے لیے تمام موجودات سے برطرف ہیں اور دنیا ان کے نزدیک مبغوض ہے اور طاعات کے لیے وہ بالکل فارغ ہو گئے ہیں۔ تمام اعضاء سے لیکر دل تک کُل کے کُل متوجہ الی اللہ ہیں۔ وہ عبادات قلبیہ اور بدنیہ دونوں جمع کرتے ہیں اور حق تعالیٰ جب ان کے دلوں پر نظر ڈال کر ملاحظہ فرماتا ہے کہ غیر کی محبت کی ان کے دلوں میں گنجائش ہی نہیں تو وہ انہیں اپنے قرب کی دولت سے بہرہ ور فرماتا ہے اور انہیں اپنے فضل عظیم اور کرم عمیم سے وہ شئے بخشتا ہے کہ دنیا داروں کی عقل کی وہاں تک رسائی ہی نہیں۔

خداوندا ہمارے شر کی وجہ سے ہمیں اپنی خیر سے محروم نہ فرما اور ہمیں اپنے فضل عظیم سے حصّہ عطا کر کے اپنی طرف مشغول فرما اور بجاہ نبی کریم میری اس دُعا کو قبولیت کا جامہ پہنا۔ آمین یا ربّ العالمین۔

زاہدین اور صوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے فضائل اور محامد جس قدر

یہاں بیان کیے گئے ہیں، ان کے دریائے فضل کے سامنے بمنزلہ ایک قطرہ کے ہیں اور اُن کے آفتابِ حسن کے مقابل ایک ذرہ کی برابر بھی نہیں۔

اور جس قدر ہم نے حدیثیں بیان کیں ہیں اگرچہ بعض اُن میں سے ضعیف ہیں مگر صحیح حدیثیں اس باب میں اس قدر ہیں کہ وہی بہت کافی ووافی ہیں اور خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حالت دنیا کے باب میں تھی اس سے اور نیز دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اولیاء اللہ اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات سے زہد کی فضیلت اچھی طرح اور بہت اچھی طرح ظاہر ہے۔

امام کبیر عارف باللہ محقق ابو عبداللہ حارث بن اسد محاسبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو علماء دنیائے دُون کی طرف مائل و راغب ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی بھی تو مالدار تھے اس لیے اگر ہم نے مال کمایا اور رکھا تو کیا گناہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذکر سے اس لیے دلیل و حجت لاتے ہیں تاکہ لوگ ہمیں مال جمع کرنے میں معذور سمجھیں حالانکہ انہیں شیطان نے گمراہ کر رکھا ہے اور وہ سخت بے خبر ہیں اور بے وقوف۔ خدا تجھے کھووے جو عبدالرحمٰن بن عوف اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مال سے استدلال کرتا ہے، یہ شیطانی مکر ہے۔ یہ لفظ تیری زبان پر اس لیے آتا ہے کہ تو کسی طرح برباد و ہلاک ہو جائے کیونکہ جب تو ایسا خیال کرے گا کہ وہ بھی مال جمع کرتے تھے تو ادنیٰ بات یہ ہے کہ تو نے بڑوں اور پیشواؤں کی غیبت کی اور انہیں بڑی تہمت سے متہم کیا۔ اور جب تو نے بدلالتِ حال و قال بہ ہرزہ سرائی کی کہ حلال مال کا جمع کرنا جمع نہ کرنے سے افضل و اعلیٰ ہے تو تو نے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء صلوٰت اللہ علیہم اجمعین پر عیب لگایا نعوذ باللہ منہ، اور انہیں اپنے نزدیک جاہل سمجھا کیونکہ انہوں نے تیری طرح مال جمع نہ کیا اور اس فضیلت کو ترک کر دیا اور گویا کہ تو مدعی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی جیسی کہ چاہیئے خیر خواہی نہ کی کیونکہ انہوں نے مال جمع کرنے سے نہی فرمائی ہے، خدا کی قسم تو جھوٹا اور مفتری اور کذاب ہے تو نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹی تہمت لگائی وہ تو اپنی امت پر بڑے ہی مہربان اور مشفق اور ناصح تھے۔

ارے دیوانے یہی عبدالرحمٰن بن عوف رضی باوجودیکہ بڑے متقی اور پرہیزگار اور طرح طرح کی حسنات اور خیرات کرنے اور خدا کی راہ میں مال لٹانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولتِ صحبت سے بہرہ مند اور جنت کی خوشخبری پائے ہوئے تھے۔ مگر پھر بھی اس مال کی بدولت قیامت کے ہولناک میدان میں حساب کے لیے کھڑے کیئے جائیں گے حالانکہ انہوں

نے مال کو سوال سے بچنے اور نیک کام کرنے کے لیے حاصل کیا تھا اور خدا کی راہ میں خوب دل کھول کر خرچ کیا اور پھر حدود شرعیہ کی رعایت ملحوظ رکھی۔ پھر بھی جنت میں جانے کے وقت فقراء مہاجرین کی معیت نصیب نہ ہوگی اور آگے پیچھے گھٹنوں کے بل جائیں گے۔ تو بھلا ہم جیسے جو دنیا میں ڈوبے ہوئے ہیں کس شمار میں ہیں اور ایسے شخص کی حالت سے سخت تعجب ہے جو دنیا کی شہوتوں میں آلودہ ہو کر لوگوں کا مال ظلم سے کھاتا اور دنیا کی زینت و مفاخرت کا بندہ بنکر عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی حالت سے استدلال کرتا ہے۔ اس کے بعد محاسبی رضی اللہ عنہ نے ایک طویل کلام کے بعد فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ حالت تھی کہ وہ مسکنت پر شیفتہ و فریفتہ اور فقر کے خوف سے بالکل امن میں اور اپنی روزی میں خدا پر بھروسہ کیے ہوئے تھے، خدا کی قضاء و قدر پر دل سے خوش، مصیبت پر راضی برضا، فراخی میں شکر گذار، مصیبتوں میں صبر کرنے والے خوش گذرانی میں اللہ کی حمد کرنیوالے اور اس کی درگاہ میں عاجزی کرنے والے اس کی رضا کو اپنی جانوں پر ترجیح دینے والے اور مال و جاہ کی حُب سے بچنے والے تھے۔ جب دنیا ان پر متوجہ ہوتی تو وہ غمگین ہوتے اور جب فقر انہیں منہ دکھاتا تو کہتے واہ واہ یہ تو صلحاء کی علامت ہے۔ اے بھلے مانس میں تجھے خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کیا تو ان صفات مذکورہ سے موصوف ہے۔ (جو ان کی برابری کا دعویٰ کرتا ہے) ارے تُو تو ان صفات سے کوسوں دُور ہے۔ تیری حالت ان کی حالت کی بالکل ہی مخالف ہے کیونکہ تو غنا کے وقت سرکشی کرتا، فراخی کے وقت اکڑتا، خوش گزرانی کے زمانہ میں ازحد خوشیاں مناتا، شکر نعمت سے غافل، مصیبت میں ناامید اور غضبناک ہو جاتا ہے اور اسکی قضاء و قدر پر راضی نہیں رہتا، فقر کو مبغوض رکھتا، مسکنت کو عار سمجھتا ہے۔

مال کو اسلیے جمع کرتا ہے کہ دنیا اور اس کی لذتوں اور تازگی سے خوب عیش اُڑائے (بھلا تیری اور ان کی حالت سے کیا نسبت) ان کی تو یہ حالت تھی کہ وہ اللہ کی حلال کی ہوئی نعمتوں سے ایسے بے رغبت تھے کہ تو حرام سے اتنا نہیں، اور ذرا سی لغزش کو وہ ایسی بڑی سمجھتے تھے کہ تو کبیرہ گناہوں کو بھی ایسا نہیں جانتا۔ کیا اچھا ہوتا کہ تیرا حلال و پاکیزہ مال ان کے مشتبہ مال ہی جیسا ہوتا ہے اور کاش تو اپنے گناہوں سے ایسا ہی ڈرتا جیسا کہ صحابہ اپنی نیکیوں سے ڈرا کرتے تھے کہ دیکھیے قبول ہوتیں یا نہ ہوتیں اور کیا اچھا ہوتا کہ تیرا روزہ ان کے افطار ہی جیسا ہوتا اور تیرا جاگنا ان کے سونے جیسا ہوتا اور تیری ساری نیکیاں ان کی ایک ہی نیکی جیسی ہوتیں۔ کیا تجھے یہ مناسب نہ تھا کہ تو بقدر کفایت ہی پر بس کرتا۔ زیادہ کا حریص نہ ہوتا۔ اور مالداروں کی حالت سے عبرت حاصل کرتا کہ وہ حشر کے میدان میں سوال کے لیے کھڑے کیے جائیں گے اور تو ان میں سے نہیں (اور خدا کرے نہ ہو)

تو گروہ سابقین میں مل کر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک زمرہ میں شامل ہو کر جنت میں چلا جائے گا۔ نہ تجھے کوئی روکے گا نہ حساب ہوگا نہ کتاب کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فقراء اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گے۔ ختم ہوا کلام محاسبی رحمۃ اللہ کا۔

اور بعض بڑے مشائخ میں سے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فقراء کی فضیلت بیان فرما رہے ہیں۔ چنانچہ حضور نے بہت کچھ فرمایا مگر ان سب میں سے مجھے یہ یاد رہ گیا کہ آپ نے فرمایا کہ فقراء کی فضیلت میں یہی کافی ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے زمانہ کے اغنیاء سے پانسو برس پہلے جنت میں جائیں گی۔ میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا عائشہ رض سے چالیس برس پہلے جاتے گی کیونکہ اُسے بہ نسبت عائشہ رض کے دنیا کم حاصل ہوئی ہے۔

شیخ عارف جلیل معظم ابو عبد الرحمٰن حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ شہر رَے میں تشریف لاتے تین سو بیس آدمی حج کے ارادہ سے ان کے ساتھ تھے۔ وہ سب کے سب صوفیائے کرام کا سا لباس پہنے ہوئے تھے، نہ ان کے پاس توشہ دان تھا نہ کھانے کا کچھ سامان۔ رَے میں ایک بڑا تاجر تھا مگر فقراء و مساکین کا عاشق و شیدا تھا اُن سب کو اس نے مہمان رکھا۔ جب صبح ہوئی تو اس تاجر نے حضرت حاتم اصم سے عرض کیا کہ یہاں ایک عالم فقیہ بیمار ہے میں اس کی عیادت کے لیے جاتا ہوں اگر آپ کا ارادہ ہو تو آپ بھی چلیئے۔ انہوں نے کہا میں ضرور چلوں گا مریض کی عیادت ثواب کا موجب ہے اور نیز عالم کی زیارت عبادت کا باعث ہے جس عالم کی عیادت کو وہ تاجر جا رہا تھا وہ محمد بن مقاتل رَے کے قاضی تھے غرضکہ سب جمع ہو کر ان کے مکان پر آتے۔ دیکھا تو ایک بڑا عالی شان دروازہ ہے۔ حاتم اصم دیکھ کر حیران رہ گئے اور جی میں کہنے لگے خدایا عالم اور یہ چمک دمک؟ پھر اندر جانے کی اجازت ہوئی تو دیکھا کہ بڑا لمبا چوڑا مکان ہے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ حاتم اصم رض دیکھ کر اور بھی حیران اور متفکر ہوئے پھر جہاں قاضی صاحب تھے وہاں گئے۔ دیکھا تو بڑے نازک اور نرم فرش پر قاضی صاحب لیٹے ہوئے ہیں۔ سرہانے ایک غلام مورچھل لیے کھڑا ہے۔ وہ تاجر جاتے ہی بیٹھ گیا اور حاتم اصم رض کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔ قاضی ابن مقاتل نے اشارہ سے انہیں بھی بیٹھنے کو کہا۔ مگر یہ نہ بیٹھے۔ قاضی نے کہا شاید آپ کو کچھ حاجت ہے۔ انہوں نے کہا ہاں! قاضی نے کہا فرمایئے کیا حاجت ہے۔ کہا مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ کہا پوچھیئے حاتم اصم رض بولے کہ اوّل آپ سیدھے بیٹھ جایئے۔ قاضی مؤدب بیٹھ گیا۔ حاتم اصم رض نے پوچھا

کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا؟ کہا میں نے بڑے بڑے ثقات سے حاصل کیا۔ کہا نام بتایئے۔ قاضی نے کہا اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، انہوں نے پوچھا کہ اصحاب رسولؐ کس سے مستفیض ہوئے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سے حاصل کیا۔ کہا جبریلؑ سے۔ کہا جبریلؑ نے کس سے حاصل کیا کہا اللہ تعالےٰ سے۔ پھر فرمایا کہ جو علم جبریل علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحابؓ کو اور اصحاب نے ثقات کو اور ثقات نے آپ تک پہنچایا آیا اس علم میں آپ نے یہ بھی کہیں پڑھا ہے کہ جو امیر ہو اور اس کے گھر میں ثروت اور دنیا کا بہت سا مال ہو، وسیع مکان ہو وہ اللہ کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہے۔ کہا یہ تو نہیں پڑھا کہا پھر کیا پڑھا ہے۔ کہا میں نے تو اپنے شیوخ سے یہ سُنا ہے کہ جو دنیا میں زاہد ہو کر رہے اور آخرت کا حریص ہو اور اپنی آخرت کے لیے توشہ تیار کرے اور مساکین کو دوست رکھے اس کا اللہ کے نزدیک بہت بڑا مرتبہ ہے۔ حاتم اصم رضی اللہ عنہ نے یہ سُن کر فرمایا کہ آپ نے کس کا اقتدا کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رضی اللہ عنہم کا یا فرعون وہامان کا۔ بدعمل عالمو! جاہل لوگ جو دنیا میں منہمک ہیں تمہیں جیسوں کو دیکھ کر گمراہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب عالم بھی ایسے ہیں تو ہمارا کیا قصور۔ پھر حاتم اصم رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر وہاں سے چلدیئے اور قاضی ابن مقاتل یہ باتیں سُن کر اور زیادہ مریض ہو گیا۔ (سبحان اللہ سلف صالحینؒ تو تھے ہی مگر اس وقت کے امراء اور خلفاء بھی ہمارے زمانہ کے صلحاء اور زاہدوں سے کم نہ تھے)

میں کہتا ہوں کہ حاتم اصمؒ بڑے مشائخ میں سے تھے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں آتے تھے، ان کے کلام سنتے تھے اور اکثر باتیں ان سے پوچھتے تھے اور یہ انہیں جواب دیتے اور وہ ان کے جواب کو پسند فرماتے۔

علماء صالحین ہمیشہ ہر زمانے میں صوفیائے کے پاک گروہ کے معتقد رہے ہیں اور ان کی زیارت کر کے ان کی صحبت سے برکات حاصل کرتے اور ان کی دُعا و آثار سے مستفیض ہوتے رہے ہیں منجملہ ان حکایات کے ایک یہ ہے کہ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ رابعہ بصریہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آیا کرتے اور بہت ادب سے پیش آتے۔ اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ حضرت شیبان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر مستفیض ہوتے۔

حضرت شیبان راعی اور امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ کی ایک حکایت بھی مشہور ہے اور

وہ یہ ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کی خدمت میں تشریف رکھتے تھے کہ شیبان راعی آئے امام احمد نے امام شافعی سے ... میں چاہتا ہوں کہ انہیں ان کی کم علمی پر آگاہ کروں تاکہ یہ بھی تحصیل علم میں مشغول ہوں۔ امام شافعی نے منع فرمایا مگر انہوں نے نہ مانا اور شیبان سے دریافت کیا کہ اگر کوئی شخص پانچوں نمازوں میں سے ایک نماز بھول جائے اور یہ یاد نہ رہے کہ کونسی نماز بھولا ہے تو وہ کیا کرے۔ شیبان نے کہا احمد! ایسا قلب اللہ سے غافل ہے ولجب ہے کہ یہ شخص اپنے قلب کو سزا دے تاکہ پھر اپنے مولا سے غافل نہ ہو اور اُسے چاہیے کہ پانچوں نمازیں لوٹا لے۔ یہ سُن کر امام احمد پر غشی چھاگئی جب ہوش میں آئے تو امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ انہیں مت چھیڑو۔ اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ انہوں نے پوچھا کہ زکوٰۃ کس مقدار پر واجب ہوجاتی ہے تو شیبان راعی بولے کہ تمہارے مذہب میں تو اونٹوں میں اس مقدار پر اور گائے بھینس میں اس مقدار پر اور بھیڑ بکریوں میں اس مقدار پر اور سونے میں اس مقدار پر اور چاندی میں اس مقدار پر اور کھیتی اور پھل دار درختوں میں اس مقدار پر زکوٰۃ واجب ہوجاتی ہے اور میرے مذہب میں تو سب زکوٰۃ ہی کے لیے ہے یہ حکایت حضرت سفیان ثوری کے بارے میں عنقریب بیان کی جائے گی۔

روایت ہے کہ جامع مسجد منصور میں شیخ کبیر ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ کا حلقہ رہتا تھا اور ان کے قریب ہی ایک بڑے فقیہ کا حلقہ تھا انہیں ابو عمران کہتے تھے، ایک روز ان کے شاگردوں نے شبلی رحمہ اللہ سے حیض کا ایک مسئلہ اس ارادے سے پوچھا کہ انہیں جواب نہ آئے گا تو یہ شرمندہ ہوں گے۔ شبلی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں جس قدر اقوال واختلاف تھے سب کے سب نہایت وضاحت سے بیان فرمائے۔ ابو عمران نے جو سُنا تو وہ حیران ہوگئے حضرت شبلی رحمہ اللہ کے سر کو بوسہ دیا اور کہا اے ابوبکر آپ کو تو اس مسئلہ میں دس قول پہنچے ہیں اور میں نے ان میں سے صرف تین ہی سُنے ہیں۔

روایت ہے کہ ابو العباس سریج فقیہ شافعی ملقب بہ باز اشہب امام عارف بحر معارف ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آئے اور ان کے کلام سُنے جب سن چکے تو ان سے کسی نے پوچھا کہ اس تقریر کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا مجھے کچھ خبر نہیں کیا کہوں۔ ہاں اتنا ضرور کہتا ہوں کہ یہ بڑے زور کا کلام ہے۔

روایت ہے کہ سریج اپنی وفات سے پہلے صوفیائے کرام کے معتقد ہوگئے تھے اور ان کے طریق کو بہت ہی اچھا جانتے تھے۔

بعض علماء سے منقول ہے کہ ابو العباس سریج فقیہ کی مجلس میں جو حاضر ہوا تو میں نے اصول و فروع میں ان کے کلام سُننے تو مجھے نہایت ہی پسند آتے اور بہت ہی مسرور ہوا جب انہوں نے میرے سرور اور پسندیدگی کو دیکھا تو پوچھنے لگے جانتے ہو مجھے یہ علم کہاں سے حاصل ہُوا؟ پھر آپ ہی فرمایا کہ یہ سب کچھ ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ کی صحبت کی برکت کا ثمرہ ہے۔

عبداللہ بن سعید بن کلاب سے لوگوں نے کہا، تم ہر ایک کے کلام پر اعتراض کیا کرتے ہو یہاں ایک شخص ہیں لوگ اُنہیں جنید کہتے ہیں اُن کے پاس تو چلو دیکھیں تم ان کے کلام پر بھی کچھ اعتراض کرتے ہو یا نہیں! وہ حضرت جنید کے حلقہ میں حاضر ہوئے اور ان سے توحید کے بارے میں سوال کیا انہوں نے ایسا شافی جواب دیا کہ عبداللہ حیران رہ گئے اور کہا ذرا آپ پھر اس مضمون کو بیان فرمایئے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے اسی مضمون کو دوسری عبارت میں ادا کیا عبداللہ بولے یہ تو کچھ اور ہی شئی ہے پھر اعادہ فرمایئے۔ حضرت جنیدؒ نے پھر اس مضمون کو ایک اور عبارت میں بیان فرمایا۔ عبداللہ نے کہا جناب آپ کی تقریر مجھے ضبط نہیں رہتی آپ ذرا لکھ دیجئے تو انہوں نے فرمایا کیا خوب! بیان بھی میں کروں اور لکھوں بھی میں ہی یہ سن کر عبداللہ وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت جنید کے علم و فضل اور ان کی علو شان کے معترف و مقر ہوئے۔

روایت ہے کہ ابو القاسم حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ علوم کہاں سے حاصل کیے فرمایا میں تیس برس حق تعالیٰ کے سامنے اس درجہ میں رہا ہوں (اپنے گھر کے ایک درجہ کی طرف اشارہ فرمایا) اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ علوم مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور فرمایا اگر میں یہ جانتا کہ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر اس علم سے کہ جس میں ہم اور ہمارے اصحاب گفتگو کرتے ہیں کوئی اور علم بھی افضل ہے تو میں اس کے حاصل کرنے میں کبھی کوتاہی نہ کرتا اور سعی میں کوئی دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کرتا۔ اور فرمایا ہم نے تصوف باتیں بنانے سے نہیں حاصل کیا ہے بلکہ بھوک، ترکِ دنیا اور لذائذ دنیا کی نعمتیں چھوڑنے سے اور ذکرِ الٰہی کی کثرت اور ادائے فرض و واجبات و اتباع سنت اور تمام اوامر کے بجالانے سے اور تمام منہیات کے چھوڑنے سے حاصل کیا ہے

روایت ہے، ابو المعالی امام الحرمین رضی اللہ عنہ ایک روز صبح کی نماز کے بعد مسجد میں درس دے رہے تھے کہ شیوخ صوفیاء میں سے ایک شخص مع اپنے مریدین وہاں گذرے جو ایک دعوت میں جا رہے تھے امام الحرمین نے انہیں دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ ان لوگوں کو کھانے پینے اور ناچنے کودنے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ رات دن اسی میں لگے رہتے ہیں جب وہ شیخ دعوت سے

لوٹ کر آئے تو امام مذکور کے پاس آئے اور پوچھا کہ مولوی صاحب ایک مسئلہ بتلائیے کہ ایک شخص صبح کی نماز جنابت کی حالت میں پڑھتا ہے اور مسجد میں بیٹھ کر درس دیتا ہے اور لوگوں کی غیبتیں کیا کرتا ہے وہ کیسا ہے؟ امام الحرمین یہ سن کر نادم ہوئے اور توبہ کر کے صوفیاء کے معتقد ہو گئے اور بیان کیا کہ واقعی مجھے اس وقت نہانے کی حاجت تھی۔

روایت ہے کہ امام احمد رضی اللہ عنہ باوجود اس علم وفضل کے ایک عارف صوفی کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا، آپ ان بزرگ کے پاس کیوں جایا کرتے ہیں یہ نہ کوئی محدث ہیں جو روایت حدیث کے لیے آپ جاتے ہیں۔ نہ کوئی ظاہری کمال رکھتے ہیں۔ فرمایا تمہیں کیا خبر ہے۔ مغز تو انہیں کے پاس ہے کہ وہ اللہ کی معرفت ہے۔

مروی ہے کہ ایک زمانہ میں صوفیاء کے اقوال بعض کم فہم لوگوں نے خلیفۂ وقت سے ایسے طور سے گوش گذار کیے کہ وہ اپنی کم فہمی کے سبب ان اقوال کو بددینی اور الحاد کی باتیں سمجھ گیا اور تمام صوفیاء کے قتل کا حکم دیدیا ان میں جنید بغدادی شیخ ابوالحسن نوری رحمہم اللہ بھی تھے سب سے پہلے شیخ ابوالحسن نوری جلاد کی طرف بڑھے۔ جلاد نے پوچھا کہ تم سب سے پہلے کیوں بڑھے۔ کہا میں چاہتا ہوں کہ میرے دوست ایک گھڑی اور زندہ رہیں۔ جلّاد یہ سُن کر حیران ہوا کہ انہیں بددین کس نے کہہ دیا۔

آخر الامر یہ خبر خلیفہ تک پہنچی، خلیفہ اور حاضرین نے بہت تعجب کیا۔ اس وقت مجلس میں قاضی موجود تھا، اس نے اجازت چاہی کہ میں جا کر اُن لوگوں سے مسائل میں کچھ بحث کرتا ہوں اس سے ان کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ خلیفہ نے اجازت دی۔ قاضی ان کی خدمت میں آیا اور سب سے خطاب کر کے کہا کہ تم میں سے ایک آدمی میرے پاس آجائے میں اس سے بحث کروں گا۔ یہ سنکر ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ قاضی کے پاس آئے۔ قاضی نے ان سے چند مسائل فقہیہ پر سوالات کیے اور ان کا جواب چاہا، شیخ نے اوّل دائیں طرف التفات کیا پھر بائیں طرف، پھر تھوڑی دیر سر جھکایا اور تمام مسائل کا جواب دے دیا۔ اس کے بعد کہا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب وہ کھڑے ہوتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں اور جب بولتے ہیں تو اللہ ہی کے ساتھ بولتے ہیں۔ اس کے بعد ایک ایسی لمبی تقریر کی کہ قاضی رو پڑا۔ پھر قاضی نے پوچھا کہ آپ نے اِدھر اُدھر کیوں التفات فرمایا تھا، فرمایا جو مسائل تم نے مجھ سے دریافت کیے تھے، ان کا جواب مجھے معلوم نہ تھا۔ تو میں نے دائیں ساتھی سے پوچھا اس نے

کہا میں نہیں جانتا پھر بائیں جانب والے سے پوچھا اس نے کہا مجھے بھی خبر نہیں پھر میں نے اپنے قلب سے سوال کیا تو قلب نے اللہ رب العزت سے حاصل کر کے بیان کیا پھر میں نے تمہیں جواب دیا۔ قاضی یہ باتیں سنکر بہت ہی متحیر ہوا اور خلیفہ سے کہلا بھیجا کہ اگر ایسے ہی لوگ بددین اور زندیق ہیں تو روئے زمین پر کوئی بھی مسلمان نہیں۔

روایت ہے کہ شیخ کبیر بحر الرائق موضح الدقائق عارف کامل ابوالغیث بن جمیل قدس اللہ روحہٗ کی خدمت عالی میں یمن کے فقہاء نے اس غرض سے جانے کا قصد کیا کہ ان کا امتحان کریں جب قریب پہنچے تو شیخ دیکھ کر بے ساختہ بول اٹھے کہ میرے غلاموں کے غلام آ خوب کیا جو آ گئے۔ وہ یہ بات سن کر بہت متحیّر ہوئے اور انہیں یہ کلمہ سخت ناگوار معلوم ہوا۔ پھر وہ لوگ شیخ الطرفین امام الفریقین فقیہ عالم عارف کامل ابوالذبیح اسماعیل بن محمد حضرمی رضی اللہ عنہ سے ملے اور جو شیخ ابوالغیث نے کہا تھا ان سے بیان کیا وہ یہ بات سن کر ہنس پڑے اور کہا بات سچ ہے۔ تم بیشک ان کے غلامانِ غلام ہو۔ دیکھو تم خواہش نفس کے غلام اور خواہش نفس ان کی غلام ہے۔

شیخ ابوالغیث بالکل ان پڑھ تھے مگر فقہاء ان کی خدمت میں آیا کرتے اور جو دقیق سے دقیق مسائل ہوتے وہ ان سے دریافت کیا کرتے اور وہ شافی جواب دیتے۔ صوفیاء کرام کو علماء و فقہا کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں وہ کثرت سے ہیں۔ ہم انشاء اللہ کسی مقام پر اسی کتاب میں ذکر کریں گے۔

استاذ امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ حق تعالٰے نے اس گروہِ صوفیاء کو برگزیدہ فرمایا اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اپنے تمام بندوں پر فضیلت دی ہے اور ان کے قلوب کو اسرار کا مرکز و معدن بنایا ہے اور امت محمدیہ میں سے انہیں انوار و برکات کے ساتھ خاص فرمایا ہے اور انہیں کدوراتِ بشریہ سے پاک کر کے مشاہدات کے بالاخانوں پر چڑھا دیا ہے کہ ہر وقت حضوری کے مزے لیتے ہیں۔ انہیں حق تعالٰے نے عبودیت کے آداب قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ پھر رسالہ کے آخر میں فرمایا ہے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں ایک اہلِ نقل و اثر۔ دوسرے اہل عقل و فکر۔ لیکن اس پاک جماعت کے شیوخ ان دونوں قسموں سے سبقت لے گئے ہیں۔ جو شئے لوگوں کے نزدیک غائب ہے وہ ان کے نزدیک حاضر، جو اوروں کا مقصود ہے وہ ان کے پاس موجود وہ اہلِ وصال اور دوسرے اہلِ استدلال ہیں۔

اور فرمایا ہر زمانے میں[1] اس پاک جماعت سے ایک ایسا شیخ کامل ہوتا ہے کہ اُسے توحید میں بڑا درجہ حاصل ہوتا ہے اور قوم کا امام ہوتا ہے اور اس وقت کے علماء اس کے منقاد و مطیع ہوتے اور اس کے سامنے سب خشوع و خضوع و تواضع کرتے اور اس کی صحبت سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

دوسری فصل

اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کرامت کے اثبات میں

جاننا چاہیئے کہ اولیاء سے کرامات کا ظہور عقلاً جائز اور نقلاً واقع ہے عقلی جواز تو اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نزدیک یہ امر کوئی محال نہیں بلکہ ممکن ہے جیسا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ظاہر ہونا ممکن۔ یہی مذہب مشائخ عارفین واصلین اور فقہاء و محدثین رضی اللہ عنہم کا ہے، ان کی تصانیف شرق سے غرب تک اور عرب سے عجم تک اس مذہب کو صاف صاف بتلا رہی ہیں۔

مذہب صحیح مختار یہ ہے کہ جو شے معجزہ ہو سکتی ہے وہ کرامت بھی ہو سکتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس معجزہ سے کفار کا معارضہ اور مقابلہ نہ کیا گیا ہو اب یہ اعتراض واقع نہ ہو گا کہ قرآن شریف بھی کسی ولی کی کرامت ہو سکتا ہے کیونکہ قرآن سے معارضہ کیا گیا ہے اور ایک شے کے معجزہ اور کرامت ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ معجزہ اور کرامت دونوں متمیز نہ رہیں کیونکہ معجزہ میں ضروری بات یہ ہے کہ نبی اُسے ظاہر کرے اور کرامت میں ضروری یہ ہے کہ ولی اُسے چھپائے لیکن ضرورت کے وقت یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت کے بعد۔ یا غلبۂ حال میں یا مریدین کے عقیدے کی تقویت کے لیے ولی کو اظہار کرامت جائز ہے۔ چنانچہ بعض اولیاء سے مروی ہے کہ انھوں نے آسمان کی طرف پیالہ بلند کر کے شہد بھر کر ایک مرید کے منہ میں بھر دیا۔ اور مروی ہے کہ ایک کامل نے ایک شخص کو ہزار کوس کے فاصلے سے کعبہ دکھایا۔ اور ایک دوسرے عارف نے ایک منکر کو کعبہ کا طواف کرا دیا اور تم نے محقق و

---

[1] جیسے ہمارے زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور دہلی میں مقتدائے اولیاء عصر جشمۂ توحید و فقر و اتقاء مولانا شاہ ابوالخیر صاحب عبد اللہ احمدی مجددی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔

معتبر طور سے سنا ہے کہ بہت سے لوگوں نے بچشم خود دیکھا کہ خود کعبۂ شریف اولیاء کی ایک جماعت کا طواف کر رہا ہے...... جن لوگوں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا ہے ان میں سے ایک کی میں نے بھی زیارت کی ہے اس کے سوا اور بھی بہت سی کرامات ہیں کہ ان کا ذکر اس مختصر کتاب میں سما نہیں سکتا

نقلی کرامات کا ثبوت یہ ہے کہ قرآن پاک کی بہت سی آیتوں سے ثابت ہے اور حدیث و آثار اس مطلوب کے بیان میں بے شمار ہیں۔

قرآن پاک میں حق تعالےٰ نے مریم علیہا السلام کے قصہ میں فرمایا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّى لَكِ هَٰذَا قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ، یعنی جب کبھی زکریا علیہ السلام محراب میں آتے تو مریمؑ کے پاس رزق پاتے تو پوچھتے، اے مریم یہ کہاں سے آیا تو مریم کہتیں یہ اللہ کے پاس سے آیا ہے اللہ جس کو چاہے بے حساب رزق عطا فرمائے اور حضرت مریم ہی کے قصہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔ اے مریم تو کھجور کی شاخ کو ہلا یہ تجھ پر تر و تازہ میوے گرائے گی۔ تفسیروں میں لکھا ہے کہ اس وقت کھجوروں میں تر و تازہ پھل آنے کا موسم نہ تھا۔

منجملہ ان آیات کے سورہ کہف کی آیات ہیں جن میں حضرت موسیٰ و خضر علیہما السلام کا قصہ مذکور ہے کہ حضرت خضر کے ہاتھوں موسیٰ علیہ السلام نے کیسے کیسے عجائبات دیکھے اور علاوہ اس کے ذوالقرنین کا قصہ ہے جو سورۂ کہف کے آخر میں مذکور ہے۔

اور منجملہ اس کے حضرت آصف بن برخیا کا قصہ ہے کہ انہوں نے پلک جھپکتے میں بلقیس کا تخت حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا تھا اور یہ سب انبیاء نہ تھے اس لیے یہ قصص معجزات نہیں بلکہ کرامات ہیں۔

احادیث سے اثبات :۔

صحیحین میں جریج راہب کا قصہ آیا ہے کہ ایک شیر خوار بچے سے انہوں نے دریافت کیا کہ لڑکے تیرا باپ کون ہے وہ بول اٹھا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے۔

اور حدیث میں غار والوں کا قصہ آیا ہے کہ غار کے منہ پر پتھر کی چٹان آ گئی تھی۔ جب انہوں نے نیک اور خالص عمل یاد کیے اور ان کے وسیلہ سے حق تعالیٰ سے دعا کی تو وہ چٹان الگ ہو گئی اور وہ اس سے نجات پا گئے۔

اور حدیث میں ایک قصہ آیا ہے کہ ایک گائے پر ایک شخص نے بوجھ لادا تو وہ گائے اس کی طرف متوجہ ہو کر بولی کہ میں بوجھ لادنے کے لیے پیدا نہیں کی گئی۔ میں تو کھیتی میں کام آنے کے لیے پیدا کی گئی ہوں۔ لوگوں نے سُن کر کہا سبحان اللہ کیا عجیب بات ہے کہ گائے بھی کلام کرتی ہے۔ جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنی تو فرمایا یہ قصہ بالکل صحیح ہے میں اور ابو بکر اور عمر اس کی تصدیق کرتے ہیں۔ یہ حدیث بھی صحیح اور مشہور ہے اور صحیحین میں مذکور ہے۔

اور حدیث صحیح متفق علیہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمان کا قصہ مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کھانے میں سے جو لقمہ ہم اُٹھاتے تھے وہ نیچے کی طرف سے بڑھ جاتا تھا۔ حتیٰ کہ سب نے کھا لیا اور سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے زیادہ ہو گیا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُسے دیکھ کر اپنی بی بی سے فرمایا کہ اے بنی فراس کی بہن! یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا اے میری آنکھوں کی ٹھنڈک مجھے بھی خبر نہیں کیا ماجرا ہے۔ مگر اتنا جانتی ہوں کہ یہ کھانا پہلے سے تین حصے زیادہ ہے۔

اور حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلی امتوں میں محدث (یعنی وہ لوگ جنہیں الہام ہوتا ہے) پیدا ہوتے تھے اگر میری اُمت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہے۔

اور وارد ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مقام پر لشکر بھیجا۔ لشکر کے سردار ساریہ نامی ایک شخص تھے جب وہ لشکر وہاں گیا اور مقابلہ ہوا تو دشمن نے یہ فریب دیا کہ ایک پہاڑ کی کھوہ میں کچھ لوگ چھپا دیئے تاکہ وہ عین موقع پر کام آئیں جب میدان کارزار گرم ہوا اور قریب تھا کہ ساریہ رضی اللہ عنہ دھوکا کھا جائیں اور مغلوب ہوں کہ اتنے میں آواز آئی یا ساریۃ الجبل یا ساریۃ الجبل یعنی اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے ہوشیار رہ وہ یہ آواز سُن کر ہوشیار ہو گئے یہ آواز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دی تھی کہ آپ اس وقت جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے، کہ پڑھتے پڑھتے آپ نے یہ الفاظ فرمائے۔ خدا تعالیٰ نے یہ آواز جو ہزاروں کوس کے فاصلہ پر تھی پہنچا دی۔ اس قصے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوئیں، ایک تو لشکر کا حال انہیں اتنی دُور سے معلوم ہو جانا۔ دوسرے آپ کی آواز کا اتنی دور پہنچنا۔ اور منجملہ ان احادیث کے وہ حدیث صحیح ہے جو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بارہ میں وارد ہوئی ہے کہ انہوں نے ابو سعد کے بارہ میں بد دعا کی تھی تو وہ کہا کرتا تھا کہ مجھے تو سعد کی بد دعا لگ گئی۔

اور سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ کے بارہ میں آیا ہے کہ ان پر ایک عورت نے یہ دعوای کیا کہ انہوں نے کچھ میری زمین غصب کر لی ہے۔ سعید بولے اے خدا اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دے اور اسے زمین ہی میں قتل کر۔ مرنے سے کچھ دن پہلے وہ اندھی ہو گئی ایک دن کچھ ٹٹولتی پھر رہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر کر مر گئی۔ بخاری و مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا ہے

حدیث میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے قصہ میں آیا ہے کہ بنت حارث بن نوفل جو راویہ ہیں کہتی ہیں کہ میں نے خبیبؓ سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے ایک روز دیکھا کہ وہ انگور کا خوشہ کھا رہے ہیں، حالانکہ زنجیروں میں جکڑے ہوتے تھے اور مکہ میں کہیں انگور نہ تھا تو یہ رزق تھا جو حق تعالیٰ نے انہیں دیا تھا۔

اسید بن حضیر اور عباد بن بشیر رضی اللہ عنہما کے بارہ میں وارد ہوا کہ ایک رات یہ دونوں اصحاب حضور رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے تھے اور رات بہت تاریک تھی۔ جب خدمت سراپا برکت سے رخصت ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ قدرت باری تعالیٰ سے ان کے آگے آگے دو روشن چیزیں چراغ کی مثل جا رہی ہیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو ان میں سے ایک چراغ ایک کے ساتھ اور دوسرا دوسرے کے ساتھ ہو لیا۔ جب وہ اپنے اپنے گھر پہنچ گئے تو وہ روشن چیزیں نظروں سے غائب ہو گئیں۔

اور صحیح حدیث میں اس شخص کا قصہ وارد ہوا ہے جس نے بدلی میں آواز سنی ہے کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر دو۔ پھر وہ بدلی کے ساتھ ساتھ گیا۔

اور وارد ہوا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شیر نے راستہ بند کر رکھا تھا اور لوگ رستہ چلنے سے رُکے ہوتے تھے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اس طرف گذر ہوا تو آپ نے شیر سے فرمایا کہ ہٹ جا۔ اس نے دُم ہلائی اور چل دیا۔ پھر لوگ چلے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے ہر شئے کو ڈرا دیتے ہیں۔

اور حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰت والتحیات نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو ایک موقع پر جہاد کے لیے بھیجا۔ جب یہ چلے تو راہ میں سمندر کا ایک ٹکڑا پڑا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کے وسیلہ سے جناب باری میں دعا فرمائی اور اللہ کا نام لے کر پانی پر چلے گئے۔ اور دریا پار ہو گئے۔

اور وارد ہوا ہے کہ سلمان اور ابو درداء رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک پیالہ پانی کا رکھا ہوا تھا کہ

یکایک وہ پیالہ سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے لگا اور ان دونوں حضرات نے اس کی تسبیح سُنی۔

روایت ہے کہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو فرشتے سلام کرتے تھے اور وہ ان کا سلام سنتے تھے۔ ایک دن انہوں نے کسی مرض کی وجہ سے داغ لگا لیا اس دن سے ملائکہ کا سلام سننا موقوف ہو گیا اور ایک سال تک نہ سُنا ایک سال کے بعد پھر اسی طرح سننے لگے۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہوا ہے کہ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ میلے کچیلے رہتے ہیں اور انکے بال غبار آلود رہتے ہیں اور جو کسی کے دروازے پر جائیں تو کوئی بات نہ پوچھے اور دھکے دے کر نکال دے اور شان ان کی یہ ہے کہ اگر وہ کسی بات پر اڑ کر خدا کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اثباتِ کرامات میں سوائے اس حدیث کے اور کوئی حدیث نہ ہوتی تو یہی حدیث اس مقصد کے اثبات میں کافی ووافی تھی اور اسی باب میں صحابہؓ اور تابعین اور دیگر متقدمین سے اس کثرت سے روایات منقول ہیں کہ حدِ شہرت اور تواتر کو پہنچ گئی ہیں اور علماء نے اس باب میں سینکڑوں کتابیں تصنیف کیں اور ہم عنقریب حضرت اویسؒ رضی اللہ عنہ کا قصہ اور دیگر بزرگانِ سلف و خلف کی حکایاتِ کرامات کے باب میں ذکر کریں گے۔

اب جو کوئی یہ اعتراض کرے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اولیاء اللہ سے قرب کے درجہ میں کہیں زیادہ تھے لیکن باوصف اس کمال کے جس قدر کرامات اولیاء اللہ سے منقول ہیں اتنی صحابہ سے منقول نہیں تو جواب اس کا یہ ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے لوگوں نے پوچھا تھا کہ عبداللہ! یہ کیا بات ہے حضراتِ صحابہ کرامؓ سے اسقدر کرامات منقول نہیں جتنی کہ اولیاء کرام سے تو امامؒ نے جواب دیا کہ صحابہ کے ایمان قوی تھے، انہیں اس کی احتیاج نہ تھی کہ کرامات سے انہیں تقویت دی جاتی، بخلاف اوروں کے کہ جیسے کوتاہ بین سمجھتے ہیں، اُن کے ایمان میں اس قدر قوت نہیں اس لیے انہیں احتیاج ہے کہ اظہار کرامات سے یقین اور ایمان کو قوت دی جائے[۵]۔

میں کہتا ہوں کہ اسی بنا پر بعض شیوخ کبار سے منقول ہے کہ مریم علیہا السلام سے خوارق عادات

---

[۵] سبحان اللہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے کیا لطیف بات فرمائی اس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ بعض بزرگان دین جو دنیوی اسباب کو بڑی شد و مد سے اختیار کرتے ہیں یہ دلیل ان کے نقص کی نہیں ہو سکتی بلکہ یہ عین کمال ہے کیونکہ عبدیت کا مقتضا یہی ہے اور اسباب کا چھوڑنا ابتداءِ حال میں ہوتا ہے۔ سچ ہے ؎

در نیابد حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

ابتدائے حال میں صادر ہوتے تاکہ ان کے ایمان کو قوت دی جاتے اور یقین کو درجہ کمال پر پہنچایا جائے چنانچہ جب زکریا علیہ السلام ان کے پاس آتے جاتے تو ان کے پاس بلا سبب ظاہری رزق پاتے اور جب ان کا ایمان و یقین کامل ہو گیا تو پھر سبب کی محتاج کر دی گئیں۔ چنانچہ انہیں حکم ہوا وَھُزِّیْٓ اِلَیْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَۃِ تُسٰقِطْ عَلَیْكِ رُطَبًا جَنِیًّا۔ (اے مریم کھجور کی شاخ اپنی طرف کرکے ہلاؤ وہ تم پر تر و تازہ پھل گرا دے گی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت تھی کہ بلا ہلائے مریمؑ کو رزق پہنچاتے لیکن اب اس کی احتیاج نہ تھی ایمان اور یقین کامل ہو گیا تھا۔

شیخ امام عارف باللہ محقق شیخ الطریقت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کرامات اور خوارق تو اس لیے بندہ پر کھولے جاتے ہیں کہ اس کا ضعیف یقین قوت پذیر ہو جائے اور جن لوگوں سے کرامات صادر ہوتی ہیں ان سے اوپر ایک اور پاک گروہ ہے کہ ان کے قلوب سے حجاب اٹھائے گئے ہیں اور ان کے قلوب روحِ یقین سے زندہ ہیں، اب انہیں خوارق و کرامات کی کچھ حاجت نہیں اور نہ آیاتِ قدرت کی ضرورت ہے اسی لیے یہ کرامات صحابۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت کم منقول ہیں اور متاخرین مشائخ سے بہت وجہ اس کی یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے قلوب منور تھے آخرت کا انہوں نے معاینہ کر لیا تھا۔ دنیا سے بے رغبت ہو گئے تھے ان کے نفوس پاک ہو گئے تھے، ان کے امور عادیہ عبادت بن گئے تھے، ان کے قلوب کے آئینے صیقل ہو گئے تھے ان کے نفوس پاک ہو گئے تھے یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے نور حاصل کرتے تھے، نزولِ وحی کا مشاہدہ کرتے تھے، فرشتوں کی آمد و رفت ان کے سامنے ہوتی تھی اس لیے وہ کرامات اور خوارق اور آیاتِ قدرت سب سے مستغنی تھے۔ سو جو یقین کہ اس درجہ کو پہنچ جاتا ہے وہ تمام حکمت میں ایسی چیز کا مشاہدہ کرتا ہے کہ دوسروں کو وہ آیاتِ قدرت سے نظر آتا ہے اور اور لوگ آیاتِ قدرت کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کیونکہ وہ محجوب ہیں اور ان کا یقین ان ہی آیات سے قوت پاتا ہے اور یہ لوگ کھلی آنکھوں ایسی چیزوں کو دیکھتے ہیں، اس لیے انہیں کچھ تعجب اور حیرت نہیں ہوتی۔

اور فرمایا اولیاء اللہ سے طرح طرح کی کرامات کا صدور ہوتا ہے غیب سے آوازیں سنتے ہیں۔ زمین کی طنابیں ان کے لیے کھنچ جاتی ہیں۔ شے کی ہیئت بدل جاتی ہے مثلاً مٹی کا سونا ہو جانا وغیرہ جو باتیں دل میں پوشیدہ ہوتی ہیں وہ ان پر کھل جاتی ہیں۔ بعض واقعات ہونے سے پہلے انہیں معلوم ہو جاتے ہیں اور یہ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کا ثمرہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی اتباع زیادہ کرتا ہے اُسے قرب وعبودیت زیادہ ملتی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:
قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کہدو اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ خود تمہیں چاہنے لگے گا۔

اور فرمایا اولیاء اللہ کی کرامات انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تتمہ ہے کیونکہ یہ کرامتیں انہیں رسولؐ کے اتباع سے حاصل ہوتی ہیں، اس لیے کرامت ولی کی اس کے رسول کی حقیقت پر دلالت کرتی ہے، ہر پیغمبر کے بعد ان کے متبعین ایسے ہوئے ہیں کہ ان سے کرامات اور خوارق عادات صادر ہوئے ہیں، ختم ہوا کلام شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا۔

استاذ امام ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ہر ولی کی کرامت اس کے پیغمبر کے معجزات میں سے شمار کی جاتی ہے۔ اور فرمایا کرامت کی بہت سی قسمیں ہیں کبھی تو اس طرح ہوتی ہے کہ اس کی دعا مقبول ہوجاتی ہے اور کبھی فاقہ میں کھانا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بغیر ظاہری سبب کے ظاہر ہوجاتا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ پیاس میں پانی مل جاتا ہے اور کبھی تھوڑی دیر میں بہت سی مسافت طے ہوجاتی ہے اور کبھی کسی دشمن سے نجات دے دیتے ہیں اور کبھی غیب سے آواز سنتے ہیں، اور اس قسم کے افعال جو عادت کے خلاف ہیں سرزد ہوجاتے ہیں۔ انتہٰی

میں کہتا ہوں اگر کوئی پوچھے کہ کرامات اور سحر میں کیا فرق ہے۔ ہمیں تو بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ محققین عارفین نے فرمایا ہے کہ کرامت اور سحر میں بڑا فرق ہے۔ دیکھو سحر تو فاسق، فاجر، بددین اور کفار اور جو احکام شریعت اور متابعت سنت سے روگردانی کرنے والے ہیں سب کوئی کر سکتے ہیں۔ اور کرامت کا ظہور اولیاء اللہ کے ہاتھوں ہوتا ہے اور اولیاء کی شان یہ ہے کہ وہ احکام اور آداب شرعیہ میں بڑے درجے پر پہنچے ہوئے ہوتے ہیں[1]۔

میں کہتا ہوں جو لوگ کرامت کا انکار کرتے ہیں وہ مختلف ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ اپنے زمانہ کے اولیاء کی کرامت کا انکار کرتے ہیں اور پہلے زمانہ کے اولیاء (جیسے معروف کرخی، سہل تستری، جنید بغدادی رضی اللہ عنہم) کے کرامات کا اعتراف کرتے ہیں تو ان کی مثال شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ نے خوب بیان کی ہے۔ فرمایا ان لوگوں کی مثال ایسی ہے جیسے یہود کہ موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب، کیونکہ آپ کے زمانہ کو پایا اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کو نہیں پایا۔

---

[1] کرامت اور سحر میں بڑا فرق یہ ہے کہ سحر کا رد ہوسکتا ہے اور کرامت کا رد نہیں ہوسکتا وہ اٹل اور منجانب اللہ ہے (رضا حسین کاتب)

بعض کہتے ہیں بیشک اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے لیکن اپنے زمانہ کے اولیاء اللہ میں سے کسی کی تعیین نہیں کرتے تو یہ لوگ بھی محروم ہیں کیونکہ جب کسی کا اقرار نہیں کرتے تو کسی سے بھی انہیں فیض نہیں ہوگا۔ اے اللہ ہم توفیق اور حسن خاتمہ کا اپنے اور اپنے مشائخ اور تمام امت محمدیہ کے لیے سوال کرتے ہیں اور انکار سے بچنے کی درخواست کرتے ہیں۔ آپ قبول کیجئے۔

بعض علماء سے کسی نے اولیاء اللہ کی کرامت کے بابت دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا ایسا کون ہے جو کرامت کا انکار کرتا ہے۔ کرامت کے اثبات کے لیے تو یہی دلیل کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ۔ یعنی حق تعالیٰ جو چاہے کرسکتا ہے[1]۔

میں کہتا ہوں کہ جو شخص کرامات اولیاء اللہ کا انکار کرتا ہے اس سے سخت تعجب ہے کیونکہ کرامت کے بارے میں قرآن پاک کی بہت سی آیتیں اور احادیث صحیحہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار اور سینکڑوں حکایات وارد ہیں، جو کھلم کھلا بزرگان سلف و خلف سے صادر ہوئی ہیں۔ اور حکایات تو اس کثرت سے منقول ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔

بعض منکر ایسے بھی ہیں کہ اگر اولیاء اللہ کو اس حال میں بھی دیکھ لیں کہ وہ اپنی کرامت سے ہوا میں دوڑ رہے ہیں تو یہی کہیں گے کہ جادو ہے یا یہ بکواس کریں گے کہ یہ لوگ شیاطین ہیں اور جو توفیق الٰہی سے ازلی محروم ہے وہ بے دیکھے تو امر حق کی تکذیب کرتا ہے مگر جب وہ ظاہری طور پر بھی دیکھ لے تب بھی انکار ہی کرتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَیْکَ کِتَابًا فِیْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْہُ بِاَیْدِیْھِمْ لَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہم تم پر کاغذ پر لکھی ہوئی کتاب اتاریں (یعنی کفار اُسے اترتے ہوئے آنکھوں سے دیکھیں) اور کفار اسے اپنے ہاتھوں سے چھو کر دیکھ بھی لیں تب بھی منکر اور کافر یہی بولیں گے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔

---

[1] یہ دلیل اس لیے کافی ہے کہ کرامت ولی سے جس شئی کا ظہور ہوتا ہے اس کا کرنے والا ولی نہیں ہے بلکہ خود اللہ تعالیٰ ہے اور صرف ولی کے ہاتھوں اس کا ظہور ہو جاتا ہے اور یہ معلوم ہی ہے کہ حق تعالیٰ کو سب قدرت ہے جو چاہے کرے۔ مردے کو بھی زندہ کر سکتا ہے۔ (مترجم)

تعجب اور سخت تعجب اور غضب کی بات یہ ہے کہ اولیاء کو شیاطین اور جادوگر کہتے ہیں (کیا دکھائی نہیں دیتا) کہ ان میں ذیل کی کیسی عمدہ اور پاکیزہ صفتیں موجود ہیں اور وہ ان صفات سے موصوف ہیں۔ مقرب ہیں۔ صالح ہیں، زاہد و عابد، صابر و شاکر، خائف و متقی ہیں۔ متوکل و راضی ہیں۔ عارف ہیں، بُری خصلتوں سے پاک، زیورِ خصائلِ حمیدہ سے آراستہ، اخلاقِ مولیٰ سے پیراستہ اللہ کی اطاعت میں سرگرم، آدابِ شریعت اور اتباعِ سنّت سے مزین، پستی سے معالی کے بالاخانوں پر چڑھنے والے، ہر حال میں اپنے مولا کے ساتھ مشغول، دنیا بلکہ آخرت سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ انھوں نے اپنے نفوس کو بقائے الٰہی کے لیے مردہ کر ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں بقائے دائمی بخشی۔ اللہ کا جمال و جلال ان کے قلوب پر متجلی ہے اور یہ سب دولت انہیں اسلیے ملی ہے کہ انھوں نے خدا کی راہ میں کماحقہ کوشش کی جیساکہ اللہ تعالےٰ اپنے کلامِ پاک میں فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو ہماری راہ میں کوشش کرے گا اُسے ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آیاتِ ذیل کے مورد اور مصداق یہی لوگ ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:

(۱) وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ

(۲) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝

(۳) اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۝

(ترجمہ) (۱) اور خوشخبری سُنا دیجیے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان عاجزی کرنے والوں کو جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

(۲) ایمان والے وہی ہیں کہ جب اللہ کا نام آتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان پر پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔

(۳) بیشک شیطان کا ان پر کوئی زور نہیں چلتا جو ایمان لائے اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔

اور حدیث صحیح میں ہے کہ بعض بندے ایسے ہوں گے کہ وہ بے حساب جنت میں جائیں گے۔ وہ لوگ ایسے ہیں جو نہ تعویذ گنڈے کرتے ہیں اور نہ کسی سے کراتے ہیں اور نہ بدفالی لیتے ہیں

بلکہ سب امور میں اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں، تو دیکھو اس حدیث کے مصداق یہ لوگ ہیں یا اہل دنیا۔

اور حدیث صحیح میں وارد ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب[1] بن عمیر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک مینڈھے کی کھال پہنے جا رہے ہیں۔ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا دیکھتے ہو مصعب کی کیا حالت ہے اللہ اور رسول کی محبت نے ان کا یہ حال بنا دیا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم احسان کیا ہے آپ نے فرمایا احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس طرح عبادت کر کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ اس حدیث کے مضمون کے پورے ہونے سے ظاہر ہے کہ یہی لوگ ہیں جو اپنے نفس کا ہمیشہ جائزہ لیتے رہتے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سادگی اور بے تکلفی اور فاخرہ لباس چھوڑ دینا ایمان کی علامت ہے۔

اس کے سوا اس قدر احادیث اور بزرگوں کے حالات ہیں کہ وہ اس امر کو بتلا رہے ہیں کہ جو مراتب علیا قرآن پاک اور احادیث صحیح میں وارد ہیں ان کے مصداق ایسے ہی لوگ ہیں اور ان ہی لوگوں کی سعی قابل قدر ہے اور اللہ تعالیٰ انہی کی شان میں فرماتا ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یعنی گھروں میں ایسے لوگ ہیں کہ جنہیں اللہ کے ذکر سے نہ تجارت غفلت میں ڈالتی ہے اور نہ بیع۔

اور یہ اہل دنیا حریص اور دنیا پر گرنے والے کبھی بھی ان اوصاف کے مورد نہیں ہو سکتے یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر دو بھیڑیئے بکریوں کے ایک گلہ میں چھوڑ دیئے جائیں تو وہ اتنا فساد نہ مچائیں اور نہ مال کو تباہ و برباد کریں جتنا کہ آدمی کے دین کو مال کی حرص برباد کرتی ہے اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰٓى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى یعنی بیشک انسان سرکشی کرتا ہے اس وجہ سے کہ وہ اپنے کو غنی دیکھتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ الحمد اللہ جس مقدمہ کا ذکر اوّل خطبہ میں کیا گیا ہے وہ تمام ہو گیا اور اب میں حسب وعدہ صلحاء کی حکایات شروع کرتا ہوں مگر میں نے ان حکایات کے بیان کرنے میں کسی قسم کی ترتیب عمر، زمانہ، مکان، فضیلت وغیرہ کی رعایت نہیں رکھی۔ کَیْفَ مَا اتَّفَق حکایات لکھی ہیں بعض جگہ ایک ایک میں دو دو حکایات بھی جمع کر دی ہیں اور اس کے مختلف سبب ہیں۔

---

[1] یہ صحابی مسلمان ہونے سے پہلے بڑے مالدار تھے جب مسلمان ہوئے تو اللہ و رسول کی محبت میں ان کی یہ حالت ہو گئی جو حدیث میں مذکور ہے۔

حصہ اوّل

روض الریاحین

حکایات صلحاء و اولیاء کاملین رضی اللہ عنہم اجمعین

(۱) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یمن کے بزرگوں میں سے ایک شخص کے متعلق میں نے سُنا کہ وہ خوف و خشوع، تواضع، حکمت میں یکتائے فن ہے جب میں حج کے لیے بیت اللہ گیا اور وہاں سے فارغ ہوا تو دل میں شوق پیدا ہوا کہ ان بزرگ یمنی کی بھی زیارت کروں اور ان کے کلام موعظت فرجام سے فیض یاب ہوں، میرے ساتھ چند اصحاب میرے ہمخیال بھی تھے اور ان میں ایک ایسا جوان تھا کہ صلحاء کی علامت سے اس کا چہرہ روشن اور خوف الٰہی کا پورا منظر تھا۔ بغیر بیماری زرد اور بلا درد اس کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ خلوت دوست اور تنہائی پسند تھا۔ دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی اس پر کوئی مصیبت پڑی ہے اور ہم اُسے ملامت کیا کرتے تھے کہ بھائی اپنے نفس پر اتنی سختی مناسب نہیں کچھ آرام بھی دینا چاہیئے لیکن وہ سن کر چپ ہو رہتا کچھ جواب نہ دیتا تھا اور یوماً فیوماً مجاہدے اور سعی میں سرگرم تھا، القصہ وہ جوان ہم میں یمن تک ساتھ رہا۔ یمن پہنچ کر ہم نے اس بزرگ کا گھر تلاش کیا۔ دروازے پر دستک دی وہ بزرگ باہر آیا ہم نے دیکھا اس کا چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی قبر سے اُٹھ کر آیا ہے۔ سب سے اوّل ہم میں سے اس جوان نے سلام و کلام اور مصافحہ کیا، اس نے مرحبا کہا، پھر ہم سب نے بھی سلام کیا، پھر سب بیٹھ گئے اور اس جوان نے ہم سے پہلے اس بزرگ سے بات چیت کرنی شروع کی اور کہنے لگا حضرت آپ اور آپ جیسے بزرگوں کو حق تعالیٰ نے دلوں کے امراض کا طبیب اور معالج بنایا ہے اور میرے دل میں ایک زخم ہے اور ایسی بیماری ہے کہ وہ دل میں راسخ اور متمکن ہو گئی ہے اگر آپ اپنے پاس سے کچھ مرہم عنایت فرمائیں تو غایت کرم و احسان ہو گا۔ شیخ نے فرمایا جو تمہیں پوچھنا ہو پوچھو! جوان نے پوچھا کہ حضرت خوف الٰہی کی علامت کیا ہے شیخ نے فرمایا جب خوف الٰہی ہوا کرتا ہے سب خوفوں سے بندہ مامون ہو جاتا ہے اور اللہ ہی کا خوف دل میں گڑ جاتا ہے۔ وہ جوان یہ بات سن کر تھرا اُٹھا، پھر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا

تو پوچھا کہ حضرت بندہ کو کب یہ یقین ہوتا ہے کہ میں خائف ہوگیا ہوں۔ فرمایا دنیا کی لذتوں کو اس طرح چھوڑ دے جیسے کوئی بیمار بیماری بڑھ جانے کے خوف سے کھانے پینے کی چیزوں سے پرہیز کرتا اور کڑوی دوا پر صبر کرتا ہے اسی طرح یہ خائف بھی دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سن کر اس جوان نے ایسی چیخ ماری کہ ہم یہ سمجھ گئے کہ اس کی طائر روح نے جسد عنصری سے پرواز کی۔ پھر دیر کے بعد ہوش آیا تو پوچھا حضرت یہ فرمایئے کہ خدا تعالیٰ کی محبت کی کیا علامت ہے۔ شیخ نے فرمایا: اے دوست محبت کا بہت بڑا درجہ ہے جوان نے عرض کیا کچھ تو فرمایئے۔ فرمایا ان کے قلوب سے حجاب اٹھا دیا جاتا ہے۔ اور وہ اپنے دلوں کے انوار سے محبوب حقیقی کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کی ارواح روحانیہ، ان کے قلوب حجبیہ، ان کی عقول سماویہ ہو جاتی ہیں اور وہ ملائکہ کی جماعت کے ساتھ رہتے ہیں اور ان امور کو آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی عبادت میں اپنی پوری استطاعت صرف کر ڈالتے ہیں اور اس عبادت سے نہ انہیں جنت کی طمع ہوتی ہے نہ جہنم کا خوف ہوتا ہے۔ یہ سنکر اس جوان نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ نے بوسہ دیا اور رو کر کہنے لگے۔ دیکھو خائفین کا تفرع اور محبین کا یہ درجہ ہے۔

(۲) حضرت ذوالنون مصری رحؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ملک شام میں گیا تو وہاں ایک سبز و شاداب باغ پر میرا گذر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ سیب کے درخت کے نیچے ایک جوان نماز پڑھ رہا ہے میں نے آگے بڑھ کر اُسے سلام کیا اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر میں نے سلام کیا تو اس نے اپنی نماز کو ختم کر کے زمین پر انگلی سے یہ شعر لکھے ؎

مُنِعَ اللِّسَانُ مِنَ الْكَلَامِ لِاَنَّهٗ　　كَهْفُ الْبَلَاءِ وَجَالِبُ الْاٰفَاتِ
فَاِذَا نَطَقْتَ تَكُنْ لِرَبِّكَ ذَاكِرًا　　لَا تَنْسَهٗ وَاحْمَدْهُ فِي الْحَالَاتِ

یعنی زبان بولنے سے اس لیے روکی گئی ہے کہ وہ طرح طرح کی بلیات کا غار ہے اور آفات کو کھینچنے والی ہے اس لیے نہیں چاہیئے کہ جب بولو اللہ ہی کا ذکر و اُسے کسی وقت بھی نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی حمد کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصری رحؒ فرماتے ہیں کہ میں یہ دیکھ کر بہت دیر تک روتا رہا پھر میں نے بھی جواب میں زمین پر انگلی سے یہ شعر لکھ دیئے ؎

وَمَا مِنْ كَاتِبٍ اِلَّا سَيَبْلٰى　　وَيُبْقِي الدَّهْرُ مَا كَتَبَتْ يَدَاهُ

فَلَا تَکْتُبْ بِکَفِّکَ غَیْرَ شَیْءٍ یَسُرُّکَ فِی الْقِیَامَۃِ اَنْ تَرَاہُ

یعنی ہر لکھنے والا ایک دن قبر میں خاک ہو جائے گا اور اس کا نوشتہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ اس لیے تمہیں لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایسی شئے کے سوا کہ جس کے دیکھنے سے قیامت میں خوشی و مسرت ہو کچھ نہ لکھو
ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ اس جوان نے یہ دیکھ کر ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی میں نے چاہا کہ اُسے غسل دیکر دفن کر دوں کہ یکایک آواز آئی کہ کوئی پکار کر کہہ رہا ہے۔ ذوالنون اسے چھوڑ دے حق تعالیٰ نے اس سے وعدہ فرمایا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین فرشتے کریں گے۔ ذوالنون کہتے ہیں میں یہ سن کر الگ ہو گیا اور درخت کے نیچے جا کر نماز پڑھنے لگا۔ چند رکعتیں پڑھ کر جو میں گیا تو وہاں اس کا نشان تک نہ پایا اور نہ اس کی کچھ خبر ملی۔ رضی اللہ عنہ وعنا۔

(۳) حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے پہاڑ پر جا رہا تھا کہ یکایک میں نے ایک آواز سنی، کوئی کہتا ہے کہ خادموں اور غلاموں کے بدن سے دُکھ درد دور ہو گئے اور وہ طاعتِ خداوندی میں مشغول ہو کر کھانے پینے سے غافل ہو گئے اور ان کے بدن حقیقی بادشاہ کے سامنے کھڑے ہونے کے عادی ہو گئے۔ حضرت ذوالنون مصری رح فرماتے ہیں کہ میں اس آواز کے پیچھے پیچھے چلا گیا دیکھتا ہوں کہ وہ آواز دینے والا ایک امرد جوان ہے منہ پر زردی چھا رہی ہے۔ بدن نحیف ہے ہوا کے چلنے سے ہری شاخ کی طرح لچکتا ہے، اس پہ دو چادریں ہیں، ایک چادر کا تہبند کر رکھا ہے دوسری اوڑھ رہا ہے۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو درخت کے اندر چھپنے لگا میں نے کہا او لڑکے اتنا تنفر اور اتنی کج خلقی! یہ تو مومنین کی شان اور اخلاق کے خلاف ہے۔ یہ سُنکر وہ مجھ سے بولا اور کچھ پند و نصیحت کی۔ پھر اللہ تعالےٰ کے سامنے سجدے میں گر پڑا اور ان الفاظ سے مناجات کی ھٰذا مقام من لاذ بك واستجار بمعرفتك والف محبتك فیا الہ القلوب وما نحویہ من عظمتك ... احجبنی عن القاطعین لی عنك یعنی اے اللہ یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے تیرے ساتھ ٹھکانا پکڑا اور تیری معرفت کے ساتھ پناہ چاہی اور تیری محبت کا دلدادہ ہوا۔ پس اے دلوں کے مالک اور اس جلال و عظمت کے مالک جو دلوں میں ہے جو لوگ مجھے آپ سے قطع اور الگ کرنے والے ہیں مجھے ان سے چھپا دیجئے پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا رضی اللہ عنہ۔
اور حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے پہاڑوں میں سفر کر رہا تھا چلتے چلتے ایک ٹیلے پر پہنچا۔ وہاں ایک شیخ کو پایا کہ ان کی پلکیں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر آگئی تھیں۔

میں نے انہیں سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر بارگاہِ الٰہی میں اس مضمون سے مناجات کرنے لگے۔ اے وہ ذات جسے گناہ گار پکارتے ہیں تو اُسے قریب پاتے ہیں اور اے وہ ذات کہ زاہد جس کا قصد کرتے ہیں تو اُسے محبوب پاتے ہیں اور اے وہ ذات کہ جس کے ساتھ مجاہدہ و ریاضت کرنے والے انس پکڑتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو اُسے قبول کرنے والا پاتے ہیں۔

(۴) **استاذ ابوالقاسم جنید** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک ابدال مرد اور ایک ابدال عورت کے نکاح کی مجلس میں حاضر ہوا، وہاں حاضرین مجلس میں سے ہر ایک نے اپنا ہاتھ اوپر بڑھایا اور موتی اور یاقوت سب کے سامنے لا ڈالے۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی ہاتھ بڑھایا اور زعفران سامنے لا رکھی تو خضر علیہ السلام فرمانے لگے تم نے دولہا دلہن کے لیے مناسب ہدیہ پیش کیا۔ حاضرین میں سے کسی نے بھی ایسا ہدیہ نہیں دیا۔

ایک عارف نے فرمایا ہے کہ مجھے چالیس حوریں دکھائی دیں۔ میں نے انہیں دیکھا کہ ہوا میں اُڑ رہی ہیں اور چاندی سونے کے کام کے لباس سے آراستہ ہیں میں نے جو انہیں نظر بھر کر دیکھا تو میں چالیس روز تک عتاب میں رہا۔ پھر اس کے بعد اسّی حوریں جو حسن و جمال میں ان سے بھی زیادہ تھیں دکھائی دیں، آواز آئی کہ انہیں دیکھ میں یہ سُنکر فوراً سجدہ میں گر پڑا اور گرتے ہی اپنی آنکھیں خوب زور سے بھینچ لیں اور عرض کیا اَعُوْذُ بِكَ مِمَّا سِوَاكَ لَا حَاجَةَ لِيْ بِهٰذَا (اے اللہ میں آپ کے سوا سے پناہ مانگتا ہوں مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں) اسی طرح برابر عجز و زاری کرتا رہا حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ نے انہیں مجھ سے ہٹا دیا۔

(۵) **شیخ عبدالواحد بن زید** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری پنڈلی میں درد ہو گیا تھا اس کی وجہ سے نماز میں بڑی تکلیف ہوتی تھی، ایک رات جو نماز کے لیے میں اُٹھا تو اس میں سخت درد ہوا اور بمشکل نماز پوری کی، چادر سرہانے رکھ کر سو گیا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک حسینہ جمیلہ لڑکی جو سراپا حسن کی پتلی تھی چند خوبصورت بنی ٹھنی لڑکیوں کے ہمراہ ایک ناز و انداز کے ساتھ میرے پاس آکر بیٹھ گئی اور لڑکیاں جو اس کے ہمراہ تھیں اس کے پیچھے بیٹھ گئیں، ان میں سے ایک سے اس نے کہا کہ اس شخص کو اُٹھاؤ مگر دیکھو بیدار نہ ہونے پائے وہ سب کی سب میری طرف متوجہ ہوئیں اور سب نے مل کر اُٹھایا میں یہ سب کیفیت خواب میں دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی خواصوں سے کہا کہ اس کیلئے نرم نرم بچھونے بچھاؤ اور اپنے اپنے موقع سے تکیے رکھ دو انہوں نے فوراً سات بچھونے اوپر نیچے بچھائے کہ میں نے عمر بھر کبھی ایسے بچھونے نہ دیکھے تھے پھر اس پر نہایت خوبصورت سبز رنگ کے

تکیے نصب کیے۔ پھر حکم کیا کہ اسے اس فرش پر لٹا دو مگر دیکھو خبردار جاگنے نہ پائے مجھے انہوں نے اس بچھونے پر لٹا دیا اور میں انہیں دیکھتا تھا اور سب باتیں سنتا تھا پھر اس نے حکم دیا کہ اس کے چاروں طرف پھول پھلواری رکھ دو انہوں نے سنتے ہی طرح طرح کے پھول رکھ دیئے پھر وہ میرے پاس آئی اور اپنا ہاتھ میرے اسی درد کی جگہ رکھا اور ہاتھ سے سہلایا، پھر کہا کھڑا ہو نماز پڑھ حق تعالیٰ نے تجھے شفا دی، یہ اس کا کہنا تھا کہ میری آنکھ کھل گئی میں نے اپنے آپ کو بھلا چنگا پایا گویا کبھی بیمار ہی نہ تھا، وہ دن اور آج کا دن پھر کبھی بیمار نہ ہوا اور میرے دل میں اب تک اس کے اس کہنے کی "کہ اٹھ کھڑا ہو نماز پڑھ حق تعالیٰ نے تجھے شفا دی،، لذت وحلاوت موجود ہے۔

(۶) **شیخ عبدالواحد** رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ مجھے نیند آ گئی اور معمولی ورد وظائف بھی چھوٹ گئے خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت خوبصورت حسین لڑکی ہے کہ اس سے زیادہ میں نے کسی کو حسین نہ دیکھا، سبز ریشمی کپڑے پہنے ہوئے ہے اس کے پاؤں میں دو جوتیاں ہیں کہ وہ تسبیح کر رہی ہیں اور اس کے تسمے تقدیس اور مجھ کو کہتی ہے ابن زید! میری طلب میں کوشش کر کیونکہ میں تیری طلب میں ہوں، پھر اس نے یہ شعر پڑھا ؎

من یشتری و من یکن سکنی یامن فی ربحہ من الغبن

(یعنی جو مجھے خریدے اور جو میرے دل کا چین وآرام بنے وہ اپنی تجارت کے نفع میں خسارہ سے مامون رہے گا) میں نے پوچھا پھر تیری قیمت کیا ہے۔ اس نے یہ شعر پڑھا ؎

محبّۃَ اللہ ثُمَّ طاعتُہٗ وطول فکر یشاب بالحزن

(یعنی میری قیمت اللہ کی محبت اور محبت کے ساتھ اس کی طاعت، اور میری قیمت ایسا طویل فکر ہے جو حزن کے ساتھ ہو میں نے کہا اے لڑکی تیرا مالک کونسا ہے تو اس نے جواب دیا ؎

لِمَالِکٌ لا یرد لی ثمنا من خَاطَبَ قد اتاہ بالثمن

(یعنی میرا مالک وہ ہے کہ اگر کوئی میری خواہش کرنے والا اس کے پاس میری قیمت لائے تو وہ اس قیمت کو رد نہیں کرتا بلکہ قبول کر لیتا ہے) کہتے ہیں کہ شیخ عبدالواحد یہ خواب دیکھ کر جاگ اٹھے اور اس کے بعد سے قسم کھالی کہ رات کو کبھی نہ سوؤں گا۔ ان بزرگ کا یہ حال تھا کہ انہوں نے صبح کی نماز چالیس برس تک عشاء کے وضو سے پڑھی۔ نفعنا اللہ من برکاتہ رضی اللہ عنہ۔

(۷) **شیخ مظہر سعدی** رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ کے شوق میں ساٹھ برس برابر روئے ایک شب خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ گویا میں نہر کے کنارے ہوں اور اس میں مشک خالص

پڑا بہ رہا ہے اس کے کنارے پر موتیوں کے درخت سونے کی شاخوں والے کھڑے لہلہا رہے ہیں اتنے میں چند لڑکیاں بنی ٹھنی حسن و جمال میں یکتا آئیں اور پکار پکار کر یہ الفاظ گائیں سبحان المسبح بکل لسان سبحانہ سبحان الموجود بکل مکان سبحانہ سبحان الدائم فی کل الازمان سبحانہ (یعنی پاک ذات ہے وہ ذات جس کی ہر زبان پاکی بیان کرتی ہے۔ پاک ذات ہے وہ جو ہر مکان میں موجود ہے۔ پاک ذات ہے وہ جو ہر زمانے میں پاک ذات ہے) میں نے پوچھا تم کون ہو اور کیا کرتی ہو، انہوں نے کہا: ؎

برانا إلٰہ الناس رب محمد لقوم علی الاقدام باللیل قوم
یناجون رب العالمین الٰہھم فتسری ھموم القوم والناس نوم

(یعنی لوگوں کے معبود اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردگار نے اس قوم کے لیے پیدا کیا ہے جو رات کو اپنے پروردگار کے سامنے قدموں پر کھڑے رہتے ہیں اور اپنے معبود رب العالمین سے مناجات کرتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ذوق و شوق میں ان کی یہ حالت ہے کہ شب کو ان کے افکار برابر چلتے رہتے ہیں اور اور لوگ پڑے سوتے ہیں۔

(۸) **شیخ ابوبکر ضریر** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے ہاں ایک غلام خوبصورت تھا۔ دن کو روزہ رکھتا، رات بھر قیام کرتا تھا۔ وہ ایک دن میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ آج میں سو گیا تھا کہ معمولی اوراد بھی ترک ہو گئے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ گویا سامنے سے محراب پھٹ گئی ہے اور چند حسین لڑکیاں اس میں سے نکلی ہیں ان میں سے ایک لڑکی نہایت ہی بدصورت ہے کہ میں نے عمر بھر کبھی نہ دیکھی تھی میں نے پوچھا کہ تم سب کس کے واسطے ہو اور یہ بدصورت کس کے لیے ہے۔ انہوں نے کہا ہم سب تو تیری گذشتہ راتیں ہیں اور بُری صورت والی تیری یہ رات ہے جس میں تو سو رہا ہے۔ اگر اسی رات تو مر گیا تو یہی تیرے حصے میں آئے گی۔ یہ خواب بیان کر کے اس جوان نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم ہو گیا۔

(۹) **کسی عارف** نے کہا ہے کہ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میں سو گیا اور ایسا سویا کہ معمولی اوراد بھی رہ گئے۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک ایسی حسین لڑکی کھڑی ہے جو تمام عمر میں میں نے کبھی ایسی نہ دیکھی تھی اور اس میں سے خوشبو ایسی مہک رہی تھی کہ میں نے کبھی نہ سونگھی تھی، اس نے مجھے ایک رقعہ دیا اور کہا اسے پڑھ، میں نے جو پڑھا تو اس میں یہ اشعار تھے۔ ؎

لذذت بنومک من خیر عیش مع الولدان فی غرف الجنات
تعیش مخلدا لا موت فیھا وتبقی فی الجنان مع الحسان

تیقظ من منامك ان خیراً من النوم التھجد بالقرآن

(یعنی تو سونے کی لذت میں مشغول ہو گیا اور جنت کی کھڑکیوں کے عمدہ عیش اور وہاں کے خادموں سے غافل رہا۔ (۲) جنت میں تو خوبصورت عورتوں کے ساتھ ہمیشہ کو رہے گا اور وہاں موت نہیں۔ (۳) اس وقت اس خواب غفلت سے بیدار ہو، سونے سے تہجد کی نماز اور قرآن بہتر ہے۔ ان اشعار کے پڑھتے ہی میری آنکھ کھل گئی اور اپنے آپ کو خوفزدہ سا پایا۔ اب جب کبھی مجھے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں تو میری نیند بالکل اڑ جاتی ہے۔

(۱۰) **شیخ سری سقطی** رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک روز ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے تو انہیں روتے ہوئے پایا پوچھا کہ حضرت آپ کیوں رو رہے ہیں فرمایا کل شب کو میری لڑکی آئی تھی اس نے کہا ابا جان آج کی رات سخت گرمی ہے میں یہ ٹھلیا پانی کی ٹھنڈی ہونے کے لیے کسی جگہ لٹکاتی ہوں، میں نے کہا اچھا جہاں موقع دیکھو لٹکا دو وہ تو لٹکا کر گئی اور مجھے نیند کا غلبہ ہوا حتی کہ میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت نہایت حسین وجمیل جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی آسمان سے زمین پر اتری، میں نے اس سے پوچھا کہ تو کس کے لیے ہے اس نے کہا میں کسی کے لیے بھی سہی مگر اس کے لیے تو نہیں جو ٹھنڈا پانی پیئے۔ میں یہ خواب دیکھ کر بیدار ہو گیا اور اس ٹھلیا کو توڑ دیا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ اس ٹوٹی ٹھلیا کو پھر کسی نے نہ اٹھایا۔

شیخ ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بھی ایک رات سو گیا تھا اور معمولِ وظائف بھی رہ گئے تھے خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نہایت حسین حور ہے کہ وہ کہہ رہی ہے کہ ابوسلیمان تم تو مزے سے پڑے سو رہے ہو اور میں تمہارے لیے پانسو برس سے پرورش کی جا رہی ہوں۔

(۱۱) **شیخ عبدالواحد بن زید** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نے جہاد کی تیاری کی میں نے اپنے ساتھ والے رفیقوں سے کہا کہ جہاد کے فضائل میں ہر ایک شخص دو دو آیتیں پڑھنے کے لیے تیار ہو جائے، پس ایک شخص نے ہم میں سے یہ آیت پڑھی اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے خریدی مسلمانوں سے ان کی جان اور مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے) یہ آیت سن کر ایک لڑکا جو چودہ پندرہ برس کی عمر کا تھا اور اس کا باپ بہت سا مال چھوڑ کر مر گیا تھا کھڑا ہوا اور کہا عبدالواحد! کیا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان ومال جنت کے بدلے خرید لی۔ شیخ نے فرمایا ہاں! بیشک اس نے خریدی، اس نے کہا تو میں گواہ کرتا ہوں کہ میں نے اپنا مال اور جان جنت کے بدلے میں بیچ دی

میں نے کہا دیکھ خوب سوچ سمجھ لے کہ تلوار کی دھار بڑی تیز ہوتی ہے اور تو بچہ ہے مجھے یہ خوف ہے کہ شاید تجھ سے صبر نہ ہو سکے اور عاجز ہو جائے۔ اس نے جواب میں کہا یا شیخ میں اللہ تعالیٰ سے معاملہ کروں اور پھر عاجز ہو جاؤں اس کے کیا معنی۔ میں خدا تعالیٰ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ میں نے اپنا سب مال اور اپنی جان فروخت کر دی۔ شیخ نے کہا کہ میں اتنی بات کہہ کر بہت ہی پشیمان اور نادم بھی ہوا اور اپنے جی میں کہا کہ دیکھو اس بچہ کی کیسی عقل ہے اور ہم کو باوجود بڑے ہونے کے عقل نہیں۔ القصہ اس لڑکے نے اپنے گھوڑے اور ہتھیار اور کچھ خرچ ضروری کے سوا کل مال صدقہ کر دیا۔ جب چلنے کا دن ہوا تو سب سے پہلے ہمارے پاس آیا اور کہا یا شیخ السلام علیکم شیخ کہتے ہیں میں نے سلام کا جواب دے کر کہا خوش رہو تمہاری بیع نفع مند ہوئی پھر ہم جہاد کے لیے چلے اور اس لڑکے کی یہ حالت تھی کہ رستہ میں دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر نماز میں کھڑا رہتا اور ہماری اور ہمارے جانوروں کی خدمت کرتا اور جب ہم سوتے تو ہمارے جانوروں کی حفاظت کرتا جب ہم روم کے شہر کے قریب پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہ جوان چلا چلا کر کہہ رہا ہے کہ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے۔ میرے رفیقوں نے کہا شاید یہ مجنون ہو گیا میں نے اُسے بلا کر پوچھا کہ بھائی کسے پکار رہے ہو اور عیناء مرضیہ کون ہے تو اس نے ساری کیفیت بیان کی کہ میں کچھ غنودگی کی سی حالت میں تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ عیناء مرضیہ کے پاس چلو۔ میں اس کے ساتھ ساتھ ہو لیا۔ وہ مجھے ایک باغ میں لے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ نہر جاری ہے پانی نہایت صاف و شفاف ہے۔ نہر کے کنارے نہایت حسین حسین لڑکیاں ہیں کہ زیور و لباس گرانبہا سے آراستہ و پیراستہ ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئیں اور آپس میں کہنے لگیں کہ یہ عیناء مرضیہ کا خاوند ہے میں نے انہیں سلام کرکے پوچھا تم میں عیناء مرضیہ کون سی ہے انہوں نے کہا ہم تو اس کی لونڈیاں باندیاں ہیں وہ تو آگے ہے میں آگے گیا تو ایک نہایت عمدہ باغ میں لذیذ و ذائقہ دار دودھ کی نہر بہتی دیکھی اور اس کے کنارے بھی پہلی عورتوں سے زیادہ حسین عورتیں دیکھیں انہیں دیکھ کر تو میں مفتون ہو گیا وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئیں اور کہا کہ یہ عیناء مرضیہ کا خاوند ہے میں نے پوچھا وہ کہاں ہے کہا وہ تو آگے ہے۔ ہم تو اس کی خدمت کرنے والی ہیں۔ تم آگے جاؤ۔ میں آگے گیا، دیکھا تو ایک نہر خالص مزیدار شراب کی جاری ہے اور اس کے کنارے ایسی حسین و جمیل عورتیں بیٹھی ہیں کہ انہوں نے پہلی سب عورتوں کو بھلا دیا۔ میں نے سلام کرکے ان سے پوچھا کہ عیناء مرضیہ کیا تم میں ہے تو انہوں نے کہا کہ ہم تو نہیں ہم سب تو اس کی

کنیز کہیں ہیں۔ وہ آگے ہے۔ تم آگے جاؤ۔ میں آگے گیا تو ایک تیسری نہر خالص شہد کی بہتی دیکھی اور اس کے کنارے کی عورتوں نے پچھلی سب عورتوں کو بھلا دیا میں نے ان سے بھی سلام کرکے پوچھا کہ عیناء مرضیہ کیا تم میں ہے انہوں نے کہا اے ولی اللہ ہم تو اس کی لونڈیاں باندیاں ہیں تم آگے جاؤ میں آگے چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید موتی کا خیمہ ہے اور اس کے دروازے پر ایک حسین لڑکی کھڑی ہے اور وہ ایسے عمدہ عمدہ زیور ولباس سے آراستہ ہے کہ میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھا جب اس نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئی اور خیمہ میں پکار کر کہا اے عیناء مرضیہ تمہارا خاوند آگیا۔ میں خیمہ کے اندر گیا تو دیکھا ایک جڑاؤ سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اس پر عیناء مرضیہ جلوہ افروز ہے میں اسے دیکھتے ہی مفتون ہوگیا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا مرحبا مرحبا اے ولی اللہ اب تمہارے یہاں آنے کا وقت قریب آگیا ہے میں دوڑا اور چاہا کہ گلے سے لگالوں۔ اس نے کہا کہ ٹھہرو ابھی وقت نہیں آیا اور ابھی تمہاری روح میں دنیاوی حیات باقی ہے۔ آج رات انشاءاللہ تم یہیں روزہ افطار کروگے۔ میں یہ خواب دیکھ کر جاگ اٹھا اور اب میری یہ حالت ہے کہ صبر نہیں۔ شیخ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ ابھی یہ باتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ دشمن کا ایک گروہ آیا اور اس لڑکے نے سبقت کرکے ان پر حملہ کیا اور نو کافروں کو مار کر جب وہ شہید ہوا تو میں اس کے پاس آیا دیکھا کہ وہ خون میں لت پت ہے اور قہقہہ مار کر خوب ہنس رہا ہے تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ طائر روح قفس عنصری سے پرواز کرگیا۔

(۱۲) **ایک صالح شخص** نے اللہ کی چالیس سال عبادت کی ایک روز اس پر مقام ناز غالب ہوا اس کے غلبہ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کیا خداوندا آپ نے جو کچھ میرے لیے جنت میں تیار کیا ہے اور جس قدر حوریں میرے لیے مہیا فرمائی ہیں وہ مجھے دنیا میں دکھا دیجئے۔ ابھی مناجات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ محراب پھٹی اور ایک حور نکلی اور ایسی حسین وجمیل تھی کہ اگر دنیا میں آجائے تو تمام دنیا مفتون ومجنون ہوجائے۔ عابد نے پوچھا نیک بخت تو کون ہے آدمی ہے یا پری اس نے چند شعر عربی کے پڑھے جن کا مضمون یہ تھا "کہ تو اپنے مولا سے جو چاہتا تھا وہ تجھے ملا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے کہ میں تیری مونس بنوں اور تمام رات تجھ سے باتیں کروں"۔ عابد نے پوچھا تو کس کے لیے ہے کہا آپ کیلئے کہا تجھ جیسی مجھے کتنی ملیں گی کہا سو اور ہر ایک حور کی سو خادمہ اور ہر خادمہ کی سو باندیاں اور ہر باندی پر سو انتظام کرنے والیاں عابد یہ سن کر بہت خوش ہوا۔ اور خوشی میں آکر پوچھا کہ اے پیاری کیا کسی کو مجھ سے بھی زیادہ ملے گا حور نے کہا تم بیچارے تو کچھ بھی نہیں ہو اتنا تو ادنیٰ ادنیٰ کو جو صبح وشام

استغفر اللہ العظیم پڑھ لیتے ہیں اور سوائے اس کے ان کا کچھ کام نہیں انہیں مل جائے گا۔

(۱۳۱) **شیخ عبدالواحد بن زید** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جہاز میں سوار تھا تلاطم امواج سے جہاز ایک جزیرہ میں جا پہنچا اس جزیرہ میں ہم نے دیکھا کہ ایک شخص ایک بت کی پرستش کر رہا ہے۔ ہم نے اس سے دریافت کیا کہ تو کس کی عبادت کرتا ہے اس نے بت کی طرف اشارہ کیا۔ ہم نے کہا تیرا یہ معبود صانع نہیں بلکہ خود دوسرے کا مصنوع ہے۔ اور ہمارا معبود وہ ہے جس نے اسے اور سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اس بت پرست نے دریافت کیا بتاؤ تم کس کی عبادت کرتے ہو ہم نے جواب دیا کہ ہم اس ذات پاک کی عبادت کرتے ہیں جس کا آسمان میں عرش ہے اور زمین میں اس کی دار و گیر ہے اور زندوں اور مردوں میں اس کی تقدیر جاری ہے اس کے نام پاک ہیں اس کی عظمت اور بڑائی نہایت بڑی ہے۔ اس نے پوچھا تمہیں یہ باتیں کس طرح معلوم ہوئیں ہم نے کہا اس بادشاہ حقیقی نے ہمارے پاس ایک سچے رسول کو بھیجا اس نے ہمیں ہدایت کی، پھر اس نے پوچھا کہ وہ رسول کہاں ہیں اور ان کا کیا حال ہے ہم نے جواب دیا کہ جس کام کیلئے خدا نے انہیں بھیجا تھا جب وہ پورا کر چکے تو اس نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اس نے کہا بھلا رسول خدا نے تمہارے پاس اپنی کیا نشانی چھوڑی ہم نے کہا اللہ کی کتاب۔ کہا مجھے دکھاؤ ہم اس کے پاس قرآن شریف لے گئے۔ کہا میں تو جانتا نہیں تم پڑھ کر سناؤ ہم نے اُسے ایک سورۃ پڑھ کر سنائی وہ سن کر روتا رہا اور کہنے لگا جس کا یہ کلام ہے اس کا حکم تو دل و جان سے ماننا چاہیئے اور کسی طرح اس کی نافرمانی نہ کرنی چاہیئے پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ ہم نے اُسے دین کے احکام اور چند سورتیں سکھائیں جب رات ہوئی اور ہم سب اپنے اپنے بچھونوں پر لیٹ رہے وہ بولا کہ بھائیو یہ معبود جس کا تم نے مجھے پتہ اور صفات بتائیں سوتا بھی ہے۔ ہم نے کہا وہ سونے سے پاک ہے وہ ہمیشہ زندہ و قائم ہے اس نے کہا تم کیسے برے بندے ہو کہ تمہارا مولا نہیں سوتا اور تم سوتے ہو اس کی یہ باتیں سن کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی سالقصہ ہم وہاں چند روز رہے جب وہاں سے کوچ کا ارادہ ہوا اس نے کہا بھائیو مجھے بھی ساتھ لے چلو ہم نے قبول کر لیا چلتے چلتے ہم آبادان پہنچے میں نے اپنے یاروں سے کہا کہ یہ ابھی مسلمان ہوا ہے اس کی کچھ مدد کرنی چاہیئے۔ ہم سب نے چند درہم جمع کرکے اسے دیئے اور کہا کہ اسے اپنے خرچ میں لاؤ وہ کہنے لگا لا الہ الا اللہ تم تو عجب آدمی ہو تم ہی نے تو مجھے رستہ بتلایا اور خود ہی راہ سے بھٹک گئے مجھے سخت تعجب آتا ہے کہ میں اس جزیرہ میں بت کی عبادت کیا کرتا تھا میں اُسے پہچانتا بھی نہ تھا اس وقت اس نے مجھے ضائع نہیں کیا پھر جب میں اُسے جاننے لگا تو اب وہ مجھے کس طرح ضائع کر دے گا۔ تین دن کے بعد ایک شخص نے مجھے

آکر خبر دی کہ وہ نو مسلم مر رہا ہے اس کی خبر لو یہ سن کر میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ تجھے کچھ حاجت ہے کہا کچھ نہیں جس ذات پاک نے تمہیں جزیرہ میں پہنچایا اسی نے میری سب حاجتیں پوری کر دیں۔ خواجہ عبدالواحد فرماتے ہیں کہ مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سرسبز باغ ہے اس میں ایک قبہ ہے اور ایک مکلف تخت بچھا ہوا ہے اس پر ایک نہایت حسین نوعمر عورت جلوہ افروز ہے کہتی ہے خدا کے لیے اس نو مسلم کو جلد بھیجو مجھے اس کی جدائی میں بڑی بیقراری اور بے صبری ہے۔ اتنے میں میری آنکھ جو کھلی دیکھا تو وہ سفر آخرت کر چکا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ میں نے اُسے غسل و کفن دے کر دفن کر دیا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں وہی قبہ اور باغ اور تخت پر وہی عورت اور پہلو میں اس نو مسلم کو دیکھا کہ وہ یہ آیت پڑھ رہا ہے وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (اور فرشتے ان پر یہ کہتے ہوئے ہر دروازے سے آویں گے سلامتی ہے تم پر پس کیا اچھا بدلہ ہے آخرت کا)

(۱۴۱) **ابو عبداللہ قرشی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز ابو اسحاق ابراہیم بن طریف کی خدمت میں موجود تھا ایک شخص آیا اور اس نے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ حضرت اگر کوئی اپنے نفس سے یہ عہد کرے کہ میں فلاں کام بغیر اپنے حصول مطلب نہ کروں گا تو یہ جائز ہے یا نہیں فرمایا۔ ہاں جائز ہے اور ابو لبابہ رضی اللہ عنہ کے قصہ[1] سے استدلال فرمایا۔ ابو عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ میں نے

---

[1] یہ قصہ اس طرح ہوا تھا کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا اور یہ ارادہ تھا کہ جب یہ قلعہ سے نکلیں گے تو انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ابو لبابہ انصاری رضی اللہ عنہ کو ان کا منشا دریافت کرنے کے لیے بھیجا اور ان کا مال اور اولاد سب بنی قریظہ میں تھا، یہ وہاں گئے تو وہاں کے لوگوں نے ان سے پوچھا کہ کہو حضرت کا کیا ارادہ ہے انہوں نے گلے کی طرف اشارہ کیا مطلب یہ تھا کہ قتل کریں گے، یہ بھید انہیں دیکر بہت نادم ہوئے کہ میں نے کیا حرکت کی اس ندامت کے سبب اپنے آپ کو ستون سے باندھ دیا کہ جب تک میری توبہ قبول نہ ہوگی میں اسی سے بندھا رہوں گا حضور نے سنکر فرمایا اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں ان کے واسطے استغفار کرتا اللہ سے معاف کرا تا خیر انہیں اب اسی پر چھوڑ دو اللہ تعالیٰ ضرور اس بارہ میں فیصلہ فرمائے گا جب سات دن بے آب و دانہ گذر گئے تو ضعف بہت ہو گیا اور بیہوش ہو کر گر پڑے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی یا ایھا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون واعلموا انما اموالکم واولادکم فتنۃ وان اللہ عندہ اجر عظیم (یعنی اے ایمان والو نہ خیانت کرو اللہ اور رسول کی اور نہ خیانت کرو آپس کی امانتوں میں جان بوجھ کر اور جان لو کہ تمہارے مال اور اولاد بھی خراب کرنے والے ہیں اور یہ بھی جانو کہ اللہ پاس بڑا ثواب ہے) جب لوگوں نے آکر (باقی اگلے صفحہ پر)

یہ مسئلہ سن کر اپنے جی میں عہد کر لیا کہ میں جب تک کوئی نمونۂ قدرت الٰہی نہ دیکھ لوں گا اس وقت تک بے آب و دانہ رہوں گا۔ القصّہ مجھ پر سات دن گذر گئے اور میں اس وقت دکان کرتا تھا۔ میں اپنی اسی حالت میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص ظاہر ہوا اس کے ہاتھ میں ایک برتن تھا آ کر کہنے لگا عشائ تک صبر کر اس برتن سے تجھے ملے گا یہ کہہ کر غائب ہو گیا جب شام ہوئی تو میں عشاء اور مغرب کے مابین اوراد و وظائف میں مشغول تھا کہ دیوار پھٹی اور ایک حور اس میں سے نکلی اس کے ہاتھ میں وہی برتن تھا اور اس میں شہد جیسی کوئی چیز تھی وہ میرے پاس آئی اور تین بار اس نے مجھے چٹایا میں اس کے چاٹتے ہی بیہوش ہو گیا کچھ دیر بعد جو افاقہ ہوا تو وہاں اس حور کو نہ پایا لیکن اس کی حلاوت اور شیرینی سے ایسا مفتون ہوا کہ اس کے بعد سے کسی قسم کا کھانا لذیذ نہ معلوم ہوتا تھا اور اس کی صورت میرے دل میں ایسی بسی کہ دنیا کی کوئی شئے مجھے بھلی نہ معلوم ہوتی تھی اور اس کی آواز نے مجھے ایسا بے خود کر دیا تھا کہ کسی کی آواز مجھے نہ بھاتی تھی۔ یہی حالت ایک مدت تک رہی۔

(۱۵) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بصرہ کی گلیوں میں پھر رہے تھے کہ ایک کنیز کو نہایت جاہ و جلال اور حشم و خدم کے ساتھ جاتے دیکھا آپ نے اُسے آواز دے کر پوچھا کہ کیا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے اس نے کہا شیخ کیا کہتے ہو ذرا پھر تو کہو مالک نے کہا تیرا مالک تجھے بیچتا ہے یا نہیں، اس نے کہا بالفرض اگر فروخت بھی کرے تو کیا تجھ جیسا مفلس خرید لے گا، کہا ہاں تو کیا چیز ہے میں تو تجھ سے بھی اچھی خرید سکتا ہوں وہ سُن کر ہنس پڑی اور خادموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو ہمارے ساتھ گھر تک لے آؤ۔ خادم لے آیا وہ اپنے مالک کے پاس گئی اور اس سے سارا قصّہ بیان کیا وہ سن کر بے اختیار ہنسا کہ ایسے درویش کو ہم بھی دیکھیں۔ یہ کہہ کر مالک بن دینار کو اپنے پاس بلایا دیکھتے ہی اس کے قلب پر ایسا رعب سا چھا گیا کہ پوچھنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں کہا یہ کنیز میرے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا آپ اس کی قیمت دے سکتے ہیں۔ فرمایا اس کی قیمت ہی کیا ہے۔ میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو سڑی گٹھلیاں ہیں، یہ سن کر سب ہنس پڑے اور پوچھنے لگے کہ یہ قیمت آپ نے کیوں کر تجویز فرمائی، کہا اس میں بہت سے عیب ہیں، عیب دار شئی کی قیمت ایسی ہی ہوا کرتی ہے۔ جب اس نے عیبوں کی تفصیل پوچھی تو شیخ بولے۔ سنو جب یہ عطر

(بقیہ صفحہ گذشتہ) انہیں بشارت دی اور یہ آیتیں سنائیں اور کھولنا چاہا تو بولے جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ کھولیں گے میں نہ کھلوں گا۔ آخر پھر حضور نے آ کر خود کھولا ۱۲

نہیں لگاتی تو اس میں بدبو آنے لگتی ہے۔ جو منہ صاف نہ کرے تو منہ گندا ہو جاتا ہے بو آنے لگتی ہے اور جو کنگھی چوٹی نہ کرے اور تیل نہ ڈالے تو جوئیں پڑ جاتی ہیں اور بال پراگندہ اور غبار آلود ہو جاتے ہیں اور جو اس کی عمر زیادہ ہو گئی تو بوڑھی ہو کر کسی کام کی بھی نہ رہے گی حیض اسے آتا ہے۔ پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے۔ طرح طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہے۔ ہر قسم کی کدورتیں اور رنج و غم اسے پیش آتے رہتے ہیں۔ یہ تو ظاہری عیب ہیں۔ اب باطنی سنو، خود غرض اتنی ہے کہ تم سے جو محبت ہے وہ غرض کے ساتھ ہے بے وفا کرنے والی نہیں اور اس کی دوستی سچی دوستی نہیں۔ تمہارے بعد تمہارے جانشین سے ایسی ہی مل جائیگی جیسا کہ اب تم سے ملی ہوئی ہے اسلیئے اس کا اعتبار نہیں اور میرے پاس اس سے کم قیمت کی ایک کنیز ہے کہ اس کے لیے میری ایک کوڑی بھی صرف نہیں ہوتی اور وہ سب باتوں میں اس سے فائق ہے۔ کافور، زعفران، مشک جوہر نور سے اس کی پیدائش ہے۔ اگر کسی کھاری پانی میں اس کا آب دہن گرا دیا جائے تو وہ شیریں اور خوش ذائقہ ہو جائے اور جو کسی مردے کو اپنا کلام سنا دے تو وہ بھی بول اُٹھے، اور جو اس کی ایک کلائی سورج کے سامنے ظاہر ہو جائے تو سورج شرمندہ ہو جائے اور جو تاریکی میں ظاہر ہو تو اُجالا ہو جائے اور جو وہ پوشاک و زیور سے آراستہ ہو کر دنیا میں آجائے تو تمام جہان معطر و مزین ہو جائے۔ مشک اور زعفران کے باغوں اور یاقوت و مرجان کی شاخوں میں اس نے پرورش پائی ہے اور طرح طرح کے آرام میں رہی ہے اور تسنیم کے پانی سے غذا دی گئی ہے اپنے عہد کی پوری ہے دوستی کو نباہنے والی ہے۔ اب تم بتاؤ کہ ان میں سے کونسی خریدنے کے لائق ہے۔ کہا کہ جس کی آپ نے مدح وثنا کی ہے یہی مستحق خریدنے اور طلب کرنے کے ہے۔ شیخ نے فرمایا پھر اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس موجود ہے اس میں کچھ بھی صرف نہیں ہوتا۔ پوچھا کہ جناب فرمایئے تو اس کی قیمت کیا ہے شیخ نے فرمایا کہ اس کی قیمت یہ ہے کہ رات بھر میں ایک گھڑی کے لیے جملہ امور سے فارغ ہو جاؤ اور نہایت اخلاص کے ساتھ دو رکعت پڑھو اور اس کی قیمت یہ ہے کہ کھانا جب تمہارے سامنے چنا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو خالص اللہ کی رضا کے لیے دے دیا کرو اور اس کی قیمت یہ ہے کہ راہ میں اگر کوئی نجاست یا اینٹ ڈھیلا پڑا ہو اُسے اٹھا کر راستہ سے پرے پھینک دیا کرو اور اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی عمر کو تنگدستی اور فقر و فاقہ اور بقدر ضرورت سامان پر اکتفار کرنے میں گزار دو اور اس مکار دنیا سے اپنے فکر کو بالکل الگ کر دو اور حرص سے برکنار ہو کر قناعت کی دولت کو لو۔ پھر اس کا یہ ثمرہ ہو گا کہ کل تم بالکل چین سے ہو جاؤ گے اور جنت میں جو آرام و راحت

کا مخزن ہے۔ عیش اڑاؤ گے۔

اس شخص نے سنکر کہا کہ لے کنیز سنتی ہے شیخ کیا فرماتے ہیں، سچ ہے یا جھوٹ۔ کنیز نے کہا سچ کہتے ہیں اور خیر خواہی کی بات ارشاد فرماتے ہیں کہا اگر یہی بات ہے تو میں نے تجھے اللہ کے واسطے آزاد کیا اور فلاں فلاں جائداد تجھے دی اور غلاموں سے کہا کہ تم کو بھی آزاد کیا اور فلاں فلاں زمین تمہارے نام کردی اور یہ گھر اور تمام مال اللہ کی راہ میں دیا۔ دروازہ پر ایک بہت موٹا کپڑا پڑا تھا اسکو کھینچ لیا اور تمام پوشاک فاخرہ اتار کر اُسے پہن لیا، اس کنیز نے یہ حال دیکھ کر کہا تمہارے بعد میرا کون ہے۔ اس نے بھی اپنا لباس سب پھینک دیا اور ایک موٹا کپڑا پہن لیا اور وہ بھی اس کے ساتھ ہو گئی۔ مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے یہ حال دیکھ کر ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور خیر باد کہہ کر رخصت ہوئے اور ادھر یہ دونوں اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئے اور عبادت ہی میں جان دیدی۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

(۱۶) **جعفر بن سلیمان** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرا اور مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا بصرہ میں گذر ہوا پھرتے پھرتے ایک عالی شان محل پر پہنچے اندر گئے تو دیکھا کہ اس میں مد ولگ رہی ہے اور ایک طرف کو ایک نہایت خوبصورت نوجوان (جو ہم نے کبھی ایسا حسین شخص نہ دیکھا تھا) اس محل کی تعمیر کا انتظام کر رہا ہے اور معماروں اور مزدوروں سے کہہ رہا ہے کہ فلاں فلاں کام اس طرح کرو یہ دیکھ کر مجھ سے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا دیکھتے ہو یہ جوان کیسا حسین ہے اور اس مکان کے بنانے پر کس قدر حریص ہے مجھے تو اس کی حالت پر رحم آتا ہے اور جی یہ چاہتا ہے کہ اس کیلیے اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں کہ اُسے مخلص و برگزیدہ بنادے۔ کیا عجب ہے کہ یہ نوجوان جنت کے جوانوں میں سے ہو جائے ہم اس گفتگو سے فارغ ہو کر اس جوان کے پاس گئے اور سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیا مگر مالک رحمۃ اللہ علیہ کو اس نے نہ پہچانا کچھ دیر بعد جب اس نے پہچانا تو تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور بہت مدارات کی اور عرض کیا حضرت کیسے تکلیف فرمائی۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تم سے یہ پوچھتا ہوں کہ اس محل میں تمہارا ارادہ کس قدر مال صرف کرنے کا ہے۔ کہا ایک لاکھ درہم، مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ یہ سب مال تم مجھے نہیں دے سکتے کہ میں اسے موقع پر خرچ کردوں اور تمہارے لیے اس سے عمدہ محل کا ذمہ دار ہو جاؤں اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کا سامان، لونڈی، غلام، خادم یاقوت سُرخ کے قبے جیسے سب ہوں گے اور محل کی مٹی زعفران اور مشک کی ہوگی اور تیرے اس محل سے پائیدار اور وسیع بہت ہوگا۔ ابدالآباد تک قائم رہے گا اور اس کو کسی معمار کا ہاتھ نہ لگا ہو گا صرف اللہ تعالے

کے کُن دہوں فرمانے سے بنا ہو گا۔ اس جوان نے کہا مجھے آج رات کی آپ مہلت دیجیے اور کل صبح پھر تشریف لائیے۔ مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بہت بہتر جعفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مالک بن دینار رح کو تمام رات اس جوان کا خیال رہا جب صبح ہونے کے قریب ہوئی تو اللہ تعالےٰ سے اس کے لیے خوب دعا فرمائی اور صبح ہی ہم دونوں پھر اس کے پاس پہنچے دیکھا کہ جوان محل کے دروازہ پر بیٹھا ہے جب اس نے مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا بہت خوش ہوا اور کہا کل کا وعدہ بھی یاد ہے مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہاں یاد ہے کیا تم ایسا کرو گے کہا ہاں ضرور۔ یہ کہکر اس نے مال کے توڑے منگائے اور ان کے سامنے رکھ دیئے اور دوات قلم اور کاغذ منگایا مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کاغذ پر اس مضمون کا اقرار نامہ لکھ دیا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ تحریر اس غرض سے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لیے اللہ تعالےٰ سے ایک ایسا محل بمعاوضہ اس کے اس محل کے دلانے کا ضامن ہو گیا ہے اور اگر اس محل میں اس سے زیادتی ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور بمعاوضہ اس مال کے میں نے اس کے لیے ایک اور محل جنت میں اس کے محل سے زیادہ وسیع خرید کر لیا ہے اور وہ محل اللہ تعالےٰ کے سایہ اور قرب میں ہو گا۔ فقط یہ لکھ کر اس جوان کے حوالہ کیا اور وہ سب مال لے آئے اور دن بھر میں سب کا سب تقسیم کر دیا۔ شام کو مالک رح کے پاس رات کے گزارے کے سوا کچھ نہ تھا اس واقعہ کو چالیس دن بھی نہ گذرے تھے کہ ایک روز مالک رح صبح کی نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے جا رہے تھے کہ یکایک محراب پر جو نظر پڑی دیکھا تو وہی کاغذ جو انہوں نے جوان کو لکھ کر دیا تھا رکھا ہوا ہے کھولکر دیکھا تو اس کی پشت پر بغیر سیاہی یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ اللہ عزیز حکیم کی طرف سے مالک بن دینار کے لیے برأت اور فارغ خطی ہے جس محل کی تم نے ہمارے اوپر ضمانت کی تھی وہ ہم نے اس جوان کو دے دیا۔ ستر حصے اور زیادہ دیا۔ مالک رح یہ دیکھ کر حیران رہ گئے اور اُسے لے کر اس جوان کے گھر گئے۔ دیکھا تو دروازہ اس کا سیاہ[۱] ہے اور گھر سے رونے پیٹنے کی آواز آرہی ہے۔ ہم نے جوان کا حال پوچھا معلوم ہوا کہ وہ کل مر گیا۔ پھر ہم نے غسل دینے والے کو بلا کر پوچھا کہ کیا تم نے اس جوان کو غسل دیا ہے اس نے کہا ہاں میں نے ہی دیا ہے مالک رح نے پوچھا اچھا بیان کرو اس کی موت کس طرح ہوئی۔ کہا اس نے مرنے سے پہلے مجھ سے یہ کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھ کو تم غسل و کفن دینا اور ایک پرچہ دیا اور یہ کہا کہ اس پرچہ کو کفن میں رکھ دینا۔ میں نے اس پرچہ کو کفن میں رکھ دیا اور اُسے دفن کر دیا۔ مالک رح نے وہ پرچہ جو محراب سے

---

[۱] یہ اس زمانہ میں ماتم کی علامت ہو گی۔ واللہ اعلم

ملا تھا نکال کر اس غسّال کو دکھایا وہ دیکھ کر فوراً بول اُٹھا کہ خدا کی قسم وہ یہی پرچہ تھا جو میں نے کفن کے اندر رکھ دیا تھا۔ اس کے بعد ایک جوان کھڑا ہوا اور مالک رح سے کہا کہ میں آپ کو دو لاکھ درہم دیتا ہوں آپ ایسے محل کے کفیل ہو جیئے فرمایا ہو گیا جو ہونا تھا وہ بات گئی ۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ بعد اس کے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جب کبھی اس جوان کو یاد کرتے روتے اور اس کے لیے دُعا فرماتے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(۱۷) **محمد بن سماک** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی امیہ میں موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی سب سے زیادہ عیاش اور بے فکر تھا۔ رات دن سوائے کھانے پینے پہننے اور کنیزکان مہوش کے ساتھ مشغول ہونے اور آرام طلبی اور تن پروری کے کوئی کام دین و دنیا کا اُسے نہ تھا اور حسن صورت بھی اللہ تعالیٰ نے اُسے اس درجہ عطا فرمایا تھا کہ دیکھنے والا بے اختیار سبحان اللہ بول اُٹھتا تھا۔ چہرہ ایسا روشن تھا جیسے چودھویں رات کا چاند۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس کو ہر طرح کی نعمت دنیاوی مرحمت فرمائی، سال بھر میں تین لاکھ تین ہزار دینار کی آمدنی تھی اور ان سب کو اپنے عیش و عشرت میں اُڑا دیتا تھا۔ اس نے ایک بہت بلند بالاخانہ اپنے رہنے کے لیے بنا رکھا تھا اور اس کے دونوں طرف دریچے تھے ایک طرف کے دریچے تو شارع عام کی طرف تھے جو شام کو بیٹھ کر آنے جانے والوں کی سیر کرتا تھا اور دوسری طرف کے دریچے چمنستان میں تھے اس طرف بیٹھ کر چمنستان سے دل بہلاتا اور اس بالاخانہ کے اندر ایک ہاتھی دانت کا قبّہ چاندی کی میخوں سے جڑا ہوا اور سونے سے ملمع کیا ہوا تھا اور اس میں ایک نہایت قیمتی تخت تھا اس پر وہ جلوہ افروز ہوتا اور بدن میں نہایت بیش بہا کپڑا اور سر پر موتیوں کا جڑاؤ عمامہ ہوتا اور ادھر ادھر بھائی برادر اور یاران جلسہ کا جمگھٹا اور پیچھے غلام و خادم کھڑے رہتے اور قبّہ سے باہر گانے والی عورتیں رہتیں۔ قبّہ میں اور ان عورتوں میں ایک پردہ حائل تھا، جب چاہتا انہیں دیکھتا اور جب راگ کو دل چاہتا تو پردہ ہٹا دیتا وہ گانا شروع کر دیتیں اور جب بند کرنا چاہتا تو پردہ کی طرف اشارہ کر دیتا وہ چپ ہو جاتیں تھیں۔ غرض اسی شغل میں اس کی رات گزرتی۔ رات کو یاران جلسہ اپنے اپنے گھر چلے جاتے تھے اور وہ جس کے ساتھ چاہتا تھا خلوت کرتا تھا اور صبح کو شطرنج اور نرد کھیلنے والوں کا اکھاڑہ جمتا کوئی اس کے سامنے بیماری یا موت یا کسی ایسی شئی کا جس سے غم اور حزن پیدا ہو ذکر نہ کرنے پاتا حکایات اور عجیب و غریب باتیں جن سے ہنسی دل لگی ہو اس کے سامنے ہوتیں اور ہر روز نئی نئی پوشاکیں اور قسم قسم کی خوشبوئیں استعمال کرتا اسی حال میں اُسے ستائیس برس گذر گئے۔

ایک رات کا قصہ ہے کہ وہ اپنے معمول کے موافق لہو ولعب میں مشغول تھا اور کچھ حصہ رات کا گذرا تھا کہ ایک نہایت دردناک آواز اپنے مطربوں کی آواز جیسی سُنی اور اس کے سننے سے اس کے دل پر ایک چوٹ سی پڑی اور اپنے اس لہو ولعب کو چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہو گیا اور مطربوں کو حکم دیا کہ گانا بند کر دو اور قبہ کی کھڑکی سے وہ آواز سننے کو منہ نکالا کبھی تو وُہ آواز کان میں آجاتی اور کبھی نہ آتی اپنے غلاموں کو آواز دی کہ اس آواز دینے والے کو یہاں لے آؤ اور شراب کے نشے میں چُور تھا۔ غلام اس کی تلاش کے لیے نکلے رفتہ رفتہ اس تک پہنچے دیکھا کہ ایک جوان ہے جو نہایت لاغر ہے اس کی گردن بالکل سوکھ گئی ہے اور رنگ زرد و لب خشک، پریشان بال، پیٹ اور پیٹھ دونوں ایک اور دو پھٹی پرانی چادریں اوڑھے ہوتے ننگے پاؤں مسجد میں کھڑا اپنے پاک پروردگار کے سامنے مناجات کر رہا ہے انہوں نے اُسے مسجد سے نکالا اور لے گئے اور کچھ بات چیت اس سے نہ کی اُسے لے جا کر سامنے کھڑا کر دیا اس نے دیکھ کر پوچھا یہ کون ہے سب نے عرض کیا حضور یہ وہی آواز والا ہے جس کی آواز آپ نے سُنی پوچھا یہ کہاں تھا کہا کہ مسجد میں کھڑا ہوا نماز میں قرآن پڑھتا تھا اس سے پوچھا تم کیا پڑھ رہے تھے کہا میں کلام اللہ پڑھ رہا تھا، کہا ذرا ہم کو بھی سناؤ اس نے اعوذ اور بسم اللہ پڑھ کر پڑھا اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ خِتَامُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ (یعنی بیشک نیک بندے آرام میں ہوں گے تختوں پر بیٹھے (سیر) دیکھ رہے ہوں گے تو پہچانے گا ان کے چہروں پر تازگی نعمت کی۔ اُن کو پلائی جاتی گی خالص شراب سر بمہر اس کی مہر (بجائے موم کے) مشک کی ہو گی اور اس شراب میں رغبت کرنے والوں کو چاہیئے کہ رغبت کریں اور اس میں تسنیم ملی ہوئی ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جس سے مقرب بندے پیتے ہیں) یہ آیت پڑھ کر اور ترجمہ سُنا کر اس سے کہا ارے دھوکہ میں پڑے ہوئے وہاں کی نعمتوں کا کیا بیان ہے وہ کہاں اور تیرا یہ قبہ اور مجلس کہاں، چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ وہاں تخت ہیں ان پر بچھونے اونچے اونچے ہوں گے اور ان کے استر استبرق کے ہوں گے اور سبز قالینوں اور قیمتی بچھونوں پر تکیہ لگاتے ہوئے بیٹھے ہوں گے اور وہاں دو نہریں بہتی ہیں۔ اس میں ہر میوہ کی دو قسم ہیں، نہ وہاں کے میوے کبھی ختم ہوں گے نہ ان سے کوئی اہلِ جنت کو روکنے والا ہو گا۔ بہشت بریں کے پسندیدہ عیش میں رہیں گے اور وہاں کوئی بیہودہ کلام نہ سُنیں گے اور اس میں اونچے اونچے تخت ہیں اور آبخورے

رکھے ہوتے ہیں اور تکیے ایک قطار میں رکھے ہوتے ہیں اور مخملی نہالچے بکھرے پڑے ہوں گے ہمیشہ سایہ اور چشموں میں رہیں گے اور جنت کے پھل دائمی ہیں یہ سب تو متقیوں کے لیے ہے۔ اب کافروں کی سنیئے! ان کے لیے آگ ہے اور آگ بھی کیسی کہ جس میں ہمیشہ ہمیشہ کو رہیں گے اور عذاب کبھی ہلکا نہ کیا جائے گا اسی میں ناامید پڑے رہیں گے اور جب انہیں منہ کے بل گھسیٹیں گے تو ان سے کہا جائے گا یہ عذاب چکھو۔ غرض کہ ان پر طرح طرح کا عذاب ہو گا۔

جب اس ہاشمی نے یہ سُنا تو بے اختیار اٹھا اور اس جوان سے لپٹ کر چلا چلا کر رونے لگا اور اپنے سب لوگوں سے کہا کہ میرے پاس سے تم سب چلے جاؤ اور خود اس جوان کو لے کر گھر کے صحن میں آ کر ایک بوریئے پر بیٹھ گیا اور اپنی جوانی کے رائیگاں جانے پر افسوس اور حسرت اور نفس کو ملامت کرتا رہا اور وہ جوان نصیحت کرتا رہا۔ صبح تک اسی میں دونوں مشغول رہے۔ ہاشمی نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ کبھی حق تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور اپنی توبہ کو اس نے سب کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اور مسجد میں بیٹھ رہا۔ ہر وقت عبادت الٰہی میں رہنے لگا اور تمام سونا، چاندی، کپڑے، بیچ کر صدقہ کر ڈالے اور تمام نوکر چاکر الگ کر دیئے اور غصب کی تمام جائدادیں ان کے مالکوں کو واپس کر دیں اور کل جائداد، لونڈی، غلام بیچ ڈالے اور جس کو آزاد کرنا چاہا آزاد کر دیا اور موٹے کپڑے پہن لیے اور جَو کی روٹی کھانے لگا پھر تو یہ حالت ہو گئی کہ ساری ساری رات بیداری میں گذارتا، دن کو روزہ رکھتا اور بڑے بڑے صلحا اس کی زیارت کو آتے اور اس سے کہتے بھائی اپنے نفس کو اتنی سختی میں نہ رکھ کچھ آرام بھی دے۔ اللہ تعالیٰ کریم و رحیم تھوڑے سے کام کی بھی قدر دانی فرماتا ہے۔ وہ جواب دیتا بھائیو میں نے بڑے بڑے گناہ کیے ہیں۔ رات دن اللہ کی نافرمانی میں رہا ہوں اور یہ کہہ کر خوب روتا۔

آخر کار پا پیادہ ننگے پاؤں اور بدن پر ایک بہت موٹا کپڑا پہنے ہوتے حج کے لیے گیا۔ اور سوائے ایک پیالہ اور توشہ دان کے کوئی چیز ہمراہ نہ لی اسی حالت میں چلتے چلتے مکہ کو پہنچا اور حج کیا۔ اور وہیں اقامت کی اور مر گیا۔ مکہ میں رہنے کے زمانہ میں یہ حالت تھی کہ رات کو حجر اسود کے پاس جا کر رونا اور گڑگڑانا اور اپنے نفس پر گذشتہ افعال یاد کر کے نوحہ وزاری کرتا اور کہتا کہ اے میرے پروردگار۔ اے میرے مولا میری سینکڑوں خلوتیں غفلت میں گذر گئیں اور کتنے ہی برس گناہوں میں ضائع ہوتے لے میرے مولا میری نیکیاں تو سب جاتی رہیں اور حسرت و ندامت باقی رہ گئی۔ اب جس دن آپ سے ملوں گا اور میرے نامہ اعمال کھولے جائیں گے اور دفتر کے دفتر گناہوں اور رسوائیوں کے ظلمت از بام ہوں گے اس روز کیا ہو گا اور کس طرح منہ دکھاؤں گا۔ اے میرے مولا اب میں تیرے سوا کس سے التجا کروں اور کس

کی طرف دوڑوں، کس پر بھروسہ کروں۔ میرے مولا! میں اس لائق تو ہوں نہیں کہ جنت کا سوال کروں میں تو آپ کے دریائے رحمت ناپیدا کنار اور آپ کے ابرِ فضل و عطا سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میری خطاؤں کو بخش دیجیے آپ ہی مغفرت والے ہیں۔

(۱۸) **خلیفہ ہارون رشید** کے ایک لڑکا سولہ برس کے سن میں تھا وہ زاہدوں اور درویشوں کی صحبت میں بہت رہتا اور اس کی یہ حالت تھی کہ قبرستان میں نکل جاتا اور وہاں جا کر مُردوں سے خطاب کر کے کہتا، تم ہم سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے اور اب تم قبروں میں ہو، اے کاش مجھے خبر مل جائے تم کیا ہوتے تھے اور لوگ تم سے کیا کیا کرتے تھے۔ غرضکہ اس قسم کے کلمات حسرت آمیز کہتا اور پھر پھوٹ پھوٹ کر روتا۔ ایک دن کا قصہ ہے کہ یہ لڑکا اپنے باپ ہارون رشید کے پاس آیا اور اس وقت اُمراء اور وزراء اور ارکانِ دولت سب اپنے اپنے قرینے سے بیٹھے ہوتے تھے اور آیا بھی اس حالت میں کہ ایک کمبل اوڑھے اور ایک کمبلی کا تہبند کیے ہوتے۔ جب اس ہیئت کو اعیانِ سلطنت اور ارکانِ دولت نے ملاحظہ کیا تو آپس میں بعض آدمی کہنے لگے کہ امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین کو بادشاہوں میں ایسی ہی اولاد نے بدنام کیا ہے، اگر امیر المومنین اسکو تہدید و تنبیہ کریں تو کچھ بعید نہیں کہ اپنی اس حالت کو چھوڑ دے۔ رفتہ رفتہ یہ بات خلیفہ ہارون رشید کے کانوں تک پہنچی اس کو بھی یہ مشورہ پسند آیا اور بیٹے سے کہا کہ بیٹا تمہارے اس چال چلن نے مجھے رسوا کر دیا اس نے یہ سن کر ہارون رشید کی طرف دیکھا اور کچھ جواب نہ دیا۔ اتفاقاً ایک پرندہ قلعہ کے بُرج پر بیٹھا تھا لڑکے نے اس کی طرف دیکھ کر کہا اے پرند تجھ کو تیرے پیدا کرنے والے کی قسم تو میرے ہاتھ پر آ بیٹھ وہ پرندہ یہ سن کر فوراً لڑکے کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ کچھ دیر بعد اس سے کہا اپنی جگہ چلا جا وہ چلا گیا اور کہا تجھے تیرے خالق کی قسم امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا۔ وہ نہ اترا۔ یہ آیت قدرت حاضرین کو دکھلا کر باپ سے کہا ابا جان آپ ہی نے حب دنیا کی وجہ سے مجھے رسوا کر دیا ہے اور میں نے اب مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ میں آپ سے علیحدہ رہوں گا اور یہ کہہ کر بے توشہ و بے سامان چل کھڑا ہوا۔ صرف ایک قرآن شریف اور ایک انگوٹھی ہمراہ لی چلتے چلتے بصرہ میں آ کر ٹھہرا اور مزدوروں کے ساتھ مٹی گارے کا کام اختیار کیا اور ہفتہ بھر میں صرف ایک ہفتہ کے دن ایک درہم اور ایک دانگ کی مزدوری کر لیتا اور ایک ہفتہ ایک دانگ روز کے حساب سے اُسے کھاتا۔

ابو عامر بصری کہتے ہیں کہ میرے گھر کی ایک دیوار منہدم ہو گئی تھی میں.... اُسے بنوانے کے ارادہ سے مزدوروں کی تلاش میں نکلا۔ دیکھا کہ مزدور کی ہیئت میں ایک نہایت خوبصورت لڑکا

ہے کہ میں نے ایسا حسین لڑکا پہلے نہ دیکھا تھا۔ اس کے سامنے ایک زنبیل ہے اور قرآن شریف کی تلاوت کر رہا ہے میں نے اس سے کہا، لڑکے کچھ کام کرو گے اس نے کہا کیوں نہیں کام کے لیے تو پیدا ہی ہوئے ہیں۔ لیکن یہ بات بتاؤ کہ کس قسم کا کام لو گے۔ میں نے کہا کہ گارے مٹی کا کام کرنا ہوگا۔ کہا بہتر ہے۔ لیکن ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا اور نماز کے وقت اپنی نماز پڑھوں گا میں نے کہا منظور ہے چلیے۔ میں لے کر آیا اور کام میں لگا کر چلا گیا جب مغرب کا وقت آیا تو آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے دس آدمیوں کے برابر کام کیا ہے۔ میں اُسے بجائے ایک درہم اور ایک دانگ کے دو درہم پورے دینے لگا۔ کہا اے ابو عامر میں اسے لیکر کیا کروں گا اور لینے سے صاف انکار کر دیا۔ پھر میں نے ایک درہم اور ایک دانگ دے کر اُسے رخصت کر دیا۔ دوسرے دن پھر میں اسکی تلاش میں بازار گیا۔ ہر طرف تلاش کیا لیکن وہ کہیں نہ ملا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ ایسی صورت و نشان کا لڑکا جو مزدوری کرتا ہے کہاں ہے۔ لوگوں نے کہا وہ صرف ہفتہ کے دن مزدوری کیا کرتا ہے۔ اب تم اس کو صرف ہفتہ کے دن دیکھو گے۔ میں نے سوچا کہ کام کو موقوف رکھو جب وہ آدے یہ کام اسی سے لیں گے۔ جب ہفتہ کا دن آیا تو میں اس کی تلاش میں بازار آیا دیکھا تو اسی حالت میں موجود ہے۔ میں نے اُسے سلام کیا اور کام کے لیے اس سے کہا اس نے اسی طرح کی شرطیں کیں میں سب قبول کر کے اسے لے آیا اور اُسے کام پر لگا دیا اور دور بیٹھ کر دیکھا کہ یہ کس طرح اس قدر جلدی اتنا کام کر لیتا ہے اور میں ایسے موقع پر بیٹھا کہ میں اس کو دیکھوں اور وہ نہ دیکھے۔ دیکھتا کیا ہوں کہ اس نے ہاتھ میں گارا لیا اور اُسے دیوار پر تھوپا اور اس کے بعد پتھر خود بخود آپس میں ایک دوسرے سے ملتے چلے جاتے ہیں میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ خدا رسیدہ شخص ہے اور ایسے لوگوں کی اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعانت اور مدد ہوا کرتی ہے۔

جب اس نے شام کو واپسی کا قصد کیا تو میں اُسے تین درہم دینے لگا اس نے انکار کیا صرف ایک درہم اور ایک دانگ لے کر چلا گیا۔

تیسرے شنبہ کو پھر میں بازار آیا تو اس جوان کو نہ دیکھا لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ تین دن سے ایک ویرانہ میں بیمار پڑا ہوا ہے اور موت کے قریب ہے۔ میں نے ایک شخص کو کچھ دیا اور کہا کہ بھائی مجھے وہاں لے چل جس جگہ وہ بیمار راحل راحت قلوب رونق افروز ہے وہ مجھے ایک ویرانہ میں لے گیا۔ دیکھا کہ نہ وہاں در ہے نہ دروازہ نہ مسہری نہ کوئی سامانِ راحت اسی لق و دق میدان میں بیکس و بے بس وہ جوان بے ہوش پڑا ہے میں نے جا کر سلام کیا اور دیکھا

تو سر کے نیچے ایک اینٹ کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے اور مرنے کے قریب ہو رہا ہے میں نے مکرر پھر سلام کیا تو آنکھ کھولی اور مجھے پہچانا۔ میں نے اس کا سر لیکر اپنی گود میں رکھ لیا لیکن اس نے مجھے اس سے منع کیا اور یہ شعر پڑھے۔ ؎

یاصاحبی لاتغترر بتنعّم فالعمر ینفد والنعیم یزول
واذا حملت الی القبور جنازۃً فاعلم بانک بعدھا محمول

یعنی اے میرے دوست خوش عیشی سے دھوکا نہ کھا کیونکہ عمر جا رہی ہے اور عیش و عشرت بھی رخصت ہو رہا ہے اور جب تو قبرستان میں کوئی جنازہ لے جائے تو یہ جان کہ تجھے بھی ایک دن اسی طرح لے جائیں گے۔ پھر کہا اے ابو عامر میرا طائرِ روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو مجھ کو غسل دینا اور میرے ان ہی کپڑوں میں کفنا دینا۔ میں نے کہا کیوں نئے کپڑوں میں تجھے نہ کفناؤں۔ کہا مردہ کی بہ نسبت زندہ نئے کپڑوں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ زندگی تو اسی حالت میں گذار دی اب نئے کپڑے کیا کریں گے اور اے ابو عامر اس کو یاد رکھو کہ اگر نئے کپڑے بھی ہوئے تو وہ بھی مٹی ہو جائیں گے۔ اگر کچھ رہے گا تو عمل نیک رہے گا اور یہ میری زنبیل اور تہبند تو یہ گورکن کو دینا۔ اور یہ قرآن شریف اور انگشتری امیر المومنین ہارون الرشید کے پاس پہنچا دینا دیکھو یہ خیال رکھنا کہ تم اپنے ہاتھ سے امیر المومنین کے ہاتھ میں دینا اور یہ کہنا کہ یہ میرے پاس تمہاری ایک امانت ہے ایک مسافر مسکین لڑکے نے سپرد کی ہے اور امیر المومنین سے یہ بھی کہنا کہ دیکھو بیدار رہو اس غفلت اور دھوکہ میں تمہاری موت نہ آجائے۔ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ طائرِ روح قفس جسدی سے پرواز کر گیا۔ اس وقت میں نے جانا کہ یہ خلیفہ کا جگر گوشہ ہے میں نے اس کی سب وصیتوں کو پورا کیا اور قرآن شریف اور انگشتری لے کر بغداد آیا اور خلیفہ ہارون الرشید کے محل کے ارادے سے نکلا اور ایک بلند مقام پر جو میں جا کر کھڑا ہوا دیکھا ایک عظیم الشان لشکر آ رہا ہے کہ اس میں تخمیناً ایک ہزار سوار ہوں گے۔ پھر اس کے بعد پے در پے دس رسالے آئے اور ہر رسالے میں ہزار ہزار سوار تھے دسویں رسالہ میں امیر المومنین خلیفہ ہارون الرشید تھے میں نے پکارا کہ تم کو قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم ہے ذرا توقف کرو۔ جب امیر المومنین نے مجھ کو دیکھا اور آواز سنی تو توقف فرمایا۔ میں نے قریب جا کر وہ قرآن شریف اور انگشتری سپرد کی۔ اور جو کچھ اس لڑکے نے پیغام کہا تھا سب پہنچا دیا۔ امیر المومنین نے یہ سن کر کچھ دیر سر جھکایا اور آنسو بہائے اور دربان کو اشارہ کیا کہ اس شخص کو اپنے پاس رکھو جب میں طلب کروں اس وقت میرے پاس

لا ناالقصہ جب قصر شاہی پر واپس آئے حکم دیا کہ پردے چھوڑ دو، پردے سب چھوٹ گئے اور خلوت ہو گئی اسوقت دربان سے کہا کہ اس شخص کو لاؤ اگرچہ وہ میرے غم کو تازہ ہی کرے گا دربان نے مجھ سے آکر کہا کہ اے ابو عامر امیر المومنین بہت غمگین ومحزون ہیں اگر تمہارا ارادہ زیادہ بات کرنے کا ہو تو بجائے دس کے پانچ کہنا۔ میں نے کہا اچھا یہ کہکر میں اندر گیا تو امیر المومنین نے کہا اے ابو عامر میرے قریب آبیٹھو میں قریب ہو بیٹھا اور پوچھا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے اور وہ کیا کام کرتا تھا۔ میں نے کہا گارے اینٹ کا کام کرتا تھا۔ پھر پوچھا کیا تم نے بھی اس سے کام لیا ہے میں نے کہا ہاں لیا ہے کہا کہ تم کو اس سے ایسا کام لیتے ہوتے شرم نہ آئی، قرابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو نے پاس نہ کیا میں نے کہا اے امیر المومنین خدا کے لیے مجھے معافی دو میں اس سے واقف نہ تھا اس کی وفات کے وقت مجھے معلوم ہوا کہ یہ مشکوٰۃ خلافت کی شمع ہے۔ پھر پوچھا کیا تم نے کسے اپنے ہاتھ سے غسل دیا ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں خود اپنے ہاتھ سے غسل دیا ہے کہا ذرا ہاتھ لاؤ اور میرا ہاتھ لے کر اپنے سینہ پر رکھ لیا اور آنسوؤں کی ندیاں بہائیں اور کہا تم نے کس طرح اُس مسافر بے کس، بے بس، سرمایۂ حیات کو غسل وکفن دیا۔ تمہارے دل نے کیسے اس پر مٹی دینا گوارا کیا۔ یہ کہکر پھر بہت سے دردناک اشعار پڑھے اور بصرہ جانے کی تیاری کی۔ حاصل کلام یہ کہ امیر المومنین مجھے لیکر بصرہ تشریف لے گئے اور اپنے لڑکے کی قبر پر آئے۔ جب قبر کو دیکھا تو بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو چند اشعار غم وحسرت آمیز پڑھے اور حاضرین اور شجر وحجر سب کو رلا دیا ابو عامر کہتے ہیں کہ اس رات جب میں اپنے وظائف سے فارغ ہو کر سو یا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک نور کا قبہ ہے اور اس پر ایک نور کا ابر ہے ناگاہ وہ نور پھٹا اور اس میں سے وہ لڑکا یہ کہتا ہوا نکلا۔ اے ابو عامر حق تعالیٰ تم کو جزائے خیر دے تم نے خوب میری وصیتوں کو پورا کیا۔ میں نے پوچھا بیٹا! تم پر کیا گذری اور تمہارا ٹھکانا کہاں ہوا۔ کہا اپنے پروردگار رحیم وکریم کے پاس ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے کچھ ناراض نہیں اور مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا فرمائیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھی، اور نہ کسی کان نے سنی اور نہ کسی کے دل پر ان کا خیال تک گذرا۔ اور حق تعالیٰ نے قسم کھا کر فرمایا ہے کہ جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے ایسا نکل آئے گا جیسا کہ تو نکل آیا ہے تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں۔ اس کے بعد جو میری آنکھ کھلی تو دل میں اس کی باتوں سے اور بشارت سے ایک خوشی و سرور پایا۔

مؤلف کہتا ہے کہ یہ حکایت مجھے ایک اور طریق سے بھی پہنچی ہے اس میں اس طرح ہے

کہ جب ابوعامر نے سب حال اس کا خلیفہ سے کہا تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا یہ کون ہے اور کس کا حال ہے ہارون رشید نے کہا میرے خلافت میں مبتلا ہونے سے پہلے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا اس نے اچھی طرح نشوونما پائی اور قرآن شریف اور علم پڑھا جب میں خلیفہ ہوا تو مجھے چھوڑ دیا اور دنیا کے مال ومتاع میں سے کچھ نہ لیا چلتے ہوئے اس کی والدہ نے یہ انگشتری اس کو دیدی تھی اور وہ انگوٹھی بہت قیمتی تھی میں نے اس کی ماں سے کہہ دیا تھا کہ یہ اس کو دے دینا آخر اس کو بھی وہ کام میں نہ لایا اور دنیا سے اسی زہد میں رخصت ہوا اور اپنی ماں کا بہت خدمت گذار تھا۔

(۱۹) **عبداللہ بن مہران** رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید حج کے لیے مکہ معظمہ گئے اور وہاں چند روز قیام کیا پھر کوچ کا حکم دیا سب لوگوں نے کوچ کیا بہلول مجنون رضی اللہ عنہ بھی لوگوں کے ساتھ نکل کھڑے ہوئے اور لڑکے ان کے ساتھ چھیڑ خانی کرتے اور اوروں کو اُن کے چھیڑنے کی رغبت دیتے، اسی حالت میں خلیفہ ہارون رشید کی سواری کی آمد شروع ہوئی یہ دیکھ کر سب بچے بھاگ گئے۔ جب ہارون رشید کی سواری اس مقام پر پہنچی تو بہلول رضی اللہ عنہ نے ان کو باآواز بلند پکارا کہ اے امیرالمومنین! اے امیرالمومنین! ہارون رشید نے پردہ اٹھا کر جواب دیا لبیک اے مجنون کیا کہتے ہو بہلول نے فرمایا اے امیرالمومنین ہم سے ایمن بن نائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کیا ہے۔ قدامہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا کہ اس پر نہایت کم قیمت کجاوہ تھا اور حضورؐ کی سواری کے ساتھ لوگوں کو ادھر اُدھر نہ ہٹاتا تھا، نہ مار دھاڑ نہ ہٹو بڑھو۔ پس اے امیرالمومنین اِس سفر میں تیرا تواضع اور پستی اختیار کرنا تکبر اور بڑائی سے بہتر ہے ہارون رشید یہ سُن کر رونے لگا اور اس قدر رویا کہ آنسو زمین پر گرنے لگے، پھر بہلول سے کہا اے بہلول ہمیں کچھ اور نصیحت کی باتیں سناؤ۔ انہوں نے یہ شعر پڑھے۔ ؎

یاصاحبی لَاتَغْتَرِرْ بِتَنَعُّمٍ فالعمر ینفد والنعیم یزول

واذا حملت الی القبور جنازۃ فاعلم بانک بعدھا محمول

(یعنی یہ مان لے کہ تو ساری زمین کا مالک ہوا اور یہ بھی مان لے کہ تمام عالم تیرا مطیع ہو گیا لیکن اگر یہ سب کچھ ہو گیا تو پھر کیا نفع۔ کل تیرا ٹھکانہ قبر کے اندر ہوگا اور یہ اور وہ تیرے اوپر مٹی ڈالتا ہوگا) ہارون رشید یہ سن کر بہت رویا اور کہا بہلولؒ! تم نے خوب بات ہی کچھ اور کہو۔ بہلولؒ نے کہا امیرالمومنین جس شخص کو اللہ تعالےٰ نے مال اور جمال عطا فرمایا ہو اور اس نے اپنے مال کو اللہ کی

راہ میں خرچ کیا اور اپنے جمال کو حرام سے بچایا وہ حق تعالیٰ کے دفتر میں ابرار میں سے لکھا جائے گا۔ ہارون رشید نے کہا بہلولؒ تم نے خوب کہا اور انعام کے بھی مستحق ہوئے۔ بہلول نے کہا اپنا انعام اُسے دے جو اسے ہمیں حاجت نہیں۔ پھر ہارون رشید نے کہا بہلولؒ! اگر تمہارے ذمہ کچھ قرض ہو تو کہو میں ادا کر دوں۔ کہا میں دین کے بدلے دین ادا کرانا نہیں چاہتا، اہلِ حق کو ان کا حق دے اور اپنے نفس کا حق ادا کر۔ پھر ہارون رشید نے کہا اگر رائے ہو تو کچھ وظیفہ مقرر کر دیا جائے۔ بہلولؒ نے یہ سن کر آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا امیر المومنین! میں اور تو دونوں اللہ کے بندے ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تو یاد رکھے اور مجھے بھول جائے۔ ہارون رشید نے یہ سن کر پردہ چھوڑ دیا اور سواری آگے بڑھی۔

(۲۰) **خلیفہ ہارون رشید** نے ایک مرتبہ قسم کھائی کہ پا پیادہ حج کروں گا۔ جب حج کے دن قریب آئے تو عراق سے بیت اللہ تک نہایت بیش قیمت مخملی فرش بچھائے گئے اس پر خلیفہ پا پیادہ چلے جب چلتے چلتے تھک گئے تو ایک مقام پر ایک میل کے سہارے سے بیٹھ گئے۔ اسی حالت میں تھے کہ سعدون مجنون رضی اللہ عنہ کا اس طرف گذر ہوا اور خلیفہ سے ملاقات ہوئی۔ سعدونؓ نے چند اشعار پڑھے جن کا مضمون یہ تھا۔ مان لے اور فرض کر لے کہ دنیا تیرے موافق ہے ✤ لیکن کیا حاصل کیا موت نہ آئے گی ✤ پس تو دنیا کو کیا کرے گا ✤ تجھے تو ایک میل ہی کافی ہے ✤ اے طالب دنیا خبردار ہو ✤ دنیا کو اپنے دشمن کے لیے چھوڑ دے جس طرح تجھے زمانہ نے ہنسایا ہے، اسی طرح یہ زمانہ تجھے ایک دن رُلائے گا ✤ ہارون رشید نے جب یہ اشعار سُنے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور اتنی دیر بے ہوش رہا کہ تین نمازیں فوت ہو گئیں۔ جب ہوش آیا تو حضرت سعدون رضی اللہ عنہ کو تلاش کرایا مگر ان کا کہیں پتہ نہ ملا بہت متاسف ہوا۔

(۲۱) **محمد بن صباح** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم بصرہ میں تھے کہ وہاں بارش نہ ہوئی تھی، سب بصرہ والے دُعائے باراں کے لیے شہر سے باہر جنگل میں آئے کیا دیکھتے ہیں کہ سعدون مجنون رحمۃ اللہ علیہ سرِ راہ بیٹھے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا کہ مینہ کی دعا کے لیے۔ پوچھا کیسے دلوں کے ساتھ آئے ہو۔ سماوی (یعنی کدورت ارضی سے پاک وصاف) یا بالکل خالی۔ میں نے کہا نہیں سماوی دل سے نہیں آئے ہیں۔ فرمایا اگر یہ بات ہے تو بیٹھو اور دعا کرو ہم سب بیٹھ گئے اور دعا کرنے لگے

دعا کرتے کرتے خوب دن چڑھ گیا اور آسمان پر کہیں ابر کا نام ونشان تک نظر نہ آیا بلکہ اور آسمان صاف ہوتا گیا اور آفتاب کی تیزی بڑھتی گئی۔ سعدون رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حالت دیکھ کر ہماری طرف التفات کیا اور فرمایا ارے بیہودو اگر تمہارے دل سماوی ہوتے تو کیا اب تک بارش نہ ہوتی؟ پھر خود اُٹھے اور وضو کرکے دو رکعت پڑھیں اور آسمان کی طرف دیکھ کر کچھ فرمایا کہ میں اُسے مطلق نہیں سمجھا۔ خدا کی قسم سعدون رحمۃ اللہ علیہ نے ابھی .... کلام ختم بھی نہ کیا تھا کہ بادل گرجا اور بجلی چمکی اور خوب زور کی بارش ہوئی پھر ہم نے سعدون رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ تم نے سر اٹھا کر کیا کہا تھا فرمایا جاؤ۔ ہم لوگوں کے دل غمگین ہوئے اور آہ وزاریاں کیں اور پھر معاینہ کیا اور پہچان لیا جو کچھ جانا اور کیا جو کچھ کیا اور اپنے رب پر توکل کیا۔

(۲۲) مالک بن دینار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز بصرہ کے جنگل میں گیا دیکھا کہ ایک مقام پر سعدون مجنون رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا اے مالک اس شخص کا کیا حال دریافت کرتے ہو جس کا صبح وشام بڑے بھاری سفر کا ارادہ ہو اور کچھ سامان اور توشہ اس کے پاس نہ ہو اور تمام بندوں کے حاکم عادل اور رب کے ہاں اس کی پیشی ہو، یہ کہہ کر بہت روتے میں نے پوچھا کیوں روتے ہو۔ فرمایا قسم ہے اللہ کی کہ میں دنیا کی حرص یا موت اور مصائب کے ڈر سے نہیں روتا بلکہ اس وجہ سے کہ میری عمر کا ایک دن ایسا گذر گیا کہ اس میں مجھ سے اچھا عمل نہیں ہوا اور نیز مجھے زادراہ کی قلت اور راہ کا دُور ودراز ہونا اور سخت گھاٹی کا پیش آنا رُلا رہا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میرا ٹھکانا جنت ہے یا دوزخ۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ کلام حکمت آمیز سنکر کہا کہ لوگ تو تمہیں مجنون کہتے ہیں مگر تم تو بڑے عاقل ہو۔ فرمایا تم بھی لوگوں کے دھوکے میں آگئے لوگوں نے مجھے مجنون سمجھ رکھا ہے حالانکہ مجھ میں کوئی بھی جنون کی بات نہیں۔ البتہ میرے مولا کی محبت میرے دل اور میرے گوشت وپوست ورگ وریشہ وہڈیوں اور خون میں رچ گئی ہے اس محبت کی وجہ سے میں متحیر و فریفتہ ہوں۔ میں نے عرض کیا اے سعدون آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے اور ان سے کیوں نہیں ملتے جلتے۔ یہ سن کر سعدون رحمۃ اللہ علیہ نے دو شعر پڑھے جن کا مضمون یہ ہے۔

"عزیزا لوگوں سے بالکل الگ رہا کر اور حق تعالیٰ کو اپنا مصاحب اور ساتھی بنا۔ لوگوں کو جس طرح چاہے آزما کر دیکھ لے وہ ہر حالت میں تجھے بچھو ہی نظر آئیں گے۔

(۲۳) **ذوالنون مصری** رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک روز بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا اور حالت یہ تھی کہ سب لوگوں کی آنکھیں بیت اللہ کی طرف لگ رہی تھیں اور اُسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہ بھر رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص بیت اللہ کے مقابل ہو کر اس مضمون کی دعا کرنے لگا۔ اے میرے پروردگار میں تیرا مسکین بندہ اور تیرے در سے بھاگا ہوا اور دھتکارا ہوا ہوں۔ اے اللہ میں ایسی چیز کا سوال کرتا ہوں کہ وہ آپ کی محبت و قرب کا زیادہ ذریعہ ہو اور ایسی عبادت مانگتا ہوں جو آپ کو زیادہ پسند ہو اور اے اللہ میں آپ سے آپ کے برگزیدہ بندوں اور انبیاء کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ اپنی محبت کا پیالہ مجھے پلا دیجیے اور میرے دل سے اپنی معرفت کے لیے جہل کے پردے اٹھا دیجیے تاکہ میں شوق کے بازوؤں سے آپ تک اُڑ کر عرفان کے باغوں میں آپ سے مناجات کروں۔ اس دعا کے بعد وہ شخص اتنا رویا کہ آنسوؤں سے زمین کی کنکریاں تر ہو گئیں۔ پھر ہنسا اور وہاں سے چل دیا۔ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا اور اپنے جی میں کہا کہ یا تو یہ شخص کوئی عارف ہے یا مجنون۔ القصہ وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانہ کی طرف ہو لیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر کہا، تمہیں کیا ہوا کیوں آ رہے ہو جاؤ۔ میں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے کہا عبد اللہ میں نے پوچھا کس کے بیٹے ہو، کہا عبد اللہ کا میں نے کہا یہ تو میں جانتا ہوں کہ ساری خلقت عبد اللہ ہے (اللہ کے بندے) اور ابن عبد اللہ (اللہ کے بندے کے بیٹے ہیں)، میں آپ کا خاص نام دریافت کرتا ہوں، کہا میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔ میں نے کہا جو مجنون کے نام سے مشہور ہے کہا ہاں وہی، میں نے پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کے وسیلہ سے تم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہے فرمایا کہ وہ اپنے اللہ کی طرف ایسے چلتے ہیں جیسے وہ چلتا ہے اور وہ خدا کی محبت کو نصب العین کیے ہوئے اور لوگوں اور تمام دنیا کی چیزوں سے ایسے الگ ہوئے ہیں کہ جیسے کسی کے دل میں آگ لگی ہوئی ہو۔

(۲۴) **سعدون مجنون** رحمۃ اللہ علیہ بصرہ کے کوچوں میں پھرا کرتے تھے جس گھر پر گذر ہوتا وہاں ٹھہرتے اور آیۃ یا ایہا الناس اتقوا ربکم پڑھتے اور پھر رو کر یہ اشعار پڑھتے۔ ؎

فَلَوْ لَمْ یَکُنْ شَیْءٌ سِوَی الْمَوْتِ وَالْبِلٰی ❊ وَتَفْرِیْقِ اَعْضَاءٍ وَلَحْمٍ مُّبَدَّدٍ

لَکُنْتَ حَقِیْقًا یَا بْنَ اٰدَمَ بِالْبُکَاءِ ❊ عَلٰی نَائِبَاتِ الدَّھْرِ مَعَ کُلِّ مُسْعِدٍ

یعنی اگر سوائے موت اور جسم کے کہنگی اور اعضاء کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور گوشت کے ریزہ ریزہ ہو جانے کے انسان پر اور کوئی بھی حادثہ نہ ہوتا تو اے ابن آدم زمانے کے اسی قدر حوادث

کی وجہ سے تجھے یہ بات لائق اور شایاں تھی کہ تو رونا اور خود تنہا ہی نہیں بلکہ دوسرے رونے والے کو بھی اپنی امداد کے لیے ساتھ لے کر رونا چہ جائیکہ علاوہ ان سختیوں کے اور بہت سے حوادث قیامت کے ہیں اور سب سے زیادہ حق تعالیٰ کے غضب کا خوف دامنگیر ہے جو سوہانِ روح ہے۔ اس حالت میں تو روتے روتے ندیاں اور نالے بہانے چاہئیں)

اور جب سعدون مجنون رحمۃ اللہ علیہ کو بھوک زیادہ لگتی تو یہ اشعار پڑھا کرتے۔

اِلٰهِيْ اَنْتَ قَدْ اٰلَيْتَ حَقًّا ... بِاَنَّكَ لَا تُضِيْعُ مَنْ خَلَقْتَا

وَاِنَّكَ ضَامِنٌ لِلرِّزْقِ حَتّٰى ... تُؤَدِّيْ مَا ضَمِنْتَ كَمَا قَسَمْتَ

وَاِنِّيْ وَاثِقٌ بِكَ يَا اِلٰهِيْ ... وَلٰكِنَّ الْقُلُوْبَ كَمَا عَلِمْتَا

یعنی اے میرے معبود آپ نے سچی قسم کھائی ہے کہ آپ کسی اپنی مخلوق کو ضائع نہ کریں گے نیز آپ رزق کے ضامن ہیں حتیٰ کہ آپ اپنی ضمانت دادہ شئی (رزق) کو ادا کریں گے جس طرح آپ نے تقسیم کیا ہے اور اے میرے معبود بیشک میں آپ پر پورا بھروسہ رکھتا ہوں لیکن دلوں کو آپ خوب جانتے ہیں کہ کیسے ہیں اور سعدون رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک صوف کا جبہ تھا کہ اس کی دونوں آستینوں کے آگے پیچھے دو دو شعر نہایت عبرت انگیز لکھے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم بڑے حکیم ہو مجنون نہیں لوگ تمہیں مجنون بتلاتے ہیں۔ فرمایا مجھ میں اعضاءِ ظاہری کا جنون ہے اور میرا قلب مجنون نہیں بلکہ بہت ہوشیار ہے۔ یہ کہکر بھاگ گئے (رضی اللہ عنہ)

(۲۵) **ابوالجوال مغربی** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک صالح شخص بیت المقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک جوان ہمارے پاس آنکلا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گرد شہر کے بچے جمع ہیں اور ڈھیلے پتھر اور کنکریاں مار رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ باؤلا ہے جوان مسجد میں گیا اور پکار کر کہا اے اللہ مجھے اس دار (یعنی دنیا) سے راحت دے۔ میں نے اس سے کہا یہ بات تو تو نے دانائی کی کہی۔ یہ حکمت کی بات تو نے کہاں سے سیکھی۔ کہا جو شخص خاص اللہ کے واسطے خدمت وعبادت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے حکمت کی نادر نادر باتیں سکھا دیتا ہے اور عصمت کے اسباب سے اس کی تائید فرماتا ہے اور مجھے جنون نہیں بلکہ اضطراب وخوف ہے۔ پھر اس نے چند اشعار درد اور شوق کے پڑھے۔ میں نے کہا یہ اشعار تو تم نے خوب پڑھے جس نے تمہیں مجنون کہا اس نے سخت غلطی کی یہ سن کر میری طرف دیکھ کر رو دیا اور کہا کچھ جانتے ہو کہ اخوانِ طریقت کس طرح مرتبۂ وصل کو پہنچے۔ میں نے کہا بتاؤ۔ کہا انہوں نے ...... اپنے اخلاق کو تمام نجاستوں سے پاک کر کے تھوڑے سے رزق پر قناعت کی اور

محبت الٰہی سے تمام آفاق میں متحیر پھرے اور راستبازی کی ازار اور خوف الٰہی کی ردائے آراستہ ہوئے اور اس دنیائے فانیہ کو دار باقی کے عوض بیچ دیا اور میدان اور عزم اختیار کیا پھر ان کی یہ حالت ہوئی کہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور بیابانوں میں رہے اور مخلوق سے غائب ہو گئے، ان کی شان یہ ہے کہ اگر وہ حاضر بھی ہوں تو کوئی ان کو نہ پہچانے اور اگر غائب ہوں تو کوئی انہیں نہ ڈھونڈے اور جو مر جائیں تو کوئی ان کے جنازہ پر نہ آوے۔ ابوالجوال کہتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر دنیا کو بالکل بھول گیا اور وہ یہ کہہ کر چل دیا۔

(۲۶) **ابن قصاب صوفی**۔ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی پاگل خانہ کی سیر کو گئے۔ وہاں جا کر ایک جوان کو دیکھا کہ نہایت دردمند تھا۔ ہم اُسے دیکھ کر متحیر ہو گئے اور ہمارا تحیر بڑھا اور اس کے حالات معلوم کرنے کے لیے اس کے پیچھے ہوئے وہ ہمیں آتے دیکھ کر پکار اُٹھا۔ لوگو دیکھو یہ لوگ کیسی کیسی عبا و قبا سے آراستہ اور طرح طرح کے پھولدار کپڑوں سے پیراستہ اور بدن کو عطر لگائے ہوئے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ دنیا اور دین کا سب کام چھوڑ کر ایک تحیر اور ہلکی بات کے پیچھے پڑ گئے اور اسی کو بضاعت بنا لیا اور علم کی باتوں سے بالکل برکنار ہو گئے یہ کچھ آدمی نہیں، ہم نے یہ باتیں سن کر اس سے کہا کہ اگر ہم کچھ پوچھیں تو تم عمدہ جواب بھی دو گے۔ اس نے کہا واللہ میں خوب جواب دوں گا۔ تم پوچھو۔ ہم نے پوچھا کہ سب سے زیادہ ناشکرا کون ہے۔ کہا سب سے کم ناشکرا وہ ہے جو کسی مصیبت سے عافیت دامن دیا گیا ہو، پھر وہ اسی بلا اور مصیبت کو دوسرے شخص پر دیکھے اور عبرت حاصل نہ کرے اور بیہودگی اور بیکاری میں مشغول ہو جائے اس کی باتیں سن کر ہمارے دل بہت نرم ہوئے پھر ہم نے بعض خصائل محمودہ کی حقیقت دریافت کی۔ اس نے کہا وہ بات تمہاری حالت کے خلاف ہے پھر وہ جوان رو دیا اور رو کر کہنے لگا اے اللہ اگر آپ میری عقل واپس نہیں دیتے تو میرے ہاتھ ہی مجھ کو دے دیجئے تاکہ میں ان لوگوں کے ایک ایک چپت لگاؤں، یہ سن کر ہم وہاں سے کافور ہو گئے۔

(۲۷) **عبدالواحد بن زید** رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین رات یہ سوال کیا کہ اے اللہ مجھے اس شخص کو دکھا دیجئے جو جنت میں میرا رفیق ہو گا ارشاد ہوا کہ اے عبدالواحد جنت میں تیرا رفیق میمونہ سود ہے میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے ارشاد ہوا کہ وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے میں کوفہ میں اسی پتہ پر گیا اور لوگوں سے پوچھا اس نام کی عورت کہاں ہے لوگوں نے کہا وہ تو ایک مجنونہ ہے بکریاں چرایا کرتی ہے میں نے کہا میں

اس کو دیکھنا چاہتا ہوں کہا فلاں جنگل میں چلے جاؤ وہ ملے گی میں اس مقام پر گیا، دیکھا تو وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی ہے اور اس کے سامنے ایک عصا ہے اور ایک اون کا کپڑا پہنے ہوئے ہے اور اس کپڑے پر یہ لکھا ہے کہ "یہ نہ بیچی جا سکتی ہے نہ خریدی" اور ایک عجیب واقعہ یہ دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیئے ایک جگہ چر رہے ہیں، نہ تو بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں، نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں جب اس نے مجھے دیکھا تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا اے ابن زید اسوقت جاؤ یہ وقت وعدہ کا نہیں ہے کل آنا۔ میں نے پوچھا تجھے کس نے بتایا کہ میں ابن زید ہوں کہا کہ یہ خبر نہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح لشکر کی لشکر ایک جگہ ہیں جن ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں ایک دوسرے سے الفت کرتے ہیں اور جو وہاں ایک دوسرے سے ناواقف اور انجان رہے ان کا یہاں بھی اختلاف رہتا ہے پھر میں نے کہا مجھے کچھ اور نصیحت کر کہا جس بندہ کو دنیا کی کوئی چیز حق تعالیٰ نے دی اور وہ پھر اسی کی طلب میں رہا اللہ تعالیٰ اس سے اپنی خلوت کی محبت سلب فرما لیتا ہے اور قرب کو بعد سے بدل دیتا اور اس کی بجائے وحشت اس کے دل میں بٹھا دیتا ہے۔ پھر چند عبرتناک اشعار پڑھے۔ پھر میں نے پوچھا کہ بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ کس طرح رہتے ہیں نہ تو بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھیڑیئے انہیں ستاتے ہیں، کہا جاؤ یہ باتیں مت کرو میں نے اپنے مولا سے صلح کر لی ہے اس لیے اس نے بھیڑیئے اور بکریوں میں موافقت کر دی۔

(۲۸) **ابو الربیع** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور محمد بن المنکدر اور ثابت بنانی رحمہم اللہ ایک رات ریحانہ مجنونہ رحمۃ اللہ علیہا کے پاس رہے شروع رات میں انہیں دیکھا کہ انہوں نے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھا۔ ؎

قَامَ الْمُحِبُّ اِلَى الْمُؤَمَّلِ قَوْمَۃً　　　كَادَ الْفُؤَادُ مِنَ السُّرُوْرِ يَطِيْرُ

یعنی عاشق اپنی امیدگاہ کے سامنے اس طرح کھڑا ہے کہ دل خوشی کے مارے اڑا جا رہا ہے اور جب آدھی رات ہوئی تو یہ شعر پڑھے۔ ؎

لا تانس بمن توحشك نظرته　　　فتمنعن من التذكار في الظلم
واجهد وكد وكن في الليل اذا اشتهى　　　يسقيك كأس وداد العز والكرم

یعنی جس کی طرف دیکھنا تجھے وحشت میں ڈالتا ہو اس سے انس و الفت مت کر کیونکہ وہ شی تاریکیوں میں تجھ کو ذکر سے روک دے گی اور راہِ اللہ کی راہ میں محنت و مشقت کر اور رات کو غمگین رہ اس کے صلہ میں حق تعالیٰ تجھ کو اپنی دوستی اور بخشش کے پیالے سے سیراب کرے گا۔

جب صبح قریب ہوئی تو بہت ہی حسرت و افسوس کے ساتھ آہ و نالہ کیا میں نے پوچھا اس قدر غم و الم کیوں کرتی ہو تو جواب میں یہ شعر پڑھا :۔

ذهب الظلام بانسه و بالفه ۔ لیت الظلام بانسه یتجدد

یعنی رات تاریکی اپنی انس اور محبت کے ساتھ لے گئی۔ اے کاش یہ تاریکی اسی انس کے ساتھ پیدا ہوتی رہتی۔

(۲۹) عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے بصرہ سے نکل کر دشت پیمائی شروع کی چلتے چلتے کچھ خانہ بدوش بدویوں پر گذر ہوا جو خیموں میں سکونت رکھتے اور زراعت کرتے تھے میں ان کے خیموں کی سیر کرنے لگا۔ اثناء سیر میں ایک خیمہ کے اندر ایک مجنونہ لڑکی دیکھی کہ جس کے بدن پر صوف کا ایک جبہ تھا اور اس جبہ پر یہ مضمون لکھا تھا کہ" لونڈی نہ بیع کی جائے اور نہ خریدی جائے"۔ میں نے اس کے قریب جاکر سلام کیا لیکن اس نے سلام کا جواب نہ دیا اور تھوڑی دیر کے بعد چند اشعار پڑھے۔ میں نے پوچھا یہ کھیتی کس کی ہے کہا اگر صحیح سلامت رہ گئی تو ہماری ہے میں اُسے وہیں چھوڑ کر ایک اور خیمہ میں گیا کہ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہوئی میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں بھی آج دیکھتا ہوں کہ اس بارش کی نسبت یہ مجنونہ کیا کہتی ہے۔ یہ سوچ کر باہر نکلا دیکھا تو تمام زراعت غرق ہو گئی اور وہ کھڑی کہہ رہی ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے میرے دل میں اپنی محبت کی خالص شراب بھر دی ہے میرا قلب آپ کی رضا کا یقین رکھتا ہے۔ پھر میری طرف التفات کر کے کہا اے شخص دیکھ اسی نے تو یہ کھیتی بوئی اور اسی نے اگائی اور اسی نے قائم کی اور اسی نے بالیں نکالیں اور اسی نے اس کو بارش سے سیراب کیا اور اسی نے اس کی حفاظت کی جب کٹنے کے قریب ہوئی تو اسی نے اس کو تباہ بھی کر دیا پھر آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا اے اللہ یہ سب تیرے بندے ہیں اور ان کا رزق تیرے ذمہ ہے اب تو جو چاہے کر..... میں نے کہا تو کس طرح صبر کرتی ہے کہا اے عتبہ چپ رہ میرا معبود بے نیاز اور تعریف کیا گیا ہے۔ ہر دن اس کے ہاں مجھے تیار رزق ملتا ہے۔ عتبہ فرماتے ہیں کہ اب جب مجھے اس کا کلام یاد آجاتا ہے تو ایک قسم کا ہیجان پیدا ہو کر رونا آجاتا ہے۔

(۳۰) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض لوگوں نے بیان کیا کہ کوہ لکام میں ایک عارف رہتا ہے مجھے اس کے ملنے کا شوق..... ہوا جب اس پہاڑ پر پہنچا تو دُور سے سنائی دیا کہ کوئی شخص نہایت درد اور گریہ وزاری کے ساتھ یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔ ؎

یَا ذَا الَّذِی اَنِسَ الفُؤَادُ بِذِکْرِہٖ انتَ الَّذِی مَا اِن سِوَاکَ اُرِیدُ
تُفنِی اللَّیَالِی وَالزَّمَانُ بِاَسرِہٖ وَھَوَاکَ غَضٌّ فِی الفُؤَادِ جَدِیدُ

یعنی اے وہ ذات کہ جس کے ذکر سے میرے قلب نے سکون پایا ہے تیرے سوا میں کسی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ راتیں اور زمانہ تمام فنا ہو جاتا ہے لیکن تیری محبت ویسی ہی جی میں تر و تازہ اور ہری بھری ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں یہ آواز سن کر اس طرف چلا کہ جس طرف سے یہ آواز آئی۔ جب میں اس مقام پر پہنچا دیکھا کہ ایک خوبصورت حسین خوش آواز جوان بیٹھا ہے مگر اس کی تمام خوبصورتی اور حسن خاک میں مل رہا ہے اور وہ نہایت لاغر اور زرد پڑ کر آتش عشق میں سوختہ جان مضطرب و حیران ہے۔ میں نے سلام کیا۔ وہ سلام کا جواب دے کر ششدر رہ گیا اور پھر یہ اشعار پڑھے۔

اَعْمَیْتُ عَیْنِی عَنِ الدُّنْیَا وَزِیْنَتِھَا فَاَنْتَ وَالرُّوحُ مِنِّی غَیرُ مُفتَرِقٖ
اِذَا ذَکَرْتُکَ وَافیٰ مُقْلَتِی اَرَقٌ مِنْ اَوَّلِ اللَّیْلِ حَتّیٰ مَطْلَعِ الْفَلَقِ
وَمَا انطَبَقَتِ الاَحدَاقُ عَنْ سِنَۃٍ اِلَّا وَعَیْنُکَ بَیْنَ الجَفنِ وَالحَدَقِ

یعنی میں نے دنیا اور اس کی زینت سے اپنی آنکھ کو اندھا کر لیا ہے لیکن اے اللہ آپ اور میری روح یہ آپس میں جدا نہ ہوں گے اور اے اللہ جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں تو میری آنکھوں میں شام سے صبح تک بیداری رہتی ہے + اور جب میری آنکھ نیند سے جھپکنا چاہتی ہے تو میں اپنی آنکھ کے سامنے آپ کو جلوہ آرا دیکھتا ہوں۔

پھر فرمایا ذوالنون تم کہاں اور ہم کہاں تم مجنونوں کے پیچھے کیوں پڑے کیسے تشریف لائے۔ ذوالنون فرماتے ہیں میں نے کہا مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے اس لیے حاضر ہوا ہوں۔ فرمایا پوچھو۔ میں نے کہا تمہارے نزدیک کس شئی نے تنہائی کو محبوب بنا دیا اور کس چیز نے تمہیں جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرایا۔ فرمایا محبت نے مجھے جنگل اور پہاڑوں میں پھرایا اور میرے شوق نے مجھے برانگیختہ کیا اور میرے عشق نے مجھے سب سے علیحدہ کر دیا۔ پھر کہا اے ذوالنون کیا تمہیں دیوانوں کی باتیں اچھی لگتی ہیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھے ایسے لوگوں کی باتیں بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں اور ان سے مجھے رقت اور حزن طاری ہوتا ہے۔

ذوالنون فرماتے ہیں کہ وہ جوان پھر میرے سامنے سے غائب ہو گیا اور پتہ نہ لگا کہ کہاں گیا۔

(۳۱) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض احباب نے کہا کہ کوہ مقطم میں ایک لڑکی اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرنے والی ہے۔ میرے دل میں اس سے ملنے کا شوق ہوا اور وہاں پہنچ کر اُسے تلاش کیا وہ نہ ملی مگر ایک عابد زاہد لوگوں کے ایک گروہ میں سے ایک شخص سے ملا اور ان سے حال پوچھا تو کہا۔ تم داناؤں سے بھاگتے ہو اور دیوانوں کو پوچھتے ہو میں نے کہا آپ بتا تو دیں کہ وہ مجنونہ کہاں ہے۔ کہا کہ وہ فلاں جنگل میں ہے۔ میں ان کے بتائے ہوئے پتہ پر گیا دور سے ایک غمناک آواز سُنی۔ میں اس آواز کے پیچھے گیا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی پتھر کی ایک چٹان پر بیٹھی ہے میں نے اُسے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دیکر کہا۔ ذوالنون انہیں دیوانوں سے کیا کام۔ میں نے کہا کہ کیا تو دیوانی ہے کہا اگر دیوانی نہ ہوتی تو لوگ مجھے کیوں دیوانی کہتے میں نے کہا تجھے کس شی نے دیوانہ بنا دیا۔ کہا ذوالنون اُس کی محبت نے مجھے دیوانہ اور اس کے شوق نے حیران کر دیا اور اس کی دریافت نے قلق اور تڑپ میں ڈال دیا کیونکہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے۔ اور شوق فؤاد میں اور دریافت کرنا سر میں، میں نے پوچھا لڑکی کیا فؤاد اور شے ہے اور قلب اور کچھ ہے کہا ہاں فؤاد قلب کے نور کو بولتے ہیں اور سر فؤاد کے نور کو، سو قلب تو محبت کرتا ہے اور فؤاد مشتاق ہوتا ہے اور سر پاتا ہے۔ میں نے پوچھا سر کس شی کو پاتا ہے کہا حق کو، میں نے پوچھا حق کو کس طرح پاتا ہے۔ کہا ذوالنون حق کو پانا بلاکیف ہوتا ہے۔ میں نے کہا بھلا نیز حق کو پانے میں صادق ہوتا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی اس نے رونا شروع کر دیا اور اس قدر روئی کہ قریب تھا کہ اس کی جان تک نکل جائے۔ جب ہوش میں آئی تو بہت سے ہائے کے نعرے مارے اس کے بعد چند اشعار درد انگیز پڑھے پھر ایک چیخ ماری اور کہا دیکھ صادق اور سچے لوگ اس طرح جاتے ہیں پھر اس پر غشی طاری ہوئی میں نے پاس جاکر جو اسے ہلایا تو مردہ پایا۔ میں نے کوئی چیز ڈھونڈی کہ جس سے اس کے لیے قبر کھودوں دیکھا تو وہ میری نظروں سے غائب ہوگئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

(۳۲) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کوفہ کی جامع مسجد میں تین دن رہا نہ کھانا کھایا نہ پانی پیا۔ جب چوتھا دن ہوا تو بھوک نے مجھے شکستہ وخستہ کر دیا اسی حالت شکستگی میں بیٹھا تھا کہ ایک دیوانہ مسجد کے دروازے سے آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک بڑا بھاری پتھر تھا اور گردن میں بڑا بھاری طوق پڑا ہوا تھا، لڑکے اس کے گرد تھے وہ دیوانہ مسجد میں چکر کھانے لگا جب وہ میرے سامنے آیا تو مجھے گھورنے لگا۔ میں اپنے جی میں گھبرایا اور دل میں کہا۔ خداوندا آپ نے مجھے بھوکا بھی رکھا اور پھر ایسے شخص کو مجھ پر مسلط کر دیا جو مجھے قتل کر دے۔ میرے جی میں یہ مضمون

آ ہی رہا تھا کہ اس مجنون نے میری طرف التفات کر کے یہ شعر پڑھا ؎

مُحلّ نَبَاتِ الصبرِ فِیکَ غَرِیزَۃٌ ٭ فَیَا لَیتَ شِعرِی ھَل لِصَبرِکَ اُخَر

یعنی قندِ صبر کا محل تیری ایک طبیعت ہے (یعنی تجھ میں صبر کے ٹھہرنے کی جگہ ہے) اے کاش مجھے خبر ہو کہ تیرے صبر کا کوئی اختتام بھی ہے۔ یہ سُن کر میرے ہوش ٹھکانے لگے اور میرا گھبرانا جاتا رہا اور کہا کہ اے مخدوم اگر امید نہ ہوتی تو میں صبر نہ کرتا۔ اس نے کہا کہ تیری امید کی جائے قرار کہاں ہے میں نے کہا میری اُمید کی جائے قرار وہی ہے جہاں عارفین کے افکار قرار پاتے ہیں۔ کہا واہ اے فضیل خوب کہا۔ بیشک عارفین کے قلوب کی آبادی افکار ہیں اور حزن وغم ان کے اوطان میں نے اس حزن کو پہچان لیا ہے اس لیے اس سے اُنس حاصل کیا ہے۔ عارفین ہی کے عقول صحیح اور ان کے دل انوارِ الٰہی میں ڈوبے ہوئے اور ان کی ارواح ملکوت اعلیٰ میں معلق ہیں۔

فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے مستانہ کلام نے مجھے ایسا بے خود بنا دیا کہ میں دس دن متواتر بے آب ودانہ پڑا رہا۔ اُسے بڑی خوشحالی نصیب ہو جو مخلوق سے وحشت پکڑے اور حق سے اُنس حاصل کرے۔

(۳۳) شبلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز بہلول مجنون جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ اور حالت یہ تھی کہ ایک بانس کا گھوڑا بنا رکھا تھا جیسا لڑکے بنا لیا کرتے ہیں، اور ہاتھ میں ایک کوڑا تھا اور بھاگ رہے تھے۔ میں نے پوچھا بہلول کہاں جا رہے ہو فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں پہنچنے جاتا ہوں۔ میں وہاں بیٹھ گیا۔ کچھ دیر بعد جو لوٹ کر آئے تو وہ بانس کا گھوڑا ٹوٹا ہوا تھا اور آنکھیں روتے روتے سرخ تھیں۔ میں نے پوچھا کیا گزری۔ فرمایا میں اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کر اس امید پر کھڑا ہوا کہ مجھے بھی خدام میں لکھ لیا جائے لیکن جب مجھے پہچانا تو دھتکار دیا۔

مؤلف کہتا ہے کہ بہلول رضی اللہ عنہ کا یہ قول عارف محب مقبول کے قول کے مثل ہے۔ جو قلب حزیں اور خوفِ الٰہی میں ڈوبے ہوتے سے صادر ہوا ہے۔

(۳۴) سرّی سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک روز قبرستان میں گذر ہوا دیکھا تو بہلول مجنون رضی اللہ عنہ بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا یہاں کیا کرتے ہو فرمایا میں ایسی قوم کا ہمنشین ہوں جو نہ مجھے ستاتی ہے نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرتی ہے۔ میں نے کہا اے بہلول کیا تم بھوکے نہیں ہوتے یہ سن کر مجھ سے منہ پھیر لیا اور یہ شعر پڑھا۔

تَجَوَّعْ فَاِنَّ الْجُوعَ مِنْ عِلْمِ التُّقٰی ٭ وَاِنَّ طَوِیْلَ الْجُوعِ یَوْمًا سَیَشْبَعُ

یعنی بھوکا رہا کر کہ بھوک تقویٰ کی علامت ہے اور بیشک بھوک والا عنقریب سیر ہو جائے گا۔

اور منقول ہے کہ ایک مجنون جو واقع میں سب سے زیادہ عقلمند تھے ایک مقبرہ کی طرف سے آرہے تھے کسی نے پوچھا کہاں سے آئے ہو فرمایا اس قافلہ کے پاس سے جو یہاں اترا ہوا ہے۔ اس نے کہا تمہاری ان سے کچھ بات چیت بھی ہوئی۔ انہوں نے تم سے کچھ کہا اور تم نے ان سے کچھ پوچھا فرمایا ہاں میں نے ان سے یہ پوچھا کہ تمہارا کوچ کب ہوگا۔ کہا جب تم یہاں آجاؤ گے۔

روایت ہے کہ کسی بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ یہ لوگ مجنون تو ہوتے ہیں اور باتیں حکمت اور معرفت کی کرتے ہیں یہ کیا راز ہے۔ فرمایا ان لوگوں میں قفل اور عقل دو چیزیں تھیں۔ جب حق تعالیٰ نے عقل ان سے لے لی تو قفل چھوڑ دیا اس لیے حکمت اور معرفت کی باتیں کرتے ہیں۔

(۳۵) عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بازار میں گیا۔ دیکھا تو وہاں ایک مجنونہ لونڈی فروخت ہو رہی ہے میں نے اُسے سات دینار دے کر خرید لیا اور اپنے گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا میں نے اسے دیکھا کہ اُٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے اس کا دم گھٹا جاتا تھا اور یہ مناجات کرتی تھی کہ اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم کیجئے یہ حال اس کا دیکھ کر مجھے اس کے جنون کی حالت معلوم ہوئی کہ اسے اس قسم کا جنون ہے۔ میں نے اس کی یہ مناجات سن کر کہا لونڈی تو اس طرح نہ کہہ بلکہ اس طرح کہہ اے اللہ تجھ سے میرے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر بولی چل دُور ہو۔ مجھے قسم ہے اس حق کی، اگر اُسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تجھے میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ رکھتا۔ پھر منہ کے بل گر پڑی اور یہ شعر پڑھے۔ ؎

اَلْکَرْبُ مُجْتَمِعٌ وَّالْقَلْبُ مُحْتَرِقٌ ... وَالصَّبْرُ مُفْتَرِقٌ وَّالدَّمْعُ مُسْتَبِقٌ

کَیْفَ الْقَرَارُ عَلٰی مَنْ لَّا قَرَارَ لَہٗ ... مِمَّا جَنَاہُ الْھَوٰی وَالشَّوْقُ وَالْقَلَقُ

یَارَبِّ اِنْ کَانَ شَیْءٌ فِیْہِ لِیْ فَرَجٌ ... فَامْنُنْ عَلَیَّ بِہٖ مَادَامَ بِیْ رَمَقٌ

یعنی اضطراب جمع ہونے والا اور دل جلنے والا ہے اور صبر الگ ہے اور آنسو آگے بڑھنے والے ہیں جس کو عشق اور شوق اور تڑپ کے حملوں سے بالکل چین نہیں اس کو بھلا کس طرح سکون اور قرار ہو۔ میرے رب اگر کوئی شی ایسی ہو کہ اس سے غم و حزن دفع ہو تو جب تک کچھ جان باقی ہے اس سے مجھ پر احسان فرمایئے۔

پھر نہایت بلند آواز سے پکاری کہ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب تک پوشیدہ رہا اور

اب مخلوق کو بھی خبر ہو چکی ہے۔ اب مجھ کو آپ اپنے پاس بلا لیجئیے، یہ کہہ کر زور سے ایک ایسی چیخ ماری کہ اس کے صدمہ سے جان دیدی اور کوچ کر گئی رحمۃ اللہ علیہا۔

(۳۶) شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن راہ میں میں نے ایک مجنون کو دیکھا کہ لڑکے اس کے پیچھے ڈھیلے پتھر مارتے ہیں اور اس کا سر اور منہ مارے پتھروں کے لہو لہان کر رکھا ہے۔ میں ان لڑکوں کو دھمکانے اور الگ کرنے لگا تو وہ لڑکے بولے کہ اے شیخ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دے ہم اسے قتل کریں گے۔ یہ کافر ہے میں نے پوچھا کہ اس میں کفر کی کیا بات ہے۔ کہنے لگے یہ اس بات کا مدعی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں اور اس سے باتیں بھی کرتا ہوں۔ میں نے لڑکوں سے کہا ذرا ٹھہرو میں اس کے پاس آیا دیکھا تو کچھ ہنس ہنس کر کہہ رہا ہے میں نے پاس جا کر غور سے سُنا تو اسے یہ کہتے پایا کہ یہ جو کچھ آپ سے صادر ہوا ہے نہایت بہتر ہے مجھ پر آپ نے ان لڑکوں کو مسلط کر دیا ہے کہ مجھ پر پتھراؤ کر رہے ہیں میں نے پوچھا کہ بھائی یہ لڑکے تمہارے ذمہ کچھ تہمت لگاتے ہیں۔ کہا اے شبلی کیا کہتے ہیں میں نے کہا لڑکے یہ کہتے ہیں کہ تم اس بات کے مدعی ہو کہ میں حق تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔ یہ سُن کر اس نے بڑے زور سے ایک چیخ ماری اور کہا قسم ہے شبلی اس ذات کی جس نے اپنی محبت سے مجھ کو شکستہ کر دیا ہے۔ اور اپنے قرب اور بُعد کے درمیان مجھے بھٹکا دیا اگر وہ مجھ سے ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی پردہ میں ہو جائے تو میں دردِ فراق سے پارہ پارہ ہو جاؤں۔ پھر مجھ سے منہ موڑ کر یہ کہتا ہوا بھاگا۔

خَیالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ وَمَثْوَاکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْب

یعنی تیرا خیال میری آنکھ میں ہے اور تیرا ذکر میرے منہ میں ہے اور تیرا ٹھکانا میرے دل میں ہے پھر تو کہاں غائب ہو سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں بہتر یہ ہے کہ اس بیت کو اس طرح بدل دیا جاوے [۵]

جمالُکَ فِیْ عَیْنِیْ وَذِکْرُکَ فِیْ فَمِیْ وَحُبُّکَ فِیْ قَلْبِیْ فَاَیْنَ تَغِیْبُ

یعنی تیرا جمال میری آنکھ میں اور تیرا ذکر میرے منہ میں اور تیری محبت میرے قلب میں ہے پھر تو کہاں غائب ہے۔ اور وجہ اس ترمیم کی یہ ہے کہ لفظ خیال اور مثوا ٹھکانا کو حق تعالیٰ کی طرف مضاف نہیں کر سکتے کہ وہ اس سے پاک اور منزہ ہے۔

(۳۷) محمد بن محبوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک مرتبہ بیمارستان میں گذر ہوا دیکھا کہ ایک لڑکا طوق و زنجیر سے جکڑا ہوا ہے مجھے دیکھ کر بے اختیار بولا اے محبوب کچھ خبر ہے کہ وہ مالک حقیقی مجھ سے اس طوق و زنجیر پر بھی راضی ہی ہے۔ یہ سب کچھ اسی کی محبت ہی میں ہے

---

[۵] یہ مصنف رحمۃ اللہ کا قال ہے اور مجذوب کا شعر حال الہذا "از قال تا راہ نہ نماید بہ حال" ۱۲ کاتب الحروف

پھر رویا...... اور چند اشعار دردناک پڑھے۔

(۳۸) علی بن عبدان رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس ایک مجنون رہتا تھا۔ دن کو دیوانہ اور رات کو اچھا خاصا ہوجاتا تھا۔ نماز پڑھتا۔ اللہ تعالیٰ سے مناجات اور گریہ وزاری کرتا میں نے اس سے پوچھا تو کب سے دیوانہ ہوا ہے کہا جب سے عارف ہوا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھے۔

اَنَا الَّذِیْ اَلْبَسَنِیْ سَیِّدِیْ　　لَمَّا تَقَرَّبْتُ لِبَاسَ الْوِدَادِ

فَصِرْتُ لَا اٰوِیْ اِلٰی مُوْنِسٍ　　اِلَّا اِلٰی مَالِكِ رِزْقِ الْعِبَادِ

یعنی میں وہ ہوں جس کو میرے مالک نے جب میں اس کا مقرب بن گیا دوستی اور اپنے عشق کا لباس پہنا دیا۔ اس لیے میں کسی مونس کی طرف سوائے رازق حقیقی کے قرار نہیں پکڑتا۔

محمد بن محبوب فرماتے ہیں کہ میں نکلا اور پھر جو اس سے ملا دیکھا تو دیوانہ ہو رہا ہے اور یہ آیت پڑھتا ہے اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا ھٰذَا نَصَبًا (تو ہمیں دے ہمارا صبح کا کھانا اس سفر سے ہم نے مشقت اٹھائی) میں سمجھ گیا کہ یہ بھوکا ہے، اسی وقت کھانا لاکر پیش کیا کھانا کھاکر پانی پیا اور چند اشعار حمد الٰہی میں پڑھے۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا:

اَلْزِمِ الْخَوْفَ مَعَ الْحُزْنِ　　اِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ تَرْبَحُ

وَاتْرُكِ الدُّنْیَا جَمِیْعًا　　اِنَّ تَقْوَی اللّٰہِ اَرْجَحُ

وَاجْتَھِدْ فِیْ ظُلْمَۃِ اللَّیْلِ　　سَلْ اِذَا مَا اللَّیْلُ اَجْنَحُ

وَاقْرَعِ الْبَابَ قَلِیْلًا　　فَلَعَلَّ الْبَابَ یُفْتَحُ

یعنی خوف اور حزن اور اللہ تعالیٰ کے تقوٰے کو لازمی کرلے نفع مند ہوگا اور تمام دنیا کو چھوڑ دے بیشک تقوٰی زیادہ بہتر اور راجح ہے، اندھیری رات میں (عبادت کے اندر) خوب کوشش کر جب رات خوب چھا جائے اس وقت مانگ (جو مانگنا ہے) اور دروازہ کچھ دنوں کھٹکھٹا (عبادت و ریاضت کر) امید ہے کہ دروازہ کھلے گا۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی بزرگ سے عرض کیا مجھے کوئی شئے تعلیم فرما دیجیے۔ جو نفع دے فرمایا مخلوق سے بھاگ اور ان سے میل جول نہ رکھ اس سے تیرا اتصال (باری تعالیٰ سے) تام اور کامل ہوگا اور عذاب کم ہوگا اس نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ فرمایا ؎

اَلْزِمِ الصِّدْقَ وَالتُّقٰی　　وَاتْرُكِ الْعُجْبَ وَالرِّیَا

وَاغْلِبِ النَّفْسَ وَالْهَوٰی تُرْزَقِ السُّؤَالَ وَالْمُنٰی

یعنی صدق اور تقوی کو اختیار کر اور عجب و ریا کو چھوڑ دے اور نفس اور اس کی خواہش پر غالب ہو اس سے تو اپنی تمنا اور مقصد پر فائز ہو گا۔

(۳۹) **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوہ لبنان کے ایک غار میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ ان کا سر اور داڑھی بالکل سفید اور سر کے بال غبار آلود ہیں اور وہ نہایت لاغر ہیں اور نماز میں مشغول ہیں جب انہوں نے سلام پھیرا تو میں نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پھر نیت باندھ لی اسی طرح عصر تک برابر نماز میں مشغول رہے پھر ایک پتھر کے سہارے بیٹھ گئے اور سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھنے لگے اور مجھ سے کچھ بات چیت نہ کی۔ میں نے خود ہی عرض کیا کہ حضرت میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے قرب سے مانوس فرما دے۔ میں نے کہا کچھ اور فرمایئے۔ فرمایا بیٹا جسے اللہ تعالیٰ اپنے قرب سے مانوس کر دیتا ہے اسے چار خصلتیں عطا فرماتا ہے۔ عزت بغیر خاندان۔ علم بے طلب۔ غنا بغیر مال۔ اُنس بے جماعت، یہ کہہ کر زور سے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے اور پورے تین دن بعد افاقہ پایا اٹھ کر وضو کیا اور مجھ سے پوچھ کر سب فوت شدہ نمازوں کی قضا کی اور مجھ سے سلام کر کے رخصت ہونے لگے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں تو تین دن اسی امید پر پڑا رہا کہ شیخ اور کچھ نصیحت فرمائیں گے اور مجھے اس وقت رونا آ گیا۔ فرمایا اپنے مولا کو دوست رکھ اور اس کے بدلہ کسی کی چاہت نہ کر کیونکہ اللہ کو دوست رکھنے والے ہی تمام بندوں کے سرتاج اور اللہ کے برگزیدہ اور اس کے خالص بندے ہیں۔ پھر ایک چیخ ماری اور جان بحق ہو گئے۔ کچھ دیر کے بعد عابدوں کی ایک جماعت پہاڑ سے اتری اور تجہیز و تکفین کرنے میں مشغول ہو گئی دفن سے فارغ ہونے کے بعد میں نے ان سے پوچھا، صاحبو! اس شیخ کا کیا نام تھا کہا کہ شیبان مصاب رحمہ اللہ تعالیٰ ونفعنا بہ

(۴۰) **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بیت المقدس کے صحرا میں چلا جا رہا تھا کہ ایک آواز میرے کان میں آئی کہ کوئی کہتا ہے۔ اے بے حد اور بے انتہا نعمتوں والے اور اے جود اور حقیقی بقا والے میری قلبی نگاہ کو اپنے میدان جبروت میں جولانی دیکر نفع مند کر اور میری ہمت کو اپنے لطف سے متصل فرما، اور اے رءوف اپنے جلال کے صدقہ مجھ کو متکبرین اور سرکشوں کی راہوں سے پناہ دے اور تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں مجھے اپنا خادم اور طالب رکھ اور اے میرے دل کے روشن کرنے والے اور اے میرے مطلوب حقیقی میرے قصد میں تو ہی

میرے ساتھ رہ۔ ذوالنونؒ فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب مضمون کو سُن کر اس آواز کے پیچھے ہولیا۔ شدہ شدہ معلوم ہوا کہ وہ آواز ایک عورت کی تھی جو ریاضات و مجاہدات کی آگ سے جل کر سوختہ مثل آتش ہوگئی تھی اور بدن پر اس کے ایک اُون کا کرتہ اور سر پر بالوں کا دوپٹہ تھا، مشقت نے اُسے بالکل لاغر بنا دیا تھا اور اندوہِ نہانی نے فنا کر رکھا تھا اور عشق الٰہی کی آگ نے پگھلا دیا تھا میں نے قریب جا کر کہا السّلام علیک جواب ملا وعلیکم السلام اے ذوالنون! میں نے تعجب سے کہا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تو نے میرا نام کس طرح جانا، تو نے آج کے سوا مجھے پہلے کبھی نہیں دیکھا کہا ذوالنون میرے محبوب حقیقی نے اسرار کے پردے مجھ سے اُٹھا دیئے ہیں اور قلب سے اندھاپن کھو دیا ہے اس لیے مجھے تیرا نام معلوم ہوگیا۔ ذوالنون فرماتے ہیں میں نے کہا تو اپنی مناجات پھر سُنا یہ سُن کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور کہا اے نور اور رونق والے میں تجھ سے سوال کرتی ہوں کہ جس شے کے شکر میں ادراک کرتی ہوں اُسے مجھ سے علیحدہ کر دے کیونکہ میں اس زندگی سے بہت متوحش ہوں۔ یہ کہکر ذراسی دیر کے بعد مُردہ ہو کر گر پڑی اور میں حیران و متفکر کھڑا رہ گیا تھوڑی دیر نہ گذری تھی کہ ایک بڑھیا آئی اور اس کے چہرہ کو دیکھ کر بولی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَکْرَمَھَا (تمام تعریف اللہ کو ہے جس نے اس کو معزز فرمایا) میں نے اس بڑھیا سے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے اور تم کون ہو اور یہ کیا قصہ ہے۔ کہا مجھے زہراء ولہانہ کہتے ہیں اور یہ میری بیٹی ہے۔ بیس برس سے اس کی یہی حالت ہے، لوگ تو یہ سمجھتے تھے کہ یہ دیوانی ہوگئی ہے مگر واقعی بات یہ ہے کہ شوق الٰہی نے اس کو اس حال پر پہنچایا تھا۔ سبحان اللہ کیا خوب کسی شاعر نے کہا ہے۔

قالوا جننت بمن تھوی فقلت لھم   ما لذۃ العیش الّا للمجانین

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ تو اپنے محبوب کے عشق میں دیوانہ ہوگیا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ زندگی کی لذت بھی دیوانوں کو ہی نصیب ہے (پھر میں کیونکر ایسا دیوانہ نہ بنوں)

(۴۱) **شیخ ابو عبداللہ اسکندری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ کوہِ رکام کی دشت پیمائی اس لیے اختیار کی کہ شاید مردانِ خدا سے کوئی نظر پڑے تو اس سے کچھ حاصل کروں۔ اتفاقاً میں ایک روز چند اشعار عشقیہ پڑھ رہا تھا کہ ایک عورت سنتی ہوئی آگئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر کسی مرد سے ملاقات ہوتی تو اچھا تھا، یہ خطرہ دل میں گذرا ہی تھا کہ بولی اے ابو عبداللہ تمہارا حال بھی بہت عجیب ہے بھلا جس شخص کو عورتوں کے مقامات تک بھی دسترس نہ ہو وہ مردوں کے ملنے کا کیا ارادہ کرے۔ میں نے کہا کہ تم نے تو بہت بڑا دعوٰی

کیا کہا وہ دعوی تو حرام ہے جو بے دلیل ہو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کونسی دلیل ہے ؟ کہا دلیل یہ ہے کہ مالک و محبوب حقیقی میرے لیے ایسا ہے جیسا کہ میں ارادہ کرتی ہوں کیونکہ میں اس کے لیے ایسی ہوں جیسا اس کا ارادہ ہے۔ میں نے کہا کہ اگر یہ بات ہے تو اچھی بھتی ہوئی مچھلی لائے کہا کہ لاحول ولا قوۃ تم نے تو بہت ہی ادنیٰ چیز کا سوال کیا یہ کیوں نہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ اشتیاق کے ایسے بازو عطا فرمائے کہ اس کے ذریعہ سے میری طرح اس تک اڑ جائے پھر یہ کہہ کر اڑ گئی ابو عبداللہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر بہت نادم ہوا اور اس وقت کوئی شئی اپنی ذلت سے زیادہ تلخ اور اس کے مرتبہ اور عزت سے زیادہ شیریں نہ معلوم ہوئی اور میں بھی اس کے پیچھے دوڑا اور کہا اے سیدہ تمہیں اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تمہیں دیا اور مجھے محروم کیا اور تم پر بخشش کی اور مجھے بے نصیب کیا خدا کے واسطے میرے لیے کچھ دعا کی امداد کرو کہا کہ تم کو تو مردوں کی دعا چاہیئے عورتوں سے کیا مطلب! میں نے کہا خیر اگر دعا نہیں کرتیں تو برائے خدا ایک نظر توجہ ہی سہی، کہا کہ جس رفیع حال میں میں مشغول ہوں وہ حالت تیری طرف نظر ڈالنے سے بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے کہا دو کلمات دعا ہی سہی، کہا کل صبح تو ایک دعا کرنے والے مقبول سے ملے گا، یہ کہہ کر روانہ ہو گئی اور میرے عیش کو تلخ کر گئی۔ خیر جوں توں شام ہوئی اور رات جس طرح گذری گذر گئی صبح ہوئی تو دیکھا سامنے سے ایک شخص گھٹنوں کے بل آرہا ہے اور چہرہ پر بزرگی کے علامات ہویدا ہیں اور محبت کے آثار نمایاں ہیں، انہیں دیکھ کر میرے دل میں خطرہ گذرا کہ اس عورت نے جس بزرگ کا ذکر کیا تھا وہی معلوم ہوتے ہیں۔ وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہو کر بولے ہاں ہاں میں وہی ہوں۔ میں نے کہا حضرت للہ کچھ ایسی دعا فرمایئے جس سے محبوب حقیقی تک کچھ دسترس ہو، فرمایا ابو عبداللہ جس میں کچھ دعوی نہ تھا اس کی دعا سے تو تم محروم رہے کیا تمہیں اس قدر بھی بصیرت نہیں کہ ریحانہ کوفیہ کو پہچانو۔ اب میں اس وقت تک دعا نہیں کر سکتا جب تک تم دیوانوں سے نہ ملو اور وہ کل تمہیں ملیں گے۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ غائب ہو گئے اور مجھ پر غم کے پہاڑ کے پہاڑ آپڑے دوسرے روز دیکھا کہ ایک قاری ایسی دردناک آواز اور غمناک قلب سے یہ آیت تلاوت کرتا ہے کہ سننے والا پانی پانی ہوا جاتا تھا۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ الآیۃ۔ میں یہ .... سن کر اس کی آواز پر مفتون ہو گیا اور اس سے کہا تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیری آواز میں یہ حسن بخشا ہے تو میرے قلب خستہ پر رحم کر۔ کچھ دیر بعد ایک شخص برآمد ہوا کہ محبت الٰہی سے چور چور تھا۔ بولا مجھے ایسے دیوانے سے کیا کام جس کے

آنسو کسی وقت بھی نہیں تھمتے۔ لیکن چونکہ تجھ کو دعا کے لیے میرے حوالے کیا گیا ہے اس لیے کہتا ہوں کہ ایسے دیوانوں کی درگاہ کو لازم پکڑ اور جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو مضبوط تھام لے۔ پھر میں نے ان سے عرض کیا حضرت اور کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا اپنے نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو چھوڑ دے، دنیا کے پاس بھی نہ جا کیونکہ یہ دنیا ایسی بے وفا ہے جو اس کے بڑے چاہنے والے ہیں انہیں تو ڈبو ہی دیتی ہے اور بیچ والوں کا گلا گھونٹتی اور کم درجہ والوں کو آگ میں جلا کر خاکِ سیاہ کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے اپنی قبولیت اور وصول وصدق سے بہرہ مند کر کے اپنے پسندیدہ لوگوں سے بنا دے اور انشاء اللہ میں تجھے لذتِ نظر سے محروم نہ کروں گا اور ان لوگوں میں تجھے کر دوں گا جو معاینہ کے بعد خبر پر قناعت کرتے ہیں۔

ابو عبد اللہ فرماتے ہیں کہ جو کچھ انہوں نے اشارہ فرمایا میں سمجھ گیا۔ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

(۴۲) ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں انطاکیہ کے ایک پہاڑ پر جا رہا تھا کہ ایک دیوانی سی لڑکی صوف کا جبہ پہنے ہوئے نظر پڑی میں نے سلام کیا اس نے جواب دیکر کہا تم ذوالنون ہو، میں نے حیران ہو کر پوچھا تو نے مجھے کس طرح پہچانا! کہا محبوب حقیقی کی معرفت سے پھر کہنے لگی ذوالنون میں یہ دریافت کرتی ہوں کہ سخا کیا چیز ہے۔ میں نے کہا سخاوت داد و دہش ہے کہا یہ تو دنیا کی سخاوت ہے دین کی سخاوت کیا ہے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں سعی کرنی۔ کہا جب بندہ طاعت میں سعی کرتا ہے تو محبوب حقیقی قلب پر متجلی ہوتا ہے لیکن اس وقت چاہیئے کہ تو اس سے کچھ نہ مانگے۔ اے ذوالنون بیس برس سے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک شئی طلب کروں مگر اس سے شرم آتی ہے کہ بُرے مزدور کی طرح ہو جاؤں گی کہ جب وہ کام کرتا ہے تو فوراً ہی اجرت مانگ لیتا ہے اس لیے میں تو اس کی تعظیم اور جلال کی وجہ سے کام کرتی ہوں یہ کہا اور روانہ ہوئی۔

(۴۳) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کے بیابان میں چلا جاتا تھا کہ ایک حبشی سے ملاقات ہوئی اور حالت اس کی یہ تھی کہ محبتِ الٰہی سے حیران پریشان اور نگاہ آسمان پر چڑھی ہوئی تھی۔ میں نے کہا اے بھن السلام علیک کہا ذوالنون! وعلیک السلام۔ میں نے پوچھا تو نے مجھے کس طرح پہچانا کہا اے بے وقوف اتنی بھی خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدن پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے روحیں پیدا کی تھیں، پھر جن میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی آپس میں الفت کرتے ہیں اور جن میں وہاں ناشناسائی ہوئی ان میں یہاں بھی اختلاف

ہے۔ چنانچہ اسی درمیان میں میری روح نے تیری رُوح کو پہچان لیا تھا۔ ذوالنون فرماتے ہیں کہ میں نے یہ باتیں سنکر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے اللہ تعالےٰ نے حکمت سکھلائی ہے۔ کچھ اپنے علم میں سے مجھے بھی تعلیم کر۔ کہا اے ابوالفیض اپنے اعضا پر عدل کی ترازو رکھ لے (یعنی اپنے اعضا کو شریعت کے تابع کر دے) تاکہ جو کچھ اللہ کے سوا ہے وہ سب کچھ گل کر فنا ہو جائے۔ اور قلب صاف وشفاف ہو جائے۔ سوائے اللہ کے کوئی اس میں نہ ہو اس وقت تجھے اپنے دروازہ پر جگہ دیں گے اور ایک نئی ولایت سے تجھے مشرف فرمائیں گے اور تمام چیزوں کے محافظین کو تیری طاعت کا حکم کر دیں گے۔ میں نے کہا اے بہن کچھ اور کہو۔ کہا اے ابوالفیض اپنے نفس میں سے کچھ اپنے نفس کے لیے حصہ لے (یعنی اپنے نفس کو طاعت میں مشغول رکھ) اور خلوت میں اللہ کی عبادت کر۔ پھر جب تو دعا کرے گا قبول ہو گی۔

(۴۴) حضرت ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تن تنہا بیت اللہ شریف گیا اور وہاں کی مجاورت اختیار کی اور میری عادت تھی کہ جب شب کو خوب تاریکی ہو جاتی تو میں طواف کرتا حسب عادت ایک دن طواف کر رہا تھا کہ ایک نوعمر لڑکی کو دیکھا کہ طواف کرتی جاتی ہے اور یہ اشعار نہایت ذوق وشوق سے گاتی ہے۔

اَبَی الحبّ ان یخفٰی وکم قد کتمتہ — فَاَصْبَحَ عِنْدِیْ قد اَنَاخَ وَطَنَّبَا

اِذا اشْتَدَّ شَوْقِیْ ھَامَ قَلْبِیْ بِذِکْرِہٖ — وَاِنْ رُمتُ قُرْبًا مِنْ حبیبی تَقَرَّبَا

ویبدُو ا فَاُفْنِیْ ثُمَّ اَحْیَا بِہٖ لَہٗ — وَیُسْعِدُنِیْ حتّٰی اَلَذُّ وَاَطْرَبَا

یعنی محبت اور عشق کو میں نے بہت چھپایا لیکن اب کسی طرح نہیں چھپ سکتا اس نے تو میرے پاس ڈیرہ ہی ڈال دیا۔ جب مجھے محبوب کا شوق زیادہ ہوتا ہے تو میرا دل اس کی یاد سے حیران ومضطرب ہوتا ہے اور اگر میں اپنے دوست کے قرب کا قصد کرتی ہوں تو وہ مجھے اپنی دولتِ قرب سے محروم نہیں فرماتا بلکہ قریب ہو جاتا ہے۔ اور جب میرا محبوب متجلی ہو جاتا ہے تو میں فنا ہو جاتی ہوں اور پھر اس کے لیے اور اسی کی دست گیری سے زندہ ہو جاتی ہوں اور وہی میری امداد کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کی عنایتوں سے لذت حاصل کرتی ہوں۔

حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا لڑکی! تو اللہ سے نہیں ڈرتی کہ بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار گاتی ہے۔ وہ میری طرف ملتفت ہوئی اور بولی۔ جنید! اگر خوفِ الٰہی نہ ہوتا تو میں کیوں خوابِ شیریں چھوڑتی۔ اسے خوف ہی نے تو مجھے میرے وطن سے

بے وطن کر دیا۔ اسی کے عشق میں تو میں بھاگی پھرتی ہوں، اسی کی محبت نے مجھے حیران بنا رکھا ہے پھر پوچھا جنید بتاؤ تم بیت اللہ کا طواف کرتے ہو یا ربّ بیت اللہ کا۔ میں نے کہا میں تو بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں۔ یہ سُن کر آسمان کی طرف منہ اُٹھایا اور بولی۔ سبحان اللہ آپ کی بھی کیا شان ہے۔ مخلوق جو خود مثل پتھروں کے ہے وہ پتھروں ہی کا طواف کرتی ہے۔ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں بے ہوش ہو گیا اور جب ہوش آیا تو پھر اس لڑکی کو نہ دیکھا۔

(۴۵) **ذوالنون مصری** رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنی اسرائیل میں ایک عورت سے ملا جو بالوں کا ایک کُرتہ پہنے اور اون کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اور ہاتھ میں ایک لوہے کا عصا تھا میں نے قریب جا کر سلام کیا۔ سلام کا جواب دے کر کہا۔ مردوں کو عورتوں سے کیا مطلب ہے۔ میں نے کہا تمہارا بھائی ذوالنون ہوں۔ کہا مرحبا! آیئے میں نے پوچھا تم یہاں کس شغل میں ہو، کہا میرا شغل کیا پوچھتے ہو۔ میری حالت تو یہ ہے کہ جب کسی ایسے شہر میں میرا گذر ہوتا ہے کہ وہاں میرے محبوبِ حقیقی کی مخالفت اور نافرمانی ہوتی ہو تو وہاں کا رہنا مجھے گراں گزرتا ہے کہ پھر کوئی اور پاک جگہ ڈھونڈتی ہوں اور وہاں جا کر اپنے قلب سے جو شدتِ شوق سے سوختہ وگداختہ ہو رہا ہے مناجات کرتی ہوں۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کہا کہ تم تو محبوبِ حقیقی کی باتیں خوب کرتی ہو بھلا یہ تو بتاؤ کہ محبت کی حقیقت کیا ہے؟ کہا سبحان اللہ تم ایسے جلیل القدر واعظ اور حکیم ہو کر مجھ سے محبت کی حقیقت دریافت کرتے ہو سنو محبت کی شان یہ ہے کہ جب وہ شروع ہوتی ہے تو محب کو ایک دائمی الم اور قلق لگ جاتا ہے شدہ شدہ کثرتِ محبت سے اہلِ محبت کی ارواح غایت صفائی پر پہنچ جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنی محبت کے مزیدار جام سے سیراب کرتا ہے جسے وہ خوب مزے لے کر پیتے ہیں یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ پھر جب ہوش میں آئی تو یہ اشعار پڑھے ؎

اُحِبُّكَ حُبَّيْنِ حُبَّ الْهَوٰى	وَحُبًّا لِاَنَّكَ اَهْلٌ لِذَاكَا
فَاَمَّا الَّذِيْ هُوَحُبُّ الْهَوٰى	فَذِكْرٌ شَغَلْتُ بِهٖ عَنْ سِوَاكَ
وَاَمَّا الَّذِيْ اَنْتَ اَهْلٌ لَهٗ	فَكَشْفُكَ لِلْحُجْبِ حَتّٰى اَرَاكَا
وَلَاحَمْدَ فِيْ ذَا وَلَا ذَاكَ لِيْ	وَلٰكِنْ لَّكَ الْحَمْدُ فِيْ ذَا وَذَاكَا

یعنی اے محبوبِ حقیقی مجھے آپ سے دو قسم کی محبت ہے ایک محبت تو اس وجہ سے کہ مجھ میں اس کا

اقتضا ہے اور دوسری قسم کی محبت اس واسطے کہ آپ محبوب بننے کے اہل ہیں۔ پہلی قسم کی محبت جس کا اقتضا مجھ میں ہے اس کا اثر تو ذکر ہے کہ جس سے آپ نے اپنے ماسوا سے مجھے علیحدہ کر دیا ہے اور وہ دوسری قسم کی محبت کہ جس کے آپ اہل ہیں اس کا ثمرہ یہ ہے کہ آپ حجاب سامنے سے اُٹھا دیں تاکہ میں آپ کو دیکھوں، اور دونوں قسم کی محبت میں میرا کچھ کمال نہیں اس لیے میری کوئی اس میں حمد نہیں بلکہ ہر صورت میں آپ کے ہی لیے حمد اور ستودگی ثابت ہے۔

(۸۷) محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں شام کے ایک شہر سے آ رہا تھا راستہ میں ایک جوان کو دیکھا کہ ایک صوف کا جبہ پہنے ہوئے ہے ہاتھ میں عصا ہے میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے کہا میں نہیں جانتا پھر پوچھا کہاں سے آ رہے ہو کہا خبر نہیں۔ اس کی ان باتوں سے میں یہ سمجھا کہ پاگل ہے۔ پھر میں نے پوچھا تجھے کس نے پیدا کیا ہے یہ سنتے ہی اس کا رنگ ایسا زرد پڑ گیا جیسے کسی نے زعفران سے رنگ دیا ہو، کہا مجھے ایسی ذات نے پیدا کیا ہے جس کی شان یہ ہے (یعنی یہ کہ اس نے مجھے زرد کر دیا) میں نے کہا تو گھبرا نہیں میں کوئی اجنبی شخص نہیں بلکہ تیرا بھائی ہوں، مجھ سے تنگ نہ ہو کہنے لگا قسم ہے اللہ کی اگر مجھ کو لوگوں سے الگ رہنے کی اجازت مل جاتی تو کسی ایسے بلند پہاڑ پر کہ جس پر چڑھنا دشوار ہو چلا جاؤں یا کسی غار میں چھپ جاؤں کہ دنیا اور اہلِ دنیا سے راحت مل جاتی۔ میں نے کہا دنیا نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جو تم اس سے اس قدر ناراض ہو کہا ایک قصور تو اس نے یہی کیا ہے کہ اس کے نقصان ہمیں نظر نہیں آتے۔ میں نے کہا کہ اس نابینائی کا کچھ علاج بھی تمہارے پاس ہے کہا علاج تو ہے لیکن سخت مشکل ہے تم سے ہو نہ سکے گا کوئی سہل سی دوا استعمال کرو۔ میں نے کہا بہتر ہے کوئی لطیف دوا بتلا دو۔ فرمایا مرض بیان کرو، میں نے کہا مرض حبِ دُنیا، سُنکر ہنسا اور کہا کہ اس سے زیادہ کوئی مرض نہیں اس کا علاج یہ ہے کہ تازہ تازہ زہر کے جام نوش کرو اور سخت سخت مصائب جھیلو میں نے کہا اس کے بعد کیا کروں فرمایا اس کے بعد صبر کے تلخ گھونٹ پیو مگر اس میں جزع و فزع نہ ہو اور جس لعب میں راحت نہ ہو اس کا شربت پیؤ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا اس کے بعد وحشت بلا انس اور فراق بلا اجتماع کا بوجھ اُٹھاؤ میں نے کہا پھر کیا کروں کہا پھر اپنے محبوب سے تسلی اور صبر ہے اگر معالجہ کا ارادہ ہو تو اس کا استعمال کرو ورنہ گوشۂ عافیت اختیار کر دو اور فتنوں سے الگ رہو۔ پھر میں نے پوچھا کہ کوئی ایسا عمل بتائیے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو کہا بھائی میں نے سب عبادتوں کو خوب آزمایا ہے مجھ کو تو لوگوں سے الگ رہنا سب سے زیادہ نافع معلوم ہوتا ہے قلب کے اگر دس

حصّے کیے جائیں تو نو حصّوں کا تعلّق تو لوگوں سے ہے اور ایک حصّہ اور دنیا سے علاقہ رکھتا ہے۔ سو وہ شخص تنہا رہنے پر قادر ہو گیا اور اس نے قلب کے نو حصّوں پر قبضہ کر لیا اس کے بعد وہ چلا گیا اور پھر میں نے نہ دیکھا۔

(۴۷) **ایک بزرگ** فرماتے ہیں کہ ایک طبیب پر میرا گذر ہوا دیکھا کہ اس کے چاروں طرف مریضوں کی بھیڑ لگ رہی ہے اور وہ ان کو ان کے مرض کے مناسب دوائیں بتا رہا ہے میں بھی اس کے سامنے گیا اور نبض دکھائی، تھوڑی دیر نبض دیکھ کر سر جھکایا۔ پھر کہا تم صبر کی جڑ کے پتّے، تواضع کا ہلیلہ اور تمام اجزاء کو یقین کے ظرف میں رکھو اور اس پر آب خوف وحیا ڈالو پھر اس کے نیچے آتش حزن واندوہ روشن کر دو پھر اس کو مراقبہ کی چھلنی سے جام رضا میں چھانو پھر شراب توکّل سے ممزوج کر کے جام استغفار میں بھر کر دست صدق سے پکڑ کر پی جاؤ۔ پھر تقویٰ کے پانی سے کلی کر ڈالو اور حرص وطمع سے پرہیز رکھو، انشاءاللہ صحت یاب ہو گے۔

(۴۸) **حضرت علی** کرم اللہ وجہہ بصرہ کے ایک کوچہ میں تشریف لے جا رہے تھے دیکھا کہ لوگوں کا ایک بڑا بھاری حلقہ ہے اور مخلوق اس کے گرداگرد گردنیں اُٹھا اُٹھا کر دیکھ رہی ہے، یہ دیکھ کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی وہاں تشریف لے گئے تاکہ معلوم کریں کہ کس وجہ سے یہ خلقت جمع ہے۔ دیکھا کہ ایک نوجوان شخص وقار اور سکینت سے آراستہ کرسی پر بیٹھا ہے اور لوگ اس کے پاس قارورہ کی شیشیاں لا رہے ہیں اور وہ مریضوں کے مرض کی تشخیص کر رہا ہے اور جو دوا جس جس کے مناسب ہے بتا رہا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے پاس تشریف لے گئے سلام کر کے پوچھا تمہارے پاس گناہ کی بھی کوئی دوا ہے کہ اس کے معالجہ سے سب طبیب عاجز آ گئے ہیں، طبیب نے یہ سُن کر سر جھکا لیا اور دیر تک اسی حالت میں رہا حضرت امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ نے پھر دوبارہ پوچھا اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ پھر پوچھا اس نے سر اُٹھا کر سلام کا جواب دیا اور کہا اب فرمایئے آپ کیا دریافت فرماتے ہیں۔ فرمایا تم گناہوں کی دوا بھی جانتے ہو کہا ہاں اوّل بستانِ ایمان میں جاؤ اور وہاں سے یہ ادویہ۔ بیخ نیت، حب ندامت، برگ تدبیر، تخم ورع، ثمر فقہ، شاخ یقین، مغز اخلاص، قشر اجتہاد۔ بیخ توکل، اکمام اعتبار، تریاق تواضع خضوع قلب اور فہم کامل سے کف توفیق اور انگشتانِ تصدیق سے لو۔ پھر ان سب کو طبق تحقیق میں رکھ کر آبِ اشک سے شستہ کر کے رجاء کی دیگ میں رکھو۔ پھر اس پر آتش شوق اسقدر روشن کرو کہ اس پر حکمت کا کف آجائے پھر اس کو رضا کے پیالوں میں نکالو اور استغفار کے

پنکھے سے ٹھنڈا کرو۔ اس سے ایک عمدہ شربت تیار ہو جائے گا۔ پھر اُسے ایسی جگہ جا کر استعمال کرو کہ وہاں خدا کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو انشاء اللہ تعالیٰ گناہوں کا مرض جاتا رہے گا۔ اس کے بعد اس طبیب نے ایک چیخ ماری اور واصل بحق ہوا۔ یہ قصہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ تو تو دنیا اور آخرت دونوں کا طبیب ہے۔ پھر اس کی تجہیز و تکفین کا حکم فرمایا۔

(۴۹) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک طبیب کو دیکھا کہ اس کے اردگرد عورتوں اور مردوں کا بے شمار مجمع ہے اور وہ ہر ایک کو مناسب دوا بتاتا ہے میں نے بھی اس کے پاس جا کر سلام کیا اور کہا آپ مجھ کو ذنوب کی دوا بتائیے۔ اس نے تھوڑی دیر سر جھکایا پھر سر اٹھا کر کہا اگر میں بیان کروں تو سمجھو گے! میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ، کہا اوّل یہ اجزاء جمع کرلو۔ بیخ صبر، برگ شکر، ہلیلہ تواضع، ہلیلۂ خشوع، روغن بنفشۂ ہیبت، خطمی محبت تمر ہندی سکنیت، گلاب صدق، ان سب اجزاء کو لے کر احکام کی دیگچی میں ڈال کر آب احکام سے تر کرکے اس کے نیچے نارِ اشتیاق و سوزش روشن کرو اور کفچۂ عظمت سے ہلاؤ کہ اس پر حکمت کا کف آجائے جب صفائے فکر سے خوب صاف ہو جائے تو اس کو جامِ ذکر میں رکھو اور پھر رضا کی چھلنی سے چھان کر اس میں خمیرۂ ثابت اور عمل میں حل کر کے منقل اور ملاؤ...... پھر حانوتِ خلوت میں جا کر پیو اور آبِ وفا سے کلی کرلو اور خوف اور گرسنگی کی مسواک کرو اور اوپر سے قناعت کا سیب کھالو اور اپنے لبوں کو اعراض ماسوی اللہ کے رومال سے صاف کر لو یہ شربت انشاء اللہ گناہوں کو بالکل زائل کردے گا اور اللہ تعالیٰ اپنا قرب عطا فرما دے گا۔

(۵۰) ایک بزرگ بیمار ہوئے اور بہت ضعیف ہو گئے اور رنگ زرد پڑ گیا لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت کسی طبیب کو بلائیں وہ کوئی دوا تجویز کردے گا فرمایا خود طبیب ہی نے تو مجھے بیمار کیا ہے۔ اور یہ شعر پڑھا ؎

کَیْفَ اَشْکُوْ اِلیٰ طَبِیْبِیْ مَا بِیْ ۔۔۔ وَالَّذِیْ بِیْ اَصَابَنِیْ مِنْ طَبِیْبِیْ

یعنی میں اپنی تکلیف کی اپنے طبیب سے کس طرح شکایت کروں حالانکہ یہ جو کچھ مجھے پیش آ رہا ہے، میرے طبیب ہی کی طرف سے ہے۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے بہت سے ایسے بندے ہیں کہ انہوں نے گناہوں کے بہت سے درخت لگائے اور پھر ان کو آب توبہ سے سینچا تو ان میں ندامت اور حزن کے

پھل لگے اور بغیر جنون کے مجنون ہو گئے اور بلا کسی عیب کے کند ذہن بن گئے اور باوجود بلیغ و فصیح ہونے کے گونگے ہو گئے اور حالت ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت میں وُہ کامل ہیں پھر انہوں نے جامِ صفا پیا تو اُن کو طولِ بلا کے ساتھ صبر کی میراث ملی۔ پھر اُن کے دل ملکوت میں والہ و حیران ہوئے اور ان کے افکار جبروت کے سراپردوں میں جولانی کرنے لگے اور ندامت کے پتوں کا سایہ حاصل کرنے لگے اور خطاؤں کے صحیفہ کی تلاوت میں مشغول ہوتے (یعنی ان کو اپنی خطائیں پیش نظر ہو گئیں، اور جزع و فزع کی دولت ان کو ملی) یہاں تک کہ وہ ورع کے زینہ کے ذریعہ سے بام زہد پر پہنچ گئے اور ترک دنیا کی تلخی انہیں شیریں معلوم ہونے لگی۔ اور سخت بستر کی سختی کو وہ مثل حریر نرم سمجھنے لگے یہاں تک کہ وہ کمند نجات اور سلامتی کے عروۃ الوثقیٰ پر فائز ہوتے اور ان کی ارواح ملاء اعلیٰ کی سیر کرنے لگیں اور بستانِ نعیم میں مقیم ہو گئے اور بحر حیات میں گھُس گئے اور خواہشاتِ نفسانیہ کے ٹیلوں سے گذر کر صحن علم میں جا اُترے اور حوضِ حکمت سے سیراب ہوتے اور کشتیِ عطیہ میں سوار ہو کر بستانِ راحت اور معدنِ عزّ و کرامت میں پہنچ گئے۔

اور نیز حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ اپنی مناجات میں فرماتے ہیں اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جن کی ارواح عالم ملکوت میں حیران ہیں اور جن کے لیے جبروت کے حجاب کھول دیئے گئے ہیں اور وہ بحرِ یقین میں غوطہ مار رہے ہیں اور بستانِ متقین میں گشت لگا رہے ہیں اور توکل کی کشتی میں سوار ہیں اور جداولِ قرب میں ہوائے محبت سے بہ کر ساحلِ اخلاص پر آ لگے ہیں اور بارِ خطیّات کو پس پشت ڈال کر طاعات کو لے لیا ہے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین

(۵۲) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مطہرہ پر نو اولیاء اللہ کو دیکھا میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ ان میں سے ایک نے میری طرف ملتفت ہو کر فرمایا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا تمہارے ساتھ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے اور میں نے سُنا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء مع من احبّ یعنی آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے اسکو محبت ہے، پھر ایک نے ان میں سے کہا، جہاں ہم جاتے ہیں وہاں تم نہیں جا سکتے کیونکہ وہاں وہی شخص جا سکتا ہے جس کی عمر چالیس سال کی ہو، پھر ایک اور نے کہا اُنے دو کیا عجیب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی وہاں جانا نصیب کر دے۔ القصہ میں چلا اور زمین ہمارے نیچے سے خود بخود قطع ہوتی جاتی تھی چلتے چلتے ایک ایسے شہر میں پہنچے کہ وہ چاندی، سونے سے

بنایا گیا تھا اور وہاں کے درخت خوب گنجان تھے اور نہریں جاری تھیں اور عمدہ عمدہ میوے بکثرت تھے۔ غرض ہم اس شہر کے اندر گئے اور وہاں سے انواع انواع کے میوے کھائے اور تین سیب وہاں کے میں نے اپنے پاس رکھ لیے اور انہوں نے بالکل منع نہیں کیا۔ جب وہاں سے واپس آنے لگے تو میں نے پوچھا یہ کونسا شہر ہے فرمایا یہ اولیاء اللہ کا شہر ہے جب ان کا سیر کرنے کو جی چاہتا ہے تو جہاں کہیں وہ ہوں ان کے سامنے یہ شہر ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن چالیس سال سے کم عمر کا سوائے تیرے یہاں آج تک کوئی نہیں آیا۔ پھر جب ہم مکہ آئے تو میں نے ایک دامغانی کو ان سیبوں میں سے ایک سیب دیا۔ اس نے پھینک دیا۔ اس پر میرے ہمراہیوں نے مجھے ملامت کی اور کہا کہ جب تو گرسنہ ہو تو اس باقی سیب سے کھالینا وہ بدستور رہے گا۔ فنا نہ ہوگا۔ القصہ میں اپنے گھر آیا اور میرے پاس ایک سیب باقی تھا۔ میری بہن مجھ کو آ کر لپٹ گئی اور کہنے لگی کہ بھائی جو تم ہمارے واسطے سفر سے ایک عجیب چیز لاتے ہو وہ لاؤ۔ میں نے کہا کیا عجیب چیز لاتا مجھے دنیا کی کیا چیز میسر ہوتی ہے جو تمہارے لیے لاتا، اس نے کہا وہ سیب کہاں ہے۔ میں نے اسے چھپا لیا اور کہا کونسا سیب اس نے کہا ہم سے کیوں چھپاتے ہو۔ تمہیں تو اس شہر کی سیر دھکے کھا کر نصیب ہوئی اور مجھے تو بیس برس کی عمر ہی میں اس شہر میں لے گئے تھے اور واللہ بغیر میری خواہش کے مجھے بلایا گیا تھا۔ میں نے کہا بہن یہ کیا کہتی ہو مجھ سے تو ایک بزرگ نے یہ فرمایا کہ چالیس سال سے کم عمر والا اس میں کوئی آج تک سوائے تیرے نہیں آیا۔

کہا ہاں یہ قاعدہ مریدین اور عشاق کے لیے ہے اور جو مراد اور محبوب ہیں وہ اس میں جب چاہیں جا سکتے ہیں اور اس سے کچھ راضی نہیں ہوتے اور تم جب چاہو میں اس شہر کو دکھلا سکتی ہوں۔ میں نے کہا اچھا اب دکھاؤ اس نے کہا اچھا دکھاتی ہوں۔ یہ کہہ کر آواز دی کہ لے شہر حاضر ہو! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس کے کہتے ہی بعینہ وہی شہر آنکھوں سے دیکھ لیا اور دیکھا کہ وہ شہر میری بہن کی طرف جھک رہا ہے۔ میری بہن نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر مجھ سے پوچھا کہ اب بتاؤ تمہارا سیب کہاں ہے۔ اس کے بعد وہ سیب جو میرے اوپر تھا مجھ پر گر پڑا۔ میں یہ عجیب معاملہ دیکھ کر ہنسا۔ یہ عجیب واقعہ دیکھ کر میں نے اپنے آپ کو بہت حقیر سمجھا اور میں پہلے سے نہ جانتا تھا کہ میری بہن بھی ایسے لوگوں میں ہے۔ [۵]

---

[۵] کوئی شخص ایسے واقعات کا انکار نہ کرے جن حالات سے اولیاء اللہ کو عالم مثال منکشف ہوتا ہے وہ اس سے زیادہ عجیب و غریب واقعات دیکھتے ہیں اور نہ اس کو نظر بندی اور مسمریزم (جس کی بناء قوت خیالیہ کی اثر دیا د پر ہے) پر محمول کرے ۱۲

(۵۳) **شیخ ابوالربیع** مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سنا ایک شہر میں ایک عورت بہت صالح اور خدا پرست ہے۔ اگرچہ میری عادت کسی عورت کی زیارت کی نہ تھی لیکن اس کی کرامت کی شہرت نے مجھے اس کی زیارت پر مستعد کیا اور وہ ولیۂ فضہ کے نام سے مشہور تھی، القصہ میں نے اس شہر میں جاکر اس کی یہ کرامت سُنی کہ اس کے پاس ایک بکری ہے جو دودھ اور شہد دیتی ہے۔ میں ایک نیا پیالہ خرید کر اس کے پاس گیا، جاکر سلام کیا۔ سلام کے بعد عرض کیا میں آپ کی بکری کی برکات سے متمتع ہونا چاہتا ہوں۔ اس نے وہ بکری مجھے دے دی۔ میں نے اس کو دوہا تو واقعی اس نے دودھ اور شہد دیا۔ یہ عجیب وغریب واقعہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی میں نے پوچھا یہ بکری تمہارے پاس کہاں سے آئی۔ کہا اس کا قصہ اس طرح پر ہے کہ ہمارے پاس ایک بکری تھی اور ہم لوگ محتاج اور فقیر تھے۔ کچھ ہمارے پاس نہ تھا۔ عید کا روز جب آیا تو میرے شوہر نے جو ایک مردِ صالح تھا کہا کہ آج ہم اس بکری کو ذبح کریں میں نے کہا اس بکری کو ذبح نہ کرو کیونکہ قربانی ہمارے ذمہ فرض تو ہے نہیں، اگر ہم نہ کریں گے تو ہم کو اجازت ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ ہم کو اس بکری کی احتیاج رہتی ہے۔ یہ بات میرے شوہر کو پسند آئی اور ذبح نہ کی ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ہمارے یہاں ایک مہمان آگیا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ آج مہمان آگیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہم کو مہمان کی مدارات کا حکم فرمایا ہے اس لیے مناسب ہے کہ آج اس بکری کو ذبح کر ڈالو جب اس کے ذبح کا ارادہ ہوا تو یہ خیال آیا کہ اس کے ننھے ننھے بچے اُسے ذبح ہوتے دیکھ کر سخت پریشان ہوں گے اس لیے میں نے شوہر سے کہا اسے باہر لے جاؤ اور دیوار کے نیچے ذبح کر لاؤ کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکری دیوار پر کھڑی ہے میں سمجھی کہ شاید بکری قابو میں نہیں آئی اور بھاگ کر چلی آئی ہے، میں اس کے دیکھنے کے لیے چلی دیکھا کہ میرا شوہر بکری کی کھال کھینچ رہا ہے میں نے اس دوسری بکری کا قصہ بیان کیا۔ کہا کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ہم کو اچھی بکری عطا فرمائی ہو۔ دیکھا تو وہ نئی بکری دودھ اور شہد دیتی ہے اور وہ پہلی صرف دودھ دیتی تھی مہمان کی مدارات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ برکت عطا فرمائی۔ پھر اس عورت نے اپنے معتقدین سے خطاب کرکے فرمایا کہ بیٹو یہ ہماری بکری تمہارے قلوب میں چرتی ہے۔ اگر تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے تو اس کا دودھ بھی عمدہ ہوگا اور اگر تمہارے دلوں میں کچھ تغیر ہوگا تو دودھ میں بھی خرابی ہوگی۔ اس لیے تمہیں چاہیئے کہ اپنے دلوں کو سنوارو۔

(۵۴) **حضرت سری سقطی** رضی اللہ عنہ کے ایک مرید فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطیؒ کے

یہاں ایک عورت ان کی شاگرد رہتی تھی اور اس عورت کا ایک لڑکا معلم کے پاس پڑھتا تھا ایک روز معلم نے اس لڑکے کو پن چکی پر بھیج دیا وہ لڑکا پانی میں ڈوب گیا معلّم نے حضرت سرّی کو اطلاع دی۔ حضرت سرّیؒ مع اپنے اصحاب کے اُس کی والدہ کے پاس آئے اور اوّل صبر کے متعلق بہت طویل بیان کیا اور پھر رضا کا بیان فرمایا۔ اُس نے سُن کر عرض کیا کہ حضرت آپ کا اس بیان سے کیا قصد ہے فرمایا کہ تمہارا بیٹا پانی میں ڈوب گیا ہے۔ کہا میرا بیٹا۔ فرمایا تیرا بیٹا۔ کہا ہرگز نہیں ! حق تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ حضرت سرّیؒ نے پھر فرمایا کہ تمہارا بیٹا ڈوب گیا ہے اس میں کچھ شک نہیں۔ کہا اگر فی الواقع یہ قصّہ صحیح ہے تو مجھ کو اس موقع پر لے چلو۔ الغرض سب اس نہر پر گئے اور اس کو بتایا کہ وہ گُلِ خوبی و سرو محبوبی یہاں پژمردہ ہوا ہے۔ اس نے اس کو پکارا " بیٹا محمد " اس نے فی الفور جواب دیا " اماں حاضر ہوں " یہ آواز سن کر وہ پانی میں اتری اور اس کا دست سیمیں پکڑ کر نکال لیا اور لیکر اپنے گھر چلی گئی۔ اس واقعۂ عجیبہ پر حضرت سرّیؒ نے حضرت جنیدؒ کی طرف عنانِ التفات منصرف فرمائی اور عرض کیا کہ یہ کیا قصّہ ہے فرمایا یہ عورت احکام الٰہیہ کے حلیہ سے اپنے کو آراستہ و پیراستہ رکھتی ہے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہے کہ اس کے متعلق جب کوئی واقعہ ہوتا ہے اسے پہلے اطلاع دی جاتی ہے اور اس غرق کے واقعہ سے اسے آگاہی نہیں دی گئی اس لیے اس نے انکار کیا اور نہایت پختگی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا۔

(۵۵) **ابو عامر واعظ** رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا کہ ایک غلام حبشی رقعہ لے کر آیا میں نے اُسے پڑھا تو اس میں لکھا تھا۔ برادرم تم کو اللہ تعالیٰ دولتِ فکر نصیب فرمائے۔ اور عبرت کی موانست سے بہرہ اندوز فرمائے اور حبِ خلوت سے کامیاب فرمائے غفلت سے بیداری عطا فرمائے۔ ابو عامر! میں بھی تمہارے اخوانِ طریقت سے ہوں، مجھے آپ کے قدوم میمنت لزوم کا مژدہ پہنچا تو میں بہت خوش ہوا اور آپ کی زیارت اور آپ سے ہمکلام ہونے کا اس قدر شوق ہوا کہ اگر وہ شوق مجسم ہو کر میرے اوپر ہو تو سائبان بن جائے اور اگر نیچے ہو تو مجھے اٹھا لے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے شرف قدم بوسی سے محروم نہ فرماویں۔ والسلام۔

ابو عامر کہتے ہیں کہ میں یہ نامۂ محبت دیکھ کر حامل رقعہ کے ساتھ ہو لیا اور چلتے چلتے جب ہم قبا میں پہنچے تو وہ شخص ایک بہت وسیع ویران مکان میں گیا اور مجھ سے کہا کہ آپ باہر ٹھہریں، میں اندر آپ کی تشریف آوری کی اطلاع کرتا ہوں کچھ دیر میں آیا اور کہا چلیے میں اندر گیا تو دیکھا کہ

نہایت ٹوٹا پھوٹا گھر ہے اور کھجور کی لکڑیوں کے اس میں کواڑ لگ رہے ہیں۔ غرض ہر صورت سے شکستہ حالت میں ہے اور دیکھا کہ ایک پیر مرد ضعیف جو حزن کے ساتھ خشیت کو لیے ہوئے اور تحیّر کے ساتھ کرب اندوز ہیں قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے قریب جاکر سلام عرض کیا اور غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ باوجود اس شیخوخت کے اور کربت و حزن کے نابینا اور اپاہج ہے اور سہام امراض و احزان و مصائب کا ہدف بن رہا ہے۔ مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ابوعامر اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو چرکِ معاصی سے صاف و پاک فرمائے۔ میرے دل میں تمہارے دیکھنے اور تمہارے سخنانِ دلاویز سننے کی آتشِ اشتیاق بہت شعلہ زن تھی اور میرے ایک ایسا زخم دلخراش ہے کہ تمام واعظین اس کے مداوا سے عاجز ہیں اور تمام اطباء و مسیحا نے جواب دے دیا ہے اور میں نے سُنا ہے کہ تمہارے پاس..... مرہم ہے جاں بخش ہے خدا کے لیے ذرا مہربانی فرماکر وہ تریاقِ حیات اگرچہ تلخ اور ناگوار ہوئے آؤ۔ اس کی ناگواری پر صبر کرلوں گا۔

ابوعامرؒ فرماتے ہیں کہ اس شیخ کی باتیں سُن کر میرے سامنے ایک ہیبت ناک منظر کا سماں بندھ گیا اور اس کے کلام میں میں نے ایک صوبت پائی اور ایک فکر طویل کے بعد اس کے مضامینِ دقیقہ مجھے معلوم ہوئے۔ پھر میں نے کہا اے شیخ ذرا اپنی نگاہِ قلب کو عالمِ ملکوت کی طرف منصرف کیجئے اور اپنے گوشِ معرفت کو اس طرف متوجہ فرمایئے اور اپنی حقیقتِ ایمان کو جنت الماویٰ کی طرف مائل کیجئے، تو جو نعمتیں اور دولتیں منعم حقیقی نے اپنے اولیاء کے لیے تیار فرمائی ہیں وہ آپ کے پیشِ نظر ہو جائیں گی (یعنی وہ نعمتیں حالاً متصور ہوں گی یا یہ معنی کہ ان کی صورِ مثالیہ کا انکشاف ہوگا) اس کے بعد آپ ذرا نارِ جہنم کی طرف بھی عنانِ توجہ مبذول کیجئے وہاں اللہ تعالیٰ نے جو جو عذاب و عقاب اشقیاء کے لیے تیار فرمائے ہیں آپ ملاحظہ کریں گے (یا تفسیر مذکور) اس وقت آپ کو واضح ہوگا۔ اللہ اکبر دونوں دار یعنی دارِ ثواب و دارِ عقاب میں کس قدر فرق ہے اور یہ بھی واضح ہوگا کہ دونوں فریق موت میں برابر نہیں (یعنی اہل جنت اور اصحاب نار کی موت مساوی درجہ کی نہیں)

ابوعامر کہتے ہیں کہ میری یہ باتیں سن کر شیخ رو دیئے اور ٹھنڈے سانس بھرے اور مثل مار کے پیچیدہ ہوئے اور کہا ابوعامر واللہ تمہاری دوا کارگر ہوئی اور مجھے کامل یقین ہے کہ تمہاری دوا سے مجھے کامل شفا ہوگی۔ خدا تم پر بھی اپنا ابرِ رحمت برساوے۔

پھر میں نے کہا اے شیخ اللہ تعالیٰ تمہارے رات سے واقف ہے اور تم کو خلوت اور جلوت میں دیکھنے والا ہے اور جب تم پوشیدہ ہوکر خلقت سے بیٹھتے ہو اس وقت بھی تم کو جانتا ہے یہ سنکر مثلِ سابق

پھر ایک نعرہ مارا نعرہ مارا اور کہا کون ہے جو میرے فقر کو زائل کرے، کون ہے جو میرے فاقہ کو دفع کرے۔ کون ہے جو میرے گناہ اور بھول چوک بخشے۔ اے میرے مولا آپ ہی یہ حاجتیں پوری کرنے والے ہیں اور آپ ہی بازگشت اور ملجا و ماویٰ ہیں۔ یہ کہکر گر پڑا۔ دیکھا تو بیجان تھا رحمہ اللہ۔

اس کے بعد ایک نوعمر لڑکی میرے پاس آئی جو صوف کا کرتہ اور دوپٹہ پہنے ہوئے تھی اور پیشانی وسمۂ سجود سے آراستہ تھی، کثرتِ قیام سے قدموں پر ورم تھا اور خوف الٰہی سے رنگ اس کا زرد تھا اور آکر مجھ سے کہا کہ اے قلوب عارفین کے حدی خواں اور اے غم رسیدگان کی سوزش کے برانگیختہ کرنے والے تم نے خوب کام کیا شاباش حق تعالیٰ کے ہاں کام تمہارا مقبول ہوگا یہ شیخ میرے باپ ہیں بیس سال سے اسی حالت میں نماز پڑھتے پڑھتے اپاہج ہو گئے اور روتے روتے نابینا ہو گئے اور تمہارے ملنے کی اللہ تعالیٰ سے تمنا کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میں ابو عامر کی مجلس میں حاضر ہوا تھا انہوں نے میرے مردہ فکر کو حیات بخشی تھی اور میری غفلت کو دفع فرمایا تھا اگر پھر بھی میں اس کی باتیں سنوں تو یقین ہے کہ وہ مجھے قتل کر دے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ کہکر اپنے باپ کے پاس آئی اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور خوب روئی اور کہا ابا تم بہت اچھے تھے گناہوں کے خوف سے روتے روتے تم نابینا ہو گئے تھے اور تم کو حق تعالےٰ کی وعید نے جان سے مار ڈالا۔ الحاصل اپنے باپ کے مناقب و محامد بیان کر کے وہ رو رہی تھی۔

ابو عامر کہتے ہیں، میں نے کہا تم اتنا کیوں روتی ہو تمہارے والد ماجد تو دارالجزاء میں تشریف لے گئے اور اپنے اعمال نیک کا بدلہ انہوں نے دیکھ لیا۔ یہ سُن کر اس لڑکی نے اپنے باپ کے مثل ایک نعرہ مارا اور عرق عرق ہو گئی، پھر رحلت فرمائے عالمِ جاودانی ہوئی میں نے ان دونوں پر نماز پڑھی

حکایت (۵۶) حضرت بہلول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بصرے کی راہ میں مجھے چند لڑکے ملے جو اخروٹ و بادام سے کھیل رہے تھے ان سے علیٰحدہ ایک لڑکے کو دیکھا جو ان لڑکوں کو دیکھ دیکھ کر رو رہا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید یہ لڑکا ان کے پاس اخروٹ و بادام دیکھ کر رو رہا ہے اس کے پاس کھیلنے کی کوئی چیز نہیں ہے، میں نے کہا میاں لڑکے کیوں رو رہے ہو میں تمہیں اخروٹ و بادام کا دل سے دوں گا تم ان سے کھیلنا۔ اس لڑکے نے میری طرف

سر اٹھا کر دیکھا اور کہا اے کم عقل ہم کھیل کود کے لیے پیدا نہیں ہوئے۔ میں نے کہا اے صاحبزادے پھر کس لیے پیدا ہوئے ہو کہا علم حاصل کرنے اور خدا کی عبادت کے لیے۔ میں نے کہا یہ کہاں سے تمہیں معلوم ہوا۔ خدا تمہاری عمر میں برکت دے۔ کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَفَحَسِبۡتُمۡ اَنَّمَا خَلَقۡنٰکُمۡ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمۡ اِلَیۡنَا لَا تُرۡجَعُوۡنَ (کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تم کو بیکار محض نکما پیدا کیا ہے اور تم پھر کر ہمارے پاس نہ آؤ گے ؟) میں نے کہا صاحبزادے تم تو مجھے عقلمند معلوم ہوتے ہو کچھ مختصر سی نصیحت کرو۔ کہا دنیا چل چلاؤ پر کمر بستہ آمادہ سفر ہے۔ نہ دنیا کسی کے واسطے رہنے والی ہے اور نہ کوئی شخص دنیا میں باقی رہے گا۔ دنیا کی زندگی اور موت انسان کے واسطے ایسی ہے جیسے دو گھوڑے تیز رفتار یکے بعد دیگرے آنے والے ہوں۔ اے دنیا کے فریفتہ دنیا چھوڑ اور سامانِ سفر اس میں درست کر حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں وہ لڑکا یہ کہکر آسمان کی طرف دیکھنے لگا اور ہاتھوں سے اشارہ کیا اور آنسو اس کے دونوں رخساروں پر موتیوں کی لڑیوں کی طرح گرنے لگے اور یہ کہا۔ نظم

اے خدا اے چارہ سازِ بیکساں وے رحیم چارۂ دردِ نہاں
جس کسی نے بھی لگائی تجھ سے آس پاگیا مطلب رہی دل میں نہ یاس

یہ کہہ کر وہ لڑکا بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اس کا سر اپنی گود میں اٹھالیا۔ اور اپنی آستین سے اس کے چہرے کی خاک صاف کی جب ہوش میں آیا میں نے کہا صاحبزادے تمہیں کیا ہوا ہے تم تو ابھی بچے معصوم ہو۔ کوئی گناہ تمہارے نام نہیں لکھا گیا۔ کہا بہلول مجھے چھوڑ دو میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے وہ آگ جلانے میں جب تک چھوٹے چھوٹے تنکے گھاس پھوس بڑی لکڑیوں میں نہیں ملاتیں آگ روشن نہیں ہوتی، میں ڈرتا ہوں کہ اگر خدا نخواستہ دوزخ کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کی جگہ کہیں میں نہ ہوں۔ پھر میں نے کہا صاحبزادے تم بڑے ہی عقلمند ہوشیار ہو۔ مجھ کو مختصر سی کچھ اور نصیحت کرو۔ کہا افسوس میں غفلت میں رہا اور موت پیچھے آرہی ہے آج نہ گیا تو کل تو ضرور ہی جانا ہے۔ دنیا میں اپنے جسم کو نرم و نفیس پوشاک میں چھپایا تو کیا فائدہ آخر کو مرنے کے بعد گل سڑ کر خاک ہو جاتا ہے اور قبر میں خاک کا اوڑھنا اور خاک کا ہی بچھونا ہے۔ ہائے مرتے ہی سب خوبی حسن و جمال جاتا رہے گا اور ہڈیوں پر گوشت و پوست کا نشان تک نہ رہے گا۔ وائے صد وائے عمر گذر گئی اور کوئی مراد حاصل نہ ہوئی۔ نہ میرے ساتھ کوئی سفر کا توشہ۔ اور میں اپنے حاکم و مالک کے رُو برو اس حال میں کھڑا ہوں گا کہ گناہوں کا بار

سر پر ہوگا دنیا میں ہزار پردوں میں خدائے کریم کی نافرمانی کرکے گناہ کیے۔ مگر قیامت میں وہ سب عالم الغیوب کے سامنے ظاہر ہوں گے، کیا دنیا میں خدا کے غضب سے بے خوف ہوکر گناہ کرتا تھا۔ نہیں بلکہ اس کی مغفرت اور بردباری پر تکیہ تھا وہ ارحم الراحمین چاہے عذاب دے چاہے محض اپنے کرم سے درگذر فرمائے۔ حضرت بہلولؒ فرماتے ہیں جب وہ لڑکا وعظ کہہ کر خاموش ہوا میں بے ہوش ہوکر گر پڑا اور وہ لڑکا چل دیا۔ جب مجھے ہوش آیا تو ان لڑکوں میں تلاش کیا کہیں پتہ نہ پایا۔ لڑکوں سے جب اس بچے کا حال دریافت کیا تو بولے تم نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا نہیں، کہا یہ لڑکا حضرت سیدنا حسین ابن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کی اولاد سے ہے، میں نے کہا مجھے احساس تھا کہ یہ کسی ایسے ہی بڑے عظیم الشان درخت کا پھل ہوگا۔

حکایت (۵۷) حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے عرفہ کے دن ایک شخص کو دیکھا کہ خدا کی محبت کے غلبہ میں رورہا اور نہایت شدت سے پکار کر کہہ رہا تھا پاک ذات ہے وہ اگر ہم اسے سجدہ کریں اور سر و آنکھوں کو کانٹوں اور سوئیوں پر رکھیں تو اس کی نعمتوں کا حق، دس میں سے ایک ادا نہ کرسکیں۔ خداوندا ہم نے کس قدر خطائیں کیں اور تجھے اس وقت یاد نہ کیا اور تو اے مالک ہم کو پوشیدہ یاد کرتا ہے۔ ہم نے جہالت سے گناہ کیا اور تجھ سے اپنی دانست میں چھپایا اور تو ہمارے ساتھ مہربانی سے پیش آیا اور ہمارے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی کتنے ہیں وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ جب میں نے دیکھا لوگوں سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ وہ ابو عبید خواص خاصان خدا میں سے ہیں۔ ستر برس ہوئے کہ انہوں نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو بولے میں شرماتا ہوں کہ اپنا منہ اپنے محسن کی طرف کروں۔ تعجب ہے کہ نیک فرمانبردار ہوکر باوجود حسن طاعت کے عجز و انکسار کرے اور نافرمان تمرد و سرکشی سے پیش آئے اور اپنے گناہوں سے نہ شرمائے۔ خداوندا اپنے دیدار سے محروم نہ کرنا اور اپنے نیک دوستوں کی برکت سے ہم کو نفع دارین عطا فرمانا اور انہیں بزرگوں کے ساتھ ہمارا حشر کرنا۔ آمین۔

حکایت (۵۸) مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لیے بیت اللہ جاتا تھا کہ ایک شخص سے ملاقات ہوئی اس کے پاس نہ تو کوئی توشہ تھا نہ پانی تھا اور نہ سواری پاپیادہ ذوق و شوق میں راہ طے کر رہا تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر میں نے پوچھا اے جوان تو کہاں سے آتا ہے کہا اسی کے پاس سے۔ میں نے کہا کہاں

جاتا ہے۔ کہا اسی کی طرف۔ میں نے کہا توشہ کہاں ہے۔ کہا اسی کے ذمہ۔ میں نے کہا بھلا پانی اور توشہ کے بغیر راستہ کیونکر کٹے گا تیرے پاس تو کچھ نظر نہیں آتا۔ کہا ہاں میں نے گھر سے نکلتے وقت پانچ حرف توشہ کے لیے لائے ہیں۔ میں نے کہا وہ کونسے ہیں۔ کہا قولِ خدا کہٰیٰعص میں نے کہا ان کے معنی، کہا کاف کے معنی کافی ہ کے معنی ہادی، یَ کے معنی جگہ دینے والا عَ کے معنی عالم۔ صٓ کے معنی صادق۔ جس کا مصاحب اور ساتھی کافی۔ ہادی جگہ دینے والا عالم اور صادق ہو وہ برباد نہ ہوگا اور نہ اُسے خوف ہوگا۔ اور نہ وہ سفر کا توشہ اور پانی پینے کا محتاج ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب میں نے اس کی باتیں سنیں تو اپنا کُرتہ اُتار کر پہنانا چاہا۔ اس نے انکار کیا اور کہا اے شیخ دنیا کے کرتے سے ننگا رہنا بہتر ہے دُنیا کی حلال چیز میں حساب ہوگا اور اس کے حرام میں عذاب جب رات ہوئی تو اس جوان نے اپنا منہ آسمان کی طرف کرکے کہا اے وہ خدائے کریم جسے طاعت خوش آتی ہے اور گناہ اس کا کچھ نقصان نہیں کرتا جو تجھے خوش آوے مجھے بخش اور میرے گناہ جو تجھے نقصان نہیں پہنچاتے بخش دے۔ جب لوگوں نے احرام باندھ کر لبیک کہی میں نے اس سے کہا تم لبیک نہیں کہتے۔ کہا اے شیخ میں ڈرتا ہوں کہ میں تو لبیک کہوں اور جواب میں وہاں سے لالبیک ولاسعدیک ہو (میں تیری بات نہیں سنتا اور نہ تیری طرف دیکھتا ہوں) یہ کہہ کر چل دیا۔ پھر میں نے منیٰ کے سوا اور نہیں دیکھا وہ کہہ رہا تھا میرا دوست وہ ہے جسے میرا خون گرانا پسند ہے۔ اس کے واسطے میرا خون حل اور حرم میں حلال ہے۔ خدا کی قسم اگر میری روح کو معلوم ہو کہ کس سے تعلق ہے تو سر کے بل اس کے واسطے کھڑی ہو جائے۔ اے ملامت کرنے والے اس کی محبت میں مجھے ملامت نہ کر، کیونکہ جو خوبی و حُسن میں اس میں دیکھتا ہوں اگر تو دیکھ پائے تو ہرگز نہ بچے بلکہ میری طرح اس کے عشق میں جان و دل قربان کر ڈالے۔ لوگوں نے تو عید کے دن بکری اور مینڈھے قربان کیے اور میرے دوست نے میری جان کی قربانی کی پھر کہا خداوندا! لوگوں نے قربانیاں کیں اور تجھ سے تقرب حاصل کیا۔ میرے پاس تو کوئی چیز بھی نہیں کہ اس کے ذریعہ سے تقرب حاصل کر دوں، ہاں ایک جان ہے جو تیری راہ میں قربان کرتا ہوں تو میری طرف سے اسے قبول فرما۔ پھر زور سے ایک چیخ ماری اور مردہ ہو کر گر پڑا۔ ناگاہ ہاتفِ غیبی نے آواز دی، یہ خدا کا دوست ہے یہ خدا کا مقتول ہے، خدا کی تلوار سے قتل ہوا ہے مالک کہتے ہیں میں نے اس کی تجہیز و تکفین کرکے اسے دفن کیا اور اس رات نہایت درجہ پریشان سویا

خواب میں دیکھ کر اس سے پوچھا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا وہ معاملہ کیا جو بدر کے شہیدوں کے ساتھ کیا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔ میں نے کہا۔ زیادتی کی وجہ! کہا وہ لوگ تو کافروں کی تلوار سے مارے گئے اور میں خدائے جبّار کی محبت میں۔ خدا اس سے راضی ہو۔

حکایت (۵۹) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حج کے سفر میں ایک میدان جنگل میں مجھے ایک جوان کمسن اور حسین ملا گویا کہ وہ چاندی کا ٹکڑا تھا۔ خدا کی محبت اس کے جسم میں اثر کر گئی تھی اور جوش محبت میں دیوانہ تھا۔ میں نے اسکو ساتھ لیا اور سفر میں اپنا وصی بنایا اور اس سے درازیٔ سفر اور بعد مسافت کا ذکر کیا۔ کہا سست کاہل لوگوں پر البتہ دور ہے مگر مرد مشتاق کے نزدیک کچھ دور نہیں۔ منقول ہے کہ حضرت شبلیؒ جب عرفات میں پہنچے اور وہاں قیام کیا آفتاب غروب ہونے تک کسی سے بات نہ کی۔ جب دونوں علم (میلین اخضرین) سے بڑھ گئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور عشقیہ درد آمیز اشعار ان کی زبان پر تھے۔ حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ نے میدان عرفات پر مجمع عام میں فرمایا تمہارا کیا خیال ہے کہ ہم سب لوگ اگر کسی سخی کے دروازے پر جا کر اس سے ایک دانگ کا سوال کریں تو کیا وہ ہمیں نامراد واپس کرے گا۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا خدا کی قسم خدائے کریم کی بخشش کے نزدیک ہم سب کی مغفرت اس مرد سخی کے مقابلہ میں نہایت درجہ آسان ہے۔ حضرت فضیلؒ نے بھی اکثر حج میں وقوف عرفات کیا اور تا غروب آفتاب کسی سے بات نہ کی۔

حکایت (۶۰) حضرت ابراہیم بن مہلب سائح رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک لونڈی کو خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے دیکھا کہ وہ کہہ رہی ہے اے میرے سردار تجھے میری چاہنے کی قسم میرا دل مجھے پھیر دے۔ میں نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا کہ خدا تجھے چاہتا ہے۔ کہا اس کی قدیم عنایت سے جانتی ہوں۔ میری طلب میں لشکر بھیجے اور مال خرچ کئے۔ یہاں تک کہ مجھے مشرکوں کے شہر سے نکال کر توحید میں داخل کیا اور اپنی ذات کی مجھے شناخت کرا دی اے ابراہیم کیا یہ عنایت و توجہ محبت نہیں۔ میں نے کہا تیری محبت اس سے کیسی ہے کہا سب چیز سے بڑی ہے اور بزرگ۔ میں نے کہا کس طرح کہا شراب سے زیادہ رقیق اور گلقند سے زیادہ شیریں۔ یہ کہکر وہ لونڈی چلی گئی۔

حکایت (۶۱) ایک بزرگ بیان کرتے ہیں میرے پڑوس میں ایک عورت ضعیفہ رہتی تھی۔ محنت عبادت سے از بس ضعیف و ناتوان ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا اپنی جان کے ساتھ

نرمی کر اور اُسے آرام دے۔ جواب دیا اے شیخ جان کو آرام دینے سے اپنے مالک کے دروازہ سے دُور اور علیحدہ ہو جاؤں گی اور جو شخص اپنے مولیٰ کے دروازہ سے دنیا کی مشغولی کے سبب غائب ہوا اس نے اپنی جان کو محنت اور آزمائش دنیوی کے واسطے پیش کیا اور میرے اعمال ہی کتنے ہوتے ہیں جو عمل کرتی ہوں اگر اعمال میں کوتاہی کروں تو کیا رہیں گے۔ پھر کہا جانتے کیا بڑی ہے حسرت ان کی جو آگے بڑھ جاویں اور درد و غم۔ فراق ان لوگوں کا جو اپنے محبوب سے دور رہے۔ آگے چلے جانے والوں کی حسرت یہ ہے کہ جب روز قیامت کو مُردے قبروں سے اُٹھیں، نیک لوگ نور کے براق پر سوار ہو کر جنت کو سدھاریں اور ان کو دو منزلوں کے مرتبے عطا ہوں اور حور و غلمان ان کی خدمت کو دست بستہ کھڑے ہوں اور پچھلے فرو ماندہ غمگین حسرت نصیب رہ جائیں اس وقت افسوس و حسرت و ندامت سے ان کے دل ٹکڑے ہو کر بہ جائیں گے اور درد غم فراق کا یہ ہے کہ لوگ میدانِ حشر میں جماعت اور فرقے کیے جائیں گے اور یہ اس وقت ہو گا کہ جب خدا تعالیٰ تمام مخلوق کو ایک جگہ جمع کرے گا اور منادی اس کو آواز دے گا اے گنہ گارو! تم ہٹ جاؤ۔ پرہیز گار اور نیک بندے اپنی مرادوں کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ ۔ آج کے دن اے گنہ گار وجدا ہو جاؤ۔ اُس دن شوہر اپنی زوجہ سے اور فرزند اپنے ماں باپ سے دوست دوست سے علیحدہ ہوں گے۔ کوئی کسی کے کام نہ آئے گا نفسی نفسی کی صدا بلند ہو گی ایک کو بتعظیم و عزت تمام جنت میں لیے جاتے ہیں اور ایک طوق و بیڑیاں ڈالے ہوئے دوزخ کے عذاب دینے کے واسطے کھینچا جاتا ہے۔ ایک دوسرے سے جدا اور رخصت ہو رہے ہیں اور آنسو کی نہریں آنکھوں سے جاری ہیں۔ دل سرد فراق سامنے آہ پر درد ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم و فضل سے بچائے۔ آمین۔

حکایت (۶۲) حضرت مالکؒ ابن دینار فرماتے ہیں میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس کے چہرۂ نورانی سے دعا کی قبولیت کے آثار ظاہر ہیں اور اس کے رخساروں پہ آنسو بہ رہے ہیں۔ میں نے اُسے پہچانا کہ بصرہ میں اسے مالدار دیکھا تھا مجھے اس کی پریشان حالی پر سخت رنج ہوا اور اس حال میں دیکھ کر رونے لگا اس نے بھی مجھے دیکھ کر پہچانا اور رو دیا پھر اس نے مجھے سلام کیا اور کہا مالک خدا کے واسطے اپنے وقتِ خاص خلوت میں مجھے ضرور یاد رکھنا اور خدا سے میرے حق میں توبہ اور مغفرت کی دعا کرنا۔ اُمید ہے کہ تمہاری دُعا کی برکت سے وہ رحیم و کریم مجھ پر رحم فرمائے اور میرے گناہ معاف کر دے۔ مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہ چل دیا اور آنکھوں سے

آنسو رواں تھے۔ جب حج کا زمانہ آیا میں مکۂ معظمہ کو روانہ ہوا اور وہاں پہنچا۔ ایک دن مسجد حرام میں تھا کہ لوگوں کے مجمع پر نظر پڑی اور اس مجمع میں ایک جوان نظر آیا جو زار وقطار رو رہا تھا اور اس کے رونے کی کثرت سے لوگ طواف سے رُکے ہوئے تھے میں بھی لوگوں کے ساتھ ٹھہر کر اُسے دیکھنے لگا معلوم ہوا کہ یہ تو میرا دوست ہے میں اُسے پاکر بہت خوش ہوا اور اُسے سلام کیا۔ کہا شکر خدا۔ اللہ تعالیٰ نے تیرے خوف کو امن سے بدل دیا اور جو تیری تمنا تھی تجھے دے دی۔ مالک کہتے ہیں میں نے کہا تجھے خدا کی قسم سچ بتا، تیرا کیا حال ہے تو اپنے حال سے مجھے مطلع کر۔ جواب دیا سب خیریت ہے اس نے اپنے فضل وکرم سے مجھے بلایا اور میں آیا اور جو کچھ مانگا سو پایا۔ مالکؒ فرماتے ہیں میں طواف میں مصروف ہوا اور وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ پھر میں نے اُسے نہ دیکھا اور نہ کچھ خبر پائی۔

حکایت (۲۳) ایک بزرگ سے حکایت ہے۔ کہتے ہیں ایک سال میں نے حج کیا اور اس سال گرمی سخت تھی لو چلتی تھی ایک دن جبکہ میں ملکِ حجاز کے وسط میں تھا قافلہ سے جدا ہو کر کچھ دیر تک سو رہا۔ ناگاہ ایک شخص سامنے نظر آیا میں جلدی کر کے اس سے ملا۔ وہ ایک لڑکا کمسن بے ریش تھا گویا کہ وہ چودھویں رات کا چاند تھا یا دوپہر کا آفتاب تاباں، نازوکرشمے کے انداز اس سے ظاہر تھے۔ میں نے کہا صاحبزادے السلام علیکم۔ جواب دیا وعلیکم السلام وبرکاتہٗ اے ابراہیم مجھے سخت تعجب ہوا اور اس کے حال پر رشک گزرا مجھ سے ضبط نہ ہوسکا میں نے کہا سبحان اللہ تو نے مجھے کیسے پہچانا حالانکہ اس وقت سے پہلے کبھی تو نے مجھے نہیں دیکھا۔ کہا اے ابراہیم جب سے میں نے پہچانا جاہل نہ ہوا اور جس وقت سے ملا جدا نہ ہوا۔ پھر میں نے کہا تو اس بیابان میں اور ایسی سخت گرمی کے موسم میں کیوں آیا جواب دیا اے ابراہیم میں نے بجز اس کے کسی سے دوستی نہیں کی اور نہ کسی کے ساتھ ہوا اور میں ہمہ تن سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف جا رہا ہوں، اسی کے معبود ہونے کا اقرار ہے۔ میں نے پوچھا کھانا پینا کہاں سے ملتا ہے۔ جواب دیا میرا دوست ضامن ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم مجھ کو گرمی کی شدت اور موسم کی حرارت سے تیری جان کا خوف ہے۔ اس نے جواب دیا اور آنکھوں اور رخساروں سے موتیوں کی لڑیاں بہائیں اور چند اشعار پڑھے جن کا مطلب یہ ہے:۔

اے شخص تو مجھے راہ وسفر کی سختی سے ڈراتا ہے حالانکہ میں تو اپنے دوست کے پاس جا رہا ہوں، محبت قلق میں ڈالتی ہے اور شوق ابھارے لیے جاتا ہے۔ بھلا خدا کا دوست بھی

کسی انسان سے ڈرتا ہے۔ بھوک میں ذکرِ الٰہی اس کا پیٹ بھرتا ہے اور خدا کے شکر سے اس کی پیاس بجھ جاتی ہے۔ میں ضعیف و ناتواں ہوں تو کیا ہے آخر اس کا عشق مجھے حجاز سے خراسان تک اٹھا لے جائے گا کیا اس وقت مجھے چھوٹا جان کر حقیر سمجھتا ہے تو میری ملامت سے باز آ جو کچھ گذرے گذرنے دے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں پھر میں نے اس سے کہا تجھے خدا کی قسم اے لڑکے تو اپنی عمر ٹھیک ٹھیک بتلا دے کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یقیناً میری عمر بارہ برس کی ہے۔ پھر کہا اے ابراہیم کیا وجہ ہے جو تو نے میری عمر پوچھی اور میں نے ٹھیک ٹھیک عمر بتلا دی میں نے کہا میں تیری باتیں سُن کر حیران تھا۔ کہا الحمدللہ کہ مجھ کو بہت سے اپنے خاص ایمانداروں پر فضیلت دی۔ کہتے ہیں مجھ کو اس کی خوبصورتی اور شیریں بیانی پر تعجب ہوا پاکی ہے اس خدا کو جس نے ایسی صورت زیبا پیدا کی پھر اس لڑکے نے کچھ دیر تک اپنا سر جھکا لیا اس کے بعد اوپر سر اُٹھایا اور مجھے تیز نگاہ سے دیکھا پھر کہا اے ابراہیم دراصل جدا وہ ہے جسے دوست چھوڑ دے اور ملنے والا وہ ہے جس نے خدا کی فرمانبرداری کا حصّہ لیا لیکن اے ابراہیم تو دونوں قافلوں سے الگ ہے۔ میں نے کہا ہاں میں ایسا ہی ہوں اور خدا کے واسطے تجھ سے چاہتا ہوں کہ تو میرے حق میں دعا کر تاکہ قافلہ میں اپنے ہمراہیوں سے مل جاؤں۔ ابراہیم کہتے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ اس نے آسمان کی جانب نگاہ اُٹھائی اور اپنے لب ہلا کر کچھ کہا۔ اس وقت مجھے کچھ نیند سی معلوم ہوئی اور بے ہوش ہو گیا جب مجھ کو ہوش آیا تو اپنے کو قافلہ میں پایا اور میرا ساربان کہتا تھا اے ابراہیم سنبھلے رہو سواری سے نہ گر و مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ لڑکا آسمان کو اُڑ گیا یا زمین میں سما گیا۔ پھر ہم جب اہلِ قافلہ مکہ معظمہ میں پہنچ گئے اور میں حرم شریف میں داخل ہوا دفعتہً میری نظر ایک لڑکے پر پڑی کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے رو رہا ہے۔ بعد اس کے وہ خود بخود سجدے میں گر پڑا اور میں دیکھتا ہی رہا۔ پھر میں اس کے پاس آیا اور اس کو ہلایا وہ تو جان بحق تسلیم کر چکا تھا۔ خدا اس سے راضی ہو۔ مجھے اس پر سخت رنج اور افسوس ہوا۔ میں اپنی قیام گاہ پر واپس گیا۔ کپڑا اور ضروریات کی چیزیں اس ارادے سے کہ اس کو دفن کروں ساتھ لے کر واپس آیا۔ مگر میں نے پھر اس کو نہ پایا اور نہ کسی نے خبر دی کہ اس نے اُسے زندہ یا مردہ دیکھا ہو۔ میں نے جانا کہ وہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ کیا گیا ہے اور میرے سوا کسی نے اُسے نہیں دیکھا۔ میں اپنے مکان پر واپس آیا اور کچھ دیر سویا اس کے بعد خواب میں اُسے دیکھا ایک بڑی جماعت میں سب سے اوّل سردار نہایت بیش بہا حلۂ نورانی پہنے ہوئے جس کی تنا و صفت بیان میں نہیں آسکتی۔ میں نے اس سے پوچھا

کیا تو ہمارا دوست نہیں، کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا کیا تو مرا نہیں۔ کہا ہاں یہ درست ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم تجھ کو دفن کرنے کے واسطے میں نے بہت تلاش کیا اور چاہا کہ تیرے جنازہ کی نماز پڑھوں۔ کہا اے ابراہیم تو جان لے کہ جس نے مجھے میرے شہر سے نکالا اور اپنی محبت کا شائق کیا اور میرے گھر والوں سے جدا کر کے مسافر بنایا۔ اسی نے مجھے کفن دیا اور جو حاجت مجھے تھی رفع کی۔ میں نے کہا خدا نے کہ تم نے تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ کہا مجھے اپنے روبرو کھڑا کیا اور فرمایا تیری کیا مراد ہے میں نے عرض کیا خداوندا تو ہی میری مراد اور آرزو ہے۔ پھر فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے اور تیرے واسطے میرے پاس یہ ہے کہ جو کچھ تو چاہے تجھ سے نہ چھپاؤں۔ پھر میں نے عرض کیا میں چاہتا ہوں کہ جس زمانہ میں میں ہوں ان لوگوں کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ حکم ہوا میں نے سفارش منظور کی۔ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ فرماتے ہیں پھر اس لڑکے نے مجھ سے عالم خواب میں مصافحہ کیا۔ پھر اس کے بعد میں جاگ اٹھا صبح کو اٹھ کر جو کچھ میرے ذمہ ارکان حج واجب تھے ادا کیے مگر میرے دل کو کسی طرح قرار نہ تھا۔ اس لڑکے کی یاد اور غم و افسوس ہر وقت تھا پھر میں جملہ حاجیوں کے ہمراہ واپس ہوا اثنائے راہ میں ہر شخص یہی کہتا تھا۔ اے ابراہیم تیرے ہاتھ کی خوشبو سے سب لوگ حیران ہیں۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ابراہیمؒ کے ہاتھوں سے وہ خوشبو ان کی زندگی بھر آتی رہی۔ خداوند تو ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ آمین۔

حکایت (۶۴) حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک سال میں حج کو گیا راستہ میں یکایک میرے دل میں خیال گذرا کہ تو سب سے علٰحدہ ہو کر شارع عام چھوڑ کر چل۔ میں عام راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ چلنے لگا۔ میں تین دن رات برابر چلا گیا تو مجھے کھانے کا خیال آیا نہ پینے کا۔ نہ کوئی دوسری حاجت پیش آئی۔ آخر کار ایک ہرے بھرے جنگل میں گذر ہوا۔ جہاں میوے دار درخت اور خوشبودار پھول تھے۔ وہاں ایک چھوٹا سا تالاب تھا میں نے اپنے دل میں کہا یہ تو جنت ہے اور میں سخت تعجب میں تھا اسی حال میں متفکر تھا کہ لوگوں کی ایک جماعت آتی نظر پڑی کہ ان کا چہرہ آدمیوں جیسا تھا، نفیس پوشاک، خوبصورت پٹکے سے آراستہ آتے ہی ان لوگوں نے مجھے گھیر لیا اور سب نے سلام کیا میں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا، پھر میرے دل میں خیال گذرا کہ شاید یہ لوگ جن ہیں اور یہ عجیب و غریب قوم ہے اتنے میں ایک شخص ان میں سے بولا ہم لوگوں میں ایک مسئلہ درپیش ہے اور باہم اختلاف ہے

اور ہم لوگ قوم جن ہیں ہم نے خدا کے بزرگ کلام جناب رسالت مآب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سُن کر لیلۃ العقبہ میں شرف حضوری حاصل کیا حضرتؐ کے کلام مبارک نے ہماری تمام دنیا کے کام ہم سے لے لیے اور خداوند تعالےٰ نے یہ مقام اس جنگل میں ہمارے واسطے مقرر فرمادیا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ جس مقام پر میرے ہمراہی ہیں یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے۔ یہ سُن کر ایک ان میں سے مُسکرایا اور کہا اے ابو اسحاق خداوند عالم کے اسرار و عجائب میں یہ مقام جہاں اس وقت تو ہے بجز ایک انسان کے آج تک کوئی نہیں آیا۔ اور وہ انسان تیرے ساتھیوں میں سے تھا، اس نے یہیں وفات پائی اور دیکھ وہ اس کی قبر ہے اور اس کی قبر کی جانب اشارہ کیا۔ وہ قبر تالاب کے کنارے تھی۔ گرد اس کے باغیچہ تھا جس میں پھول کھلے ہوئے تھے، ایسے پھول اور خوشنما باغ میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ پھر اس جن نے کہا تیرے ساتھیوں اور تیرے درمیان اس قدر مہینوں یا برسوں کا فاصلہ ہے۔ خدا جانے ابراہیم نے کیا ذکر کیا، مہینے کہے یا سال، ابراہیم کہتے ہیں میں نے ان جنوں سے کہا اس جوان کا ذکر کہو، ایک ان میں سے بولا ہم یہاں تالاب کے کنارے بیٹھے ہوئے محبت کا ذکر کر رہے تھے اور اس میں گفتگو ہو رہی تھی کہ ناگاہ ایک شخص پہنچا اور ہمیں سلام کیا۔ ہم نے جواب دیا اور دریافت کیا کہاں سے آتے ہو۔ کہا نیشاپور سے۔ ہم نے کہا کب چلے تھے۔ کہا سات دن ہوئے۔ پھر ہم نے کہا گھر سے نکلنے کی وجہ؟ کہا میں نے خدا کا یہ کلام اَنِیْبُوْا اِلٰی رَبِّکُمْ الخ یعنی اللہ کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرمانبردار ہوجاؤ قبل اس کے کہ تم پر عذاب آئے، پھر تمہاری مدد نہ ہوگی) سُنا۔ ہم نے کہا۔ انابت تسلیم اور عذاب کے کیا معنی؟ جواب دیا، انابت یہ ہے کہ اپنے رب سے رجوع کر کے اس کا ہو رہے۔ راوی کا بیان ہے کہ اصل قصہ میں تسلیم کا ذکر نہیں۔ شاید تسلیم کے معنی یہ ہیں کہ اپنی جان اس کے سپرد کردے اور یہ جانے کہ خدا میری نسبت اس کا زیادہ مالک و مستحق ہے۔ پھر کہا اور عذاب اور ایک چیخ ماری اور مر گیا۔ ہم لوگوں نے اُسے یہاں دفن کردیا اور یہی اس کی قبر ہے خدا اُس سے راضی ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں مجھے ان کے بیانِ اوصاف سے تعجب آیا۔ پھر میں قبر کے پاس گیا تو اس کے سرہانے نرگس کے پھولوں کا ایک بہت بڑا گلدستہ رکھا ہوا تھا اور یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی کہ یہ خدا کے دوست کی قبر ہے اُسے غیرت نے مارا ہے اور ایک ورق پر انابت کے معنے لکھے تھے کہتے ہیں جو کچھ لکھا تھا میں نے پڑھا۔ قوم جن نے بھی اس کے معلوم کرنے کی درخواست کی میں نے بیان کیا تو بڑے خوش ہوئے اور کہا ہمیں ہمارے مسئلہ کا جواب مل گیا

ابراہیم کہتے ہیں پھر میں سو گیا اور مجھے ہوش نہ آیا اور نیند سے بیدار ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مسجد کے پاس اپنے آپ کو دیکھا۔ میرے پاس پھولوں کی پنکھڑیاں تھیں جن کی خوشبو سال بھر تک رہی پھر وہ خود بخود گم ہو گئیں۔

حکایت (۶۵) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں ایک دفعہ حج کو چلا راستہ میں چاندنی رات میں سو گیا کہ یکایک ایک مرد ضعیف کی آواز سنی جو کہہ رہا ہے اے ابو اسحاق میں کل سے تیرا منتظر ہوں میں نے قریب جا کر دیکھا ایک مرد لاغر اندام بالکل دبلا موت کے قریب ہے گرد اس کے پھولوں کا انبار ہے۔ بعض پھول میں پہچانتا ہوں اور بعض نہیں پہچانتا۔ میں نے پوچھا تم کہاں رہتے ہو اس نے شہر کا نام لیا اور کہا میں دولت و عزت میں تھا۔ میرے جی نے تنہائی کی خواہش کی۔ میں حیران و پریشان جنگل بیابان میں کھڑا ہوا اور اب میں موت کے قریب ہوں اور میں نے خدا سے دُعا کی تھی کہ کوئی ولی اللہ کا دوست میرے پاس مقرر ہو جائے میں امید کرتا ہوں کہ وہ تم ہی ہو۔ پھر میں نے کہا کیا تمہارے ماں باپ ہیں کہا ہاں ہیں اور بھائی بہن بھی ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کیا تم ان سے ملنے کے مشتاق ہو یا تم کو وہ لوگ یاد آتے ہیں۔ کہا نہیں! مگر آج یاد آتے ہیں میں نے چاہا کہ ان کی بو سونگھوں، جنگلی درندوں اور وحشیوں نے میرے حال زار پر رحم کھایا اور مجھے اس باغیچے میں اُٹھا لائے۔ ابراہیم فرماتے ہیں کہ ایک بڑا سانپ منہ میں پھول خوشبودار لیے ہوئے سامنے آتا نظر آیا۔ اس سانپ نے مجھ سے کہا اپنے شر کو اس کے پاس سے دفع کر۔ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کے حال سے مطلع ہے۔ ابراہیم فرماتے ہیں میں بے ہوش ہو گیا اور کچھ خبر نہ رہی جب سنبھلا تو دیکھتا ہوں کہ جوان کا طائر روح پرواز کر چکا تھا۔ پھر میں بیخودی کے عالم میں رہا اور سو گیا۔ جب جاگا تو اپنے کو راہ راست پر پایا۔ اور بعد ادائے ارکان حج اس جوان کے وطن میں گیا۔ ایک عورت ملی اس کے ہاتھ میں پانی کی چھاگل تھی اور اس جوان کے بہت مشابہ تھی۔ جب مجھے دیکھا کہا اے ابو اسحاق تو نے جوان کو کیسا دیکھا میں تین دن سے تیری منتظر ہوں میں نے سارا قصہ ذکر کیا یہاں تک کہ جوان کا قول (میں نے چاہا کہ ان کی بو سونگھوں) تھا ذکر کیا اس عورت نے چیخ ماری اور کہا ہائے بو پہنچ گئی اور اس عورت کی بھی جان نکل گئی پھر چند ہم عمر عورتیں نکلیں جو عمدہ پوشاک پہنے اور نفیس ٹپکے باندھے ہوئے تھیں انہوں نے اس عورت کی تجہیز و تکفین کی۔

حکایت (۶۶) کہتے ہیں تاجروں کی ایک جماعت نے براہ دریا سفر حج کیا راہ میں کشتی ٹوٹ

گئی اور حج کا وقت تنگ ہو گیا اور ایک شخص کے پاس پچاس ہزار کا مال تھا اس نے مال تو چھوڑ دیا اور حج کا ارادہ کیا ہمراہیوں نے کہا۔ اگر تو یہاں ٹھہرتا شاید کچھ مال تیرا نکل آتا۔ اس نے کہا خدا کی قسم اگر تمام دنیا کا مال مجھے مل جائے تو مجھے حج کرنے اور اولیاء اللہ کی ملاقات کرنے کے مقابلہ میں پسند نہیں اور میں ان میں دیکھ چکا ہوں جو کچھ دیکھ چکا ہوں۔

لوگوں نے دریافت کیا ان میں کیا بات دیکھی۔ کہا ایک دفعہ ہم حج کو جا رہے تھے ایک دن پیاس نے سخت تکلیف دی اور پانی نایاب تھا۔ ایک گھونٹ کہیں ملتا نہ تھا۔ میں قافلہ میں سب کے پاس پھرا مگر پانی بے بہا قیمت سے بھی دستیاب نہ ہوا اور مارے پیاس کے دم نکلنے لگا۔ پھر میں چند قدم چلا۔ ایک فقیر ملا اس کے پاس برچھی اور چھاگل تھی۔ اس نے برچھی حوض کے اندر ایک نالی میں گاڑ دی پانی برچھی کے نیچے سے نکلنے لگا اور نالی سے جاری ہو کر حوض میں جمع ہونے لگا۔ میں نے حوض کی طرف جا کر پانی خوب پیا اور اپنے مشکیزوں کو پانی سے بھر لیا۔ پھر میں نے اپنے ہمراہیوں کو وہ جگہ دکھلا دی سب نے خوب سیر ہو کر پانی پیا اور وہ پانی اسی طرح جاری رہا۔ پھر اس تاجر نے کہا کون ایسا ہے کہ ایسے متبرک مقام کی زیارت جہاں ایسے ایسے بزرگ جمع ہوتے ہوں فوت ہو جانے کی دلیری کرے۔

حکایت (۶۷) حضرت ابو عبداللہ جوہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ میدان عرفات میں تھا۔ جب اخیر رات ہوئی سو گیا۔ خواب میں دیکھا دو فرشتے آسمان سے اترے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا امسال کس قدر لوگوں نے حج کیا اور وقوفِ عرفات کیا۔ اس نے جواب دیا چھ لاکھ آدمیوں نے حج کیا مگر ان میں چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا۔ میں نے یہ سن کر چاہا کہ اپنے منہ پر طمانچے لگاؤں اور خوب چلا کر روؤں۔ پھر دوسرے فرشتے نے پوچھا۔ باقی جن کا حج قبول نہیں ہوا ان کے ساتھ اللہ تعالےٰ نے کس طرح پیش آیا۔ کہا خداوند کریم ہے۔ اس نے اپنی نگاہِ کرم سے ہر ایک کی برکت سے ایک ایک لاکھ کو بخش دیا اور چھ شخصوں کے طفیل میں چھ لاکھ کا حج قبول فرمایا اور یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے اور خدا تو بڑے فضل والا ہے۔

حکایت (۶۸) حضرت علی بن موفق فرماتے ہیں میں ایک روز حرم میں بیٹھا تھا اور ساٹھ حج کر چکا تھا میرے دل میں خیال گذرا کہ کب تک تو ان جنگل بیابانوں میں پھرے گا اتنے میں مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور سو گیا کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی کہہ رہا ہے اے موفق کے بیٹے تو نے اپنے گھر اسے بلایا ہے جسے دوست رکھا ہے۔ خوشی اسی کو ہے جسکو مولا دوست رکھے اور اپنے مقامِ عالی

میں بٹھائے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے ایک جوان کو خانۂ کعبہ کے پاس دیکھا کہ کثرت سے نماز پڑھتا اور سجدے رکوع بہت کر رہا تھا میں اس کے پاس گیا اور کہا تو نماز بہت پڑھتا ہے۔ کہا میں پھر جانے کی اجازت کا منتظر ہوں۔ کہتے ہیں، پھر میں نے ایک پرچہ کاغذ کا دیکھا جس میں لکھا تھا۔ یہ خط خدائے عزیز بخشنے والے کی طرف سے اس کے بندے سچے شکر گزار کی طرف ہے۔ واپس جا۔ تیرے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں۔

حکایت (۶۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں کعبہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک بوڑھا شخص کپڑے سے منہ ڈھانکے آیا اور زمزم کا پانی اپنی چھاگل میں بھر کر پیا۔ پھر میں نے جو اس سے بچا ہوا تھا لے کر پیا تو اس پانی میں شہد گھلا ہوا پایا۔ میں نے پھر کر اسے دیکھا تو وہ چلا گیا تھا۔ پھر میں دوسرے دن وہاں گیا اور چاہِ زمزم کے پاس بیٹھا۔ اتنے میں وہ مردِ ضعیف پھر آیا اور پہلے دن کی طرح منہ پر کپڑا اڑائے ہوئے تھا۔ باب زمزم سے داخل ہوا اور ڈول میں پانی لے کر پیا۔ میں نے بھی اس کا باقی بچا ہوا پانی پیا اس دن پانی میں دودھ شکر ملا ہوا تھا کوئی چیز اب تک اس ذائقہ کی مجھے معلوم نہ ہوئی۔

حکایت (۷۰) سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ولی اللہ کا لوگوں کے ساتھ میل جول رکھنا اس کی ذلت کا باعث ہے اُسے خدا تعالیٰ ہی کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ اولیاء اللہ خلق سے متنفر تنہا رہتے ہیں۔ عبداللہ بن صالح کو خدائے عالم کے ساتھ سابقہ تھا اور خدا کی مہربانی شامل حال تھی۔ ایک شہر چھوڑ کر لوگوں سے بھاگ کر دوسرے شہر جایا کرتے تھے یہاں تک کہ مکۂ معظمہ میں داخل ہوئے اور وہاں مدت تک قیام کیا۔ میں نے کہا تم یہاں بہت دنوں ٹھہرے۔ جواب دیا کیوں نہ یہاں ٹھہروں میں نے تو کوئی ایسا شہر نہ دیکھا جس میں یہاں سے زیادہ برکت و رحمت نازل ہوتی ہو۔ فرشتے یہاں صبح و شام آیا جایا کرتے ہیں۔ میں اس شہر میں بکثرت عجائب دیکھتا ہوں۔ فرشتوں کو دیکھتا ہوں کہ مختلف شکلوں میں طواف کرتے رہتے ہیں۔ جو کچھ میں دیکھتا ہوں اگر بیان کروں تو جو لوگ ایماندار نہیں ان کی عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔ میں نے کہا خدا کے واسطے میں تم سے چاہتا ہوں کہ کچھ مجھے بھی ان چیزوں کی خبر دو۔ کہا کوئی ولی کامل جس کی ولایت صحیح اور درست ہو چکی ہو، ایسا نہیں جو اس شہر میں شب جمعہ نہ آتا ہو۔ میرا قیام یہاں اسی واسطے ہے۔ ان کی عجیب و غریب باتیں دیکھتا ہوں اور میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ان کا نام مالک بن قاسم جبلی ہے وہ آئے اور ان کے ہاتھ پر کھانے کا اثر تھا۔ میں نے ان سے کہا کیا تم ابھی کھانا کھا کر آئے ہو، کہا استغفر اللہ میں نے چند ہفتوں سے اپنے ہاتھوں سے نہیں کھایا مگر میری ماں جلدی کر کے اپنے ہاتھوں سے

کھلا دیتی ہے تاکہ جلدی سے فجر کی نماز میں آکر شریک ہوں۔ مکۂ معظمہ میں اور اس مقام میں جہاں سے میں آیا ہوں نوسو فرسخ کا فاصلہ ہے کیا تم اس بات کو جانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں، کہا الحمدللہ کہ مجھ کو مردِ مومن دکھایا۔ راوی کہتا ہے نوسو فرسخ کے ایک سو سترہ منزل ہوئے اور یہ تین مہینے ستائیس دن کی مسافت ہے۔ فقط دن کی یا فقط رات کی۔

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خانۂ کعبہ کے گرد ملائکہ اور انبیاء اور اولیائے کرام کو دیکھا ہے اور اکثر یہ بزرگ جمعہ کی شب میں تشریف لاتے ہیں اور اسی طرح دوشنبہ اور جمعرات کی رات کو بھی دیکھا گیا ہے۔ راوی کا قول ہے کہ مجھ سے انبیاء کرام اور اولیائے کرام کی تعداد بیان کی جو معین جگہ میں کعبہ کے گرد اپنے اہل قرابت اور دوستوں کے ساتھ تھے اور ذکر کیا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا حضرت کے پاس اولیاء کرام کی ایک جماعت کثیر تھی ان کا شمار خدا ہی کو معلوم ہے کہ کتنے لوگ سرورِ کائنات کی مجلس میں حاضر تھے۔ ہاں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ اس قدر جماعت کسی نبی کی نہ تھی۔ اور یہ بھی کہا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد مقابل مقام ابراہیم خانۂ کعبہ کے دروازے کے پاس جمع ہوتے ہیں اور حضرت موسیٰ اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا گروہ رکن یمانی اور رکن شامی کے درمیان رہتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ایک گروہ ان کے تابعین کا حجر اسود کی جانب بیٹھتے ہیں اور حجر اسود کے قرب میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قبر ہے اور اسی مقام پر فرشتوں کا گروہ حجر اسود کے پاس دیکھا اور سرور انبیاء رحمۃ للعالمین خاتم رسل سیدنا رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رکن یمانی کے پاس مع اہل بیت و اصحاب کبار و اولیاء امت کے بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ذکر کیا کہ انہوں نے حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو دیکھا کہ سب انبیاء سے زیادہ امتِ محمدیؐ کے ساتھ محبت رکھتے ہیں اور سب کے سب اولیائے امتِ محمدی کے ملنے سے از بس خوش ہیں اور بعض انبیائے کرام اولیائے امتِ محمدی کی فضیلت پر غیرت کرتے ہیں اور بہت سے اسرار عجیبہ جن کا ذکر طول طویل ہے اور بعضی باتیں عقل سے بعید ہیں ذکر کیں (میں کہتا ہوں) اگر انبیا کو غیرت ہو تو بعید نہیں ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیرت شبِ معراج رسولِ خدا میں اور ان کا رونا مذکور ہے اور یہ غیرت امر خیر میں محمود ہے۔ البتہ حسد بُرا ہے اور جو حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا حال اور ان کا زیادہ محبت کرنا اس امت کے ساتھ ذکر کیا ہے یہ امر وہی شخص جانتا ہے جس کو اخبار و آثار پر اطلاع ہے بلکہ یہ بات قرآن شریف سے بھی سمجھی جاتی ہے۔

حکایت (۱۷) نقل ہے کہ ہشام بن عبدالملک نے قبل خلافت کے حج کیا وقت طواف کے کوشش کی کہ حجر اسود کا بوسہ لے مگر بوجہ کثرت آدمیوں کے ممکن نہ ہوا۔ اسی حال میں امام زین العابدین علی بن حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تشریف لائے لوگ انہیں دیکھ کر طواف سے رُک گئے یہاں تک کہ انہوں نے طواف کیا اور حجر اسود کا بوسہ لیا۔ لوگوں نے ہشام سے پوچھا یہ کون ہیں۔ کہا میں نہیں پہچانتا۔ فرزدق شاعر نے کہا جو کہ وہاں موجود تھا، میں انہیں پہچانتا ہوں اور اشعار میں ان کا نام .... لیا اور ان کی مدح وصفت بیان کی

روایت ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہر رات دن میں ایک ہزار رکعت پڑھتے تھے اور نماز تہجد کبھی حالت قیام اور سفر میں نہ چھوڑی اور جب وضو کرتے ان کا رنگ زرد ہو جاتا اور جب نماز کو کھڑے ہوتے ان کو لرزہ آجاتا۔ کسی نے دریافت کیا آپ کا کیا حال ہو جاتا ہے۔ فرمایا تم نہیں جانتے میں کس کے رُوبرو کھڑا ہوتا ہوں۔ اور نیز عادت شریف تھی کہ جب تیز ہوا چلتی آپ بے ہوش ہو کر گر پڑتے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے مکان میں نماز پڑھ رہے تھے اور حالت سجدہ میں تھے کہ وہاں آگ لگی لوگوں نے پکارا اے بیٹے رسول خدا کے آپ کے مکان میں آگ لگ گئی۔ آپ نے سر مبارک سجدے سے نہ اُٹھایا۔ یہاں تک کہ خود بخود آگ بجھ گئی بعد فراغ نماز لوگوں نے سبب پوچھا۔ فرمایا دنیا کی آگ سے آخرت کی آگ کے خوف نے مجھے غافل رکھا۔

اور حضرت امام کی یہ دعا تھی خداوندا پناہ مانگتا ہوں کہ لوگوں کی نظروں میں میرا ظاہر اچھا ہو اور میرا باطن درحقیقت بُرا ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ بعضے خدا کی عبادت اس کے خوف سے کرتے ہیں کہ یہ عبادت تو غلاموں کی ہے اور بعضے اس کی عبادت رغبت ثواب سے کرتے ہیں، یہ عبادت تاجروں کی ہے اور بعضے محض بطور عبادت شکر یہ اس کی نعمتوں کا ادا کرتے ہیں۔ یہ عبادت آزاد بندوں کی ہے اور آپ کو پسند نہ تھی کہ وضو یا طہارت میں کسی سے مدد لیں۔ آپ خود وضو کے واسطے پانی لاتے۔ اور سونے سے پہلے اس کو ڈھانک دیتے۔ جب رات کو جاگتے پہلے مسواک کرتے پھر وضو اور نماز شروع کرتے۔ اگر دن کے وظائف میں سے کچھ فوت ہو جاتا تو رات کو ادا کرتے۔ جب چلتے اپنے ہاتھ زانو سے ملا کر رکھتے اور اپنے ہاتھوں کو چلتے میں حرکت نہ دیتے۔ مجھے تعجب ہے فخر کرنے والے سے کہ کل تک وہ نطفہ ناپاک تھا اور کل پھر مردار ناپاک ہو جائے گا۔ اور مجھ کو بڑا تعجب اس سے ہے جو فنا ہونے والے گھر کے واسطے عمل کرے اور جو گھر باقی اور قائم رہنے والا ہے اس کے واسطے عمل ترک کرے۔ اہل مدینہ میں اکثر اشخاص ایسے تھے جن کی گذران ہوتی تھی اور ان کو خود نہ معلوم

تھا کہ ان کی وجہ معاش کہاں سے ہے اور کیا ملتا ہے۔ جب حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، ان لوگوں کو وہ نہ ملا جو رات کو پاتے تھے اس واسطے کہ آپ رات کو پوشیدہ راہ خدا میں محتاجوں کو دیا کرتے تھے۔ اور جو اس حال سے ناواقف تھے آپ کو بخیل جانتے تھے جب آپ نے انتقال فرمایا سو گھر ایسے نکلے جن کا خرچ آپ کی ذات خاص سے متعلق تھا ۔

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میرے والد بزرگوار حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے مجھے یہ وصیت کی کہ چار آدمیوں کے پاس نہ بیٹھنا، نہ ان سے دوستی کرنا اور نہ ان کے ساتھ سفر کرنا (۱) فاسق بدکار کی صحبت سے علیحدہ رہنا کیونکہ وہ ایک لقمہ کی غرض سے یا اس سے بھی کم پر تجھے بیچ ڈالے گا (۲) جھوٹے آدمی سے صحبت نہ کرنا۔ کیونکہ وہ بالکل دھوکے اور سراب کے مثل ہے۔ تیرے قریب کو تجھ سے دور کردے گا اور دور کو نزدیک بنادے گا (۳) کسی احمق کو دوست نہ بنانا کیونکہ وہ اپنی حماقت سے تجھے نفع پہنچانے کا تو قصد کرے گا لیکن درحقیقت تیرا نقصان کرے گا (۴) جو شخص ناتے رشتے قطع کرتا ہو اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔ میں نے قرآن شریف میں تین جگہ ملعون پایا ہے۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے حق میں بدگوئی کی اور آپ پر افترا پردازی کی۔ آپ نے فرمایا اگر میں ویسا ہی ہوں جیسا تو کہتا ہے تو میں خدا سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اگر میں ویسا نہیں تو خدا مجھے بخشے وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور عذر کر کے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا میں آپ پر قربان ہوں، آپ ایسے نہیں جیسا میں نے کہا میرے حق میں دعائے مغفرت فرمایئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تجھے بخشے۔ اسی شخص نے کہا اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھتا ہے اور جسے اپنا رسول کرتا ہے ۔

ایک مرتبہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا خادم گرم گوشت کا پیالہ تنور سے آپ کے مہمان کے واسطے لایا اتفاقاً وہ پیالہ آپ کے کسی چھوٹے صاحبزادے کے سر پر گر پڑا اور وہ بچہ اس صدمہ سے ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا تو آزاد ہے تو نے قصداً یہ فعل نہیں کیا اور آپ اس بچہ کی تجہیز و تکفین میں مصروف ہوئے۔

حضرت ممدوح امام محمد بن اسامہ بن زید کی عیادت کو تشریف لے گئے محمد بن اسامہ آپ کو دیکھ کر رونے لگے آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے کیوں روتے ہو۔ کہا مجھ پر قرض ہے آپ نے فرمایا کس قدر۔ کہا پندرہ ہزار دینار۔ آپ نے فرمایا ان کا ادا کرنا میرے ذمہ ہے میں ادا کروں گا۔

ایک دفعہ آپ مسجد سے باہر نکلے۔ کسی نے آپ کو گالی دی۔ آپ کے غلام اور خدمتگار اس کی طرف جھپٹے آپ نے فرمایا اس شخص کو جانے دو پھر آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میرے حالات تجھ پر پوشیدہ نہیں کیا تجھے کوئی حاجت ہے۔ میں تیری مدد کروں گا۔ وہ شخص شرمندہ ہوا۔ آپ نے چادر مبارک جو اس وقت اوڑھے ہوئے تھے اس پر ڈال دی۔ اور ہزار درہم اُسے دلوا دیئے۔ اس کے بعد وہ شخص کہا کرتا تھا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اولادِ رسولؐ ہیں (مؤلف رحمہ اللہ کہتے ہیں) کوئی نادان احمق یہ نہ سمجھے کہ یہ بزرگ دنیا دار تھے دنیا کا مال خرچ کرتے تھے۔ ایسا نہیں بلکہ یہ بزرگ سخی، جواں مرد، صاحب مروت و اہل فضل، فضائل نبوت سے آراستہ و پیراستہ تھے دنیا آتی تھی مگر جلد اُسے اپنے پاس سے نکال دیتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قبیلۂ انصار سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بنی سلمہ تمہارا سردار کون ہے۔ انہوں نے کہا جُد بن قیس بوجہ بخل کے ہمارا سردار ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کون مرض بخل سے پاک ہے بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے۔ حضرت حسانؓ نے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا اور بخیل کی مذمت اور سخی کی مدح میں اشعار پڑھے جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر تبسم کیا اور فرمایا بعض شعر البتہ حکمت و دانائی ہیں۔ امام حنبل سید جلیل ابن مبارک کہتے ہیں نفس کی سخاوت اس چیز میں جو لوگوں کے پاس ہے اس سخاوت سے جو خود خرچ کرنے میں کرتا ہے افضل ہے۔

حکایت (۲۷) نقل ہے کہ حضرت امام ابو جعفر محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم حج کو تشریف لے گئے۔ جب مسجد حرام میں داخل ہوئے خانۂ کعبہ کو دیکھ کر یہاں تک روئے کہ ان کی آواز بلند ہو گئی۔ کسی نے کہا لوگ آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ اپنی آواز کو روکیں اور رونے سے باز رہیں۔ فرمایا میں کیونکر نہ روؤں۔ شاید اللہ تعالیٰ میری طرف نظر رحمت کرے اور میں کل قیامت کو اس کی رحمت کے ذریعہ سے نجات پاؤں۔ پھر انہوں نے طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے نماز نفل ادا کی اور سجدے سے سر اُٹھایا۔ سجدے کا مقام آنسوؤں سے تر تھا اور اپنے ایک ہمراہی سے کہا میں غمگین ہوں میرا دل رنج سے فارغ نہیں۔ لوگوں نے عرض کیا آپ کو کیا رنج ہے۔ فرمایا جس کے دل میں صاف اور خالص اللہ کا دین داخل ہوا وہ جملہ ماسوا سے باز رہا اور دنیا نہیں مگر یہی سواری جس پر تو سوار ہے یا کپڑا جو پہن لیا یا عورت جو مل گئی یا کھانا جس قدر کھایا۔ پھر فرمایا اہل تقویٰ دنیا داروں میں کم مشقت والے ہیں اور لوگوں کی مدد زیادہ

کرتے ہیں۔ اگر تم ان کو بھول جاؤ تم کو یاد کریں، اگر تم ان کو یاد کرو تمہاری اعانت کریں حق بات کہنے والے اور حکم خدا کے ساتھ قائم رہنے والے ہیں، دنیا کو ایک منزل خیال کرو کہ رات کو اُترے اور صبح کو کوچ کیا یا کوئی کمال خواب میں دیکھا جب بیدار ہوئے کچھ پاس نہ تھا اور فرمایا مردِ مومن کا دل غنا اور عزت کی جولانگاہ ہے جب دونوں ایسے مکان میں پہنچتے ہیں جہاں توکل ہو اُس جگہ کو دونوں اپنا وطن بنا لیتے ہیں (میں کہتا ہوں) یعنی اگر کسی کے دل میں توکل نہ ہو تو غنا اور عزت دونوں وہاں سے کوچ کر جاتے ہیں اور ان کے قول جس کے دل میں صاف خالص دین اللہ کا داخل ہوا) اس سے مراد محبتِ خدا ہے کیونکہ صاف خالص اللہ کے دین کو حقیقتِ محبت لازم ہے۔ جس دل میں سچی محبت ہوگی دین خالص بھی وہیں ہوگا اور اس وقت وہ دل اپنے محبوب سے مشغول ہو کر ماسوائے محبوب سے اعراض کرے گا اور نہ سُنے گا اور نہ دیکھے گا مگر اللہ ہی کے ساتھ اور یہی مطلب ہے اس قول کا۔ میرے دل کے دوست کے ساتھ میرا دیکھنا اور سُننا ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ کسی چیز کی محبت آدمی کو اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔ عبداللہ ابن عطاؒ کہتے ہیں میں نے علماء کو باعتبار علم اور فضل کے درجے میں کسی سے چھوٹا نہ پایا مگر حضرت محمد بن علی بن حسین سے ان کے مقابلے میں بڑے بڑے عالم کم درجے کے معلوم ہوتے تھے۔ بعض اہل لغت کا قول ہے کہ امام محمد بن علی کا لقب باقر اس واسطے ہوا کہ ان کو علم بہت تھا۔ باقر کے معنی ہیں پھاڑنے والا اور شیر کا نام بھی باقر ہے کیونکہ شکار کا پیٹ پھاڑتا ہے۔ حضرت امام محمد بن علی فرماتے ہیں۔ میرا ایک بھائی میری نظر میں بڑا تھا اور جو میری نظر میں بڑا تھا دنیا ان کی نظروں میں ذلیل و حقیر تھی۔

حکایت (۱۳۷) حضرت لیث بن سعد فرماتے ہیں میں نے سنہ ۱۱۳ھ میں پا پیادہ حج کیا مکہ میں داخل ہو کر نمازِ عصر ادا کی اور کوہ ابو قبیس پر چڑھ گیا۔ ایک شخص بیٹھا دعا مانگ رہا تھا اور صرف یا رب یا رب کہہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس کی سانس پھول گئی پھر وہ بار بار یا ربّاہ کہتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کا دم اکھڑ گیا، پھر اس نے یا اللہ یا اللہ اس قدر کہا کہ اس کا دم بند ہونے لگا۔ پھر اسی طرح یا حیّ یا حیّ، پھر یا رحمٰن یا رحمٰن پھر یا رحیم یا رحیم پھر یا ارحم الراحمین سات مرتبہ اور ہر مرتبہ دم رُک جاتا تھا۔ پھر کہا خداوندا میں انگور چاہتا ہوں مجھ کو کھلا دے۔ میری چادر یعنی کپڑے پھٹ گئے۔ لیث کہتے ہیں اس کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ میں نے ایک بڑا خوشہ انگور کا دیکھا اور اس وقت روئے زمین پر انگور کا نام و نشان تک نہ تھا اور

دو چادریں رکھی ہوئی دیکھیں۔ پھر اس نے انگور کھانا چاہے۔ میں نے کہا میں بھی تیرا شریک ہوں۔ کہا کیوں۔ میں نے کہا۔ تو نے دعا مانگی اور میں آمین کہتا تھا۔ مجھے کہا آگے آ میں اس کے پاس پہنچا اور اس کے ساتھ انگور کے کچھ دانے کھائے۔ ایسے مزے کے انگور کبھی نہ کھائے تھے۔ ان انگوروں میں بیج نہ تھے۔ میں نے پیٹ بھر کے کھائے مگر ان میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ پھر کہا ان چادروں میں جو پسند ہو ایک لے لو۔ میں نے کہا چادر کی تو مجھ کو ضرورت نہیں۔ پھر مجھ سے کہا پردے میں ہو جاؤ۔ میں پہن لوں، میں چھپ گیا۔ اس نے ایک چادر کا تہبند بنایا اور دوسری اوڑھ لی اور پرانی چادریں جو پہنے تھیں دونوں ہاتھ میں لیں اور پہاڑ سے نیچے اترا میں بھی ساتھ ہو لیا۔ جب مقامِ سعی تک پہنچا ایک شخص اس سے ملا اور کہا مجھ کو پہنا دے اے بیٹے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا آپ کو جنت کا حلہ پہنا دے اس نے دونوں چادریں اس کے حوالے کر دیں اور چلا گیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے۔ کہا حضرت جعفر بن محمد تھے۔ میں نے تلاش کیا تا کہ آپ سے کچھ نفع حاصل کروں مگر نہ پایا۔ حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت امام جعفر صادقؓ سے سنا فرماتے تھے سلامتی بہت کم ہو گئی ہے۔ یہاں تک کہ اسکی طلب ہی مخفی ہے۔ اگر سلامتی کسی چیز میں ہے تو گمنامی میں، اگر اس میں نہیں تو خلوت میں اور تنہائی مثل گمنامی کے نہیں اور اگر خلوت میں بھی نصیب نہ ہو تو خاموشی میں ہے اور یہ خلوت کے برابر نہیں پھر اگر خاموشی میں بھی نہ ملے تو پچھلے نیک لوگوں کے کلام میں ہو گی۔ مردِ سعید وہی ہے جو اپنے جی میں خلوت پائے۔

روایت ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؓ کو خلیفہ منصور نے تلاش کیا اور ان پر از بس خشمگین تھا اور قتل سے ڈراتا تھا جب آپ اس کے پاس آئے اس نے بہت ڈرایا دھمکایا اور کہا عراق والوں نے تمہیں اپنا سردار کیا اپنے مالوں کی زکوٰۃ تم کو دیتے ہیں اور تم میری خلافت و حکومت کے منکر ہو اور باغی ہو کر فساد کرنا چاہتے ہو۔ خدا تم کو مارے اگر میں نہ ماروں۔ آپ نے جواب میں فرمایا اے امیر المومنین حضرت سلیمان علیہ السلام کو ملک و سلطنتِ دنیا دی گئی انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور حضرت ایوب علیہ السلام دنیا کی مصیبت میں مبتلا ہوتے انہوں نے صبر فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم ہوا انہوں نے معاف فرمایا یہ کلام سن کر منصور کا کینہ اور غصہ جاتا رہا اور آپ سے راضی و خوشنود ہوا اور آپ کی تعریف کی۔ جب آپ اس کے پاس سے واپس آتے تو کسی نے پوچھا آپ نے اس کے پاس جاتے وقت کیا دعا مانگی تھی آپ نے فرمایا میں نے یہ دعا پڑھی

تھی۔ اللّٰھُمَّ احْرُسْنِی بِعَیْنِكَ الَّتِی لَا تَنَامُ وَاکْنِفْنِی بِکَنَفِكَ الَّذِی لَا یُرَامُ وَاغْفِرْلِی بِقُدْرَتِكَ عَلَیَّ لَا اُھْلَكُ وَاَنْتَ رَجَائِی اللّٰھُمَّ اِنَّكَ اَجَلُّ وَاَکْبَرُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ اللّٰھُمَّ بِكَ اَدْفَعُ فِی نَحْرِہٖ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّہٖ۔

حضرت امام جعفر صادقؓ سے روایت ہے وہ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے وہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جسے خدا کچھ نعمت عطا فرماتے اُسے لازم ہے کہ خدا کا شکر ادا کرے اور جس کو رزق کی تنگی ہو وہ استغفار پڑھے اور جو کسی کام میں غمگین ہو لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا کرے۔

حکایت (۱۴۷) حضرت شقیق بلخی فرماتے ہیں میں ۱۴۹ھ میں بارادۂ حج گھر سے چلا قادسیہ میں اترا۔ میں لوگوں کی زینت اور ان کی کثرت دیکھ رہا تھا کہ ایک جوان خوبرو پر نظر پڑی۔ نفیس لباس پہنے تھا اوپر سے اُونی چادر اوڑھے ہوئے پاؤں میں جوتی لوگوں سے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ جوان صوفی ہے لوگوں پر بار ہوگا میں اس کے پاس ضرور جاؤں اور اُسے دھمکاؤں۔ میں اس کے قریب گیا۔ جب اُس نے مجھے متوجہ پایا کہا اے شقیق گمان کرنے سے بچو۔ بعض گمان گناہ ہے اور مجھے چھوڑ کر چل دیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا یہ بڑا کام ہے اُس نے جو میرے جی میں تھا کہدیا اور میرا نام لیا۔ یہ تو کوئی مرد صالح معلوم ہوتا ہے میں اُس سے ضرور ملوں گا اور میں اس سے بدگمانی صاف کراؤں گا۔ میں اس کے پیچھے جلدی کر کے چلا مگر نہ پایا اور میری نظر سے غائب ہوگیا۔ جب ہم مقام واقصہ میں اترے اس کو نماز میں پایا۔ اس کے اعضا کانپ رہے تھے اور آنسو جاری تھے۔ میں نے کہا یہ تو وہی میرا دوست ہے میں اس سے مل کر اپنا قصور بدگمانی کا معاف کراؤں۔ میں نے کچھ دیر صبر کیا اور وہ فارغ ہو کر بیٹھا۔ میں اس کی طرف متوجہ ہوا۔ جب مجھے آتے دیکھا کہا اے شقیق یہ آیت پڑھ وَاِنِّی لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ الخ جو کوئی توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے عمل کرے اور راہ پائے میں اس کے گناہ بخش دیتا ہوں۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلتا ہوا۔ میں نے کہا یہ جوان ضرور ابدال ہے میرے دل کی بات دو مرتبہ بیان کر دی۔ جب ہم منیٰ میں اترے میں نے اسی جوان کو دیکھا ہاتھ میں کوزہ لیے پانی کے واسطے کنوئیں پر کھڑا ہے اس کے ہاتھ سے کوزہ کنوئیں میں گر پڑا میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس جوان نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی اور کہا خداوندا، اے میرے مالک سردار تو خوب جانتا ہے میرے پاس سوائے اس کے اور کچھ نہیں مجھ سے یہ گم نہ کرنا۔ شقیق فرماتے

ہیں خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی اوپر تک اُبل آیا۔ اس جوان نے اپنا کوزہ لے کر پانی سے بھرا اور وضو کر کے نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ بعد ادائے نماز ایک ریت کے ٹیلے کی طرف گیا۔ اور بالو اٹھا اٹھا کر کوزے میں بھرتا تھا اور ہلا ہلا کر بار بار پیتا تھا میں اس کے پاس گیا اور سلام کیا۔ اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اپنا جھوٹا مجھے عنایت کیجیے۔ کہا اے شقیق خدا کی نعمتیں ظاہری باطنی ہمیشہ ہمارے ساتھ ہیں۔ اپنے پروردگار کے ساتھ نیک گمان رکھو پھر مجھ کو کوزہ دیا۔ میں نے اس میں سے پیا، ستو اور شکر اس میں گھلے ہوئے تھے۔ خدا کی قسم اس سے لذیذ اور خوشبودار کبھی کوئی چیز میں نے نہ پی ہوگی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی اور کئی دن تک وہاں ٹھہرا رہا کھانے پینے کی خواہش نہ ہوئی پھر راہ میں مجھ کو وہ جوان نہ ملا یہاں تک کہ قافلہ مکۂ معظمہ میں داخل ہوا۔ ایک رات متصل پانی کے قبہ کے آدھی رات کے وقت میں نے نماز پڑھتے دیکھا۔ نہایت عاجزی سے نماز پڑھتا تھا، رونے کی آواز سنی جاتی اسی حالت میں تمام رات گذر گئی۔ جب صبح ہوئی اپنے مصلے پر بیٹھا تسبیح پڑھتا رہا۔ پھر کھڑا ہو کر نماز فجر ادا کی اور سلام پھیر کر خانۂ کعبہ کا طواف کیا اور حرم سے باہر نکلا۔ میں اس کے ساتھ ہوا اس کے خادم و غلام نظر آئے۔ اثنائے راہ میں جس وضع سے تھا یہاں اس کے خلاف پایا لوگ گرد جمع ہو گئے اور سلام کرتے تھے میں نے ایک شخص سے جو اس کے قریب تھا دریافت کیا یہ جوان کون ہے کہا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں مجھے سخت تعجب ہوا کہ بے شک یہ عجیب و غریب کرامات ایسے ہی سید کے ہیں۔

حکایت (۵۷) حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں نے مسجد حرام میں ایک فقیر کو دیکھا کہ گدڑی اوڑھے سوال کر رہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا ایسا شخص ضرور لوگوں پر گراں ہوگا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر کہا جان لو کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خوب جانتا ہے اس سے ڈرو۔ میں نے اپنے دل میں استغفار کیا۔ پھر اس نے مجھے پکار کر کہا خدا وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور ان کے گناہوں سے درگزر کرتا ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں میں جنگل بیابان میں قافلہ کے ہمراہ جا رہا تھا ایک عورت نظر پڑی۔ قافلہ کے آگے آگے چل رہی تھی میں نے کہا یہ ضعیفہ قافلہ کے آگے آگے اس لیے ہے کہ کہیں قافلہ کا ساتھ نہ چھوٹ جائے میرے پاس چند درہم تھے میں نے جیب سے نکال کر اس سے کہا یہ لے اور جب قافلہ کسی مقام پر ٹھہرے تو مجھ سے ملنا۔ میں تیرے واسطے لوگوں سے مانگ کر جمع

دوں گا تو سواری کرایہ کر لینا۔ اس ضعیفہ نے اپنا ہاتھ بلند کیا اور ہوا میں سے کچھ لیا اس کے ہاتھ میں درہم نظر پڑے وہ درہم مجھ کو دیئے اور کہا تو نے جیب سے نکالے اور میں نے غیب سے پائے۔ ایک عورت خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے اے سب دلوں کے محبوب تیرے سوا میرا کون ہے تیری زیارت کو جو آج آیا ہے اس پر رحم فرما اب صبر کی تاب نہیں رہی اور تیرے اشتیاق کی زیادتی ہے اور دل کو انکار ہے کہ تیرے سوا کسی سے محبت کرے تو ہی میرا سوال و آرزو و مراد ہے کاش مجھے معلوم ہوتا کب تیری ملاقات ہوگی جنت کی نعمتیں میری مقصود نہیں۔ ہاں جنت اس واسطے مطلوب ہے کہ وہاں تیرا دیدار ہوگا۔

حکایت (۷۶) شیخ ابو عبدالرحمٰن بن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بقصد حج بیت اللہ بغداد میں داخل ہوا۔ میرے دماغ میں صوفیوں کا تکبر تھا۔ یعنی مجاہدہ و ریاضت شاقہ اور ماسوی اللہ کو دل سے نکالنا۔ میں نے چالیس دن تک کچھ نہ کھایا اور مدت قیام بغداد میں حضرت جنیدؒ سے ملاقات نہ کی اور ایک قطرہ پانی کا بھی نہ پیا اور میں ہر وقت باطہارت رہتا تھا اسی حال میں بغداد سے نکلا۔ ایک ہرن جنگل بیابان میں کنوئیں پر دیکھا پانی پی رہا تھا۔ میں پیاسا تھا۔ جب کنوئیں کے پاس پہنچا وہ ہرن چل دیا اور وہ پانی کنوئیں کی تہ میں چلا گیا۔ میں بھی چل دیا اور کہا اے میرے سردار تیرے نزدیک میری قدر اس ہرن کے برابر بھی نہیں۔ پھر میں نے سُنا کہ میرے پیچھے کوئی کہہ رہا ہے۔ ہم نے تجھ کو آزمایا مگر تو نے صبر نہ کیا جا پانی پی لے۔ ہرن بغیر رسی ڈول کے آیا اور تیرے پاس رسی اور ڈول تھا۔ میں کنوئیں پر پھر آیا کنواں منہ تک پانی سے بھرا تھا میں نے اپنا کوزہ پانی سے بھر لیا اور مدینہ تک راہ میں اس سے وضو کرتا رہا۔ مگر وہ پانی ختم نہ ہوا۔ جب میں حج کر کے بغداد واپس آیا جامع مسجد میں گیا۔ حضرت جنیدؒ کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ فرمایا۔ اگر تو کچھ دیر صبر کرتا۔ پانی تیرے قدموں سے جاری ہوتا۔

حکایت (۷۷) ایک صاحبدل فرماتے ہیں، میں جنگل بیابان میں جا رہا تھا ایک فقیر پیادہ برہنہ پا، سر کھلا ہوا ایک بوسیدہ تہبند باندھے ایک چادر کہنہ اوڑھے نظر آیا نہ اس کے پاس توشہ تھا نہ پانی کا سامان۔ میرے دل میں گذرا اگر اس کے پاس ڈول رسی ہوتی جب پانی کی ضرورت ہوتی وضو کرتا، نماز پڑھتا تو اس کے حق میں بہتر تھا۔ پھر میں اس سے مل گیا۔ دوپہر کی سخت گرمی تھی۔ میں نے اس سے کہا اگر یہ کپڑا سر پر ڈال لیتے اور دھوپ سے بچاؤ کر لیتے تو مناسب ہوتا۔ وہ خاموش رہا اور چلتا رہا۔ بعد ایک ساعت کے میں

نے کہا تم ننگے پاؤں ہو گیا حرج ہے کچھ دیر میں جوتا پہنوں کچھ دیر تم پہن کر چلو اس نے کہا میں جانتا ہوں تم بڑی فضول باتیں کرتے ہو کیا تم نے یہ حدیث نہیں دیکھی من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ (خوبیٔ اسلام انسان سے بے مطلب بات ترک کرنا ہے) میں نے کہا ہاں دیکھی ہے پھر وہ خاموش رہا اور ہم چلتے رہے مجھے پیاس لگی اور ہم سمندر کے کنارے جا رہے تھے۔ میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا کیا تم پیاسے ہو، میں نے کہا نہیں۔ پھر ہم ایک ساعت چلے اور پیاس مجھ پر غالب آئی پھر میری جانب توجہ کی اور پوچھا کیا تم پیاسے ہو میں نے کہا ہاں میں پیاسا ہوں۔ مگر تم میرے ساتھ اس موقع پر کیا کر سکتے ہو اس شخص نے مجھ سے کوزہ لے لیا اور دریا میں گھس کر پانی سے کوزہ بھر لایا۔ اور مجھ سے کہا پیو۔ میں نے پیا۔ نیل کے پانی سے زیادہ شیریں اور صاف تھا۔

حکایت (۷۸) شیخ فتح موصلیؒ بیان فرماتے ہیں میں نے جنگل میں ایک لڑکا نابالغ دیکھا راہ چل رہا تھا اور اس کے لبوں کو جنبش تھی۔ میں نے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا پھر میں نے سوال کیا صاحبزادے کہاں جا رہے ہو۔ کہا بیت اللہ کو جاتا ہوں، میں نے پوچھا کن الفاظ کے ساتھ اپنے لبوں کو حرکت دیتے ہو، کہا قرآن کے ساتھ، میں نے کہا ابھی تک تم پر تکلیف کا قلم نہیں چلا۔ کہا میں موت کو دیکھتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹوں کو لے رہی ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارے قدم چھوٹے ہیں اور راہ دُور ہے۔ کہا مجھ پر قدم اٹھانا اور خدا پر منزل مقصود تک پہنچانا ہے۔ میں نے کہا توشہ اور سواری کہاں ہے۔ کہا توشہ میرا یقین اور سواری میرے پاؤں ہیں۔ کہا میں تم سے پوچھتا ہوں روٹی پانی کہاں ہیں۔ کہا اے چچا کوئی مخلوق میں سے تم کو اپنے گھر بلائے کیا تم کو مناسب ہے کہ اپنے ساتھ توشہ اس کے گھر لے جاؤ میں نے کہا نہیں۔ کہا میرا سردار اپنے بندوں کو اپنے گھر بلاتا ہے اور ان کو گھر کی زیارت کی اجازت دی ہے، ان کے ضعف یقین نے انہیں توشہ لینے پر آمادہ کیا اور میں یہ بُرا جانتا ہوں۔ ادب کا لحاظ کرتا ہوں۔ کیا تمہیں گمان ہے کہ وہ مجھے ضائع و برباد کر دے گا میں نے کہا ہرگز نہیں۔ پھر لڑکا میری نظر سے غائب ہو گیا پھر میں نے اُسے مکہ میں دیکھا اور اس نے بھی مجھے دیکھا اور کہا اے شیخ تم ابھی تک ضعف یقین ہی پر ہو

حکایت (۷۹) ایک صاحب فرماتے ہیں میں بیابان حجاز میں کچھ دنوں تک تنہا بے آب و دانہ رہا۔ باقلا اور روٹی کی خواہش ہوئی میں نے جی میں کہا میں جنگل میں ہوں میرے

اور عراق کے مابین بڑی مسافت ہے۔ میں اسی خیال میں تھا کہ ایک دیہاتی نے دُور سے کھانے کے لیے آواز دی۔ میں نے اس کے پاس پہنچ کر کہا کیا تیرے پاس گرم باقلا ہے۔ کہا ہاں اور کپڑا بچھایا اور روٹی اور باقلا نکالا اور مجھ سے کہا کھاؤ۔ میں نے کھایا اس نے کہا اور کھاؤ میں نے کھایا، اس نے تیسری بار پھر کہا اور کھاؤ میں نے پھر کھایا۔ جب اس نے چوتھی دفعہ کھانے کو کہا۔ میں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھے میرے واسطے اس جنگل میں بھیجا ہے تو کون ہے اس نے کہا میں خضر ہوں۔ یہ کہکر غائب ہو گیا پھر میں نے نہ دیکھا

حکایت (۸۰) حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں مکہ معظمہ کی راہ میں مجھے ایک معذور شخص ملا جو گھٹنوں کے بل زمین پر چلتا تھا۔ میں نے پوچھا کہاں سے آتے ہو کہا سمرقند سے میں نے کہا کتنی مدت تم کو راہ میں گذری اس نے کہا کچھ اوپر دس برس میں نے تعجب کی نگاہ سے اُسے دیکھا، اس نے کہا اے شقیق تو مجھے کیا دیکھتا ہے میں نے کہا مجھے تیرے سفر دراز اور ضعف جان سے تعجب ہے۔ پھر مجھ سے کہا اے شقیق میرا سفر دور و دراز ہے مگر شوق قریب کر رہا ہے ضعفِ جان مزدور ہے لیکن میرا مالک اس کو اُٹھائے لیے جاتا ہے۔ اے شقیق کیا تعجب ہے کہ بندے ضعیف کو اس کا مولا مہربان لے جاوے۔

حکایت (۸۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں مجھ کو اثنائے راہ میں ایک جوان لاغر اندام ناتوان پتلی پتلی پنڈلیاں روتا ہوا نظر آیا اور یہ کہتا ہوا پایا کیا ہی شوق اس شخص کے واسطے ہے جو مجھے دیکھتا ہے اور میں اُسے نہیں دیکھتا۔ میں نے پوچھا وہ کون ہے۔ کہا میرا حبیب ہے جس کے کوئی مشابہ نہیں اور میرا گھر بھی ایسا ہے جس میں نہ صحن ہے نہ خیمہ۔ میں محلۂ عشق سے آتا ہوں مگر اس کی صفت بیان نہیں کر سکتا کیونکہ ایسے کے پاس سے آیا ہوں کہ میرا منہ اس کا حال بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ پھر وہ جوان دیر تک بیہوش رہا۔ لوگوں نے ہلایا تو مردہ پایا۔

روایت ہے کہ شیخ نجم الدین اصفہانیؒ مکہ معظمہ میں کسی بزرگ کے جنازے کے ساتھ گئے۔ جب دفن کر چکے تلقین کرنے والا بیٹھ کر تلقین کرنے لگا۔ شیخ نجم الدین ہنسے اور ان کی عادت تھی کہ ہنستے نہ تھے کسی نے ہنسنے کا سبب پوچھا انہوں نے ڈانٹ دیا۔ بعد اس کے کسی موقع پر کہا مجھ کو ہنسی اس روز اس بات پر آئی تھی کہ جب تلقین کرنے والا بیٹھا تو صاحب قبر نے کہا اے لوگو تم کو تعجب نہیں مردہ زندے کو تلقین کر رہا ہے۔

حکایت (۸۲) حضرت شیخ مزنی کبیرؒ فرماتے ہیں۔ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا، میرا دل گھبرایا

میں بقصد مدینہ منورہ مکہ سے باہر نکلا۔ جب بیر معونہ کے پاس پہنچا ایک جوان کو حالتِ نزع میں پایا۔ میں نے کہا کہہ لا الٰہ الا اللہ اس نے آنکھیں کھول دیں اور کہا میں مرتا ہوں، مگر دل میں میرے عشق موجود ہے اور مرضِ محبت ہی میں اچھے لوگ مرتے ہیں یہ کہہ کر مر گیا۔ میں نے اُسے نہلایا اور کفن دیا اور نماز جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ جب میں اس کام سے فارغ ہوا میرے دل کی پریشانی دفع ہو گئی۔ سفر کا ارادہ فسخ کیا اور مکہ معظمہ میں واپس آیا۔

ایک بزرگ کہتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک جوان پرانے کپڑے پہنے رہتا اور ہم لوگوں کے پاس نشست اس کی نہ تھی، میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی مجھے دوسو درہم حلال کمائی سے مل گئے میں نے وہ اٹھائے اور اس جوان کے مصلّے پر رکھ دیئے اور میں نے کہا مجھے بہ وجہ حلال سے ملے ہیں انہیں تم اپنی ضرورتوں پر صرف کرد۔ اس نے مجھے تیز نگاہ سے دیکھا اور کہا میں نے یہ نشست خلوتِ خدا کے ساتھ ستر ہزار دینار دے کر ارزاں قیمت پر حالتِ فراغ میں خریدی ہے۔ تم چاہتے ہو کہ مجھے اس قلیل مال سے فریب دو۔ یہ کہکر اُٹھ کھڑا ہوا اور وہ روپیہ پھینک کر چلا گیا میں وہ روپیہ اُٹھانے لگا۔ میں نے اس سے بڑھ کر صاحب عزت جاتے وقت اور اپنے سے زیادہ ذلیل روپیہ اُٹھاتے وقت دوسرے کو نہ دیکھا۔

حکایت (۳۸) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں مدینہ میں مقیم تھا ایک مرتبہ قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا۔ ایک مرد عجمی بڑے سر والا حضرت نبی کریم علیہ السلام سے رخصت ہو رہا تھا۔ جب وہ روضۂ پاک سے باہر نکلا میں اس کے پیچھے لگا۔ جب وہ مسجد ذوالحلیفہ میں پہنچا درود پڑھ کر لبیک کہی میں نے بھی اس کی متابعت کی اور اس کے پیچھے چلا۔ اس نے مڑ کر مجھے دیکھا اور کہا تو کیا چاہتا ہے میں نے کہا تمہارے ساتھ رہنا، اس نے انکار کیا میں نے بخوشامد اصرار کیا۔ پھر اُس نے کہا اگر تم میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو میرے قدم بہ قدم چلے آؤ۔ میں نے کہا منظور ہے۔ پھر وہ روانہ ہوا اور بے راہ چلا اور میں بھی اس کے ہمراہ تھا۔ جب کچھ رات گذر گئی چراغ کی روشنی نظر آئی۔ مجھ سے کہا یہ مسجد عائشہ رضی کی ہے تم آگے بڑھو یا میں آگے بڑھوں۔ میں نے کہا جو تم کو پسند ہو، پھر وہ مجھ سے آگے بڑھ گیا اور میں سو رہا، جب صبح کا وقت ہوا میں مکہ معظمہ میں داخل ہوا طواف وسعی کر کے شیخ ابوبکر کتانی رح کی خدمت میں حاضر ہوا ان کے پاس ایک جماعت مشائخ وقت کی موجود تھی میں نے سب کو سلام کیا۔ مجھ سے شیخ کتانی نے پوچھا تم کب آئے میں نے کہا ابھی آیا ہوں۔ کہا کس مقام سے آئے ہو

میں نے کہا مدینۂ منورہ سے کہا کب چلے تھے میں نے کہا شب گزشتہ کو میں وہیں تھا میرے اس قول سے ایک نے دوسرے کی طرف بنظر تعجب دیکھا۔ پھر شیخ کتانیؒ نے مجھ سے پوچھا تم کس کے ساتھ یہاں آئے ہو میں نے کہا ایک شخص کے ہمراہ، اس کا حال و قصہ یہ ہے اور تمام ماجرا ذکر کیا۔ شیخ مذکور نے کہا یہ تمہارے ہمراہ ابوجعفر دامغانی تھے اور یہ ان کے حالات میں سے بہت تھوڑا ہے۔ پھر اپنے اصحاب سے کہا اٹھو اور ان کو تلاش کرو پھر مجھ سے کہا اے میرے لڑکے میں جانتا ہوں کہ تمہارا حال ایسا نہیں ہے کہ ایک شب میں مدینۂ منورہ سے مکۂ معظمہ میں داخل ہو جاؤ۔ پھر مجھ سے دریافت کیا تم کو چلتے وقت زمین تمہارے زیر قدم کیسی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے کہا زمین مجھ کو مثل لہر کے جو کشتی کے نیچے آتی ہے معلوم ہوتی تھی۔

حکایت (۴۷۸) حضرت سفیان بن ابراہیم فرماتے ہیں۔ ابراہیم ابن ادہم کو بمقام مکۂ معظمہ میں نے دیکھا کہ سوق اللیل میں جس جگہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت ہے رو رہے ہیں تنگی راہ سے وہ مجھ کو دیکھ کر ایک طرف دب گئے۔ میں نے ان کو سلام کیا اور اس متبرک مقام میں درود پڑھا۔ میں نے ان سے کہا اے ابو اسحاق اس مقام پر رونا کیسا ہے کہا اچھا ہے میں دو بار بلکہ تین بار پھر کر وہاں آیا اور ان کو اسی حال میں روتے پایا اور ہر بار سوال کیا بالآخر جواب دیا اے ابوسفیان میں تم کو ایسے امر کی خبر دوں جو تم اس کو ظاہر کرو یا مجھ پر پوشیدہ رکھو میں نے کہا جو چاہو کہو۔ کہا میرا دل تیس برس سے ہریسہ کو چاہتا تھا میں بزور اس کو روکتا تھا شب گذشتہ کو نیند نے مجھ پر غلبہ کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک خوبرو جوان ہے اس کے ہاتھ میں سبز پیالہ ہے اور اس سے بھاپ اٹھ رہی ہے اور ہریسہ کی خوشبو آ رہی ہے۔ میں نے اپنے دل کو سنبھالا وہ میرے پاس آیا اور کہا اے ابراہیم لے یہ کھا۔ میں نے کہا جو چیز خدا کے واسطے چھوڑ دی اُسے نہیں کھاتا۔ کہا اگر خدا کھلاوے تب بھی نہیں کھائے گا۔ کہا قسم خدا کی مجھ سے کوئی جواب نہ آیا مگر روتا۔ پھر مجھ سے کہا کھاؤ تم پر خدا رحم کرے۔ میں نے اس شخص سے کہا کہ ہم کو حکم ہے کہ کوئی چیز بھی اپنے توشہ دان میں نہ رکھیں۔ پھر اس نے کہا کھاؤ اللہ تعالیٰ تم سے در گزر فرمائے مجھ کو یہ رضوان داروغۂ جنت نے بحکم خداوندی دیا ہے اور کہا ہے اے خضر! یہ کھانا لے جا کر ابراہیم کو کھلا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جان پر رحم فرمایا ہے انہوں نے بڑا صبر کیا اور اپنی جان کو ممنوع خواہشات سے روکا ہے۔ پھر کہا خدا اے بزرگ کھلاتا ہے اور تم اُسے روکتے ہو۔ اے ابراہیم میں نے فرشتوں سے سُنا ہے کہتے تھے جو شخص بلا طلب دیا جائے اور لینے سے

انکار کرے اس کا انجام یہ ہے کہ طلب کرے گا اور نہ پاوے گا۔ میں نے کہا اگر ایسا ہے تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں خدا کا یہ عہد اب تک نہیں توڑا۔ اتنے میں دوسرا جوان آیا اور اس نے حضرت خضر کو کچھ دے کر کہا یہ ابراہیم کے منہ میں لقمہ بنا کر دے دو۔ حضرت خضر مجھ کو کھلاتے رہے، یہاں تک کہ میں سو کر اٹھا اور کھانے کا مزہ منہ میں اور رنگ زعفران میرے لبوں پر تھا۔ میں چاہ زمزم پر گیا، منہ دھویا، کلی کی نہ مزا منہ کا گیا اور نہ رنگ زعفرانی، سفیان رح کہتے ہیں میں نے ان سے کہا مجھ کو دکھلاؤ، انہوں نے دکھلایا۔ اسوقت تک اثر باقی تھا۔ پھر میں نے کہا اے خدائے بزرگ جو خواہش نفسانی روکنے والوں کو جب کہ ان کی روک اور بازرہنا درست ہوجائے کھلاتا ہے۔ اے وہ ذات کریم جس نے اپنے دوستوں کے دلوں کو صحت و استقامت لازم کر دی اے وہ رب رحیم جو اپنے دوستوں کے دلوں کو شراب محبت پلاتا ہے۔ کیا سفیان کے واسطے بھی تیرے پاس یہ ہے۔ کہتے ہیں پھر میں نے حضرت ابراہیم کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگی۔ خداوندا بہ برکت قدر و عزت اس ہاتھ کے اور قدر صاحب اس ہاتھ کے اور اس کی حرمت کے جو تیرے نزدیک ہے اور بہ برکت تیرے جود و سخا کے جو تو نے اس پر کی ہے خداوندا اپنے بندے پر سخاوت کر۔ جو کہ تیرے فضل و احسان کا محتاج ہے۔ اے ارحم الراحمین اگرچہ وہ تیرے فضل و کرم کا مستحق نہیں ہے۔ اے رب العلمین۔

حکایت (۸۵) حضرت ابراہیم رض سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے خانہ کعبہ کا حج کیا میں طواف میں تھا کہ ایک جوان خوبصورت جس کے حسن و خوبی سے لوگ متعجب تھے نظر آیا میں اس کو دیکھ کر روتا تھا کسی نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، بیشک شیخ کو غفلت نے گھیر لیا ہے۔ پھر کہا اے میرے سردار یہ کیسا دیکھنا ہے جس کے ساتھ رونا ملا ہوا ہے۔ انہوں نے جواب دیا بھائی میں نے خدا سے عہد کیا ہے اور اس کے توڑنے پر قادر نہیں ہوں ورنہ اس جوان کو اپنے پاس بلاتا اور اُس سے سلام کرتا۔ کیونکہ یہ میرا بیٹا میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میں نے اس کو کم سن چھوڑا تھا اور خدا کی طلب میں بھاگ کر یہاں آیا اور اب وہ بڑا ہو کر یہاں آیا ہے۔ اور مجھ کو خدا سے شرم آتی ہے کہ جس چیز کو اس کے واسطے چھوڑا پھر اسی کو لوں۔ تم اس جوان کے پاس جا کر میرا سلام کہو شاید میرے بے چین دل کو تسلی ہو اور میری سوزش جگر سرد ہو پھر میں اس جوان کے پاس گیا اور کہا خدا تمہارے باپ کو برکت دے اس نے کہا اے چچا میرے

باپ کہاں ہیں وہ تو مجھے چھوڑ کر خدا کی طلب میں گھر سے نکل گئے۔ کاش میں ان کو ایک ہی مرتبہ دیکھتا اور میرا دم ان کے سامنے نکل جاتا۔ افسوس افسوس! اتنا کہا اور رونے کی شدت سے اس کا دم بند ہونے لگا۔ پھر کہا خدا کی قسم میں چاہتا ہوں میں ان کو ایک نظر دیکھ لوں اور اسی جگہ مر جاؤں۔ پھر رونے لگا۔ راوی کہتے ہیں میں حضرت ابراہیم کے پاس آیا وہ سجدے میں پڑے تھے اور سنگریزے اُن کے آنسوؤں سے تر تھے وہ رو رو کر عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا مانگ رہے تھے۔ میں نے کہا اس کے حق میں دعا کرو۔ کہا خداوند کریم اس کو گناہوں سے روکے اور اپنی مرضی کے کاموں پر اس کی مدد کرے۔

حکایت (۸۶) شیخ ابو دقاقؒ فرماتے ہیں میں مکۂ معظمہ میں بیس برس رہا میرے جی نے دودھ کی خواہش کی۔ میں عسفان گیا اور وہاں ایک عرب قبیلے میں مہمان ہوا ناگاہ میری نظر ایک خوبصورت لڑکی پر پڑی اس نے میرا دل اپنی محبت میں لے لیا۔ صاحب خانہ نے کہا اے شیخ اگر تو سچا ہے تو تیرے دل سے دودھ کی خواہش جاتی رہے۔ میں مکۂ معظمہ کو واپس آیا، خانہ کعبہ کا طواف کیا اور گھر جا کر سو رہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا میں نے کہا اے خدا کے نبی، خدا تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے خدا نے تم کو زلیخا سے بچایا جواب میں فرمایا بلکہ اے ابو دقاق خدا تمہاری آنکھیں ٹھنڈی رکھے عسفان والی عورت سے بچ گئے پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے نرم آواز سے یہ آیت پڑھی وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ۔

کسی بزرگ کا قول ہے انسان نفس کے پھندے اور نفس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا۔ ہاں خدا کی مدد سے نفس کے شر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ اور کہا ہے خدا ہی کے ساتھ آرام پکڑ اور خدا سے الگ ہو کر آرام نہ لے۔ جس نے خدا کے ساتھ میں آرام پایا نجات پائی اور جس نے خدا کو چھوڑ کر آرام چاہا ہلاک ہوا۔ خدا کے ساتھ آرام میں دل کو ذکرِ خدا سے راحت ہوتی ہے اور خدا سے علٰحدہ ہو کر راحت پاتا دوام غفلت کی علامت ہے۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن علی ترمذی حکیمؒ کہتے ہیں ذکرِ خدا دل کو تر کرتا اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل ذکرِ خدا سے خالی ہوتا ہے اس کو نفس کی حرارت اور آتش شہوت پہنچتی ہے اور دل خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور جملہ اعضاء طاعتِ خدا سے باز رہتے ہیں۔ جب ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ خشک لکڑی جھکانے سے نہیں جھکتی اور کاٹنے اور جلانے کے کام کی ہو جاتی ہے۔ شیخ ابو عبداللہ محمد ابن فضلؒ فرماتے ہیں تعجب ہے اس شخص سے کہ جنگل و بیابان اپنے گھر جانے اپنی اولاد سے

ملنے کی غرض سے طے کرتا ہے اور اپنے نفس کی خواہش کو نہیں قطع کرتا کہ دل تک پہنچے جس میں اس کے مولیٰ کی علامات ہیں۔ شیخ ابو تراب نخشبیؒ کا قول ہے جو خدا کے ساتھ مشغول ہو کر اس سے پھرے گا فوراً غضبِ الٰہی میں مبتلا ہو گا۔

حکایت (۸۷) روایت ہے کہ ایک صاحبدل نے تنہا سفر حج کیا اور خدا سے قول کیا کہ کسی سے کچھ نہ مانگوں گا۔ اثنائے راہ میں کسی مقام پر ٹھہر گیا۔ مدت گذری کچھ نہ ملا چلنے سے عاجز ہوا اپنے جی میں کہا یہ ضرورت کا حال ہے۔ کہ ضعف سے ہلاکت تک پہنچا دیتی ہے اور وہ حج سے باز رہنے کا باعث ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ خود منع فرماتا ہے کہ اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈالو پھر اس بزرگ نے سوال کا ارادہ کیا اس کے دل میں ایسا خطرہ پیدا ہوا جس نے ارادۂ سوال سے روکا۔ پھر کہا میں مر جاؤں گا مگر جو عہد میرے اور خدا کے درمیان ہے نہ توڑوں گا۔ قافلہ چلا گیا اور یہ اکیلا رہ گیا۔ رو بقبلہ ہو کر موت کا منتظر تھا۔ ناگاہ ایک سوار اس کے سر پر آکھڑا ہوا اس کے پاس پانی کا ظرف تھا پانی پلایا اور اس کی ضرورت رفع کی اور کہا تم قافلے سے ملنا چاہتے ہو۔ کہا اب قافلہ کہاں۔ کہا اٹھو۔ چند قدم چل کر کہا۔ یہاں ٹھہرو قافلہ آتا ہو گا۔ وہ بزرگ وہاں ٹھہرے رہے قافلہ پیچھے سے آتے دیکھا (میں کہتا ہوں) اخیر کتاب میں جواب انکار اس حصے کا آوے گا۔

حکایت (۸۸) کہتے ہیں ایک جوان کعبہ کا طواف کر رہا تھا اور درود شریف کا شغل رکھتا تھا۔ کسی نے اس سے پوچھا تم کو اس درود کا کچھ اثر معلوم ہوا۔ کہا ...... ہاں۔ میں اور میرے والد حج کو چلے راہ میں میرے والد بیمار ہو کر مر گئے۔ ان کا منہ کالا، آنکھیں کرنجی ہو گئیں، پیٹ پھول گیا۔ میں رویا اور کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ میرے باپ مسافرت میں مر گئے اور ایسے مرے جب رات ہوئی مجھ پر نیند غالب آئی۔ خواب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ سفید کپڑے پہنے ہیں۔ عمدہ عطر کی خوشبو آرہی ہے۔ حضورؐ میرے باپ کے پاس آتے اور میرے باپ کے منہ پر ہاتھ پھیرا۔ دودھ سے زیادہ سفید اور روشن چہرہ ہو گیا۔ پھر پیٹ پر ہاتھ پھیرا، جیسا تھا ویسا ہو گیا۔ پھر حضرت نے جانا چاہا۔ میں اٹھ کھڑا ہوا اور حضرت کی چادر مبارک پکڑ کر عرض کیا اے میرے سردار قسم اس ذات کی جس نے آپ کو اس حالت مسافرت میں میرے باپ کے پاس بھیجا۔ آپ کون ہیں۔ آپ نے فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا۔ میں محمد رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ یہ تیرا باپ بڑا نافرمان گناہگار تھا۔ مگر مجھ پہ درود بہت بھیجا کرتا تھا

جب اس پر یہ مصیبت نازل ہوئی مجھ سے فریاد کی۔ میں اس کی فریاد کو پہنچا اور میں ہر ایک کا فریاد رس ہوں جو دنیا میں بکثرت مجھ پہ درود بھیجتا ہو۔

حکایت (۸۹) ابوالحسن سراج کہتے ہیں۔ میں بیت اللہ کا حج کرنے گھر سے چلا کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ ایک عورت حسینہ جس کے حسن و جمال نے عالم کو روشن کر دیا تھا۔ نظر پڑی۔ میں نے کہا خدا کی قسم آج تک کہیں ایسی حسینہ و جمیلہ عورت نظر نہ آئی۔ شاید یہ حسن و خوبی بوجہ کم فکر و غم کے ہے۔ یہ بات اس عورت نے سُنی اور کہا اے مرد تو نے کیا کہا۔ خدا کی قسم میں غموں سے جکڑی ہوئی ہوں، دل فکروں سے زخمی ہے۔ اس غم میں میرا کوئی شریک نہیں۔ میں نے کہا وہ کیا ہے۔ کہا میرے شوہر نے ایک بکری قربانی کی ذبح کی اور میرے دو چھوٹے لڑکے کھیل رہے تھے اور ایک چھوٹا بچہ شیر خوار میری گود میں تھا۔ میں کھانا پکانے اُٹھی، بڑے لڑکے نے چھوٹے سے کہا آؤ میں تمہیں دکھلاؤں میرے باپ نے بکری کے ساتھ کیسا کام کیا۔ چھوٹے لڑکے نے کہا ضرور دکھلاؤ۔ پھر بڑے لڑکے نے چھوٹے لڑکے کو پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا اور خود پہاڑ پر بھاگ گیا وہاں اس کو بھیڑیے نے پھاڑ ڈالا۔ اس کا باپ اس کی تلاش میں گیا وہ شدتِ پیاس سے مر گیا۔ چھوٹے بچے کو چھوڑ کر میں دروازے تک گئی کہ دیکھوں کہاں گیا۔ ہانڈی چولہے پر تھی چھوٹے بچہ نے گرم ہانڈی اپنے اوپر انڈیل لی اور وہ بھی جل کر مر گیا۔ یہ خبر میری بڑی لڑکی کو جو اپنے شوہر کے پاس تھی، پہنچی سنتے ہی پچھاڑ کھا کر زمین پر گری اور جان دیدی۔ ان سب میں صرف مجھ کو زمانہ نے تنہا باقی رکھا۔ میں نے کہا تو ان بڑی مصیبتوں پر کیسے صبر کرتی ہے کہا کوئی ایسا نہیں جو صبر اور گھبراہٹ میں فرق کرے اور اس کو ان دونوں کے درمیان راہ نہ مل جائے۔ صبر کا انجام نیک ہے اور گھبرانے والے کو کچھ عوض نہیں ملتا۔ یہ کہکر وہ عورت چلی گئی۔

حکایت (۹۰) حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ مجھ کو سفر میں پیاس معلوم ہوئی اور شدتِ پیاس سے بیہوش ہو کر گر پڑا۔ کسی نے میرے منہ پر پانی چھڑکا۔ میں نے آنکھیں کھولیں ایک مرد حسین، خوبرو گھوڑے پر سوار دیکھا، اس نے مجھ کو پانی پلایا اور کہا میرے ساتھ رہو تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ اس جوان نے مجھ سے کہا، تم کیا دیکھتے ہو۔ میں نے کہا یہ مدینہ ہے کہا اتر جاؤ۔ میرا سلام حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا اور عرض کرنا آپ کا بھائی خضر آپ کو سلام کہتا ہے۔

شیخ ابوالخیر اقطعؒ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا پانچ دن وہاں قیام کیا مجھ کو کچھ

ذوق ولطف حاصل نہ ہوا۔ میں قبر شریف کے پاس حاضر ہوا اور حضرت رسول خدا صلعم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو سلام کیا اور عرض کیا اے رسول اللہؐ آج میں آپ کا مہمان ہوں۔ پھر وہاں سے ہٹ کر منبر کے پیچھے سو رہا۔ خواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت ابو بکرؓ آپ کی داہنی اور حضرت عمرؓ آپ کی بائیں جانب تھے اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہٗ آپ کے آگے تھے۔ حضرت علیؓ نے مجھ کو بلایا اور فرمایا اٹھ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں میں اٹھا اور حضرت کی دونوں آنکھوں کے درمیان چوما۔ حضور نے ایک روٹی مجھ کو عنایت فرمائی۔ میں نے آدھی کھائی اور جاگا تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

حکایت (۹۱) شیخ ابو جعفر صفارؒ فرماتے ہیں۔ میں ایک جنگل میں مدت تک رہا اور مدت تک پیاسا رہا ضعیف و ناتوان ہو گیا۔ میں نے ایک مرد کو دیکھا دبلا پتلا منہ کھولے آسمان کو دیکھ رہا ہے۔ میں نے کہا کیوں کھڑے ہو۔ کہا تجھ کو کیا مطلب مولیٰ اور اس کے غلام کے درمیان کیوں گھسا آتا ہے۔ پھر ہاتھ سے اشارہ کیا اور کہا یہ راہ ہے۔ میں اس کے اشارہ کی طرف چلا۔ کچھ دور گیا ہوں گا کہ دو روٹیاں نظر آئیں ایک پر گرم گوشت تھا اور ایک کوزہ پانی کا بھرا ہوا۔ میں نے پیٹ بھر کر روٹی کھائی اور خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر اس کے پاس واپس آیا۔ اور کہا تصوف کیا ہے، اس نے تبسم کیا اور کہا ایک چیز ظاہر ہونے والی تھی ظاہر ہوئی، اس نے اپنا مطیع کیا اور جان و مال مباح کر دیا۔ یعنی تصوف پوشیدہ امر کا ظاہر ہو جانا ہے۔ بندہ مبہوت ہوتا ہے، لُٹ جاتا ہے۔ جو کچھ مال و دولت پاس ہوتی ہے اس کو بالکل مباح کر دیتا ہے یہاں تک کہ اپنے نفس کے واسطے کچھ بھی چیز پسند نہیں کرتا۔ اور اصطلام محل قہر و حیرت اور سراسر دہشت ہے (میں کہتا ہوں) اسی اصطلام کی جانب شیخ ابو الغیث یمنی مشہور نے اشارہ فرمایا۔ فرماتے ہیں اہل حضوری چار قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو خطاب کے وقت ہمہ تن کان بن جائیں۔ دوسرے مشاہدہ جمال و جلال میں ہمہ تن آنکھ ہیں۔ تیسرے انوار تجلی میں مبہوت ہیں، چوتھے وہ جن کی زبان حال شفاعت علیٰ وجہ الکمال کے واسطے مستعد ہے۔

حکایت (۹۲) شیخ علی بن موفقؒ فرماتے ہیں۔ ایک سال میں نے سواری پر سفرِ حج کیا۔ لوگوں کو پاپیادہ دیکھ کر ان کے ساتھ پیدل چلنا مجھ کو بھی بھلا معلوم ہوا میں سواری سے اترا اور ایک شخص کو اپنی سواری پر سوار کر دیا اور ان لوگوں کے ساتھ پیدل چلا۔ ہم قافلہ کے چند اشخاص ایک جانب پڑ گئے اور راہِ راست چھوڑ دی ناگاہ ہم کو نیند غالب آئی اور ہم سب کے سب

سو گئے میں نے خواب میں دیکھا کہ چند خوبصورت لڑکیاں ہاتھوں میں سونے کے طشت اور چاندی کے لوٹے لیے پیدلوں کے پاؤں دھو رہی ہیں۔ صرف میں باقی رہ گیا۔ ایک ان میں سے بولی کیا یہ مرد اُن لوگوں میں نہیں ہے۔ دوسری نے جواب دیا اس کے پاس سواری ہے۔ پہلی نے کہا بلکہ یہ بھی انہیں میں ہے کیونکہ ان کے ہمراہ پیادہ پا چلنا اس کو پسند آیا۔ یہ بات سُن کر جو کچھ مجھ کو رنج و تعب تھا دفع ہو گیا۔

حکایت (۹۳) شیخ علی بن موفقؒ فرماتے ہیں۔ میں نے پچاس سے اوپر حج کیے اور ان کا ثواب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم اور اپنے ماں باپ کی ارواح کو بخشا۔ صرف ایک حج میرے پاس بخشنے سے باقی رہ گیا۔ میں نے میدانِ عرفات میں اہل موقف کو دیکھا اور ان کی آواز کا شور سُنا۔ میں نے نیت کی اور خدا سے دعا مانگی کہ خداوندا! اگر ان لوگوں میں کوئی ایسا ہو جس کا حج قبول نہ ہوا ہو تو اس کو میں یہ حج دیتا ہوں تاکہ اس کا ثواب اس کو ملے اس شب کو مقامِ مزدلفہ میں میں نے رات گذاری خداوند تعالےٰ کو خواب میں دیکھا مجھے ارشاد ہوا اے علی بن موفقؒ تیری سخاوت کی بدولت میں نے ان اہلِ موقف اور ان کے مثل دوسرے اور ان سے دوگنے اور چوگنے لوگوں کو بخش دیا اور ہر شخص کی شفاعت اس کے گھر والوں اور دوستوں اور پڑوسیوں کے حق میں قبول کی اور میں تو تقویٰ اور مغفرت والا ہوں۔

حکایت (۹۴) حضرت شیخ ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ کشتی میں سوار ہوا اور میرے ہمراہ ایک جوان خوبصورت نورانی چہرہ تھا جب ہم وسط دریا میں پہنچے مالک کشتی کی تھیلی جس میں مال تھا گم ہو گئی جملہ اہلِ کشتی کی تلاشی لی گئی جب نوبت اس حسین جوان کی آئی اس نے ایک جست کی اور دریا کی لہروں پر بیٹھ گیا۔ اس کے واسطے لہر مثل تخت کے قائم ہو گئی اور روانگی سے باز رہا۔ ہم لوگ کشتی سے یہ حال دیکھ رہے تھے۔ پھر اس جوان نے کہا: اے میرے مولیٰ لوگوں نے مجھے چوری کی تہمت لگائی ہے اے میرے دل کے دوست میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ جس قدر جانور اس جگہ ہیں تو اُن کو حکم کر کہ اپنا منہ پانی سے باہر نکالیں ان کے منہ میں جواہر ہوں۔ حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں اس کی بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ ہم لوگوں نے دیکھا۔ دریائی جانور سامنے جہاز کے جمع ہو گئے اور تمام منہ نکالے اور منہ میں جواہر لیے ہوئے تھے۔ ان موتیوں کی آب و تاب سے دریا روشن ہو گیا اور دیکھنے والوں کی نگاہ چندھیا گئی پھر وہ جوان دریا میں کود پڑا اور پانی پر خوشی سے اترا کر چلتا تھا اور یہ کہتا تھا اِیَّاکَ نَعْبُدُ

وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ یہاں تک کہ وہ ہماری نگاہوں سے غائب ہو گیا۔ اسی واسطے میں نے سیاحی اختیار کی کیونکہ سفر میں اولیاء اللہ سے ملاقات ہو جاتی ہے۔ اور مجھ کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول یاد آیا۔ فرماتے ہیں میری امت میں تیس نیک مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح ہوں گے۔ جب ان میں سے ایک مر جاتا ہے خداوند تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بدل دیتا ہے۔

حکایت (۹۵) حضرت ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں حالت سفر میں مجھ کو ایک جنگل میں سخت تکلیف ہوئی میں نے وہ مصیبت برداشت کی اور اس پر صبر کیا۔ جب میں مکہ معظمہ میں داخل ہوا مجھ میں کسی قدر خود بینی آ گئی ایک بوڑھی عورت نے حالت طواف میں مجھ کو پکار کر کہا اے ابراہیم میں تیرے ساتھ اسی جنگل میں تھی، مگر میں نے تجھ سے کلام نہیں کیا تاکہ تیرا دھیان اس کی طرف سے نہ پھر جائے۔ اپنے دل کے وسوسے کو نکال ڈال ✦ شیخ ابوالحسین مزینؒ فرماتے ہیں میں نے جنگل میں تنہا ننگے پاؤں ننگے سر سفر کیا۔ میرے دل میں گذرا کہ امسال کوئی بھی میری طرح تنہا دنیوی تعلقات سے پاک اس سفر میں نہ ہو گا۔ مجھ کو پیچھے سے ایک شخص نے کھینچ لیا اور کہا اے حجام کب تک تیرا جی جھوٹی باتیں کرے گا ایک بزرگ نے فرمایا ہے نفس کے چھوڑنے ہی میں خدا سے وصال ہے اور نفس سے ملنا خدا سے جدا ہونا ہے۔ اور کہتے ہیں ہجر آگ ہے اور وصل جنت ہے۔ اور یہ بھی کسی کا قول ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اپنے سب بندوں کو معرفت عطا فرمائی ہے اور بمقدار اسی معرفت کے اس کو بلاؤں کی برداشت عنایت فرمائی ہے۔

حکایت (۹۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے سمنونؒ کو طواف میں دیکھا اور وہ لچک کر خوش خوش چلتے تھے۔ میں نے کہا اے شیخ تم کو خداوند عالم کے روبرو کھڑے ہونے کی قسم ہے مجھ کو خبر دو کس بات سے تم واصل الی اللہ ہوئے۔ جب ذکر موقف سنا بیہوش ہو کر گر پڑے جب ہوش آیا تو کہا اے بھائی میں نے اپنے نفس پر پانچ خصلتیں لازم کر لی ہیں۔ پہلی خصلت یہ ہے کہ جو کچھ مجھ میں (اپنے خواہش نفسانی سے) زندہ تھا اُسے مار ڈالا۔ اور جو چیز مجھ میں مردہ تھی اور وہ میرا دل ہے زندہ کیا۔ دوسرے جو میری نظروں سے غائب تھا اس کو روبرو جانا یعنی آخرت کا حصہ اس کو باقی رہنے والا سمجھا۔ اور جو میرے روبرو حاضر تھا اس کو غائب تصور کیا۔ یعنی دنیوی عیش کو فانی جان کر اسکی طرف ملتفت نہ ہوا۔ تیسرے جو چیز میرے نزدیک فانی تھی (یعنی تقویٰ، خوف خدا) اس کو باقی رکھا۔ جو میرے نزدیک باقی تھے (یعنی خواہش نفس)

اُنکو فنا کر دیا۔ چوتھے جس چیز سے لوگ وحشت کرتے ہیں میں نے اس سے اُنس و محبت کی اور جس چیز سے لوگ الفت کرتے ہیں میں اُس سے بھاگا۔ یہ کہکر حضرت سمنونؒ چلے گئے۔

حکایت (۹۷) حضرت شیخ ابو الربیع فرماتے ہیں۔ میں مکۂ معظمہ میں ایک جماعت فقراء کے ساتھ رہتا تھا اس جماعت میں ایسے بھی تھے جو سیر کر چکے تھے اور اپنے اندر حالات و کیفیات پاتے تھے اور میں نے اپنے جی سے بحث شروع کر دی تھی اس بات پر کہ میرا کوئی نیک عمل نہیں میں نے اپنے جی میں غور و فکر کیا کہ مجھ میں بھی کوئی ایسی کیفیت پیدا ہوئی ہے جو آئندہ زمانہ میں اس کے آثار ملاحظہ کر دوں تو میں نے اپنے کو بالکل محتاج اور فقیر پایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ بڑی عاجزی ہے جو چیز نہ ہو اس کا انتظار کر دوں۔ پھر میں نے سوچا کوئی ایسا عمل کر دوں جس کا اثر فوراً ظاہر ہو۔ پھر میں نے معلوم کیا کوئی عمل بہتر طواف سے نہیں۔ بس میں نے کثرتِ طواف اختیار کی۔ میری جماعت میں سے ایک صاحب نے کہا کب تک پانی بھرنے والے گدھے کی طرح پھرتے رہو گے۔ کیا اس کام میں تم کو مقامِ قلب تک رسائی ہوئی۔ میں نے جواب دیا نہیں اور نہ میں قلب کو پہچانتا ہوں کہ اس کو پانے کی کوشش کروں اور نہ مجھ کو کوئی مکان معلوم ہے کہ اس کو طلب کروں ولیکن میں نے خدا کا فرمانا سُنا ہے ولیطوفوا بالبیت العتیق (یعنی قدیم گھر کا طواف کیا کرو) سُنا ہے اس کے ظاہر پر میرا عمل ہے۔

حکایت (۹۸) شیخ ابو یعقوب بصریؒ فرماتے ہیں۔ میں ایک مرتبہ حرم شریف میں دس روز تک بھوکا رہا۔ یہاں تک کہ میں ضعیف ہو گیا۔ میرے جی نے کوشش کی کہ جنگل کو نکل جاؤں شاید کوئی ایسی چیز پاؤں جس سے بھوک کو تسکین دوں۔ میں جنگل کو تلاش قوت نکلا ایک شلجم سڑا ہوا زمین پر پڑا ملا۔ میں نے اُسے اُٹھا لیا۔ مگر میرے دل میں گونہ وحشت و اضطراب اس حرکت سے پیدا ہوا گویا کوئی شخص مجھ سے کہہ رہا ہے تو دس دن تک بھوکا رہا۔ آخر تیرا حصّہ گرا ہوا اور بدرنگ شلجم تھا۔ میں نے وہ شلجم پھینک دیا اور مسجد حرام میں چلا آیا اور بیٹھ رہا۔ ناگاہ ایک مرد آیا اور میرے روبرو آکر بیٹھا اور اس نے ایک تھیلی رکھ کر کہا یہ تھیلی سو اشرفیوں کی تیرے واسطے ہے۔ میں نے اُس سے کہا یہ خالص میرے واسطے کیوں ہے اس نے جواب دیا میں دس روز سے دریا میں تھا اور میری کشتی ڈوبنے کو تھی۔ اہلِ کشتی میں سے ہر ایک نے جدا جدا نذر مانی کہ اگر خدا ڈوبنے سے بچائے تو کچھ خیرات کروں گا اور میں نے نذر مانی تھی کہ اگر خدا مجھ کو بچا لے تو یہ پانچ سو اشرفی کی تھیلی خیرات کروں گا اور خانۂ کعبہ کے مجاورین میں سے جس پر اوّل میری نگاہ پڑے

اسی کو دوں گا اور تم سب سے پہلے مجھ کو ملے۔ لہٰذا تم کو دیتا ہوں میں نے کہا اسے کھولو
اس نے وہ تھیلی کھولی تو بجائے اشرفیوں کے میدے کی روٹی، مصری اور بادام چھلے ہوئے
اور شکر پارے اس میں تھے۔ میں نے ایک ایک مٹھی سب میں سے لی اور یہ کہا باقی
اپنے بچوں کو تقسیم کر دینا۔ میری جانب سے یہ ان کو ہدیہ ہے اور تمہارا ہدیہ میں نے قبول کیا
پھر میں نے اپنے جی سے کہا اے نفس تیرا رزق دس روز سے تیری طرف چلا آتا ہے اور تو جنگل
میں ڈھونڈنے گیا تھا۔

حکایت (۹۹) شیخ بنان حمالؒ فرماتے ہیں میں مکۂ معظمہ کو مصر سے جاتا تھا۔ میرے
ساتھ توشہ بھی تھا۔ راہ میں ایک عورت ملی اور کہا اے بنان تم حمال ہو بیٹھ کر بوجھ اُٹھاتے ہو تم کو
گمان ہے کہ رزق نہ ملے گا۔ کہتے ہیں میں نے توشہ پھینک دیا۔ تین دن مجھ پر گذرے کچھ نہ کھایا
راہ میں ایک خلخال پڑی ملی۔ میں نے دل سے کہا اس کو اُٹھالوں اس کا مالک آئے گا شاید اس کے
عوض مجھے کچھ دے اتنے میں وہی عورت آئی اور کہا تم سوداگر ہو کہتے ہو اس کا مالک آئے گا
میں اس سے کچھ لوں گا۔ پھر میری طرف کچھ درہم پھینک دیئے اور کہا یہ خرچ کرو مجھ کو وہ
درم واپسیِ مصر تک کافی ہوئے۔

حکایت (۱۰۰) شیخ ابوبکر کتانیؒ فرماتے ہیں موسم حج میں بمقام مکۂ معظمہ مسئلہ محبت
صوفیائے کرام کے درمیان پیش ہوا۔ مشائخ نے اس مسئلہ میں گفتگو کی حضرت جنیدؒ ان سب
میں کمسن تھے۔ سب نے ان سے کہا کچھ تم بھی بیان کرو جو تمہارے نزدیک حق ہو ظاہر کرو حضرت
جنیدؒ نے اپنا سر جھکایا اور آنسو ان کے جاری ہوئے۔ پھر کہا محب وہ بندہ ہے جو اپنی خودی سے
جاتا رہا۔ خدا کے ذکر سے ملا ہو اس کے حق ادا کرتا ہو۔ خدا کی طرف دل سے دیکھتا ہو اس کے دل
کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو اُس کے لیے صاف شراب خدا کی محبت کا پیالہ ہو۔ خداوند عالمِ غیب کے
پردوں سے اس کے واسطے ظاہر ہو گیا ہو۔ اگر کلام کرے تو اللہ کے ساتھ یعنی خدا اس کی زبان
سے اگر بولے تو اللہ ہی سے۔ اگر حرکت کرے تو خدا ہی کے حکم سے۔ اگر تسکین پائے تو خدا ہی
ساتھ۔ وہ اللہ کے ساتھ ہے اور اللہ کے واسطے اور اللہ کے ہمراہ۔ تمام مشائخ رونے لگے اور کہا
اس سے زیادہ اور کوئی کیا بیان کرے گا۔ اے تاج العارفین خدا تجھ کو اور زیادہ عقل و دانائی
عطا فرمائے۔

حکایت (۱۰۱) حضرت ضحاک بن مزاحمؒ فرماتے ہیں۔ شب جمعہ کو مقام کوفہ میں بقصد

جامع مسجد گھر سے نکلا، شب ماہ تھی، ایک جوان صحن مسجد میں رو رہا تھا مجھ کو کوئی شک نہ ہوا کہ
یہ خدا کا ولی ہے۔ میں اس کے قریب گیا تاکہ اس کا کہنا سنوں۔ وہ مناجات میں کہہ رہا تھا اے
عزت والے تجھ ہی پر میرا بھروسا ہے، جس کا تو مطلوب و مقصود ہو وہی مبارک ہے اور خوشوقتی
بھی اسی کو جو حالتِ خوف و ڈر میں رات بھر رہا۔ اپنے ہی خدائے کریم کی جانب شکایت ہو
اور اس کو کوئی علت ہو نہ مرض۔ پس خدا ہی کی محبت میں یہ حال ہو۔ جب اندھیری رات میں
اپنے خدا سے تنہائی میں عاجزی کر رہا ہو، خدا اس کی دعا قبول کرے اور لبیک کہے بار بار
یہی فقرہ اس کی زبان پر تھا اور روتا جاتا تھا اور میں بھی اس پر ترس کھا کر رو رہا تھا۔ پھر کوئی بات
کہی جس کا مطلب یہ تھا کہ شیخ نے نور دیکھا اور یہ سنتا۔ میں حاضر ہوں اے میرے بندے تو
میری پناہ میں ہے اور جو کچھ تو نے کہا میں نے سب سنا۔ تیری آواز کے فرشتے مشتاق ہیں اور
تیرے گناہ میں نے بخش دیئے رہیں کہتا ہوں) شاید یہ دیکھنا اور سننا حالتِ خواب میں ہے یا
وقت ورودِ حال و غیبت ہے۔ راوی کہتے ہیں پھر میں نے اس کو سلام کیا اس نے جواب دیا
میں نے کہا خدا تم میں اور تمہاری رات میں برکت دے خدا تم پر رحم کرے تم کون ہو اس نے
کہا میں راشد بن سلیمان ہوں۔ میں نے ان کو پہچانا، ان کے حالات پہلے ہی سے سن چکا تھا۔
اور ان کے نام سے واقف تھا۔ اور مدت سے ان کی ملاقات کی تمنا رکھتا تھا، مگر امکان میں نہ
تھی۔ اب بآسانی خدا نے نصیب کی۔ میں نے کہا کیا مجھ کو اپنے ہمراہ رکھ سکتے ہو۔ کہا یہ کیسے
ہو سکتا ہے جو شخص مناجات رب العالمین میں لذت پاتا ہو وہ مخلوق سے کب انس و محبت کرے
گا۔ خدا کی قسم اس زمانہ کے مشائخ پر اگر کسی بزرگ صحیح بنت والے کا گذر ہو تو وہ ضرور کہہ دے گا کہ یہ
لوگ قیامت پر ایمان نہیں لائے۔ کہتے ہیں پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گیا معلوم نہ ہوا کہ
آسمان پر اڑ گیا یا زمین میں سما گیا۔ مجھ کو اس کی جدائی کا سخت صدمہ ہوا۔ پھر میں نے خدا سے
دعا مانگی کہ ایک مرتبہ پھر موت سے پہلے مجھ کو ملا دے۔ بعد اس کے ایک سال میں حج کو گیا۔ اتفاقاً وہ
خانۂ کعبہ کے سایہ میں بیٹھا نظر آیا گرد اس کے ایک گروہ تھا، سورۂ انعام اس کو سناتا ہے مجھے
مجھ کو دیکھ کر مسکرایا اور کہا یہ علما کی مہربانی ہے اور یہ اولیاء اللہ کی تواضع ہے۔ پھر وہ کھڑا
ہو کر مجھ سے بغل گیر ہوا اور مصافحہ کیا اور کہا کیا تم نے خدا سے دعا مانگی تھی کہ موت سے
پہلے ہمیں اور مجھ کو ملا دے۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر کہا الحمد للہ علی ذالک۔ پھر میں نے اس سے
کہا خدا تم پر رحم کرے جو کچھ تم نے آج کی رات دیکھا یا سنا ہو مجھے خبر دو اس نے نہایت

زور سے ایک چیخ ماری۔ میں نے خیال کیا، شاید اس کے دل کا پردہ پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اُس کے گرد جو قرآن پڑھ رہے تھے، سب چلے گئے۔ جب ہوش آیا کہا۔ اے بھائی اولیاء اللہ کے دلوں میں خدا کی ہیبت و خوف ان اسرار کے بیان کرنے میں کس قدر ہے، تم سے کیا پوشیدہ ہے۔ میں نے کہا یہ لوگ جو تمہارے گرد تھے کون تھے۔ کہا جن تھے بوجہ صحبت قدیم میں ان کی عزّت و حرمت کرتا ہوں، وہ مجھ کو قرآن شریف سُناتے ہیں اور ہر سال میرے ساتھ حج کرتے ہیں۔ پھر اُس نے مجھے رخصت کیا اور کہا اے بھائی خدا مجھ کو اور تم کو جنت میں یکجا کرے۔ پھر وہاں جدائی نہ ہوگی اور نہ غم و رنج و محنت کا نام ہوگا۔ پھر وہ میری نظر سے غائب ہو گیا اور دوبارہ بعد اس کے نظر نہ آیا۔

حکایت (۱۰۲) کہتے ہیں ایک عابد حرم شریف کے پاس رہتا تھا۔ ہر شب کو دو روٹیاں ایک شخص اس کو دے جاتا۔ تمام دن روزہ رکھتا۔ شام کو بعد افطار کے وہ روٹیاں کھاتا اور بجز خدا کے کسی سے مشغول نہ ہوتا۔ ایک دن اس کے جی نے کہا تو اپنی روزی کی تسکین اس مخلوق سے کرتا ہے اور جو تمام مخلوق کا رازق ہے اسے بھولے ہوئے ہے یہ کیسی غفلت ہے جب وہ مرد حسب معمول اس کے پاس روٹیاں لایا اس نے واپس کیں۔ تین دن اس فقیر کو گذرے کھانے کو کچھ نہ ملا اپنے خدا سے شکایت کی۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ وہ خدا کے سامنے کھڑا ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اے میرے بندے جو کچھ میں تیرے پاس اپنے بندے کے ہاتھ بھیجا کرتا تھا تو نے کیوں پھیر دیا۔ عرض کیا اے پروردگار میرے جی کو تیرے سوا دوسرے سے سکون تھا۔ حکم ہوا وہ روٹیاں تیرے پاس کون بھیجا کرتا تھا۔ کہا خداوند تعالیٰ تو ہی بھیجا کرتا تھا فرمایا تو کس سے لیتا تھا کہا تجھ سے لیا کرتا تھا۔ فرمایا اب لے لینا اور دوبارہ واپس نہ کرنا پھر اسی حال میں کیا دیکھتا ہے کہ وہی شخص روٹیاں لانے والا خدا کے رُوبرو کھڑا ہے اور خدا تعالیٰ فرما رہا ہے اے میرے بندے میرے اس بندے کی روزی تو نے کیوں موقوف کر دی۔ اس نے عرض کیا خداوندا تو خوب جانتا ہے۔ حکم ہوا اے بندے تو کس کو دیا کرتا تھا۔ کہا تجھ کو دیتا تھا۔ فرمایا حسب عادت اپنی جاری رکھ اور اپنے معمول پر قائم رہ اور اس کا ثواب تیرے واسطے بہشت ہے۔

حکایت (۱۰۳) احمد بن حواری فرماتے ہیں میں ابو سلیمان دارانی کے ہمراہ مکۂ معظمہ کی راہ میں تھا۔ راہ میں میرا مشکیزہ گر گیا تھا۔ میں نے ابو سلیمان کو خبر دی۔ انہوں نے کہا اے گمشدہ چیز کے ملانے والے ہماری گمشدہ چیز ہم کو واپس کر۔ کچھ دیر بھی نہ گذری تھی کہ ایک شخص آیا کہتا تھا

کس کا مشکیزہ گرا ہے۔ میں نے دیکھا میرا مشکیزہ تھا۔ میں نے لے لیا۔ ابوسلیمان نے فرمایا میں نے گمان کیا تھا کہ ہم بغیر پانی کے رہ گئے۔ پھر ہم کچھ دور گئے ہوں گے اور سردی کی شدت تھی اور ہم پوستین پہنے ہوئے تھے ہم نے ایک شخص کو دیکھا کہ دو پرانی چادریں اس کے بدن پر تھیں اور اس کا پسینہ بہ رہا تھا ابوسلیمان نے اس سے کہا کہو تو کپڑا جاڑوں کا ہم تم کو دے دیں اس نے جواب دیا جاڑا گرمی سب اللہ کی مخلوق ہیں۔ اگر ان کو حکم کرے گا دونوں مجھ کو گھیر لیں گے۔ اور اگر حکم کرے گا دونوں مجھ کو چھوڑ دیں گے اور میں تو تیس سال سے اسی جنگل میں اسی حالت میں پھرتا ہوں۔ سردی میں شدت جاڑے سے نہ کبھی کانپا نہ تھرتھرایا۔ اور نہ گرمی میں پسینہ جاری ہوا۔ جاڑے میں مجھ کو اپنی آتش محبت پہناتا ہے اور گرمی میں اپنے عشق کی سردی کی چاشنی عطا کرتا ہے۔ اے دارانی تم کپڑے کی طرف اشارہ کرتے ہو یعنی اس کا استعمال کرتے ہو اور زہد چھوڑ دیتے ہو تم کو سردی تکلیف دیتی ہے۔ اے دارانی روتے ہو اور چیختے ہو اور سرد ہوا سے آرام پاتے ہو۔ پھر ابوسلیمان چلے گئے کہتے ہیں مجھ کو بجز اس شخص کے کسی نے نہ پہچانا۔

اس حکایت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب ابوسلیمان کی برکت دعا سے مشکیزہ گمشدہ مل گیا اور ان کے یقین کا ثمرہ ظاہر ہوگیا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو خود پسندی اور تکبر سے جو ان کو مشکیزہ ملنے سے پیدا ہونے کا احتمال تھا، محفوظ رکھا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو اس نیک مرد کا حال دکھلا دیا تاکہ ان کی نظر میں ان کی حالت حقیر معلوم ہو اور یہی خداوند تعالیٰ کا طریقہ ہے۔ اپنے دوستوں کی حفاظت کرتا ہے۔ ان کے اعمال ان کی نظروں میں حقیر و ذلیل کر کے دکھلاتا ہے تاکہ وہ تکبر اور خود پسندی سے محفوظ رہیں۔

حکایت (۱۰۴) ایک بزرگ فرماتے ہیں میں نے طواف میں ایک ادھیڑ عمر والے شخص کو دیکھا کہ مشقت عبادت نے اس کو ضعیف کر دیا تھا۔ ہاتھ میں عصا تھا اس کے سہارے طواف کر رہا تھا میں نے اس سے اس کا شہر دریافت کیا۔ کہا خراسان کا رہنے والا ہوں۔ پھر مجھ سے کہا تم اپنے وطن سے یہاں تک کتنے عرصہ میں راہ طے کرتے ہو۔ میں نے کہا دو یا تین مہینوں میں کہا ہر سال کیوں نہیں حج کرتے۔ پھر میں نے پوچھا تمہارے اور مکہ معظمہ کے درمیان کتنے دنوں کی مسافت ہے۔ کہا پانچ برس کی۔ میں نے کہا خدا کی قسم ہے یہ اسی کا فضل اور سچی محبت ہے وہ شخص یہ سن کر ہنسا۔

حکایت (۱۰۵) ایک بزرگ کہتے ہیں۔ میں نے مکہ کی راہ میں ایک جوان کو دیکھا اترا کر

خوش خوش چل رہا تھا گویا کہ وہ اپنے مکان کے صحن میں ہے میں نے کہا اے جوان کیسی چال ہے۔ جواب دیا یہ چال جوانوں کی خدائے رحمن کے خادموں کی ہے میں نے پوچھا توشہ سواری کہاں ہے۔ میری یہ بات اس کو ناگوار ہوئی۔ بُری طرح مجھ کو دیکھ کر کہا۔ اے شخص اگر کوئی غلام ضعیف اپنے مولیٰ کا قصد رکھتا ہو اور اپنے ساتھ اس کے گھر کھانا پانی نہ لیجائے تو کیا ہو۔ اس کا مولیٰ اپنے دروازہ سے ہٹا دے گا۔ میرے مولیٰ صاحب قدر و عزت نے جب مجھ کو میرے قصد سے بلایا ہے وہی مجھ کو رزق دے گا۔ پھر وہ میری نظروں سے غائب ہو گیا اور دوبارہ میں نے اس کو نہ دیکھا۔

حکایت (۱۰۶) ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک فقیر کو خانۂ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا۔ اپنی جیب سے ایک پرچہ کاغذ کا نکال کر دیکھا۔ دوسرے تیسرے دن بھی یہی حرکت کی۔ پھر ایک دن طواف کر کے پرچہ کو دیکھا، کچھ دُور گیا۔ مردہ ہو کر گر پڑا۔ میں نے اس کی جیب سے پرچہ نکال کر دیکھا یہ آیت لکھی تھی وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا۔ یعنی اپنے پروردگار کے حکم کا انتظار کر اور منتظر رہ کیونکہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ شیخ ابو العباس حضرت خضرؑ فرماتے ہیں میں نے ایک ابدال سے پوچھا آپ نے کسی ولی خدا کو دیکھا ہے جو آپ سے درجہ میں بڑا ہو، کہا ہاں میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں گیا وہاں شیخ عبد الرزاق کو دیکھا ان کے گرد ایک گروہ بیٹھا حدیث سن رہا تھا اور مسجد شریف کے ایک کونے میں ایک جوان سر بزانو بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کیا تم نہیں جانتے کہ شیخ عبد الرزاق سے لوگ حدیث سُن رہے ہیں۔ تم ان کے ساتھ کیوں نہیں سنتے، اس جوان نے میرے کہنے کی کچھ پروا نہ کی اور نہ سر اٹھایا اور کہا وہاں وہ لوگ ہیں جو عبد الرزاق سے حدیث سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں۔ ہیں جو رزاق سے سنتے ہیں نہ اس کے بندے سے۔ میں نے کہا اگر تمہارا کہنا سچ ہے تو بتاؤ میں کون ہوں۔ اس جوان نے سر اٹھا کر کہا اگر فراست و سمجھ مومن کی سچ ہے تو آپ خضر ہیں میں نے جانا کہ اللہ کے دوست ایسے بھی ہیں جن کو بوجہ ان کے عالی مرتبہ ہونے کے میں نہیں پہچانتا۔

حکایت (۱۰۷) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ ہم مدینہ منورہ میں تھے کبھی کبھی ان آیات و علامات خداوندی کا جو خدا نے اپنے خاص بندوں اور اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہیں ذکر کرتے تھے، ایک شخص نابینا ہمارے قریب رہتا تھا جو کچھ ہم کہتے وہ سنتا تھا، ایک مرتبہ وہ ہمارے پاس آیا اور کہا مجھ کو تمہاری باتوں سے اُنس پیدا ہوا۔ صاحبو! میرے بال بچے تھے میں جانب بقیع لکڑی لینے گیا۔ وہاں ایک جوان ملا کرتا کتان کا پہنے ہوئے ہاتھ میں موتی لیے میں نے اپنے

جی میں کہا یہ مال مفت ہاتھ سے نہ جانا چاہیئے اور اس کے کپڑے اتار لینے کا قصد کیا۔ میں نے
اس سے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ اس نے کہا خدا کی حفاظت میں چلا جا۔ میں نے اس سے دو
مرتبہ بلکہ تین مرتبہ یہی سوال کیا۔ اس نے کہا تو میرے کپڑے ضرور لے گا۔ میں نے کہا ہاں ضرور لوں گا
پھر اس جوان نے اپنی دو انگلیوں سے میری آنکھوں کی طرف اشارہ کیا دونوں آنکھیں نکل
کر گر پڑیں۔ میں نے کہا خدا کی قسم تم کون ہو۔ کہا میں ابراہیم خواصؒ ہوں (میں کہتا ہوں) ابراہیم
خواصؒ نے چور کو اندھا ہونے کی بد دعا دی اور ابراہیم ادہمؒ نے اپنے مارنے والے کے حق میں
جنت کی دعا کی وجہ اس کی یہ ہے۔ شیخ ابراہیم خواصؒ نے دیکھا کہ چور بغیر اندھا ہوئے توبہ نہ
کرے گا۔ یہ دنیا کا عذاب اس کے حق میں مناسب نہ سمجھا اور شیخ ابراہیم بن ادہمؒ کو اس مارنے
والے کو ایذا دینے میں اس کا توبہ کرنا معلوم نہ ہوا لہٰذا براہِ کرم وجوانمردی اس کے حق میں نیک دعا
فرمائی۔ ان کی دعا کی برکت سے اس شخص کو برکت وخیر حاصل ہوئی اور توبہ واستغفار وعذر کرتا
ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ابراہیم بن ادہم نے فرمایا۔ وہ سر جو محتاجی اور عذر خواہی کا تھا میں
بلخ میں چھوڑ آیا۔ یعنی تکبّر ریاست کا اور غرور شرافت کا میرے دماغ میں اس وقت تھا جب کہ
میدان تکبّر وخود بینی میں حب جاہ وزینت دنیا کے گھوڑے پر سوار ہو کر سلطنت بلخ میں دوڑتا
پھرتا تھا اور اب تو میرے سر سے یہ سب نکل گیا اور بعوض تکبر وخود پسندی کے ذلت وعاجزی
تواضع لے لی اور احمقوں کی خلعت جو غرور کے سوت سے بُنی گئی تھی میں نے اتار ڈالی کمینوں
کا زیور جو کہ نحوست وحیرانی وشادمانی کے تانے بانے سے بنایا گیا ہے اتار پھینکا اور بعوض اس کے
مجھ کو وہ خلعت عطا ہوا ہے جس میں شرافت ابدی ہے اور اہلِ تحقیق او صاحبانِ خضوع کے زہد و
پرہیز کے سُوت سے جو توفیق کے تکلے پر کتا ہے۔ بُنا گیا ہے مجھ کو وہ زیور رحمت ہوا ہے جس
کو اولیاء اللہ پہنتے ہیں۔ اور وہ زیور معرفت کے جواہر ، ادب کے یاقوتوں، نیک عادات کے
اہلِ طریق سے مرصّع ہے اور مجھ کو شراب محبت اور مشاہدۂ جمالِ دوست کے فرش پر بٹھا کر پلائی
گئی ہے جبکہ مجھ کو بادشاہ حقیقی کا قرب حاصل ہو گیا۔ اب مجھ کو ایک ادنیٰ خادم کی خطا سے جو میرے
لشکر کا سپاہی ہو کیا پروا ہے اور جبکہ لیلےٰ اپنے مجنوں کی جانب ملتفت ہو کر اس کے حالِ
زار پر متوجہ ہو اور اپنے دوست کو بلند جگہ عنایت کرے۔ اپنے قیمتی جمال کی خوبی کے مشاہدے
میں مشغول رکھے تو اس وقت اگر کوئی کتا لیلیٰ کے قبیلہ کا بھونکے یا حملہ کرے مجنوں کو کیا غم ہے۔
یہ اشعار حسب حال ہیں۔ ؎

اگر مجنوں کو لیلےٰ گھر بلائے — بلطف و مہر پاس اپنے بٹھائے
جمال بے بہا کا ہو نظارہ — غم ہجراں کرے دِل سے کنارہ
تو کچھ کھٹکا نہیں مجنوں کو اس سے — سگِ لیلےٰ اگر سو بار بھونکے

حکایت (۱۰۸) مؤلف کتاب کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے یمن کے رہنے والے نے بیان کیا وہ اپنے شہر کے کسی بزرگ کے ہمراہ حج کو گئے جب جدّہ میں پہنچے مکہ معظمہ تک جانے کو اونٹ کرایہ پر کیا اور قافلہ کے ساتھ چلے۔ راہ میں سلاطینِ مکہ میں سے کوئی شہزادہ ملا اس نے بطور چنگی یا ٹیکس راہداری اہل قافلہ سے کچھ روپیہ وصول کیا۔ صرف ہم دونوں رہ گئے۔ ہم سے وصول کرنا چاہا اور ہمارا اونٹ روکا۔ شیخ نے جس کے ہمراہ میں تھا اس سے کہا اونٹ چھوڑ دے اس نے انکار کیا۔ چند بار یہی کہا اور شیخ نے بھی پہلا جواب دیا۔ اس کو انکار تھا اور غصہ زیادہ ہوتا جاتا تھا، پھر اس ٹیکس لینے والے نے کہا مجھ کو میرے باپ کے سر کی قسم ہے بغیر اس قدر لیے نہ چھوڑوں گا اور زیادہ مال مانگا۔ شیخ نے کہا میرے مولا کی قسم میں تجھ کو کچھ نہ دوں گا۔ پھر شیخ نے ساربانوں سے کہا چلو۔ ہم سب چلے وہ چنگی لینے والا اپنے گھوڑے پر رہ گیا۔ حرکت کی قدرت تک اس کو نہ تھی۔ پھر شیخ کے پاس اپنا غلام بھیجا معذرت چاہی اور اس عذاب سے خلاصی طلب کی۔ شیخ نے قبول کیا اس وقت وہ چل نکلا اور اس کا گھوڑا بھی چلا بعد اس کے کہ بالکل رفتار کی طاقت نہ رہی تھی۔

حکایت (۱۰۹) حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں ان کے پاس ایک گروہ آیا اور سلام کیا انہوں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا ہم شام کے رہنے والے ہیں آپ کو سلام کرنے آتے ہیں اور حج کا ارادہ ہے آپ نے فرمایا خدا تمہارا حج قبول فرمائے۔ انہوں نے کہا آپ بھی ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں تاکہ آپ کی صحبت میں ہم سب حج ادا کریں۔ انہوں نے انکار کیا انہوں نے اصرار کیا پھر فرمایا جب تمہاری یہی خوشی ہے میں تین شرطوں پر منظور کرتا ہوں اپنے ساتھ کوئی چیز از قسم توشۂ سفر نہ لے چلیں۔ نہ ہم کسی سے راہ میں سوال کریں اگر کوئی ہم کو کچھ دے وہ بھی نہ لیں انہوں نے کہا نہ ساتھ کچھ لیجائیں نہ سوال کریں یہ اگر کوئی دے اور باوجود ضرورت کے نہ لیں اس کی قدرت ہم کو نہیں۔ بشر حافیؒ نے فرمایا شاید تم گھر سے اپنے توشوں پر بھروسا کر کے چلے ہو، خدا تعالیٰ پر توکل نہیں ہے۔ تم سب چلے جاؤ اور مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دو۔ پھر فرمایا فقیروں میں اچھے تین فقیر ہیں، ایک وہ ہے جو سوال نہیں کرتے اور اگر دیا جائے لیتا بھی نہیں یہ فقیر روحانیوں میں سے ہے۔ پاکباز روحانیوں کے ساتھ

یعنی بلا سوال کئے

ہے۔ دوسرا فقیر سوال نہیں کرتا اگر کوئی دے لے لیتا ہے اس فقیر کے واسطے حضرت قدس میں دستر خوان بچھائے جائیں گے۔ تیسرا فقیر سوال کرتا ہے اور اگر دیں بقدر کفایت لے لیتا ہے اس کا کفارہ اس کا صدق ہے یعنی حاجت کے وقت سوال کرتا ہے اور حاجت سے زیادہ نہیں لیتا۔

روایت ہے کہ حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک جماعت صوفیوں کی آئی سب گدڑی پوش تھے آپ نے کہا اے لوگو اللہ سے ڈرو یہ لباس ترک کرو کیونکہ اس لباس سے تم پہچانے جاتے ہو سب خاموش رہے۔ مگر ایک جوان ان میں سے بولا قسم خدا کی ہم اس کو ضرور پہنیں گے ضرور پہنیں گے یہاں تک کہ تمام دین خدا کے واسطے ہو جائے۔ آپ نے کہا خوب کہا اے جوان تمہارے ہی جیسے اس کے پہننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

حکایت (۱۱۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں نے جنگل میں ایک فقیر کو دیکھا اس نے ڈول کنوئیں میں لٹکایا رسی ٹوٹ گئی۔ ڈول گر پڑا مدت تک کنوئیں پر بیٹھا رہا اور کہا تیری عزت کی قسم بغیر اپنا ڈول لیے نہ ٹلوں گا۔ یا مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم ہو۔ راوی کا بیان ہے میں نے دیکھا کہ ایک پیاسی ہرنی کنوئیں پر آئی اور کنوئیں میں جھانکی۔ پانی ابلا اور کنوئیں کے اوپر تک آ گیا ڈول پانی کے ساتھ کنوئیں کے منہ پر آ گیا۔ فقیر نے ڈول لے لیا اور رو کر کہا خدایا تیرے نزدیک میری قدر ہرنی کے برابر بھی نہیں۔ ہاتف نے آواز دی۔ اے مسکین تو کنوئیں پر رسی ڈول لے کر آیا اور ہرنی جملہ اسباب چھوڑ کر ہم پر بھروسا کر کے آئی۔ بعض کہتے ہیں فقیر نے بوجہ بے تکلفی کے اپنے مولیٰ کے ساتھ قسم کھائی تھی کہ بغیر ڈول لیے نہ جاؤں گا۔ خدا نے اس کی برکت سے پیاسی ہرنی کو پلایا اور اس کی قسم بھی پوری کر دی اور ہرنی کا آنا اور پانی کا اس کے واسطے بڑھنا اس میں اولیاء اللہ کے واسطے تہذیبِ اخلاق ہے۔ جملہ اسباب ترک کر کے مسبب کی طرف رجوع کرنے کی تعلیم ہے

حکایت (۱۱۱) شیخ ابوالخیر اقطع رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے عجائب احوال پوچھے کہا عجیب تر جو میں نے دیکھا ہے یہ ہے کہ ایک حبشی غلام نے مسجد طرطوس میں اپنا سر گدڑی میں ڈالا اور دل میں حرم اور زیارت خانۂ کعبہ کا خیال کیا اور پھر اپنا سر گدڑی سے باہر نکالا اور وہ حرم میں پہنچ گیا۔

عبدالواحد بن زید نے ابو عاصم بصری سے پوچھا جب تم کو حجاج نے طلب کیا تم نے کیا کیا۔ کہا میں اپنے بالاخانے میں تھا، لوگوں نے میرا دروازہ توڑا اور اندر گھس آئے میں نے دفعۃً اپنے کو دھکیل دیا۔ ناگاہ مکہ میں کوہ ابو قبیس پر پہنچا۔ عبدالواحد نے پوچھا آپ کو وہاں کھانا کہاں سے

آتا تھا۔ کہا دو روٹیاں جو بصرہ میں مجھ کو ملتی تھیں وہی ایک بڑھیا افطار کے وقت میرے پاس لاتی تھی۔ عبدالواحد نے کہا خدا نے اس دنیا کو حکم دیا ہے کہ ابوالعاصم کی خدمت کرے۔

حکایت (۱۱۲) ایک صاحب کا بیان ہے کہ ہم شیخ ابو محمد حریری کے پاس تھے انہوں نے کہا کہ کوئی تم میں ایسا ہے کہ خدا تعالے کے ارادے کو قبل اس کے کہ وہ اپنی بادشاہت میں کوئی نیا کام کرنا چاہے اس کے ظاہر ہونے سے پہلے جانتا ہے۔ ہم سب نے کہا نہیں آپ نے کہا ایسے دلوں پر روؤ جو اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں پاتے۔ کہتے ہیں ایک بزرگ بیمار ہوتے ان کے روبرو ایک پیالہ میں دوا آئی۔ کہا آج دنیا میں نئی بات ہوئی ہے۔ جب تک مجھ کو معلوم نہ ہو جائے کچھ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ چند روز بعد خبر آئی کہ اس دن قرمطی مکہ میں داخل ہو گئے اور جنگ عظیم ہوئی۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے یہ حکایت ابن کاتب سے بیان کی کہا تعجب ہے شیخ ابو عثمان مغربی نے کہا یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ پھر ابو علی بن کاتب نے کہا آج کے دن مکہ کی کیا خبر ہے کہا اس وقت طلحہ والے اور اولاد حسن باہم لڑ رہے ہیں اور طلحہ والوں نے ایک غلام حبشی کو سردار کیا ہے اس کے سر پر سرخ عمامہ ہے اور آج مکہ معظمہ میں بقدر حرم ابر ہے۔ پھر ابن کاتب نے مکہ معظمہ خط لکھ کر دریافت کیا۔ جیسا ابو عثمان نے بیان کیا تھا ویسا ہی واقعہ گذرا۔

حکایت (۱۱۳) شیخ ابو جعفر حداد شیخ جنید بغدادی کے استاد فرماتے ہیں۔ میں مکہ معظمہ میں مقیم تھا میرے بال بہت بڑھ گئے تھے اور میرے پاس از قسم نقد کچھ نہ تھا۔ میں ایک حجام کے پاس گیا جس کو میں نیک سمجھتا تھا اور اس سے کہا خدا کے واسطے میری حجامت بنا دے اس نے کہا ہاں بہت خوشی سے حاضر ہوں۔ وہ ایک دنیادار کی حجامت بنا رہا تھا اس کو چھوڑ کر مجھ کو بٹھایا اور میرے بال مونڈے۔ پھر مجھ کو کاغذ کا ایک پرچہ دیا جس میں چند درہم تھے اور کہا اس سے اپنی دوسری ضروریات رفع کرنا۔ میں نے وہ درم اس سے لے لیے اور دل میں نیت کی کہ جو کچھ مجھ کو پہلے ملے میں حجام کو دوں گا۔ میں مسجد میں گیا وہاں ایک میرا بھائی اہل طریقت میں سے ملا اور کہا تمہارا ایک بھائی بصرے سے یہ تھیلی جس میں تین سو دینار ہیں تمہارے لیے لایا ہے میں نے وہ تھیلی اس سے لے لی اور حجام کے پاس گیا اور اس سے کہا لو یہ تین سو دینار ہیں اپنے کاموں میں اللہ کے واسطے خرچ کرو۔ اس نے جواب دیا اے شیخ تم کو شرم نہیں آتی۔ مجھ سے کہا تھا اللہ واسطے میری حجامت بنا دو۔ اب میں اس کی اجرت تم سے لوں۔ تم یہ لے جاؤ خدا تم سے درگذر فرماتے۔

حکایت (۱۱۴) حضرت شیخ شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن میرے دل میں

گذرا کہ تو بخیل ہے پھر میں نے کہا میں بخیل نہیں۔ دل نے کہا تو ضرور بخیل ہے۔ پھر میں نے کہا جو کچھ اوّل مجھ کو ملے وہ اس فقیر کو دوں گا جو مجھ سے پہلے ملے۔ میرے دل میں یہ خطرہ پوری طرح گذرنے ہی پایا تھا کہ فلاں شخص (شیخ نے اس کا نام لیا) میرے پاس پچاس دینار لایا میں لیکر چلا راہ میں سب سے پہلے مجھ کو ایک فقیر مادر زاد اندھا ملا۔ حجام کے سامنے بیٹھا حجامت بنوا رہا تھا میں نے وہ دینار فقیر کو دیئے۔ فقیر نے کہا حجام کو دو۔ میں نے کہا یہ دینار ہیں۔ فقیر نے سر اُٹھا کر کہا کیا ہم نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ تم بخیل ہو۔ پھر میں نے وہ دینار حجام کے حوالے کیے۔ حجام نے کہا جس وقت یہ فقیر سر منڈانے میرے آگے بیٹھا میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اس سے کچھ اجرت نہ لوں گا۔ شیخ کہتے ہیں میں نے وہ دینار لے کر دریا میں ڈال دیئے۔ میں نے کہا اے مالِ دُنیا خدا تیرے ساتھ یہی کرے۔ جو تجھ کو دوست رکھے گا خدا اس کو ذلیل کرے گا

حکایت (۱۱۵) شیخ ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ جنگل میں گیا ایک نصرانی نظر آیا جو کمر میں زنار باندھے ہوئے تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنا چاہا۔ پھر ہم دونوں سات دن تک برابر چلے گئے۔ بعد ازاں اس نصرانی نے مجھ سے کہا۔ اے دینِ حنیفی کے عابد کچھ کرامات دکھلا کہ ہم بھوکے ہیں۔ میں نے کہا خدایا اس کافر کے رُوبرو مجھ کو رسوا نہ کر۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک طباق جس میں روٹی اور گوشت اور کھجور تازہ اور پانی ہے میرے سامنے آیا۔ ہم دونوں کھا پی کر چل دیئے اور سات دن تک چلے گئے۔ پھر میں نے جلدی کر کے کہا۔ اے عابد نصرانی کچھ تم بھی کرامات ظاہر کرو اب تمہاری باری ہے۔ اس نے عصا پر تکیہ لگا کر دعا کی۔ دو طبق جن میں میرے طبق سے دوگنا کھانا اور پانی تھا، سامنے آ گئے۔ مجھ کو حیرت ہوئی اور میری حالت بدل گئی۔ میں نے کھانے سے انکار کیا۔ اس نے اصرار کیا میں نے قبول نہ کیا۔ اس نے کہا آپ کھائیے میں آپ کو دو بشارتیں دیتا ہوں ایک ان میں کلمہ شہادت ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اور زنار اتار کر پھینک دی۔ دوسری بشارت جو میں نے کہی تھی وہ یہ ہے کہ خداوندا اگر اس بندے کے واسطے تیرے پاس کچھ حصّہ ہے تو ہم پر اپنے فضل و کرم کا دروازہ کھول دے۔ شیخ فرماتے ہیں۔ پھر ہم دونوں نے کھایا پیا اور چل دیئے اور حج سے فارغ ہو کر ایک سال مکہ معظمہ میں قیام کیا۔ وہ عابد وہاں مر گیا اور بطحا میں دفن ہوا۔

حکایت (۱۱۶) روایت ہے کہ حضرت حذیفہ مرعشی سے کسی نے پوچھا تم نے ابراہیم ابن ادہمؒ سے عجیب تر کیا دیکھا۔ کہا ہم مکہ معظمہ کی راہ میں چند روز رہے کچھ کھانے کو نہ ملا پھر ہم کوفہ

میں آئے اور ایک ویران مسجد میں ٹھہرے۔ میری جانب ابراہیم بن ادہمؒ نے دیکھا اور کہا اے حذیفہ تم بھوکے معلوم ہوتے ہو۔ میں نے کہا میں آپ کو بھی بھوکا دیکھتا ہوں۔ پھر مجھ سے کہا کاغذ اور دوات میرے پاس لاؤ۔ میں نے کاغذ دوات حاضر کی۔ پھر انہوں نے کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تو ہر حال میں مقصود ہے اور ہر طرح تیری ہی طرف اشارہ ہوتا ہے پھر مجھ کو رقعہ دیا اور کہا جاؤ خدا کے سوا کسی سے دل نہ لگانا۔ جو شخص پہلے تم کو ملے اس کو دیدینا۔ حذیفہ کہتے ہیں میں رقعہ لیکر چلا۔ پہلے مجھ کو ایک شخص خچر پر سوار ملا وہ رقعہ میں نے اس کو دے دیا اس نے لے کر جب اس کا مضمون پڑھا رو دیا اور کہا رقعہ والے کہاں ہیں۔ میں نے کہا فلاں مسجد میں مقیم ہیں۔ پھر مجھ کو ایک تھیلی دی جس میں چھ سو دینار تھے۔ اس کے بعد میں ایک اور شخص سے ملا۔ اس سے خچر سوار کا حال دریافت کیا۔ کہا وہ نصرانی ہے۔ میں وہ تھیلی لے کر ابراہیم ادہمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصہ بیان کیا۔ فرمایا ان کو ہاتھ نہ لگانا وہ ابھی آتا ہے۔ بعد ایک ساعت کے وہ نصرانی آیا اور شیخ ابراہیم ابن ادہم کے قدموں پر گرا اور مسلمان ہوا۔

حکایت (۱۱۷) شیخ ابو حمزہ خراسانیؒ فرماتے ہیں میں ایک سال حج کو گیا میں جارہا تھا کہ ایک کنویں میں گر پڑا۔ میرے دل نے کہا کسی سے مدد چاہوں پھر میں نے کہا ہرگز مدد نہ چاہوں گا، خدا کی قسم کسی کو نہ پکاروں گا۔ یہ فقرہ پورا نہ ہونے پایا تھا کہ دو شخص کنویں پر گذرے ایک نے کہا آؤ اس کنویں کا منہ بند کر دیں تاکہ کوئی شخص اس میں نہ گرے پھر وہ نرسل اور مٹی لائے اور کنویں کا منہ پاٹ دیا اور اس کا نشان تک مٹا دیا۔ میں نے قصد کیا کہ چلاؤں پھر جی میں کہا خدا کی قسم ہرگز نہ چلاؤں گا۔ بلکہ جو ان دونوں سے زیادہ قریب ہے اسی کو پکاروں گا۔ میں یہ کہہ کر خاموش ہو رہا۔ ایک ساعت گذری تھی کہ کوئی آیا اور کنویں کا منہ کھول کر اس نے اپنا پاؤں کنویں میں لٹکا دیا اور کچھ گنگنانے کی آواز آئی۔ گویا مطلب یہ ہے کہ مجھ سے لپٹ جاؤ۔ میں مطلب سمجھ گیا اور اس سے لٹک گیا۔ اس نے مجھے کنویں سے نکال لیا۔ میں نے دیکھا ایک درندہ ہے۔ ہاتف نے آواز دی کہا۔ کیا یہ اچھا نہیں کہ ہم نے تجھ کو ہلاکت ہونے سے تلف کرنے والی چیز کے ذریعہ نجات دی۔

حکایت (۱۱۸) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کھیتی باڑی اور باغبانی کرتے تھے ایک دن ان کے پاس ایک سپاہی آیا اور اس نے میوہ طلب کیا۔ آپ نے انکار کیا۔ سپاہی نے اپنا کوڑا سنبھالا اور ان کے سر پہ مارا۔ آپ نے سر جھکا دیا اور فرمایا اس سر نے خدا کی نافرمانی کی ہے جب

سپاہی نے آپ کو پہچانا، آپ سے معذرت کی آپ نے فرمایا جو سر عذرخواہی کا محتاج تھا وہ تو میں بلخ میں چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے ایک شخص سے جو طواف کر رہا تھا فرمایا خبردار تو ہرگز نیکوں کا درجہ نہ پائے گا۔ جب تک چھ گھاٹیاں سخت نہ قطع کرے۔ پہلی گھاٹی یہ ہے کہ تجھ پر نعمت کا دروازہ بند ہو جائے گا اور شدت کا دروازہ کھل جائے گا ــــ دوسری بابِ عزت بند ہو، بابِ ذلت کشادہ ہو۔ تیسری راحت کا دروازہ بند ہو جائے مشقت کا دروازہ کھل جائے۔ چوتھی نیند کا دروازہ بند کیا جائے شب بیداری کا دروازہ کھولا جائے۔ پانچویں غنا اور دولت مندی کا دروازہ بند ہوگا فقر کا دروازہ کھل جائے گا چھٹے آرزوؤں کا در بند ہو جائے گا موت کی تیاری کا دروازہ کھل جائے گا۔

حکایت (۱۱۹) حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں میں مکہ معظمہ میں تھا لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوتے بارش بند ہوئے عرصہ گذرا لوگ مسجد حرام میں دعائے استسقاء کے لیے جمع ہوتے کوئی چھوٹا بڑا باقی نہ رہا سب آئے۔ باب بنی شیبہ کے متصل میں بھی لوگوں میں تھا ناگہاں ایک حبشی غلام آیا اس کے بدن پر دو ٹکڑے گھٹیا کپڑے کے تھے ایک کا تہ بند باندھے دوسرا کاندھے پر ڈالے میرے مقابل ایک مخفی جگہ میں آکر بیٹھ گیا یہ دعا مانگ رہا تھا۔ خدایا گناہوں کی کثرت اور اعمال کی شامت سے لوگوں کے چہرے پرانے ہو گئے۔ صورتیں بدل گئیں اور تو نے بارانِ رحمت ہم سے روک دیا تاکہ مخلوق کو اس سے ادب و تنبیہ ہو میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اے حلیم عذاب میں تاخیر کرنے والے۔ اے وہ رحیم جس کے بندے اس سے بجز نیکی و خوبی کے اور کچھ نہیں جانتے اپنے بندوں کو اسی وقت پانی دے، بار بار یہی دعا مانگتا رہا یہاں تک کہ آسمان پر ابر آیا اور ہر طرف سے بارش ہو گئی وہ جوان اپنی جگہ بیٹھا دعا مانگتا رہا۔ اور میں رو رہا تھا جب وہ اٹھا میں اس کے پیچھے ہوا یہاں تک کہ میں نے اس کا مکان پہچان لیا۔ پھر میں شیخ فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے کہا کیا وجہ ہے تم کو غمناک پاتا ہوں۔ میں نے کہا غیر شخص نے ہم سے سبقت کی اور وہی حاکم دلی الیہ ہو گیا۔ کہا کیا بات ہے۔ میں نے تمام قصہ بیان کیا۔ شیخ نے چیخ ماری اور خاموش رہے اور کہا تجھ کو خرابی ہو اے ابن مبارک مجھ کو اس جوان کے پاس لے چل۔ میں نے کہا اب وقت تنگ ہو گیا۔ میں اس کے حالات دریافت کروں گا۔ جب صبح ہوئی میں نے نماز ادا کی اور اس جوان کے گھر گیا۔ دروازے پر ایک بزرگ بوڑھا فرش پر بیٹھا نظر آیا۔ مجھ کو دیکھا، پہچانا اور کہا مرحبا اے ابو عبدالرحمٰن تم کو کیا حاجت ہے۔

میں نے کہا مجھ کو حبشی غلام چاہیئے۔ کہا ہاں میرے پاس چند غلام ہیں ان میں جس کو چاہو پسند کر لو اور آواز دی اے غلام۔ ایک غلام مضبوط قوی نکلا۔ کہا یہ نیک انجام تمہارے واسطے پسند کرتا ہوں۔ میں نے کہا اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ بعد اس کے ایک ایک کر کے کئی غلام آتے آخر کو وہی غلام جو میرا مطلوب تھا۔ بلایا۔ جب میں نے اس کو دیکھا میری آنکھیں روشن ہو گئیں۔ پھر کہا کیا یہ وہی غلام ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا میں اس کو بیچ نہیں سکتا۔ میں نے کہا کیوں۔ کہا اس کے رہنے سے اس گھر میں برکت ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس کی ذات سے میرا کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ میں نے کہا کھانا کہاں سے ہے۔ کہا کمائی کرتا ہے رسی بٹتا ہے۔ نصف دانگ کم و بیش روز پیدا کرتا ہے اور یہی اس کی روزی ہے۔ اگر اسی دن بیچ ڈالا تو کھایا ورنہ اس دن بھوکا رہتا ہے اور میرے غلام کہتے ہیں کہ وہ رات بھر نہیں سوتا اور نہ کسی سے ملتا ہے اور اس نے اپنے نفس پر اس امر کا اہتمام کیا ہے اور میرا جی اس کو چاہتا ہے۔ میں نے کہا کیا میں سفیان ثوریؒ اور فضیل بن عیاضؒ کے پاس بغیر اپنی حاجت پوری کیسے واپس جاؤں۔ کہا تمہارا آنا مجھ پر بار ہے جس قیمت پر چاہو لے لو۔ میں نے وہ غلام خرید لیا اور اس کو فضیل کے گھر کی طرف لے چلا کچھ دور چلا ہوں گا مجھ سے اس غلام نے کہا اے میرے مولیٰ۔ میں نے کہا لبیک۔ کہا میرے جواب میں لبیک نہ کہو غلام پر حق ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کے پکارنے پر لبیک کہے۔ میں نے کہا تم کو کیا حاجت ہے اے میرے دوست کہا میں ضعیف بدن ہوں خدمت کرنے کی طاقت نہیں اور تم کو میرے سوا دوسرے میں گنجائش تھی اور میرے مولیٰ نے مجھ سے قوی اور توانا غلام تمکو دکھلاتے۔ میں نے کہا خدا مجھ کو تم سے خدمت لیتے نہ دیکھے۔ بلکہ میں تمہارے واسطے مکان خرید دوں گا اور تمہارا نکاح کر دوں گا اور بذات خود تمہاری خدمت کروں گا۔ وہ غلام یہ سن کر بہت رویا۔ میں نے کہا کیوں روتے ہو۔ کہا تم نے میری خواہش کی اور خرید کیا۔ ضرور میرے تعلقات خداوند تعالیٰ سے دیکھے ورنہ ان غلاموں میں سے مجھ کو کیوں پسند کرتے۔ میں نے کہا مجھ کو ان امور کی حاجت نہیں۔ پھر غلام نے کہا خدا کے واسطے تم سے چاہتا ہوں کہ مجھ کو میرے حال سے جو کچھ تم نے دیکھا ہے۔ خبر دو۔ میں نے کہا تمہاری دُعا قبول ہوتے دیکھا اس واسطے تم کو پسند کرتا ہوں۔ پھر مجھ سے کہا اگر خدا نے چاہا تو تم بھی نیک مرد ہو گے۔ خداوند تعالیٰ کی ایک پسندیدہ مخلوق ہے ان کے حال سے اپنے بندوں میں سے اسی کو اطلاع دیتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اور ان کا حال انہیں لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جو اس کے پسندیدہ بندے ہیں۔ پھر مجھ سے کہا کیا ہو سکتا ہے کہ تم کچھ دیر توقف کرو۔ رات کی نماز

ہیں سے مجھے کچھ رکعتیں پڑھنی ہیں۔ میں نے کہا یہ مکان فقیل کا یہاں سے بہت قریب ہے وہاں پڑھ لینا۔ کہا نہیں مجھ کو اسی مقام پر پڑھ لینا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کے کام میں دیر کرنا خوب نہیں۔ پھر ایک مسجد میں داخل ہوا اور نماز شروع کر دی جس قدر پڑھنی تھی پڑھ کر فارغ ہوا۔ پھر میری جانب توجہ کی اور کہا اے ابو عبدالرحمٰن تمہاری کوئی حاجت ہے۔ میں نے کہا یہ کیوں پوچھتے ہو۔ کہا میں جانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے۔ کہا ملک آخرت کو۔ میں نے کہا ایسا نہ کرو مجھ کو اپنے سے خوش ہونے دو۔ غلام نے کہا جب تک میرا اور خداوند تعالیٰ کا معاملہ مخفی تھا یہ زندگی خوشی تھی۔ اب تم کو خبر ہوئی اور تمہارے سوا اور بھی مطلع ہوں گے اب مجھ کو حاجت اس زندگی کی نہیں۔ یہ کہکر وہ غلام منہ کے بل گر پڑا اور کہنے لگا۔ خداوندا میری روح اسی وقت اسی دم قبض کر۔ میں اس کے پاس گیا وہ مر چکا تھا۔ خدا کی قسم جب میں نے اس کو یاد کیا میرا غم دراز ہو گیا اور دنیا میری نظر میں ذلیل و خوار ہوئی۔

حکایت (۱۲۰) شیخ محمد بن حسین بغدادی رحہ فرماتے ہیں ایک سال میں حج کو گیا ایک روز مکہ معظمہ کے بازاروں میں پھر رہا تھا۔ ایک مرد بوڑھا ایک لونڈی کا ہاتھ پکڑے نظر آیا۔ لونڈی کا رنگ بدلا ہوا جسم دبلا اس کے چہرے سے نور چمک رہا تھا اور روشنی ظاہر تھی وہ مرد ضعیف پکار رہا تھا کوئی طالب لونڈی کا ہے کوئی اس کی رغبت کرنے والا ہے کوئی بیس دینار سے بڑھنے والا ہے میں اس لونڈی کے سب عیبوں سے بری الذمہ ہوں، راوی کا بیان ہے میں اس کے قریب گیا اور کہا قیمت تو لونڈی کی معلوم ہو گئی اس میں عیب کیا ہے۔ کہا یہ لونڈی مجنونہ ہے غمگین رہتی ہے۔ راتوں کو عبادت کرتی ہے... دن کو روزہ رکھتی نہ کچھ کھاتی ہے نہ پیتی ہے۔ ہر جگہ تنہا اکیلی رہنے کی عادی ہے۔ جب میں نے یہ کلام سنا میرے دل نے اس لونڈی کو چاہا۔ میں نے قیمت دے کر خرید لیا اور اس کو اپنے گھر لے گیا۔ لونڈی کو سر جھکائے دیکھا۔ پھر اس نے اپنا سر میری جانب اٹھا کر کہا اے میرے چھوٹے مولیٰ خدا تم پر رحم کرے تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا عراق میں رہتا ہوں۔ کہا کونسا عراق۔ بصرے والا عراق یا کوفے والا۔ میں نے کہا نہ کوفے والا نہ بصرے والا۔ پھر لونڈی نے کہا شاید تم مدینۃ السلام بغداد میں رہتے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا واہ واہ وہ شہر عابدوں، زاہدوں کا ہے۔ راوی کہتے ہیں مجھ کو تعجب ہوا۔ میں نے کہا لونڈی حجروں کی کے رہنے والی، ایک حجرے سے دوسرے حجرے میں بلائی جانے والی زاہدوں عابدوں کو کیسے پہچانتی ہے۔ پھر میں نے اس کی طرف متوجہ ہو کر دل لگی سے پوچھا تم بزرگوں میں سے کس کس

کو پہچانتی ہو۔ کہا میں مالک بن دینار، بشر حافی، صالح مزّی، ابو حاتم سجستانی، معروف کرخی
محمد بن حسین بغدادی، رابعہ عدویہ۔ سعدانہ میمونہ۔ ان بزرگوں کو پہچانتی ہوں۔ میں نے کہا
ان بزرگوں سے اور تم سے کہاں سے شناخت ہے۔ لونڈی نے کہا اے جوان کیسے نہ پہچانوں
قسم خدا کی وہ لوگ دلوں کے طبیب ہیں۔ محب کو محبوب کی راہ دکھلانے والے ہیں۔ پھر میں
نے کہا اے لونڈی میں محمد بن حسین ہوں، کہا میں نے خدا سے دعا مانگی تھی۔ اے ابوعبداللہ کہ خدا
تم کو مجھ سے ملا دے۔ تمہاری وہ خوش آواز جس سے مریدوں کے دل زندہ کرتے تھے اور سننے
والوں کی آنکھیں روتی تھیں کیا ہوئی۔ میں نے کہا اپنے حال پر ہے۔ کہا تم کو خدا کی قسم مجھ کو
قرآن شریف کی کچھ آیتیں سناؤ۔ میں نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی۔ اس نے بڑے زور سے
چیخ ماری اور بیہوش ہوگئی۔ میں نے اس کے منہ پر پانی چھڑکا ہوش میں آئی۔ پھر کہا اے
ابوعبداللہ یہ تو اس کا نام ہے۔ کیا حال ہوگا اگر میں اس کو پہچانوں اور جنت میں اس کو دیکھوں اور
پڑھو۔ خدا تم پر رحم کرے۔ میں نے یہ آیت پڑھی اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّئٰتِ
اَنْ نَّجْعَلَهُمْ سے سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ تک (یعنی کیا گمان کرتے ہیں جنہوں نے گناہ کیے
ہیں کہ ہم ان کو ایمان والوں اور نیک عمل والوں کے برابر کریں گے۔ ان کی موت اور زندگی برابر
ہے۔ برا ہے جو حکم کفار لگاتے ہیں۔ پھر اس نے کہا اے ابوعبداللہ ہم نے نہ کسی بت کو پوجا
اور نہ کسی معبود کو قبول کیا۔ پڑھے جاؤ خدا تم پر رحم کرے۔ میں نے پھر پڑھی اِنَّآ اَعْتَدْنَا
لِلظّٰلِمِیْنَ نَارًا سے سَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔ تک (یعنی ہم نے ظالموں کے واسطے آگ تیار
کر رکھی ہے۔ ان کے گرد آگ کے خیمے ہوں گے اگر پانی طلب کریں گے گرم پانی مثل تانبے
پگھلے ہوتے کے پائیں گے جو ان کے چہرے جھلس دے گا۔ برا ہے پینا اور بری ہے آرامگاہ
ان کی) پھر کہا اے ابوعبداللہ تم نے اپنے نفس کے ساتھ نا امیدی لازم کرلی ہے اپنے دل کو
خوف اور امید کے درمیان آرام دو اور کچھ پڑھو خدا تم پر رحمت کرے۔ پھر میں نے پڑھا۔
وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ اور پڑھا وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ
نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (یعنی بعضے منہ قیامت کے دن خوش ہنستے بشاش ہوں گے
اور بعضے منہ اس دن تازے اپنے پروردگار کو دیکھنے والے ہوں گے) پھر کہا مجھ کو کس قدر
شوق اس کے ملنے کا ہوگا۔ جس دن وہ اپنے دوستوں کے واسطے ظاہر ہوگا۔ اور پڑھو خدا رحم کرے پھر میں نے
پڑھا یَطُوْفُ عَلَیْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِیْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ سے

اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ تک (طواف کریں گے اہلِ جنت پر لڑکے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں ہاتھوں میں کوزے اور لوٹے اور پیالے شراب معین کے لیے ہوئے نہ پینے والوں کا سر پھرے گا اور نہ وہ بہکیں گے) پھر کہا اے ابو عبداللہ میں خیال کرتی ہوں تم نے حور کو پیغام دیا ہے کچھ ان کے مہر کے واسطے بھی خرچ کیا ہے۔ میں نے کہا اے لونڈی مجھ کو بتا دے وہ کیا چیز ہے میں تو بالکل مفلس ہوں۔ کہا شب بیداری اپنے اوپر لازم کر دو اور ہمیشہ روزہ رکھا کرو اور فقیروں اور مسکینوں سے محبت کرتے رہو۔ پھر وہ لونڈی بیہوش ہو گئی اور میں نے اس کے چہرے پر پانی چھڑکا ہوش میں آئی۔ پھر مناجات پڑھتے پڑھتے بیہوش ہو گئی۔ میں نے پاس جا کر دیکھا وہ مر چکی تھی مجھ کو اس کے مرنے کا بڑا غم ہوا۔ بازار گیا تاکہ اس کے کفن دفن کا سامان لاؤں۔ واپس آ کر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ کفنائی ہوئی خوشبو لگی ہوئی ہے جنتی سبز دو حلے اس پر پڑے ہیں کفن میں دو سطروں میں لکھا ہے۔ سطر اوّل۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور دوسری سطر پہ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہے۔ میں نے اپنے دوستوں کے ساتھ اس کا جنازہ اٹھایا اور نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ اس کے سرہانے میں نے سورۂ یٰسٓ پڑھی اور اپنے حجرے میں غمگین روتا ہوا واپس آیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھ کر سو رہا۔ خواب میں دیکھا کہ وہ لونڈی بہشت میں ہے۔ جنتی حلّے پہنے زعفران زار کے تختے میں ہے۔ سندس اور استبرق کا فرش ہے۔ سر پر تاج مرصع موتی اور جواہرات ٹکے ہوئے۔ پاؤں میں یاقوت سرخ کی جوتی، اس سے عنبر و مشک کی خوشبو آ رہی ہے۔ چہرہ اس کا آفتاب و ماہتاب سے زیادہ روشن ہے۔ میں نے کہا ٹھہر اے لونڈی کس عمل نے تجھ کو اس مرتبہ پر پہنچایا۔ کہا فقیروں مسکینوں کی محبت، کثرتِ استغفار، مسلمانوں کی راہ سے ان کو ایذا دینے والی چیزیں دور کرنے سے مجھ کو یہ مرتبہ ملا ہے۔

حکایت (۱۲۱) ایک اہلِ علم فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ کا ذکر ہے میرے پاس ایک لونڈی حیادار اور حسینہ آیا کرتی تھی۔ اکثر اوقات شریعتِ اسلام کے احکام پوچھا کرتی اور دین کی باتیں دریافت کرتی ہیں اس کی باتوں کا جواب دیتا اور نرمی کے ساتھ پیش آتا اور اس کا جمال پردے اور پوشیدگی کی جانب مائل تھا۔ اس کی روش اور حسن و جمال مجھ کو بھلا معلوم ہوتا تھا۔ ایک روز مدت کے بعد میں بازار جا رہا تھا۔ میری نگاہ اسی لونڈی پر پڑی ایک شخص اس کا ہاتھ پکڑے کہہ رہا ہے کون اس عیب دار لونڈی کو مول لے رہا ہے۔ میں نے لونڈی سے کہا کیا تو وہ نہیں ہے جو مجھ سے دین اور شریعتِ اسلام کی باتیں پوچھا کرتی تھی۔ اس نے سر جھکا لیا اور اشارہ سے کہا ہاں۔ میں نے

اس مرد سے کہا لونڈی کو چھوڑ دے۔ اس نے جواب دیا اے سردار مجھ کو یہ قدرت نہیں ہے۔
اس لونڈی کا مالک مجوسی ہے۔ اس لونڈی نے اس کو غضبناک کیا ہے۔ ہم باتیں کر رہے تھے
کہ اس لونڈی کا مالک آن پہنچا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا اپنی لونڈی کا حال بیان کرو
اور جو بات اس کی تم کو ناپسند ہے وہ ظاہر کرو۔ مالک نے کہا کہ وہ مجوسی ہے۔ آگ اور روشنی کی
عبادت کرتا ہے۔ میں نے اس لونڈی کو پسند کیا تھا اس کی عقل اور خوبصورتی دیکھ کر خریدا تھا
اور بہت قیمت ادا کی اور میں اس کو دیکھتا تھا کہ ہمارے معبود کی بہت عبادت و تعظیم محبت کے
ساتھ کرتی تھی۔ رات ایک شخص تمہارے مذہب والا ہمارے یہاں آیا اور تمہاری کتاب سے
کچھ پڑھا۔ اس لونڈی نے سنتے ہی چیخ ماری۔ ہم لوگوں کو دہشت ہوئی اور لونڈی حیران تھی۔ ہم
اس سے پوچھتے تھے کچھ جواب نہ دیتی تھی اس نے ہم کو چھوڑا ہمارے معبودوں کی عبادت ترک
کی ہمارا کھانا کھانے سے انکار کیا۔ جب رات ہوئی تمہارے قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔ ہم نے بہت
کچھ منع کیا مگر باز نہ آئی اس کی رونق جمال جاتی رہی اور حالت بدل گئی ہم کو اس سے کوئی فائدہ
حاصل نہ ہوا اور نہ اس کو اس حال سے پھیرنے کی طاقت ہے اب میں نے اس کو بیچنے کا ارادہ کیا ہے
میں نے اس لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی ہے۔ اس نے سر کے اشارے سے کہا ہاں۔ میں نے
اپنے دل میں کہا یہ وجہ جہل کے اس کو عیب لگاتا ہے پھر میں نے لونڈی سے پوچھا کونسی آیت
تجھ کو پڑھ کر سنائی تھی۔ کہا فَفِرُّوۡا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیۡ لَکُمۡ مِّنۡہُ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ۝ وَلَا تَجۡعَلُوۡا الخ یعنی اللہ کی
طرف رجوع کرو میں تم کو ڈرانیوالا ظاہر ہوں اور خدا کی عبادت میں دوسرا معبود شریک نہ کرو
میں تم کو اس سے ظاہر ڈرانے والا ہوں۔ لونڈی نے کہا جب سے یہ آیت میں نے سنی ہے میں
بے صبر ہو گئی ہوں اور جو حالت تم دیکھتے ہو پیدا ہوئی۔ میں نے کہا اگر اور آیتیں تجھ کو سناؤں تو کیا
ہو۔ لونڈی نے کہا اگر تم اچھی طرح پڑھ سکتے ہو تو پڑھو۔ میں نے باقی آیتیں پڑھیں اِنَّ اللّٰہَ
ہُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّۃِ الۡمَتِیۡنُ تک۔ اس نے کہا خوب پڑھا جس امر کا خدا ضامن ہو تجھ
کو کافی ہے پھر میں نے اسکے مالک سے کہا کیا تم اس کی قیمت مجھ سے لیتے ہو کہا اسکی قیمت بڑی ہے
اور میرا ایک چچا زاد بھائی اس سے محبت رکھتا ہے مجھ سے لینا چاہتا ہے اور اس کا خیال ہے کہ
اس کو ان خیالات سے جو پیش آتے ہیں پھیر دے گا۔ اور وہ مجوسی مذہب کا ہے۔ راوی کا بیان ہے
کہ وہ ہم سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا چچا زاد بھائی آگیا اور کہا۔ میں اس کو اس دین سے پھیر دوں گا
مالک نے اس کے حوالہ کیا۔ جب لونڈی کو یہ معلوم ہوا مجھ سے کہا اے شیخ اب تو اس کی کوئی

بات نہ سُن میری اسکی ضرور بڑی شان ہو گی۔ خداوند کریم تجھ کو اسکی اطلاع دیگا بعد ایک مدت کے میں نے دیکھا کہ وہ مجوسی جو لونڈی کو لے گیا تھا ہمارے ساتھ مسجد میں نماز پڑھتا ہے۔ میں نے کہا کیا تم اس لونڈی کے مالک نہیں۔ کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا اب کیا خبر ہے کہا اچھی خبر ہے میں وہ لونڈی اپنے گھر لے گیا۔ کسی کام کو گھر سے نکلا۔ جب گھر آیا کیا دیکھتا ہوں کہ اس لونڈی نے ایک کرسی بچھائی اور خود اس پر بیٹھی ہے اور خدا کا ذکر اور اس کی وحدانیت بیان کر رہی ہے اور میرے گھر والوں کو آگ کی عبادت سے ڈراتی اور منع کرتی ہے۔ جنت کی تعریف کر رہی ہے میں ڈرا کہ یہ ہمارا دین بگاڑ دے گی۔ میں نے دل میں کہا کہ میں تو اس کو اس نیت سے لایا تھا کہ اس کا دین بگاڑوں مگر یہ تو ہمارا دین مٹانے لگی۔ میں نے اس کا حال اپنے ایک دوست سے بیان کیا اور اس سے کہا تمہاری کیا رائے ہے اب میں کیا کروں۔ کہا اس کے پاس کچھ مال امانت رکھ دو اور اس سے پوشیدہ لے لو۔ پھر اس سے طلب کرو وہ دینے سے عاجز ہو گی تم کو اس کے اوپر حجت ہو گی۔ پھر اس کو خوب مارنا۔ مجوسی کہتا ہے میں نے اس کے پاس ایک تھیلی پانسو درہم کی امانت رکھی وہ حسب عادت نماز میں مشغول ہوئی۔ میں نے وہ تھیلی لے لی اس کو کچھ خبر نہ ہوئی۔ پھر میں نے اس سے طلب کی جس جگہ تھیلی رکھی تھی وہ فوراً کود کر وہاں سے نکال لائی اور میرے حوالہ کی مجھ کو سخت تعجب ہوا میں نے جی میں کہا۔ میں تھیلی نکال لایا۔ اور یہ تو دوسری تھیلی ہے۔ اب آنکھوں سے دیکھ کر کہا ہرگز شک نہیں کہ جس خدا کی یہ عبادت کرتی ہے اس کو بڑی قوت ہے میں اس کے خدا پر ایمان لایا اور میرا دوست اور سب گھر والے میرے مسلمان ہو گئے اور اس لونڈی کو حسب خواہش اس کے چھوڑ دیا۔ وہ ہمیشہ محبت خدائے تعالیٰ کو چھپاتی رہی یہاں تک کہ خداوند تعالیٰ نے اس کا حال لوگوں پر ظاہر کر دیا۔

حکایت (۱۲۲) حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں ایک شب مجھ کو نیند نہ آئی نہایت درجہ بے چین ہوا۔ میں آنکھ تک نہ بند کر سکا باوجودیکہ اس شب کو تہجد سے بھی محروم رہا۔ جب فجر کی نماز پڑھ چکا گھر سے نکلا۔ کسی طرح مجھ کو قرار نہ تھا۔ پھر میں جامع مسجد میں ٹھہر گیا ایک واعظ کا وعظ سننے لگا تاکہ کچھ دل کو راحت ہو۔ میں نے اپنے دل کو پایا کہ سختی اس کی بڑھتی جاتی ہے میں وہاں سے چل دیا۔ دوسرے واعظ کے پاس ٹھہرا وہاں بھی دل کا اضطراب نہ کم ہوا پھر میں نے اپنے جی سے کہا دل کے طبیبوں کے پاس جاؤں اور جو لوگ محب کو محبوب کی راہ بتلاتے ہیں اُن سے ملوں پھر بھی میرے دل کو قرار نہ ہوا اور سختی بڑھتی گئی پھر میں نے کہا اب میں کوتوالی میں جاؤں

وہاں لوگوں کو سزا پاتے دیکھ کر شاید کچھ عبرت ہو۔ مگر وہاں بھی دل کی سختی کم نہ ہوئی۔ پھر میں نے کہا چلوں قید خانے کو شاید ان لوگوں کو جو مبتلائے عذاب ہیں دیکھ کر دل ڈرے۔ جب میں قید خانہ میں داخل ہوا اپنے دل کو پایا کھل گیا اور میرا سینہ کشادہ ہوا۔ ایک لونڈی خوبصورت قیمتی اوڑھنی اوڑھے نظر آئی اس کے پاس سے عطر کی خوشبو آتی تھی۔ پاک نظر نیک دل تھی، ہاتھوں میں ہتھکڑی پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں جب مجھ کو دیکھا آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور شعر پڑھے جن کا مطلب یہ ہے میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں کہ بغیر گناہ کیے میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال کر گردن میں لٹکا دی اور ان ہاتھوں نے نہ کبھی خیانت کی نہ چوری کی۔ میرے پہلو میں جگر ہے۔ میں جانتی ہوں وہ جل گیا۔ قسم تیرے حق کی اے دل کی مراد میں سچی قسم کھاتی ہوں اگر تو میرے دل کے ٹکڑے کر ڈالے تیرے حق کی قسم ہے کبھی تجھ سے نہ پھرے گا۔ شیخ سریؒ فرماتے ہیں میں نے داروغہ سے دریافت کیا یہ کون ہے کہا لونڈی ہے۔ دیوانی ہو گئی ہے اس کے مالک نے یہاں قید کیا ہے تاکہ درست ہو جائے۔ جب اس لونڈی نے داروغہ کا کلام سُنا اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ شیخ سریؒ فرماتے ہیں میں نے اس سے وُہ باتیں سُنیں جنہوں نے مجھے بے چین کر دیا۔ مجھ کو غم دیا۔ جلایا، رُلایا جب لونڈی نے میرے آنسو دیکھے کہا اے سری یہ تمہارا رونا اسکی صفت سن کر ہے کیا حال ہوا اگر تم اس کو پہچان لو۔ پھر ایک ساعت وہ بیہوش رہی۔ جب ہوش آیا۔ میں نے کہا اے لونڈی! جواب دیا لبیک اے سریؒ۔ میں نے کہا مجھ کو تو نے کیسا پہچانا۔ کہا جب سے مجھ کو معرفت حاصل ہوئی جاہل نہیں رہی اور جب سے خدمت کی سُستت نہ ہوئی اور جب سے وصل ہوا جدا نہ ہوئی اور درجے والے ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔ میں نے کہا تجھ سے سُنا کہ تو محبت کرتی ہے۔ تیرا دوست کون ہے کہا جس نے اپنے محبوب کے ساتھ مجھ کو معرفت دی اور اپنی بڑی عطا کے ساتھ سخاوت کی وُہ دلوں کے پاس ہے۔ محبوب کے طلب گار کا دوست ہے۔ سنتا جانتا ہے، پیدا کرنے والا حکمت والا، سخی، کریم، بخشنے والا، رحیم ہے۔ میں نے پوچھا یہاں تجھ کو کس نے قید کیا۔ کہا حاسدوں نے باہم مددکی اور قول و قرار کیا۔ پھر وہ باآواز بلند چلائی اور بیہوش ہو گئی میں نے خیال کیا کہ اس نے زندگی ختم کر لی۔ پھر وہ ہوش میں آئی شیخ سری فرماتے ہیں۔ میں نے قید خانہ کے داروغہ سے کہا اس کو چھوڑ دو۔ اُس نے چھوڑ دیا۔ میں نے کہا جہاں تیرا دل چاہے چلی جا۔ کہا اے سری میں کہاں جاؤں۔ اُسے چھوڑ کر میرا کہاں راستہ ہے۔ میرے دل کے دوست نے اپنے مملوک کو میرا مالک بنا دیا۔ اگر میرا مالک راضی ہوگا چلی جاؤں گی ورنہ صبر کروں گی۔ میں نے کہا خدا

کی قسم یہ تو مجھ سے زیادہ عقلمند ہے۔ میں اسی حال میں اس سے باتیں کر رہا تھا کہ اس کا مالک آ گیا۔ داروغہ سے پوچھا۔ تحفہ اس کی لونڈی کہاں ہے۔ کہا اندر ہے اور اس کے پاس شیخ سرّی سقطیؒ بیٹھے ہیں۔ مالک یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ اندر آیا اور مجھ کو مرحبا کہا اور میری تعظیم کی۔ میں نے کہا یہ لونڈی بہ نسبت میرے تعظیم کی زیادہ مستحق ہے۔ اس کی کیا حرکت تجھ کو ناپسند ہے سکھا بہت سی باتیں ہیں نہ کھائے نہ پیئے، بے عقل، نہ خود سوئے نہ ہم کو سونے دے۔ ہر وقت متفکر رہتی ہے۔ ذرا سی بات پر فوراً رو دے۔ آہ و نالے سے کام ہے سدا رو یا کرتی ہے اور یہی میری پونجی ہے۔ میں نے اپنا تمام مال بیس ہزار درہم دیکر اس کو مول لیا اور امید تھی کہ نفع حاصل ہوگا کیونکہ حسن و جمال کے علاوہ یہ اور کام بھی جانتی ہے۔ میں نے کہا اور کام کیا کرتی ہے۔ کہا گانا جانتی ہے۔ میں نے پوچھا کتنی مدت سے یہ مرض اس کو ہے۔ کہا ایک برس سے، میں نے کہا ابتداء کیسے ہوئی۔ کہا ایک مرتبہ عود لیئے گا رہی تھی، دفعتہً عود توڑ کر کھڑی ہو گئی اور روتی چلاتی۔ میں نے اس کو انسان کی محبت کی تہمت لگائی۔ میں نے اس کی تحقیقات کی مگر کچھ علامت و نشان نہ پایا۔ میں نے لونڈی سے پوچھا کیا ایسا ہی معاملہ ہے۔ لونڈی نے زبان تیز اور جلے دل سے جواب دیا میرے دل سے خدا نے مجھ کو خطاب کیا۔ میرا وعظ میری زبان پر تھا مجھ کو بعد دُوری کے قریب کیا اور مجھ کو خدا نے خاص منتخب کیا۔ جب میں برضا و رغبت بلائی گئی میں نے قبول کیا اور لبیک اپنے بلانے والے کے جواب میں کہی۔ جو کچھ گناہ مجھ سے سابق میں ہوئے تھے میں ان سے ڈری مگر محبت نے خوف دفع کر کے آرزؤں میں ڈال دیا۔ شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں میں نے اس کے مالک سے کہا میرے ذمہ اس کی قیمت ہے اور میں زیادہ دوں گا۔ مالک چلایا اور کہا۔ ہائے ...... محتاجی تیرا بُرا ہو تم تو ایک مرد فقیر ہو اس کی قیمت کہاں پاؤ گے میں نے کہا جلدی نہ کرو تم یہیں رہو میں اس کی قیمت لاتا ہوں۔ پھر وہاں سے چل دیا، غمگین روتا ہوا۔ قسم خدا کی میرے پاس لونڈی کی قیمت ایک درہم بھی نہ تھا۔ تمام رات خدا کی درگاہ میں روتا، خوشامد، عاجزی کرتا رہا اور اس سے دعا مانگتا تھا تمام رات آنکھ نہ جھپکی۔ اور کہتا تھا، خداوندا تو ظاہر و باطن خوب جانتا ہے۔ میں نے تیرے فضل پر اعتماد کیا۔ مجھ کو فضیحت نہ کرنا۔ اس لونڈی کے مالک کے روبرو شرمندہ نہ ہوں اسی حال میں عبادت خانہ میں بیٹھا ہوا دُعا مانگ رہا تھا کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے کہا دروازہ میں کون ہے۔ کہا دوستوں میں سے ایک دوست ہے کسی سبب سے آیا ہے۔

خدائے مہربان کا حکم اس کو یہاں لایا ہے۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ایک شخص چار غلام اس کے ہمراہ شمع لیے۔ پھر اس آنے والے نے کہا اے استاد مجھ کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ میں نے کہا آؤ۔ وہ شخص اندر آیا میں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا احمد بن مثنیٰ ہوں مجھ کو ایسے شخص نے دیا ہے کہ وہ دینے وقت بخل نہیں کرتا۔ میں آج کی رات سو رہا تھا۔ ہاتف غیبی نے پکار کر کہا۔ پانچ توڑے اشرفیاں سری کے پاس لے جا تاکہ ان کا دل خوش ہو اور وہ تحفہ کو خرید لیں کیونکہ ہم کو تحفہ کے حال پر مہربانی ہے۔ میں نے خدا کے شکر میں سجدہ کیا کہ اس نے مجھے یہ نعمت عطا کی اور فجر کا انتظار کرنے لگا۔ جب صبح کی نماز ادا کی احمد کا ہاتھ پکڑ کر قید خانہ میں لے گیا۔ لونڈی کا محافظ دائیں بائیں دیکھ رہا تھا مجھ کو دیکھ کر کہا مرحبا آئیے۔ خدا اس لونڈی پر مہربان ہے۔ رات کو ہاتف نے مجھے پکار کر کہا ہے۔ شیخ سری سقطیؒ فرماتے ہیں تحفہ نے جب ہم کو دیکھا اس کے آنسو ڈبڈبا آئے اور کہا تم نے مجھ کو سب لوگوں میں مشہور کر دیا۔ اسی حال میں تحفہ کا مولیٰ آگیا۔ روتا ہوا دل غمگین، رنگ فق۔ میں نے کہا مت رو جس قدر قیمت تم نے دی ہے میں لایا ہوں اور پانچ ہزار نفع دوں گا۔ اس نے کہا نہیں خدا کی قسم میں نے کہا دس ہزار نفع لو۔ کہا نہیں خدا کی قسم نہیں لوں گا۔ میں نے کہا قیمت کے برابر نفع لو۔ کہا اگر تم تمام دنیا اس کے عوض دو گے نہ قبول کروں گا تحفہ خدا کے واسطے آزاد ہے۔ میں نے کہا کیا حال ہے۔ کہا رات کو مجھے سخت تنبیہ اور جھڑکی دی گئی ہے۔ میں تمام حال چھوڑ کر خدا کی طرف بھاگتا ہوں۔ خدایا تو کشائش کے ساتھ میرا کفیل ہو اور میرے رزق کا ضامن۔ پھر میری طرف ابن مثنیٰ متوجہ ہوا۔ میں نے دیکھا وہ رو رہا تھا۔ میں نے کہا تم کیوں روتے ہو کہا۔ خداوند تعالے نے جس کام کے لیے مجھ کو بلایا اس سے راضی نہیں ہوا۔ تم گواہ رہو میں نے تمام مال اپنا خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ میں نے کہا تحفہ کیا بڑی صاحب برکت ہے۔ تحفہ کھڑی ہوئی جو کپڑے پہنے تھی اتار کر پھینک دیئے اور ایک کرتا بالوں کا پہن لیا اور روتی ہوئی نکل کھڑی ہوئی۔ ہم لوگوں نے اس سے کہا۔ خدا نے تم کو آزاد کر دیا پھر کیوں روتی ہو۔ پھر ہم قید خانہ کے دروازے سے نکلے اثنائے راہ میں تحفہ کو تلاش کیا اپنے ہمراہ نہ پایا۔ ابن مثنیٰ راستے میں مر گئے۔ میں اور تحفہ کا مولیٰ مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ ایک دن میں طواف کر رہا تھا۔ کسی زخمی دل سے کلام مجروح سنا۔ کلام یہ ہے۔ خدا کا دوست دنیا سے بیمار ہے اس کا مرض دراز ہے۔ اس کی دوا خود مرض ہے۔ اس کو شراب محبت کا پیالہ پلا دیا اور خوب پلا کر سیر کر دیا۔ پھر تو وہ دوست اس کی محبت میں حیران ہو کر اسی کی طرف متوجہ ہوا۔ بجز اس

کے دوسرا محبوب نہیں چاہتا۔ یہی حال اس کا ہے جو براہِ شوق خدا کی طرف بُلایا جائے اس کی محبت میں حیران رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا دیدار نصیب ہو۔ پھر میں اس آواز کی جانب گیا اس نے جب مجھے دیکھا۔ کہا اے سرّی! میں نے کہا لبیک تم کون ہو! خدا تم پر رحم کرے۔ کہا لا الٰہ الا اللہ بعد معرفت کے اب انجان ہو گئے میں تحفہ ہوں وہ اس وقت بالکل ضعیف و ناتوان تھی۔ جیسے کسی کا خیال دل میں گذرے اس طرح وہ نظر آتی تھی۔ میں نے کہا اے تحفہ جب سے تم خلقِ خدا سے جُدا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف مائل ہوئی خدا سے تم کو کیا فائدہ حاصل ہوا۔ کہا اپنے قرب سے انس دیا۔ غیر سے مجھ کو وحشت دی۔ پھر میں نے کہا۔ ابن مثنیٰ مر گئے کہا خدا ان پر رحم فرمائے۔ میرے مولیٰ نے ان کو وہ کرامات عطا کیئے ہیں کہ جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سُنا۔ جنت میں ان کی جگہ میرے پڑوس میں ہے۔ پھر میں نے کہا تمہارا مالک جس نے تم کو آزاد کیا ہے میرے ساتھ ہے۔ یہ سُن کر تحفہ نے کچھ دُعا مخفی مانگی۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے تحفہ کعبہ کے روبرو مُردہ نظر آئی۔ جب اس کے مالک نے اس کو مردہ دیکھا اپنے کو سنبھال نہ سکا۔ منہ کے بل گر پڑا۔ میں نے پاس جا کر ہلایا۔ وہ بھی دنیا سے کوچ کر چکا تھا۔ پھر میں نے دونوں کے غسل و کفن سے فراغت کر کے دونوں کو دفن کر دیا ان پر خدا کی رحمت ہو۔

حکایت (۱۲۳) شیخ ابو ہاشم فرماتے ہیں میں نے بصرے کا قصد کیا ایک کشتی کرایہ پر لی اس میں ایک شخص تھا اور اس کے ساتھ اس کی لونڈی تھی۔ مرد نے کہا تمہارے واسطے جگہ نہیں۔ اس کی لونڈی نے کہا اس کو کشتی میں بٹھا لے اس مرد نے مجھ کو کشتی پر سوار کر لیا جب ہم چلے۔ اس مرد نے کھانا طلب کیا۔ دسترخوان پر کھانا رکھا گیا۔ پھر کہا اس مسکین کو بھی بلا لیں۔ ہمارے ساتھ کھانا کھالے مجھ کو بلایا چونکہ میں مسکین تھا ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے اس شخص نے لونڈی سے کہا اپنی شراب لا۔ لونڈی شراب لائی۔ خود پی اور لونڈی کو حکم دیا کہ مجھ کو پلائے۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے۔ مہمان کے واسطے حق ہے۔ مجھ کو چھوڑ دیا۔ جب نیند نے اس پر غلبہ کیا کہا اے لونڈی اپنا ساز لا اور جو تیرے پاس ہے ظاہر کر۔ اس لونڈی نے ساز لے کر خوب گایا۔ پھر وہ شخص میری جانب متوجہ ہوا اور کہا کیا تم اس طرح یہ کام کر سکتے ہو۔ میں نے کہا اس سے بہتر۔ پھر میں نے سورۃ اذا الشمس پڑھی ۔ و اذا العشار عطلت تک، وہ مرد رونے لگا۔ جب میں و اذا الصحف نشرت تک پہنچا اس مرد نے کہا اے لونڈی چلی جا خدا کی راہ میں تو آزاد ہے اور جو کچھ شراب اس کے پاس تھی پانی

میں ڈال دی اور عود توڑ ڈالا۔ پھر میری طرف پھرا بغلگیر ہوا اور کہا اے بھائی کیا تم کہہ سکتے ہو اگر میں توبہ کروں تو خدا میری توبہ قبول کرے گا۔ میں نے کہا خداوند تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور گناہ سے پاک ہونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ پھر میں نے اس کو اللہ واسطے بھائی بنایا اس کے بعد میں اور وہ چالیس سال تک ہم صحبت رہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص مرگیا۔ میں نے اُسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا تیرا کیا حال ہوا۔ کہا مجھ کو بہشت عطا ہوئی۔ میں نے کہا کس عمل کی بدولت، جواب دیا تم نے جو اذا الصحف نشرت پڑھ کر سنائی تھی۔

حکایت (۱۲۴) شیخ اسماعیل بن عبداللہ خزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں زمانۂ ترقی میں ایک شخص قوم مہالبہ سے بصرہ میں کسی ضرورت سے آیا جب اپنے کاموں سے فارغ ہوا بصرہ کی جانب واپس ہوا اس کے ساتھ ایک غلام اور ایک لونڈی تھی جب وہ دجلہ میں کشتی پر بیٹھ چکا اور کشتی روانہ ہوئی ایک جوان دریا کے کنارے سے نظر آیا۔ اُونی جبّہ پہنے ہوئے تھا۔ ہاتھ میں عصا تھا۔ ملاح سے کہا مجھ کو بھی بصرہ تک سوار کرلے اور کرایہ لے لے۔ مہیلے نے اس کو دیکھا اور اس پر ترس کھا کر ملاح سے کہا کشتی کنارے لگا کر اس شخص کو اپنے ساتھ بٹھالے ملاح نے اس کو کشتی پر سوار کرلیا۔ جب کھانے کا وقت آیا۔ دستر خوان منگایا اور ملاح سے کہا اس جوان کو بلالو ہمارے ساتھ کھانا کھاتے۔ ملاح نے بلایا۔ جوان نے انکار کیا۔ انہوں نے کھانا شروع کیا اور جوان کو بلاتے رہے یہاں تک کہ وہ بھی آکر شریک ہوا پھر سب نے کھایا جب کھانے سے فراغت پائی۔ وہ جوان اُٹھنے لگا۔ مہیلے نے روکا۔ پھر شراب طلب کی۔ خود ایک پیالہ پیا پھر لونڈی کو پلائی۔ بعد اس کے جوان کے سامنے کیا، اس نے انکار کیا۔ پھر وہ پیالہ لونڈی کو پلادیا اور کہا تو بھی اپنا کام کر۔ لونڈی نے غلاف سے ایک عود نکالا اس کو درست کرکے سنبھالا اور گانے لگی پھر مہیلے نے کہا اے جوان تم اس طرح گا سکتے ہو کہا اس سے بہتر مجھ کو آتا ہے۔ جوان نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر یہ آیت پڑھی قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ وَّالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰی، وَلَوْ کُنْتُمْ فِیْ بُرُوْجٍ مُّشَیَّدَۃٍ تک (یعنی کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے آخرت بہتر ہے اس کو جو ڈرے، اور تم تاگے برابر ظلم نہ کیے جاؤ گے۔ جہاں کہیں ہو گے موت تم کو پکڑے گی اگرچہ تم مضبوط برجوں اور قلعوں میں ہو) جوان خوش آواز تھا اس مرد نے شراب کا پیالہ دریا میں پھینک کر کہا میں گواہ ہوں یہ اس سے اچھا ہے جو میں ابھی سن چکا ہوں، کیا اس کے سوا اور بھی ہے۔ جوان نے کہا ہاں اور یہ آیت پڑھی قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ، سَآءَتْ مُرْتَفَقًا۔

تک تمام آیت ختم کی۔ میبلے کے دل میں کلام خدا کی عزت وعظمت سما گئی۔ بوتل شراب کی اُٹھا کر پھینک دی اور عود توڑ ڈالا۔ پھر کہا اے جوان کیا کوئی خوشی کا مضمون ہے جوان نے کہا ہاں ہے اور یہ آیت پڑھی قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (یعنی کہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو اللہ تعالیٰ سب گناہ بخش دیتا ہے وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔ میبلے یہ آیت سن کر زور سے چلایا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ لوگوں نے دیکھا کہ وہ دنیا سے کوچ کر گیا۔ وہ شخص مشہور ومعروف تھا اس کے گھر تک لے گئے۔ تمام لوگ جمع ہوتے کوئی جنازہ ایسے بڑے مجمع کے ساتھ نہ ہو گا۔ لونڈی کی خبر مجھ کو اس طرح پہنچی کہ اس نے بالوں کا کرتہ اونی کرتے پر پہن لیا دن کو روزہ رکھتی، رات بھر عبادت کرتی۔ چالیس سال اسی حال میں گذرے۔ ایک مرتبہ کہیں رات کو اس آیت پر پہنچی وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ، سَآءَتْ مُرْتَفَقًا تک پہنچی اور جان خدا کے سپرد کی۔ صبح لوگوں نے اس کو مردہ پایا۔

حکایت (۱۲۵) ایک بزرگ کہتے ہیں چاندنی رات میں ہم ابلہ کے کنارے جا رہے تھے۔ ایک فوجی سپاہی کے مکان گذر ہوا ایک لونڈی اس کے مکان میں عود بجا رہی تھی اور محل کے ایک جانب ایک فقیر گدڑی اوڑھے پڑا تھا۔ لونڈی کا گانا سن کر زور سے چلایا۔ اور کہا پھر یہی دوبارہ گاؤ۔ اے لونڈی تم کو تمہارے مولا کی قسم ہے یہی میرا حال خدا کے ساتھ ہے لونڈی کے مالک نے فقیر کو دیکھا۔ لونڈی سے کہا ساز چھوڑ کر فقیر کی جانب متوجہ ہو۔ کیونکہ وہ صوفی معلوم ہوتا ہے وہ لونڈی انہیں دو شعروں کو بار بار گاتی رہی اور فقیر کہتا تھا یہی میرا حال خدا کے ساتھ ہے۔ لونڈی گاتے جاتی تھی اور وہی شعر اس کی زبان پر تھے۔ یہاں تک کیفیت اس پر غالب ہوئی کہ فقیر نے چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑا لوگوں نے پاس جا کر ہلایا وہ مر چکا تھا۔ پھر مالک مکان بالاخانہ سے اترا اور فقیر کو لے گیا۔ ہم کو غم نے گھیرا کہ یہ سپاہی اس کی تجہیز وتکفین اچھی طرح نہ کریگا۔ پھر مالک مکان اپنے کوٹھے پر چڑھ گیا اور جو کچھ سامان لہو ولعب وہاں موجود تھا، سب توڑ پھوڑ ڈالا۔ ہم لوگوں نے کہا اب اچھا ہی ہو گا۔ پھر ہم ابلہ میں گئے وہاں لوگوں کو اس حادثے کی خبر دی۔ جب صبح ہوئی ہم اسی محل کی جانب واپس آئے۔ لوگ ہر طرف

سے اس فقیر کے جنازے میں شرکت کو آرہے تھے۔ گویا کہ بصرہ میں کسی نے ندا کردی۔ یہاں تک کہ قاضی اور عمائدِ شہر بھی آئے اور سپاہی جنازے کے پیچھے پیچھے ننگے سر اور ننگے پاؤں چل رہا تھا۔ یہاں تک کہ اس فقیر کے دفن سے فراغت ہوئی۔ جب لوگوں نے واپسی کا قصد کیا سپاہی نے قاضی اور گواہوں سے کہا۔ سب صاحب گواہ رہیں میری سب لونڈیاں خدا کی راہ میں آزاد ہیں اور تمام اسباب میرا اور زمین خدا کی راہ میں وقف ہے اور میرے صندوق میں چار ہزار اشرفیاں ہیں خدا کی راہ میں خیرات کرتا ہوں۔ پھر اس نے اپنا لباس اتار کر پھینک دیا صرف ایک پاجامہ پہنے رہا پھر لوگوں نے دو کپڑے اس کو دیئے۔ ایک باندھ لیا دوسرا اوڑھ لیا اور کسی جانب نکل گیا۔ لوگوں کا رونا اور شور کرنا اس سپاہی کی حالت پر بہ نسبت اس مردے پر رونے کے زیادہ تھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ بیابان بنی اسرائیل میں ایک شخص نظر آیا۔ عبادت نے اس کو ضعیف و ناتوان کردیا تھا اور پرانی مشک کی طرح ہوگیا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا ایسی کونسی محنت ہے جس نے تجھ کو اس حال پر پہنچا دیا۔ اس نے متعجب ہوکر میری طرف نظر کی اور کہا اے شخص! گناہوں کے بوجھ نے، دوزخ کے خوف نے۔ بادشاہ جبار کی حیا نے۔

حکایت (۱۲۶) شیخ عبداللہ بن احنف رحؒ فرماتے ہیں میں مصر سے بہ قصد رملہ شیخ رودباریؒ کی زیارت کو چلا۔ مجھ کو عیسیٰ بن یونس مصری نے دیکھا۔ کہا میں تم کو راہ بتلا دوں میں نے کہا ہاں۔ کہا تم صور میں ضرور جانا وہاں ایک نوجوان ایک بوڑھا دو شخص ہیں کیفیت مراقبہ میں دونوں کامل ہیں۔ اگر تم ایک نظر بھی ان کو دیکھو گے تمام عمر کو کافی ہوگا۔ راوی کہتے ہیں۔ میں ان دونوں بزرگوں کے پاس گیا اور میں بھوکا پیاسا تھا اور میرے پاس ایسی کوئی چیز نہ تھی جس سے دھوپ کی حفاظت کرتا۔ میں نے دونوں کو رو بقبلہ پایا۔ میں نے دونوں کو سلام کیا اور ان سے کلام کیا مگر وہ مجھ سے نہ بولے۔ پھر میں نے کہا تم کو خدا کی قسم مجھ سے ضرور کلام کیجیئے۔ پھر بوڑھے مرد نے سر اٹھا کر کہا اے احنفؒ کے بیٹے تم کو کس قدر کم شغلی ہے کہ فارغ ہوکر ہمارے پاس آتے۔ پھر سر جھکا لیا میں ان کے آگے کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ ہم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھی۔ میری بھوک پیاس جاتی رہی پھر میں نے جوان سے کہا مجھ کو کچھ ایسی نصیحت کیجیئے جس سے فائدہ پاؤں۔ کہا ہم لوگ مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ہماری زبان نصیحت کی نہیں۔ میں نے تین رات دن ان کے پاس قیام کیا اس عرصہ میں نہ میں نے اور انہوں نے کچھ نہ کھایا نہ پیا۔ تیسرے دن بعد دوپہر کے میں نے اپنے جی میں کہا ان سے ضرور سوال کردں۔ شاید مجھ کو میرے فائدے کی کوئی وصیت کریں اور میری تمام عمر

کام آتے۔ پھر جوان نے سر اٹھا کر کہا جس کے دیکھنے سے تم کو خدا یاد آئے اور اس کے فعل سے نہ اس کے زبانی قول سے تم کو نصیحت ہو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرو۔ پھر میں نے غور کیا وہ دونوں نظر نہ آتے۔

حکایت (۱۲۷) حضرت ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ابلیس کو خواب میں ننگا دیکھا (اس سے خدا کی پناہ) میں نے اس سے کہا تجھ کو انسانوں سے شرم نہیں آتی کہا یہ لوگ تمہارے نزدیک انسان ہیں میں نے کہا ہاں تو بھی جانتا ہے ابلیس نے کہا اگر یہ لوگ انسان ہوتے تو جیسے لڑکے گولی کے ساتھ کھیلتے ہیں میں ان کے ساتھ نہ کھیلتا۔

لیکن انسان ان کے سوا اور ہیں۔ میں نے کہا وہ کون ہیں۔ کہا مسجد شونیزیہ میں چند لوگ ہیں جن کی عبادت و پرہیزگاری سے میرا بدن دبلا ہو گیا اور ان کی آتش حسد سے میرا جگر کباب ہے جب میں ان کا قصد کرتا ہوں خداوند تعالیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہیں، میں جلنے کے قریب ہو جاتا ہوں۔ حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں خواب سے بیدار ہوا اس مسجد میں گیا تین مرد نظر آئے اپنے سر گدڑیوں میں ڈالے بیٹھے تھے جب ان کو میری آہٹ محسوس ہوئی ہوئی اور معلوم ہوا کہ کوئی غیر شخص ہے تو ایک نے گدڑی سے سر نکالا اور کہا اے ابوالقاسم شیطان خبیث کی بات سے دھوکا نہ کھانا پھر اپنا سر چھپا لیا۔ خداوند تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہم کو اُن سے نفع پہنچائے۔

حکایت (۱۲۸) حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں۔ میں مسجد شونیزیہ میں بیٹھا ایک جنازے کی نماز کا منتظر تھا۔ اہل بغداد اپنے درجوں میں بیٹھے جنازے کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ایک فقیر دیکھا اس سے آثار عبادت ظاہر تھے۔ لوگوں سے سوال کر رہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا اگر یہ شخص کوئی عمل کرتا جس کی آمدنی سے اپنے آپ کو سوال کرنے سے بچاتا تو کیا خوب تھا جب میں اپنے گھر واپس آیا رات کا کچھ وظیفہ مجھ کو پڑھنا تھا۔ کچھ نوافل، کچھ آہ وزاری اس کے سوا اور کچھ باقی نہ تھا مجھ پر یہ سب گراں اور دشوار گزرا۔ مگر میں بیٹھا جاگتا رہا اسی حالت میں نیند نے غلبہ کیا اور میں سو رہا خواب میں اس فقیر کو (جو لوگوں سے سوال کر رہا تھا) دیکھا ایک خوان بچھا ہوا ہے اس پر اسی فقیر کو لا کر بٹھایا۔ مجھ سے کہہ رہے ہیں تو اس کا گوشت کھا، تو نے اس کی غیبت کی ہے، اسی حالت خواب میں مجھ کو سب حال ظاہر کیا گیا۔ میں نے کہا میں نے تو اس کی کبھی غیبت نہیں کی البتہ جی میں کہا ہے۔ مجھ سے کہا گیا تو ان لوگوں میں سے نہیں کہ ایسی خفیف باتیں تجھ سے ہم پسند کریں۔ جا اس فقیر سے اپنا قصور معاف کرا جب صبح ہوئی میں اس کی تلاش میں پھرنے لگا۔ یہاں تک کہ میں نے اس کو دیکھا۔ ایک جگہ ترکاری دھونے سے پانی میں

جو پتے گر جاتے ہیں اُٹھا رہا تھا۔ میں نے سلام کیا۔ کہا اے ابوالقاسم پھر ایسی تقصیر کرو گے
اور دوسرے بندگانِ خدا کا عیب نکالو گے۔ میں نے کہا پھر ایسا نہ کروں گا کہا خدا ہم کو اور
تم کو بخشدے

حکایت (۱۲۹) شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں پہاڑ لکام میں تھا میں
نے ایک انار دیکھا مجھ کو انار کی خواہش ہوئی میں اس کے قریب گیا ایک لیکر توڑا۔ وہ کھٹا نکلا
میں انار چھوڑ کر چلا گیا۔ آگے دیکھتا کیا ہوں کہ ایک آدمی پڑا ہے اور بہت سی بھڑیں اُسے
لپٹ رہی ہیں۔ میں نے سلام علیک کی کہا اے ابراہیم وعلیک السلام۔ میں نے پوچھا کہ تم
نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔ فرمایا جو اللہ کو پہچان لیتا ہے اس پر کوئی شے مخفی نہیں رہتی تب میں
نے ان سے کہا میرے خیال میں تمہیں اللہ سے خاص تعلق ہے۔ اگر تم اللہ سے چاہو اور دعا کرو تو
اُمید ہے کہ ان بھڑوں سے وہ تمہیں بچا دے۔ فرمایا میرے خیال میں تمہیں بھی اللہ سے ایک خاص
تعلق ہے اگر تم چاہتے تو اللہ سے دعا کرتے تو وہ تمہیں انار کی خواہش سے بچا لیتا۔ کیونکہ انار کی
لذت کی سزا تو انسان کو آخرت میں بھگتنی پڑے گی اور بھڑوں کے کاٹنے سے تو فقط دنیا ہی میں
(لہٰذا یہ تکلیف زیادہ رہی یا وہ) ابراہیم کہتے ہیں میں اُسے وہیں چھوڑ کر چل دیا۔

حکایت (۱۳۰) ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں بغداد میں تھا۔ وہاں ایک
جماعت فقراء کی رہتی تھی، ایک روز ایک جوان ہشیار عقلمند خوبصورت خوش اخلاق آیا میں نے
اپنے دوستوں اور ساتھیوں سے کہا یہ شخص یہودی معلوم ہوتا ہے ان کو میری یہ بات بُری لگی۔ میں
باہر آیا تو وہ جوان بھی باہر آگیا لیکن پھر اندر ہی چلا گیا اور ان (میرے ساتھیوں) سے پوچھا کہ یہ بڑے
صاحب تم سے کیا کہتے تھے۔ انہوں نے اس کے بتانے سے دریغ کیا لیکن جب اس نے اصرار
کے ساتھ پوچھا تو انہوں نے کہہ دیا کہ یہ شیخ تجھ کو یہودی بتاتے تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں اسی وقت
وہ میرے آگے آپڑا اور مسلمان ہو گیا۔ کسی نے اس سے یہ واقعہ دریافت کیا تو اس نے یہ بیان
کیا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ صدیق آدمی کا سمجھنا غلط نہیں ہوتا۔ میں نے اپنے دل میں
سوچا کہ مسلمانوں کا امتحان کرنا چاہیئے۔ میں نے غور کیا تو دل نے کہا اگر ان میں کوئی صدیق آدمی
ہوگا تو اس گروہ میں کوئی نہ کوئی ضرور ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ ماسوی اللہ کے ترک کے قائل ہیں۔
چنانچہ جس وقت ان شیخ کی نگاہ مجھ پہ پڑی تو انہوں نے مجھے فوراً تاڑ لیا۔ اس لیے مجھے یقین
ہوگیا کہ بیشک یہ صاحب صدیق (کے مرتبے میں) ہیں۔ پھر وہ جوان صوفیا کبار میں سے ہو گیا

حکایت (۱۳۱) ابو العباسؒ بن مسروق کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک بوڑھا آدمی آیا کرتا تھا، اور اپنی اس حالت میں وہ بہت خوش طبعی کے ساتھ شیریں باتیں کرتا اور خود ہی ہم سے کہہ دیتا تھا کہ میرے متعلق جیسا تمہارا خیال ہو مجھ سے کہہ دینا۔ ایک روز مجھے خیال پیدا ہوا کہ یہ شخص یہودی ہے اور غالب گمان میرا یہی ہو گیا۔ میں نے (اپنے دوست) جریری سے ذکر کیا تو انہوں نے اس پر تعجب کی راہ سے اللہ اکبر کہا۔ لیکن میں نے یہ کہا کہ میں تو اس سے بہ ضرور ظاہر کر دوں گا۔ (چنانچہ میں نے تمہید کے طور پر) اول اس سے یہ کہا کہ تم نے خود ہم سے یہ کہہ رکھا ہے کہ میرے متعلق جیسا تمہارے دلوں میں خیال پیدا ہو تم مجھ پر ضرور ظاہر کر دینا اسلیے میں کہتا ہوں کہ تم میرے خیال میں یہودی ہو، یہ سن کر تھوڑی دیر اس نے سر جھکائے رکھا پھر سر اٹھا کر کہا بیشک تم سچے ہو لیکن میں اس وقت کلمہ پڑھتا ہوں اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اور کہنے لگا میں تمام مذہبوں کی چھان بین کر چکا ہوں اور خود بھی میں یہ کہتا تھا کہ اگر کسی قوم میں کچھ سچا پن ہو گا تو وہ بس ان ہی (مسلمان) لوگوں میں ہو گا۔ اور تمہارے پاس میں تمہارا امتحان ہی کرنے کو آتا تھا اور بیشک اب میں دیکھ چکا کہ تم لوگ حق پر ہو۔ پھر وہ اچھا خاصا مسلمان ہو گیا۔

حکایت (۱۳۲) ابو القاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سری سقطیؒ مجھ سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ تو لوگوں کو وعظ سنایا کر اور میرے دل میں لوگوں کے سامنے بولنے سے بھی دہشت تھی اور میں حیا کی وجہ سے اس کے مستحق ہونے کو اپنے اوپر تہمت سمجھتا تھا۔ ایک روز جمعہ کی شب کو میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کو نصیحت کرو، اسی وقت میں اٹھا اور صبح ہونے سے پہلے ہی سری سقطی کے دروازہ پر پہنچا اور دروازہ پر دستک دی۔ انہوں نے فرمایا جب تک تم سے خود نہ کہا گیا تم نے ہمارے کہنے کا اعتبار نہ کیا۔ خیر پھر صبح کو لوگوں کو وعظ سنانے کے لیے جامع مسجد میں بیٹھے اور سب میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ جنیدؒ وعظ سنانے کے لیے بیٹھ گئے ہیں۔ اتنے میں ایک نصرانی منتقب کا غلام ان کے روبرو کھڑا ہوا اور یہ کہا کہ اے شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَۃَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی یعنی مومن آدمی کے قیافہ سے بچنا چاہیے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھا کرتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سن کر سر نیچا کر لیا تھوڑی دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا کہ بس تو

مسلمان ہو جا، تیرے مسلمان ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ اسی وقت وہ غلام مسلمان ہو گیا اور جنیؤ توڑ کر پھینک دیا اللہ نے اس کی خطائیں معاف کیں۔

حکایت (۱۳۲) شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ایک روز اپنے مریدین کو لے کر باہر نکلے۔ اس وقت آپ کے ساتھ چالیس آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رزق پہنچانے کا کفیل ہو چکا ہے چنانچہ کیا عمدہ ارشاد ہے **وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ** یعنی جو کوئی اللہ سے ڈرے تو اللہ اس کی خلاصی کی صورت پیدا کر دیتا ہے اور ایسی صورت سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہ ہو اور جو اللہ پر توکل کرے اللہ اُسے کافی ہے۔ لہٰذا تم سب اللہ پر توکل کرو اور اسی کی طرف دھیان رکھو اور کسی کا خیال نہ کرو۔ یہ فرما کر انہیں وہیں چھوڑا اور آپ چل دیئے۔ تین روز تک یہ لوگ وہاں وہاں رہے لیکن ان پر کوئی بھید نہ کھلا۔ جب چوتھا روز ہوا۔ شیخ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے لوگو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے (روزی تلاش کرنے کو) سبب پیدا کرنا مباح کر دیا اور اس کی اجازت دیدی ہے چنانچہ اسی کی بابت ارشاد ہے **هُوَ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِىْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ**۔ پس چاہیئے کہ تم اپنے میں سے ایک کو سچا آدمی سمجھ کر اُسے بھیجو امید ہے کہ وہ تمہارے لیے کچھ کھانے کو لے آئے گا۔ چنانچہ انھوں نے (اس کام کے لیے) ایک کو پسند کر کے جو سب میں زیادہ غریب تھا بھیجا۔ وہ وہاں سے چل کر بغداد میں پہنچا اور وہاں پھرتا رہا معاش کی کوئی صورت اُس سے نہ بنی اور بھوک کی وجہ سے یہ نوبت ہو گئی کہ چلنے سے مجبور ہو کر ایک نصرانی ڈاکٹر کے شفاخانہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس ڈاکٹر کے پاس بہت مخلوق آتی تھی اور وہ سب کا حال خود بتا دیتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی نگاہ اس فقیر پر بھی پڑ گئی اس نے پوچھا تمہیں کیا تکلیف ہے۔ اس نے اُسے نصرانی سمجھ کر اپنی بھوک کی کیفیت کہنی مناسب نہ سمجھی بلکہ (نبض دکھانے کے لیے) اپنا ہاتھ آگے کر دیا۔ اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ میں نے تمہارے مرض کو بھی تشخیص کر لیا ہے اور اس کی دوا بھی سمجھ گیا ہوں (تم اطمینان سے بیٹھے رہو) پھر اپنے غلام سے کہا کہ فوراً بازار جاؤ اور آدھ سیر روٹی اور اسی قدر ہی قیمہ اور اتنا ہی حلوہ لے آؤ۔ غلام بازار گیا اور یہ اشیاء لے آیا۔ نصرانی نے بیکر خود اس فقیر کو دی اور یہ کہہ دیا کہ میرے خیال میں تو تمہارے مرض کی بس یہی دوا ہے۔ فقیر نے کہا اگر تم اپنی طبابت میں سچے ہو تو مہربان! چالیس اور آدمیوں

کو بھی یہی مرض ہے۔ نصرانی نے غلام سے کہا۔ اچھا پھر جلدی سے بازار جاؤ اور ایسا ہی کھانا چالیس آدمیوں کا اور لے آؤ۔ غلام لے آیا اور فقیر کو دے کر ایک قلی کو ساتھ کیا کہ جہاں یہ جائیں ان کے ساتھ لے جا۔ ادھر فقیر سے کہا کہ آپ جاؤ اور فقیر بتاتے ہیں یہ ان کے پاس لے جائیے چنانچہ یہ فقیر اور ان کے ساتھ وہ قلی ان لوگوں کے پاس پہنچے اور ڈاکٹر بھی تھوڑے فاصلہ سے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے رہا تاکہ فقیر کے سچے ہونے کو دیکھے۔ جب فقیر اس غار میں پہنچا جہاں اس کے ساتھی تھے تو ڈاکٹر دروازے سے باہر ایک روزن کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس نے وہ کھانا رکھا اور سبھوں نے شیخ شبلی کو آواز دی اور سارا کھانا ان کے آگے رکھ دیا۔ شیخ نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا اور فرمایا کہ اے فقیرو اس کھانے میں تو عجیب بھید ہے۔ پھر آپ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوئے جو کھانا لایا تھا اور فرمایا اس کھانے کا پورا قصّہ بیان کر کس طرح ہوا ہے اس نے سب قصّہ بیان کر دیا، اسوقت شبلی نے ان سے کہا کہ کیا تم لوگ ایک نصرانی کا کھانا کھا لیتے پر بلا اس کے راضی ہو گئے کہ اس نے تمہارے ساتھ سلوک کیا اور تم نے اس کو اِبھی عوض نہیں دیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا سید ہم (غریب فقیر آدمی) اس کا عوض کس طرح دے سکتے ہیں۔ فرمایا کہ کھانا کھانے سے پہلے اس کے حق میں دعا کرو۔ وہ نصرانی ڈاکٹر یہ سب قصّہ سن رہا تھا جب اس نے دیکھا کہ یہ لوگ باوجود اس قدر بھوک کے کھانا کھانے سے رُک گئے ہیں اور جو شیخ نے فرمایا تھا وہ سن لیا تو اس وقت دستک دی انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اس نے اندر جا کر اپنا جنیئو توڑ کر پھینک دیا اور کہا اے شیخ ہاتھ بڑھاؤ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر تو وہ نصرانی پکا مسلمان ہو کر شیخ شبلی رضی اللہ عنہ کے مریدین میں داخل ہو گیا۔

حکایت (۱۳۴) شیخ شبلی رضی اللہ عنہ ہی کی حکایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ بیمار ہوتے تو (علاج کے لیے) لوگ آپ کو بیمارستان لے گئے اور وہاں کے سفیر علی بن عیسٰی نے بادشاہ کو ان کی اطلاع کی۔ بادشاہ نے فوراً ایک بڑا حاذق ڈاکٹر علاج کے واسطے بھیجدیا لیکن وُہ نصرانی تھا۔ اُس نے ہر چند دوائیں دیں۔ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی۔ ایک روز اس ڈاکٹر نے شیخ شبلی سے کہا کہ قسم ہے اللہ کی اگر آپ کی دوا، میرے بدن کا کوئی عضو کٹ کر اس میں بنتے تب بھی مجھے کوئی مشکل نہیں۔ شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میری دوا تو بہت ہلکی سی ہے اس نے پوچھا کیا ہے فرمایا اس زنار کو توڑ دے (اور مسلمان ہو جا) ڈاکٹر نے فوراً ہی کلمہ پڑھ لیا۔ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (شیخ

اچھے ہو گئے) اور بادشاہ کو اس قصّے کی خبر ہوئی تو وہ بہت رویا اور کہا کہ ہم نے تو طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ ہم یہ نہیں جانتے تھے کہ ہم نے مریض کو طبیب کے پاس بھیج دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ درحقیقت طبیب اور ڈاکٹر ایسا ہی شخص ہوتا ہے اور اسی کی حکمت ایسی ہوتی ہے کہ جس سے سب مرض جاتے رہیں۔

حکایت (۱۳۵) شیخ ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ جب کبھی سفر کرنا چاہتے تو نہ کسی کو خبر کرتے اور نہ کسی سے کہتے تھے۔ بلکہ فقط ایک لوٹا لے کر چل دیتے تھے۔ حامدؒ اسود کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ مسجد میں میں آپ کے ساتھ تھا کہ آپ لوٹا اٹھا کر چل دیئے اور میں بھی پیچھے ہو لیا ہم مقامِ قادسیہ میں پہنچے تو آپ نے مجھ سے پوچھا کہ حامد کہاں جاتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ یا حضرت جہاں آپ جاتے ہیں۔ فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ میرا تو مکۂ معظمہ کا قصد ہے۔ میں نے عرض کیا انشاء اللہ تعالیٰ میرا بھی مکۂ معظمہ ہی کا قصد ہے۔ بعد اس کے جب تین روز ہمیں چلتے چلتے ہو گئے تو ایک جوان آدمی ہمارے ساتھ آ ملا اور وہ بھی ایک دن رات ہمارے ساتھ برابر چلا۔ لیکن نماز بالکل نہ پڑھی۔ میں نے شیخ کو معلوم کرایا کہ یہ جوان (ہمارے ساتھ ہے اور) نماز بالکل نہیں پڑھتا شیخ وہیں ٹھہر گئے اور اس سے پوچھا کہ اے لڑکے کیا وجہ ہے کہ تو نماز نہیں پڑھتا۔ حالانکہ نماز تو حج سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ اس نے کہا اے شیخ میرے ذمہ نماز نہیں ہے آپ نے پوچھا کیا تو مسلمان نہیں ہے کہا نہیں۔ فرمایا اور تو کون ہے۔ کہا میں عیسائی ہوں، لیکن عیسائیت میں بھی میرا گذر توکل ہی پر ہے اور میں اپنے جی میں اس بات کا دعویٰ کر چکا ہوں کہ میں توکل کو پورا ہی کروں گا اور چونکہ اس دعوے میں سچا ہونے میں مجھے اعتماد نہیں تھا اس لیے میں بیابان جنگل میں چلا آیا ہوں کہ یہاں معبود کے سوا اور کوئی چیز ہی نہیں ہے تاکہ میں یہیں رہوں اور اپنے جی کا امتحان کر دوں۔ ابراہیم یہ قصہ سن کر چل دیئے اور (مجھ سے) فرمایا اسے چھوڑو اب یہ تمہارے ساتھ ہی رہے گا۔ چنانچہ وہ ہمارے ساتھ سفر کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ہم مقام بطن مر میں پہنچے شیخ نے وہاں ٹھہر کر اپنے میلے کپڑے اتارے اور انہیں پانی سے دھویا۔ پھر بیٹھ کر اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے کہا عبدالمسیح۔ فرمایا اے عبدالمسیح یہ دہلیز مکہ کی یعنی حرم ہے اور اللہ تعالیٰ نے تم جیسوں پر اس کے اندر جانا حرام فرما دیا ہے اور یہ فرمایا ہے اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ یعنی مشرک لوگ ناپاک ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ جائیں۔ اور جو تو کہنا چاہتا تھا تجھے معلوم ہو گیا ہے۔ سو اب تو مکہ کے اندر نہ آنا ورنہ

جس وقت ہم تجھے اندر دیکھیں گے فوراً نکلوا دیں گے۔ حامد کہتے ہیں ہم اُسے وہیں چھوڑ کر مکہ میں چلے گئے اور وہاں سے پھر عرفات گئے۔ عرفات میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک دیکھنے کیا ہیں کہ وہ بھی محرم بنا لوگوں کے منہ تکتا ہوا آ رہا ہے اور آ کر ہمارے پاس کھڑا ہو گیا۔ حضرت ابراہیم کے قدموں پہ گر پڑا۔ ان کی قدمبوسی کی۔ آپ نے پوچھا اے عبدالمسیح ہمارے بعد تمہارا کیا قصہ ہوا۔ کہا حضرت خبردار اب میں عبدالمسیح یعنی میں مسیح کا بندہ نہیں ہوں بلکہ میں بھی اسی کا بندہ ہوں جس کا مسیح بندہ ہیں۔ ابراہیمؒ نے پوچھا کہ تو اپنا قصہ تو بیان کر۔ کہا جب تم مجھے چھوڑ کر چلے آئے تو میں اپنی اسی جگہ بیٹھا رہا کہ اتنے میں ایک قافلہ حاجیوں کا آیا میں کھڑا ہو گیا (میری یہ حالت ہو گئی) گویا میں محرم ہوں اور مسلمانوں کی صورتیں مجھے اوپری معلوم ہونے لگیں۔ پھر اسی وقت میری نظر خانہ کعبہ پہ پڑ کر یہ کیفیت ہوئی کہ سوائے دین اسلام کے اور سب دین مجھے لے اصل نظر آنے لگے۔ اسی وقت میں مسلمان ہو گیا اور غسل کر کے احرام باندھ لیا اور آج اس وقت میں تم ہی کو تلاش کرتا تھا۔ تب ابراہیم خواصؒ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے حامد! نصرانیت میں بھی صدق کی برکت دیکھو اُسے اسلام کی ہدایت ہو گئی۔ پھر وہ ہمارے ہی ساتھ رہا۔ یہاں تک کہ فقیروں ہی میں اس کا وصال ہو گیا۔

حکایت (۱۳۶) عبداللہ ابن خفیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدت دراز تک میں سیاحی کرتا رہا کہ کہیں ابدال سے ملوں۔ آخر سیر و سفر سے تنگ آ کر ملک فارس کے شہر اصطخر میں آ گیا اور وہاں صوفیوں کی ایک خانقاہ تھی میں وہاں پہنچا مشائخ کی ایک جماعت دیکھی وہ نو آدمی تھے کھانا ان کے آگے رکھا ہوا تھا۔ انہیں میں حسن بن ابی سعد، ابوالاز ہر بن حیان وغیرہ تھے۔ میں تھوڑی دیر کھڑا رہا۔ پھر میں نے ہاتھ دھوئے جب دھو چکا تو انہوں نے میرے واسطے جگہ چھوڑ دی میں ان کے بیچ میں ہی بیٹھ گیا اور جو کچھ وہ کھا رہے تھے ان کے ساتھ کھانے لگا پھر ہم وہاں سے اُٹھ کھڑے ہوئے (اور سونے کے لیے لیٹ گئے) میں ابھی تھوڑی ہی دیر سونے پایا تھا کہ میں نے خواب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابن خفیف جن لوگوں کی تمہیں تلاش تھی اور جن کی صحبت تم چاہتے تھے اس شہر میں وہ یہی لوگ ہیں اور تم بھی اب ان ہی میں ہو۔ پھر میرا دل یہ چاہا کہ جو کچھ واقعہ میں نے دیکھا ہے ان لوگوں کو سنا دوں لیکن ان کے سامنے کہتے ہوئے مجھ پہ دہشت طاری ہو گئی (اس لیے نہ کہہ سکا) ابھی تھوڑا ہی دن چڑھنے پایا تھا کہ شیخ ابوالحسن ابن ابی سعدؒ یکایک تشریف لائے اور خود ہی مجھ سے فرمایا کہ اے ابوعبداللہ

جو کچھ تم نے خواب میں دیکھا ہے ان صاحبوں کو بھی سنا دو (ان کے فرمانے سے) میں نے ان کو سنا دیا۔ بس اس خبر کے پھیلتے ہی وہ سب صاحب دوسرے شہروں میں چلے گئے۔ رضی اللہ عنہم وعن سائر الصالحین۔ آمین۔

حکایت (۱۳۷) ایک بزرگ فرماتے ہیں۔ میں پورب، پچھم کا سفر اس لیے کرتا پھرتا تھا کہ کہیں سے ابدال لوگوں کی زیارت کا سرمہ اپنی آنکھوں میں لگاؤں، اتفاق سے ایک روز عشاء کے وقت میں بصرہ کے قریب پہنچا اور راستہ سے دائیں طرف مڑ کر دریا کی جانب اس لیے ہو گیا کہ پانی کے قریب ہو جاؤں۔ میں نے دیکھا کہ دس آدمی اپنی اپنی جانمازوں پر بیٹھے ہیں۔ لیکن کسی کے پاس کوئی لوٹا وغیرہ جو صوفیوں کے پاس ہوتا ہے نہیں ہے پھر وہ سب کے سب میرے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور معانقہ کر کے مجھ سے ملے اس کے بعد پھر سب سر جھکا کر بیٹھ گئے اور غروب شمس تک اسی طرح بیٹھے رہے کہ ایک کو ایک کی خبر نہ تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ان میں سے ایک آدمی اٹھا اور دریا میں گھس گیا۔ مجھے کچھ خبر نہیں کہ اسکی کیسی حالت تھی۔ ہاں یہ میں نے دیکھا کہ وہ گیارہ مچھلیاں بھنی ہوئی لایا۔ حالانکہ آگ یا ایندھن وہاں پر کچھ نہیں تھا۔ پھر ان ہی میں سے ایک اور نے اٹھ کر ہر ایک کے آگے ایک ایک مچھلی رکھ دی اور خود ایک بڑی مچھلی لے کر الگ جا بیٹھا۔ پھر یہ لوگ بھی اس مجلس سے اٹھ کر اپنے اپنے شغل میں لگ گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہ رہی۔ پھر جب صبح ہونے لگی تو مؤذن نے اذان پڑھی۔ اس کے بعد جماعت ہوئی سب نماز پڑھ کر اپنی اپنی جانمازیں لے کر دریا میں گھس گئے لیکن دریا میں پانی کے اوپر اوپر ہی چلتے تھے۔ ان کے اس خادم نے جس نے ان کے سامنے یہ مچھلیاں رکھی تھیں اور خود ایک بڑی مچھلی لیکر علیحدہ بیٹھ گیا تھا ان کے ساتھ جاتا اور پانی کے اوپر چلنا چاہا وہ وہیں ڈوب گیا۔ انہوں نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے فلاں جو ہم میں خیانت کرنے لگتا ہے۔ وہ ہمارے مرتبہ میں نہیں رہتا۔ اور میں دور کھڑا ہوا انہیں دیکھتا اور ان کی جدائی پر افسوس کرتا رہا۔ آخر میں تو اپنا لوٹا لے کر چلا آیا اور اس خادم کو وہیں ڈوبا ہوا چھوڑ آیا۔

حکایت (۱۳۸) العبادانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں عشاء کی نماز کے بعد عبادان کی مسجد میں تھا اور صف اوّل میں تین آدمی تھے جنہوں نے ہمارے ساتھ ہی نماز پڑھی تھی۔ پھر وہ نکل کر دریا کی طرف جانے لگے تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں اس وجہ سے میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ جس وقت وہ دریا پر

پہنچے۔ اس کے اندر چاندی کا ایک تار سا اُن کے لیے پھیل گیا اور یہ تینوں صاحب اس کے اوپر سے اتر گئے۔ میں نے بھی اُس پہ اس خیال سے پاؤں رکھا کہ ان کے ساتھ جاؤں لیکن وہ وہیں ڈوب گیا اور میں (اس رنج کے مارے) بیٹھ کر رونے لگا۔ وہ پرے چلے گئے۔ مجبور ہوکر میں پھر مسجد میں چلا آیا۔ جب صبح کا وقت ہوا تو پھر میں نے انہیں صفِ اوّل میں دیکھا اور اس وقت سے وہ مسجد ہی میں رہے۔ پھر کل جیسا سب قصّہ ہوا تب بھی میں مجبور ہوکر مسجد میں چلا آیا۔ جب تیسرا روز ہوا تو پھر میں نے انہیں پہلی صف میں دیکھا تب میں نے اپنے جی میں کہا کہ اے جی تیرے اندر نقصان ہے۔ اگر تیرے اندر خوبی ہوتی تو تو ضرور ان کے ساتھ (پانی سے گذر جاتا) اور اللہ تعالیٰ امیری اس نیک نیتی کو جانتا تھا۔ پھر جب وہ اسوقت وہاں سے نکل کر جانے لگے، جیسے کہ ہر روز جاتے تھے تو وہی چاندی کا تار ان کے لیے پانی پر تن گیا وہ سب اس پر سے گذر گئے میں نے بھی پانی پہ قدم رکھا اور ان کے ساتھ ہی اتر گیا اور ان میں سے ایک نے میرا ہاتھ پکڑ لیا آگے پہنچکر سات آدمی ہو گئے۔ ہر روز سات مچھلیاں ان پہ آسمان سے اترتی تھیں اور خاص اس روز ایک خوان میں لگ کر آٹھ مچھلیاں اتریں۔ اس لیے میں بھی ان کے ساتھ کھانے لگا۔ اتفاقاً میں نے ایک سے یہ کہہ دیا کہ اگر ہمارے پاس نمک ہوتا تو بہتر تھا۔ اس پہ انہوں نے آہ کی سانس بھر کر کہا کہ تم ایسے لوگوں میں ہو۔ پھر میرا کسی نے ہاتھ پکڑ کر جو راہ ہے میں چھوڑ دیا اس کے بعد میں نے ان لوگوں کو کہیں نہیں دیکھا۔

حکایت (۱۲۹) عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خدمت کرانے کے لیے ایک غلام خریدا۔ جب رات ہوئی تو میں نے اُسے اپنے کمرہ میں بلایا لیکن وہ مجھے معلوم نہ ہوا تھا کہ وہ در وانے سب اسی طرح بند تھے۔ جب صبح ہوئی تو وہ ایک درہم میرے پاس لایا جس پر سورۃ اخلاص کا نقش تھا۔ میں نے پوچھا یہ تم کہاں سے لائے ہو۔ کہنے لگا ایک ایسا ہی درہم میں ہر روز آپ کو اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ رات کو آپ مجھے نہ بلایا کریں (میں نے یہ بات منظور کر لی)۔ چنانچہ یہی قصّہ رہا کہ رات کو وہ غائب رہتا اور صبح کو ویسا ہی درہم لے آتا۔ جب بہت سے دن ہو گئے تو میرے ہمسائے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے عبدالواحد اس غلام کو تم بیچ دو کیونکہ یہ کفن کھسوٹ ہے اس سے مجھے بہت رنج ہوا۔ میں نے ان لوگوں کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ اب تو آپ تشریف لے جائیں۔ باقی آج شب کو میں اس کی خبر لوں گا۔ جب عشاء کی نماز ہو چکی تو وہ جانے کے ارادے سے

کھڑا ہوا اور بند دروازے کی طرف اس نے اشارہ کیا تو وہ کھل گیا اور پھر اشارہ کیا تو بند ہوگیا اسی طرح دوسرے اور تیسرے دروازہ پر یہی قصّہ ہوا اور میں (در پردہ) برابر اس کی حرکتوں کو دیکھتا رہا۔ آخر جب وہ نکل کر چلا تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے گیا یہاں تک کہ وہ ایک چٹیل میدان میں پہنچا وہاں اس نے سب کپڑے اتار کر ایک ٹاٹ پہن لیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا اور (فارغ ہو کر) آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اے میرے بڑے آقا مالک میرے چھوٹے آقا کی مزدوری دے دو۔ اسی وقت آسمان سے ایک درہم آپڑا اور اس نے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔ میں اس کا یہ قصّہ دیکھ کر بہت متحیّر ہوا اور اس کے حال سے مجھے دہشت ہوگئی پھر میں بھی کھڑا ہوا اور وضو کر کے دو رکعت پڑھیں اور میرے دل میں جو خطرے آئے تھے اللہ سے اس کی مغفرت چاہی اور مصمم ارادہ اس کے آزاد کرنے کا کر لیا اس کے بعد جو میں نے وہاں اسے دیکھا تو وہاں مجھے معلوم نہ ہوا۔ میں رنجیدہ خاطر ہو کر وہاں سے لوٹا اور میں اس جنگل کو بھی نہیں پہچانتا تھا۔ یکایک میں نے سبز گھوڑے پر ایک سوار کو دیکھا اس نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ اے عبدالواحد آج تم یہاں کیسے بیٹھے ہو، میں نے اپنا سب قصّہ جو گذرا تھا بیان کیا۔ اس نے کہا تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تمہارے اور تمہارے شہر کے درمیان کتنا فاصلہ ہے۔ میں نے کہا مجھے تو کچھ خبر نہیں ہے کہ یہاں سے کتنا فاصلہ ہے۔ کہا بڑے تیز رفتار سوار کے لیے بھی دو برس کی مسافت ہے۔ لیکن جب تک وہ تمہارا غلام یہاں نہ آئے تم ہلنا نہیں اور وہ اسی شب میں یہاں آجائے گا۔ خیر جب رات ہوئی تو یکایک وہ وہاں پہنچ گیا اور ایک خوان ساتھ لیے ہوئے جس پر ہر قسم کا کھانا تھا مجھ سے کہا اے آقا کھاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔ میں نے کھانا کھایا اور وہ پھر اسی طرح نماز پڑھتا رہا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر کوئی اسم اعظم پڑھا جو میری سمجھ میں نہ آتا تھا اور چند قدم میرے ساتھ چلا کہ یکایک میں اپنے گھر کے دروازے ہی پر کھڑا ہوا تھا۔ پھر مجھ سے کہا اے آقا کیا تم نے مجھے آزاد کرنے کی نیت نہیں کر لی تھی میں نے کہا نیت ویسی ہی ہے۔ کہا اچھا تو میری قیمت لے کر مجھے آزاد کر دو اور آخرت میں بھی تمہیں اس کا اجر ملے گا۔ پھر اس نے زمین سے ایک ڈھیلا اٹھا کر مجھے دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ سونے کا ڈھیلا اس کے بعد وہ غلام تو چلا گیا اور میں اس کی جدائی کی حسرت ہی کرتا رہ گیا۔ پھر میرے ہمسائے میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میاں اس کفن کھسوٹ غلام کو تم نے کیا کیا۔ میں نے کہا خبردار وہ کفن کھسوٹ نہیں تھا، بلکہ وہ نور چین تھا پھر میں نے جو جو اس کی کرامتیں دیکھی تھیں

انہیں سنائیں تو وہ سب رونے لگے اور اپنے گذشتہ توہمات سے توبہ کی

حکایت (۱۴۰) ابراہیم خواصؒ فرماتے ہیں میں نے شہر بصرہ میں ایک غلام کو بکتے ہوتے دیکھا۔ اس کا مالک یہ آواز دیتا تھا کہ کوئی اس غلام کو مع اس کے اندر تین عیب ہونے کے خریدتا ہے۔ اور وہ تین عیب یہ ہیں (۱) رات کو سوتا نہیں (۲) دن کو کھاتا نہیں (۳) بات بھی وہی کرتا ہے جو ضروری ہو۔ ابراہیم کہتے ہیں میں نے اس غلام سے کہا مجھے تم عارف معلوم ہوتے ہو کہا اے ابراہیم اگر میں عارف ہوتا تو اور کسی کی طرف کیوں مشغول ہوتا، اس کہنے سے میں سمجھ گیا کہ بیشک یہ عارفین سے ہے۔ میں نے بیچنے والے سے پوچھا کہ یہ غلام کتنے کا ہے۔ اس نے کہا تم اسے کیا کرو گے یہ تو دیوانہ ہے۔ خیر میں نے اسکی قیمت تو اُسے دے دی اور اپنے جی میں یہ کہا کہ خداوندا میں نے خاص تمہارے نام پر اس غلام کو آزاد کیا۔ اسی وقت اس غلام نے میری طرف دیکھا اور یہ کہا کہ اے ابراہیم اگر تم نے مجھے دنیا میں غلامی سے آزاد کیا ہے تو آخرت میں اللہ نے تمہیں دوزخ سے آزاد کر دیا۔ پھر وہ مجھ سے غائب ہو گیا اور کہیں معلوم نہ ہوا۔

حکایت (۱۴۱) صالحین میں سے ایک شخص کی حکایت ہے، فرماتے ہیں میں نے ایک غلام خریدا تھا۔ اُس سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے۔ کہا اے مولیٰ جو کچھ آپ رکھیں۔ میں نے پوچھا تم کام کیا کرتے ہو۔ کہا جو آپ بتائیں۔ میں نے پوچھا تم کیا کھاؤ گے کہا جو آپ کھلائیں گے۔ میں نے کہا تمہارا دل کسی شئی کو چاہتا ہے کہا بھلا آقا کے سامنے غلام کا دل کسی شئے کو چاہ سکتا ہے۔ کہتے ہیں مجھے اس پر رونا آگیا اور وہ حالت یاد آئی جو میرے آقا (خداوند کریم) کے ساتھ ہو گی۔ میں نے کہا میرے پیارے تم نے تو مجھے خدا کا ادب کرنا سکھا دیا۔

حکایت (۱۴۲) ایک ولی اللہ کی حکایت ہے کہ ایک شخص کے مکان سے تھوڑی سی دیر میں ان کو کئی مرتبہ بلوا آیا۔ جب یہ اس کے دروازے پر پہنچے تو جو بلانے آیا تھا اسی نے انہیں دھکے دیدیتے۔ یہ خوشی کے ساتھ واپس ہونے لگے۔ رنجش کا ذرا اثر ان کے چہرہ پر نمایاں نہ ہوا۔ ان کے صبر و تحمل پر اُسے بہت تعجب ہوا اور اس نے یہ بہت بڑی بات سمجھی۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ کوئی بڑی صفت نہیں ہے بلکہ یہ صفت تو کتے میں بھی ہوتی ہے کہ جب بلاؤ تو آجاتا ہے۔ دھتکارو چلا جاتا ہے۔ اور اس نے بھی یہ فعل ان کے امتحان ہی کے لیے کیا تھا۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کتے میں دس خصلتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ہر مومن کو اپنے میں پیدا کرنی چاہییں اوّل یہ کہ وہ اکثر بھوکا رہتا ہے۔ اور یہ شیوہ

صالحین کا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا کوئی خاص مکان مشہور نہیں ہوتا۔ یہ اہل توکل کی نشانی ہے تیسرے یہ کہ رات کو بہت ہی کم سوتا ہے یہ محبین کی صفت ہے۔ چوتھے یہ جس وقت وہ مر جاتا ہے اس کا کچھ ورثہ نہیں ہوتا۔ یہ صفت زاہد لوگوں کی ہے۔ پانچویں یہ کہ اپنے مالک کو نہیں چھوڑتا اگرچہ وہ اس پر ظلم کرے یا ستاتے اور یہ صادق مریدوں کی صفت ہے۔ چھٹے یہ کہ تھوڑی سی جگہ پر خوش ہو جاتا ہے (اور صبر کر لیتا ہے) یہ علامت متواضعین کی ہے۔ ساتویں یہ کہ جب اس کی جگہ پر اور کوئی قابض ہو جاتا ہے تو وہ اُسے چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جاتا ہے۔ یہ علامت راضیین کی ہے۔ آٹھویں یہ کہ جب کوئی مارے یا نکالے تو چلا جاتا ہے اور پھر ذرا سا ٹکڑا ڈال دیا جاتے تو فوراً آجاتا ہے گذشتہ واقعہ کا کچھ دھیان دل میں نہیں رکھتا۔ یہ علامت خاشعین لوگوں کی ہے نویں یہ کہ جس وقت کھانا رکھا ہو تو دُور بیٹھا دیکھتا ہے یہ علامت مساکین کی ہے۔ دسویں یہ کہ جس جگہ کو چھوڑ دیتا ہے اُسے پھر کبھی نہیں دیکھتا۔ یہ علامت غمزدوں کی ہے۔

حکایت (۱۴۳) ایک صاحب فرماتے ہیں کہ ہم بہت سے آدمی ایک شہر میں تھے ایک روز ہم شہر سے باہر آنے لگے ہمارے پیچھے پیچھے شہر سے ایک کتا ہو لیا جس وقت ہم دروازے پر پہنچے تو ہم نے مرا ہوا ایک جانور پڑا دیکھا۔ اور جب اس کتے نے دیکھا تو لوٹ کر شہر ہی میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اپنے ہی جیسے بیس کتے وہاں لایا۔ وہ آکر اس جانور کو کھانے لگے اور یہ دُور کھڑا ہوا دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ جب وُہ کھا چکے اور اپنا اپنا پیٹ بھر کر چلے گئے اور جو کچھ ہڈیاں وغیرہ بچی تھیں وہیں چھوڑ گئے، تب آیا اور بچا کھچا کھایا۔ پھر یہ بھی چلا گیا۔

حکایت (۱۴۴) ایک شخص کی حکایت ہے کہ اس نے ایک پہاڑ کے غار میں بہت سے کتے دیکھے کہ وہ وہیں رہتے تھے اس سے باہر نہیں آتے تھے۔ ہاں ہفتہ بھر میں فقط ایک روز شہر میں جا کر ڈلاؤ پر سے کچھ کھا کر پھر اپنے پہاڑ پر آجاتے تھے۔ اسی طرح ہمیشہ ہوتا تھا کہ شہر میں گئے اور ڈلاؤ پر سے کھا کر اپنی جگہ آموجود ہوئے اور یہی ان کا طرز تھا۔ یہ شخص بھی مدت تک ان کے ساتھ رہا۔ جس روز وہ شہر جاتے تو ان کے ساتھ ڈلاؤ پر جو چیز اس کے کھانے کی ہوتی کھا آتا اور پھر لوٹ کر ان کے ساتھ پہاڑ پر آجاتا حتیٰ کہ ان کتوں ہی سے اُسے ریاضت اور آداب آگئے۔

اور یہ بھی روایت ہے کہ کچھ لوگ شکاری کتے لیے ادھر کو جاتے تھے۔ ان پہاڑی کتوں نے

بھونک کر اُن سے کہا کہ اے مسکینو تمہیں بادشاہوں کی نعمتوں کی ہوس اور خواہش ہوئی اس لیے
انہوں نے تمہیں قید کر لیا اور اگر تم بھی ہماری طرح گری پڑی چیز پر قناعت کرتے تو بلا قید رہتے
شکاریوں نے کہا کہ تمہیں ہمارے حال کی خبر نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے خود ہمارے
اندر اپنی خدمت کرانے کا مادہ دیکھ کر ہم کو خدمت کرانے کے لیے قید کر لیا ہے اور ہماری قوت
لایموت کے یہ کفیل ہیں۔ انہوں نے کہا اچھا جب تم میں کوئی بوڑھا ہو جاتے تو اُسے چاہیے کہ
چھوٹ کر ہمارے ساتھ رہا کرے۔ شکاریوں نے کہا کیا اس وجہ سے چھوٹ جائے کہ اسکے ذمہ
جو خدمت تھی وہ اب ادا نہیں ہوتی اور جب اس میں قصور آتا ہے تو ایسوں کو دھکے مل جایا کرتے ہیں۔

حکایت (۱۴۵) روایت ہے کہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ڈلاؤ پر سے اپنے کھانے
کا گذر کرتے اور وہیں کے چیتھڑے پہنتے تھے۔ ایک روز ایک ڈلاؤ پر انہیں کتا بھونکنے لگا
انہوں نے اس سے فرمایا جو تجھے ملے تو کھالے اور جو مجھے ملتا ہے میں کھاتا ہوں مجھے بھونکتا
کیوں ہے۔ اگر (قیامت کے دن) پلصراط کے اوپر سے میں گذر گیا تو میں تجھ سے بہتر ہوں گا
ورنہ تو مجھ سے بہتر ہوگا۔ حضرت اویس کی یہ حالت تھی کہ گھر کے لوگ انہیں دیوانہ بتاتے اور
لواحقین انہیں ذلیل سمجھتے اور مضحکہ اُڑاتے تھے اور بچے اُن کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اور ڈھیلے مارتے تھے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ایسے لوگوں کو چاہا کرتا ہے جو متقی، پاک، صاف، پوشیدہ رہتے ہوں، بال
ان کے بکھرے ہوتے اور چہرہ غبار آلودہ اور پیٹ کمروں سے لگے ہوتے رہتے ہوں۔ جب وہ کہیں
امیروں کے پاس جانا چاہیں تو انہیں اجازت نہ ملے اور اگر وہ خوبصورت مالدار عورتوں سے شادی
کرنا چاہیں تو کوئی قبول نہ کرے۔ اگر کہیں چلے جائیں تو کوئی تلاش نہ کرے۔ اگر کہیں سے
آئیں تو ان کے آنے کی کسی کو خوشی نہ ہو اگر بیمار ہوں تو کوئی عیادت کو نہ آئے۔ اگر مر جائیں
تو کوئی جنازہ پر نہ آئے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ان میں سے کسی آدمی سے ہم کیونکر مل
سکتے ہیں۔ فرمایا کہ اویس قرنی ایسے ہی لوگوں میں سے ہوں گے۔ پوچھا ان کی علامت کیا ہوگی
حضور نے فرمایا چھاتی چوڑی میانہ قد، بہت تیز گندمی رنگ، داڑھی سینہ تک، نگاہ کو ہمیشہ
سجدہ ہی کی جگہ رکھیں گے۔ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھے ہوتے اپنی حالت پر اکثر روتے ہوتے
رہیں گے۔ دو کملی ان کے پاس ہوں گی۔ ایک تہبند دوسری چادر۔ زمین پر رہنے والوں میں
وہ گمنام ہوں گے۔ لیکن اہلِ آسمان میں ان کا شہرہ ہوگا۔ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ

اس کو ضرور پوری کر کے انہیں بری کر دے گا۔ ان کے بائیں مونڈھے کے نیچے قدرے سپیدی ہو گی۔ اے حاضرین یاد رکھو کہ قیامت کے دن سب لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم بہشت میں چلے جاؤ لیکن اویس کی بابت یہ حکم ہو گا کہ تم کھڑے سفارشیں کرتے رہو۔ پھر اللہ تعالیٰ قبیلۂ ربیعہ اور مضر جیسے جتھوں کے لوگوں کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمائے گا۔ اے عمر اور اے علی جس وقت تم ان سے ملو تو ضرور اپنے لیے ان سے دعا اور استغفار کرانا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خطاؤں کو بخش دیگا۔ اس قصہ کے بعد بیس برس تک حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی تلاش اور جستجو میں رہے لیکن مراد پوری نہ ہوئی۔ آخر جب وہ سال آیا کہ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو آپ کوہِ ابوقبیس پر چڑھے اور بآواز بلند اہل یمن کو پکار کر پوچھا کہ تمہارے اندر کوئی شخص اویس نامی ہیں۔ اس وقت ایک بہت بوڑھا لمبی داڑھی والا آدمی کھڑا ہوا اور دست بستہ عرض کیا کہ ہم کو اویس کی خبر نہیں ہے لیکن ہاں میرا ایک بھتیجا ہے لوگ اُسے بھی اویس کہتے ہیں وہ بہت نامراد اور فقیر کنگال ہے۔ اس قابل نہیں کہ اُسے ہم آپ کے پاس حاضر کریں وہ ہمارے اونٹ چرایا کرتا ہے اور ہمارے اندر بہت ہی ذلیل اور رنج کا آدمی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس بوڑھے سے پوچھا کہ وہ تمہارا بھتیجا کہاں ہے کیا وہ ہماری سرحد میں ہے۔ کہا ہاں۔ فرمایا کہاں ملے گا اس نے کہا عرفات کے جنگل میں، اسی وقت حضرت عمر اور حضرت علی دونوں سوار ہو کر دوڑے ہوئے عرفات پہنچے۔ دیکھا تو ایک درخت کے پاس کھڑے ہوئے اویسؓ نماز پڑھ رہے ہیں اور اونٹ ادھر اُدھر چرتے پھر رہے ہیں۔ یہ دونوں اپنی سواریوں کو وہاں باندھ کر ان کے پاس پہنچے اور کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اویسؓ نے بھی ہلکی ہلکی رکعتیں پڑھ کر ان حضرات کے سلام کا جواب دیا۔ ان دونوں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ کہا اونٹوں کا چرواہا اور لوگوں کا نوکر۔ انہوں نے کہا ہم تم سے یہ اونٹوں کے چرانے اور نوکری کو نہیں پوچھتے۔ یہ فرمائیے آپ کا نام کیا ہے۔ کہا عبداللہ۔ انہوں نے کہا یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ اہل آسمان اور اہل زمین سب کے سب عبداللہ (یعنی اللہ کے بندے) ہیں۔ آپ اپنا وہ نام بتائیے جو آپ کی والدہ نے رکھا تھا۔ فرمایا اے صاحبو تمہارا مجھ سے کیا مطلب ہے کیا چاہتے ہو۔ دونوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اویسؓ قرنی کی ہم سے تعریف بیان فرمائی ہے۔ رنگ ڈھنگ سے تو ہم پہچان گئے ہیں۔ لیکن آپؐ نے ہم سے یہ بھی فرمایا تھا کہ ان کے بائیں مونڈھے کے نیچے قدرے سپیدی ہو گی۔ لہٰذا وہ تم ہمیں دکھا دو اگر وہ بھی تمہارے اندر ہوئی تو بیشک تم وہی ہو۔ اویس رضی اللہ عنہ نے اپنا مونڈھا کھول کر دکھایا

تو وہ سپیدی موجود تھی، دونوں صاحبوں نے جلدی سے اٹھ کر اُسے بوسہ دیا اور یہ فرمایا کہ بیشک ہم گواہ ہیں کہ اویس قرنی آپ ہی ہیں، آپ ہمارے لیے دعائے مغفرت کیجیے۔ خدا آپ کی بھی مغفرت کر دیگا۔ فرمایا میں تو محض اپنے ہی لیے استغفار نہیں کرتا اور نہ اولادِ آدم میں سے کسی خاص کے لیے کرتا ہوں بلکہ جنگل اور دریا میں جس قدر مومن مرد اور مومن عورتیں اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہیں سب کے واسطے اس سے دعا کرتا ہوں جو مجیب الدعوات ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ یہ ہی ہونا چاہیے۔ اس کے بعد اویسؓ نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر میرا حال اور میری کیفیت ظاہر فرمادی ہے لیکن آپ بتائیں کہ آپ کون ہیں۔ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں اور میں علی بن ابی طالب ہوں۔ یہ سنتے ہی اویس کھڑے ہو گئے اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ اور اے ابن ابی طالب تم پر سلام ہو اور خدا تعالیٰ آپ لوگوں کو اس امت میں سب سے بہتر جزائے خیر عطا فرماتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آپ یہیں ٹھہرے رہیں اتنے وقت کہ میں مکۂ معظمہ جا کر آپ کے واسطے کچھ خرچ اور کچھ کپڑا جو میرے پاس زائد ہو لے آؤں۔ اور بس وہاں جانا آنا ہی وعدہ کی میعاد ہے۔ فرمایا اے امیر المومنین میرے تمہارے درمیان کوئی میعاد نہیں اور نہ میں اس آج کے دن کے بعد تم کو دیکھ سکوں گا لہٰذا یہ تو مجھے بتاؤ کہ میں اُس خرچ اور اس کپڑے کو کیا کروں گا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میرے پاس اُونی چادر اور تہبند ہے۔ بھلا تمہارے خیال میں ان کو کب تک پھاڑوں گا یا تم نے دیکھا نہیں کہ میرے پاس گٹھا ہوا جوڑا جوتوں کا ہے میرے پاس یہ کب تک ٹوٹیں گے اور تمہیں معلوم نہیں کہ میں اپنے اس چرانے کی مزدوری چار درہم لیتا ہوں۔ تم جانتے ہو کہ انہیں میں کب تک کھاؤں گا۔ اے امیر المومنین میرے اور تمہارے آگے آنیوالی ایک بڑی سخت گھاٹی ہے اس پر سے وہی پار ہوگا جو ہلکا اور دُبلا پتلا رہے گا۔ لہٰذا تم بھی ہلکے رہو۔ جس وقت حضرت عمرؓ نے ان کی یہ باتیں سنیں تو کوڑا زمین پر مارا اور چیخ کر یہ کہا کہ ہائے اے عمر تجھے تو تیری ماں نہ جنتی تو اچھا تھا اور کاش کہ وہ بانجھ ہی ہوتی تو بہتر ہوتا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ مکّہ کو روانہ ہو گئے اور اویسؓ اپنے اونٹ لے کر پرے کو چلے گئے اور اپنی قوم میں ان کے اونٹ ان کے سپرد کر دیئے اور وہ چرانا چھوڑ کر ایسے عبادت میں لگے کہ بس پھر وصال ہی ہو گیا اور صحیح مسلم میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ سب کے رُوبرو فرماتے تھے کہ تمہارے پاس اویس بن عامر یمنی لوگوں کے ساتھ قرن سے

آئیں گے۔ پہچان ان کی یہ ہے کہ پہلے انہیں برص کی بیماری تھی۔ اور دھبے تو سب جاتے رہے فقط ایک درہم کے برابر سفیدی باقی ہے، ان کی ایک والدہ ہے جس کی انہوں نے بہت خدمت کی ہے۔ اگر وہ اللہ پر کسی بات کی قسم کھا بیٹھیں تو اللہ اُسے پوری ہی کر دے گا۔

اے عمرؓ اگر تم اُن سے اپنے حق میں دُعا کرا سکو تو ضرور کرانا۔ پھر حضرت عمرؓ نے یہ حدیث اپنے اور حضرت علیؓ کے اکٹھے ہونے اور اس قول تک بیان کی کہ انہوں نے میرے لیے دعا کی، میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا اب آپ کہاں جائیں گے فرمایا کوفہ۔ فرمایا کہ آپ کی خاطر تواضع کے لیے میں اپنے عامل کو لکھے دیتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ مجھے تو فقیر ہی لوگ پسند ہیں اور مسلم کی ایک روایت میں حضرت عمرؓ سے اس طرح مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے کہ سب تابعین سے بہتر وہ آدمی ہے جسے لوگ ادیس کہیں گے (پہچان ان کی یہ ہے) ان کی ایک والدہ ہے۔ اور پہلے ان کو برص کا بھی مرض تھا۔ تم لوگ ان سے کہہ کر اپنے لیے دعائے مغفرت کرانا۔

علقمہ بن مرثد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زہد تابعین میں آٹھ آدمیوں پر ختم ہے۔ منجملہ ان کے اویسؓ قرنی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ان کے گھر والوں نے انہیں دیوانہ سمجھ کر اُن کے واسطے ایک حجرہ اپنے دروازہ پر بنوا دیا تھا (یہ بیچارے اسی میں رہتے تھے) اور وہ ایک ایک دو دو سال تک ان کا منہ نہیں دیکھتے تھے جس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے آپ نے حج کے موسم میں آکر پکارا کہ اے لوگو سب کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ سب کھڑے ہو گئے آپ نے فرمایا کہ سوائے اہل یمن کے اور سب بیٹھ جائیں۔ پھر حکم دیا کہ یمن والوں میں سے بھی ضلع مراد کے لوگ کھڑے رہیں اور باقی بیٹھ جائیں۔ چنانچہ دیگر اضلاع کے لوگ بھی بیٹھ گئے۔ اس کے بعد فرمایا خاص مقام قرن کے لوگ کھڑے رہیں اور باقی ان میں سے بھی بیٹھ جائیں۔ چنانچہ اس طرح کر کے اور سب بیٹھ گئے فقط ایک آدمی کھڑا رہا اور یہی اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا چچا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اول یہ پوچھا کہ کیا تم خاص قرن کے رہنے والے ہو۔ بولا ہاں۔ آپ نے پوچھا کیا تم اویس کو جانتے ہو۔ اس نے کہا اے امیر المومنین آپ اویس کو کیا پوچھتے ہیں وہ تو ہمارے اندر نہایت درجہ احمق ہے اور بالکل دیوانہ اور محتاج فقیر آدمی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ رونے لگے۔ اور فرمایا یہ باتیں تجھ میں ہی ہیں اس میں نہیں ہیں کیونکہ میں نے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ اویس رضی اللہ عنہ کی شفاعت اور سفارش سے قبیلہ ربیعہ اور مضر کے کتنے آدمی جنت میں جائیں گے۔ عمار بن یوسف ضبی کہتے ہیں، ایک آدمی نے اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ صبح وشام کیسے رہتے ہیں۔ فرمایا صبح کو اللہ کی محبت میں رہتا ہوں اور شام کو اس کی حمد وثنا میں مستغرق رہتا ہوں۔ علاوہ اس کے ایسے آدمی کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا صبح کو خیال ہو کہ شام تک شاید ہی زندگی ہو اور شام کو خیال ہو کہ صبح تک شاید ہی زندہ رہے۔ کیونکہ موت اور اس کی یاد نے مسلمان آدمی کے لیے کوئی خوشی نہیں چھوڑی اور اللہ کے حق نے مسلمانوں کے مال میں چاندی سونا رکھنے کی گنجائش نہیں رکھی اس طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسلمان کو کسی کا دوست نہیں ہونے دیتا۔ کیونکہ ہم لوگ انہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں وہ ہمیں اس پر بُرا کہتے ہیں اور ہماری آبرو ریزی کرتے ہیں۔ بلکہ فاسقوں کو ہمارے مقابلے میں اپنے مددگار بنا لیتے ہیں۔ خدا کی قسم یہاں تک نوبت پہنچی کہ میرے ذمہ بڑے بڑے جرم لگا دیئے۔ اتنا کہتے ہی اویس رضی اللہ عنہ نے اپنا راستہ لیا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اویس رضی اللہ عنہ کے حالات سُن کر کوفہ پہنچا۔ سوائے ان کی تلاش کے اور کوئی مقصد میرا نہ تھا۔ دوپہر کے وقت میں دریائے فرات کے کنارے پہنچا تو وہاں بیٹھے وضو کر رہے تھے۔ جو اوصاف میں نے ان کے سُنتے تھے اُن سے میں نے انہیں پہچان لیا۔ گندمی رنگ، اتری ہوئی صورت، سر منڈا ہوا ہیبت ناک آدمی تھے میں نے سلام علیک کی۔ آپ نے جواب دیا اور میری طرف دیکھا۔ میں نے مصافحہ کرنے کو ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے مصافحہ مجھ سے نہیں کیا۔ پھر میں نے پوچھا اے اویس اللہ تم پر رحم فرمائے اور تمہاری مغفرت فرمائے کہو تو کیا حال ہے۔ اتنا کہتے ہی چونکہ مجھے اُن سے محبت تھی ان کی حالت دیکھ کر ترس آیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں رونے لگا۔ وہ بھی رونے لگے اور فرمایا اے ہرم ابن حیان خدا تمہیں خوش رکھے تم کس طرح ہو۔ میری خبر تمہیں کہاں سے لگ گئی۔ میں نے کہا اللہ نے بتا دیا فرمایا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سُبْحَانَ رَبِّنَا اِنْ کَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ۔ بیشک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہمارا پروردگار پاک اور منزہ ہے جو کچھ اس کا وعدہ ہوتا ہے ہو کر ہی رہتا ہے) میں نے پوچھا کہ تم نے میرا اور میرے باپ کا نام کہاں سے جان لیا۔ میں نے آج سے پہلے تمہیں کبھی دیکھا بھی نہیں اور نہ تم نے مجھے دیکھا۔ فرمایا نبأنی العلیم الخبیر۔ (یعنی اسی علیم وخبیر نے مجھے بھی بتا دیا۔) میں نے کہا مجھے کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی سُنا دو۔ فرمایا مجھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ نہ میں آپؐ کی صحبت میں رہا۔ ہاں میں نے ان حضرات کو دیکھا ہے کہ جنہوں نے حضورؐ کو دیکھا تھا۔ اور میں تو اپنے لیے اپنے لیے محدث بننا یا قاضی ہونا یا مفتی کہلانا پسند بھی نہیں کرتا اور میری طبیعت تو لوگوں سے گھبراتی ہے۔ میں نے کہا اے برادرِ من قرآن شریف کی کچھ آیتیں ہی سُنا دو تم سے سننے کو میرا دل چاہتا ہے اور کوئی ایسی وصیت کرو جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں۔ یہ سن کر آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پڑھا اعوذ باللہِ السَّمِیعِ الْعَلِیمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ اور فرمایا کہ بیشک سب سے سچا قول میرے اللہ ہی کا ہے اور سب سے سچی بات میرے اللہ ہی کی ہے۔ اس کے بعد یہ آیت وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَہُمَا لٰعِبِیْنَ مَا خَلَقْنٰہُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ تا الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ تک پڑھی اور ایک ایسی آہ کھینچی۔ میرا یہ خیال ہوا کہ بس اب آپ بیہوش ہوگئے پھر فرمایا کہ اے ابن حیان تمہارے باپ حیان تو مر ہی چکے ہیں اور عنقریب تم بھی مر جاؤ گے، نہ معلوم کہ پھر تم جنت میں جاؤ گے یا دوزخ میں۔ اس کے علاوہ دیکھو کہ بابا آدم اماں حوا بھی وفات پا چکیں اور حضرت نوح نجی اللہ اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور موسی کلیم اللہ اور داؤد خلیفۃ الرحمٰن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے خلیفہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور میرے بھائی میرے دوست عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب کے سب وفات پا چکے ہیں۔ میں نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کی تو وفات ابھی نہیں ہوئی۔ فرمایا نہیں ہوچکی لوگوں سے میں نے یہ خبر سُنی ہے اور منجانب اللہ مجھے بھی الہام ہوا ہے اور میرا دل بھی گواہی دیتا ہے اور ہم تم بھی مردوں ہی میں ہیں اس کے بعد درود پڑھا اور کچھ دعائیں کرکے فرمایا کہ بس میری تم کو یہی وصیت ہے کہ تم موت کو یاد رکھنا اور جب تک تم زندہ رہو ایک چشم زدن بھی اس ذکر کو دل سے جُدا نہ کرنا اور جس وقت اپنے لوگوں میں پہنچو خوفِ الٰہی کی ہدایت اور سب امت کو نصیحت کرنا اور جتھہ سے علیحدہ رہنا در نہ دین سے علیحدہ ہو کر جان بوجھ کر دوزخ میں چلے جاؤ گے۔ اب تم میرے اور اپنے حق میں دعا کرو اور خود میرے حق میں بہت دیر تک دعا کی اور فرمایا کہ بس آج کے دن کے بعد تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ کیونکہ میں شہرت کو بُرا سمجھتا ہوں اور تنہائی مجھے پسند ہے۔ بس اب نہ کسی سے مجھے پوچھنا اور نہ تلاش کرنا اور مجھے یاد رکھنا اور دعا کرتے رہنا میں بھی تمہارے واسطے دعا کروں گا۔ اب تم میرے سامنے چلے جاؤ۔ میں بھی ادھر کو جاتا ہوں۔ مجھے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلنے کا اشتیاق تھا۔ لیکن

انہوں نے منظور نہیں کیا اس لیے میں روتا ہُوا اُن سے علیحدہ ہوا اور وہ بھی رونے لگے۔ میں انہیں دیکھتا ہی رہا۔ یہاں تک کہ وہ بصرہ کے اندر داخل ہو گئے۔ بعد اس کے میں نے ہر چند تلاش کیا اور لوگوں سے بھی پوچھا لیکن کوئی ایسا شخص مجھے نہ ملا کہ ان کی کچھ بھی خبر دیتا اور کوئی ہفتہ مجھ پر ایسا نہ گذرتا تھا جس میں ایک دو مرتبہ میں ان کو خواب میں نہ دیکھوں۔ مصنف کتاب فرماتے ہیں کہ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے جیسا کہ اور انبیاء علیہم السلام کا نام تعظیمی الفاظ کے ساتھ لیا ہے حضورؐ کو اس طرح نہیں کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ فقط محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ حضورؐ کا فضل و شرف مشہور ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جس کا فضل و شرف مشہور ہوتا ہے اس کی زیادہ تعریف وغیرہ کرنے کی ضرورت نہیں رہا کرتی۔ چنانچہ ہمارے علماء جس وقت امام شافعی وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں تو فقط شافعی کہہ دیتے ہیں اور جب ان کے کسی شاگرد کا ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں امام الجلیل سید الجلیل نے ایسا فرمایا ہے اور کئی قسم کے الفاظ ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح بعض اُمراء کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی فضیلت وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں اور بادشاہوں کے ذکر میں ایسا نہیں کرتے۔ کیونکہ جو شئے مشہور ہو گئی اس کی تعریف کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر ان کی تعریف کی جائے تو بہت سے الفاظ سے ادا کرنی چاہیئے اور بسا اوقات بہت میں قصور ہو ہی جاتا ہے لہٰذا قاعدہ یہی ہے کہ کَانَتْ شُهْرَتُهٗ قَدْرِهٖ مُغْنِيَةً عَنْ ذِكْرِهٖ۔

اصبغ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، اویس رضی اللہ عنہ کی یہ حالت تھی کہ جب شام ہوتی تو آپ کہتے بس یہ شب رکوع کرنے کی ہے۔ بس پھر رات بھر رکوع ہی میں رہتے اور بعض اوقات فرماتے کہ آج کی رات سجدے کرنے کی ہے چنانچہ پھر رات بھر سجدہ ہی میں رہتے۔ بعض اوقات شام کے وقت جو کچھ کھانا وغیرہ بچتا سب خیرات کر دیتے پھر جناب الٰہی میں عرض کرتے کہ الٰہی اب اگر کوئی بھوکا مر جائے تو مجھ سے مؤاخذہ نہ کیجیو اور جو کوئی ننگا رہ جائے تب بھی مجھ سے کوئی مواخذہ نہ کیجیو۔ عبداللہ بن سلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں آذر بائیجان پر ہماری جنگ ہوئی تھی اور اویس قرنی بھی اس میں ہمارے ساتھ تھے۔ جب ہم وہاں سے پھرے تو اویسؓ بیمار ہو گئے۔ ہم نے انہیں اٹھانا چاہا لیکن وہ سنبھل نہ سکے وہیں انتقال ہو گیا۔ وہاں کفن اور خوشبو اور قبر وغیرہ پہلے ہی سے تیار تھی خیر ہم نے غسل دیکر اور کفنا کر، نماز پڑھ کر دفن کر دیا اور وہاں سے چلے آئے۔ کچھ روز کے بعد جو ہم وہاں گئے حالانکہ ان کی قبر کو ہم جانتے

تھے لیکن وہاں نہ قبر تھی اور نہ اس کا کچھ نشان تھا۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ کی یہ روایت ہے کہ صفین کی لڑائی میں کسی نے پکارا کہ کیا ان لوگوں میں اویس قرنی ہیں تو اس وقت حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں شہید ہوتے ملے۔

حکایت (۱۴۶) ربیع ابن خثیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے خواب میں یہ بشارت ہوئی کہ میمونہ سودا بہشت میں تیری بیوی ہوگی۔ جب صبح ہوئی تو میں نے لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ عورت اب بکریاں چراتی ہے میں نے (یہ اپنے دل میں) کہا کہ اس کے پاس رہ کر اس کا عمل دیکھنا چاہیے (کہ کیا کرتی ہے) میں نے دیکھا کہ دن میں سوائے فرض نماز دل اور کچھ نہیں پڑھتی اور جب شام ہوتی ہے تو بکری کا دودھ دُوہ کر اوّل دفعہ تو خود پی لیتی ہے اور دوسری دفعہ دوہ کر خود اس بکری کو پلا دیتی ہے۔ میں نے تین روز اس کی یہ کیفیت دیکھ کر کہا کہ اے بی بی تو اس بکری ہی کو دودھ پلا دیتی ہے اور کسی کو کیوں نہیں دے دیتی۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے یہ بکری میری نہیں ہے میں نے کہا پھر تو کیوں پیتی ہے کہا یہ ایک شخص نے مجھے اس لیے دے رکھی ہے تاکہ میں پی لوں اور جسے چاہوں پلا دوں، پھر میں نے کہا اے بی بی جو عمل میں نے تمہارے دیکھے ہیں کیا یہی فقط کرتی ہو اور، اور کوئی عمل نہیں کرتیں۔ کہا نہیں۔ صبح و شام جس حال میں مجھ پر ہوتی ہے میں اپنی تقدیر پر خوش و خرم رہتی ہوں۔ میں نے کہا اے بی بی کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ مجھے خواب میں یہ بشارت ہوئی ہے کہ تم بہشت میں میری بیوی ہوگی۔ یہ سنتے ہی بولی کیا تم ربیع ابن خثیم ہو میں نے کہا ہاں۔ کسی نے اس حکایت کے راوی سے پوچھا کہ اس عورت کو یہ کس طرح خبر ہوگئی۔ کہا شاید عورت نے بھی مرد کی طرح خواب میں دیکھ لیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ راوی نے جو کہا صحیح ہے۔ کیونکہ یہ ایک احتمال ہے لیکن انحصار اس میں نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جاگتے میں اس کو کشف ہوگیا ہو۔

حکایت (۱۴۷) شیخ ابو محمد حریری فرماتے ہیں کہ میرے دروازہ پر ایک اشہب باز آیا لیکن میں نے شکار نہ کیا پھر چالیس برس تک میں نے جال لگایا تاکہ وہ یا اور کوئی باز مجھے مل جائے لیکن میری مراد پوری نہ ہوئی۔ کسی نے پوچھا وہ اشہب باز کیا چیز تھی، کہا ایک آدمی تھا عصر کی نماز کے بعد ہمارے پاس مسافر خانہ میں آیا، جوان، رنگ زرد، پراگندہ بال، ننگے سر ننگے پاؤں آکر وضو کیا اور نماز پڑھکر مغرب تک اپنے گریبان میں منہ ڈالے بیٹھا رہا اس وقت

ہم لوگوں کو دعوت میں بلانے کے لیے خلیفہ کا آدمی آ گیا۔ میں خود اُٹھ کر اس جوان کے پاس گیا اور کہا کہ خلیفہ کے درِ دولت پر تم ہمارے ساتھ چلو۔ اس نے یہ سن کر سر اوپر اُٹھایا اور کہا کہ میرا ایسا ارادہ نہیں کہ میں خلیفہ کے درِ دولت پر جاؤں۔ باقی میرا دل تو گرما گرم حلوا سوہن کو چاہتا ہے چونکہ اس نے ہم لوگوں کی بات نہ مانی اور اپنی خواہش ظاہر کی، اس لیے میں نے بھی اس کی بات کو نہ سُنا۔ میں نے اپنے دل میں یہ سوچا کہ یہ کوئی نو مسلم ہے اس کو ابھی ادب نہیں آیا۔ یہ سمجھ کر خلیفہ کے مکان پر چلا گیا وہاں ہم سب نے کھانا کھایا اور پچھلی رات وہاں سے رخصت ہو کر آئے جب میں مسافر خانہ میں پہنچا تو اس جوان کو میں نے اسی طرح بیٹھے ہوئے دیکھا۔ میں بھی تھوڑی دیر اپنے مصلے پر بیٹھا رہا۔ پھر مجھے غنودگی سی آ گئی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ موجود ہیں اور ایک آدمی یہ کہتا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ آپ کے ہم رکاب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں میں نے بھی حضورؐ کے سامنے جا کر سلام عرض کیا۔ آپؐ نے میری طرف سے منہ پھیر لیا۔ میں دوسری طرف سے گیا تو اس طرف سے بھی منہ پھیر لیا اور کچھ توجہ نہ فرمائی۔ نہ میرے سلام کا جواب دیا۔ میں اس سے بہت گھبرایا اور دست بستہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھ سے ایسی کونسی خطا ہوئی جو حضور میری طرف سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ فرمایا ہماری امت کے ایک فقیر نے تم سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی تھی، لیکن تم نے کاہلی کی (اور اس کو انجام نہ دیا) اس کے بعد میری آنکھ کھُل گئی۔ مجھ پر رعب چھایا ہوا تھا۔ میں اُٹھتے ہی فقیر کے پاس گیا تو وہاں وہ مجھے نہ ملے۔ میں نے دروازہ کا کھڑکا سُنا۔ فوراً میں ان کی تلاش میں باہر آیا تو وہ باہر نکل چکے تھے میں نے آواز دی کہ اے جوان ذرا ٹھہرو جو چیز تم مانگتے تھے میں ابھی لاتا ہوں۔ تب میری طرف دیکھا اور کہا کہ جب فقیر نے تم سے ایک چیز چاہی تو تم نے نہ دی۔ اب ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء نے تم سے سفارش کی تو تم دوڑے آتے ہو۔ اب مجھے ضرورت نہیں۔ یہ کہتے ہی مجھے چھوڑ کر چل دیئے۔

حکایت (۱۴۸) حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز مدینہ منورہ کی جامع مسجد میں بیٹھا ہوا میں کچھ باتیں کر رہا تھا کہ ایک نوجوان خوبصورت لباس فاخرہ پہنے ہوئے آیا اور ساتھ میں اس کے چند یار دوست تھے۔ میں نے وعظ کہا اور وعظ میں یہ بھی بیان کیا کہ بڑے تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ ضعیف قوی کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سنتے ہی اس کا رنگ زرد ہو گیا اور اسی وقت وہ چلا گیا۔ پھر اگلے روز آ کر اوّل سلام علیک کی اور پھر دو رکعت نفل

پڑھ کر میری مجلس میں بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اے سری میں نے کل تم سے یہ سنا تھا تم نے کہا تھا کہ ضعیف قوی کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہے۔ میں نے کہا مولیٰ (یعنی خداوند کریم) سے زیادہ کوئی قوی نہیں اور بندے سے زیادہ کوئی ضعیف نہیں۔ لیکن یہ پھر بھی اس کی نافرمانی کیے جاتا ہے۔ یہ سن کر اُس وقت تو چلا گیا۔ اگلے روز آیا تو فقط دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ دوستوں میں سے بھی کوئی ساتھ نہ تھا۔ مجھ سے پوچھا کہ اللہ کے پاس پہنچنے کا کونسا راستہ ہے۔ میں نے کہا اگر تم عبادت کرنا چاہتے ہو تو دن کو روزے رکھو اور راتوں کو نماز پڑھو اور اگر محض اللہ کو چاہتے ہو تو اس کے سوا ہر چیز کو چھوڑ دو۔ اور مسجدوں یا ویران جگہ یا قبرستان میں رہا کرو۔ چنانچہ وہ یہ کہتا ہوا کھڑا ہو گیا کہ قسم ہے خدا کی میں مشکل ہی رستہ کو طے کروں گا۔ تھوڑے دنوں کے بعد میرے پاس چند لڑکے آئے اور پوچھنے لگے کہ احمد یزید کاتب کو کیا ہو گیا۔ میں نے کہا میں تو اس کو جانتا بھی نہیں ہوں۔ ہاں ایک ایسی ایسی صفت کا آدمی میرے پاس آیا تھا (نہ معلوم کون تھا) اور ایسی ایسی چند باتیں مجھ سے پوچھ کر چلا گیا۔ اب اس کا حال مجھے بھی معلوم نہیں (کہ کہاں ہے) کہا اچھا ہم تمہیں اللہ کی قسم دے جاتے ہیں کہ جب تمہیں اس کا حال معلوم ہو ہمیں ضرور خبر کر دینا اس کے بعد ایک سال تک مجھے اس کی بالکل خبر نہ لگی۔ ایک روز عشا کی نماز کے بعد میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا کہ یکایک کسی نے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ میں نے اندر آنے کے لیے پکارا تو وہی جوان آنکلا اور میری پیشانی پر بوسہ دیکر کہا اے سری جیسا اللہ نے دنیا کی غلامی سے مجھے آزاد کر دیا ہے ایسا ہی ہمیں دوزخ کی آگ سے آزاد کر دے۔ میں نے اُسے دیکھ کر ایک اپنے دوست کو اشارہ کر دیا کہ اب ان کے گھر جاکر ان کو خبر کر آؤ (کہ تمہارا آدمی آگیا ہے) وہ اُسی وقت گیا۔ اس کے جاتے ہی اس کی بیوی بال بچوں کو لیے ہوئے آئی۔ اس کا ایک بچہ زیور وغیرہ پہنے ہوئے تھا اس بچہ کو اس کی گود میں ڈال کر کہنے لگی کہ اے میاں تم نے اپنے جیتے جی ہی مجھے رانڈ بنا دیا اور ان بچوں کو بھی یتیم کر دیا اس جوان نے میری طرف دیکھا اور یہ کہا۔ اے سری تم نے یہ کیا بے وفائی کی۔ پھر بیوی بچوں سے کہا کہ قسم ہے خدا کی۔ بیشک تم میرے دل کے پھل اور میرے دلی محبوب اور پیارے ہو۔ میری اولاد مجھے تمام مخلوق سے زیادہ پیاری ہے لیکن کیا کروں۔ اس سری رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ اگر تم اللہ کو راضی رکھنا چاہتے ہو تو اس کے سوا تمام اشیاء سے قطع تعلق کر لو۔ یہ کہہ کر بچہ پر جو زیور وغیرہ تھا اتار لیا اور بیوی سے کہا کہ یہ زیور وغیرہ تو بھوکوں ننگوں کو دے دو اور میری کملی میں سے

تھوڑا سا پھاڑ کر اس کے بدن پر ڈال دو۔ بیوی نے کہا اللہ کی قسم میں اپنے بچہ کو ایسی حالت سے دیکھنا نہیں چاہتی اور بچہ کو اس سے چھین لیا۔ جب جوان نے دیکھا کہ اس کی بیوی نے مجھ سے منہ چڑھا لیا ہے فوراً کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ اس رات کو تم نے مجھے اپنے اللہ کی یاد بھی نہ کرنے دی، پھر اسی وقت نکل کر چل دیا اور گھر میں رونے پیٹنے کا شور مچ گیا۔ پھر اس کی بیوی (جاتے ہوئے) کہہ گئی کہ اگر اب کے پھر آئے یا تم کہیں خبر سنو تو مجھے ضرور اطلاع کر دینا۔ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ (اگر کہیں معلوم ہوا تو خبر کرا دوں گا) ایک عرصہ دراز کے بعد ایک بڑھیا میرے پاس آئی اور کہا اے سری مقام شونیزیہ میں ایک لڑکا حضور کو پوچھتا تھا۔ میں گیا تو وہی جوان پڑا ہوا تھا۔ سر کے نیچے ایک کچی اینٹ رکھی ہوئی تھی میں نے سلام علیک کی سن کر فوراً آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگا اے سری تمہارا کیا خیال ہے کہا (اللہ کے ہاں) میری خطائیں معاف ہو جائیں گی۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کیا میرے جیسوں کی بھی مغفرت ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا میں تو گناہوں میں غرق ہوں۔ میں نے کہا وہ غرق ہونے والوں کو بھی بچا دیتا ہے۔ کہا میرے　　ذمہ بہت ظلم اور لوگوں کے حق ہیں۔ میں نے کہا حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ خود جس نے توبہ کر لی۔ قیامت کے دن اُسے اور اُس کے حق داروں کو بلایا جائے گا۔ اور انہیں یہ حکم ہوگا کہ تم اسے چھوڑ دو اور اس کی طرف سے اللہ معاوضہ دے گا۔ پھر اس نے کہا اے سری سقطیؒ میرے پاس کچھ گٹھلیوں کی بکری کے چند درہم ہیں جس وقت میں مر جاؤں تو جس چیز کی میرے واسطے ضرورت ہو اسی میں سے خرید کر کفن کر دینا اور میرے گھر والوں کو خبر نہ کرنا۔ ورنہ وہ حرام کی کمائی میں سے میرا کفن خرید کر میرا کفن بدل دیں گے۔ میں اس کے پاس تھوڑی دیر بیٹھا رہا۔ اس نے آنکھیں کھولے رکھیں اور یہ پڑھا۔ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ (یعنی عمل کرنے والوں کو ایسے ہی اجر کے لیے عمل کرنے چاہییں) پھر مر گیا۔ میں نے وہ درہم لیے اور جس جس چیز کی ضرورت تھی خریدنے گیا۔ ابھی واپس آ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ گھبرائے آ رہے ہیں۔ میں نے کہا خیر تو ہے۔ کہا ایک ولی اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ ہم اس کے جنازے کی نماز پڑھنے جا رہے ہیں۔ خیر میں نے آکر اُسے غسل دیا اور ہم سب نے نماز پڑھ کر دفن کر دیا۔ ایک مدتِ دراز کے بعد اس کے گھر والے خبر لینے کو میرے پاس آئے۔ میں نے اس کا مرنا ان پر ظاہر کر دیا۔ اسی وقت اس کی بیوی رونے پیٹنے لگی۔ میں نے اس کا سارا حال اس سے بیان کیا۔ کہا خیر مجھے اس کی قبر دکھلا دو۔ اس پر مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں

اب یہ اس کا کفن نہ بدل دیں (اور اس پر بھی یہ بات ظاہر کردی) اس نے کہا واللہ ایسا نہیں ہوگا۔ (آپ اطمینان رکھیں) خیر میں نے اُسے قبر دکھادی۔ پھر اس نے دو گواہ بلوائے اور ان کے روبرو اپنی سب لونڈیاں آزاد کردیں اور زمین وقف اور مال خیرات کردیا اور اپنے مرنے تک اس قبر کو نہ چھوڑا۔ آخر وہیں انتقال ہوگیا۔

حکایت (۱۴۹) روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہم کے اپنے گھر بار اور مال و دولت چھوڑ کر نکل جانے کا سبب، حالانکہ وہ بڑے شاہزادوں میں سے تھے، یہ تھا کہ ایک روز وہ شکار کے لیے گئے اور ایک لومڑی یا خرگوش کو نکالا۔ ابھی اس کی تلاش میں تھے کہ غیب سے آواز آئی کہ کیا تم اسی لیے پیدا کیے گئے ہو یا تم کو یہی حکم کیا گیا ہے۔ پھر ان کے گھوڑے کی زین میں سے یہ آواز آئی کہ نہیں ہم نہ اس کے لیے پیدا کیے گئے ہیں اور نہ ہم کو یہ حکم کیا گیا ہے یہ سنتے ہی ابراہیم سواری سے اترے اور چرواہے کا کرتہ لے کر جو کمبل کا تھا پہن لیا اور اپنا گھوڑا اور جو اسباب اس پر تھا سب اس کو دے دیا اور خود اسی حالت سے جنگل کو نکل گئے۔

حکایت (۱۵۰) شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی ایک روز شکار کو نکلے، اس زمانہ میں یہ کرمان کے حاکم تھے۔ شکار کی تلاش میں بہت کچھ پھرے یہاں تک کہ تن تنہا ایک جنگل بیابان میں پہنچے۔ دیکھا ایک نوجوان درندہ پر سوار ہے اور بہت سے درندے اس کے اردگرد ہیں۔ جب درندوں نے شاہ بن شجاع کو دیکھا فوراً ان کی طرف جھپٹے تو اس جوان نے ان کو روک لیا۔ جب وہ ان کے قریب آیا تو اوّل سلام علیک کی اور کہا کہ اے شاہ اللہ تعالیٰ سے تم کس قدر غافل ہو کہ دنیا کے لیے آخرت کو بھول رہے ہو اور اپنی لذت و خواہش کی طلب میں اپنے آقا مالک کی خدمت سے منہ پھیر رہے ہو۔ تم کو خدا نے دنیا اس لیے دی ہے کہ اس کی امداد سے اسکی خدمت گذاری میں کوشش کرو تم نے اُسے عیش ہی کا وسیلہ بنا لیا ہے وہ نوجوان ابھی ان کو نصیحت ہی کر رہے تھے کہ یکایک ایک بڑھیا ہاتھ میں پانی کا پیالہ لیے ہوئے نکلی۔ اور اس جوان کو وہ پیالہ دیدیا، اس نے اوّل تو خود پیا اور باقی بچا ہوا شاہ کو دے دیا۔ انہوں نے پی کر کہا کہ ایسی ٹھنڈی اور میٹھی مزہ دار میں نے کبھی کوئی شئے نہیں پی۔ اتنے میں وہ بڑھیا غائب ہوگئی۔ پھر اس جوان نے کہا کہ یہ بڑھیا دنیا ہے۔ میری خدمت کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اسے مقرر کر دیا ہے اور کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس وقت اللہ نے دنیا کو پیدا کیا تو اس سے یہ فرما دیا تھا کہ اے دنیا جو کوئی میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کرنا اور جو تیری خدمت

کرے تو اس سے اور خدمت لینا جب شامہ نے یہ واقعہ دیکھا تو فوراً توبہ کی اور پھر جو کچھ ان سے ظہور ہوتا تھا ہوا۔

حکایت (۱۵۱) مالک ابن دینار سے کسی نے ان کے توبہ کرنے کا سبب پوچھا، فرمایا میں شرابی آدمی تھا۔ ہر وقت شراب خواری میں ڈوبا رہتا تھا۔ میں نے ایک بہت حسین خوبصورت لونڈی خریدی اور اس سے خوب صحبت داری کی پھر اس سے ایک میری بیٹی ہوئی اس سے مجھے ازحد محبت ہوگئی، جس وقت وہ پاؤں چلنے لگی تو میرے دل میں اس کی الفت و محبت اور زیادہ ہی ہوتی چلی گئی اور اکثر یہ ہوتا کہ جب میں شراب لے کر بیٹھتا وہ میرے پاس آتی اور مجھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر گرا جاتی۔ جب وہ پوری دو برس کی ہوئی تو اس کا انتقال ہوگیا مجھے اس کے رنج و صدمہ نے بالکل تباہ کر دیا جب ماہ شعبان نصف گذر چکا۔ اتفاق سے جمعہ کی شب بھی تھی میں شراب میں مست ہو کر سو رہا۔ عشاء کی نماز بھی نہیں پڑھی۔ میں نے (خواب میں) دیکھا کہ حشر برپا ہے اور اہل قبور قبروں سے نکل نکل کر آرہے ہیں۔ میں بھی ان کے ساتھ ہوں، مجھے اپنے پیچھے کچھ کھسکھساہٹ سی معلوم ہوئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا کالا سانپ میری طرف منہ کھولے دوڑا ہوا آرہا ہے میں نے خوف کے مارے اس کے آگے آگے بھاگا جارہا ہوں، رعب مجھ پر چھایا ہوا ہے۔ میں ایک راستہ سے گذرا تو ایک بوڑھے آدمی سفید کپڑے پہنے اور خوشبو لگائے ہوئے ملے۔ میں نے ان سے گریہ وزاری کی (کہ مجھے اس سانپ سے بچا دیجیے) انہوں نے فرمایا میں ضعیف آدمی ہوں اور یہ مجھ سے زیادہ زور آور ہے، اسلیے میں نہیں بچا سکتا۔ لیکن تم جاؤ ڈرو نہیں شاید اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کا کوئی سبب پیدا کردے۔ پھر میں اور بھی زیادہ بھاگا اور ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گیا وہاں سے دوزخ کی لپٹیں اور ان کے طبقے نظر آنے لگے۔ میں اسی سانپ کے اندیشہ سے جو میرے پیچھے آرہا تھا قریب تھا کہ ان کے اندر جا پڑوں۔ اتنے میں غیب سے مجھے آواز آئی کہ پیچھے ہٹ تو دوزخی نہیں ہے اس کے کہنے پر مجھے اطمینان ہوا اور میں پیچھے ہٹا تو وہ سانپ بھی میرے پیچھے ہی آیا۔ پھر مجھے آواز آئی۔ اس وقت میں ان بوڑھے صاحب کے پاس پھر آیا اور میں نے کہا کہ آپ سے میں یہ چاہتا تھا کہ آپ مجھے اس سانپ سے بچادیں آپ نے قبول نہ کیا یہ سن کر وہ رونے لگے اور فرمایا میں خود کمزور اور ناتوان ہوں۔ لیکن تم اس پہاڑ پر جاؤ۔ یہاں مسلمانوں کی امانتیں جمع ہیں اگر تمہاری بھی کوئی شئی امانت رکھی ہوگی تو اس سے امداد مل جائے گی۔ میں نے دیکھا تو وہ گول پہاڑ تھا

بہت سے دروازے اس میں بنے ہوئے ان پر پردے پڑے ہوئے اور ہر دروازہ کی دونوں چوکھٹیں سونے کی، یاقوت اور موتی جڑی ہوتی۔ ہر دروازے پر ریشمی پردے تھے جس وقت میں نے اس پہاڑ کو دیکھا تو میں اس کی طرف دوڑا اور وہ سانپ بھی میرے پیچھے دوڑا۔ جب اس کے قریب پہنچا تو چند فرشتوں نے پردے اٹھا کر اس کے دروازے کھول دیئے اور انھوں نے خود ہی دیکھنا شروع کر دیا کہ شاید ان امانتوں کے اندر اس نا امید کی بھی کوئی امانت مل جائے اور وہ اسے اس کے دشمن سے بچالے جس وقت پردے اٹھ گئے اور دروازے کھل گئے تو بہت سے بچے چاند سے چہرے چمکاتے ہوئے نکلے اور وہ سانپ میرے پاس ہی آگیا۔ میں اپنی فکر میں نہایت ہی حیران اور متردد تھا، اتنے میں ایک بچے نے چیخ کر کہا کہ افسوس تم سب تو موجود ہو اور وہ اس کے پاس پہنچ گیا ہے۔ یہ سنتے ہی جماعت بچوں کی نکلی اور میری بیٹی جو مرگئی تھی یکایک وہ بھی آنکلی اور مجھے دیکھ کر رونے لگی اور کہا ہائے واللہ! میرے ابا! یہ کہتے ہی تیر کی طرح ایک نورانی مکان میں چلی گئی۔ پھر اپنا بایاں ہاتھ میرے داہنی طرف بڑھایا۔ میں بھی اوپر چڑھ گیا اور اس نے اپنا داہنا ہاتھ اس سانپ کی طرف کیا تو وہ فوراً پیچھے کی طرف بھاگ گیا۔ پھر اس نے مجھے بٹھالیا اور خود میری گود میں بیٹھ گئی اور میری داڑھی پر ہاتھ مار کر کہا اے ابا! اَلَمْ یَأْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُھُمْ لِذِکْرِ اللّٰہِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ۔ یعنی کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اللہ کے ذکر اور حق (احکام) نازل شدہ سے مسلمانوں کے دل ڈر جائیں۔ اس پر میں رونے لگا۔ میں نے پوچھا کہ اے بیٹی کیا یہاں تم قرآن شریف بھی سیکھتی ہو۔ کہا کہ ہم تم ہی سے سیکھتے ہیں۔ میں نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کہ یہ سانپ جو مجھے کھانے کو آتا تھا یہ کیا بلا تھی۔ کہا یہ تمہاری بدافعالیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ تھا۔ تم ہی نے اسے بڑھا بڑھا کر ایسا قوی کر دیا تھا کہ اب تمہیں یہ دوزخ میں جھونکنا چاہتا ہے۔ میں نے پوچھا یہ بوڑھے صاحب کون تھے جن کے کہنے پر میں یہاں آیا تھا۔ کہا اے ابا! یہ تمہارے اعمال صالحہ اور نیک افعال تھے۔ تم نے ان کو ایسا ضعیف و ناتوان کر رکھا ہے کہ تمہارے بداعمال کے مقابلے میں ان میں طاقت نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس پہاڑ میں تم کیا کرتی ہو۔ کہا ہم سب مسلمانوں کے بچے ہیں قیامت آنے تک ہم یہاں رہیں گے تمہارے آنے کا ہمیں انتظار رہتا ہے تاکہ ہم تمہارے لیے سفارش کریں۔ تھوڑی دیر کے بعد میری آنکھ کھلی تو میں گھبرایا اور رعب مجھ پر چھایا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو جو کچھ میرے پاس تھا سب

دے دلا دیا۔ اور اللہ کے سامنے توبہ کی۔ بس یہی میری توبہ کا باعث ہوا (میں کہتا ہوں) حدیث شریف میں آیا ہے کہ انسان کے اعمال اس کے ساتھ قبر میں دفن ہوتے ہیں تو وہ اس کو آواز دیتے ہیں۔ اگر وہ کریم (اور کسی لائق) ہیں تو اس کا اعزاز واکرام کرتے ہیں اور اگر لئیم (اور بیکار) ہیں تو وہ اس کو آزار دیتے ہیں۔ یعنی اگر اعمالِ صالحہ ہیں تو اس شخص سے محبت کرتے ہیں اور اسے خوش رکھتے ہیں اور اس کی قبر کو نورانی اور فراخ کر دیتے ہیں اور تکلیفوں سے بچائے رکھتے ہیں۔ اور بُرے عمل ہیں تو اُسے پریشان کرتے ڈراتے اور تکلیف دیتے ہیں اور قبر میں اندھیرا کر کے اُسے تنگ کر دیتے ہیں اور عذاب کراتے ہیں۔ ملک یمن کے شہروں میں میں نے بعض صالحین سے سنا ہے کہ ایک میت کو جب دفن کر کے لوگ واپس آنے لگے تو قبر میں سے ایک بڑے دھماکے کی آواز آئی اور قبر میں سے ایک کالا کتا نکل بھاگا۔ ایک بڑے صالح آدمی وہیں تھے۔ انہوں نے اس کتے سے کہا تیرا ناس ہو تو کون بلا ہے۔ وہ بولا۔ میں اس میت کا بد عمل ہوں۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ (جو آواز آئی تھی اس کی) چوٹ تیرے لگی تھی یا میت کے۔ کہا میرے ہی لگی تھی۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ اس کے پاس سورۃ یٰسٓ وغیرہ جن کا یہ شخص ورد رکھتا تھا آگئیں اور مجھے اس کے پاس تک نہ جانے دیا بلکہ مار کے نکال دیا (میں کہتا ہوں کہ) اس کے نیک عمل قوی تھے۔ اور اللہ کی رحمت وعنایت سے اس کے بداعمال پر غالب آگئے۔ اگر بداعمال قوی ہوتے تو وہی غالب آتے اور اُسے عذاب اور طرح طرح کی تکلیفیں دلاتے۔

حکایت (۱۵۲) ایک بداعمال، بدکردار آدمی کی حکایت ہے کہ جس وقت وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کے واسطے قبر کھدوائی۔ دیکھیں تو قبر میں ایک بہت بڑا سانپ ہے۔ پھر انہوں نے دوسری کھدوائی تو اس میں بھی وہ سانپ تھا۔ غرضکہ اس طرح کرتے کرتے تیس کے قریب قبریں کھودی گئیں اور سب میں ویسا ہی سانپ نکلتا رہا۔ آخر جب یہ دیکھا کہ اللہ کے عذاب سے کوئی بھاگ نہیں سکتا اور نہ کوئی اس پر غالب آسکتا ہے۔ تو مجبور ہو کر اس سانپ ہی کے پاس اس کو دفن کر دیا اور یہ سانپ اس کا عمل ہی تھا۔ جیسا کہ ہم نے مالک بن دینار کی حکایت میں ذکر کیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں تمہیں سب کو اس سے بچائے۔ آمین

حکایت (۱۵۳) ابو اسحاق فزاری فرماتے ہیں کہ ایک آدمی اکثر ہمارے پاس بیٹھا تھا اور اپنا آدھا چہرہ ڈھانکے رکھتا تھا۔ ایک روز میں نے اس سے کہا کہ تم اکثر ہمارے پاس بیٹھتے ہو اور آدھا چہرہ چھپائے رکھتے ہو اسکی وجہ کیا ہے۔ کہا تم مجھ سے عہد کرو (کہ اور کسی سے نہیں کہو گا)

میں نے کہا ہاں میں عہد کرتا ہوں۔ کہا میں کفن کھسوٹی کیا کرتا تھا۔ ایک روز ایک عورت دفن ہوئی تو میں اس کی قبر پر پہنچا اور اُسے کھود کر اس کی اینٹیں نکال دیں۔ بعد میں اس کی پوٹ کی چادر کھینچ لی۔ پھر کفنی کھینچنے لگا تو وہ مجھ سے نہ کھنچ سکی آخر میں دونوں گھٹنے زمین پر ٹیک کر اُسے کھینچنے لگا۔ اس عورت نے ہاتھ اٹھا کر میرے منہ پر طمانچہ مارا۔ پھر میں نے جو منہ کھول کر دیکھا تو اس کی پانچوں انگلیاں میرے منہ پر بنی ہوئی تھیں۔ میں نے اس سے کہا پھر تم نے کیا کیا۔ کہا میں نے اس کی چادر وغیرہ سب اسی طرح کر دی اور اینٹیں اور مٹی بھی اسی طرح لگا دی۔ اور اپنے اوپر یہ عہد کیا کہ جب تک زندہ رہوں گا کبھی قبر کو نہیں کھودوں گا۔ کہتے ہیں پھر میں نے اوزاعی علیہ الرحمۃ کو یہ قصہ لکھا تو انہوں نے جواب میں یہ تحریر فرمایا کہ اس سے پوچھو کہ کم بخت ایسے مردوں کے ساتھ بھی ایسا کرتا تھا کہ جو اہلِ توحید سے ہوں اور منہ ان کا قبلہ رخ ہوتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اس نے کہا اکثروں کے منہ قبلہ سے پھرے ہوتے تھے۔ میں نے یہی اوزاعی کو لکھ دیا۔ انہوں نے جواب میں میرے تین مرتبہ یہی لکھا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ یاد رکھو جس کا منہ قبلہ سے پھر گیا تو وہ دین کے مخالف ہی مرا۔ فقط۔

حکایت (۱۵۴) روایت ہے کہ ایک آدمی کا دم نکلتا تھا اسلیے لوگ اُسے کلمہ بتاتے تھے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ مگر اس کے منہ سے کلمہ کے عوض یہ شعر نکلتا تھا۔

یَا رُبَّ قَائِلَۃٍ یَوۡمًا وَقَدۡ تَعِبَتۡ ۔۔۔ اَیۡنَ الطَّرِیۡقُ اِلٰی حَمَّامِ مِنۡجَابَ

اور اصل واقعہ اس کا یہ ہے کہ ایک عورت حمام کے ارادے سے جا رہی تھی۔ اس حمام کو لوگ منجاب کہتے تھے۔ وہ عورت راستہ بھول گئی اور چلنے سے تھک گئی۔ یہ آدمی اپنے دروازہ پر کھڑا ہوا اسے ملا اُس نے اس سے حمام کا پتہ پوچھا۔ اُس نے اپنے گھر کی طرف اشارہ کر کے کہا حمام یہی ہے وہ اندر چلی گئی تو اس نے فوراً دروازہ بند کر لیا۔ جب اس عورت نے یہ سمجھا کہ اس مرد نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے تو اس نے اس کے سامنے اپنی خوشی اور رضامندی ظاہر کی اور اس سے کہا کہ تم کچھ خوشبو وغیرہ بازار سے لے آؤ تاکہ ہم پہلے لگا لیں۔ مرد فوراً نکل کر چل دیا اور دروازہ کھلا چھوڑ دیا۔ عورت اُسے دھوکا دے کر اس کے مکر سے بچ کر نکل گئی۔ جب وہ مرد فسق و فجور کی نیت سے لوٹ کر آیا تو گھر میں سوائے رونے کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اسی وقت گھبرایا ہوا یہ شعر مذکورہ پڑھتا ہوا گھر سے نکل پڑا۔ یہاں تک کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی شہادت کے عوض بھی یہی شعر پڑھتا رہا۔ حالانکہ وہ اس وقت موت کی سختیوں میں مبتلا تھا۔

حکایت (۱۵۵) ایک اور آدمی کی حکایت ہے کہ وہ بھُس فروشی کا پیشہ کرتا تھا اور خدا تعالےٰ سے بالکل غافل تھا۔ جب وہ مرنے لگا تو لوگ اُسے کلمہ پڑھاتے تھے۔ اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے داموں کا ہے۔ اس کے بعد ایک شیخ کامل نے اپنے مریدین سے فرمایا کہ تم کلمہ شہادت کا بکثرت ورد رکھا کرو تاکہ اس کے پڑھتے پڑھتے انتقال ہو جیسا کہ یہ آدمی زندگی بھر یہی کلمہ کہتا رہا اور اب مرتے وقت بھی یہی منہ سے نکلا۔ ایک صالح آدمی کی حکایت ہے کہ وہ قرآن شریف کی تلاوت بہت کرتے تھے جب ان کا انتقال ہونے لگا تو ان سے لوگوں نے کہا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہو اس کے جواب میں انہوں نے یہ پڑھا۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ طٰہٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓی سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی تک۔ پھر جب انہیں کلمہ پڑھاتے تو وہ بار بار اسی کو پڑھنے لگتے۔ یہاں تک کہ اسی آیت کریمہ کے پڑھتے ہوئے ان کا انتقال ہوگیا۔ یہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس حالت میں انسان اپنی زندگی گذارے گا اسی پر اس کی وفات ہوگی اور جس پر وفات ہوگی اسی حالت پر اس کا حشر ہوگا۔ اللہ تعالےٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ رحیم و کریم سب کو سُنّت و جماعت اور اسلام پر مرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حکایت (۱۵۶) ایک عابدہ عورت کی حکایت ہے لوگ اسے باہیہ کہتے تھے۔ جس وقت وہ مرنے لگی تو آسمان کی طرف اس نے منہ اُٹھا کر یہ دُعا کی کہ الٰہی میرا ذخیرہ اور توشہ تو ہی ہے۔ مرنے اور جینے میں میں نے تجھ پر ہی بھروسا کیا۔ اب مرنے کے وقت تو مجھے ذلیل نہ کیجیو اور قبر میں وحشت ہونے سے محفوظ رکھیو۔ جب وہ مر گئی تو اس کے بیٹے نے یہ التزام کر لیا کہ ہر جمعرات اور جمعہ کو قبر پر جاتا اور اسکی قبر پر کچھ قرآن کی آیتیں وغیرہ پڑھ کر اپنی والدہ اور سب مردوں کے حق میں دعا اور استغفار کرتا۔ وہ کہتا ہے ایک مرتبہ میں نے اپنی والدہ کو خواب میں دیکھا۔ اوّل میں نے سلام کیا۔ پھر پوچھا اماں کس طرح ہو کیا حال ہے۔ کہا اے بیٹے موت کی سختیاں اور تکلیفیں تو بہت ہیں لیکن میں تو قیامت تک کے لیے اللہ کے فضل و کرم سے عالم برزخ میں ہوں یہاں فرش بچھے ہوئے ہیں اور سندس واستبرق کے گاؤ تکیے لگے ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا تمہیں کسی شئی کی ضرورت ہے۔ کہا ہاں اے بیٹے یہ جو تم میری زیارت کو آتے ہو اور قرآن شریف وغیرہ پڑھ کر ہمارے لیے دعا کر جاتے ہو یہ ورد نہ چھوڑنا۔ اے بیٹا جمعہ، جمعرات کو تمہارے آنے کی بڑی خوشی ہوتی ہے جس وقت تم میرے پاس آتے

ہو تو یہ سب مردے میرے پاس آتے اور مجھ سے کہتے ہیں کہ اے باہبہ یہ تمہارا بیٹا تمہارے پاس آیا ہے اس سے مجھے بہت خوشی ہوتی ہے اور یہ میرے پاس کے سب مردے بھی خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ پھر میں ہر جمعہ جمعرات ان کی زیارت کو جایا کرتا اور قرآن شریف کی کچھ آیتیں وغیرہ پڑھ کر یہ دعا کیا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وحشت دفع کرکے انسیت تمہیں عطا کرے اور تمہاری تنہائی پر رحم فرمائے اور تمہاری خطائیں معاف فرمائے اور تمہاری نیکیاں قبول فرمائے پھر ایک روز میں سو رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سی مخلوق میرے پاس آئی میں نے پوچھا کہ تم کون ہو کس لیے آئے ہو کہا ہم اہل مقابر ہیں تمہارا شکریہ ادا کرتے آئے ہیں اور یہ التجا کرتے ہیں کہ قرآن شریف وغیرہ پڑھنا تم چھوڑ تا نہیں۔

حکایت (۱۵۷) ایک عالم نے بیان کیا ہے کہ ایک آدمی نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبرستان کے اندر اہل قبور اپنی اپنی قبروں سے نکل کر باہر آرہے ہیں اور (میوے کی طرح) کوئی شی وہاں سے چنتے ہیں مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا شی تھی مجھے اس سے بہت تعجب ہوا اور میں نے دیکھا کہ ایک آدمی ویسے ہی بیٹھا ہوا ہے وہ کچھ نہیں اٹھاتا۔ میں اس کے پاس گیا اور پوچھا کہ یہ لوگ کیا چیز چنتے ہیں اس نے جواب دیا کہ مسلمان جو قرآن وغیرہ پڑھ کر اور صدقہ اور دعا کرکے انہیں ثواب پہنچاتے ہیں یہ اُسے چن رہے ہیں۔ میں نے کہا پھر تم بھی تو ان کے ساتھ ہو تم کیوں نہیں چنتے۔ کہا مجھے اسکی ضرورت نہیں۔ میں نے کہا اس کی وجہ کیا ہے کہا میرا لڑکا روزانہ ایک قرآن شریف پڑھنے کا ثواب مجھے پہنچا دیتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ تمہارا لڑکا کہاں ہے کہا ویسے وہ جوان آدمی ہے فلاں بازار میں تجارت کرتا ہے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی میں فوراً اس بازار میں پہنچا۔ دیکھا تو ایک جوان زلابیہ بیچتا ہے اور ہونٹوں کو ہلاتا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا تم ہونٹوں کو کیوں ہلاتے ہو۔ کہا میں ایک قرآن شریف پڑھ کر اپنے والد کی قبر میں انہیں ثواب پہنچاتا ہوں۔ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مردے اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر بدستور سابق کوئی شی چن رہے ہیں اور وہ آدمی بھی جس کو پہلی مرتبہ خاموش بیٹھا ہوا دیکھا تھا، ان لوگوں کے ہمراہ چن رہا ہے۔ بیدار ہونے کے بعد اس واقعہ خواب پر میں تعجب کرتا ہوا اس تاجر لڑکے مذکور الصدر کی تلاش میں بازار کی طرف گیا۔ وہاں جاکر معلوم ہوا کہ اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ خدا تعالیٰ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آمین۔

حکایت (۱۵۸) نقل ہے کہ ایک عورت کا انتقال ہو گیا اُسے اس کی ایک جاننے

والی عورت نے خواب میں دیکھا کہ اس کے تخت کے نیچے ایک نور کا برتن ڈھکا رکھا ہے۔ اس عورت نے دریافت کیا کہ اس میں کیا ہے۔ کہا اس میں میرے شوہر کا ہدیہ ہے جسے کل رات اس نے میرے واسطے روانہ کیا ہے۔ جب بیدار ہوئی تو اس نے اس عورت کے خاوند سے قصّہ بیان کیا (خاوند نے) کہا میں نے کل شب کچھ قرآن پڑھ کے اس کی روح کو ثواب بخشا تھا۔ (مؤلف کتاب کہتے ہیں) مجھے اطلاع ملی ہے کہ یمن میں ایک میّت کو اس کے دوست نے خواب میں دیکھا۔ اور اس کے ایک اور دوست نے کچھ قرآن شریف کا ثواب اسے پہنچایا تھا خواب میں اس میّت نے کہا کہ فلاں شخص کو میری طرف سے سلام کے بعد کہدو خدا تم کو جزائے خیر دے جس طرح کہ تم نے مجھ کو قرآن شریف کا ہدیہ روانہ کیا ہے۔ اور بعض علماء سے ان کی کتب میں مروی ہے کہ شیخ امام مفتی انام عزالدین ابن عبد السّلام سے ان کی وفات کے بعد خواب میں سوال کیا گیا کہ تم قرآن شریف کے ایصالِ ثواب سے انکار کرتے تھے، اب اس کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ کہنے لگے کہ افسوس ہے میں نے اپنے گمان کے مخالف دیکھا۔ رحمۃ اللہ علیہ)

حکایت (۱۵۹) صالح مری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں شب جمعہ کو جامع مسجد میں گیا تا کہ فجر کی نماز وہاں ادا کروں۔ راستہ میں ایک قبرستان پر میرا گذر ہوا اور ایک قبر کے پاس بیٹھ گیا۔ وہیں میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ اہل قبور سب کے سب اپنی قبروں سے نکل کر حلقہ باندھے بیٹھے آپس میں گفتگو کر رہے ہیں اور ایک جوان میلے کپڑے پہنے ہوئے غمگین ایک کونے میں تنہا بیٹھا ہے۔ ناگہاں چند فرشتے ہاتھوں میں نور کے طبق لیے ہوئے نازل ہوئے جو رومال سے ڈھکے ہوتے تھے جن جن کو وہ طبق ملے وہ اپنا اپنا طبق لے کر اپنی اپنی قبروں میں داخل ہو گئے۔ صرف وہ جوان باقی رہا اور غمگین بلا کسی شئی کے قبر میں داخل ہونے کا قصد کر رہا تھا۔ میں نے کہا اے اللہ کے بندے کیا وجہ ہے کہ میں تجھے غمگین پاتا ہوں اور یہ کیا واقعہ ہے جو میں نے دیکھا۔ کہا اے صالح تم نے طبق دیکھے۔ میں نے کہا ہاں۔ وہ کیا تھا کہا وہ صدقات اور دعائیں تھیں جو زندوں کی جانب سے مُردوں کو بھیجی جاتی ہیں، ان کے پاس ہر شب جمعہ اور روز جمعہ کو پہنچتی ہیں۔ پھر اس نے ایک دراز تقریر کی جس کا حاصل یہ تھا کہ اس کی ایک ماں ہے جو دنیاداری میں مشغول ہے۔ اور اسے بھول گئی ہے اور اس نے نکاح بھی کر لیا ہے اور وہ لہو و لعب میں مشغول ہے اور اب میں اسی قابل ہوں کہ غم کروں کیونکہ اب میرا یاد کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ شیخ صالح نے اس سے اس کی ماں کا پتہ اور محلہ دریافت کیا اس نے بتلا یا۔

صبح کو صالح مریؒ نے اس محلہ میں جا کر اس کی ماں کو دریافت کیا۔ لوگوں نے پتہ بتایا۔ پھر اس کی ماں نے پردہ کی آڑ میں بات چیت کی اور اس کے لڑکے کا سارا حال بیان کیا۔ یہ سُن کر وہ رونے لگی اور اس کے آنسو رخساروں پر جاری ہو گئے۔ پھر کہنے لگی اے صالح وہ میرا بیٹا اور میرے جگر کا ٹکڑا تھا، جس کے لیے میں نے اپنے پیٹ کو گھر بنایا اور اپنی پستانوں کو مشک بنایا، اپنی گود کو محلہ بنایا تھا، پھر ایک ہزار درہم مجھے دیے اور کہا یہ اس کے واسطے صدقہ کرو اور میں اس کو دُعا اور صدقہ سے عمر بھر نہ بھولوں گی۔ انشاء اللہ۔ صالح کہتے ہیں میں نے وہ دراہم اس عورت کی جانب سے خیرات کر دیئے دوسرے جمعہ کو پھر میں جامع مسجد کے قصد سے نکلا اور اس مقبرہ میں ایک قبر سے تکیہ لگا کے لیٹ گیا اور میں نے وہی منظر دیکھا کہ سب اہلِ قبور ایک ایک کر کے اپنی قبروں سے نکلے اور وہ جوان بھی سفید لباس پہنے خوش خوش نکلا اور میرے قریب آکر کہنے لگا کہ اے صالح خداوند عالم تجھے میری طرف سے جزائے خیر عطا کرے میرے پاس بھی ہدیہ پہنچ گیا۔ میں نے سوال کیا کہ تم لوگ جمعہ کو جانتے ہو۔ کہا ہاں پرندے ہوا میں اس دن کو جانتے ہیں اور کہتے ہیں السلام السلام اے یوم صالح خدا اس کی برکت ہم پر بار بار لوٹائے۔ آمین۔

حکایت (۱۶۰) مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں کچھ لوگ دیکھے جو جنازہ لیے جا رہے تھے اور سوائے حاملین جنازہ کے اور کوئی شخص جنازہ کے ہمراہ نہ تھا۔ میں نے ان لوگوں سے اس کی وجہ دریافت کی کہنے لگے کہ یہ شخص بہت بڑا گناہ گار تھا۔ مالک ابن دینار کہتے ہیں میں نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور قبر میں اُتارا اور وہاں سے آگے ایک جگہ سایہ میں لیٹ گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے اور اس کی قبر شق کی۔ اور ایک ان میں سے قبر کے اندر داخل ہوا اور اپنے ساتھی سے ..... کہنے لگا کہ اس کو اہلِ نار میں لکھ لیجیے۔ کیونکہ اس کا کوئی عضو گناہ سے محفوظ نہیں ہے۔ اس ساتھی نے کہا بھائی جلدی نہ کرو اس کی آنکھوں کو دیکھو۔ کہا میں نے خوب دیکھا وہ نظرِ بد اور حرام سے پُر ہیں۔ کہا کانوں کو دیکھ اور آزما۔ کہا وہ بھی فواحش و منکرات کے استماع سے پُر ہیں۔ کہا اس کی زبان پر غور کر کہنے لگا وہ بھی ارتکاب محرمات سے پُر ہے۔ کہا اس کے ہاتھوں کو دیکھ کہا وہ بھی تناول حرام اور شہوات سے پُر ہیں۔ کہا اس کے پاؤں کو دیکھ کہا وہ بھی میں نے دیکھے کہ امور مذمومہ سے اور ناپاک جگہ کی طرف دوڑنے سے پُر ہیں پھر کہا اے بھائی جلدی نہ کر اب مجھے اترنے دے چنانچہ دوسرا فرشتہ اترا اور ایک ساعت اس کے پاس رہا۔ پھر کہا اے بھائی میں نے اس کا قلب دیکھا کہ

ایمان سے پُر ہے۔ لکھدے کہ یہ مرحوم اور سعید ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کا فضل اس کی خطا اور گناہوں کو دھو دے گا اور دو شعر پڑھے۔

لما رادہ مبعدا عن طاعتی حکموا بانی لا اجود برحمتی

حلمی اجلُّ ولن یضیق علی الوری من ذا یُحدُّ اوامری ومشیتی

(ترجمہ) جب لوگوں نے بندہ کو میری عبادت سے دور رہتے دیکھا تو حکم لگادیا کہ میں اپنی رحمت سے اُسے نہ بخشوں گا۔ حلم میرا بہت بڑا ہے اور مخلوق پر حلم کا دروازہ تنگ نہیں ہے۔ میرے احکام اور مرضیات کو کون پورا کر سکتا ہے (مؤلف کہتے ہیں) یہ کیفیت اس شخص کو عنایت خداوندی سے حاصل ہوئی اس پر غرہ نہ کریں کیونکہ سب گناہگاروں کو یہ بات حاصل نہیں ہے گنہگار اس خطرہ سے بالکل محفوظ نہیں ہیں کہ مشیت ایزدی سے کیا حال درپیش ہو۔ بلکہ ہر ایک صالح اور نیک آدمی کو بھی یہ اندیشہ ہے کہ اس کا خاتمہ کیسا ہو۔ ہم خدا تعالےٰ سے حسن خاتمہ اور دنیا و آخرت کی عافیت و مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے اور ہمارے احباب اور جملہ مسلمان بھائیوں کے لیے دین سلامت رکھے۔ آمین۔

حکایت (۱۹۱) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے اہل قبور کے مقامات معلوم ہو جائیں۔ چنانچہ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم کی گئی ہے اور قبریں شق ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی سندس کے فرش پر کوئی حریر پر، کوئی دیبا پر، کوئی تخت پر، کوئی پھولوں کی سیج پر سویا ہوا ہے اور کوئی رو رہا ہے۔ کوئی ہنس رہا ہے۔ میں نے کہا اے اللہ اگر آپ چاہتے تو ان سب کو ہلاک کر دیتے۔ اسی وقت اہل قبور میں سے ایک نے چلا کر کہا۔ اے شخص یہ مراتب اعمال کے ہیں۔ اصحاب سندس، نیک خلق والے لوگ ہیں۔ اصحاب دیبا و حریر شہدا ہیں۔ پھولوں کی سیج والے لوگ صائمین ہیں۔ اور ہنسنے والے لوگ اہل توبہ ہیں اور رونے والے لوگ گنہگار ہیں اور بڑے درجوں والے اللہ کے واسطے باہم محبت رکھنے والے لوگ ہیں (مؤلف کہتے ہیں) کہ اصل میں یونہی مذکور ہے جس سے میں نے نقل کیا ہے کہ تفصیل میں اہل مراتب بھی مذکور ہیں حالانکہ اس کا ذکر پہلے نہیں ہوا ہے البتہ اصحاب سریر کا یعنی تخت والوں کا ذکر پہلے ہوا ہے اور اس کی تفصیل اب تک نہیں آئی، کہ وہ کون لوگ ہیں۔ شاید اہل مراتب سے مراد تخت والے ہی ہیں۔ اگرچہ حقیقت مراتب کی علو منزلت اور شرف مرتبہ ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ اہل سریر زمین پر لیٹنے والوں سے اونچے

ہیں اگرچہ یہ لوگ ریشمی فرش پر کیوں نہ ہوں اور سریر بھی ایسے فرش سے خالی نہ ہوں گے۔
جب کہ یہ تخت ان کو ان کی بزرگی کی وجہ سے عنایت ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہاں تخت کے ساتھ
فرش کا ذکر نہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا "عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ" یعنی تخت پر مقابل بیٹھے ہوں گے
یہاں پر فرش کا ذکر نہیں ہے لیکن اور آیات سے معلوم ہوا ہے کہ ان پر فرش بھی ہو گا۔
چنانچہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ بادشاہ سلامت تخت سلطنت پر جلوہ افروز تھے اور ہم ان
کے پاس بیٹھے تھے۔ جس سے دو باتیں خود بخود معلوم ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ تخت پر بستر بچھا ہوا
تھا۔ اگرچہ اس کا ذکر کلام میں نہیں ہوتا اور دوسرے یہ کہ بادشاہ سلامت ہم سے اونچے
بیٹھے تھے اور ہم ان سے نیچے تھے۔ کیونکہ بادشاہ اپنے ہمراہ دوسرے کو تخت پر نہیں بٹھلاتا
ہے، نہ دوسرے کے برابر زمین پر بیٹھتا ہے۔
روایت ہے کہ احنف بن قیس مسلمانوں کی ایک ضرورت سے کسی بادشاہ کے یہاں تشریف
لے گئے اور اس بادشاہ کے برابر اس کے تخت پر بیٹھ گئے۔ جب اسکے چہرے پر آثار غضب کے
ملاحظہ کیے تو فرمایا جو شخص دن میں تین بار استنجا کرتا ہو وہ اپنے جیسے پر کیا فخر کر سکتا ہے۔
علیٰ ہٰذا۔ جب عبد المطلب ایک بادشاہ کے پاس کسی ضرورت سے گئے اور بادشاہ نے ان کی
وجاہت اور ان کی شرافت کی خبر سنی اور ان کی شیریں کلامی ملاحظہ کی تو بادشاہ نے ان کی عزت کی
اور ان کو اپنے سامنے تخت سے نیچے بٹھانا پسند نہ کیا۔ نہ تخت شاہی پر اپنے برابر بٹھلانا گوارا
کیا۔ آخر تخت سے اتر کر ان کے برابر زمین پر بیٹھا اور ان کی حاجت پوری کی اور بڑی عزت کے
ساتھ رخصت کیا۔ ان قصوں کی بنا پر بھی متحابون فی اللہ کا دوسرے لوگوں سے جو کہ اس خواب میں
مذکور ہیں افضل و اعلیٰ ہونا معلوم ہوتا ہے اور حدیث شریف میں بھی آیا ہے جو صحیح ترمذی
سے پہلے نقل کی جا چکی ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی المتحابون فِی اللّٰہ لھم منابر من نور
یَغْبِطُھُمُ النَّبِیُّوْنَ وَالشُّھَدَاءُ یعنی اللہ واسطے کی محبت کرنے والوں کے لیے نور کے
منبر رکھے جائیں گے جس پر انبیا اور شہدا رشک کریں گے اور موطا میں مذکور ہے قَالَ اللّٰہُ
تعالیٰ وجبت محبتی للمتحابین فیَّ والمتجالسین فیَّ والمتزاورین فیَّ والمتباذلین
فیَّ۔ یعنی میری محبت ان پر واجب ہے جو میرے واسطے محبت کرتے ہیں اور میرے لیے مل کر
بیٹھتے ہیں اور میرے واسطے ملتے ہیں اور میرے واسطے خرچ کرتے ہیں۔ ان دونوں حدیثوں
سے بھی واضح ہو گیا کہ مراد اصحاب مراتب سے اصحاب سر ہیں یہ بڑا رتبہ ہے اور کامل شرف ہے

اس کے ساتھ خوشی عیشی اور رویت جمال خداوندی اور قرب مولیٰ بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نعمت اور زیادہ کرے اور ان پر اور ہمارے اوپر اپنے کرم سے فضل فرمائے۔ آمین۔ رہا یہ کہ یہاں پر متحابین کا تخت پر دیکھا جانا مذکور ہے اور حدیث میں منبر نور کا ذکر ہے، ان میں کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ منبر قیامت میں ہوں گے اور تخت قبر میں جیسا کہ خواب مذکور میں نظر آیا اور آگے بھی آئے گا۔ انشاء اللہ۔

حکایت (۱۶۲) بعض گورکن ثقات سے مروی ہے کہ کسی نے ایک شہر میں کسی کی قبر کھودی دیکھا کہ اس میں ایک شخص تخت پر بیٹھے قرآن شریف تلاوت کر رہے ہیں یہ بھی کہتا تھا کہ اس تخت کے نیچے نہر جاری تھی۔ یہ دیکھ کر اس پر غشی طاری ہو گئی۔ لوگوں نے اس کو قبر سے نکالا۔ لیکن کسی کو اس کے بیہوش ہونے کی وجہ معلوم نہ ہوئی۔ اس شخص کو دوسرے یا تیسرے روز ہوش آیا تو اپنا قصہ لوگوں سے بیان کیا۔ ایک شخص نے اصرار کیا کہ اُسے اس قبر کا پتہ بتا دے۔ اس کا ارادہ ہوا کہ اس شخص کا پتہ بتا دے۔ تو رات کو خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ وہ صاحب قبر اس سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تو نے میری قبر کسی کو بتائی تو فلاں فلاں مصائب میں مبتلا ہو گا۔ جب خواب سے بیدار ہوا تو اپنے ارادہ سے توبہ کی اور ان کی قبر چھپا دی۔ پھر کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ کہ وہ قبر کہاں ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۱۶۳) منصور ابن عمار فرماتے ہیں کہ میں نے ایک روز ایک جوان کو دیکھا کہ ڈرنے والوں کی طرح نماز پڑھ رہا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ شاید یہ شخص کوئی ولی ہے۔ میں کھڑا رہا حتیٰ کہ وہ شخص اپنی نماز سے فارغ ہوا۔ میں نے اُسے سلام کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے اس سے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ دوزخ میں ایک وادی ہے جس کا نام لظیٰ ہے جو کھال اتار دے گی۔ اس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیری ہو گی اور بے رخی کی ہو گی اور جمع کیا ہو گا۔ پھر اس کو اٹھا اٹھا کر رکھا ہو گا۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔ جب افاقہ ہوا تو کہنے لگا اور کچھ سناؤ۔ میں نے یہ آیت سُنائی یا ایھا الذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم نارا وقودھا الناس والحجارۃ علیھا ملئکۃ غلاظ شداد لا یعصون اللہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون ○ اے ایمان والو اپنے نفس کو اور اپنے اہل کو نار سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر سخت شدید فرشتے مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم ہوتا ہے

بجالاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ شخص گر پڑا اور جان بحق تسلیم کی۔ میں نے اس کا سینہ کھول کر دیکھا تو اسکے سینہ پر قلم قدرت سے لکھا ہوا تھا فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ (یعنی وہ عیش پسندیدہ میں رہے گا اعلیٰ درجہ جنت میں جس کے ثمرات قریب ہیں) جب تیسری رات ہوئی تو میں نے اس کو خواب میں دیکھا کہ وہ تخت پر رونق افروز ہے اور اس کے سر پر تاج رکھا ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا میری مغفرت فرمائی اور مجھے ثواب اہل بدر کا عطا ہوا۔ بلکہ اور زیادہ دیا۔ میں نے کہا زیادہ کیوں رکھا۔ کہا اس وجہ سے کہ وہ کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں اللہ کے کلام سے شہید ہوا۔

حکایت (۱۶۴) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک قبر کھلی ہوئی ہے۔ میں اس میں داخل ہوا تو وہ قبر بہت کشادہ تھی لیکن اس میں سوائے تخت کے چند پایوں کے اور کچھ نہ تھا۔ آنکھ اٹھا کر میں نے دیکھا تو معلوم ہوا وہ تخت بہت اونچا تھا اور اس پر ایک شخص آرام کر رہے تھے میں نے کہا اہل دنیا بھی کیا برے لوگ ہیں، اپنے تکبر اور آرام کو بعد موت کے بھی نہیں چھوڑتے۔ اپنے مردوں کے لیے قبروں میں بھی تخت بچھاتے ہیں یہ سن کر صاحب سریر نے مجھے اپنے پاس بلایا۔ میں تخت کے زیادہ اونچے ہونے کی وجہ سے اس پر نہ چڑھ سکا۔ پھر مجھے اس پر چڑھنے کے واسطے ایک راستہ ملا جو مثل زینہ کے تھا، اس پر چڑھ کر میں اس سونے والے کے قریب مقابل میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میری والدہ ہیں۔ میں نے پوری عظمت اور محبت سے سلام کیا۔ انہوں نے مجھ سے میرے بھائیوں کا جو زندہ تھے حال پوچھا اور جو خواب سے پہلے مر چکے تھے ان کو نہ پوچھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والوں کا حال مردوں کو معلوم ہوتا ہے اور جو لوگ دنیا سے مر کے ان کے پاس جاتے ہیں تو ان سے یہاں والوں کا حال دریافت کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے مجھے بعد سلام اور استفسار حال کے وداع کیا۔ میں خواب سے بیدار ہوا تو اس رخصتی سلام کا رنج اور اس شفقت کا اثر مدت تک مجھے ہوتا رہا۔ بلکہ سالہا سال کے بعد جب وہ قصہ یاد کرتا ہوں تو بھی اس کا پورا اثر دل پر پاتا ہوں۔

حکایت (۱۶۸) مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، مردوں کا دیکھنا خیر یا شر کی حالت میں یہ زندوں کے لیے ایک قسم کا کشف ہے۔ جو حق تعالیٰ ظاہر فرماتے ہیں تاکہ بشارت ہو یا نصیحت ہو یا موتیٰ کے واسطے کوئی بہتری ہو مثل ایصال ثواب یا ادائے قرض یا اور کوئی مصلحت ہوتی ہے اور یہ رویت کبھی خواب میں ہوتی ہے۔ یہ غالب ہے اور کبھی بیداری میں بھی

ہوتی ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامت ہے جو بڑے مرتبے والے اہل حال ہیں وہ موتی کو حالت بیداری میں دیکھتے ہیں۔ جب اللہ تعالےٰ ان کو کسی حکمت سے بتانا چاہتے ہیں اور اس کے بارے میں بہت سی صحیح حکایتیں ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔ منجملہ ان کے ایک وہ ہے جس کو ہم نے آگے شیخ نجم الدین اصفہانی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے ایک میت سے سُنا کہ کہہ رہا ہے اے لوگو! تم تعجب نہیں کرتے کہ مردہ زندہ کو تلقین کرتا ہے جبکہ اس کے سرہانے کوئی شخص تلقین کے لیے کھڑا ہوتا ہے (جیسا کہ گذر چکا) ایک یہ ہے کہ ایک نیک شخص نے مجھ سے شیخ عارف باللہ صاحب المقامات ابو الذبیح اسماعیل ابن محمد یمنی حضرمی سے روایت کی ہے کہ وہ بلادِ یمن میں کسی مقبرہ پر گذرے اور بہت روتے یہاں تک کہ ان پر بہت سخت رنج و غم طاری ہوا اور پھر بہت ہنسے۔ حتیٰ کہ آثار فرحت و سرور کے ظاہر ہونے لگے۔ حاضرین اس واقعہ سے متعجب ہوئے اور ان سے وجہ دریافت کی کہنے لگے اس مقبرہ والوں کی حالت مجھ پر ظاہر کی گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ لوگ معذّب ہو رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں غمگین ہوا اور رویا۔ حق تعالےٰ کی درگاہ میں ان کے لیے تضرع و زاری کی۔ حکم ہوا کہ ہم نے ان کے حق میں تیری سفارش قبول کی۔ یہ سن کر اس قبر والے نے کہا کہ میں بھی ان ہی کے ساتھ ہوں اے اسماعیل! اور میں فلاں مغنیہ ہوں۔ اس پر مجھے ہنسی آئی اور میں نے کہا تو بھی ان کے ساتھ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر شیخ نے گورکن سے دریافت کیا کہ یہ نئی قبر کس کی ہے۔ کہا فلاں مغنیہ کی ہے جس کے واسطے شیخ نے دعا کی تھی۔

حکایت (۱۶۶) مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھے بعض ثقات سے معلوم ہوا کہ شیخ محمد بن ابی بکر حکمی اور شیخ ابو الغیث ابن جمیل قدس اللہ سرہما اپنے زمانہ میں ممتاز اور اہل یمن میں بڑے کامل عارف تھے۔ ان کی وفات کے بعد بعض فقراء ان سے بیعت کی نیت سے آئے۔ چنانچہ شیخ محمد نے اپنے مزار سے نکل کر ان کو بیعت سے سرفراز کیا جو ان سے بیعت ہونے آئے تھے اور ان سے عہد و پیمان کیے جن کا ذکر طویل ہے۔ اور شیخ ابو الغیث نے قبر سے ہاتھ نکالا اور ان لوگوں کو بیعت کیا جو ان سے بیعت کرنے آتے تھے۔ اس کا بیان بھی طویل ہے۔ خدا اُن پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔

حکایت (۱۶۷) مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہلِ علم نے فقیہ امام محب الدین طبری سے روایت کی ہے کہ وہ شیخ عارف باللہ امام اسمٰعیل ابن محمد حضرمی کی صحبت میں رہتے تھے جن کا بیان پہلے مقبرۂ زبید کے ذکر میں گذرا ہے۔ محب الدین طبری فرماتے ہیں کہ ایک بار انہوں نے مجھ سے کہا اے محب الدین تمہارا کلامِ موتیٰ پر ایمان ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمانے لگے اس قبر والے نے مجھ سے کہا کہ میں جنت کے ادنیٰ لوگوں میں ہوں۔ مولف کہتے ہیں کہ ایسی عالمِ بیداری اور خواب کی حکایات بہت زیادہ ہیں اور منجملہ خواب کے ایک یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک شیخ کو جو عالم صالح تھے، ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ان کے پاؤں میں دو خلخال ہیں۔ ہر ایک میں نصف سونا اور نصف چاندی ہے۔ لیکن دونوں میں کسی قسم کا جوڑ اور اتصال نہیں ہے۔ ان کی خوبصورتی دیکھ کر حیرت ہوتی تھی اور وہ اکڑ کر چل رہے تھے۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور میں نے ان خلخالوں کے حسن کی انارت جن کو دست قدرت نے بنایا تھا کسی چیز میں نہیں پائی اور میں نے ایک سُنار سے دریافت بھی کیا کہ ایسی خلخال بنانا ممکن ہے کہا کہ ہم میں اس کی قدرت نہیں نہ ایسا کرنا ممکن ہے کیونکہ اگر ہم سونا چاندی ملا کر زیور بنائیں گے تو ان کے درمیان فصل ضروری ہے۔ اس کے قول سے مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ کی قدرت سے بنی ہوئی چیز مخلوق کی قدرت و اختیار سے باہر ہے۔

حکایت (۱۶۸) مؤلف فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو بعد وفات کے خواب میں دیکھا وہ مجھ پر کچھ غضبناک ہو رہے ہیں۔ کیونکہ میں ان کی وفات کے وقت بہت دور دراز مقام پر تھا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کو نہیں معلوم کہ یعقوب علیہ السلام نے اپنی اولاد کی مفارقت میں کتنے سال تک صبر کیا۔ فرمانے لگے اے بیٹے ہم کو انبیاءؑ کے ساتھ مشابہت دیتا ہے یا یہ کہا کہ ہمارا صبر انبیاء علیہم السلام کے مثل ہو سکتا ہے۔ پھر اس کے بعد ایک بار رجب کی پہلی شب کو جو کہ جمعہ کی شب تھی میں نے ان کو خواب میں دیکھا میں تلاوتِ قرآن کے بعد اُن کی قبر پر لیٹ گیا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر تین احسان فرمائے ہیں۔ ایک ان میں سے تمہاری ملاقات ہے، اور دوسروں کے بیان سے پہلے میری آنکھ کھل گئی۔ اللہ ربّ العزت ان کے اور ہمارے ساتھ اچھا معاملہ کرے اور ہمارے سب کے گناہ معاف فرمائے۔ آمین۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اہلِ سنت کا مذہب یہ ہے کہ ارواحِ موتیٰ بعض اوقات اعلیٰ علیین اور سجین سے ان کے

جسموں میں آتی ہیں حسب حکم الٰہی ہوتا ہے اور اکثر شب جمعہ اور روز جمعہ کو ایسا ہوتا ہے اور باہم گفتگو کرتے ہیں اور اہل نعم کو نعمت اور اہل عذاب کو عذاب اس وقت مع الجسم ہوتا ہے اور جب ارواح علیین اور سجین میں ہوتی ہیں تو ان کو وہاں روحانی عذاب و ثواب ہوتا ہے اور قبر میں راحت و عذاب روح اور جسم دونوں کو ہوتا ہے اور شب جمعہ اور روز جمعہ میں عذاب نہیں ہوتا یہ اللہ کی رحمت اور جمعہ کی برکت ہے۔ میرے نزدیک ممکن ہے کہ شب جمعہ کو اور یوم جمعہ کو یہ رفع عذاب صرف گنہگار مومنین ہی سے ہوتا ہو اور کافر سے نہ ہوتا ہو۔ کیونکہ ایک تو کافر مخلّد فی العذاب ہے نہ کہ مومن۔ دوسرے مومن جمعہ کی فضیلت و برکت کا معتقد ہے نہ کافر۔ واللہ اعلم۔

اور دلائل شرعیہ مثل احادیث صحیحہ اور آثار مشہورہ اس پر دال ہیں کہ قبر میں عذاب و ثواب روح و جسم دونوں کو ہوتا ہے اور صرف روح کو عذاب و ثواب علیین و سجین میں ہوتا ہے بقدر اپنی سعادت و شقاوت کے اور یہ امر عقلاً بھی محال نہیں ہے اور نقلاً ثابت ہے جس کا بیان طویل ہے اور یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں ہے۔ علم اصول میں جولانی طبع کے لیے بڑا وسیع میدان ہے۔ جہاں دلائل کے گھوڑے سبقت لے جاتے ہیں اور حجج و بینات کی تلواریں حملہ کرتی ہیں۔ اس میدان میں اہل سنت کی فوج ظفر موج کامیاب اور فتحمند اور اہل بدعت کے لشکر مغلوب و عاجز ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ سے ہم توفیق ہدایت کی دعا مانگتے ہیں اور ناکامی و ہلاکت سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور یہ جو کچھ بیان ہوا ہے کہ کبھی عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور کبھی جسم اور روح دونوں کو ہوتا ہے۔ یہ عالم برزخ کا واقعہ ہے۔ ورنہ بعد قیامت کے عذاب جسم کو روح کے ساتھ ہی ہوگا اس پر جمیع اہل اسلام کا اجماع ہے اور کوئی مسلمان اس کا منکر نہیں ہے۔ البتہ کفار فلاسفہ جسم کے عذاب سے انکار کرتے ہیں اور روح کے عذاب کے قائل ہیں۔ یہ صابئین کہلاتے ہیں۔ اس سے سخت فرقہ فلاسفہ میں طبعیین کا ہے کہ جسم مع الروح کے بارِ دیگر مبعوث ہونے ہی سے انکار کرتے ہیں اور دونوں گروہ سے سخت ایک تیسرا گروہ فلاسفہ کا ہے جو دہریہ کہلاتے ہیں جو جسم اور روح دونوں کے زندہ ہونے کے منکر ہیں اور اپنی جہالت اور کفر سے وجود خالق رب العزت جل جلالہ ہی کے منکر ہیں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ حق تعالیٰ جملہ عیوب سے پاک اور مقدس ہے جس نے ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنایا جو صاحب مقام محمود و لواء معقود و سید الاصفیاء اور خاتم الانبیاء ہیں جن کے وسیلہ سے ہم نے اعتقادات باطلہ سے نجات پائی۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تسلیمًا کثیرًا۔

حکایت (۱۶۹) شیخ ابو علی رودباری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک جماعت فقراء کی آئی۔ ان میں سے ایک فقیر بیمار ہوا اور ایک مدت دراز تک بیمار رہا ہمراہی اس کے تیمارداری سے تنگ آگئے اور ایک دن اس کی شکایت کی شیخ نے اپنے نفس کے خلاف قسم کھائی کہ اس کی خدمت وہ آپ ہی کریں گے اور ایسا ہی ایک مدت تک کیا پھر وہ فقیر مرگیا۔ شیخ نے اسے اپنے ہاتھ سے غسل دیا اور کفن پہنایا اور نماز پڑھ کر دفنایا جب قبر میں لٹا کر اس کے سر کا بند کھولا تو اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ پھر اس نے کہا اے ابو علی مجھے اپنے مرتبہ کی قسم ہے میں قیامت میں تیری ضرور مدد کروں گا۔ جبکہ تونے اپنے نفس کے مخالف ہو کر میری مدد کی۔

حکایت (۱۷۰) شیخ ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مکۂ معظمہ میں تھا۔ ایک دن باب بنی شیبہ پر سے نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت نوجوان کی لاش رکھی ہے میں نے اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمانے لگے اے ابو سعید! تم نہیں جانتے کہ محبانِ الٰہی نہیں مرتے اگرچہ ظاہر میں مرجائیں بلکہ وہ ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف انتقال کرتے ہیں۔

اور ابو یعقوب سنوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ میں آیا اور کہنے لگا اے استاد! کل ظہر کے وقت میں مرجاؤں گا۔ یہ دینار لیجیے اور نصف سے میرا کفن اور نصف سے دفن کیجیے۔ جب ظہر کا وقت آیا تو وہ شخص حرم میں آیا اور طواف کیا اور وہاں سے کچھ آگے بڑھ کر مرگیا۔ میں نے اسے غسل دیکر دفنایا۔ جب قبر میں رکھا گیا تو اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں میں نے کہا کیا مرے پر زندہ ہو رہے ہو، تو کہا میں تو زندہ ہی ہوں اور محبانِ خدا زندہ رہتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۱۷۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک مرید کی میت کو غسل دے رہا تھا کہ اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے کہا اے بیٹے میرا انگوٹھا چھوڑ دے۔ میں جانتا ہوں کہ تو مرا نہیں ہے۔ بلکہ یہ انتقال ہے ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف۔ یہ سن کر اس نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھے خبر دی گئی کہ ایک میت کے نہلانے والے نے میت کے ناخن تراشے ایک ناخن کچھ زیادہ کٹ گیا تو اس میت نے ہاتھ کھینچ لیا۔ اس نہلانے والے نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ میت مسکرا رہی تھی۔ نہلانے والی اور میت دونوں عورتیں تھیں اور دونوں نیک بخت معلوم ہوتی ہیں۔ انشاء اللہ۔

شیخ ابن جلاء رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد ماجد کا انتقال ہوا تو تختہ غسل پر ہنسنے لگے۔ کوئی شخص ان کے غسل کی جرأت نہیں کرتا تھا اور سب کہتے تھے کہ وہ زندہ ہیں حتی کہ ایک شخص ان کے ہم صحبتوں میں سے آیا اور اس نے ان کو غسل دیا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۷۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم ایک کشتی پر سوار تھے اور ایک شخص جو بہت دنوں سے بیمار تھا، مر گیا، ہم نے اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کی اور اس کو سمندر میں ڈالنا چاہا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ناگہاں سمندر کے دو حصے ہو گئے اور پانی ہٹ گیا اور کشتی زمین پر جا لگی۔ ہم کشتی سے اترے اور قبر کھود کر انہیں دفنایا۔ جب ہم فارغ ہو گئے تو پانی مل گیا اور کشتی پانی پر چڑھ گئی۔ اور منقول ہے کہ ایک فقیر نے کسی اندھیرے مکان میں وفات پائی جب اس کو غسل دینے لگے تو چراغ کی تلاش ہونے لگی۔ چنانچہ روزن سے ایک نور پیدا ہوا جس کی روشنی سارے گھر میں پھیل گئی اور اس کے اجالے میں نہلایا گیا۔ جب غسل دیکر فارغ ہو گئے تو روشنی جاتی رہی۔ گویا تھی ہی نہیں۔

حکایت (۲۷۲) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو تراب بخشی کو جنگل میں مرا ہوا دیکھا کہ قبلہ کی جانب منہ کیے کھڑے تھے اور کوئی چیز ان کو تھامے ہوئے نہ تھی۔ میں نے چاہا کہ انہیں اٹھا کر لے جاؤں اور دفناؤں مگر نہ ہو سکا۔ اور سنا میں نے ایک ہاتف سے کہہ رہا تھا کہ ولی اللہ کو اللہ کے پاس چھوڑ دے۔ اور روایت ہے کہ جب شیخ ابو علی رودباری رحمتہ اللہ علیہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آنکھیں کھولیں اور فرمانے لگے کہ دیکھو یہ آسمان کے دروازے کھلے ہیں اور یہ جنتیں آراستہ کی گئی ہیں اور ایک قائل کہہ رہا ہے کہ اے ابو علی ہم نے تجھ کو انتہائی درجہ پر پہنچایا۔ اگرچہ تو نے اس کا ارادہ بھی نہ کیا تھا اور چند اشعار پڑھے۔ **شعر** ؎

وحقك لا نظرت الى سواكا	بعين مودة حتى اراكا
ولا استحسنت فى نظرى جمالا	ولا احببت حبا غير ذاكا
ولا استلذذت فى الدنيا لذيذا	ولا لى بغية الا رضاكا
فمن بنظرة فضلا و منا	وبلغنى المنى حتى اراكا

(ترجمہ) قسم ہے تیرے حق کی کہ میں نے تیرے غیر کو نہیں دیکھا محبت کی آنکھ سے یہاں تک کہ تجھ کو دیکھوں۔ اور میں نے کسی جمال کو اچھا نہ سمجھا اور نہ تیری محبت کے سوا کوئی محبت

پیدا کی اور نہ دنیا میں　　لذتوں کا مزہ چکھا۔ اور میری آرزو تیری رضامندی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پس فضل و احسان سے ایک نگاہِ لطف فرمائیے اور مجھے مقصود تک پہنچا دیجئے یہاں تک کہ آپ کے دیدار سے مشرف ہو جاؤں۔

حکایت (۱۷۴) بعض بزرگوں سے روایت ہے کہ حبیب ابن جلاء رضی اللہ عنہ نے وفات پائی لوگوں نے انہیں دیکھا تو وہ ہنس رہے تھے۔ طبیب نے کہا وہ زندہ ہیں۔ پھر ہاتھ لگا کر دیکھا کہا مر گئے ہیں۔ پھر ان کا چہرہ کھول کر دیکھا اور کہا میں نہیں جانتا کہ وہ زندہ ہیں یا مردہ۔ نقل ہے کہ عبداللہ ابن مبارک نے وفات کے وقت اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعَامِلُوْنَ یعنی ایسے وقت کے واسطے چاہیے کہ عمل کرنے والے عمل کرتے رہیں رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ ابو محمد حریری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس نزع کے وقت حاضر تھا۔ جمعہ کا روز تھا۔ وہ قرآن شریف کی تلاوت کر رہے تھے یہاں تک کہ ختم کیا۔ میں نے کہا اے ابو القاسم ایسے وقت میں؟ کہنے لگے پھر کون اس کام کو مجھ سے زیادہ اچھا ادا کرے گا۔ اس وقت میرا صحیفۂ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔

حکایت (۱۷۵) محمد ابن حامد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام احمد ابن خضرویہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ان کی حالت نزع کی تھی اور پچانوے سال کی ان کی عمر تھی۔ ان کے اصحاب میں سے کسی نے ایک مسئلہ پوچھا۔ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور فرمایا اے بیٹے! میں تو ایک دروازہ پچانوے سال سے کھلوا رہا تھا۔ اب اُسکے کھلنے کا وقت آیا ہے نہیں معلوم کہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا شقاوت کے ساتھ اور جواب کا وقت پہنچ گیا ہے۔ اتنے میں ان کے قرض خواہ آئے اور ان پر سات سو دینار کا قرضہ تھا۔ فرمانے لگے اے اللہ! تو نے رہن کو قرض کا وثیقہ بنایا ہے اور تو ان لوگوں کا وثیقہ لینا چاہتا ہے (یعنی میری جان جس پر انہیں بھروسہ تھا) اور تو نے فرمایا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا۔ میرا قرضہ ادا کر دے اور میرے قرض خواہوں کو مجھ سے راضی کر دے تو سب باتوں پر قادر ہے۔ اسی وقت کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ احمد کے قرض خواہ کہاں ہیں وہ لوگ اس کے پاس گئے۔ ان سب کا قرضہ اس نے ادا کیا اور ان کی روح راہی ملک عدم ہوئی رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۷۶) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت شبلیؒ سے کہا

کہ تم اللہ کیوں کہتے ہو اور لا الٰہ الا اللہ کیوں نہیں کہتے۔ فرمایا۔ میں اس کا بدل نہیں چاہتا کہنے لگا اے ابوبکر میں اس سے اعلیٰ وجہ چاہتا ہوں کہنے لگے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ میں وحشت حجاب میں نہ پکڑا جاؤں اُس نے کہا میں اس سے بھی اعلیٰ جواب چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ یعنی کہہ دیجیے اللہ، پھر ان کو اپنے اعتراضات میں کھیلنے دیجیے۔ یہ سُن کر اس نے ایک چیخ ماری اور اس کی روح قبض ہو گئی۔ اس کے اولیا نے حضرت شبلیؒ کو گھیر لیا اور اس کی دیت طلب کی اور خلیفہ کے دربار میں لے گئے۔ قاصدِ خلیفہ نے حضرت شبلیؒ سے ان لوگوں کے دعوے کا حال بیان کیا شبلیؒ نے جواب دیا کہ ایک روح شوق سے رونے لگی۔ جب اُسے بلایا گیا تو چلی گئی اور آوازِ محبوب کی طرف راجع ہوئی اس میں میرا کیا قصور ہے۔ یہ جواب سُن کر خلیفہ نے ایک چیخ ماری اور کہا اسے چھوڑ دو اس کا کوئی قصور نہیں۔

حکایت (۱۷۷) شیخ ابوالحسن مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے نزع کے وقت ایک بزرگ سے کہا کہو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ان بزرگ نے تبسّم فرمایا اور کہا کیا مجھے تعلیم کر رہے ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جسے موت نہیں آتی میرے اور اسکے درمیان حجابِ عزت کے سوا کوئی پردہ نہیں اور اسی وقت انتقال کر گئے۔ شیخ مزنی اپنی داڑھی پکڑ کر یہ کہا کرتے تھے۔ میرے جیسا حجام اولیاء اللہ کو کلمۂ توحید سکھائے بڑی شرم کی بات ہے۔ اور جب یہ حکایت یاد کرتے تو روتے تھے۔ کسی نے ابوالقاسم جنید رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ ابوسعید خراز کو موت کے وقت زیادہ وجد طاری ہو رہا تھا۔ فرمایا کچھ تعجب کی بات نہیں ہے کہ اس کی روح شوق سے پرواز کرے۔ اور شیخ ابو محمد رویم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ جب ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کی وفات قریب ہوئی تو یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ؎

حنین قلوب العارفین الی الذکر ... وتذکارھم عند المناجات للسر...
ادیرت کؤس المنایا علیھم ... فاعفوا عن الدنیا کاعفاء ذی السکر
ھمومھم جوالۃ بمعسکر ... بہ اھل ود اللہ کالانجم الزھر
فاجسامھم فی الارض قتلی لحبہ ... وارواحھم فی الحجب نحو العلی تسری
فماعسرسوا الا بقرب حبیبھم ... وصاعرجوا عن مس بوس وکانہ

(ترجمہ) قلوب عارفین کی رغبت ذکر (محبوب) کیطرف ہے اور اسکی یاد کی طرف ہے جبکہ سرگوشی میں راز کی

باتیں کی جاتیں ان کے اوپر موت کے پیالوں کا دور چلایا گیا تو وہ دنیا سے ایسے غافل ہو گئے۔ جیسے نشے والا غافل ہوتا ہے۔ ان کے افکار ایسے لشکر میں گشت کرتے ہیں جن میں اللہ سے محبت کرنے والے چمکتے ہوئے تاروں کی مانند ہیں، ان کے اجسام زمین پر محبت کے شہید ہیں اور ان کی ارواح پردے میں بلندی کی سیر کرتی ہیں۔ وہ لوگ نزول نہیں کرتے مگر اپنے حبیب کے پاس اور تکلیف اور محنت سے منحرف نہیں ہوتے۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین والمسلمین۔ آمین۔

حکایت (۱۷۸) خلف ابن سالم رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے ابو علی ابن مغیرہ سے کہا کہ تیرا مقام کونسا ہے۔ کہا جہاں عزیز اور ذلیل برابر ہوتے ہیں۔ میں نے کہا یہ مقام کہاں ہے۔ کہا قبرستان میں۔ میں نے کہا شب کے اندھیرے میں تمہیں وحشت نہیں ہوتی کہا اس وقت میں قبر کی اندھیری اور وحشت کو یاد کر لیتا ہوں تو شب کی اندھیری آسان ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا تم نے کبھی قبرستان میں کچھ دیکھا بھی ہو گا۔ کہنے لگے دیکھا تو ہو گا۔ مگر ہول آخرت کے مقابل سارے خوف دھرے رہ جاتے ہیں۔ اور یہ اشعار کسی قبر پر لکھے ہوئے تھے جو بعض لوگوں نے سنائے۔ **شعر**

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ لقاءك لا یرجی وانت قریب
تزید بلی فی کل یوم و لیلۃ وتبلی کما تبلی وانت حبیب

(ترجمہ) مقیم جب تک ہے کہ اللہ تعالے مخلوقات کو زندہ کرے اور تیری لقا نصیب نہیں ہوتی حالانکہ تو قریب ہے۔ ہر دن رات تیری بوسیدگی بڑھتی جاتی ہے اور تو اس بوسیدگی کی حالت میں بھی محبوب ہے۔

حکایت (۱۷۹) امام حجتہ الاسلام ابو حامد غزالی رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ امام الحرمین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ان سے ان کے استاذ ابو بکر امام ابن فورک رضی اللہ عنہ حکایت کرتے ہیں کہ ایام طالبعلمی میں ان کے ایک ساتھی تھے۔ مبتدی تھے اور بہت محنت سے علم حاصل کرتے تھے اور بڑے متقی و عابد تھے اور باوجود سخت کوشش کے انہیں بہت قلیل علم حاصل ہوتا تھا اور ہم ان کی حالت دیکھ کر تعجب کرتے تھے ناگہاں وہ بیمار ہوئے اور اپنی جگہ پر خانقاہ ہی میں رہے اور شفاخانہ نہیں گئے اور میں ان کے پاس ہی رہتا تھا۔ اسی حالت میں انہوں نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے اے ابن فورک لمثل ھذا فلیعمل العاملون یعنی اس جیسے کیلئے چاہیئے کہ عمل

کرنے والے عمل کرتے رہیں اور اسی وقت انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۱۸۰) مالک ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ اپنے ایک ہمسایہ کے پاس جو قریب المرگ تھا گئے۔ وہ شخص کہنے لگا اے مالک دو آگ کے پہاڑ میرے سامنے ہیں اور میں ان پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہوں حضرت مالک فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے اقربا سے دریافت کیا کہ یہ شخص کیا کیا کرتا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اس کے پاس دو پیمانے تھے ایک سے خریدتا تھا اور ایک سے بیچتا تھا (یعنی بڑے پیمانے سے خریدتا تھا اور چھوٹے پیمانے سے بیچتا تھا) میں نے وہ دونوں پیمانے منگا کر توڑ ڈالے۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ اب کیا حال ہے کہنے لگا کہ شدت زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ اسی طرح بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ ایک شخص وزان کو جو نزع کی حالت میں تھا۔ انہوں نے کلمہ توحید کی تلقین کی کہنے لگا کہ میں زبان سے کہہ نہیں سکتا کیونکہ ترازو کا کانٹا میری زبان پر ہے جو مجھے اس کلمہ کے پڑھنے سے روکتا ہے۔ میں نے اس سے دریافت کیا کیا تو پورا نہیں تولتا تھا۔ کہنے لگا تولتا تو پورا ہی تھا لیکن کبھی میری ترازو پر غبار ہوتا تھا مجھے اس کی خبر نہ ہوتی تھی۔

حکایت (۱۸۱) بعض اصحاب احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وفات پائی تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ اکڑ کر چل رہے ہیں میں نے کہا کہ اے بھائی یہ کیسی چال ہے۔ فرمایا کہ یہ دارالسلام میں خدام کی چال ہے۔ میں نے کہا حق تعالے نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا میری مغفرت فرمائی اور سونے کے جوتے پہنائے اور ارشاد ہوا کہ یہ جزا اس قول کی ہے جو تم نے کہا تھا کہ قرآن کلام اللہ ہے حادث نہیں ہے۔ اور حکم ہوا کہ جہاں چاہو چلو پھرو۔ میں جنت میں داخل ہوا تو دیکھتا ہوں کہ سفیان ثوری کے دو سبز پر ہیں اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر اڑتے پھرتے ہیں اور یہ آیت تلاوت کرتے ہیں اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ۔ یعنی حمد و شکر ہے اس اللہ عزوجل کا جس نے اپنا وعدہ ہم سے وفا کیا اور ہمیں زمین جنت کا وارث بنایا اور ہم جنت میں جہاں چاہتے ہیں داخل ہوتے ہیں یہ عمل کرنے والوں کی بڑی اچھی جزا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ عبدالواحد وراق کی کیا خبر ہے۔ فرمایا میں نے انہیں دریائے نور میں کشتی نور پر سوار ہو کر حق تعالی کی زیارت کرتے چھوڑا ہے۔ میں نے کہا حضرت بشر ابن حارث کا کیا حال ہے۔ کہنے لگے واہ واہ ان کے مثل

کون ہو سکتا ہے۔ میں نے انہیں حق تعالیٰ کی طرف دیکھا اور حق تعالےٰ ان کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے کہ اے شخص تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا مرتبہ ہے۔ اور اے وہ شخص جو کہ پیاسا تھا اب پی لے اور اے وہ شخص جو نہیں کھاتا تھا اب سیر ہو لے۔ اور بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ میں نے معروف کرخی رحمتہ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ گویا عرش کے نیچے ہیں اور حق سبحانہٗ وتعالیٰ ملائکہ سے فرما رہے ہیں کہ یہ کون ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ آپ خوب جانتے ہیں اے پروردگار۔ فرمایا یہ معروف کرخی ہیں، جو میرے نشۂ محبت میں بیہوش تھے اور بدون میرے دیدار کے انہیں ہوش نہیں آئے گا۔ اور ربیع ابن سلیمان رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ میں نے دریافت کیا کہ اے ابو عبداللہ اللہ تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا مجھے نور کی کرسی پر بٹھا کر مجھ پر چمکتے ہوئے تازہ موتی نثار کیے۔ اور بعض بزرگوں سے منقول ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابواسحاق ابراہیم ابن علی ابن یوسف شیرازی رضی اللہ عنہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا کہ نہایت سفید لباس پہنے تاج اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت یہ سفید لباس کیسا ہے کہا یہ عبادت کی بزرگی ہے۔ میں نے کہا اور تاج۔ کہا وہ علم کی عزت ہے۔ اور شیخ عارف ابوالحسن شاذلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ نے فرمایا کہ حق تعالےٰ نے امام غزالی سے موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام پر مباہات کی اور فرمایا کہ کیا تمہاری امت میں بھی کوئی ایسا عالم ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ رضی اللہ عنہ وعن جمیع الاولیاء والعلماء اجمعین ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۱۸۲) بلال خواص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں تیہ بنی اسرائیل میں تھا کہ ہو۔ اس نے ایک شخص کو اپنے ہمراہ چلتے دیکھا مجھے تعجب ہوا۔ مجھے پکار کر کہا بلال خواص رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا حق جل وعلا کی قسم ہے۔ سچ بتائیے آپ کون ہیں۔ فرمایا میں خضر ہوں میں نے کہا میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں، آپ حضرت امام شافعیؒ کے بارے میں کیا کہتے ہیں فرمایا وہ اوتاد میں سے ہیں۔ میں نے کہا احمد بن حنبل کے حق میں کیا کہتے ہیں فرمایا وہ آدمی صدیق ہیں۔ میں نے پھر کہا۔ بشر ابن حارث کی نسبت آپ کیا کہتے ہیں۔ فرمایا ان کے بعد پھر ویسا آدمی پیدا نہیں ہوا۔ میں نے کہا۔ میں نے کس کی برکت سے آپ کو دیکھا فرمایا والدہ کی خدمت کے طفیل۔

حکایت (۱۸۳) بعض بزرگوں سے روایت ہے کہ انہوں نے بشر ابن حارث کو خواب میں دیکھا۔ ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ حق تعالےٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ فرمایا اللہ نے میری مغفرت کی اور نصف جنت میرے لیے مباح کردی اور ارشاد فرمایا کہ تو دنیا میں کھاتا پیتا نہ تھا۔ اب خوب کھاپی لے۔ اور فرمایا اے بشر میں نے اس قدر تیری عزت وحرمت لوگوں کے دلوں میں پیدا کردی تھی کہ اگر اس کے شکریہ میں تو انگاروں پر سجدہ کرے تو بھی اس کا حق ادا نہ کرسکے گا۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ فرمایا۔ جب میں نے تمہاری روح قبض کی ہے تو اس وقت تم سے زیادہ دنیا میں کوئی میرا پیارا نہ تھا۔ (مولف کہتے ہیں اس سے خضر علیہ السلام کے قول کی تائید ہوتی ہے کہ بشر نے اپنا مثل نہ چھوڑا)

حکایت (۱۸۴) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ان کا ایک بیٹا شہید ہوگیا تھا اور انہوں نے اُسے کبھی خواب میں نہ دیکھا تھا۔ جس شب عمر بن عبد العزیزؒ کی وفات ہوئی تو اس بزرگ نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ کہا اے بیٹے کیا تم مرے نہیں تھے۔ کہا نہیں میں شہید ہوا تھا۔ میں اللہ کے یہاں زندہ ہوں رزق دیا جاتا ہوں۔ میں نے کہا تم کیوں آئے ہو۔ کہا آسمان والوں میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ جس قدر نبی صدیق اور شہید ہیں سب عمر بن عبد العزیز کے جنازہ کی نماز کے لیے جائیں کوئی باقی نہ رہے۔ چنانچہ میں ان کے جنازہ میں حاضر ہوا تھا۔ آپ کے سلام کو بھی آگیا۔

حکایت (۱۸۵) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو بعد وفات خواب میں دیکھا کہا اے ابو عبد اللہ تمہارا کیا حال ہے۔ انہوں نے منہ پھیر کر کہا کہ یہ زمانہ کنیت سے یاد کرنے کا نہیں ہے۔ میں نے کہا تمہارا کیا حال ہے اے سفیان! تو انہوں نے چند شعر پڑھے۔ **شعر**

نظرت الی ربی عیانا فقال لی	هنیئا رضائی عنک یا ابن سعید
لقد کنت قواما اذا اظلم الدجا	بعبرات شائق وقلب عمید
فدونک فاختر ای قصر اردتہ	وزرنی فانی عنک غیر بعید

(ترجمہ) میں نے حق تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ فرمایا اے ابن سعید تمہیں میری رضامندی مبارک ہو۔ جب اندھیری پھیلتی تھی تو تم قیام لیل کرتے تھے اور تمہارے دل میں ہماری محبت تھی اور آنکھوں میں آنسو بھرے ہوتے تھے۔ تمہیں اجازت ہے جو قصر جنت

چاہو اس پر قبضہ کر لو اور میری زیارت کرو کہ میں تم سے بہت قریب ہوں۔

حکایت (۱۸۶) روایت ہے کہ جب سہل ابن عبداللہ تستری کی وفات ہوئی تو لوگ ان کے جنازے پر گرے پڑتے تھے۔ شور و غل سن کر دریافت حال کے لیے ایک یہودی اپنے مکان سے نکل آیا جس کی عمر ستر برس سے زیادہ تھی۔ جنازہ دیکھ کر لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ جو کچھ میں دیکھتا ہوں وہ بھی تمہیں نظر آتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا تو کیا دیکھتا ہے کہا آسمان سے جوق در جوق لوگ نازل ہوتے ہیں اور تبرک حاصل کرتے ہیں۔ پھر وہ یہودی مسلمان ہو گیا اور اس کی بہت اچھی حالت ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۱۸۷) رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا کی ایک خادمہ سے مروی ہے وہ کہتی ہے کہ رابعہ ساری رات نماز پڑھتی تھیں۔ بعد طلوع فجر کے اسفار تک تھوڑی دیر اپنے مصلّے پر لیٹ جاتیں۔ جب جاگتیں تو گھبرا کر فرماتیں، اے نفس کب تک سوئے گا۔ کب تک عبادت کے لیے کھڑا نہ ہو گا۔ عنقریب ایسی نیند سوئے گا کہ پھر صور قیامت ہی سے جاگنا ہو گا یہی ان کی حالت وفات تک رہی۔ جب وفات کا وقت قریب ہوا تو انہوں نے مجھ سے بلا کر کہا کہ میری موت کی کسی کو خبر نہ کیجیو اور ایک جبہ اونی بتلا کر کہا کہ اس سے میرا کفن بنانا جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتیں۔ جب سب لوگ سو جاتے۔ چنانچہ ہم نے اسی جبہ اور ایک صوف کی چادر میں جسے اوڑھا کرتی تھیں کفنایا۔ شب کو خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ان پر ایک جبہ سبز استبرق کا اور اوڑھنی سبز ابریشم کی ہے۔ ویسی کبھی میں نے نہیں دیکھی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ اے رابعہ! وہ جبہ اور اوڑھنی کیا ہوئے جن میں تمہیں کفنایا تھا۔ فرمایا وہ کفن میرا اتار کر مُہر کر کے اعلیٰ علیین پہنچایا گیا تاکہ قیامت میں میرے اعمال کے ساتھ شریک کیا جاوے۔ اس کے عوض یہ لباس دیا گیا جو تم دیکھتی ہو۔ میں نے کہا تم اسی لیے دنیا میں عمل کرتی تھیں۔ کہا حق تعالےٰ نے اپنے اولیاء کے واسطے ایسی ایسی نعمتیں کرامت فرمائی ہیں کہ ان کے سامنے یہ ہیچ ہے۔ میں نے کہا مجھے کوئی بات بتاؤ جس سے قرب الٰہی حاصل ہو۔ فرمایا اللہ تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا کرو کہ تم اس کی وجہ سے قابل رشک ہو جاؤ گی۔ قبر میں۔

حکایت (۱۸۸) احمد ابن ابی الحواری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری زوجہ رابعہ شامیہ کے متعدد احوال تھے۔ کبھی ان پر حب کا غلبہ ہو جاتا تھا اور کبھی موانست کا غلبہ ہو جاتا تھا، محبت کی حالت میں میں نے انہیں یہ اشعار پڑھتے سُنا۔ شعر ا

حبیب لیس یعدلہ حبیبٌ وما لسواہ فی قلبی نصیبٌ
حبیب غاب عن بصری وشخصی ولکن عن فوادی ما یغیبٌ

(ترجمہ) وہ ایسا حبیب ہے کہ اس کے برابر کوئی حبیب نہیں ہے اور اس کی محبت کے سوا کسی کی میرے قلب میں جگہ نہیں ہے ÷ وہ حبیب میری آنکھوں اور نظروں سے غائب ہے لیکن میرے دل سے کبھی غائب نہیں ہوتا ہے ÷) اور انس کی حالت میں اشعار ذیل پڑھتے سُنا۔ شعر

ولقد جعلتك فی فوادمحدّثی وابحت جسمی من اراد جلوسی
فالجسم منی للجلیس مؤانسی وحبیب قلبی فی الفؤاد انیسی

(ترجمہ) میں نے آپ کو اپنے دل کا متکلم بنایا ہے اور ہم نشینوں کے لیے جسم مباح کر دیا ہے جسم میرا جلیس کے ساتھ موانست کرتا ہے۔ تو دل میں حبیب قلبی کا مونس ہے ÷ اور حالتِ خوف میں یہ اشعار کہتے سُنا۔ شعر

وزادی قلیل ما اراہٗ مبلغی اللزاد ابکی ام لطول مسافتی
اتحرقنی بالنار یا غایۃ المنیٰ فاین رجائی فیك این مخافتی

(ترجمہ) میرے پاس زادِ راہ قلیل ہے۔ امید نہیں کہ کفایت کرے۔ توشہ نہ ہونے پر روؤں یا طولِ مسافت پر۔ کیا مجھے آگ میں جلائے گا اے میرے غایتِ مقصود ÷ پھر میری امید کہاں چلی جائے گی، میرا خوف کہاں جائے گا۔ احمد کہتے ہیں کہ میں نے ان سے کہا ساری رات تہجد پڑھتے ہوئے تمہارے سوائے کسی اور کو میں نے نہیں دیکھا۔ کہنے لگیں سبحان اللہ تم جیسا آدمی ایسی بات کرے۔ جب پکارا جاتا ہے اسی وقت میں قیامِ لیل کے لیے اٹھتی ہوں احمد کہتے ہیں ایک دن میں ان کے قیام کے وقت کھاتے بیٹھا وہ مجھے نصیحت کرنے لگیں میں نے کہا مجھے اچھے طور سے کھا لینے دو۔ کہنے لگیں ہم اور تم ایسے نہیں ہیں کہ ذکرِ آخرت سے ہمارا کھانا پینا مکدر ہو جائے۔ اور کہنے لگیں تم سے میں خاوندوں کی سی محبت نہیں کرتی ہوں بلکہ بھائیوں کی سی۔ اور جب کوئی چیز پکا چکتیں تو کہتیں اے میرے سردار! اسے کھاؤ یہ چیز تسبیح سے پکائی گئی ہے۔ ایک دفعہ مجھ سے کہا جاؤ نکاح کر و۔ میں نے تین نکاح کیے مجھے گوشت کھلاتی تھیں اور کہتی تھیں اپنی قوت اپنی ازواج پر صرف کرو۔ اور کہنے لگیں کہ اکثر اوقات جن اور حور مجھے نظر آتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہا۔ مؤلف فرماتے ہیں ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ رویت جن اور حور کی بیداری میں ہے اور خواب میں تو اولیاء اللہ کے سوا اور

لوگ بھی دیکھتے ہیں۔ اور یہ رابعہ شامیہ احمد بن ابی الحواری کی زوجہ ہیں اور رابعہ عدویہ بصریہ جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے وہ اور ہیں اور بعض اہل علم کہتے ہیں کہ شامیہ کا نام رائعہ یائے مثناۃ کے ساتھ ہے اور بصریہ کا نام رابعہ بائے موحدہ کے ساتھ ہے۔ بعضوں نے کہا دونوں کا نام رابعہ ہی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حکایت (۱۸۹) روایت ہے کہ شعوانہ رضی اللہ عنہا بہت بوڑھی ہوگئیں اور عبادت، نماز وغیرہ سے عاجز ہوگئیں تو انہوں نے ایک شخص کو یہ اشعار پڑھتے سُنا۔ شعر

ان النیاحۃ لا تشفی الحزینا　　　اذری دموعک اذما کنت شاجیۃ

فانما اللہ اب من فعل المطیعینا　　　جدی وقومی وصومی الدھر دائمۃ

(ترجمہ) جب تک ہمارا غم ہے۔ آنسو بہاؤ کیونکہ آہ وزاری سے غمگینوں کو کبھی شفا نہیں ہوتی۔ اپنی عادت کے مطابق روزہ نماز میں کوشش کرو۔ یہی مطیعین کی عادت اور حالت ہے پس گریہ وزاری کرنے لگیں اور پھر وہی اپنا عمل بار دیگر شروع کیا اور اشعار مذکور پڑھ پڑھ کر روتی تھیں اور عورتوں کو رلاتی تھیں اور یہ شعر کہا کرتی تھیں۔ شعر:

ویوشک یوماً ان یخاف کما امن　　　لقد امن المغرور دار مقامہ

(ترجمہ) نادان اپنے ٹھکانے سے بے خوف ہوگیا ہے ٭ ایک روز آتا ہی ڈرے گا جتنا وہ نڈر ہے۔

روایت ہے کہ ایک روز فضیل ابن عیاضؒ ان کے پاس آئے اور کہا کہ میرے واسطے دعا کرو کہنے لگیں کہ اے فضیل کیا خداوند عالم کے اور آپ کے درمیان یہ راز نہیں ہے کہ اگر آپ دعا کریں گے تو وہ قبول فرمائیں گے۔ یہ سُن کر فضیل نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو گئے۔ خدا تعالےٰ ان سے راضی ہو اور ہمیں اس کی برکت سے کامیاب کرے۔ آمین۔

حکایت (۱۹۰) روایت ہے کہ عمرۃ حبیب عجمیؒ کی زوجہ رات کے وقت انہیں جگاتی تھیں اور کہتی تھیں، کھڑا ہو جا اے شخص رات گزر گئی اور راستہ دراز ہے اور ہمارے پاس زاد راہ بہت قلیل ہے۔ اور نیکوں کے قافلے ہم سے پہلے نکل چکے صرف ہم رہ گئے ہیں۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ جب وُہ عشا کی نماز پڑھ چکتی تو عمدہ کپڑے پہنتی اور خوشبو لگاتی اور دھونی لیتی اور مجھ سے کہتی کیا تجھے ضرورت ہے۔ اگر میں کہتا ہاں تو وہ میرے پاس رہتی اور اگر کہتا نہیں تو وہ کپڑے اتار دیتی اور صبح تک نماز میں کھڑی رہتی۔

حکایت (۱۹۱) روایت ہے کہ ایک بادشاہ کے پاس ایک لونڈی تھی، اُسے جوہرہ کہتے تھے، اُسے بادشاہ نے آزاد کر دیا۔ وہ ابو عبداللہ نزاری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کے جھونپڑے میں جہاں وہ عبادت خدا میں مشغول تھے، گئی اور ان سے نکاح کر لیا اور ان کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو گئی۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے خیمے نصب ہیں پوچھا یہ کس کے لیے ہیں۔ کہا گیا یہ تہجد گذاروں کے لیے ہے اس کے بعد اس نے سونا ترک کر دیا اور اپنے شوہر کو جگاتی اور کہتی اے ابو عبداللہ قافلہ نکل گیا اور یہ اشعار پڑھتی تھی۔ **شعر۔**

ارانی بعید الدار لم اقرب الحمیٰ وقد نصبت للساھرین خیام

علامة طردی طول اللیل نائمٌ وغیری یری ان المنام حرام

(ترجمہ) دیکھتی ہوں میں کہ میرا گھر دُور ہے اور اپنے باغ کی باڑہ کے قریب بھی نہیں پہنچی اور شب بیداروں کے لیے خیمے گڑے ہوتے ہیں۔ یہ میرے مطرود اور مردود ہونے کی دلیل ہے کہ میں ساری رات سوتی ہوں اور دوسرے لوگ اپنے اوپر خواب کو حرام کیے ہوتے ہیں۔

حکایت (۱۹۲) روایت ہے کہ بادشاہ کرمان نے شیخ شاہ کرمانی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے نکاح کا پیام دیا۔ انہوں نے جواب کے لیے تین دن کی مہلت مانگی اور مساجد میں تلاش کرنے لگے۔ ایک لڑکا دیکھا کہ اچھی طرح نماز پڑھ رہا ہے جب فارغ ہوا تو بلایا۔ اے لڑکے تمہاری کوئی بیوی ہے اس نے کہا نہیں۔ فرمایا تو نکاح کرنا چاہتا ہے ایسی لڑکی سے جو قرآن پڑھتی ہے اور نماز روزہ کی پابند ہے اور خوبصورت پاک سیرت عفیفہ ہے اس نے کہا کون مجھ سے نکاح کر دے گا۔ شاہ نے کہا میں کیے دیتا ہوں۔ یہ درہم لے۔ ایک کی روٹی ایک کا سالن اور ایک کا عطر خرید لا اور سب کام تیار ہے اور اس کا نکاح اپنی لڑکی سے پڑھا دیا۔ جب لڑکی اس کے مکان میں آئی تو گھڑے پر ایک سوکھی روٹی رکھی دیکھی۔ کہا یہ کیسی روٹی ہے۔ کہا یہ کل کی بچی ہوئی روٹی ہے میں نے افطار کے لیے رکھ چھوڑی ہے۔ یہ سُن کر وہ واپس لوٹنے لگی۔ لڑکے نے کہا میں جانتا تھا کہ شاہ کرمانی کی بیٹی مجھ فقیر پر قناعت نہ کرے گی اور راضی نہ ہو گی۔ کہنے لگی شاہ کرمانی کی بیٹی تیری فقیری کی وجہ سے نہیں لوٹتی ہے بلکہ تیرے ضعفِ یقین کی وجہ سے لوٹتی ہے۔ مجھے تجھ سے تعجب نہیں بلکہ اپنے باپ سے تعجب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ایک جوان عفیف سے تیرا نکاح کر دیا ہے۔ انہوں نے ایسے شخص کو کیونکر عفیف کہا جو خدا تعالےٰ پر بدون روٹی جمع کیے اعتماد نہیں رکھتا اُس

جوان نے عذر خواہی کی، کہا اپنے عذر کو تو تم جانو لیکن میں ایسے گھر میں جہاں ایک وقت کی بھی خوراک ہو نہیں رہوں گی۔ اب یا تو میں نکل جاؤں یا روٹی یہاں سے نکال دی جائے چنانچہ اس جوان نے روٹی خیرات کردی (مولف کہتے ہیں کہ یہ تزویج جلیل شاہ ابن شجاع کرمانی مذکور الصدر سے بعد ترکِ سلطنت اور دخول فی الطریقت کے ہوئی ہے اور اس کا واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور یہی حکایت کتاب الارشاد میں اور طریق پر بیان کی گئی ہے لیکن اختلاف زیادہ نہیں ہے اور اس عورت کے حق میں قول شاعر کا نہایت زیبا ہے۔ شعر۔

ولو کان النساءُ کما ذکرنا　　لفضلت النساءُ علی الرجال

فلا التانیث لاسم الشمس عیب　　ولا التذکیر فخر للھلال

(ترجمہ) اگر عورتیں ایسی ہی ہوتیں جیسا کہ ہم نے ذکر کیا تو البتہ عورتیں مردوں پر فضیلت لیجاتیں کیونکہ آفتاب کے اسم کا مؤنث ہوتا اس کے واسطے معیوب نہیں ہے، نہ ہلال کا مذکر ہونا اس کے واسطے سبب فخر ہے۔

حکایت (۱۹۳) نقل ہے کہ ایک عابد جو عسقلان کی سرحد کے محافظ تھے ایک رات تہجد کے ارادہ سے چھت پر چڑھے ناگاہ سمندر کی جانب سے ایک ہاتف کو کہتے سُنا۔ کہ اے بندو! میں نے عبادت کے تین حصے کیے ہیں۔ اوّل تہجد دوسرے روزہ تیسرے دعا، تسبیح اور استغفار۔ یہ اچھی تقسیم ہے۔ ہر ایک سے پورا پورا حصہ لیا کرو یہ سن کر وہ سجدے میں گرگئے۔ خدا ان سے راضی ہووے۔

روایت ہے۔ کہ ابلیس علیہ اللعنۃ یحیٰی علیہ السلام کے سامنے آیا آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وحی آئی اے یحیٰی اس سے سوال کرو یہ سچ کہے گا۔ چنانچہ یحیٰی علیہ السلام نے اس سے چند سوال کیے ایک ان میں سے یہ ہے کہ اس سے پوچھا کہ تو کبھی مجھ پر بھی قادر ہوا ہے۔ کہا ہاں! ایک شب کہ تمہارا پیٹ کھانے سے بھرا ہوا تھا اور تم اپنا وِرد چھوڑ کر سو گئے تھے۔ پس یحیٰی علیہ السلام نے فرمایا کہ اب کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھاؤں گا۔ ابلیس علیہ اللعنۃ نے کہا اب میں کسی کو نصیحت بھی نہ کروں گا۔ کسی کے اچھے شعر ہیں۔ شعر

وکم من اکلۃ منعت اخاھا　　باکلۃ ساعۃ اکلات دھر

وکم من طالب یسعی بشئ　　وفیہ ھلاکہ لو کان یدری

(ترجمہ) بعض کھانے ایسے ہیں جو کھانے والے کو ایک وقت کے کھانے سے ہمیشہ کے کھانوں سے

روک دیتے ہیں اور بہت سے خواہش مند کسی چیز کی تلاش میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ سوچے تو اس میں ان کی ہلاکت ہے۔ موّلف کہتے ہیں، بعض مصنفین نے اس قصہ کے بعد یہ اشعار لکھے ہیں۔ لیکن یہ اشعار یحییٰ علیہ السلام کے مناسب حال نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ان لوگوں کے مناسب ہیں جن کو بہت سا کھا کر تخمہ ہو جاتا ہے اور مدتوں تک کھانا چھوڑنا پڑتا ہے۔ جیسا کہ زیادہ کھانے والوں کو پیش آتا ہے۔ اور مناسب حال میرے یہ اشعار ہیں۔ شعر

کم من اکلۃ حرمت کثیرا　　من الخیرات فی طاعات مولی

ولذات بخلوات تجلی　　بھا المولیٰ وقد ناجاہ لیلا

(ترجمہ) بعض کھانے اکثر محروم رکھتے ہیں۔ عبادت خدا کی نعمت اور نیکیوں سے اور خلوت میں حاصل ہونے والی لذات سے جو اللہ تعالیٰ کی مناجات اور تجلی سے نصیب ہوتی ہیں۔

حکایت (۱۹۴) نقل ہے کہ حضرت یحییٰ ابن زکریا علیہ السلام نے ایک شب شکم سیر ہو کر جو کی روٹی کھائی اور اپنے ورد و وظائف سے اس رات غافل ہو گئے حق تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کی کہ اے یحییٰ کیا تم نے میرے دربار سے کوئی اچھا دربار اور پا لیا ہے اور میری ہمسائیگی سے کوئی اچھا ہمسایہ اور پالیا ہے۔ قسم ہے میری عزت وجلال کی، اگر تمہیں فردوس کی ذرا بھی اطلاع ہو جائے تو تمہارا جسم پگھل جائے گا اور روح فردوس کے اشتیاق میں نکل جائے گی اور اگر جہنم کی کچھ بھی خبر ہو جائے تو تمہاری آنکھوں سے آنسو کے ہمراہ پیپ نکلے گی، اور بجائے ٹاٹ کے لوہا پہننے لگو گے۔ بعض لوگوں کے شعر ہیں۔ شعر۔

اقنتع بالقلیل یحییٰ غنیا　　ان من یطلب الکثیر فقیر

ان خبز الشعیر بالماء و الملح　　لمن یطلب النجاۃ کثیر

(ترجمہ) تھوڑے پر قناعت کر امیرانہ زندگی بسر ہوگی۔ کیونکہ کثیر کا طالب ہر وقت محتاج اور فقیر رہتا ہے۔ نمک کے پانی کے ساتھ جو کی روٹی طالب نجات کے لیے.... بہت ہے۔

حکایت (۱۹۵) حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں جامع مسجد میں تھا۔ ناگاہ ایک شخص ہمارے پاس آیا اور دو رکعت نماز ادا کر کے مسجد کے ایک کونے میں لیٹ گیا اور مجھے اشارہ سے بلایا اور کہا اے ابو القاسم اللہ تعالیٰ کی اور احباب کی ملاقات کا وقت قریب آ گیا ہے۔ جب میں فارغ ہو جاؤں تو آپ کے پاس ایک جوان قوال آئے گا، اس کو میری گدڑی، عصا اور لوٹا دیدو۔ میں نے کہا قوال کو

یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ فرمایا وہ میری قائم مقامی کے مرتبہ پر پہنچ گیا ہے۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ جب اس شخص کا انتقال ہوگیا اور ہم اس کو دفنا چکے تو ایک جوان مصری ہمارے پاس آیا اور بعد سلام کے کہنے لگا ہماری امانت کہاں ہے اے ابوالقاسم۔ میں نے کہا کیسی امانت کیا قصہ ہے بیان کرو۔ کہا کہ میں فلاں قوم کے گھاٹ پر تھا کہ مجھے ہاتف نے ندا دی کہ جاؤ اور جنیدؒ کے پاس جو کچھ ہے لے لو، اور اس کے پاس یہ یہ چیز ہے اور تو فلاں ابدال کے قائم مقام کیا گیا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سن کر وہ اشیاء اس کے حوالہ کر دیں اس شخص نے اسی وقت اپنے کپڑے اتارے اور غسل کر کے گدڑی پہنی اور ویسے ہی شام کی طرف روانہ ہوگیا۔

حکایت (۱۹۶) نقل ہے کہ ایک جوان نیک بخت پرہیزگار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کرتا تھا چنانچہ اپنے وعظ میں ہارون رشید پر سختی کی اور اس کے حکم سے ایک مکان میں مقید کر کے مکان کے دروازے اور ہوا کے آنے جانے کے راستے کل بند کر دیئے گئے تاکہ اس کے اندر ہلاک ہو جائے۔ بعد پانچ روز کے ایک شخص نے ہارون الرشید سے کہا کہ فلاں شخص کو جسے آپ نے قید کیا تھا میں نے فلاں باغ میں سیر کرتے دیکھا ہارون الرشید نے اُسے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ جب حاضر ہوا تو کہا کس نے تمہیں نکالا، کہا جس نے باغ میں داخل کیا۔ کہا باغ میں کس نے داخل کیا۔ کہا جس نے قید خانہ سے نکالا۔ ہارون الرشید نے کہا یہ عجیب بات ہے۔ کہا کونسا کام تیرے پروردگار کا عجیب نہیں ہے۔ ہارون الرشید یہ سُن کر رونے لگا، اور اس پر احسان کیا اور حکم دیا کہ شاہی گھوڑے پر اسے سوار کر کے گشت کرایا جائے اور ایک منادی اس کے سامنے ندا دیتا جائے کہ اس بندہ کی اللہ نے عزت کی اور ہارون الرشید نے اُسے ذلیل کرنا چاہا مگر نہ ہوسکا۔ آخر عزت و حرمت کرنی پڑی۔ رضی اللہ عنہ۔ اسی مضمون میں مؤلف کے شعر ہیں۔ **شعر۔**

اذا اکرم الرحمن عبداً لعزه   فلن یقدر المخلوق یوماً یهینه

ومن کان مولاه العزیز اهانه   فلا احد بالعز یوما یعینه

ترجمہ جب اللہ تعالیٰ کسی کی عزت و اکرام کرتا ہے تو لوگ کبھی اس کی اہانت نہیں کر سکتے اور جس کو رب العزت ذلیل کرے کوئی اسکو عزت میں مدد نہیں دے سکتا۔

حکایت (۱۹۷) اہل آبادان سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں

ساٹھ سال سے زیادہ پانی کھاری رہا اور ایک شخص اہل ساحل میں سے ہمارے یہاں رہتے تھے ایک دن ماہِ رمضان میں سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ مغرب کے وقت سقایہ میں پانی نہ ملا تو میں نہر میں اترا تاکہ وضو کروں۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ شخص اس نہر میں کھڑا ہوا کہہ رہا ہے۔ اے مالک کیا تو میرے عمل پر راضی ہو گیا تاکہ میں کچھ تمنا کروں۔ میری طاعت سے راضی ہوا تو کچھ مانگوں۔ اے مالک تیرے نافرمانوں کے لیے حمام کا غسالہ بہت ہے۔ میرے آقا اگر مجھے آپ کے غضب کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں پانی کو نہ چکھتا پھر اس نے ایک چلو کھاری پانی لے کر پیا۔ مجھے ایسا کھاری پانی پیتے دیکھ کر تعجب ہوا۔ میں نے بھی اسی جگہ سے جہاں سے اس نے پانی لیا تھا چلو بھر پانی لے کر پیا تو وہ شکر کے مانند میٹھا تھا۔ پھر میں نے اُسے سیراب ہو کر پیا۔

راوی کہتے ہیں کہ ایک روز اس شخص نے مجھ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ ہم تیرا گھر بنا چکے ہیں اگر تو اُسے دیکھے گا تو تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور ایک ہفتے کے اندر اندر اُسے صاف کرنے اور دھونی دینے کا حکم میں نے دیدیا ہے اور اس مکان کا نام دارالسرور ہے۔ تو خوش ہو جا۔ راوی کہتا ہے کہ جب ساتواں روز آیا اور وہ جمعہ کا روز تھا۔ سویرے ہی اُٹھ کر وضو کے واسطے نہر پر گیا۔ نہر میں اترنا چاہتا تھا کہ پاؤں پھسل کر نہر میں ڈوب گیا۔ بعد نماز کے ہم نے اُسے نکال کر دفنایا تین دن کے بعد میں نے اُسے خواب میں دیکھا کہ سبز ریشم کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے حال دریافت کیا کہنے لگا کہ حق تعالیٰ نے مجھے دارالسرور میں اتارا جو میرے لیے تیار فرمایا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیسا مکان ہے اس کی کچھ توصیف کرو۔ کہا افسوس اس کی کوئی تعریف کر ہی نہیں سکتا۔ کاش میرے اہل وعیال کو بھی معلوم ہوتا کہ ان کے واسطے بھی میرے قریب مکان بنائے گئے ہیں جس میں ہر خواہش کی چیز موجود ہے۔ میرے بھائیوں کے واسطے بھی ہے اور تو بھی انہی لوگوں میں ہے۔ خدا ان سے راضی ہو۔ .. اور ان کی برکت سے ہمیں بھی مستفیض فرمادے آمین۔ ریحانہ رضی اللہ عنہا کے اشعار ہیں۔

شعر الٰھی لاتعذبنی فانی — وامل ان افوز بخیر دار

وانت مجاور الابرار فیھا — فیا طوبی لھم فی ذی الجوار

(ترجمہ) الٰہی تو مجھے عذاب نہ کر کیونکہ میں جنت میں پہنچنے کی امیدوار ہوں۔ تو جس جنت میں نیکوں کا ہمسایہ ہے۔ جن کو ایسا ہمسایہ ملے وہ بڑے ہی خوش نصیب ہیں۔

حکایت (۱۹۸) سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عجائبات وکرامات سے پہلے پہل یہ دیکھا کہ میں ایک تنہائی کے مقام میں گیا جہاں میرے قلب کو تقرب الٰہی کا مزہ آیا اور وہ جگہ اچھی معلوم ہوئی اور نماز کا وقت آگیا۔ میری عادت ہر نماز کے لیے تازہ وضو کرنے کی تھی لڑکپن سے مجھے پانی نہ ملنے کی وجہ سے غم اور رنج کرتا تھا۔ ناگاہ ایک ریچھ نظر پڑا جو دو پاؤں سے چل رہا تھا اس کے ہاتھوں میں پانی سے بھرا ہوا سبز گھڑا تھا۔ دور سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ آدمی ہے۔ میرے قریب آکر اس نے گھڑا سامنے رکھ دیا اور سلام کیا۔ میرے جی میں ایک علمی اعتراض پیدا ہوا اور میں نے پوچھا کہ یہ پانی اور گھڑا کہاں سے آیا۔ اس ریچھ نے کہا اے سہل ہم لوگ وحوش ہیں۔ اہل اللہ میں سے جو لوگ اللہ کی محبت اور توکل میں تعلقات چھوڑے ہوتے ہیں۔ آج ہم آپس میں کچھ تذکرہ کر رہے تھے کہ اچانک آواز آئی کہ سہل تجدید وضو کے لیے پانی تلاش کر رہے ہیں۔ میں نے یہ گھڑا ہاتھ میں لیا تو میرے پہلو میں دو فرشتے تھے میں ان کے قریب گیا۔ انہوں نے ہوا پر سے اس گھڑے میں پانی ڈالا مجھے پانی کے گرنے کی آواز بھی آئی سہل فرماتے ہیں یہ سن کر مجھے غشی طاری ہوگئی۔ جب افاقہ ہوا تو میں نے دیکھا کہ گھڑا میرے سامنے دھرا ہے اور ریچھ کا پتہ نہیں۔ مجھے افسوس ہوا کہ میں نے اس سے اور کچھ بات نہ کی اور میں نے اس پانی سے وضو کیا اور پینا چاہتا تھا کہ آواز آئی اے سہل اس پانی کے پینے کا ابھی تمہارے لیے وقت نہیں آیا ہے، وہ گھڑا میرے سامنے ہل رہا تھا۔ ناگہاں میری نظر سے غائب ہوگیا نہ معلوم کہاں گیا۔

حکایت (۱۹۹) سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں ایک دن میں وضو کر کے جامع مسجد کو گیا۔ میں نے دیکھا کہ مسجد بھر گئی اور امام خطبہ کے واسطے منبر پر چڑھ رہے تھے میں بے ادبی کر کے لوگوں کو پھلانگتا ہوا پہلی صف میں جا بیٹھا۔ میری سیدھی جانب ایک نوجوان خوبصورت خوشبو لگائے اونی چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔ تیرا کیا حال ہے اے سہل! میں نے کہا اچھا ہوں اصلحک اللہ۔ لیکن متفکر رہا کہ اس نے مجھے پہچانا، اور میں اسے نہیں جانتا تھا۔ ناگاہ مجھے پیشاب کی سوزش ہونے لگی۔ اب مجھے یہ اندیشہ ہونے لگا کہ اگر پیشاب کے واسطے جاتا ہوں تو لوگوں پر پھلانگنا ہوتا ہے اور اگر نہ جاؤں تو نماز جاتی ہے۔ پھر اس نے کہا کہ تمہیں پیشاب کی تکلیف ہوتی ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس شخص نے کندھے پر سے چادر اتاری اور مجھے اوڑھا کر

کہنے لگا جلدی سے قضائے حاجت کرکے آکر نماز میں شامل ہو جاؤ۔ میری آنکھ بند ہو گئی۔ جب میں نے آنکھ کھولی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا دروازہ ہے اور ایک شخص دروازہ پر کھڑا کہہ رہا ہے کہ اندر جاؤ۔ جب اندر گیا تو ایک محل نظر آیا جو نہایت عالی شان تھا اور ایک جانب ایک درخت تھا اور اس کے پاس ایک لوٹے میں پانی بھرا رکھا تھا جو شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ وہیں پیشاب کرنے کی جگہ بھی تھی اور مسواک اور رومال بھی تھا۔ میں نے کپڑے اتارے اور پیشاب کیا اور غسل کیا اور وضو کر رہا تھا کہ اس شخص کی آواز آئی کہ اگر تو اپنا کام کر چکا ہو تو کہدے۔ میں نے کہا ہاں، اس نے میرے اوپر سے چادر اتاری تو وہیں پہ تھا جہاں بیٹھا ہوا تھا اور کسی کو میرے اس واقعہ کا علم نہ ہوا، اور میں متفکر رہا کہ کیا واقعہ ہوا۔ کبھی اپنے نفس کی تصدیق کرتا تھا اور کبھی تکذیب کرتا تھا۔ اتنے میں جماعت کھڑی ہوئی اور میں نے بھی لوگوں کے ساتھ نماز جمعہ ادا کی مگر مجھے اس جوان ہی کا خیال رہا۔ میں اُسے نہیں پہچانتا تھا۔ جب نماز سے فراغت ہو چکی تو میں اسی کے پیچھے ہو لیا۔ وہ ایک مکان میں داخل ہوا اور میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے سہل گویا تجھے اپنے دیکھے ہوئے کا یقین نہ ہوا میں نے کہا بالکل نہ ہوا فرمایا اچھا داخل ہو دروازہ میں۔ میں نے دیکھا تو بعینہٖ وہی دروازہ تھا۔ جب اندر پہنچا تو وہی مکان وہی درخت، لوٹا اور گیلا رومال سب کا سب موجود تھا۔ میں نے کہا آمنت باللہ۔ پھر فرمایا اے سہل جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے ہر شئی اس کی اطاعت[1] کرتی ہے۔ اے سہل اُسے ڈھونڈو تو تم پالوگے۔ یہ سنکر میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے انہوں نے میرے آنسو اپنے ہاتھ سے پونچھے، پھر جب میں نے آنکھیں کھولیں تو نہ وہ جوان تھے نہ محل۔ میں تھوڑی دیر تک متحیر رہا ان کی صحبت فوت ہو جانے پر۔ پھر اپنی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ رضی اللہ تعالے عنہما ونفعنا بہما

حکایت (۲۰۰) سہل ابن عبداللہ کے بعض اصحاب سے مروی ہے کہتے ہیں۔

---

[1] تو ہم گردن از حکم داور مپیچ ۔ کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ ۔ کاتب رضا حسین ۱۲

[2] اس حکایت پر جو اشکال پیدا ہوتا ہے کہ ان دو شخصوں میں سے ایک تو یقیناً جھوٹا تھا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ دونوں سچے ہوں تو پھر شیخ نے دونوں کی تصدیق کس طرح فرمائی اس کا جواب تفصیل کے ساتھ خاتمے میں مذکور ہے جس کا حاصل اجمالاً یہ ہے کہ ولی کامل کو بعض دفعہ اپنی روح میں تصرف کرنے کی قدرت عطا کر دی جاتی ہے جس سے وہ ایک وقت میں کئی کئی صورتیں اختیار کر لیتی ہے اور حقیقت میں وہ ایک ہی ہوتی ہے۔ ۱۲

کہ میں نے تئیس سال تک ان کی خدمت کی میں نے کبھی ان کو بستر پر پہلو ٹیکتے نہ دیکھا نہ دن کو نہ رات کو اور فجر کی نماز عشا کے وضو سے ادا کرتے تھے اور لوگوں سے بھاگ کر آباد ان اور بصرہ کے درمیان ایک جزیرہ میں رہتے اور بھاگنے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک شخص حج کو گیا جب وہاں سے واپس لوٹا تو اپنے بھائی سے کہا کہ میں نے سہل بن عبداللہ کو عرفات میں دیکھا ہے اس کے بھائی نے کہا ہم ان کے پاس آٹھویں ذیحجہ کو ان کی خانقاہ میں تھے جو بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ کے سامنے ہے۔ اس نے اپنی بیوی کی طلاق کی قسم کھائی کہ اس نے انہیں عرفات میں دیکھا ہے۔ اس کے بھائی نے کہا چلو ان سے جا کر سوال کریں۔ چنانچہ دونوں ان کے پاس حاضر ہوئے اور سارا قصہ بیان کیا اور پوچھا کہ قسم کے متعلق کیا کیا جائے۔ سہل رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ تمہیں ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں۔ تم اللہ کی عبادت میں مشغول رہو اور اس حاجی سے کہا تو اپنی بیوی کو مت چھوڑ اور اس قصے سے کسی کو مطلع نہ کر۔ خدا ان سے راضی ہو۔۔۔ اور ہمیں ان کی برکت سے فائدہ پہنچائے۔۔۔ آمین۔

حکایت (۲۰۱) منقول ہے کہ بعض صالحین لوگوں کو وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے اتفاقاً ایک روز ایک یہودی ان کے وعظ کی مجلس پر سے گذرا اور واعظ لوگوں کو اللہ سے ڈرا رہے تھے اور یہ آیت پڑھ رہے تھے وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۔ یعنی تم سب دوزخ میں وارد ہو گے۔ یہ حق تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ یہ سُن کر اس یہودی نے کہا اگر یہ کلام سچا ہے تو ہم تم برابر ہیں۔ واعظ نے کہا کہ ہم تم برابر نہیں۔ کیونکہ ہم وارد ہو کر اس میں سے نکلیں گے اور تم اس میں رہو گے اور ہم تقوے کے سبب اس سے نکلیں گے اور تم بوجہ ظلم کے اس میں رہو گے پھر دوسری آیت تلاوت کی ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا یعنی پھر ہم متقیوں کو نجات دیں گے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا اسی میں چھوڑ دیں گے۔ یہودی نے کہا متقی ہم ہیں۔ شیخ نے کہا تم نہیں ہو بلکہ ہم ہیں اور یہ آیت تلاوت کی وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الخ یعنی میری رحمت ہر شئی کو گھیرے ہوئے ہے اور میں اُسے لکھوں گا ان لوگوں کے واسطے جو متقی ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور نبی امی کی اتباع کرتے ہیں۔ یہودی نے کہا اس پر کوئی دلیل لاؤ کہ

ہم جلیں گے اور تم نہیں جلو گے۔ فرمایا دلیل ظاہر ہے۔ میرے اور اپنے کپڑے آگ میں ڈال دے جس کے کپڑے جل جائیں سمجھو کہ وہی ناری ہے۔ اور جس کے کپڑے نہ جلیں وہ ناجی ہے پس دونوں نے کپڑے اتارے شیخ نے یہودی کے کپڑے اپنے کپڑوں کے اندر لپیٹ کر آگ میں پھینک دیئے آپ ہی آگ میں گھس کر نکال لائے جب کھول کر دیکھا تو یہودی کے کپڑے باوجود اندر ہونے کے جل کر خاکستر ہو گئے تھے اور شیخ کے کپڑے ویسے ہی سلامت تھے۔ بلکہ آگ کی وجہ سے اس کا میل کچیل سب صاف ہو گیا تھا اور بالکل سفید ہو گئے تھے۔ جب یہودی نے یہ حالت دیکھی تو اسی وقت مسلمان ہوا شکر ہے اللہ کا جس نے دین اسلام کو ظاہر کیا اور سارے ادیان پر غالب کیا اور ہمیں اس دین قویم کی ہدایت کی اور نبی کریم رحمۃ للعالمین ؐ کے دین پر ثابت قدم رکھا۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔

حکایت (۲۰۲) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں شیخ ابو محمد جریری رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تھا ان کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں میدان انس میں تھا ناگاہ مجھ پر دروازہ بسط کا کھولا گیا اس میں ایک لغزش مجھ سے ایسی ہوئی جس کی وجہ سے میرا مقام محجوب ہو گیا۔ اب مجھے کیا کرنا چاہیئے اور کیا طریقہ ہے اپنے مقام کے پھر پا لینے کا۔ یہ سن کر ابو محمد جریری بہت روئے اور فرمانے لگے کہ ہر ایک اس طریق کے قہر میں مبتلا ہے۔ میں تمہیں چند اشعار سناتا ہوں۔ ان سے تمہارا جواب حل ہو جائے گا۔ شعر۔

قف بالدیار فھذہ اٰثارھم　　وابک الاحبۃ حسرۃً وتشوقا
کم قد دقفت بربعھا مستخبرًا　　عن اھلھا متحیرا ومشفقا
فاجابنی داعی الھوی فی رسمھا　　فارقت من تھوی وعسر الملتقی

(ترجمہ) مکان میں کھڑا رہ کہ یہی علامات ان کے ہیں اور دوستوں کے نہ ہونے پر حسرت اور شوق سے آنسو بہا۔ بسا اوقات میں اس کے مقام میں دریافت خبر کے لیے کھڑا رہا کہ اس کے باشندے کہاں ہیں اور حیرت اور اندیشہ غالب تھا۔ چنانچہ علامات دار سے داعی عشق نے جواب دیا کہ تیرا محبوب جدا ہو گیا۔ اب ملاقات مشکل ہے۔

حکایت (۲۰۳) بعض بزرگوں سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس تھا۔ انہوں نے ایک قوال کو گاتے سنا ؎

منازل کنت تھواھا وتالفھا　　ایام انت علی الایام منصور

(ترجمہ) یہ وہ مقامات ہیں جن سے تجھے انس اور محبّت تھی۔ ان دنوں جبکہ تو دنیا میں منصور و کامیاب تھا۔ حضرت جنید اُسے سن کر بہت روئے اور فرمایا الفت و موانست کا مقام کیا ہی اچھا ہوتا ہے اور مخالفت اور وحشت کے مقامات کس قدر وحشت افزا ہوتے ہیں۔ میں ہمیشہ ابتدائی ارادت اور شوق اور سخت سعی، اور خطرناک احوال کا مشتاق رہتا ہوں اور یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

خلیلی ھل بالشام عین حزینۃ تبکی علی نجد فانی اعینھا
واسلمھا الواشون الا حمامۃ مطوقۃ ورقاء بات قرینھا

(ترجمہ) اے میرے دوستو شام میں کوئی آنکھ روتے والی بھی ہے جو نجد کی مفارقت پر غم کرے کیونکہ میں بھی ان کا ساتھ دوں گا۔ اسے چغل خوروں نے چھوڑ دیا ہے۔ مگر ایک کبوتری نے جس کے گلے میں طوق ہے جس کا ساتھی اس سے جدا ہو گیا ہے۔

حکایت (۲۰۴) بعض صالحین سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سفر میں ایک کمسن دیہاتی لڑکی کو دیکھا میں نے کہا تم کہاں منزل کرتی ہو۔ کہنے لگی جنگل میں، میں نے کہا تمہیں وحشت نہیں ہوتی۔ کہنے لگی اے نالائق اللہ سے انس رکھنے والے اس کے ساتھ ہو کر متوحش بھی ہوتے ہیں۔ میں نے کہا تم کہاں سے کھاتی ہو۔ کہنے لگی اللہ جانتا ہے جہاں سے اپنے بندوں کو روزی دیتا ہے۔ وہ اپنے منکرین کو روزی دیتا ہے۔ پس ایمان والوں کو کیونکر نہ دے گا۔ پھر کہنے لگی جو دل کہ معرفت الٰہی میں زندہ ہیں اور اس کی وحدانیت کے گرویدہ ہیں اور اس کی محبت میں فنا ہیں۔ ان کی غذا اللہ کی محبت اور انس ہے اور اس کے جمال و کمال کا مشاہدہ۔ وہ لوگ اللہ والے روحانی طاقت والے ہیں اور رات دن تسبیح کرتے ہیں کبھی تھکتے نہیں۔

حکایت (۲۰۵) حسن بصری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا اے ابو سعید یہاں ایک شخص ہے ہم نے اُسے ہمیشہ تنہا پتوں کی آڑ میں بیٹھا ہوا دیکھا ہے۔ ایک دن حسن بصری اس طرف گئے اور اس سے فرمایا۔ اے شخص تم خلوت پسند معلوم ہوتے ہو۔ کیا وجہ ہے کہ لوگوں سے نہیں ملتے کہا ایک کام میں مشغول ہوں جو لوگوں سے ملنے کی مہلت نہیں۔ فرمایا یہاں جو حسن بصری رہتے ہیں ان کے پاس تو جایا کرو اور ان کے پاس بیٹھا کرو کہا جس کام کی وجہ سے لوگوں سے نہیں مل سکتا اسی وجہ سے حسن بصری کو بھی نہیں مل سکتا۔

حسن نے کہا ایسا کیا کام ہے یرحمک اللہ۔ کہا جب صبح کرتا ہوں تو اللہ کی نعمتیں اور اپنے گناہ دیکھتا ہوں۔ پس نعمتوں کا شکر اور گناہوں سے استغفار کرتا ہوں۔ حسنؒ نے کہا اسے عبداللہ تو حسن سے بھی زیادہ سمجھدار ہے اپنے کام پر قائم رہ۔

حکایت (۲۰۶) نقل ہے کہ ایک شخص اپنے مصاحبوں کے ہمراہ شراب پی رہا تھا اپنے غلام کو چار درہم دیئے تا کہ کچھ میوہ خرید لائے اہل مجلس کے واسطے۔ غلام وہ دراہم لیکر منصور ابن عمار کی مجلس سے گذرا، ان سے ایک فقیر سوال کر رہا تھا اور وہ فرما رہے تھے کہ جو شخص اس فقیر کو چار درہم دے گا میں اس کو چار دعائیں دوں گا۔ غلام نے وہ چار درہم اس فقیر کو دیدیئے۔ منصور نے دریافت کیا کہ کیا دعا چاہتا ہے۔ کہا ایک یہ ہے کہ میں ایک شخص کا غلام ہوں اس کی قید سے چھٹکارا چاہتا ہوں۔ انہوں نے اس کی دعا کی۔ پھر فرمایا دوسری بتلاؤ۔ کہا خدا تعالیٰ مجھے اپنے دراہم کا عوض عطا کرے۔ انہوں نے اس کی دعا کی، پھر فرمایا۔ تیسری۔ کہا مجھے اور میرے مالک کو اللہ تعالےٰ توبہ نصیب کرے۔ انہوں نے دعا کر کے فرمایا۔ چوتھی، کہا اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے مالک کو اور آپ کو اور ساری قوم کو بخشے انہوں نے دعا کی کہ خدا تعالےٰ تجھے اور تیرے مالک کو اور مجھے اور ساری قوم کو بخشے۔ پھر اس کے بعد غلام اپنے مالک کے پاس گیا۔ مالک نے کہا اے غلام اتنی دیر کیوں لگائی اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ مالک نے پوچھا اس نے کیا کیا دعا کی۔ کہا ایک تو یہ کہ تم مجھے آزاد کر دو۔ کہا جا تو آزاد ہے اللہ کے واسطے۔ دوسری دعا کیا ہے کہا اللہ مجھے ان کے عوض دراہم دیوے کہا تو چار ہزار درہم میرے مال سے لے لے۔ کہا تیسری دعا کیا ہے۔ کہا اللہ تعالےٰ تجھے اور مجھے توبہ نصیب کرے۔ کہا میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ چوتھی دعا کیا ہے۔ کہا اللہ مجھے تمہیں منصور اور جملہ قوم کو بخشے۔ مالک نے کہا یہ میرا کام نہیں ہے۔ جب رات ہوئی تو مالک نے خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے کہ جب تو نے اپنے اختیار کا کام کر لیا تو کیا میں اپنا کام نہیں کروں گا۔ میں نے بھی تجھے اور تیرے غلام کو اور منصور ابن عمار اور سارے حاضرین کو بخشش دیا میں ارحم الرحمین ہوں۔

حکایت (۲۰۷) نقل ہے کہ سلیمان علیہ السلام اپنے تخت پر جا رہے تھے۔ اور پرندے ان پر سایہ کیے ہوتے تھے، اور آدمی اور جن وحوش اور چوپائے دائیں جانب اور بائیں جانب کھڑے ہوئے تھے۔ ان کا گذر بنی اسرائیل کے ایک عابد پر ہوا۔ اس نے کہا

واللہ اے ابن داؤد حق تعالے نے تمہیں بہت بڑا ملک عطا فرمایا ہے یہ سنکر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ مومن کے صحیفہ میں ایک تسبیح ابن داؤد کے ملک سے بہت اچھی ہے کیونکہ ابن داؤد کا ملک فنا ہو جائے گا اور تسبیح باقی رہے گی بعضوں کے شعر ہیں۔ شعر

اذا مالم تکن ملکا مطاعا فکن عبد المالک مطیعا
وان لم تملک الدنیا جمیعا کما تختار فاترکھا جمیعا
ھما شیئان من ملک ونسک ینیلان الفتی شرفا رفیعا
ومن یقنع من الدنیا بشیٔ سوی ھٰذین عاش بھا وضیعا

(ترجمہ) اگر تو بادشاہ فرمانروا نہیں ہے تو تو اپنے مالک کا فرمانبردار غلام بن جا۔ اگر تو ساری دنیا کا مالک نہیں ہے جیسا تیرا ارادہ ہے تو تو سب کی سب چھوڑ دے۔ دو ہی چیزیں ہیں، یعنی ملک اور عبادت۔ جو آدمی کو بڑے رتبے پر پہنچاتی ہیں۔ جو شخص دنیا میں ان دو چیزوں کے سوائے اور کسی چیز پر قناعت کرتا ہے تو دنیا میں ذلت و خواری سے زندگی بسر کرتا ہے۔

حکایت (۲۰۸) نقل ہے کہ ایک بادشاہ عابد تھا۔ پھر دنیا اور ریاست کی جانب مائل ہوا اور ایک محل تعمیر کرایا جس میں نہایت عمدہ فرش کروایا اور بہت آراستہ کیا اور دعوت کی اور لوگوں کو کھانے کے واسطے بلایا لوگ اس میں داخل ہوتے تھے اور کھانا کھا کر اس کی سیر کرتے تھے اور اس عمارت کی خوبی پر تعجب کرتے تھے اور دعا کر کے واپس ہوتے تھے۔ کچھ دنوں یہی عالم رہا۔ ایک روز اپنے خواص میں کہنے لگا کہ میرے مکان کی خوبی تم نے دیکھی اب میرے جی میں آتا ہے کہ اپنی اولاد کے واسطے بھی ایسا ہی ایک ایک مکان تعمیر کراؤں تم کچھ دنوں میرے پاس رہو تا کہ مکانوں کے بنانے میں تم سے مشورہ کیا جائے اور تمہاری گفتگو سے میرا شوق باقی رہے۔ وہ لوگ اس کی صحبت اور لہو ولعب میں مصروف تھے اور مکان کے متعلق مشورہ کرتے تھے کہ کس ترتیب سے بنایا جائے۔ ایک دن وہ لوگ اسی گفتگو میں مشغول تھے کہ ناگاہ مکان کے ایک کونہ سے ایک قائل کی آواز آئی جو کچھ اشعار پڑھ رہا تھا۔ ؎

یا ایھا البانی الناسی منیتہ لا تامنن فان الموت مکتوب
علی الخلائق ان سروا وان حزنوا فالموت حتف لذی الآمال منصوب
لا تبنین دیارا لست ساکنھا وراجع النسک کیما یغفر الحوب

(ترجمہ) اے شخص اپنی موت کو بھول کر مکان تعمیر کرواتا ہے ❊ بے خوف مت ہو کہ موت قسمت میں لکھی ہے۔ جملہ مخلوقات خوش ہوں یا غم کریں، موت امیدواروں کے قطع امید کے لیے قائم کی گئی ہے۔ پس اے مکان بنانیوالے ایسے مکان تعمیر نہ کر جن میں تو رہنے والا نہیں ہے اور عبادت کی طرف متوجہ ہو تاکہ تیرے گناہ بخشے جائیں ❊ یہ سُن کر بادشاہ اور اس کے ساتھی بہت گھبرائے اور ان پر خوف طاری ہو گیا بادشاہ نے لوگوں سے پوچھا کہ میں نے جو کچھ سُنا تم نے بھی سُنا سب نے کہا ہاں، کہا جو بیماری مجھے لاحق ہوئی ہے تمہیں بھی ہے، کہا کیا ہے کہنے لگا کہ میرا دل پکڑ لیا گیا ہے۔ میرے خیال میں یہ موت کی بیماری ہے۔ انہوں نے کہا نہیں آپ کو شفا ہو جائے گی اور آپ زندہ سلامت باقی رہیں گے۔ پھر رونے لگا اور حکم دیا کہ شراب گرا دی جائے اور آلات مَلاہی نکال دیئے جائیں۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کی توبہ قبول کی اور الموت الموت کہتا رہا یہاں تک کہ اس کی جان نکل گئی۔ رحمتہ اللہ علیہ

حکایت (۲۰۹) مروی ہے کہ ایک بادشاہ ملوک کندہ میں سے بہت ہی بڑا عیاش اور کھیل تماشے کا شوقین تھا، ایک روز شکار کے پاکسی اور ارادے سے سوار ہوا اور اپنے مصاحبین سے جدا ہو گیا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور اس کے آگے مُردوں کی ہڈیاں ہیں اور وہ ان کو الٹ پلٹ رہا ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تیرا کیا قصہ ہے اے جوان اور تیری یہ بُری حالت کیوں ہے اور جسم کیوں سوکھ گیا ہے۔ رنگ متغیر ہو گیا ہے اور تنہا اس لق و دق بیابان میں کیوں پھر رہا ہے۔ کہنے لگا یہ حالت اس وجہ سے ہے کہ میں سفر دراز کے واسطے تیار ہوں اور مجھ پر دو موکل مسلط ہیں جو مجھے ڈرا کر ہانکے لیے جاتے ہیں ایسے مکان میں جو تنگ و تاریک ہے اور تکلیف وہ ہے۔ پھر وہ مجھے سڑنے اور گلنے کے لیے چھوڑ دیں گے مٹی کے نیچے۔ اگر مجھے وہاں چھوڑ دیا جائے تو باوجود تنگی اور مصیبت کے اور کیڑوں کی خوراک بننے کے میری ہڈیاں بوسیدہ اور پارہ پارہ ہو جائیں گی۔ اس پر بھی اگر اکتفا کی جائے تو بلا کی ایک غایت ہو گی۔ لیکن اس کے بعد پھر آوازہ حشر کی طرف لیجایا جائے گا اور سخت خوف اور بڑی جزا ہو گی اس کے بعد نہیں معلوم کہ کس گھر میں مجھے جانا ہو گا۔ جس کا یہ قال ہو وہ کس پر خوشی مناتے ہو۔ ورمز نے اُڑائے۔ جب بادشاہ نے اسکی باتیں سُنیں تو اپنے آپ کو گھوڑے سے گرا یا اور اسکے سامنے جا بیٹھا اور کہنے لگا اے شخص تیری باتوں نے میرا

عیش منغص کر دیا اور میرے دل پر قبضہ کر لیا۔ اپنی باتوں کو پھر دوبارہ بیان کر۔ اور ان کی تفصیل کر۔ اس نے کہا یہ ہڈیاں جو میرے سامنے دھری ہیں، تم نے دیکھا۔ کہا ہاں۔ کہا یہ بادشاہ ہیں جن کو دنیا نے اپنی زینت دکھا کر دھوکہ دیا تھا اور ان کے دلوں پر قبضہ جما لیا تھا اپنے دھوکے سے اور آخرت کی تیاری سے انہیں غافل کر دیا تھا۔ حتیٰ کہ ناگاہ اجل آپہنچی اور آرزوان کی باقی رہ گئی اور نعمتیں چھن گئیں۔ اب یہ ہڈیاں پھر مل کر جسم بنیں گی اور ان کو اعمال کی جزا ملے گی، پھر یا تو دار النعیم اور جنت میں جائیں گے یا دار العذاب اور دوزخ میں پہنچیں گے۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا نہ معلوم کہاں گیا اور بادشاہ کے مصاحبین اس سے آملے تو اس کا رنگ فق ہو گیا تھا اور آنسو جاری تھے۔ جب رات ہوئی تو اپنا شاہی لباس اتار ڈالا اور دو چادریں اوڑھیں اور رات ہی میں نکل گیا اور اخیر تک اس کی یہی حالت رہی۔ بعض لوگوں کے شعر ہیں۔ ؎

افنی الملوک التی کانت منعمۃ کرّ اللیالی اقبالا وادبارا
یا راقد اللیل مسروراً باولہ ان الحوادث قد یطرقن اسحارا
لا تأمنن بلیل طاب اولہ فرب آخر لیل أجج النارا

(ترجمہ) اہل نعمت بادشاہوں کو فنا کر دیا۔ زمانہ کی گردش اقبال وادبار نے۔ اسے ابتدائے شب میں خوشی کے ساتھ سونے والے اکثر اخیر شب میں حوادث کا نزول ہوتا ہے۔ ابتدائے شب کی خوشی اور آرام پر مت بھول۔ کیونکہ اکثر اخیر شب میں آگ بھڑک اٹھتی ہے۔

حکایت (۲۱۰) حکایت ہے کہ اگلے زمانے میں ایک نہایت سرکش بادشاہ تھا جو خدا کے آگے تمرد کرتا تھا۔ مسلمانوں نے اس سے جنگ کر کے اسے گرفتار کر لیا اور آپس میں مشورہ کرنے لگے کہ اسے کس طرح مارنا چاہیئے۔ آخر ان کی رائے یہ قرار پائی کہ اس کو ایک دیگ میں ڈالا جائے اور اس کے نیچے آگ جلائی جائے اس طرح اسے قتل کیا جائے۔ تاکہ مرہ عذاب کا بھی چکھے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور اس نے اپنے معبودوں کو یکے بعد دیگرے پکارنا شروع کیا کہ میں تیری عبادت کرتا تھا اب مجھے بچالے اس مصیبت سے۔ جب دیکھا کہ اس کے معبود کچھ فائدہ نہیں پہنچاتے تو آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا لا الٰہ الا اللہ اور اخلاص کے ساتھ اس سے دعا کی حق تعالیٰ نے پانی کو حکم کیا کہ برسے اس سے آگ بجھ گئی پھر اس دیگ کو ہوا لے اڑی اور آسمان وزمین کے درمیان گشت کرتی رہی اور وہ شخص لا الٰہ الا اللہ کہتا جارہا تھا

آخر شن ایک قوم میں اسے پھینکا جو خدا کی عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور وہ لا الٰہ الا اللہ کہتا جاتا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا۔ کہنے لگا میں فلاں قوم کا بادشاہ ہوں اور یہ میرا قصہ ہوا۔ یہ سن کر ساری قوم مسلمان ہو گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۱) زمانۂ ماضیہ کے بادشاہوں سے بعض کی نقل ہے کہ اس نے ایک شہر بسایا اور نہایت خوبصورت بنوایا اور اس کی زیبائش اور زینت میں بہت سا مال خرچ کیا پھر اس نے کھانا پکوا کر لوگوں کی دعوت کی اور کچھ آدمی دروازے پر بٹھلائے کہ جو نکلے اس سے یہ پوچھا جائے کہ اس مکان میں کوئی عیب تو نہیں ہے چنانچہ سب نے یہی جواب دیا کہ کوئی عیب نہیں ہے۔ اخیر میں کچھ لوگ کمبل پوش آئے ان سے بھی سوال کیا گیا کہ تم نے اس میں کوئی عیب دیکھا۔ کہا دو عیب ہیں۔ پاسبانوں نے انہیں روک لیا اور بادشاہ کو اطلاع کی۔ بادشاہ نے فرمایا۔ کہ میں ایک عیب پر بھی راضی نہیں ہوں۔ انہیں حاضر کرو پاسبانوں نے ان کمبل پوشوں کو بادشاہ کے سامنے حاضر کیا۔ بادشاہ نے دریافت کیا کہ وہ دو عیب کیا ہیں۔ کہنے لگے کہ یہ مکان اجڑ جائے گا اور اس کا مالک مر جائے گا۔ بادشاہ نے سوال کیا کہ کیا ایسا بھی کوئی مکان ہے کہ کبھی ویران نہ ہو۔ نہ اس کا مالک مرے۔ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ اور جنت اور اسکی نعمتوں کا ذکر اور شوق دلایا اور دوزخ اور اسکے عذاب سے ڈرایا اور حق تعالیٰ کی عبادت کی رغبت دلائی۔ اس نے ان کی دعوت قبول کی اور اپنا ملک چھوڑ کر بھاگ گیا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۲۱۲) روایت ہے کہ زمانۂ گذشتہ میں یمن کے دو بادشاہوں میں لڑائی ہوئی اور ایک غالب ہوا اور دوسرے بادشاہ کو قتل کر دیا اور اس کی فوج بھاگ نکلی۔ اس خوشی میں مجلس تیار کی گئی اور دربار منعقد ہوا اور لوگ مبارکبادی کے واسطے آنے لگے اور تخت آراستہ کیے گئے۔ سواری بادشاہ کی جا رہی تھی کہ راستہ میں ایک شخص نے جسے لوگ دیوانہ کہتے تھے، کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

تمتع من الایام ان کنت حازما ۔ فانک فیھا بین ناہ و آمر

فکم ملک قد رکم التراب فوقہ ۔ وعھدی بہ بالامس فوق المنابر

اذا کنت فی الدنیا بصیرا فانما ۔ بلاغک منھا مثل زاد المسافر

اذا ابقت الدنیا علی المرء دینہ ۔ فما فاتہ منھا فلیس بضائر

(ترجمہ) دنیا سے اگر تو عقلمند ہے تو نفع حاصل کر کیونکہ اس میں امر کرنے والے بھی ہیں اور منع کرنے والے

بھی ہیں، بہت سے بادشاہوں کے اوپر مٹی کے ڈھیر لگ گئے ہیں جنہیں کل ہی ہم نے منبر پر دیکھا تھا۔ اگر دنیا میں تو بصیر اور سمجھدار ہے تو تجھے مسافر کی ضرورت کے مطابق حاصل کرنا چاہیئے اگر دنیا آدمی کے دین کو باقی رکھے۔ پھر جو کچھ بھی فوت ہو جائے یہ ضرر نہیں ہے۔ یہ سنکر بادشاہ نے کہا سچ کہتا ہے۔ اسی وقت اپنے گھوڑے پر سے اترا اور اپنے ساتھیوں کو وداع کر کے ایک پہاڑ پر چڑھ گیا اور ساتھیوں کو قسم دی کہ کوئی اس کے پیچھے نہ چلے اور یہی حالت اخیر تک اس کی رہی اور ایک مدت تک ملک یمن بادشاہ سے خالی رہا۔ حتیٰ کہ اس کے واسطے بادشاہ نیا تلاش کیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک گاؤں پر گذرا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں تین قبریں ایک ہی مقدار کی اونچی زمین پر بنی ہوئی تھیں۔ ان پر اشعار لکھے ہوئے تھے، پہلی قبر پر لکھا ہوا تھا ؎

وکیف یلذ العیش من ھو عالم بان الی الخلق لا بد سائلہ

فیاخذ منہ ظلمۃ لعبادہ ولیجزیہ بالخیر الذی ھو فاعلہ

(ترجمہ) کیونکر زندگی کی لذت حاصل کر سکتا ہے وہ شخص جو یہ نہ جانے کہ خالق دو جہاں ضرور سوال کرے گا۔ اگر اس نے مخلوق پر ظلم کیا ہو تو اس کا بدلہ لے گا اور اگر اس نے نیکی کی ہو تو اس کی جزا دے گا۔ اور دوسری قبر پر یہ لکھا ہوا تھا ؎

وکیف یلذ العیش من کان موقنا بان المنایا بغتۃ ستعاجلہ

فتسلبہ ملکا عظیما و بھجۃ وتسکنہ القبر الذی ھو اھلہ

(ترجمہ) کیونکر زندگی کی لذت پا سکتا ہے وہ شخص جو یقین کرتا ہے کہ موت ناگہاں اسے آئے گی اس کا بڑا ملک اور رونق چھین لی جائے گی اور اسے قبر میں جس کا وہ اہل ہے ساکن کرائے گی۔ اور تیسری قبر پر مرقوم تھا۔

وکیف یلذ العیش من کان صائرا الی جدث یبلی الشباب منازلہ

ویذھب ماء الوجہ بعد بھائہ سریعا ویبلی جسمہ و مفاصلہ

(ترجمہ) کیونکر لذت عیش حاصل کر سکتا ہے وہ شخص جو کہ جانیوالا ہے طرف قبر کے جو جوانی کو بوسیدہ کرنے والی جگہ ہے اور چہرے کی رونق دور کرنیوالی ہے بہت جلد اور جسم اور جوڑوں کی بوسیدہ کرنے والی ہے۔ میں نے ایک شیخ سے جس کے پاس میں بیٹھ گیا تھا کہا کہ میں نے

تمہارے یہاں ایک عجیب بات دیکھی ہے۔ کہا وہ کیا ہے۔ میں نے انہیں ان قبروں کا قصہ سنایا کہنے لگے ان کا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔ میں نے کہا ان کا قصہ سناؤ کہا کہ یہ تین بھائی تھے۔ ایک امیر، دوسرا تاجر، تیسرا زاہد، جب زاہد کی موت قریب ہوئی تو دونوں بھائی آئے اور اپنا عمدہ مال اسے دیا تاکہ وہ صدقہ کرے اس نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے تمہارے مال کی ضرورت نہیں ہے لیکن میں تم سے ایک عہد لیتا ہوں اس کے خلاف نہ کرو۔ انہوں نے کہا وہ کیا ہے۔ کہا جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دو اور کفن پہناؤ اور میری نماز پڑھ کر کسی اونچی جگہ میں مجھے دفن کرو اور یہ اشعار میری قبر پر لکھ دو اور وہ اشعار بتائے جو تم نے پہلی قبر پر دیکھے۔ پھر کہا جب تم یہ کر چکو تو روز میری قبر پر ایک بار آجایا کرو شاید تمہیں اس سے کچھ نصیحت حاصل ہو جائے۔ انہوں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا اور اس کا بھائی جو امیر تھا، فوج کے ساتھ سوار اس کی قبر پر آتا تھا اور وہ اشعار پڑھ کر روتا تھا۔ تیسرے دن وہ اسی طرح مع فوج کے اسکی قبر پر آیا اور اشعار پڑھ کر رونے لگا۔ جب واپس لوٹا تو اس نے قبر کے اندر سے کسی چیز کے گرنے کی ایسی سخت آواز سنی کہ قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جائے۔ وہاں سے گھبرایا ہوا پریشان حال واپس لوٹا۔ رات کو اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا دریافت کیا اے بھائی، میں نے تیری قبر سے کیسی آواز سنی۔ کہا وہ آواز لوہے کے کوڑے کے گرنے کی تھی، اس وقت مجھ سے پوچھا جا رہا تھا کہ تو نے فلاں مظلوم کو دیکھا اور اس کی مدد نہ کی۔ صبح کے وقت بہت غمگین گھبرایا ہوا اٹھا اور اپنے بھائی کو اور خاص لوگوں کو بلایا۔ اور کہا میرے بھائی نے اپنی قبر پر جو اشعار لکھنے کی وصیت کی تھی، میرے خیال میں وہ میرے لیے ہی لکھوا لیے تھے اور اب میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں تمہارے درمیان ہرگز نہ رہوں گا۔ اور امارت چھوڑ کر عبادت اختیار کی اور پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اسکی موت کا وقت بھی قریب آیا، اسوقت ایک چرواہے کے پاس پر تھا۔ یہ خبر سن کر اس کا بھائی آیا اور کہنے لگا اے بھائی کچھ وصیت کرو کہنے لگا میرے پاس مال نہیں ہے جو وصیت کروں، لیکن میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے بھائی کے پہلو میں دفنا کر میری قبر پر یہ اشعار لکھ دے اور وہ اشعار بتائے جو تم نے دوسری قبر پر دیکھے سپھر تین دن تک میرے مرنے کے بعد میری زیارت کرنا اور اللہ سے میرے لیے دعا کر شاید اللہ مجھ پر رحم کرے یہ کہکر وہ مر گیا چنانچہ اس کے بھائی نے اس کی وصیت پوری کی جب تیسرا دن ہوا تو اسکی قبر پر آکر بہت رویا اور اسکے واسطے دعا کی

جب واپس لوٹنے لگا تو قبر کے اندر سے ایک دھماکہ سُنا قریب تھا کہ وہ دیوانہ ہو جاتے وہاں سے پریشان لوٹا جب رات ہوئی بھائی کو خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس آیا ہے اس نے سوال کیا اے بھائی کیا ہمارے ملنے کو آتے ہو۔ کہا افسوس کہاں کا ملنا اب نہیں مل سکتے اور مجھے اپنے گھر پر قرار حاصل ہو گیا ہے اس نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے۔ کہا اچھا ہوں ماشاء اللہ۔ تو بہ سے بھی کس قدر بھلائی جمع ہو جاتی ہے۔ پھر پوچھا کہ ہمارا بھائی کہاں ہے کہا وہ ائمہ ابرار کے ساتھ ہے (یعنی نیک اماموں کے مجمع میں ہے) پھر کہا آپ ہمیں کس کام کا حکم کرتے ہیں۔ کہنے لگے جو شخص کچھ پہلے سے بھیجتا ہے وہ اُسے ملتا ہے۔ موت کو موت سے پہلے غنیمت جان۔ جب صبح اُٹھا تو اس نے دنیا ترک کر دی اور دل کو مکروہات دنیا سے پاک کر دیا مال تمام خرچ کر دیا۔ جائیداد تقسیم کر دی اور عبادت خدا میں مشغول ہو گیا۔ اس کا ایک جوان بیٹا خوبصورت تھا اس نے باپ کی جگہ تجارت شروع کر دی جب اسکی وفات کا وقت قریب آیا تو بیٹے نے کہا اے باپ کچھ وصیت کر کہنے لگے اے بیٹے تیرے باپ کا کوئی مال نہیں ہے جو وصیت کرے لیکن ایک بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب میں مر جاؤں تو اپنے دونوں چچا کے ساتھ دفن کیجیو اور یہ اشعار میری قبر پر لکھ دیجیو اور وہ اشعار جن کو تم نے تیسری قبر پر دیکھے ہیں وہ بتاتے تھے۔ جب یہ کر چکو تو تین دن تک میرے پاس آیا جایا کرو اور میرے واسطے دعا کرو شاید حق تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔ لڑکے نے ایسا ہی کیا جب تیسرا دن ہوا تو اس نے قبر سے ایک آواز سُنی جس سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور رنگ تبدیل ہو گیا۔ غمگین یا یوں کہا جائے کہ بخار زدہ وہاں سے لوٹا، جب رات ہوئی تو اپنے باپ کو خواب میں دیکھا کہ کہہ رہے ہیں اے بیٹے تو عنقریب ہم سے ملنے والا ہے آخرت میں سامان کی ضرورت ہے اور موت اس سے بھی پہلے ہے اپنے سفر کی تیاری اور کوچ کا سامان کر۔ سفر گاہ سے منزل اقامت کی طرف اسباب بھیج دے۔ دنیا کی زندگی پر دھوکا مت کھا۔ جیسے کہ تجھ سے پہلے نالائقوں نے دھوکا کھایا اور بڑی بڑی آرزوئیں کیں اور عاقبت کا سامان نہ کیا اور موت کے وقت سخت نادم ہوتے اور عمر کے ضائع کرنے پر بہت افسوس کیا۔ موت کے وقت نہ ندامت نے ان کو فائدہ دیا اور نہ اپنی کوتاہی پر افسوس کرنے سے شدت اور مصیبت سے ان کو نجات ملی۔ پھر کہا اے بیٹے جلدی کر پھر جلدی کر پھر جلدی کر جب صبح جاگا تو کہنے لگا کہ میرا گمان غالب ہے کہ وقت آپہنچا اور اپنا قرضہ ادا کیا اور اپنا مال سارا تقسیم اور صدقہ کرتا رہا حتیٰ کہ جب تیسرا دن ہوا تو اپنے اہل و عیال کو بلا کر وداع کیا اور سلام کر کے قبلے کی طرف متوجہ ہو کر کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے وفات پائی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ اب لوگ ان کی

زیارت کرتے ہیں اور ان سے توسل کرتے ہیں۔ اپنی قضائے حاجت ہیں ان کی حاجت پوری ہوتی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

حکایت (۱۶۴) ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے سفر میں ایکبار کوفہ میں گیا ایک رئیس کا مکان دیکھا کہ جا بجا اس میں نعمت کے دروازے کھلے ہوئے تھے اور دروازوں پر غلام دست بستہ کھڑے تھے اور دریچے کے پاس ایک لونڈی گا رہی تھی۔ ؎

الا یا دار لا یدخلک حزن ولا یعبث بسکنک الزمان

فنعم الدار انت لکل ضیف اذا ما الضیف اعوزہ المکان

(ترجمہ) اے مکان خدا کرے تجھ میں غم نہ آئے۔ نہ تیرے بسنے والوں کو زمانہ پامال کرے۔ تو ہر مہمان کے لیے اچھا مکان ہے جب اور کوئی مکان اسے میسر نہ ہو۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں پھر ایک مدت کے بعد میں اس مکان پر گذرا تو اس کے دروازے سیاہ ہو رہے تھے اور وہ جماعت پراگندہ ہو گئی تھی اور اس پر ذلت و رسوائی کی سیاہی چڑھی ہوئی تھی اور زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

ذھبت محاسنھا وبان شجونھا والدھر لا یبقی مکانا سالما

فاستبدلت من انسھا بتوحش ومن السرور بھا عزاً دائما

(ترجمہ) اس کی خوبصورتی جاتی رہی اور غم ظاہر ہو گیا۔ زمانہ کوئی مکان سالم نہیں چھوڑتا اس میں بجائے انس کے وحشت ہے اور بجائے سرور کے غم و ذلت ہے میں نے اس کی کیفیت دریافت کی لوگوں نے کہا کہ اس کا مالک مر گیا اور اسکی یہ حالت ہو گئی۔ میں نے دروازہ کھٹکھٹایا جو کبھی کھلوایا ہی نہیں جاتا تھا، اندر سے ایک لونڈی نے ضعیف آواز سے پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی اس مکان کی رونق کیا ہوئی، اسکی روشنی، اسکے آفتاب اور چاند کیا ہوئے اور اس کے آنے جانے والے کیا ہوئے۔ اس نے رو کر کہا اے شیخ اس میں وہ لوگ عاریتاً قیام پذیر تھے۔ پھر تقدیر ان کو دارالقرار کی طرف لے گئی۔ یہ عادت دنیا کی ہے جو اس میں آتا ہے وہ کوچ کر جاتا ہے اور جو اس کے ساتھ بھلائی کرتا ہے وہ برائی سے پیش آتی ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی ایک سال میں یہاں سے گذرا تو اس روشندان کے پاس ایک لڑکی گا رہی تھی ؎ الا یا دار لا یدخلک حزن (اے مکان تجھ میں حزن وغم نہ داخل ہو) تو اس نے رو کر کہا وہ میں ہی تھی اس مکان والوں میں میرے سوا کوئی باقی نہ رہا پس افسوس ہے جو شخص دنیا پر مغرور ہو۔ میں نے کہا تجھے اس اجاڑ مکان میں

کیونکر قرار آتا ہے۔ کہنے لگی یہ تم نے کیسی سخت بات کہی۔ کیا یہ محبوبوں کے رہنے کی جگہ نہ تھی، اور چند اشعار پڑھے۔ ؎

قالوا الفت وقد فنا فی منازلہم ونفس مثلک لا یعنی تحملہا

فقلت والقلب قد ضجّت اضالعہ والروح تنزع والاشواق تبدلہا

منازل الحب فی قلبی لعظمۃٌ وان خلا من نعیم الوصل منزلہا

فکیف اترکہا والقلب یتبعہا حبا لمن کان قبل الیوم ینزلہا

(ترجمہ) لوگ کہتے ہیں کہ تو احباب کے مکان میں کھڑا ہو کر الفت کرنے لگا۔ حالانکہ تجھ جیسا آدمی ایسے مکان ویران کی برداشت نہیں کر سکے گا۔ میں نے جواب دیا اس حال میں کہ میرے دل کی پسلیاں بولنے لگیں اور جان نکلی جاتی تھی اور شوق میرا جان کو کھوئے دیتا تھا کہ محبت کا مکان میرے قلب میں بڑی وقعت رکھتا ہے اگرچہ وہ گھر وصال کی نعمت سے خالی ہے۔ میں اُسے کیونکر چھوڑ دوں کہ دل اس میں لگا ہوا ہے۔ اس شخص کی محبت کی وجہ سے جو کبھی اس میں رہتا تھا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں میں اسے وداع کر کے چلا لیکن اس کے اشعار میرے دل میں اثر کر گئے اور دل میں عشق زیادہ پیدا ہو گیا (مولف کہتے ہیں کہ اسکے اشعار حضرت کو اس وجہ سے پسند آئے کہ اس نے صفت محبت اور محبوب اور وصل کی بیان کی اور سچ کہا اور اپنی محبت میں سچی تھی اور احباب کے مکان میں باوجود ویران اور بدحال ہونے کے صبر کے ساتھ ساکن رہی۔ ایک چور کی حکایت ہے کہ اس نے پہلی بار چوری کی تو اس کا دایاں ہاتھ قطع کیا گیا۔ پھر چوری کی اور بایاں پاؤں۔ پھر بایاں ہاتھ پھر دایاں پاؤں، جیسا کہ امام شافعیؒ کے مذہب میں یہ حکم ہے، پھر اس نے چوری کی تو تعزیرًا معلق لٹکایا گیا اس پر ایک شیخ کا گذر ہوا۔ دیکھ کر کہا میں اس کا غلام ہوں۔ مریدوں نے کہا یہ کیونکر۔ فرمایا اس لیے کہ اس نے اپنے محبوب کے حاصل کرنے میں ہر قسم کی مصیبت اُٹھائی اور کسی سزا اور تکلیف نے اُسے اپنے کام سے نہ روکا۔ میں کہتا ہوں کہ ابتداءِ قصہ میں جو اشعار ہیں الا یا دار لا یدخلک حزن یہ دھوکا ہے دنیا کی خوشی کی وجہ سے۔ کیونکہ جب دنیا آنے لگتی ہے اور اس میں کوئی کدورت نہیں ہوتی ہے اس وقت انسان لہو و لعب میں ایسا مشغول ہو جاتا ہے کہ نہ نیک کام کا خیال ہوتا ہے نہ عبادت کا۔ اور کان حق تعالٰی کے اس ارشاد سے کہ دنیا کی زندگی لہو و لعب ہے بالکل بہرے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح آیہ کریمہ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ یعنی ان لوگوں کو چھوڑ دیجیے تاکہ کھائیں اور مزے اُڑائیں اور دنیا کی آرزو نہیں اچھی

طرح غافل کردے۔ عنقریب انہیں معلوم ہو جائے گا اور قول اللہ تعالے کا اَفَرَأَیْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰھُمْ سِنِیْنَ ثُمَّ جَآءَھُمْ مَّا کَانُوْا یُوْعَدُوْنَ مَآ اَغْنٰی عَنْھُمْ مَّا کَانُوْا یُمَتَّعُوْنَ۔ یعنی بتا بیئے اگر ہم انہیں فائدہ پہنچائیں کئی سال تک پھر آجائے ان کے پاس وہ بلا جس سے انہیں ڈرایا جاتا تھا تو یہ آسائش و آرام انہیں کیا بچا سکتے ہیں اور بھی ایسی آیات سے ان کے کان بہرے ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس حدیث سے اِنَّ الدُّنیا حلوۃ خضرۃ یعنی دنیا میٹھی اور خوشنما ہے اور نعمت المرضعۃ و بئست الفاطمۃ (یعنی دنیا اچھی دودھ پلانے والی اور بری دودھ چھڑانیوالی ہے) ان سے غافل ہوتے ہیں۔ اس بیان میں ایک قائل کا قول ہے ؎

ومن یحمد الدنیا بعیش یسرہ   فسوف لعمری عن قلیل یلومہا
اذا ادبرت کانت علی المرء حسرۃ   وان اقبلت کانت کثیرا غمومہا

(ترجمہ) جو کوئی دنیا کی خوش عیشی کے سبب تعریف کرتا ہے قسم ہے میری عمر کی بہت جلد ملامت بھی کرے گا۔ جب منہ پھیر کر جاتی ہے تو آدمی کو حسرت ہوتی ہے اور جب آنے لگتی ہے تو غم اور فکر بہت ہو جاتے ہیں۔ اور قول امام شافعیؒ کا ہے ؎

ومن یذق الدنیا فانی طعمتہا   وسیق الینا عذبہا و عذابہا
فلم ارھا الا غرورا و باطلا   کما لاح فی ظہر الفلاۃ سرابہا
وما ھی الا جیفۃ مستحیلۃ   علیہا کلاب ھمہن اجتذابہا
فان تجتنبہا کنت سلما لاھلہا   وان تجتذبہا نازعتک کلابہا

(ترجمہ) کسی نے تو دنیا کو چکھا ہی ہوگا میں نے تو اسے کھایا ہے اور میرے پاس اس کے شیریں و تلخ دونوں مزے آئے ہیں۔ میں نے اسے دھوکا اور باطل پایا۔ جیسا کہ جنگل میں ریت چمکتا ہوتا ہے وہ ایک سڑی ہوئی مردار ہے اور اس پر کتے نوچ کھانے کے لیے جمع ہیں اگر تو اس سے بچے تب تو دنیا والوں سے محفوظ رہے گا اور اگر تو بھی نوچ کر کھانے لگے گا تو دنیا کے کتے تجھ سے جھگڑا کریں گے۔ اور مؤلف کے اس مضمون میں اشعار ہیں ؎

عجوز السوء سوداء الجسم شوھا   وحدبا تحت اثواب حسان
بہا یغتر غر لم یشاھد   عیوبا فی ھواھا ذوا فتنان
جمیع الدھر یجری لیس یدری   لجسم من محارمہا ملان
الی تقبیل ثغر لیس فیہ   من الاسنان ما غیر اللسان

غرور حبھا راس الخطایا جمیعا ذات مکر و اختیان
تری عیشا ھنیئا فیہ رست سموما تلک منھا مھلکان
حساب طال فی یوم عبوس یشیب الطفل من ھول وثانی
عقاب فی جحیم رب سلم بھا جلد و لحم ناضجان

(ترجمہ) یہ بری بڑھیا سیاہ رو بدشکل، کبڑی اور اس پر لباس نہایت خوشنما اس پر سیدھا آدمی دھوکا کھا جاتا ہے جس نے اسکے عیوب دیکھے نہیں وہ اس کی محبت میں فریفتہ ہوتا ہے سارا زمانہ اسی پر چل رہا ہے اور نہیں جانتا کہ اس کا جسم محرمات سے پُر ہے اور ایسے ہونٹوں کو بوسہ دینے جا رہا ہے جس میں کوئی دانت نہیں سوا تیز زبان کے بہت دھوکہ باز ہے اسکی محبت سارے گناہوں کی جڑ ہے اور وہ بڑی مکار فریبی ہے ظاہری عیش خوشگوار ہے۔ کہیں اس میں چھپا ہوا زہر قاتل ہے۔ اس میں ہلاک کرنے والی دو چیزیں ہیں۔ ایک تو قیامت کے سخت دن میں لمبا حساب ہونا جس کی تکلیف اور خوف سے بچہ بوڑھا ہو جائے گا۔ دوسرے عذاب جہنم۔ خدایا اس سے بچائیو، جہاں گوشت اور کھال پکتے ہیں۔ چنانچہ بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر دنیا فنا ہونیوالا سونا اور آخرت باقی رہنے والی ٹھیکری ہوتی تو بھی باقی رہنے والی رغبت اور میلان کے قابل تھی۔ چہ جائیکہ امر بالعکس ہے، یعنی دنیا فنا ہونے والی ٹھیکری اور آخرت باقی رہنے والا سونا ہے، میں کہتا ہوں بلکہ آخرت سونے سے بھی اولیٰ و افضل ہے۔ کیونکہ وہ جواہر فاخرہ اور نور سے بنائی گئی ہے۔ وہ لذت و نعمت حور و سرور والی ہے۔ بعض عارفین کا قول ہے کہ دنیا کی طلب میں نفس کی ذلت ہے اور آخرت کی طلب میں اسکی عزت ہے۔ پھر نہایت افسوس ہے اس پر جو فانی شئی کی طلب میں ذلت اختیار کرے اور باقی شئی کی عزت کے ساتھ طلب نہ کرے۔ مؤلف کہتے ہیں مجھے اس لونڈی کے ابتدائی اشعار پر کچھ شعر ذہن میں آئے کیونکہ وہ اشعار دار آخرت کے مطالب تھے، حق تعالیٰ آخرت کے لوگوں کے قول کی نقل فرماتے ہیں کہ وہ کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ یعنی خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم سے غم دور کر دیا اور اخیر میں فرمایا لَا یَمَسُّنَا فِیْھَا نَصَبٌ وَّلَا یَمَسُّنَا فِیْھَا لُغُوْبٌ، یعنی اہل جنت کہیں گے کہ ہمیں نہ کوئی تکلیف ہے نہ تعب اور تکان اور وہ اشعار یہ ہیں؛ ؎

الا یا دار خلد طبت دارا نعیمک لا یغیرا لزمان
اذا دار الفناء عزت واضحت خرابا ثم اعوزنا المکان

فنعم الدار انت لکل ثاو ... یك اللذات والحور الحسان

واخری لایساوی نلك فضل ... جوار الرب والنظر العیان

نحل زاد فی الجنات حسنا ... علی حسن بہ تنسی الجنان

(ترجمہ) اے دارِ خلد تو اچھا مکان ہے کہ تیری نعمت کو زمانہ نہیں بگاڑے گا جبکہ دارِ فنا ہلاک ہو جائیگا اور ویران ہو جائیگا اور ہم اور مکان تلاش کریں گے۔ تو ہر بسنے والے کے واسطے اچھا مکان ہے۔ تجھ میں لذتیں اور عمدہ حوریں ہیں اور ایک اور نعمت ہے جس کے کوئی برابر نہیں کہ ہمسایہ خدا کا ہوگا اور دیدار اس کی جلوہ گری سے جنتوں کا حسن زیادہ ہوگا اور اس سے جنت کا حسن بھول جائینگے - ان شعروں میں مہمان کی جگہ بسنے والا کہا ہے۔ کیونکہ دنیا مہمان خانہ ہے یہاں آدمی آتا ہے اور جاتا ہے اور ایسا ہی اہلِ دنیا آتے ہیں اور چند روز رہ کر چلے جاتے ہیں جیسا شاعر کا قول ہے ؎ الا انما الانسان ضیف لاھلہ + یقیم قلیلا عندھم ثم یرحل (ترجمہ) خوب جان لو کہ آدمی اپنے گھر والوں کے پاس مہمان ہے کہ چند روز رہتا ہے پھر سفر کر جاتا ہے اور آخرت دارالقرار ہے ہمیشہ کے لیے رہنے کی جگہ ہے۔ چنانچہ آخرت کے بنانے والے حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے بھی اس کا نام دارالمقامۃ رکھا ہے اپنے اس قول میں جس میں اہلِ جنت کے قول کی حکایت کی گئی ہے۔ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ نِالَّذِیْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ۔ (ای تعب) یعنی اہلِ جنت کہیں گے شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کیا، تحقیق پروردگار مغفرت کرنے والا بڑا قدردان ہے جس نے ہم کو دارالاقامۃ یعنی جنت میں اپنے فضل سے داخل کیا۔ جہاں نہ تکلیف ہمیں پہنچتی ہے نہ تکان وسستی اور مراد دارالمقامۃ سے دارالمقام ہے اور یائے ہوز واسطے مبالغہ کے آئی ہے جیسا کہ علامۃ وغیرہ میں ہے اور یہ قصیدہ بھی میرے ذہن میں آیا جس کا نام اللآلی الفاخرۃ فی مدح دار الآخرۃ ہے۔

الا یا دار خلد طبت دارا	جمعت الحسن مامون الزوال	قصور ثم حورا ثم خیرا
مدا ما غیر مجذوذ النوال	ولذات وعیشا ذا نعیم	مقیم لیس فی دھر یبالی
بہا مالم تری عین وسمع	بہ اذن ولم یخطر ببال	خیام الدر فیہا باھیات
وغرفات مغنیات عوالی	بہا حور حسان فائقات	منیرات ملیحات غوالی
یری مخ نساقہا عیانا	وراء سبعین ملبوس الجمال	ولو تبصق ببحر عاد عذبا

فزانا طیبا للشرب حالی ولو تبد و بدنیا عطرتها وامسی النور للظلماء جالی

تصنی الخلد فی نور ابتسام یوجه الزوج فی زاهی الجمال تغنی فی الارائک رافعات

باصوات رخیمات عوالی علی خیل نجیب من بہاء کمثل البرق زاروا ذا الجلال

فلا احلی واھنا من جمالی راؤ لما تجلی ذوالکمال وفازوا فی جوار الرب ملکا

ورضوانا ویا لک من نوال فھٰذ العیش لاعیش بدنیا وھٰذا الفخر لا فخر بمال

سیدری کل ذی فخر بدنیا لدی الاخرٰی لمن فخر المعالی الٰھی لاتخیب یافعیا

فقیرا من صفات الخیر خالی فمالی قربة الارجا ئی لفیض الفضل یامولی الموالی

ومسک الختم حمد اللہ ربی علی نعمائه فی کل حال وتغشی احمد مولی البرایا

صلوٰۃ مع صحاب ثم آل

(ترجمہ) اے دارخلد تواچھا مکان ہے تو ایسے حسن کا مجموعہ ہے جو زوال سے محفوظ ہے، تو محلات اور حوروں کا اور ہر قسم کی بھلائی کا جامع ہے جو دائم رہنے والی ہیں جن کی نعمت منقطع نہ ہوگی اور لذت وعیش اور نعمت دائم والا ہے۔ تو کبھی زمانہ میں پرانا نہ ہوگا۔ اس میں وہ چیزیں ہیں جنھیں نہ تو آنکھوں نے دیکھا ہے نہ کانوں نے سنا ہے، نہ دل میں خیال گذرا ہے۔ اس میں فاخرہ موتیوں کے خیمے ہیں اور بالاخانے اونچے چمکنے والے ہیں۔ اس میں حوریں ہیں حسن میں فوقیت رکھنے والی۔ چمکنے والی، نمکین حسن رکھنے والی، خوشبو سے مہکنے والی۔ ان کی پنڈلیوں کا گودا نظر آئے گا حسن کے ستر لباس کے اوپر سے۔ اگر وہ سمندر میں تھوکے تو اس کا پانی میٹھا اور شیریں ہو جائے۔ پینے والے کو عمدہ مزے دار معلوم ہو رہے۔ اگر دنیا میں وہ ظاہر ہوں تو (دنیا) معطر ہو جائے اور ان کا نور اندھیرے کو دور کر دے۔ جنت ان کے شوہروں کے آگے خوبصورت مسہریوں میں مسکرانے سے روشن ہوتی ہے۔ اونچے تخت پر گاتی ہوں گی بلند اور باریک آواز سے۔ اہل جنت خوبصورت گھوڑے اور اونٹوں پر سوار ہو کر جو روشنی میں مثل برق کے ہوں گے حق تعالےٰ کی زیارت کریں گے اس جمال سے شیریں اور خوش گوار کوئی چیز نظر نہ آئے گی جب کہ تجلی اللہ ذوالکمال کی دیکھیں گے اور اللہ کے قرب میں ملک پاویں گے اور رضامندی خدا کی ملے گی۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے۔ حقیقت میں یہی عیش ہے نہ کہ عیش دنیا۔ اور یہی فخر ہے نہ فخر مال کا۔ قریب ہے کہ ہر دنیا پر فخر کرنے والا جان لے گا آخرت میں بزرگی کا فخر کس کے لیے ہے۔ الٰہی محروم نہ کر یافعی کو جو فقیر ہے اور ہر خیر سے خالی ہے۔ میرے پاس

امید کے سوا کوئی ذریعۂ تقرب نہیں ہے صرف تیرے فضل کا امیدوار ہوں سارے مولی الموالی
اختتام اس قصیدے کا اللہ کی حمد سے کرتا ہوں اس کی ان نعمتوں پر جو ہر حال میں پہنچتی ہیں۔
اور اللہ کرے سردارِ مخلوق احمد مجتبیٰ کو ڈھانک لے رحمت الٰہی اور ان کے آل و اصحاب کو بھی۔

حکایت (۲۱۵) ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں جبل لکام کی سیر کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک جنگل میں میرا گذر ہوا جہاں بہت سے درخت اور سبزہ زار تھا۔ میں وہاں کھڑے ہو کر اس کے پھولوں کا حسن اور اطراف کی سبزی دیکھ رہا تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ اتنے میں ایک آواز میرے کان میں آئی جس سے میرے آنسو جاری ہو گئے اور رنج کی آگ بھڑک اٹھی۔ میں اس آواز کی طرف بڑھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ دامنِ کوہ میں ایک غار ہے اور وہ آواز وہاں سے آ رہی ہے میں نے اس میں جھانکا تو دیکھا وہاں ایک عابد ہے اور وہ کہہ رہا ہے پاک ہے تو اے خدا جس نے مشتاقوں کی تفریح باغ طاعت میں کی ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے عقل مندوں کو یہ سمجھا دیا ہے کہ وہ اس کے سوا غیر پر اعتماد نہیں کرتے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اہلِ محبت کے نفس کو دریائے محبت پر پہنچایا ہے اور وہ اس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ پھر خاموش ہوا۔ میں نے کہا السلام علیکم اے غم کے دوست اور رنج کے ساتھی کہا وعلیکم السلام تم کیونکر پہنچے ایسے شخص کے پاس جو لوگوں کے سوال سے ڈر کر تنہا رہتا ہے اور محاسبۂ نفس میں مشغول ہوا ہے اور لوگوں کے اقوال میں غور و خوض ترک کر دیا ہے۔ میں نے کہا مجھے نصیحت و عبرت کا شوق اور نیکوں کے قلوب کی عطاؤں کی طلب ہی تمہارے پاس لائی ہے۔ انہوں نے کہا اے جوان اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ ان کے دلوں میں محبت کے چقماق نے عشق کی آگ جلائی ہے۔ وہ شدتِ اشتیاق کے سبب ریاض ملکوت کی سیر کرتے پھرتے ہیں اور ان کے واسطے حجاب جبروت میں جو کچھ پوشیدہ ہے اس کا ملاحظہ کرتے ہیں میں نے کہا ان کی تعریف کچھ بیان کرو۔ فرمایا وہ ایسے لوگ ہیں جو رحمت الٰہی کے غار میں پناہ گزیں ہیں اور شرابِ محبت کے جام پیتے ہیں۔ پھر کہنے لگے۔ اے میرے مالک مجھے بھی ان لوگوں میں ملا دے اور ان جیسے اعمال کی توفیق دے۔ میں نے کہا مجھے کچھ وصیت فرمائیے فرمایا اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے لقاء کے شوق پر کر دو کہ وہ ایک دن اپنے اولیاء کو اپنے جمال کی تجلی دکھائیں گے اور کچھ اشعار پڑھے۔ ؎

قد کان لی دمع فافنیتہ　　وکان لی جفن فادمیتہ

وکان لی جسم فنا بلیتہ ۔۔۔ وکان لی قلب فنا فنیتہ
وکان لی یا سیدی ناظرٌ ۔۔۔ اری بہ الخلق فا عمیتہ
عبدك اضحیٰ سیدی موثقا ۔۔۔ لو شئت قبل الیوم اویتہ

(ترجمہ) میرے بھی کبھی آنسو تھے تو نے انہیں فنا کر دیا۔ میری بھی پلکیں تھیں تو نے انہیں خونِ ناب کر دیا۔ میرا بھی جسم تھا تو نے اُسے بوسیدہ کر دیا۔ میرا بھی دل تھا تو نے اُسے ضعیف کر دیا اے مالک میرے آنکھیں بھی تھیں جن سے میں مخلوق کو دیکھتا تھا تو نے اندھی کر دیں۔ اب تیرا بندہ تجھی پر اعتماد رکھنے والا ہو گیا ہے۔ اگر تو چاہے تو آج سے پہلے بھی پاس بلا سکتا تھا۔ خدا ان سے راضی ہو اور ان کی برکت سے ہمیں بھی مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۱۶) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب آدھی رات کو کوہِ لبنان پر میں سفر کر رہا تھا ناگاہ ایک بلوط کے پتوں کی ٹٹی نظر آئی اور ایک شخص جس کا چاند سا چہرہ ہے اس میں سے سر نکالے کہہ رہا ہے۔ میرا قلب تیرے بہمہ صفات کمال موصوف ہونے کا ہر حادثہ میں گواہی دیتا ہے اور قلوب تیرے کنہ ذات کے جاننے میں متحیر ہیں اور تیری شرابِ محبت کے مست ہیں۔ میرا دل کیونکر نہ گواہی دے کہ میرا دل تیرے غیر کی محبت کا حس ہی نہیں رکھتا ہے۔ افسوس اور نہایت افسوس کہ تیری محبت میں کوتاہی کرنے والے رسوا اور ناکام ہو گئے۔ پھر اپنا سر ٹٹی کے اندر کھینچ لیا اور اسکی بات مجھ سے فوت ہو گئی میں یوں ہی کھڑا رہا جب فجر ہوئی تو اس نے پھر اپنا سر نکالا اور چاند کو دیکھ کر کہا۔ اے اللہ تیرے ہی نور سے آسمان روشن ہیں اور تیرے ہی نور سے اندھیرے میں اجالا ہوتا ہے اور نیر اجلال آنکھوں سے غائب ہے اور دلوں ہی کو اس کی معرفت حاصل ہے۔ میں اپنے اس درد و غم میں آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ میری طرف ایسی نظر فرمایئے جیسی اس غلام پر کی جاتی ہے جس کو آپ نے بلایا ہو اور وہ فوراً حاضر ہو گیا ہو۔ میں نے دوڑ کر اُس کو سلام کیا، اس نے جواب دیا۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے۔ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ کہا تیرا خوف اب تک میرے دل سے نہیں گیا۔ میں نے کہا پیارے میری کس بات سے تمہیں خوف طاری ہوا۔ کہا تم کام کے وقت بیکار پھر رہے ہو اور معاد کے توشہ سے غافل ہو اور گمان پر ٹھہرتے ہو اے ذوالنون۔ حضرت فرماتے ہیں یہ سنکر میں بیہوش ہو گیا۔ دوپہر کی گرمی سے جب مجھے افاقہ ہوا تو وہاں نہ وہ شخص تھا نہ ٹٹی تھی۔ میں وہاں سے روانہ ہوا اور اس کی ملاقات کی حسرت دل

میں رہ گئی۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۷) ابراہیم بن شیبان رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ عارف کی کیا علامت ہے۔ فرمایا میں اپنے شیخ ابو عبداللہ مغربی کے ہمراہ کوہ طور پر تھا اور ہمارے ساتھ تقریباً ستر آدمی تھے، ایک روز ہمارے پاس ایک نوجوان آیا اس پر اثر خشوع کا تھا جب ہم نماز پڑھتے تو وہ بھی ہمارے ہمراہ نماز پڑھتا تھا اور اگر علمی تذکرہ کرتے تو ایک گوشہ میں بیٹھا سنتا تھا ایک روز ہم ایک درخت کے سایہ میں سبزہ پر بیٹھے تھے کہ شیخ نے کچھ معرفت کا بیان کیا۔ اس جوان نے شیخ کا بیان سن کر ایک سانس لی اسکی گرمی سے اس کے سامنے کی سبزی جل اٹھی اور وہ غائب ہو گیا۔ شیخ نے فرمایا یہی عارف کی علامت ہے۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۱۸) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں کوہ لکام پر عابدوں اور زاہدوں کی تلاش میں گھومتا تھا، ایک شخص گدڑی پوش کو میں نے دیکھا کہ ایک پتھر پر زمین کی طرف سر جھکائے بیٹھا تھا۔ میں نے کہا اے شیخ یہاں کیا کرتے ہو۔ کہا دیکھ رہا ہوں اور نگہداشت کر رہا ہوں۔ میں نے کہا تمہارے آگے پتھروں کے سوا کچھ بھی نہیں کسے دیکھ رہے ہو اور کس کی نگہداشت کر رہے ہو یہ سن کر ان کا رنگ متغیر ہو گیا اور غصہ سے میری طرف دیکھا اور فرمایا اپنے خیالاتِ قلب کو دیکھ رہا ہوں اور حق تعالیٰ کے اوامر کی نگہداشت کر رہا ہوں۔ قسم ہے اس خالق کی جس نے تجھے مجھ پر ظاہر کیا ہے۔ یہاں سے چلا جا۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کر دو تو میں چلا جاؤں۔ فرمایا جو دروازہ کو لازم پکڑ لے وہ خادم ہوتا ہے۔ جو گناہوں کو یاد کرتا ہے بہت نادم ہوتا ہے۔ جو اللہ کے بھروسہ پر بے پروا ہوتا ہے ناداری سے محفوظ ہوتا ہے۔ پھر مجھے چھوڑ کر وہ چلے گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۲۱۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس سے ایک ضرورت کے لیے کسی گاؤں کی طرف چلا۔ راہ میں ایک بڑھیا کو دیکھا کہ ایک اونی جبہ اور ایک اونی چادر اوڑھے ہوئے ہے۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب دیکر پوچھا اے جوان کہاں کا ارادہ ہے میں نے کہا ایک ضرورت سے فلاں گاؤں میں جاؤں گا۔ پھر اس نے سوال کیا تیرا مکان یہاں سے کتنی دور ہے۔ میں نے کہا اٹھارہ میل ہے۔ کہا اٹھارہ میل ایک ضرورت کی تلاش میں آئے ہو یہ بڑی حاجت ہو گی۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر اس نے کہا صاحب قریہ سے کیوں نہیں کہہ دیا کہ تمہاری حاجت تمہارے پاس پہنچا دے اور تمہیں نہ تھکا دے میں نے اس کا مطلب نہ

سمجھا اور کہا اے بڑھیا صاحب قریب سے میرا تعارف نہیں ہے۔ اس نے کہا کس نے تیرے اور اس کے درمیان توحش پیدا کر دیا ہے اور آپس کے اتصال کو قطع کر دیا ہے۔ اب اس کا مطلب میری سمجھ میں آیا اور میں رونے لگا۔ اس نے کہا تو اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا سچ کہو۔ میں نے کہا قسم ہے اللہ کی میں بیشک اُسے دوست رکھتا ہوں۔ کہا جب اس نے تمہیں محبت کے درجہ پر پہنچایا تو کس حکمت کا افادہ فرمایا۔ اس کا جواب مجھے نہ آیا۔ پھر کہا شاید تو ان لوگوں میں ہے جو محبت کو چھپاتے ہیں۔ میں اس کا بھی جواب نہ دے سکا۔ کہنے لگی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور معرفت اور پوشیدہ محبت کو نالائقوں کے میل سے بچاتا ہے۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے تم خدا سے دعا کرو کہ وہ میرے دل کو بھی محبت میں مشغول کرے اس نے میرے منہ پر ہاتھ جھاڑ دیا۔ میں نے پھر اسی قول کا اعادہ کیا۔ کہنے لگی اپنے کام کو جا۔ پھر کہنے لگی اگر سلب ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو بڑے بڑے عجائبات ظاہر کر دیتی اور ایک آہ کھینچ کر کہا افسوس یہ شوق بدون تیرے اچھا نہ ہوگا اور یہ غم بدون تیرے تسکین نہیں پائے گا۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۲۲۰) روایت ہے کہ دو جوان ملک شام میں عبادت میں مشغول رہتے تھے حسنِ عبادت کی وجہ سے ایک کا نام صبیح اور دوسرے کا نام ملیح پڑ گیا تھا۔ اتفاقاً کئی روز تک وہ بھوکے رہے ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا چلو جنگل کی طرف کسی کو دین کی تعلیم کریں شاید اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ نفع پہنچا دے۔ چنانچہ دونوں چلے وہ کہتے ہیں کہ جب ہم جنگل میں داخل ہوئے تو ہمارے سامنے ایک حبشی لکڑیوں کا بوجھ سر پر رکھے ہوئے آیا ہم نے کہا اے شخص تیرا رب کون ہے۔ یہ سن کر اس نے لکڑیوں کا بوجھ تو زمین پر ڈال دیا اور اس پر بیٹھ کر کہنے لگا یہ نہ کہو کہ تیرا رب کون ہے بلکہ یہ کہو کہ تیرے دل میں ایمان کس جگہ پر ہے۔ ہم آپس میں ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ پھر کہا پوچھو پوچھو کیونکہ مرید وہ ہے کہ اپنے سوال کا انقطاع نہ کرے۔ جب اس نے دیکھا کہ ہم کچھ جواب نہیں دیتے تو کہنے لگا۔ اے خدا اگر تو جانتا ہے کہ تیرے بعض بندے جو کچھ تجھ سے مانگتے ہیں تو انہیں دیتا ہے تو میرا بوجھ سونے کا کر دے فوراً سونے کی شاخیں بن گئیں اور چمکنے لگیں پھر کہا اے اللہ اگر تو جانتا ہے کہ تیرے بعض بندے گمنامی کو پسند کرتے ہیں تو اس کو پھر لکڑی کر دے۔ چنانچہ اسی وقت لکڑی کا بوجھ ہو گیا۔ پھر اس بوجھ کو سر پر رکھ کر چلا گیا اور ہمیں اس کے پیچھے جانے کی جرأت نہ ہوتی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۲۱) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔ جب انہوں نے کہا اللہ تو جلال الہٰی کی وجہ سے مبہوت ہو گئے گویا ان کے جسم میں رُوح ہی نہ رہی۔ پھر جب کہا اکبر۔ یہ گمان ہوا کہ ان کی تکبیر کی ہیبت سے میرا دل پارہ پارہ ہو گیا۔ اور ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ساحل شام میں ایک عابد سے سُنا کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہوں نے اُسے تحقیق اور یقین کے ساتھ پہچانا ہے اور اس کی معرفت حاصل کی ہے۔ ان لوگوں نے اس کی رضا کو مقصود اصلی اپنا قرار دیا ہے۔ اس راہ میں بہت سی مصیبتیں برداشت کرتے ہیں اس کے پاس کی کامیابی کی امید پر دنیا میں غم کے ساتھی ہیں اور رنج کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ رغبت اور خواہش کی آنکھ سے اسکی طرف نہیں دیکھتے اور اس سے مسافر کے توشے سے زیادہ نہیں لیتے۔ راستہ میں رات ہو جانے کے خوف سے جلدی چلتے ہیں اور نجات کی امید پر عزم کرتے ہیں اور اپنی روح کو تصدق کرتے ہیں۔ مالک کی رضا میں آخرت کو پیش نظر رکھتے ہیں اور آخرت کی خبر دل کے کانوں سے سنتے ہیں۔ اگر تو انہیں دیکھے تو ایسے نظر آئیں گے کہ پتلے ہونٹ ہوں گے اور چھوٹا پیٹ ہوگا۔ غمگین ان کے دل ہوں گے نحیف ان کے جسم ہوں گے گریہ کرنے والی آنکھیں ہوں گی وہ نہ کسی فعل کی علت تلاش کریں گے نہ اس کے بجالانے میں تاخیر کریں گے اور قلیل شئی پر دنیا کی قناعت کرتے ہوں گے۔ بجائے لباس فاخرہ کے پرانی چادروں پر اکتفا کرتے ہوں گے اور بجائے آباد شہروں کے ویران مقاموں میں زندگی بسر کرتے ہوں گے۔ وطن سے بھاگتے ہوں گے دوستوں سے تنہائی پسند کرتے ہوں گے۔ اگر تو انہیں دیکھے تو ایک قوم نظر آئے گی جن کو راتوں نے بیداری کی چھری سے ذبح کر دیا ہے اور تکلیف کے خنجر سے ان کے اعضا جدا کر دیئے ہیں، رات کی سیر کی وجہ سے ان کے شکم پتلے دبلے ہو رہے ہیں۔ خواب کے معدوم ہونے کی وجہ سے بال پراگندہ ہو رہے ہیں جو رنج پر رنج ملاتے ہیں اور کوچ کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔ خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ مولف کہتے ہیں ان لوگوں کے حق میں یہ اشعار حسب حال ہیں۔ ؎

انت بالصدق قد خبرت رجالا	قد اطالوا البکا اذا للیل طالا
وملأت القلوب منهم بنور	من نفیس الیقین یامن تعالیٰ
وتولیتهم فکنت دلیلا	وکسوت لجمیع منهم جمالا

فاذا ما الظلام جن علیھم　　وصلوا بالکلال منھم کلالا
عفروا بالتراب منھم وجوھا　　ذالک للّٰہ خشیۃ وابتھالا
ھجرت للمنام منھم عیون　　فاستطار المنام عنھم وزالا
انما لذت البکا لمرید　　اسلم الاھل والدیار وجالا
خاضعا باکیا حزینا ینادی　　یاکریما اذا استقیل اقالا

(ترجمہ) تو نے اے اللہ بعض لوگوں کی سچائی آزمائی ہے جو دراز راتوں میں بہت روتے ہیں اور ان کے قلوب تو نے نور سے بھر دیئے ہیں جو کہ یقین کا نور ہے۔ اے بزرگ مرتبہ والے تو اُن کا سرپرست اور رہبر ہوگیا ہے اور تو نے سب کو لباس حسن پہنایا ہے۔ جب رات کی تاریکی ان پر طاری ہوتی ہے تو وہ رنج پر رنج کا اضافہ کرتے ہیں۔ مٹی سے اپنے منہ خاک آلود کرتے ہیں اور یہ اللہ ہی کے خوف سے اور زاری سے ان کی آنکھوں نے نیند کو ترک کر دیا ہے اور ان کی نیند بھاگ گئی ہے اور زائل ہوگئی ہے۔ لذت رونے کی اس مرید کو حاصل ہوتی ہے جو اہل و عیال اور وطن کو چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ عاجزی کرتے ہوئے روتے ہوئے غم سے چلّاتا ہے کہ اے کریم جو تجھ سے بخشش مانگتا ہے اُسے تو بخشتا ہے۔

حکایت (۲۲۲) سعید ابن ابی عروبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک سال حج کیا اور مکۂ معظمہ اور مدینۂ منورہ کے درمیان ایک تالاب پر منزل کی اور ناشتہ طلب کیا اور دربان سے کہا میرے ہمراہ کھانے کیلئے کسی شخص کو تلاش کر جس سے یہاں کی کچھ حالت بھی دریافت کر سکوں۔ اس دربان نے پہاڑ کی طرف دیکھا تو وہاں ایک اعرابی ایک چادر بچھائے دوسری اوڑھے سو رہا ہے اُسے لات مار کر جگایا اور کہا کہ امیر تجھے یاد کرتا ہے چل۔ وہ چلا آیا۔ حجاج نے اس سے کہا ہاتھ دھولے اور میرے ساتھ ناشتہ کھا۔ اُس نے جواب دیا تجھ سے اچھے شخص نے مجھے دعوت دی تھی میں اسکی دعوت قبول کر چکا ہوں۔ حجاج نے سوال کیا وہ کون ہے۔ کہا اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے روزہ کی دعوت دی تھی میں روزہ دار ہوں۔ حجاج نے کہا ایسی سخت گرمی میں۔ کہا اس سے سخت گرمی کے دن کے واسطے روزہ رکھا گیا ہے۔ حجاج نے کہا آج افطار کرلے کل کو روزہ رکھ لیجیو۔ کہا اگر کل تک کی زندگی کا تو ذمہ دار ہو تو میں افطار کرتا ہوں۔ حجاج نے کہا یہ میرے اختیار سے باہر ہے۔ کہا پھر کیوں مجھ سے کہتا ہے کہ موجودہ نعمت کو کل کے بھروسہ پر چھوڑ دوں جس پر تو قادر بھی نہیں ہے۔ حجاج نے کہا یہ بہت

اچھا کھانا ہے۔ کہا تو نے اور تیرے باورچی نے اسے اچھا نہیں کر دیا ہے بلکہ اچھا تو جب ہے جب عافیت ہو اور یہ خدا کا کام ہے اسی مضمون میں مؤلف کے اشعار ہیں ؎

وما طیب الطباخ عیشا و انما بعافیۃ طاب الطعام لطاعم

اذا کان لی سقم فلا شئی طیب وان لم یکن طابت جمیع المطاعم

(ترجمہ) باورچی روٹی کو مزیدار نہیں کر سکتا بلکہ تندرستی سے کھانے والے کو خوراک اچھی اور پسند معلوم ہوتی ہے۔ اگر مجھ میں کوئی مرض ہو تو کوئی چیز اچھی نہیں۔ اگر کوئی بیماری نہ ہو تو سب کھانے اچھے ہیں۔

حکایت (۲۲۳) روایت ہے کہ حجاج ابن یوسف نے حج کیا۔ ایک شخص سے متعلق سنا جو بیت اللہ کے گرد زور زور سے تلبیہ کہہ رہا تھا۔ اور ان دنوں حجاج مکہ میں تھا۔ کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ حاضر کیا گیا۔ حجاج نے کہا تو کن لوگوں میں سے ہے کہا مسلمانوں میں سے ہوں۔ کہا میں یہ نہیں پوچھتا۔ اس نے کہا پھر کیا پوچھتے ہو۔ کہا۔ کس ملک کا باشندہ ہے۔ کہا یمن کا، کہا محمد ابن یوسف کو (اور وہ حجاج کا بھائی تھا) تو نے کس حال پر چھوڑا۔ کہا اونچا موٹا تازہ عمدہ لباس پہننے والا، سواری کرنے والا۔ شہر کے اندر باہر آتے جانے والا۔ حجاج نے کہا میں یہ نہیں پوچھتا، کہا پھر کیا پوچھتے ہو۔ کہا میں اس کی عادات پوچھتا ہوں۔ کہا نہایت ظالم جابر لوگوں کا مطیع خدا کا نافرمان ہے۔ حجاج نے کہا تو نے ایسی سخت کلامی کیوں کی حالانکہ اس کا رشتہ میرے ساتھ جاتا ہے۔ اس نے کہا، کیا تیرا یہ خیال ہے کہ اس کی عزت تیرے رشتہ کی وجہ سے اس سے بھی زیادہ ہے۔ جتنی کہ میری خدا کے نزدیک ہے میرے تعلق کی وجہ سے کیونکہ میں اس وقت اس کے مکان پر آیا ہوں اور اس کے نبی کی تصدیق کرتا ہوں یا یہ کہا کہ میں اس کے مکان کی زیارت کو آیا ہوں۔ اس کا فرض ادا کر رہا ہوں اور اس کے دین کی اتباع کر رہا ہوں۔ یہ سن کر حجاج خاموش ہو گیا اور کوئی جواب نہ بن پڑا اور وہ شخص بدون اجازت کے لوٹ گیا اور غلاف کعبہ کو پکڑ کر کہنے لگا اے اللہ تجھ ہی سے میں پناہ مانگتا ہوں اور تیرے ہی پاس پناہ گزین ہوتا ہوں۔ تیری کشائش قریب ہے۔ تیرا احسان قدیم ہے تیری عادت بہت اچھی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۲۲۴) طاہر مقدسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابدال کی تلاش میں عسقلان سے غزہ کو جا رہا تھا۔ ناگاہ ایک شخص ساحل پر نظر آیا جو میلی چادریں اوڑھے ہوئے تھا میں نے اس کی پروا نہ کی اس نے میری جانب التفات کیا اور کہا ؎

لاتنتب عنی بان تری خلقی فانما الدر داخل الصدف

عملی جدید و ملبسی خلق ومنتهی اللبس منتهی الصلف

(ترجمہ) میرے پرانے کپڑے دیکھ کر مجھ سے دور مت ہٹو۔ کیونکہ موتی صدف ہی کے اندر ہوتا ہے۔ میرا عمل نیا ہے اگرچہ لباس پرانا ہے اور انتہا لباس انتہاء تکبر ہے۔

شیخ عبداللہ دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک دن ایک فقیر آیا۔ اس پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔ میرے جی کو اچھا معلوم ہوا کہ کچھ چیز اس کو لا دوں۔ اور میں نے اپنی نعلین رہن رکھنے کا ارادہ کیا، نفس نے منع کیا ننگے پاؤں طہارت کیونکر پوری ہوگی، میں نے کہا۔ اپنا لوٹا رہن رکھوں، پھر نفس نے منع کیا اور کہا وضو کس سے کروگے میں نے رومال رہن رکھنے کا ارادہ کیا نفس نے پھر منع کیا اور کہا ننگے سر پھروگے میں نے کہا اس میں کیا حرج ہے اور نفس کو جواب دینے لگا۔ اتنے میں فقیر کمر باندھ کر کھڑا ہو گیا اور عصا ہاتھ میں لے کر میری طرف دیکھ کر کہنے لگا۔ اے خسیس الہمت اپنا رومال سنبھال رکھ میں جا رہا ہوں۔ میں نے اللہ سے عہد کر لیا کہ جب تک اس سے ملاقات نہ کروں روٹی نہ کھاؤں گا۔ نقل ہے کہ شیخ عبداللہ دینوری اس کے بعد تیس برس زندہ رہے اور روٹی نہیں کھائی رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۲۲۵) سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی کہ ایک عورت تھی جب وہ تہجد کے لیے کھڑی ہوتی تو کہتی تھی اے اللہ ابلیس بھی ایک تیرا بندہ ہے اس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتی اور تو اسے دیکھتا ہے جہاں سے وہ تجھے نہیں دیکھ سکتا اور تو اس کے سارے کاموں پر قادر ہے اور وہ تیرے کسی کام پر قدرت نہیں رکھتا۔ اے اللہ اگر وہ میرا برا کرنا چاہے تو تو رد کر دے اور اگر مجھ سے مکر کرے تو تو اس سے مکر کر۔ میں تجھ سے اس کے شر سے پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کے سینہ کو دھکیلتی ہوں، پھر روتی تھی حتیٰ کہ ایک آنکھ اس کی جاتی رہی، لوگوں نے کہا خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ بھی نہ جاتی رہے کہنے لگی اگر میری آنکھ جنت والوں کی آنکھ ہے تو حق تعالیٰ دوسری آنکھیں بدل دیں گے جو اُن سے اچھی ہوں گی اور اگر اہل نار کی آنکھیں ہیں تو خدا انہیں دور ہی کرے۔ خدا ان سے راضی ہوا اور ہمیں بھی ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۲۶) ابوالعباس مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بصرہ میں تھا،

ایک شکاری کو دیکھا کہ ساحل پر مچھلی کا شکار کرتا تھا اور اس کے پہلو میں اس کی ایک چھوٹی سی لڑکی بیٹھی تھی۔ جب کوئی مچھلی پکڑتا تو ٹوکری میں ڈال کر اس لڑکی کے پاس رکھ دیتا تھا۔ اور لڑکی اُسے نکال کر پانی میں چھوڑ دیتی تھی، ایک بار مڑ کے دیکھا تو ٹوکری میں کچھ نہ تھا، لڑکی سے پوچھا تو نے مچھلیوں کو کیا کیا کہنے لگی ابا جان کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو مچھلی ذکر اللہ سے غافل ہوتی ہے وہی کانٹے میں پھنستی ہے۔ یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کانٹا پھینک کر چلا گیا۔ رضی اللہ عنہما۔ مؤلف کہتے ہیں لڑکی کا مطلب یہ تھا کہ جو چیز یادِ الٰہی سے غافل ہے اس میں نقصان ہے اسلیے ہم اسے نہیں لینا چاہتے کیونکہ اس کی برکت جاتی رہتی ہے۔

حکایت (۲۲۷) مروی ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ رات کے وقت مدینہ منورہ میں گشت کرتے تھے ایک شب چلتے چلتے تھک گئے تو ایک دیوار سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔ سُنا کہ ایک عورت اپنی لڑکی سے کہہ رہی ہے کہ اس دودھ میں پانی ملا دے۔ لڑکی نے کہا اماں جان تمہیں امیر المومنین کا حکم معلوم نہیں ہے۔ ماں نے کہا کیا حکم ہے۔ کہا امیر المومنین نے اپنے منادی سے فرمایا تھا کہ اعلان کر دے کہ کوئی شخص دودھ میں پانی نہ ملائے۔ ماں نے کہا تو پانی ملا دے یہاں پر تجھے نہ عمرؓ دیکھیں نہ ان کا منادی۔ لڑکی نے کہا قسم ہے اللہ کی ایسا ہرگز نہ کروں گی کہ سامنے ان کی اطاعت کروں اور پیچھے نافرمانی کروں۔ رضی اللہ عنہما۔ مؤلف کہتے ہیں اس لڑکی کا قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پسند آیا اور اپنی اولاد میں سے ایک سے اس کا عقد کیا۔ اسکی اولاد میں عمر بن عبدالعزیز ہیں خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان سے اور ان کے سلف اور جملہ ولیات کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۲۸) روایت ہے کہ ایک امیر شیخ حاتم اصم کے دروازے پر سے گذرا اور پانی مانگا جب پانی پی چکا تو کچھ مال ان کی طرف پھینکا اس کے مصاحبوں نے بھی موافقت کی اور ہر ایک نے کچھ کچھ مال پھینکا، گھر والے یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن ان کی چھوٹی لڑکی ناخوش ہوئی اور رونے لگی اس سے دریافت کیا گیا کہ کیوں روتی ہے۔ کہنے لگی کہ ایک مخلوق نے ہماری طرف نظرِ محبت سے دیکھا تو ہم غنی ہو گئے۔ اگر خالق نظرِ رحمت سے دیکھے تو کیا حال ہو۔ خدا اس سے راضی ہو۔

روایت ہے کہ شیخ یحییٰ ابن معاذ رازی کی لڑکی نے اپنے باپ سے کھانے کے لیے کچھ چیز

مانگی باپ نے کہا اپنے پروردگار سے مانگو۔ کہنے لگی قسم ہے اللہ کی میں اس سے کھانے کی چیز مانگتے ہوئے شرماتی ہوں۔ خدا اس پر رحم کرے۔

حکایت (۲۲۹) ابو عبداللہ جلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میری والدہ نے میرے والد سے مچھلی کی خواہش کی، وہ بازار کو گئے اور میں بھی ہمراہ تھا۔ مچھلی خرید کر گھر تک پہنچانے کے واسطے مزدور کی تلاش تھی۔ ایک لڑکا ان کے قریب کھڑا تھا کہنے لگا چچا اسے اُٹھانے کے واسطے مزدور چاہیئے۔ کہا ہاں۔ اس نے اپنے سر پر اُٹھا لیا اور ہمارے ساتھ چلا۔ راستہ میں اذان کی آواز آئی۔ اس لڑکے نے کہا کہ مؤذن نے اذان کہی اور مجھے طہارت کی ضرورت ہے پھر نماز پڑھوں گا، اگر تم راضی ہو تو انتظار کرو ورنہ اپنی مچھلی لے جاؤ اور مچھلی رکھ کر چلا گیا۔ والد نے کہا کہ بچے نے خدا پر توکل کیا ہمیں بدرجۂ اولیٰ توکل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مچھلی وہیں چھوڑ کر ہم بھی مسجد میں داخل ہوتے اور ہم نے اور اس لڑکے نے نماز پڑھی۔ جب مسجد سے نکلے تو مچھلی اسی جگہ تھی جہاں ہم نے رکھی تھی۔ لڑکا اُسے اٹھا کر ہمارے ساتھ ہمارے گھر تک چلا۔ والد نے یہ قصہ والدہ سے بیان کیا۔ والدہ نے کہا اس سے کہو کہ بیٹھے اور ہمارے ساتھ مچھلی کھائے۔ لڑکے نے کہا میں روزے سے ہوں۔ پھر کہا شام کو آ جاؤ۔ کہا جب ایک بوجھ اُٹھا لیتا ہوں تو دوبارہ تکلیف نہیں کرتا ہوں اور قریب کی مسجد میں جا بیٹھتا ہوں، شام کو آ جاؤں گا چنانچہ جب شام ہوئی تو آیا۔ ہم نے اس کے ساتھ کھانا کھایا۔ جب ہم فارغ ہوئے تو اُسے طہارت کی جگہ بتلا دی۔ جب ہم نے دیکھا کہ اُسے تنہائی پسند ہے تو ہم الگ ہو گئے ہمارے قریب ایک اپاہج عورت رہتی تھی رات کو چلتی ہوئی ہمارے یہاں آئی ہم نے کہا تو کیونکر اچھی ہو گئی کہا میں نے دعا کی۔ اے رب اس مہمان کی برکت سے مجھے اچھا کر دے پس میں کھڑی ہو گئی پھر ہم اس کے پاس گئے دیکھا کہ دروازے بند ہیں اور لڑکے کا پتہ نہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ بچے بھی ہوتے ہیں۔ بڑے بھی ہوتے ہیں، غلام بھی ہوتے ہیں، احرار بھی ہوتے ہیں، عورتیں بھی ہوتی ہیں، مرد بھی ہوتے ہیں، دیوانے بھی ہوتے ہیں، عقلمند بھی ہوتے ہیں۔ منجملہ بچوں کے ایک بچہ تھا یمن میں جو ایک شیخ کا لڑکا تھا اور بچوں کے ہمراہ کھیلا کرتا تھا، جو چیز جس سے خواہش کی فوراً حاضر کر دیتا تھا۔ حالانکہ ان کے ہمراہ کھیلتا ہوتا تھا۔ جب اس کے والد کو یہ بات معلوم ہوئی تو کہنے لگے فلاں چیز مجھے کھلا دے اس نے کھلا دی۔ جو چیز اس سے مانگتے تھے حاضر کر دیتا تھا۔ باپ نے

اس پر ہاتھ پھیرا اور کہا خدا تجھ میں برکت کرے فلاں چیز کھلا دے۔ موافق عادت کے جب طلب کیا تو نہ آئی۔ اسی وقت شیخ کی توجہ سے یہ دروازہ بند ہو گیا اور شیخ نے اسی میں اس کی بہتری سمجھی۔ کیونکہ عجب اور شہرت کا اندیشہ تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۲۳۰) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں رات کو وادی کنعان سے چلا۔ ناگاہ ایک شخص آیت وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ پڑھتا ہوا میرے سامنے آیا۔ یعنی جو اُن کے گمان میں نہ تھا وہ اللہ کی طرف سے ظاہر ہو گیا۔ جب وہ قریب آیا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک عورت تھی اُونی جبہ پہنے اور اُونی برقعہ اوڑھے آ رہی تھی۔ اسکے ہاتھ میں ایک لوٹا اور ایک لاٹھی تھی۔ اس نے بغیر اندیشہ کے مجھ سے پوچھا تو کون ہے۔ میں نے کہا میں مسافر ہوں کہنے لگی اے شخص اللہ کے ساتھ ہوتے ہوئے مسافر بھی کوئی ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ پردیسی کا انیس اور کمزور کا مددگار ہے میں یہ سن کر رونے لگا اس نے کہا کیوں روتے ہو۔ میں نے کہا زخم پر مرہم لگ گیا .... پھر کہا اگر تو سچا ہے تو بتا تو کیوں رویا خدا تجھ پر رحم کرے۔ میں نے کہا کیا سچا کبھی نہیں روتا ہے۔ کہا نہیں۔ میں نے کہا کیوں۔ کہا اس لیے کہ رونا دل کی تسلی کے لیے ہوتا ہے جس سے غم خارج ہوتا ہے۔ غمگین اس سے پناہ لیتے ہیں، آہ وزاری سے زیادہ چھپانے کی کوئی چیز نہیں ہے اور رونا اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کے پاس علامت ضعف ہے۔ ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکی باتیں سن کر میں متعجب رہ گیا۔ اس نے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ میں نے کہا تمہاری باتوں سے متعجب رہ گیا کہنے لگی خدا تجھ پر رحم کرے اپنی بیماری بھول گیا۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے اگر مناسب سمجھو تو کچھ افادہ کرو جس سے خدا مجھے نفع دے کہنے لگی کہ حکیم جو کچھ بھی تجھے بتائے گا تو طلب زیادت سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ میں نے کہا میں طلب زیادت سے مستغنی نہیں ہوں اولیاء کرام سے کہا سچ کہا تو نے اے مسکین اپنے مولا سے محبت کر اور اس کا شوق دل میں پیدا کر کیونکہ وہ ایک دن اپنے پورے جمال کے ساتھ تجلی فرمائے گا۔ اپنے اولیاء واصفیاء اور محبین کی بزرگی کے اظہار کے لیے اور شراب جمال اور جام وصال سے ان کو سیراب فرمائے گا اسکے بعد وہ کبھی پیاسے نہ ہوں گے۔ پھر ان پر وجد غالب ہو گیا اور کہنے لگی اے میرے دل کے پیارے کب تک مجھے اس دنیا میں بے یار و غمگسار چھوڑے گا۔ پھر وہ مجھے چھوڑ کر جنگل میں نکل گئی اور یہ کہتی جاتی تھی اپنے ہی پاس بلا لیو آگ کی طرف نہ بھیجیو۔ حتیٰ کہ اس کی آواز مجھ سے منقطع ہو گئی۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۲۲۱) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں دریائے نیل کے کنارے سیر کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک بچھو نظر آیا میں نے پتھر اُٹھا کر اس کے مارنے کا قصد کیا وہ جلدی سے بھاگ کر نیل کے کنارے پر جا ٹھہرا اور دریا سے ایک مینڈک نکلا اور یہ بچھو کود کر اس پر سوار ہو گیا اور وہ تیرتا ہوا دوسرے کنارے پر جا نکلا میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب خشکی پر پہنچا تو بچھو کود کر اسکی پیٹھ پر سے اتر کر آگے چلا۔ وہاں ایک شخص شراب پی کر بیہوش پڑا تھا اور اس کے سر پر ایک اژدہا پھن نکالے ڈسنے کا قصد کر رہا تھا۔ بچھو نے جلدی کر کے اُس کے ڈنگ ماری جس سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ میں نے وہاں پہنچ کر اس شخص کو جگایا وہ گھبرایا ہوا اُٹھا جب اپنے پاس اژدہا پڑا ہوا دیکھا تو پیٹھ پھیر کر بھاگنے لگا۔ میں نے کہا نہ گھبراؤ خدا نے تمہیں بچا لیا اور سارا قصہ از اوّل تا آخر کہہ سنایا۔ یہ سن کر اُس نے سر جھکا لیا اور سر آسمان کی طرف اُٹھا کر کہنے لگا، اے پروردگار اپنے نافرمان پر تو یہ احسان کرتا ہے تو فرمانبرداروں پر کیا کچھ نہ کرے گا۔ قسم ہے تیری عزت و جلال کی اس کے بعد کبھی تیری نافرمانی نہ کروں گا۔ پھر روتا ہوا وہاں سے لوٹا اور یہ اشعار پڑھتا تھا۔ ؎

یا نائمًا والجلیل یحرسہ　　من کل سوء یدب فی الظلم

کیف تنام العیون عن ملک　　تاتیک منہ کرائم النعم

(ترجمہ) اے سونے والے خدا تیری نگہبانی کرتا ہے ہر بُری چیز سے جو اندھیرے میں چلتی ہے۔ کیونکر سوتی ہیں آنکھیں ایسے بادشاہ سے کہ جس کے پاس سے بڑی عمدہ نعمتیں تیرے پاس پہنچتی ہیں۔

حکایت (۲۲۲) روایت ہے کہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا گذر ایک شرابی پر ہوا جو راستہ میں بیہوش پڑا ہوا تھا اور اس کے منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ ابراہیم بن ادہمؒ نے اس کی زبان دھوئی اور فرمانے لگے۔ ایسی زبان کو یہ آفت پہنچی جو اللہ کا ذکر کرتی تھی جب اُسے ہوش آیا تو لوگوں نے ابراہیم ادہمؒ کا ماجرا بیان کیا۔ وہ شخص شرمندہ ہوا اور توبہ کی اور اچھی توبہ کی۔ اور ابراہیم ادہم نے خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے تو نے ہمارے واسطے اس کی زبان پاک کی ہم نے تیری وجہ سے اس کا قلب پاک کیا۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور ہم کو ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۲۲۳) بشر ابن حارث رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ تمہاری ابتدائی حالت کیا تھی۔ کیونکہ تمہارا نام ایسا روشن ہے جیسا کہ انبیاء کا ہوتا ہے سن کر کہنے لگے یہ اللہ کا فضل ہے

میں ایک چالاک آدمی تھا۔ عصبیت اور فخر کا عادی تھا ایک دن میں نے سڑک پر ایک پرچہ پایا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا میں نے اُسے صاف کر کے جیب میں رکھ لیا اور ان دنوں میری جیب میں صرف دو درہم تھے اور ان کے سوا میری ملک میں کچھ نہ تھا۔ ان کا عطار کے یہاں سے عطر خرید کر اس پرچہ پر مَلا۔ جب رات کو سویا تو میں نے خواب میں ایک قائل کو کہتے سنا کہ کہہ رہا ہے۔ اے بشر تو نے میرے نام کو خوشبو سے مہکایا ہے ہم بھی تیرے نام کو دنیا و آخرت میں خوشبودار اور مشہور کریں گے۔ خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

روایت ہے کہ منصور بن عمار رضی اللہ عنہ کی توبہ کا یہ سبب ہوا کہ انہوں نے راستہ میں ایک پرچہ پایا جس میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا۔ اس کے رکھنے کو کوئی جگہ نہ ملی تو اُسے چبا گئے۔ شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک قائل کہہ رہا ہے۔ اس پرچہ کے احترام اور عزت کے سبب حق سبحانہ و تعالیٰ نے تجھ پر حکمت کے دروازے کھول دیئے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حکایت (۲۴۴) روایت ہے کہ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ اپنے عیاشی کے زمانہ میں ایک دن اپنے گھر میں تھے اور اُنکے ہمراہ اُنکے مصاحبین بھی تھے اور مجلس شراب و سرود کی گرم تھی۔ اُن کے دروازہ پر سے ایک بزرگ کا گذر ہوا۔ انہوں نے دستک دی اندر سے ایک باندی نکلی اس سے سوال کیا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام اس نے کہا آزاد ہے کہا جبھی تو عیش و طرب میں مصروف ہے۔ اگر غلام ہوتا تو غلام جیسے فعل کرتا اور آداب عبودیت بجالاتا اور لہو و لعب چھوڑ دیتا۔ بشر حافیؒ نے اس شخص کی گفتگو سنی اور ننگے سر ننگے پاؤں دروازے کی طرف دوڑے وہ بزرگ جاچکے تھے۔ لونڈی سے کہا سچ بتا تجھ سے کون باتیں کر رہا تھا، اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا، بشر حافیؒ ان کے پیچھے گئے اور ان سے دریافت کیا کہ آپ ہی تھے جنہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر لونڈی سے گفتگو کی تھی۔ فرمایا ہاں۔ کہا ذرا ایک بار پھر فرمائیے جو کچھ آپ نے فرمایا تھا۔ انہوں نے وہی باتیں دہرائیں۔ یہ سُن کر بشر زمین پر لوٹنے لگے اور کہتے جاتے تھے بلکہ وہ غلام ہے غلام ہے غلام ہے۔ اور ننگے سر، ننگے پاؤں گھومتے پھرتے تھے۔ اسی وجہ سے ان کا نام حافی ہو گیا (یعنی ننگے پاؤں والا) لوگوں نے ان سے سوال کیا کہ آپ ننگے پاؤں کیوں چلتے ہیں؟ جوتے کیوں نہیں پہنتے۔ فرمایا جب میں نے اللہ سے مصالحت کی تھی تو اس وقت ننگے پاؤں تھا اور وہ خوف کا وقت تھا۔ میں مرنے تک اسی حالت پر رہوں گا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ ان سے ایک چھوٹی لڑکی نے کہا کہ اگر دو دانگ کی جوتی خرید لیتے تو حافی کا نام جاتا رہتا۔ یعنی شہرت نہ ہوتی۔

حکایت (۲۳۵) استاذ ابو علی دقاق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بشر حافی لوگوں پر سے گذرے۔ وہ لوگ آپس میں کہہ رہے تھے کہ یہ شخص رات کو تمام رات بیداری کرتا ہے اور تین دن میں ایک مرتبہ افطار کرتا ہے۔ یہ سُن کر رونے لگے اور کہنے لگے کہ مجھے یاد نہیں کہ میں کبھی ساری رات جاگا ہوں اور جب کبھی روزہ رکھتا ہوں اسی دن کی شام کو افطار کر لیتا ہوں لیکن حق تعالیٰ بندہ کی عبادت سے زیادہ اپنی مہربانی سے لوگوں کے دلوں میں ڈالتے ہیں۔ اسی مضمون میں مؤلف کے شعر ہیں ؎

فسبحان من ابدی جمیل جمالہ علی عبدہ لطفا وجود جواد ہ

واخفی المساوی والعیوب تکرما وحلما تعالیٰ ساتر العباد

(ترجمہ) پاک ہے وہ ذات جو کہ اپنے عمدہ جمال کو ظاہر کرتا ہے اپنے بندہ پر مہربانی سے۔ وہ کریم کی بخشش ہے۔ اور اپنے بندہ کے عیوب اور گناہ اپنے کرم سے پوشیدہ رکھتا ہے اور وہ بہت ہی بڑا علیم، بردبار بندوں کے گناہوں کا پردہ پوش ہے۔

حکایت (۲۳۶) فاطمہ بنت احمد شیخ ابو علی رودباری رضی اللہ عنہ کی بہن سے مروی ہے۔ کہتی ہیں کہ بغداد میں دس جوان تھے اور ہر ایک کے ساتھ ایک ایک لڑکا تھا۔ ایک لڑکے کو انہوں نے کسی کام سے بھیجا اس نے واپس لوٹنے میں تاخیر کی۔ یہ لوگ اس پر غضبناک ہوئے اتنے میں وہ لڑکا ہنستا ہوا آیا اس کے ہاتھ میں ایک خربوزہ تھا۔ ان لوگوں نے غصہ سے کہا اتنی دیر کرکے آیا اور پھر ہنس رہا ہے۔ کہنے لگا ایک عجیب چیز لایا ہوں کھا گیا ہے۔ لڑکے نے کہا بشر رحمۃ اللہ علیہ نے اس خربوزہ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ میں نے بیس درہم میں اسے خریدا ہے سب نے اُسے لیکر آنکھوں سے لگایا اور بوسہ دیا ان میں سے ایک نے کہا کس چیز نے بشر کو اس مرتبہ پر پہنچایا۔ اوروں نے کہا تقویٰ نے۔ کہا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ سب نے اسی طرح کہا نقل ہے کہ وہ سب کے سب طرطوس گئے اور شہید ہوئے رحمہم اللہ اجمعین۔

حکایت (۲۳۷) بعض اہل علم سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں بغداد میں ایک تاجر تھا۔ میں ہمیشہ اس کو صوفیاء کی بُرائی کرتے سُنتا تھا، اس کے بعد میں نے اُسے دیکھا

کہ ہر وقت ان کی صحبت میں رہتا تھا اور اپنا سارا مال ان پر خرچ کر دیا تھا۔ میں نے اس سے سوال کیا کہ تو تو ان سے بغض رکھتا تھا، کہنے لگا میں جیسا گمان کرتا تھا وہ بات نہیں تھی۔ میں نے پوچھا یہ کیونکر معلوم ہوا کہنے لگا میں نے ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی میں نے بشر کو دیکھا کہ سرعت کے ساتھ مسجد جامع سے نکل کر جا رہے تھے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ دیکھوں اس شخص کو جو بڑا صوفی مشہور ہے اور ایک لحظہ مسجد میں نہیں ٹھہرتا ہے یہ کہاں جاتا ہے۔ الحاصل بازار میں نانبائی کے یہاں سے نرم نرم روٹیاں خریدیں میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ صوفی ہیں نرم نرم روٹیاں خریدتے ہیں۔ پھر کبابی کے یہاں سے ایک درہم کے کباب خریدے۔ میرا غصہ اور زیادہ ہوا۔ وہاں سے حلوائی کے یہاں آ کر فالودہ خریدا ایک درہم کا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ جب یہ کھانے بیٹھے گا تو اس پر عیش تلخ کر دوں گا اور اس نے جنگل کا راستہ لیا مجھے یہ خیال آیا کہ اُسے سبزہ زار کی تلاش ہے وہاں بیٹھ کر کھائے گا۔ چنانچہ میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ وہ عصر تک چلتا رہا، عصر کے وقت ایک گاؤں میں پہنچا اور ایک مسجد میں داخل ہوا اور وہاں ایک مریض تھا۔ اس کے سرہانے بیٹھ کر اُسے کھلانے لگا۔ میں گاؤں دیکھنے کے ارادے سے نکلا اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹا تو انہیں نہ پایا۔ میں نے اس مریض سے پوچھا کہ بشر کہاں ہیں۔ کہا کہ وہ بغداد کو لوٹ گئے۔ میں نے دریافت کیا کہ بغداد کا یہاں سے کس قدر فاصلہ ہے اس نے کہا چالیس فرسخ یعنی پانچ منزل ہیں۔ میں نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، میں نے اپنے اوپر یہ کیا مصیبت ڈالی۔ نہ میرے پاس اتنے دام ہیں جو کوئی سواری کرایہ پر کر لوں، نہ اتنی طاقت ہے کہ اتنی دور چل سکوں۔ اُس مریض نے کہا ان کے پھر آنے تک یہاں قیام کرو۔ چنانچہ دوسرے جمعہ تک وہاں رہا اور بشر اسی وقت پر پہنچے اور ان کے ساتھ وہی مریض کی خوراک تھی۔ جب کھلا چکے تو اس مریض نے کہا اے ابونصر یہ شخص تمہارے ساتھ جمعہ گذشتہ میں آیا تھا اور ایک ہفتہ تک یہاں پڑا رہا اُسے پہنچا دو۔ سوداگر کہتا ہے کہ انہوں نے غصہ سے مجھے گھورا اور کہا کیوں میرے ساتھ آیا تھا۔ میں نے کہا خطا ہوئی۔ کہا اٹھ چل۔ میں ان کے پیچھے مغرب تک چلا جب شہر کے قریب پہنچے تو پوچھا تیرا محلہ کونسا ہے میں نے کہا فلاں محلہ ہے، کہا اچھا جاؤ، پھر دوبارہ ایسا مت کیجیو۔ جب سے میں نے توبہ کی اور ان کی صحبت اختیار کی اور میں اسی توبہ پر قائم ہوں۔ .... رضی اللہ عنہم۔

حکایت (۲۴۸) بعض بزرگوں سے ایک کلام منقول ہے جس کے معنٰی یہ ہیں وہ

فرماتے ہیں کہ میں اپنے ابتدائی زمانہ میں خلوت میں داخل ہوا اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ
چالیس دن تک کچھ نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ جب بیس دن سے زیادہ گزرے تو مجھ پر فاقہ کی شدت
ہوئی اور اشتہا زیادہ ہوئی۔ میں خلوت سے نکل کر چلا مجھے معلوم بھی نہ ہوا کہ میں کہاں جا رہا
ہوں۔ ناگاہ بازار میں پہنچا ایک فقیر کو دیکھا کہہ رہا ہے کہ میں نے اللہ سے سوال کیا ہے لا ایک
رطل سفید روٹی، ایک رطل کباب اور ایک رطل حلوا ملے۔ راوی کہتے ہیں مجھے اس کا سوال
گراں معلوم ہوتا تھا اور وہ بازار میں گشت کرتے ہوئے مجھ پر سے گذرتا تھا۔ لیکن مجھ سے
کچھ نہیں کہتا تھا۔ اور میں اپنے جی میں کہتا تھا کہ یہ شخص بڑا ہی مست ہے۔ بڑی بڑی مزے
کی چیزیں طلب کرتا ہے اور میں سوکھی روٹی کا ٹکڑا چاہتا ہوں اور مجھے نہیں ملتا۔ جب ایک
ساعت گذری تو اس کا سوال پورا ہو گیا اور وہ لا کر مجھے دیا اور میرے کان اینٹھے اور کہا بتا
کس کا کام زیادہ گراں ہے اس شخص کا جو عہد توڑ کر اپنی شہوت رانی کے لیے خلوت سے
نکلے یا اس کا جو اس بھوکے کے لیے اچھی اچھی چیزیں پیدا کر لائے جس سے اس کی قوت
اور حواس قائم ہوں۔ پھر فرمایا جو شخص چالیس روز بھوکا رہنا چاہے تو اُسے تدریجاً عادت
ڈالنی چاہیے اور ایک ہی دم میں ایسا نہ کرے ورنہ بھوک کا کتا اس پر کود دے گا اور حملہ کرے
گا۔ اور پھر فرمایا آئندہ ایسا مت کیجیو اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۳۹) بعض شیوخ یمن سے مروی ہے کہ وہ مقام زبید سے ساحل کی
جانب چلے جو ہداب کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے ہمراہ ان کا ایک شاگرد بھی تھا۔ راستہ
میں ایک مقام پر بید کا جنگل نظر آیا۔ شیخ نے شاگرد سے کہا کہ جا اس میں سے ایک بید اپنے
ہمراہ لے لے۔ شاگرد حکم بجا لایا اور تعجب کرتا تھا کہ شیخ کی کیا غرض ہے۔ شیخ نے اس سے
کچھ نہ کہا۔ حتیٰ کہ غلاموں کے محلہ میں پہنچے جن کو قوم ستاکم کہتے تھے۔ وہ مردار کھاتے ہیں اور
نشہ باز ہیں۔ نماز روزہ جانتے ہی نہیں۔ وہاں وہ لوگ شراب خواری میں مشغول تھے اور
ناچ کود اور گانے میں مصروف تھے۔ شیخ نے شاگرد سے کہا اس لمبے بوڑھے کو جو طبلہ بجا رہا
ہے میرے پاس لے آؤ۔ شاگرد نے اس سے جا کر کہا کہ تجھے شیخ بلا رہے ہیں ان کے پاس
چل۔ اسی وقت اس نے اپنی گردن میں سے طبلہ اتار پھینکا اور شاگرد کے ہمراہ شیخ کی خدمت
میں حاضر ہوا۔ جب شیخ کے سامنے آیا تو شیخ نے شاگرد سے کہا اسے بید مار۔ شاگرد نے
اُسے حدِ شراب لگائی۔ پھر شیخ نے فرمایا ہمارے آگے آگے چلو۔ چنانچہ وہ ہمارے آگے آگے

سمندر پر پہنچا۔ پھر شیخ نے فرمایا کہ غسل کرو اور کپڑے پاک صاف کرو اور اس کا طریقہ بھی سکھایا اور وضو کرنے کا طریقہ بتلایا پھر نماز پڑھنے کا طریقہ بتلایا اور آگے بڑھ کر شیخ نے ہم دونوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کھڑے ہو کر اپنا مصلیٰ پانی پر بچھایا اور فرمایا آگے بڑھو اور اس مصلے پر کھڑے ہو جاؤ۔ وہ شخص سجادہ پر کھڑا ہو کر پانی پر چلنے لگا یہاں تک کہ نظر سے غائب ہو گیا۔ شاگرد نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا۔ نہایت افسوس اور حسرت کا مقام ہے کہ مجھے حضور کی خدمت میں اتنے سال ہوئے اور اب تک یہ بات حاصل نہیں ہوئی اور اسے ایک لحظہ میں ہو گئی۔ اور ایسی بڑی کرامت اس سے صادر ہوئی۔ شیخ نے رو کر فرمایا اے بیٹے میں کیا چیز ہوں یہ تو اللہ تعالےٰ نے اس کے ساتھ کیا مجھے تو یہ ارشاد ہوا کہ فلاں ابدال کا انتقال ہوا ہے فلاں شخص کو اس کا قائم مقام کردو میں حکم بجالایا۔ میں خود یہ چاہتا تھا کہ مجھے یہ مقام مل جائے اور یہ شیخ جلیل فاضل ان کو شیخ علی ابن مرتضیٰ کہتے ہیں۔ شیخ کبیر محمد ابن باطل کے مرید ہیں، ان کے سفر کے وقت ایک شاگرد نے یہ اشعار کہے تھے ؎

لیت شعری ای قوم اجدبت فسقوھا بك یا وجه الفرج

فساقك الله الیھا رحمة فنجاهك ما علیھم من حرج

(ترجمہ) مجھے نہیں معلوم کس زمین میں قحط پڑا ہے جس کو تجھ سے سیراب کیا گیا۔ اے سرتاپا کشادگی۔ اللہ تعالیٰ نے تجھ کو وہاں اپنی رحمت سے بھیجا۔ تیری حرمت سے ان پر کوئی نقصان نہ ہوگا۔ یعنی حق تعالیٰ نے تمہیں ایسی جگہ بھیجا جہاں کے لوگوں کو آپ سے سیراب کرنا مقصود تھا۔ اور مجھے اب تک نہیں معلوم وہ مکان کہاں ہے۔ جب وہ کوچ کر کے عدن پہنچے تو وہاں چند روز قیام کیا۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی قبر وہاں مشہور ہے۔ لوگ زیارت کرتے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۴۰) روایت ہے کہ شیخ کبیر جن کا نام جوہر ہے اور ان کی قبر عدن میں ہے غلام تھے اور آزاد ہونے کے بعد بازاروں میں خرید و فروخت کیا کرتے تھے اور فقراء کی مجلسوں میں آتے جاتے اور ان سے اعتقاد رکھتے تھے اور وہ ان پڑھ تھے۔ جب شیخ کبیر سعد حداد کی (جو عدن میں مدفون ہیں) وفات کا وقت قریب آیا تو ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے بعد شیخ کون ہوں گے۔ کہا جس کے سر پر سبز پرندہ تیسرے دن گرے میری موت سے جبکہ سب فقراء جمع ہوں وہی شیخ ہوگا۔ جب تیسرا دن ہوا اور لوگ قرأت و ذکر وغیرہ سے فارغ

ہو کر شیخ کے ارشاد کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ ایک سبز پرندہ ان کے قریب آ گرا بڑے بڑے فقراء اس خواہش میں تھے کہ ہم پر گرے۔ یہ لوگ اسی انتظار اور تمنا میں تھے کہ تقدیر سے کیا ظاہر ہو، ناگاہ وہ پرندہ اڑ کر جوہر کے سر پر گرا حالانکہ یہ نہ انہیں خیال تھا نہ اور فقراء کو گمان تھا۔ فقراء ان کی طرف دوڑے تاکہ انہیں سجادہ نشین کریں اور شیخ بنائیں اور وہ روتے تھے اور کہتے تھے میں شیخ بننے کے قابل نہیں ہوں میں ایک بازاری آدمی ہوں اور ان پڑھ ہوں، طریقہ فقراء کا جانتا نہیں ہوں، نہ ان کے آداب سے واقف ہوں اور لوگوں سے میرا لین دین اور معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ حکم آسمانی ہے جو نازل ہوا ہے۔ حق تعالیٰ تیری تعلیم میں معاونت اور سرپرستی کریں گے۔ وہی بزرگوں کے سرپرست ہیں فرمایا تھوڑی دیر کے لیے مجھے چھوڑ دو تو جا کر لوگوں کے حقوق سے بری ہو آؤں۔ انہوں نے چھوڑ دیا۔ اسی وقت اپنے مکان پر جا کر جملہ حق داروں کا حق ادا کیا۔ پھر بازار چھوڑ کر گوشہ نشین ہو گئے اور ان کے پاس فقراء خدمت کرتے رہے حتیٰ کہ اپنے نام کے مثل جوہر ہی ہو گئے۔ ان کے بہت سے فضائل اور کرامات ہیں جن کا ذکر طویل ہے۔ خدا ہی کو پاکی ہے۔ یہ اس کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اور وہ بڑے فضل والا ہے۔ بعض عارفین فرماتے ہیں کہ جس کی سرپرستی، اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور نظر لطف فرمائے وہ اس سے بڑھ کر ہے جس کو تدبیر علمی باادب بناتے اور یہ قول بہت ہی اچھا ہے۔ اور بعض بزرگ کہتے ہیں کہ سالک اپنے سلوک میں چار چیزوں کا محتاج ہوتا ہے ایک علم کا جو کہ اس کا حاکم بنے۔ ایک ذکر کا جو انس پیدا کرتا ہے۔ ایک پرہیزگاری کا جو اسے بچائے رکھتی ہے۔ ایک یقین کا جو اسے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچاتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پہلے بزرگ کے قول کے موافق جسے رعایت حق حاصل ہو جائے وہ ان چار چیزوں سے مستغنی ہو جاتا ہے کیونکہ وہ اسی ایک رعایت حق سے صاحب علم و صاحب انس اور محفوظ ہو کر مقام بلند کی طرف اٹھا لیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۲۴۱) روایت ہے کہ ابن سماک رضی اللہ عنہ نے ایک روز وعظ فرمایا اور ان کو اپنا وعظ بہت پسند آیا گھر میں آ کر سوئے تو خواب میں ایک قائل کو سنا یہ اشعار کہتا تھا۔

یا ایها الرجل المعلم غیره	هلا لنفسك كان ذا التعليم
تصف الدواء لذی السقامة والضنى	ومن الضنا والداء انت سقیم

وارٰك تلقح بالرشاد عقولنا | صفۃ وانت من الرشاد عدیم
ابدأ بنفسك فانہا عن غیہا | فاذا انتہت عنہ فانت حکیم
فہناك یقبل ماتقول ویقتدی | بالوعظ منك وینفع التعلیم
لاتنہ عن خلق وتاتی مثلہ | عار الیك اذا فعلت عظیم

(ترجمہ) اے غیروں کو تعلیم کرنے والے اپنے نفس کو یہ تعلیم کیوں نہ دی۔ تو بیماروں اور لاغروں کو علاج بتلاتا ہے تو بھی تو لاغری اور مرض کا بیمار ہے تو ہدایت سے ہماری عقل پر کر دیتا ہے اپنے بیان سے حالانکہ اس ارشاد کی صفت سے تو خالی ہے۔ اپنے نفس سے ابتداء کر اور اس کو کجروی سے باز رکھ جب وہ باز رہے تو تو پورا حکیم ہے۔ اسوقت تیرا قول مقبول ہوگا اور تیرا وعظ قابل اقتداء ہوگا اور تعلیم بھی تیری نافع ہوگی۔ لوگوں کو ایسی چیز سے منع نہ کر جسے تو خود کرتا ہو۔ اگر ایسا کرے تو تیرے لیے بڑی عار کی بات ہے۔ جب خواب سے بیدار ہوئے تو قسم کھائی کہ ایک مہینہ وعظ نہ کہوں گا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ فضیل ابن عیاض اور محمد ابن سماک کی آپس میں ملاقات ہوئی فضیل ابن عیاض نے فرمایا کہ عالم دین کا طبیب ہے اور مال دین کی بیماری ہے۔ جب طبیب ہی اپنی طرف بیماری کھینچے تو دوسروں کا کیا علاج کرے گا۔ اسی مضمون میں بعض فضلاء کے شعر ہیں ؎

ان زاد مالك لم تزدد بہ قنعا | اوزاد علمك لم تزدد بہ وجعا
اثرت دنیاك مسرورًا بلذتہا | وقد ترکت التقی والزہد والورعا
وکیف ینفع علم منك سامعہ | ولایراك بذاك العلم منتفعا

(ترجمہ) اگر تیرا مال زیادہ ہو تو تجھ میں قناعت زیادہ نہیں ہوتی اور اگر تیرا علم زیادہ ہو تو تجھے درد اور فکر زیادہ نہیں ہوتا۔ تو نے دنیا کو لذت کی خوشی میں اختیار کر لیا ہے۔ اور تقوٰی زہد اور پرہیزگاری چھوڑ دی ہے۔ تیرا علم سامع کو کیونکر نفع دے گا۔ جب وہ تجھے ہی اس علم سے نفع حاصل کرتے ہوئے نہیں دیکھتا۔

حکایت (۲۴۲) نقل ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مسئلہ میں فتوٰی دیا۔ ایک شخص نے ان سے کہا کہ اور فقہاء اس مسئلہ میں آپ کے خلاف کرتے ہیں۔ ان سے حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ تیرا خدا برا کرے تو نے کہیں فقیہ بھی دیکھا ہے۔ فقیہہ تو وہ ہے جو دنیا سے بچے۔ اور فرمایا لوگ دنیا میں پانچ قسم کے ہیں۔ ایک علماء وہ تو ورثۃ الانبیاء ہیں دوسرے

زاہد جو رہبر ہیں، تیسرے غازی جو سیف اللہ ہیں یعنی خدا کی تلوار ہیں، چوتھے تاجر جو اللہ کے امین ہیں۔ پانچویں بادشاہ جو مخلوق کے نگہبان ہیں، جب عالم لالچی اور مال جمع کرنے والا ہو جائے تو کس کی اقتداء کی جائے اور جب زاہد دنیا کی طرف راغب ہو تو پھر کس سے راستہ طلب کیا جائے اور ہدایت حاصل کی جائے اور جب غازی ریاکار ہو اور ریاکار کا کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا تو دشمن پر کس طرح فتح حاصل کی جائے اور جب تاجر خیانت کرنے لگے تو کس سے امانت داری ڈھونڈی جائے اور کس کو پسند کیا جائے۔ اور جب بادشاہ خود ہی بھیڑیا ہو جائے تو کون بکریوں کی حفاظت کرے اور چرواہی کرے قسم ہے اللہ کی کہ علماء ہی نے لوگوں کو ہلاک کیا جو دین کی بابت مداہنت برتتے ہیں اور ان زاہدوں ہی نے جو دنیا کی طرف رغبت کرتے ہیں اور ان غازیوں نے جو ریاکار ہیں اور ان تاجروں نے جو خائن ہیں اور ان بادشاہوں نے جو ظالم ہیں۔ اور عنقریب جان لیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔

حضرت شیخ صالح، عالم و عامل امام فاضل عبدالعزیز دیرینی نے چند اشعار کہے ہیں ؎

اذا ما مات ذو علم و تقوی	فقد ثلمت فی الاسلام ثلمۃ
وموت العابد المرضی نقص	ففی مراۃ للاسرار نسمۃ
وموت العادل الملک المولی	بحکم الحق منقصۃ وقصمۃ
وموت الفارس الضرغام ھدام	فکم شھدت لہ بالنصر عزمۃ
وموت الفتی کثیر الجود محل	فان بقاءہ خصب و نعمۃ
فحسبک خمسۃ یبکی علیھم	وموت الغیر تخفیف و رحمۃ

(ترجمہ) اگر کوئی صاحب علم متقی مرجائے تو اسلام میں ایک سوراخ ہو جاتا ہے۔ اور عابد مقبول بارگاہِ خدا کا مرنا بڑا نقص ہے جس کے دیدار سے باطن قلوب میں جان پڑتی ہے اور بادشاہ عادل سرپرست قوم کا بحکم الٰہی مرجانا نہایت بڑا نقصان اور کمر توڑنے والا حادثہ ہے اور سوار بہادر کا مرجانا بنائے اسلام کا منہدم ہو جانا ہے۔ جس کے ارادہ سے بسا اوقات نصرت حاصل ہوتی ہے۔ اور سخی آدمی کا مرجانا قحط سالی ہے۔ کیونکہ اس کی بقا میں نعمت و سیرسیری تھی۔ بس یہی پانچ ہستیاں ہیں جن پر رونا چاہیے اور ان کے سوا دوسرے لوگوں کا مرجانا تخفیف اور رحمت ہے

حکایت (۲۴۳) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ عبدالعزیز دیرینی رحمۃ اللہ علیہ

کے بعض مریدین نے بیان کیا کہ میں شیخ کے ساتھ ایک سفر میں تھا ہم جنگل میں ایک قبر پہنچے اور شیخ اس قبر کے پاس بیٹھے رو رہے تھے۔ میں نے ان سے اس کا حال دریافت کیا۔ فرمایا کہ اس قبر کا صاحب اولیاء اللہ میں سے ہے۔ میرا اس کے ساتھ ایک عجیب قصہ پیش آیا میں نے عرض کیا وہ کیا تھا، فرمایا میرا ایک شخص کے پاس ایک شہر میں کچھ کام تھا۔ میں نے اس ضرورت سے سفر کیا راستہ میں نماز مغرب کا وقت آگیا میں مڑ کر مسجد میں گیا۔ وہاں ایک فقیر جماعت کی نماز پڑھا رہے تھے میں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی۔ میں نے دیکھا کہ وہ فقیر قراءت میں غلطی کرتے تھے جس سے مجھے نماز میں تشویش ہوئی اور میں نے نماز ہی میں اپنے جی میں کہا کہ میں اپنی حاجت چھوڑ کر یہیں قیام کر دں اور اس فقیر کو قراءت سکھا دوں، یہ اولیٰ ہے یا اپنی حاجت کے لیے جانا اولیٰ ہے اور دل ہی دل میں معین کر رہا تھا۔ جب ہم نے نماز سے سلام پھیرا تو اس نے میری طرف التفات کیا اور کہا اے شیخ عبدالعزیز اپنے کام کو جاؤ جس کے پاس تم جانا چاہتے ہو وہ سفر کی تیاری کر رہا ہے تم اپنا کام کرو اور تم کو اس غلطی سے کوئی ضرر نہیں ہے اور نہ تعلیم کی جس کا تم ارادہ کر رہے ہو، کوئی ضرورت ہے۔ مجھے ان کے کشف احوال پر تعجب ہوا اور ان کے فرمانے سے میں اپنے کام کو گیا اور میں نے بہت جلدی کی۔ جب اس شہر میں داخل ہوا تو وہ شخص جس سے میرا کام تھا سفر کے لیے سوار ہو چکا تھا۔ مجھے دیکھ کر توقف کیا اور میری ضرورت پوری کی۔ اور اگر میں تاخیر کرتا تو میرا مطلب فوت ہو جاتا اس سے میرا تعجب اور زیادہ ہوا اور اس فقیر کی محبت زیادہ ہوئی اور میں نے ان کی خدمت کی نیت کی تاکہ ان سے کچھ برکت حاصل کر دں۔ چند ہی روز ان کی خدمت کر سکا کہ ان کا انتقال ہو گیا اور یہ ان کی قبر ہے۔ خدا ان سے راضی رہے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین

حکایت (۲۴۴) بعض علماء سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہم شہر مصیصہ میں تھے۔ وہاں دو شخص تھے جو خلوت میں خدا سے کلام کرتے تھے۔ جب وہ وہاں سے جانے لگے تو ایک نے دوسرے سے کہا اس علم کا کچھ ثمرہ نکالیں جو ہم پر حجت نہ ہو دوسرے نے کہا جو چاہو ارادہ کرو میں بھی وہی کروں گا کہا میں عزم کرتا ہوں کہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیز نہ کھاؤں گا۔ میں بھی ان کے پیچھے چلا اور کہا میں بھی تمہارے ہمراہ ہوں۔ انہوں نے کہا اسی شرط پر۔ میں نے کہا میں بھی اسی شرط پر چلوں گا۔ پھر وہ دونوں کوہ لکام پر چڑھے اور مجھے ایک غار بتلا کر کہا کہ اس میں عبادت کرو۔ میں اس میں داخل ہوا اور وہ دونوں میری قسمت کی روزی میرے پاس پہنچاتے تھے۔ ایک مدت تک میں وہاں رہا۔ پھر میں نے کہا

کہ کب تک یہاں قیام کروں گا۔ اب طرطوس جاؤں اور مال حلال کما کر کھاؤں اور لوگوں کو علم دین کی تعلیم کروں اور قرآن سکھاؤں۔ میں وہاں سے چل کر طرطوس آیا اور ایک سال وہاں رہا ناگاہ ایک روز میں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک میرے پاس کھڑے ہوتے کہہ رہا ہے کہ تو تے عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی اگر تو ہماری طرح صبر کرتا تو جو کچھ ہمیں عطا کیا گیا ہے تجھے بھی ملتا۔ میں نے دریافت کیا کہ تمہیں کیا بھلا کہا تین چیزیں ملیں۔ ایک تو یہ ہے کہ ایک قدم میں مشرق سے مغرب تک قطع کر لیتے ہیں۔ دوسرے پانی پر چلتے ہیں۔ تیسرے لوگوں کی نظر سے جب چاہتے ہیں غائب ہو جاتے ہیں۔ پھر میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس نے تجھے یہ حال عطا کیا ہے مجھ پر ظاہر ہو جا میرا دل بیقرار ہو رہا ہے۔ وہ پھر ظاہر ہوا اور کہا کیا کہتے ہو۔ کہو۔ میں نے کہا۔ کیا میں پھر ویسا ہی کر سکتا ہوں۔ کہا خائن کے پاس امانت کوئی نہیں سپرد کرتا اور یہ اشعار پڑھے: ؎

من سار روہ فابدی السر مشتہرا	لم یامنوا علی الاسرار ما عاشا
وابعدوہ ولم یسعد بقربہم	وابدلوہ مکان الانس ایحاشا
ومن اتاھم بھم لم یحبوہ بہ	حاشا وحاشاھم من ذلکم حاشا
فکن بھم ولھم فی کل نائبۃ	الیھم ما لقیت الدھر ھشاشا

(ترجمہ) جب کسی سے اسرار بیان کیے گئے اور اس نے ان اسرار کو مشتہر کر دیا پھر زندگی بھر اس کو اسرار کا امین نہیں بناتے اور اسے اپنے سے دور کر دیتے ہیں اور تقرب کی نعمت اس کو نہیں دی جاتی اور بجائے انس کے وحشت اسے دی جاتی ہے۔ اور جو لوگ ان کے اسرار کی حفاظت کرتے ہیں ان سے نہیں چھپاتے اور ان لوگوں کی محبت پاک ہے خیانت سے۔ ہر مصیبت و حادثہ میں انہیں کا ہو رہ۔ اور ان سے زندگی بھر خوشی مناتا رہ۔

حکایت (۵۴۲) یوسف بن حسین رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر ملی کہ ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اسم اعظم جانتے ہیں۔ میں مکہ معظمہ سے ان سے ملنے کی غرض سے چلا اور ان سے ملاقات مصر کے ایک لنگر خانہ میں ہوئی۔ جب مجھے انہوں نے ابتداءً دیکھا تو میری داڑھی لمبی تھی اور ہاتھ میں ایک بڑا لوٹا تھا اور ایک لنگی باندھے اور ایک اوڑھے پاؤں میں تسمہ دار جوتے پہنے تھا۔ جب انہوں نے دیکھا تو یہ صورت انہیں مکروہ معلوم ہوئی۔ جب میں نے انہیں سلام کیا تو وہ میرے ساتھ حقارت سے پیش آئے اور ان کو میں نے بشاش نہ دیکھا

میں نے اپنے جی میں کہا کہ تو کہاں آپھنسا اور ان کے پاس بیٹھ گیا۔ جب دو تین دن گذرے تو ان کے پاس ایک متکلم نے آ کر مناظرہ کیا اور ان پر غالب آ گیا۔ مجھے اس کا رنج ہوا اور آگے بڑھ کر میں نے اس سے گفتگو شروع کی اور اس مناظر کو اپنی طرف مائل کر لیا اور مناظرہ میں اُسے خاموش کر دیا۔ پھر اور دقیق گفتگو شروع کی جس کو مناظر سمجھ بھی نہ سکا۔ یہ دیکھ کر ذوالنون متعجب ہوئے اور اپنی جگہ سے اُٹھ کر مجھ سے آ ملے حالانکہ وہ مجھ سے بڑے تھے اور فرمانے لگے میں نے تمہارا علمی مرتبہ نہ پہچانا اور معذرت کی۔ اب سب سے زیادہ میرے پاس تم بڑھے ہوئے ہو۔ اس کے بعد اپنے سارے ساتھیوں اور مریدوں سے میری زیادہ وقعت کرتے تھے۔ میں اسی حال سے ایک سال کامل ان کی خدمت میں رہا ایک سال کے بعد میں نے کہا اے استاد میں مسافر آدمی ہوں اور اب اہل وعیال سے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں سال بھر رہ چکا ہوں اور آپ پر میرا حق بھی ہے اور آپ نے میرا تجربہ بھی کر لیا ہے اور مجھے جانتے بھی ہیں۔ میں نے سُنا ہے کہ آپ کو اسم اعظم معلوم ہے۔ اگر آپ کو معلوم ہو تو مجھے سکھا دیجئے۔ وہ خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ مجھے یہ گمان ہوتا تھا کہ شاید انہوں نے سکھا دیا ہو اور تجھے بتلایا نہ ہو کہ یہی اسم اعظم ہے اور چھ ماہ تک یہی حالت رہی۔ بعد اس کے ایک دن مجھ سے کہا کہ اے ابو یعقوب ہمارے فلاں دوست کو (ان کا نام لیا) تم نہیں جانتے جو ڈیرے میں رہتا ہے اور ہمارے پاس آیا جایا کرتا ہے۔ میں نے کہا جانتا ہوں۔ پھر ایک طبق میرے پاس لے آئے جس پر سرپوش ڈھکا ہوا تھا اور رومال لپٹا ہوا تھا اور فرمایا یہ اس شخص کے ڈیرے میں پہنچا آ ؤ۔ میں نے طبق ہاتھ میں لے کر دیکھا وہ بہت ہلکا تھا گو یا کہ اس میں کچھ تھا ہی نہیں۔ لنگر خانہ اور خیمہ کے درمیان کے پل پر پہنچ کر مجھے یہ خیال آیا کہ اسے ضرور دیکھوں، چنانچہ رومال کھول کر سرپوش اُٹھایا ہی تھا کہ اس میں سے ایک چوہا نکل کر بھاگ گیا۔ مجھے غصہ آیا اور میں نے جی میں کہا کہ مجھ سے ذوالنون نے تمسخر کیا اور اس وقت میرا دہم ان کے مقصود کی طرف نہ گیا اور میں غصہ سے لوٹا۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور قصہ تاڑ گئے اور فرمایا اے مجنون میں نے ایک چوہا تیرے پاس امانت رکھا تھا، اسی میں تو نے خیانت کی۔ اسم اعظم کیونکر تیرے پاس امانت رکھوں۔ اسی وقت میرے پاس سے چلے جا اور پھر کبھی میرے پاس نہ آ۔ ناچار میں لوٹ آیا۔

حکایت (۲۴۶) عمر ینانی رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں ایک مقبرہ میں ایک راہب کے پاس سے گذرا جس کے سیدھے ہاتھ میں سفید کنکریاں اور بائیں ہاتھ میں سیاہ کنکریاں تھیں۔ میں نے کہا اے راہب یہاں کیا کرتے ہو کہنے لگا جب میں اپنے قلب کی تلاش کرتا چاہتا ہوں تو قبرستان میں آجاتا ہوں اور ان سے عبرت حاصل کرتا ہوں۔ میں نے کہا یہ کنکریاں تمہارے ہاتھ میں کیسی ہیں۔ کہا یہ اس لیے ہیں کہ جب کوئی عمل نیک کرتا ہوں تو ایک سفید کنکری کالی کنکریوں میں ڈالتا ہوں اور اگر کوئی گناہ کرتا ہوں تو ایک کالی کنکری سفید میں ڈالتا ہوں۔ جب رات ہوتی ہے تو دیکھتا ہوں، اگر نیکیاں زیادہ ہوگئیں تو افطار کرتا ہوں اور اپنا وظیفہ پڑھتا ہوں اور اگر گناہ زیادہ ہوئے تو نہ افطار کرتا ہوں، نہ کچھ کھاتا پیتا ہوں۔ یہی میرا حال ہے۔ والسلام علیک۔

حکایت (۲۴۷) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ شیبان مجنون سے میں نے ملاقات کی۔ میں نے کہا میرے واسطے دعا کرو۔ کہا خدا تعالیٰ تم کو اپنے قرب کی موانست نصیب کرے اور ایک چیخ مار کر بیہوش ہو گئے اور دو دن کے بعد افاقہ ہوا جب افاقہ ہوا تو ایک شعر پڑھا ؎

ان ذکر الحبیب هیج شوقی   ثم حب الحبیب اذهل عقلی

(ترجمہ) دوست کے ذکر نے میرا شوق بھڑکایا۔ پھر اس کی محبت نے میری عقل گم کر دی۔

انہیں کے اشعار ہیں ؎

تری المحبین صرعی فی دیارهم   کفتیة الکهف لا یدرون کم لبثوا

واللہ لو حلف العشاق انهم   قتلی من الحب یوم البین ما حنثوا

(ترجمہ) تو عاشقوں کو دیار محبوب میں گرے پڑے ہوتے دیکھے گا۔ جیسے کہ اصحاب کہف غاروں کے درمیان نہیں جانتے کس قدر ٹھہرے قسم ہے اللہ کی اگر عشاق قسم کھائیں کہ وہ فراق کے دن محبت کے مقتول ہیں، تو حانث نہ ہوں گے۔

منقول ہے کہ ایک شخص نے علاء ابن زیاد رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہا کہ ایک شخص نے مجھ سے خواب میں کہا کہ علاء ابن زیاد سے جاکر کہو کہ کتنا روؤ گے تمہاری مغفرت ہوگئی، یہ سُن کر رونے لگے اور فرمایا کہ اب مجھ کو لازم ہے کہ میں اور بھی تسکین نہ پاؤں، کسی کے اشعار ہیں ؎

وما فی الارض اشقی من محب ۔۔۔ وان وجد الھوی حلو المذاق
تراہ باکیا فی کل حین ۔۔۔ مخافۃ فرقۃ او لاشتیاق
فیبکی ان نأوا شوقا الیھم ۔۔۔ ویبکی ان دنوا خوف الفراق

(ترجمہ) زمین پر عاشق سے زیادہ کوئی مصیبت میں نہیں ہے اگرچہ عشق خوش ذائقہ ہے۔ اُسے تو روتا دیکھے گا ہر وقت کبھی جدائی کے خوف سے کبھی شوق سے۔ اگر معشوق دور ہو تو ان کے شوقِ دیدار میں روتا ہے اور اگر قریب ہو تو فراق کے اندیشہ سے روتا ہے۔ روایت ہے کہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آدم علیہ السّلام کو خواب میں دیکھا آپ رو رہے تھے۔ میں نے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں۔ کیا اللہ نے آپ کو بخش نہیں دیا اور پھر جنت میں داخل کرنے کا وعدہ کیا۔ یہ سُن کر انہوں نے مجھے ایک رقعہ دیا۔ میں بیدار ہوا تو وہ رقعہ میرے ہاتھ میں تھا اور اس میں یہ لکھا تھا ؎

اتحرقنی بالنار من نار لتوی ۔۔۔ ونار النوی نار اشد من النار
شغفت بجار لا بدار سکنتھا ۔۔۔ علی الجار ابکی لا علی سکنۃ الدار
ولو لم یعدنی بالرجوع الی المنی ۔۔۔ ھلکت ولکن نلت بالوعد اوطاری

(ترجمہ) کیا مجھے تو جدائی کی آگ میں جلاتا ہے حالانکہ جدائی کی آگ اس آگ سے زیادہ تیز ہے۔ میں اس پڑوسی پر عاشق ہوں نہ اس گھر پر جس میں کہ میں رہا تھا (یعنی جنت پر عاشق نہیں ہوں بلکہ خدا پر عاشق ہوں جس کا قرب اس میں حاصل تھا) میں اس ہمسایہ کی وجہ سے روتا ہوں نہ گھر کی سکونت پر اور اگر اس آرزو کی طرف دوبارہ لوٹانے کا مجھ سے وعدہ نہ فرماتے تو میں کبھی کا ہلاک ہو چکتا۔ لیکن میں نے وعدہ ہی سے بہت سے مقاصد پا لیے۔

حکایت (۲۴۸) روایت ہے کہ سالم حداد رضی اللہ عنہ ابدال میں سے تھے۔ اور فتح موصلی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتے جاتے تھے اور جب اذان کی آواز سنتے تھے تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور زرد پڑ جاتا تھا اور بیقرار ہو جاتے تھے اور دکان کھلی چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور یہ اشعار پڑھنے لگتے ؎

اذا ما دعا داعیکم قمت مسرعا ۔۔۔ مجیب لمولی جل لیس لہ مثل
اجیب اذا نادی بسمع وطاعۃ ۔۔۔ وبی نشوۃ لبیک یا من لہ الفضل
ویصفر لونی خیفۃ ومھابۃ ۔۔۔ ویرجع لی عن کل شغل بہ شغل

وحقکم ما لذی غیر ذکرکم　　وذکر سواکم فی فمی قط لا یحلو
متی یجمع الایام بینی وبینکم　　ویفرح المشتاق اذا جمع الشمل
فمن شاھدت عیناہ نور جمالکم　　یموت اشتیاقاً نحوکم قط لا یسلو

(ترجمہ) جب تمہارا منادی پکارتا ہے تو میں جلدی سے کھڑا ہو جاتا ہوں بڑے مولا کی پکار قبول کرتے ہوئے جس کا کوئی مثل نہیں ہے۔ جب بلاتا ہے تو گوش قبول سے سنتا ہوں اور اطاعت کو حاضر ہوتا ہوں، اس حال میں کہ مجھے نشہ طاری ہوتا ہے اور کہتا ہوں لبیک اے مہربان۔ میرا رنگ خوف اور ہیبت سے زرد پڑ جاتا ہے اور سارے اشغال چھوٹ جاتے ہیں اور ان کا شغل پیدا ہوتا ہے۔ تمہارے حق کی قسم تمہارے ذکر کے سوا کوئی چیز مجھے مزہ نہیں دیتی اور تمہارے غیر کا ذکر میرے منہ میں کبھی میٹھا نہیں ہوتا۔ زمانہ ہمارے تمہارے درمیان کب اجتماع کرے گا۔ اور یہ مشتاق جب وصال ہوگا تب ہی خوش ہوگا۔ جس کی آنکھوں نے تمہارے نور جمال کا مشاہدہ کیا وہ تمہارے اشتیاق میں ہی مرے گا۔ کبھی تسلی نہ پاوے گا۔

حکایت (۲۴۹) فتح موصلی کے بعض مصاحبین سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں فتح کے یہاں گیا تو انہیں روتا ہوا پایا اور ان کے آنسو زردی مائل تھے۔ میں نے کہا تمہیں قسم ہے اللہ کی کیا خون روتے ہو۔ فرمایا اگر تو قسم نہ دیتا تو میں نہ بتلاتا۔ آنسو سے بھی رویا ہوں اور خون سے بھی رویا ہوں۔ میں نے کہا آنسو سے کیوں روتے ہو۔ فرمایا خدا سے دور رہنے پر۔ میں نے کہا خون سے کیوں روئے ہو فرمایا اس لیے کہ شاید یہ رونا مقبول نہ ہوا ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ان کی وفات ہوئی تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا۔ میں نے سوال کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا۔ مجھے بخش دیا اور فرمایا اے فتح تم یہ سارا رونا کیوں روئے تھے۔ میں نے کہا خداوندا تیرے حق سے کوتاہی کرنے پر۔ پھر فرمایا خون کیوں روئے تھے۔ عرض کیا پروردگار اس لیے کہ شاید میری گریہ وزاری مقبول نہ ہوئی ہو۔ فرمایا اے فتح یہ تو نے کیوں کیا۔ تیرے محافظ فرشتے چالیس برس تک تیرا صحیفہ میرے پاس لاتے رہے اور اس میں کوئی گناہ تیرا نہ تھا۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۲۵۰) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جبال بیت المقدس میں سیر کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک شخص نظر پڑا جو خوف کی ازار پہنے اور امید کی چادر اوڑھے ہوئے تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے

کہاں سے تشریف لا رہے ہو۔ کہا حظیرۃ الانس سے۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے کہا رحمت نفس کی طرف۔ پھر مڑ کر یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا گیا ؎

من ھجر الخلق کلھم وتخلی	فھو باللّٰہ طیب الخلوات
قال للنفس ساعدینی وجدی	لیس نقض العھد فعل الثقات
لیس من یطلب الحبیب فتورا	فاسلی الدمع واھجری الترھات
ھل رایتم مدللا فی عذاب	وعروسا توا صل العبرات
ملک جائع غنی فقیر	مشرق الوجہ من الحسنات
لم یرہ عرسہ الذی ھو ماض	انما رام عرسہ الذی ھو آت
فلعمری لتخلعن علیہ	خلع العز مع جزیل الھبات

(ترجمہ) جو شخص ساری مخلوق کو چھوڑ کر خلوت گزیں ہوا اب وہ اللہ کے ساتھ اچھی خلوت والا ہے اور نفس سے کہا میری موافقت کر اور کوشش کر کیونکہ نقض عہد ثقہ لوگوں کا کام نہیں ہے۔ طالب محبوب سست نہیں ہوتا آنسو بہا اور فضول باتیں چھوڑ۔ تم نے کبھی کسی کو عذاب میں بھی ناز کرتے دیکھا ہے۔ یا کسی دلہن کو دیکھا ہے جس کے آنسو مسلسل بہتے ہوں وہ طلب صادق کا بادشاہ ہے اور فقیر بے پرواہ ہے، اس کا چہرہ نیکیوں سے چمکتا ہے اُسے اپنے فنا ہونے والی خوشی مطلوب نہیں بلکہ آنے والی خوشی منظور ہے۔ قسم ہے اپنی عمر کی البتہ پہنایا جائے گا اس کو خلعت عزت کا بڑی بڑی بخششوں کے ساتھ۔

حکایت (۲۵۱) ایک بزرگ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں اپنی ایک ضرورت سے چلا۔ میں جنگل میں تھا کہ ناگاہ ایک شخص نظر آیا جو ایک کانٹے دار درخت کے گرد گھوم کر کھجوریں توڑتا تھا اور کھاتا تھا۔ میں نے سلام کیا اس نے کہا وعلیکم السلام آگے بڑھ اور کھا۔ اور میں اپنے اونٹ پر سے اترا اور درخت کی طرف بڑھ کر کھجور توڑنے لگا۔ جب کوئی کھجور میں توڑتا تھا تو وہ میرے ہاتھ میں کانٹا ہو جاتا تھا۔ وہ شخص مسکرایا اور کہنے لگا۔ افسوس اگر تو خلوت میں اس کی اطاعت کرتا تو جنگلوں میں وہ تجھے کھجوریں کھلاتا۔ اور ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ذوالنون کے ہمراہ جنگل میں تھا اور ہم کیکر کے درخت کے نیچے اترے۔ ہم نے کہا یہ کیا ہی اچھی جگہ ہے۔ اگر اس میں کھجور ہوتے۔ ذوالنونؒ نے مسکرا کر فرمایا کھجور کو جی چاہتا ہے یہ کہہ کر انہوں نے درخت کو پکڑ کر ہلایا اور کہا اے درخت قسم ہے اس کی جس نے تجھے پیدا کیا ہے

اور درخت بنایا ہے۔ عمدہ عمدہ کھجوریں گرا دیں۔ پھر اسے ہلایا تو اس سے عمدہ کھجوریں گریں۔ ہم پیٹ بھر کر کھا کر سو رہے۔ پھر ہم نے اس درخت کو ہلایا تو سوائے کانٹے کے کچھ نہ گرا۔

محمد ابن مبارک صوری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم ابن ادہم رحمتہ اللہ علیہ کے ہمراہ تھا بیت المقدس کے راستہ میں ہم قیلولہ کے وقت ایک انار کے درخت کے نیچے پہنچے۔ ہم نماز پڑھ رہے تھے کہ اس پیڑ کی جڑ میں سے آواز آئی کہ اے ابواسحاق ہم سے کچھ تناول کر کے ہماری عزت افزائی کرو۔ ابراہیم ادہم نے اپنا سر جھکا لیا۔ اس طرح تین بار کہا پھر کہا اے محمد کچھ تم سفارش کرو کہ کچھ ہم سے تناول کریں۔ میں نے کہا اے ابواسحاق کچھ آپ نے سُنا۔ انہوں نے کھڑے ہو کر دو انار توڑے۔ ایک انہوں نے کھایا اور ایک مجھے دیا۔ میں نے کھایا تو وہ ترش تھا اور درخت بھی بہت چھوٹا تھا۔ جب ہم زیارت سے فارغ ہو کر واپس لوٹے تو وہ درخت بہت اونچا ہو گیا تھا اور اس کے انار میٹھے ہو گئے تھے اور اس میں ہر سال دو بار پھل آتا تھا۔ اور اس کا نام (رمانتہ العابدین ہو گیا) یعنی عابدوں کا انار۔ اس کے سایہ میں عابد لوگ ٹھہرا کرتے تھے۔

حکایت (۲۵۲) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں ہماری کشتی ٹوٹ گئی اور میں اور میری بیوی ہم دونوں ایک تختے پر رہ گئے اس حالت میں اس کے لڑکی تولد ہوئی اس نے مجھ سے چلا کر کہا کہ میں پیاس کے مارے مری جاتی ہوں۔ میں نے کہا خداوند عالم ہر جگہ موجود ہے۔ ہماری حالت دیکھ رہا ہے اور آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو ہوا پر ایک آدمی نظر پڑا اس کے ہاتھ میں ایک سونے کی زنجیر تھی، اس زنجیر میں ایک سُرخ یاقوتی کوزہ لٹک رہا تھا مجھے کہا یہ پانی ہے لے پیو۔ میں نے وہ کوزہ لے لیا اور ہم دونوں نے اس سے سیراب ہو کر پانی پیا۔ وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا میں نے پوچھا تم کون ہو۔ تم پر خدا رحم کرے کہنے لگا میں تیرے مالک کا غلام ہوں۔ میں نے پوچھا کہ تو اس مرتبے پر کیونکر پہنچا۔ کہا میں نے اس کی رضامندی کے لیے اپنی ہوائے نفسانی ترک کی تو اس نے مجھے ہوا پر بٹھا دیا۔ پھر میری نظر سے غائب ہو گیا اور میں نے پھر کبھی انہیں نہیں دیکھا۔ خدا ان سے راضی ہووے۔

بعض بزرگوں نے فرمایا کہ ہم عسقلان میں تھے تو ایک نوجوان ہمارے پاس آیا جایا کرتا تھا اور گفتگو کیا کرتا تھا۔ جب ہم فارغ ہو جاتے تو نماز میں مصروف ہو جاتا تھا ایک روز

مجھ سے رخصت ہونے آیا اور کہا میں اسکندریہ جاتا ہوں۔ میں اس کے ہمراہ ہولیا اور چند درہم میں نے اس کو دیئے۔ اس نے لینے سے انکار کیا۔ میں نے اصرار کیا۔ اُس نے اسی وقت ایک مٹھی بھر ریت لوٹے میں ڈالی اور سمندر کا پانی اس میں ملایا اور کچھ پڑھا۔ فوراً وہ گھلا ہوا ستو ہو گیا جس میں شکر بھی ملی ہوئی تھی۔ پھر کہا جس کا حال یہ ہو اس کو تمہارے دراہم کی کیا ضرورت ہے۔ پھر اشعار ذیل پڑھنے لگے ؎

بحق الهوى يا اهل ودى تفهموا	للسان وجود بالوجود غريب
حرام على القلب تعرض للهوى	يكون لغير الحق فيه نصيب

(ترجمہ) قسم ہے محبت کی اے میرے دوستو سمجھ لو۔ زبانی وجود وجود حقیقی کے ساتھ نادر ہے حرام ہے اس قلب پر جو عشق کے درپے ہے کہ اس کے قلب میں غیر حق کا کچھ بھی حصہ ہو۔

حکایت (۲۵۳) شیخ ابو تراب بخشی رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدین سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم ابو تراب کے ہمراہ مکہ کے راستے میں تھے وہ راستہ سے ہٹ کر ایک کنارہ پر گئے۔ ان کے ایک مرید نے عرض کیا حضرت میں بہت پیاسا ہوں انہوں نے اسی وقت اپنی ایڑی زمین پر ماری ناگاہ ایک چشمہ نکلا جس کا پانی بہت میٹھا تھا، اس شخص نے کہا میں پیالہ میں پینا چاہتا ہوں، اسی وقت زمین پر ہاتھ مارا اور پیالہ نہایت ہی عمدہ شیشہ کا دیا اور وہ پیالہ مکہ معظمہ تک ہمارے پاس رہا۔ استاذ ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یعقوب ابن لیث کو ایک بیماری پیدا ہوئی جس کے علاج سے تمام اطباء عاجز آگئے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تیری ولایت میں ایک نیک مرد ہے جس کا نام مبارک بن عبداللہ ہے۔ اگر وہ دعا کرے تو شاید حق تعالیٰ اسکی دعا قبول فرمادیں۔ چنانچہ وہ بلوائے گئے اور ان سے کہا کہ میرے واسطے دعا کرو سہل نے فرمایا کہ میری دعا کیونکر مقبول ہوسکتی ہے جبکہ تیری قید میں مظلوم ہیں۔ اس نے سارے قیدیوں کو اسی وقت آزاد کردیا۔ اس وقت حضرت نے دعا کی۔ اے اللہ جیسا کہ تو نے اسے معصیت کی ذلت دکھائی اب اطاعت کی عزت بھی دکھادے اور دفع کردے اس کی بیماری، وہ اچھا ہو گیا اس نے آپ کی خدمت میں بہت سا مال پیش کیا۔ شیخ نے لینے سے انکار کیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ وہ لے کر فقراء کو دیتے تو اچھا ہوتا، انہوں نے جنگل کی کنکریوں کی طرف نگاہ کی تو سب کے سب جواہر بن گئے۔ پھر فرمایا جس کو اتنی دولت ملتی ہے کیا وہ یعقوب ابن لیث کے مال کا محتاج ہے۔

حکایت (۲۵۴) سعید ابن یحییٰ بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عبدالواحد بن زید کے پاس میں گیا وہ ایک سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا اگر آپ اپنے لیے توسیع رزق کی دعا کرتے تو مجھے امید ہے کہ قبول ہوتی۔ فرمایا کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی حاجتوں کو خوب جانتا ہے۔ پھر مٹھی بھر کنکریاں زمین سے اُٹھا کر کہا اے اللہ اگر تو چاہے تو انہیں سونا کر دے۔ ناگاہ وہ ان کے ہاتھ میں سونا بن گئیں انہیں میری طرف پھینکا اور فرمایا۔ اپنی ضرورت کے لیے خرچ کرو۔ دنیا میں کوئی خیر نہیں سوائے اُسکے جو آخرت کے لیے ہو۔ ابو زید فرماتے ہیں۔ میرے یہاں استاد ابو علی سندھی تشریف لائے ان کے پاس ایک توشہ دان تھا جب اُسے جھاڑا تو ان میں سب جواہر بھرے تھے۔ میں نے کہا یہ کہاں سے ملے ہیں۔ فرمایا میں یہاں ایک جنگل میں پہنچا تو وہ انہی جواہر سے مانند چراغ کے چمک رہا تھا۔ میں نے اتنا اس میں سے اُٹھا لیا۔ اور شیخ ابو بکر کتانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مکۂ معظمہ کے راستہ میں ایک روز بہت تھکا ہوا تھا۔ ناگاہ ایک ہمیانی چمک رہی تھی اور اس میں دینار تھے۔ میں نے چاہا کہ اُسے اُٹھاؤں اور فقراء مکّہ پر خرچ کروں۔ ناگاہ ہاتف نے آواز دی کہ اگر تو اُسے اٹھائے گا تو تیری فقیری چھین جائے گی۔

حکایت (۲۵۵) روایت ہے کہ حبیب عجمی رضی اللہ عنہ کی بیوی بڑی بد خلق تھیں ایک دن کہنے لگیں۔ اگر خدا تعالیٰ تمہارے پاس کوئی فتوحات نہیں بھیجتا ہے تو مزدوری کرو اور کسی مزدوری دینے والے کی خدمت کرو۔ حضرت جنگل میں تشریف لے گئے اور دن بھر عبادت میں مشغول رہے۔ پھر گھر کو لوٹے اور بیوی کے ڈر سے شرمندہ اور پریشان خاطر تھے آتے ہی بی بی نے پوچھا مزدوری کہاں ہے فرمایا جس کی میں نے مزدوری کی ہے وہ شخص بہت سخی ہے۔ میں نے مزدوری مانگنے میں جلدی نہیں کی اور مجھے شرم آئی۔ اسی طرح کئی دن گذر گئے کہ جنگل میں جا کر عبادت کرتے اور رات کو گھر آتے۔ جب بیوی دریافت کرتیں تو کہتے مجھے اجرت میں جلدی کرنے شرم آتی ہے۔ جب بہت دن گذرے تو بی بی نے کہا۔ یا تو ان سے اجرت اپنی لے آؤ یا اور کسی کی مزدوری کرو۔ چنانچہ ان سے وعدہ کیا کہ آج ضرور اجرت طلب کروں گا اور موافق عادت کے جنگل کی طرف چلے جب شام ہوئی تو گھر آئے لیکن بیوی کی بد مزاجی سے ڈرے ہوئے تھے۔ جب دروازہ پر پہنچے تو دیکھا دھواں اُٹھ رہا ہے اور دسترخوان چنا ہوا تھا اور بیوی خوش خوش پھر رہی تھیں دیکھتے ہی کہنے لگیں تمہارے مستاجر نے کرمیوں ہی کی سی اجرت روانہ

کی اور اس کے قاصد نے مجھ سے کہا کہ حبیب سے کہو کہ عمل میں زیادہ کوشش کرے اور یہ سمجھ
لے کہ ہم نہ ہونے کی وجہ سے اجرت میں تاخیر نہیں کرتے نہ بخیلی کی وجہ سے۔ اپنی آنکھیں ٹھنڈی
اور دل خوش رکھے۔ پھر انہیں چند توڑے دیناروں کے بھرے ہوئے دکھائے۔ یہ دیکھ کر حضرت
بہت روئے اور فرمانے لگے یہ اجرت اس نے بھیجی ہے جس کے ہاتھ میں زمین و آسمان کے خزانے
ہیں۔ یہ سنکر بیوی نے بھی توبہ کی اور قسم کھائی کہ پھر کبھی انہیں ایسی تکلیف نہ دے گی۔

حکایت (۲۵۶) روایت ہے کہ عطاء ارزق رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی نے دو درہم
دیئے تاکہ اس کا آٹا خرید کر لاویں۔ جب آپ بازار کو چلے تو راستہ میں ایک غلام کو دیکھا کہ کھڑا
رو رہا ہے جب اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا مجھے مولا نے دو درہم دیئے تھے سودے کے لیے
وہ کھو گئے۔ اب وہ مجھے مار یگا۔ حضرت نے دونوں درہم اُسے دیدیئے اور شام تک نماز میں مشغول
رہے اور منتظر تھے کہ کچھ ملے۔ کچھ میسر نہ ہوا۔ جب شام ہوئی تو اپنے ایک دوست بڑھئی کی دکان
پر بیٹھ گئے۔ اس نے کہا یہ کھورا لے جاؤ۔ تنور گرم کرنے کی ضرورت ہو تو کام آئے گا۔ اور کچھ
میرے پاس نہیں جو آپ کی خدمت کروں۔ آپ وہ کھورا ایک تھیلہ میں ڈال کر گھر تشریف لے
گئے اور دروازے ہی سے وہ تھیلا گھر میں پھینک کر مسجد تشریف لے گئے اور نماز پڑھ کر بہت
دیر تک بیٹھے رہے تاکہ گھر والے سو جائیں اور ان سے مخاصمت نہ کریں۔ پھر گھر آئے تو دیکھا
وہ لوگ روٹی پکا رہے تھے۔ فرمایا تمہیں آٹا کہاں سے ملا۔ کہنے لگے وہی ہے جو آپ تھیلے میں
لاتے تھے۔ ہمیشہ اسی شخص سے آٹا خرید کر لایا کیجیے جس سے آج خریدا ہے۔ فرمایا انشاء اللہ
میں ایسا ہی کروں گا۔

حکایت (۲۵۷) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ بصرہ کے ایک عابد لکڑیوں کا
بوجھ خریدنے چلے۔ ایک مسجد سے اقامت کی آواز سنی ویسے ہی راستہ چھوڑ کر مسجد کی طرف
چلے۔ راہ میں ایک ہمیانی نظر پڑی، اس پر لکھا ہوا تھا کہ اس ہمیانی میں سو دینار ہیں۔ انہوں نے
اس کی طرف التفات بھی نہ کیا اور اپنی نماز میں مشغول ہوئے۔ پھر وہاں سے چل کر بازار میں آئے
اور لکڑیوں کا بوجھ خرید کر گھر لائے۔ جب بوجھ کھولا تو وہ ہمیانی اس کے اندر رکھی ہوئی دیکھی
آپ نے آسمان کی طرف آنکھ اُٹھا کر فرمایا کہ اے اللہ جیسا کہ تو اپنے بندہ کا رزق فراموش
نہیں کرتا ہے اسی طرح اسے بھی توفیق دے کہ وہ اوقات ذکر میں تیرا ذکر نہ بھولے اور کہتے
جاتے تھے۔ اگر تو اس کی عبادت میں مشغول ہوتا اور اس کی نافرمانی سے اپنے نفس کو بچاتا تو رہے

بڑے لطف دیکھنا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ابوالخیر کے یہاں گیا۔ آپ نے مجھے دو سیب دیئے میں نے جی میں کہا کہ انہیں نہ کھاؤں گا اور برکت کے لیے رکھ چھوڑوں گا اور جیب میں ڈال لیے مجھ پر کئی کئی فاقے گذر جاتے تھے لیکن انہیں نہیں کھاتا تھا۔ ایک دفعہ مجھ پر بڑا ہی فاقہ گذرا مجبوراً اس میں سے ایک سیب نکال کر کھایا۔ پھر دوسرے کے نکالنے کے لیے جیب میں ہاتھ ڈالا تو دونوں موجود تھے۔ میں ہمیشہ ان میں سے کھاتا رہا۔ حتیٰ کہ ایک بار موصل میں گیا سو وہاں میرا ایک دیرانہ پر گذر ہوا۔ ناگاہ ایک مریض کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے سیب کی خواہش ہے اور زمانہ سیب کا نہ تھا۔ میں نے وہ سیب نکال کر اس کو دیئے۔ ان کے کھاتے ہی اس کی روح نکل گئی اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ شیخ نے اس مریض کے لیے سیب دیئے تھے۔

حکایت (۲۵۸) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں ایک خراسانی جوان تھا اور ایک ہفتہ ہماری مسجد میں رہا اور کچھ نہ کھایا۔ میں کھانا حاضر کرتا تھا تو وہ شخص انکار کرتا تھا۔ ایک دن ایک سائل آیا اس نے جوان سے کہا اگر تو خدا ہی کی طرف متوجہ ہوتا تو تجھے وہ غنی کر دیتا۔ اس نے کہا میرا یہ رتبہ کہاں ہے۔ اس خراسانی نے کہا تو کیا مانگتا ہے۔ کہا جس سے قوت لایموت ہو جاتے اور ستر عورت ہو جاتے۔ اس شخص نے محراب کی طرف کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی پھر ایک نیا کپڑا اور طبق میووں سے بھرا ہوا لایا اور سائل کو دیا۔ ذوالنون نے کہا میں نے اس سے سوال کیا کہ اے عبداللہ تیرا اللہ کے نزدیک یہ رتبہ ہے اور تو نے ایک ہفتہ سے کچھ نہ کھایا۔ یہ سن کر وہ دو زانو ہو بیٹھا اور کہنے لگا اے ابوالفیض جن کے دل نورِ رضا سے بھرے ہوں ان کی زبان سوال کے لیے کیونکر کھلے۔ میں نے کہا کیا رضامندی والے سوال نہیں کرتے۔ کہا کوئی ناز و ادا سے مانگتا ہے۔ کوئی عبادت سے مانگتا ہے کوئی دوسرے پر مہربانی کے لیے مانگتا ہے۔ پھر اقامت ہوئی اور اس نے ہمارے ساتھ نماز پڑھی اور لوٹا لے کر باہر نکلا۔ گویا رفع حاجت کے لیے جا رہا ہے۔ میں نے دوبارہ اسے نہ دیکھا۔ رضی اللہ عنہ

حکایت (۲۵۹) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم ابن ادہم کے ہمراہ ساحل سمندر پر تھے سو وہاں ہم ایک بن میں پہنچے جہاں بہت سی خشک لکڑی پڑی تھی ہم نے کہا اگر ہم رات یہیں بسر کرتے اور اس خشک لکڑی کو جلاتے تو اچھا ہوتا۔ فرمایا اچھی بات ہے رہ جاؤ۔ ہم نے آگ جلائی اور ہمارے پاس روٹی تھی اُسے سینک کر کھانے لگے۔ ہم میں

سے ایک نے کہا یہ انگارے کیا اچھے ہیں اس وقت گوشت ہوتا تو خوب بھونا جاتا۔ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے کھلانے پر قادر ہے۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک شیر ایک اونٹ بھگا لایا اور ہمارے قریب آ کر اسے پکڑ لیا اور اس کی گردن توڑ دی حضرت کھڑے ہوئے اور فرمایا اسے ذبح کر دو یہ خدا نے تمہیں کھلایا ہے۔ ہم نے اس کا گوشت بھونا اور شیر کھڑا دیکھ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم خراسانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک دن وضو کی ضرورت ہوئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جواہر کا کوزہ پانی سے بھرا اور ایک مسواک چاندی کی جو ریشم سے زیادہ نرم ہے رکھی ہے۔ میں نے مسواک کی اور وضو کر کے وہاں سے گیا۔ اور فرمایا کہ میں ایک سفر میں کئی دن تک رہا کوئی شخص مجھے نظر نہ آیا بلکہ کوئی جاندار پرندہ تک بھی نہ دیکھا۔ ناگاہ ایک شخص آیا۔ نہ معلوم وہ کہاں سے نکلا اور مجھ سے کہا اس درخت سے کہو کہ دینار اس میں لگیں۔ میں نے کہا اے درخت دیناروں سے لد جا۔ اس میں کوئی دینار نہ پیدا ہوا۔ پھر اس نے کہا اے درخت دیناروں سے بھر جا۔ ناگہاں اس کے سارے پھل دینار بن گئے اور اس میں لٹکنے لگے۔ میں اس کو دیکھنے ۔۔۔ کے لیے پلٹا تو اس کا پتہ بھی نہ تھا اور وہ دینار بھی بدل گئے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۲۶۰) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں اور ایک میرا ہمراہی دونوں ایک پہاڑ پر عبادت خدا میں مشغول تھے۔ میرا ساتھی نباتات پر گذر کرتا تھا اور میرے پاس ایک ہرنی آتی اور قریب آ کر پاؤں پھیلاتی اور میں اس کا دودھ پیتا تھا۔ اسی حالت پر ہم ایک مدت تک رہے اور میرا ساتھی مجھ سے بہت دور رہتا تھا۔ ایک دن وہ میری زیارت کے واسطے آیا اور کہنے لگا ہمارے قریب کچھ لوگ بدوی آ ٹھہرے ہیں۔ چلو ان کے یہاں جائیں شاید کچھ دودھ وغیرہ مل جائے۔ میں نے منع کیا وہ اصرار کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے بھی اس کی موافقت کی۔ ہم وہاں گئے۔ اُن لوگوں نے ہمیں کھلایا اور پھر وہاں سے اپنی جگہ پر لوٹ آئے اور میں وقت پر اس ہرنی کا انتظار کرتا رہا۔ لیکن وہ نہ آئی اور وہ دودھ منقطع ہو گیا۔ میں نے جانا کہ یہ میرے اس گناہ کے سبب سے ہوا جو میں نے کیا۔ باوجودیکہ میں ہرنی کے دودھ کے سبب سوال سے مستغنی ہو چکا تھا۔ مؤلف فرماتے ہیں۔ ظاہر گناہ یہاں پر تین وجوہ سے ہوا۔ پہلا توکل سے نکلنا جس میں داخل ہو چکا تھا۔ دوسرا طمع اور ترک قناعت اس رزق پر جس کی وجہ سے وہ مستغنی تھا تیسرا کھانا طعام خبیث کا جو طیب نہ تھا۔ اس سبب سے اس رزق حلال سے محروم ہوا۔

جس کو عنایت خداوندی نے محض اپنی بخشش و کرم سے بطور کرامت کے ایجاد فرما کر اولیاء کی کرامت کا اظہار فرمایا ہے۔ اس کے لیے برتن بھی پاک ہی درکار تھا جیسے کہ وہ تحفہ تھا اور اس نے برتن کو ایسی نجاست سے نجس کیا کہ اس کی پاکی استغفار کے غسل خانہ میں صدق نیت کے صابون اور توبہ کے پانی سے دھو کر اس پر توکل کا پانی نہ بہایا جائے، نہیں ہو سکتی جو غسلخانہ کہ اخیر شب کی نہر کے کنارے پر واقع ہو پھر آنکھوں کے پانی سے صاف کیا جائے اور وفا کا گلاب چھڑکا جائے اور اس پر آیت و حدیث پڑھی جائے اور دل کے کان اور قلب کے یقین سے سُنے، جب کہیں وہ نجاست دُور ہو سکتی ہے جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے واسطے کافی ہے۔ اگر تم اللہ پر توکل کرتے جیسا کہ حق ہے تو تمہیں رزق پہنچاتا جیسا کہ رزق پہنچاتا ہے پرندوں کو کہ خالی پیٹ صبح کو گھونسلے سے نکلتے ہیں اور پیٹ بھرے ہوئے لوٹتے ہیں۔ پھر یہ دو بیتیں اسے سنائی جائیں جن کو دل کے کانوں سے سُنے۔ ؎

حقیقۃ العبد عندی فی توکلہ — سکون احساسہ عن کل مطلوب
وان تراہ لکل الخلق مطرحا — بصون اسرارہ عن کل محبوب

(ترجمہ) بندہ کی حقیقت توکل میں میرے نزدیک یہ ہے کہ ہر مطلوب کا احساس ہی اُسے نہ رہے اور سکون ہو جائے اور یہ دیکھے اپنے کو ساری مخلوق سے منقطع ہوا اور محفوظ رکھے اپنے اسرار کو ہر محبوب سے۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا اگر اس کی تعمیل کی قدرت نہ ہو اور وہ ہماری طرح اس سے عاجز ہو تو اُسے اعتراف کرنا چاہیئے جس طرح کہ میں نے اعتراف کیا ہے یعنی اپنی نحوست کا اور اپنے نفس کی بُرائی میں میں نے جو اشعار کہے ہیں انہیں پڑھنا چاہیئے ؎

الٰہی ھا انا العاصی خلیا — من الاحسان مملو للمساوی
فلا فعلی لاقوال مضاھی — ولا قول لافعال مساوی
کذوبا خائنا لم اوف عھدا — ولم اوثق بمضمون الدعاوی
فسامح مذنبا وارحم ضعیفا — وانس موحشا فی القبر ثاوی
فلا عوذتنا السراء فضلا — وعنا انت للضراء زاوی
لنا معروفک المعروف بحر — بہ العطشان للغفران راوی

(ترجمہ) الٰہی میں ہی ہوں وہ گنہ گار جو خالی ہے نیکیوں سے اور بُرائیوں سے پُر ہے نہ میرے افعال اقوال کے مشابہ ہیں، نہ میرے اقوال افعال کے مشابہ ہیں جھوٹا، خیانت کنندہ، عہد شکن

اور کسی دعوے پر سچا نہ نکلنے والا۔ اس گنہگار سے چشم پوشی کر اور ضعیف پر رحم کر اور اُسے اُنس دے جب قبر میں وحشت کے ساتھ مقیم ہو تو ہی نے اپنے فضل سے آرام کا عادی بنایا ہے اور تو ہی ہم سے تکلیف دور کرے گا۔ ہمارے لیے تیرا مشہور احسان دریا ہے جس میں مغفرت کے پیاسے سیراب ہوتے ہیں۔

حکایت (۲۶۱) ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مصر سے نکل کر ایک گاؤں کو چلا۔ راستہ میں ایک جگہ سو رہا۔ جب آنکھ کھلی اور بیدار ہوا تو ناگاہ ایک اندھی چڑیا درخت سے نیچے گر پڑی۔ اسی وقت زمین پھٹی اور اس میں سے دو طشتریاں نکلیں ایک سونے کی دوسری چاندی کی۔ ایک میں تل تھے اور دوسری میں گلاب تھا۔ یا خالص پانی تھا اس سے کھاتی تھی اور اس سے پانی پیتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں نے کہا کہ مجھے یہ عبرت کافی ہے اور اپنے مولیٰ کے دروازہ کو پکڑ لیا۔ یہاں تک کہ مجھے مقبول کر لیا۔ منقول ہے کہ ایک نیک مرد طلب رزق میں چلا۔ کھیتوں کی کٹائی کا زمانہ تھا۔ راستہ میں بارش ہوئی تو وہاں ایک غار میں نظر ڈالی وہاں ایک عقاب اندھا نظر آیا۔ یہ دیکھ کر اُسے فکر ہوئی کہ یہ کہاں سے کھاتا ہو گا۔ ناگاہ ایک کبوتری غار میں گھونسلا بنانے کے واسطے آئی اور اتفاق سے اس عقاب پر گر پڑی عقاب نے اُسے پکڑ کر کھایا۔ وہ شخص یہ دیکھ کر اپنے گھر آیا اور اللہ پر متوکل رہا۔

حکایت (۲۶۲) ایک لٹیرے قطاع الطریق (ڈاکو) کُردی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک بار ہم قطع طریق اور لوٹ مار کے ارادے سے چل کر ایسے مقام پر پہنچے جہاں تین درخت تھے۔ میں اور میرے ساتھی بیٹھے ہوتے تھے۔ ان تینوں درختوں میں سے ایک میں پھل نہ تھا اور ایک چڑیا ایک کھجور کے درخت میں سے جس میں کھجور لگے ہوتے تھے کھجور توڑ کر اس درخت پر جس میں کھجور نہ تھے لیجاتی تھی۔ دس بار اس نے ایسا کیا اور میں دیکھ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال گذرا کہ چل کر دیکھوں۔ جب درخت پر چڑھا تو اس کے سرے پر ایک سانپ تھا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا اور چڑیا وہ کھجور لاکر اسکے منہ میں دیتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا اور کہا اے مالک یہ وہ سانپ ہے جس کے قتل کا تیرے نبی نے امر کیا ہے۔ جب تو نے اُسے اندھا کیا تو اس کے رزق کے واسطے چڑیا کو معین کیا ہے جو اس کو خوراک بہم پہنچاتی ہے اور میں تیرا بندہ تیری وحدانیت کا مقر ہوں تو نے مجھے لوٹ مار پر مقرر کیا ہے۔ اس وقت میرے قلب پر یہ القا ہوا کہ اے شخص میرا دروازہ توبہ کے واسطے کھلا ہوا ہے۔ میں نے اپنی تلوار توڑ ڈالی اور سر پر خاک ڈالتے ہوئے چلاتے ہوتے الاقالہ الاقالہ یعنی توبہ توبہ کہتے ہوتے دوڑا ار الاقالہ سے مراد یہاں ترک

عمل قدیم ہے) ناگاہ ایک ہاتف کو کہتے ہوئے سُنا کہ ہم نے بھی تجھ سے اقالہ کیا (یعنی تیری توبہ قبول کی) پھر میں اپنے ساتھیوں کے پاس آیا انہوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا تو نے ہمیں ڈرا دیا کہنے لگا میں مردود تھا اب مجھ سے مصالحت کر لی گئی ..... اور سارا قصہ ان لوگوں کو کہہ سنایا۔ انہوں نے کہا ہم بھی مصالحت کرتے ہیں۔ ہم سب نے اپنی تلواریں توڑ دیں اور کپڑے اُتار پھینکے اور مکۂ معظمہ کے قصد سے احرام باندھا اور تین دن تک جنگل میں چلتے رہے پھر ایک قریہ میں داخل ہوئے اور ہمارا گذر ایک اندھی بڑھیا پر ہوا۔ اس نے ہم سے سوال کیا کہ تم میں فلاں کردی (میرا نام لے کر) تو نہیں ہے۔ ہم نے کہا ہے سنتے لگی میرا لڑکا مر گیا ہے اُس نے یہ کپڑے چھوڑے ہیں۔ میں نے تین شب پے در پے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے ہیں کہ یہ کپڑے فلاں کردی کو دیدے۔ میں نے وہ کپڑے لے لیے اور میں نے اور میرے ہمراہیوں نے پہنے پھر چل کر مکۂ معظمہ پہنچے۔

حکایت (۲۶۳) مروی ہے کہ عبدالواحد ابن زید کے پاس کچھ اہل قریش بیٹھا کرتے تھے کہ ایک دن انہوں نے کہا کہ ہمیں اپنے اسباب کا اندیشہ رہتا ہے۔ حضرت نے آسمان کی طرف نظر اُٹھائی اور کہا اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں بوسیلہ اس آپ کے بلند اسم کے جس کے سبب آپ اولیاء کو کرامت عطا کرتے ہیں جس کے ذریعہ آپ اپنے پسندیدہ محبین کو انعام کرتے ہیں۔ آپ اسی وقت ہمیں ایسا رزق عنایت فرمایئے جس سے خیالات شیطانی ہمارے دل سے دور ہو جائیں۔ تو مہربان، منّان قدیم الاحسان ہے اے اللہ الٰہی الٰہی۔ اسی وقت چھت پھٹنے کی آواز آئی اور ان پر دینار برسنے لگے۔ پھر حضرت نے فرمایا اللہ پر توکل سے غنی ہو جاؤ۔ غیروں کا اندیشہ نہ کرو آپ کے حکم سے انہوں نے وہ دینار وورہم اُٹھا لیے اور حضرت نے کچھ نہ لیا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۶۴) حکایت ہے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کو وحی کی کہ سمندر کے کنارے پر جاؤ وہاں ایک عجیب چیز دیکھو گے۔ حضرت سلیمان اپنے ہمراہی جن وانس کے ساتھ ساحل پر تشریف لے گئے۔ جب ساحل پر پہنچ کر داہنے بائیں نظر کی تو کچھ نہ دیکھا آپ نے عفریت سے فرمایا کہ اس سمندر میں غوطہ لگا اور وہاں کی حالت مجھ سے آکر بیان کر اس نے غوطہ مارا ایک ساعت کے بعد اوپر آیا اور عرض کیا یا نبی اللہ میں نے اس دریا میں اتنے غوطے لگائے مگر اس کی تہ کو نہ پہنچا نہ کوئی چیز مجھے نظر آئی۔ آپ نے دوسرے عفریت کو حکم

دیا کہ تو غوطہ لگا کر وہاں کی حالت مجھ سے بیان کر۔ اس نے بھی غوطہ لگایا اور نکل کر وہی کہا جو پہلے عفریت نے کہا تھا اور اس نے پہلے والے سے دوگنے غوطے لگائے تھے۔ آپ نے آصف ابن برخیا سے کہا جو آپ کے وزیر تھے جن کا حق تعالیٰ نے بھی ذکر کیا ہے وقال الذی عندہ علم من الکتب یعنی کہا اس نے جس کے پاس علم کتاب کا تھا۔ (مراد اس سے آصف ابن برخیا ہیں) کہ اس کے اندر کا حال بیان کرو۔ انہوں نے فوراً ایک قبہ سفید کافوری حاضر کیا جس کے چار دروازے تھے۔ ایک موتی کا، ایک یاقوت کا، ایک ہیرے کا، ایک زمرد سبز کا اور وہ سب دروازے کھلے ہوتے تھے اور ان میں ایک قطرہ بھی پانی کا نہیں داخل ہوتا تھا۔ حالانکہ وہ قبہ سمندر کی تہ میں تھا۔ جس کا عمق اتنا گہرا تھا کہ عفریت نے اول جو غوطہ لگایا تھا اسی طرح کے تین غوطے نیچے ہی نیچے لگاتا تو تہ کو پہنچتا۔ انہوں نے جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے اندر ایک جوان خوبصورت صاف کپڑے پہنے ہوئے نماز پڑھ رہا ہے۔ آپ نے قبہ میں داخل ہو کر اسے سلام کیا اور فرمایا کہ تجھے اس دریا میں کس چیز نے پہنچایا۔ کہا اے نبی اللہ میرے باپ اپاہج تھے اور ماں نابینا تھیں میں نے ان کی ستر برس خدمت کی۔ جب میری والدہ وفات پانے لگیں تو انہوں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کی عمر دراز کر اور تیری عبادت میں گذارنے کی توفیق دے۔ جب باپ کی وفات کی نوبت آئی تو انہوں نے کہا اے خدا اس سے ایسی جگہ خدمت لے جہاں شیطان کا دخل نہ ہو۔ جب میں انہیں دفنا کر اس ساحل کی طرف آیا تو یہ قبہ نظر آیا۔ میں اس کی خوبصورتی کے ملاحظہ کے لیے اندر داخل ہوا اتنے میں ایک فرشتہ نے آکر اسے قعر دریا میں اتار دیا۔ حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تو کس زمانہ میں یہاں آیا تھا۔ کہا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں۔ حضرت نے تاریخ دیکھی تو معلوم ہوا کہ انہیں دو ہزار سال گذرے تھے۔ وہ شخص بالکل جوان تھا، ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ آپ نے پھر دریافت کیا کہ اس سمندر کے اندر تم کیا کھاتے ہو۔ کہا اے نبی اللہ میرے پاس ایک سبز پرندہ اپنی چونچ میں ایک زرد چیز جو آدمی کے سر کے برابر ہے لے آتا ہے میں اسے کھاتا ہوں۔ اس میں دنیا کی ساری نعمتوں کا مزہ آتا ہے اور اس سے بھوک پیاس میری جاتی رہتی ہے اور گرمی سردی اور نیند اور سستی اور غنودگی اور وحشت یہ سب اس سے رفع ہو جاتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ ہمارے ساتھ چلو یا ہم تمہیں تمہاری اپنی جگہ پر پہنچا دیں۔ کہا نہیں مجھے اپنی جگہ پر پہنچا دیجیے۔ آپ نے آصف ابن برخیا سے فرمایا کہ انہیں اپنی ہی جگہ پر پہنچا دو چنانچہ انہوں نے

پہنچادیا آپ نے لوگوں سے متوجہ ہو کر فرمایا دیکھو ماں باپ کی دعا کیسی مقبول ہے خدا تم پر رحم کرے عقوقِ والدین سے بچتے رہو۔ اے اللہ تو ہمیں بھی ان کی خدمت کی توفیق دے۔

حکایت (۲۶۵) حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ اس پرندہ کے مانند زندگی بسر کرو جو تنہا رہتا ہے درخت پر سے اپنی روزی کھاتا ہے اور خالص پانی یا نہر کا پانی پیتا ہے اور جب رات ہو جاتی ہے تو کسی غار میں پناہ گزیں ہوتا ہے۔ کیونکہ اُسے مجھ سے اُنس اور میرے نافرمانوں سے نفرت ہے۔ اے موسیٰ میں نے اپنے اوپر قسم کھائی ہے کہ کسی مدعی عمل کا عمل پورا نہ ہونے دوں گا اور جو غیر سے امید رکھتا ہے اس کی امید منقطع کر دوں گا اور جو میرے سوا پر تکیہ کرے گا اس کی پیٹھ توڑ دوں گا اور جو میرے غیر سے انس کرتا ہے اس کو وحشت میں ڈالوں گا جو غیر سے محبت کرے اس سے اعراض کروں گا۔ اے موسیٰ میرے بعض بندے ہیں اگر وہ مجھ سے سرگوشی کرتے ہیں تو میں کان لگا کر سنتا ہوں۔ اگر پکارتے ہیں تو ان کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اگر میری طرف آتے ہیں تو میں ان کو اپنے قریب کرتا ہوں، اور تقرب ڈھونڈتے ہیں تو مواصلت عطا کرتا ہوں اور ان کی کفایت کرتا ہوں۔ اگر وہ مجھے سرپرست بناتے ہیں تو ان کی سرپرستی قبول کرتا ہوں۔ اگر خالص محبت کرتے ہیں تو میں بھی ویسی ہی محبت کرتا ہوں۔ عمل کرتے ہیں تو جزا دیتا ہوں، میں ہی ان کے امور کا مدبر ہوں اور ان کے قلوب کا نگہبان ہوں اور ان کے احوال کا متولی ہوں، میں نے ان کے دلوں کی تسکین صرف اپنے ذکر ہی سے کی ہے۔ اسی سے ان کی بیماریوں کی شفا ہے اور ان کے دلوں میں روشنی ہے۔ میرے سوا کسی سے انس نہیں پکڑتے اور میرے پاس ہی اپنے دل کی منزل بناتے ہیں اور ان کو چین بھی نہیں آتا سوائے میرے۔ اے اللہ تو ہم کو بھی ان کے ساتھ ملا دے یارب العالمین آمین۔

حکایت (۲۶۶) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت فضیل رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا آپ مسجد میں بیٹھے تھے، آپ کو سلام کیا پھر آپ کے پاس بیٹھ گیا آپ نے سوال کیا کہ کیوں آتے ہو کہا آپ سے انس کے لیے اے ابو علی آپ نے فرمایا یہ تو وحشت ہوئی۔ انس نہ ہوا، یا تو یہاں سے چلا جا یا میں چلا جاتا ہوں۔ مجبوراً وہ چلا گیا۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے فرماتے ہیں اگر تو آئینۂ توبہ میں

ہر وقت اپنے آپ کو دیکھتا رہے گا تو تجھے اپنی قباحت معلوم ہو گی اور فرمایا لوگوں سے معرفت کم حاصل کرو اور جن کی معرفت نہیں ہے ان کی معرفت نہ پیدا کرو اور جن کی معرفت ہے ان سے بھی نفرت پیدا کرو اور بھاگو لوگوں سے جیسا کہ شیر سے بھاگتے ہو اور جمعہ اور جماعت کو کبھی ناغہ نہ کرو اور بعض بزرگوں کا قول ہے فرماتے ہیں "تم بے معرفت لوگوں سے معرفت پیدا کرنا چاہتے ہو اور ہم جاننے والوں سے انجان بنتے ہیں۔ اور بعضوں کے اشعار ہیں ؎

ولما بلوت الناس اطلب صاحبا　　　اخا ثقة عند ارتكاب الشدائد

تفكرت في الدنيا رخاءً وشدة　　　وناديت في الاحياء هل من مساعد

فلم ار فيما ساءني غير شامت　　　ولم ار فيما سرني غير حاسد

(ترجمہ) جب میں نے لوگوں کو آزمایا اور ایک دوست تلاش کیا جس کو مصیبت کے وقت معتمد علیہ بناؤں اور میں نے دنیا کی سختی اور نرمی کی حالت میں سوچا اور سارے زندہ لوگوں میں آواز دی کہ کوئی موافقت کرنے والا ہے میں نے اپنی بری حالت میں سب کو ہنستا دیکھا اور اچھی حالت میں جسے دیکھا حسد کرنے والا دیکھا۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ جو کچھ حضرت ابراہیم وغیرہم سے منقول ہے یہ بھی سلف کا ایک مذہب ہے کہ بعض ان میں تعارف اور مخالطت لوگوں کی اچھی نہیں جانتے تھے کیونکہ تنہائی میں زیادہ سلامتی ہے اور مخالطت کے حقوق سے حفاظت ہے اور عبادت کے مشغلہ کے واسطے فراغت ہے اور بعض لوگوں نے مخالطت کو جائز رکھا ہے بسبب ظاہر احادیث کے جو نیکوں کی صحبت کی ترغیب اور اخیار کی صحبت کے اخروی منافع میں وارد ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين (یعنی اس روز دوست آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر متقین کہ وہ دوست ہی رہیں گے) حق تعالیٰ ہم کو انہیں لوگوں میں سے گردانے۔ اور احمد ابن الحواری رضی اللہ عنہ نے جب ان سے سوال کیا گیا کہ طریقہ نجات کیا ہے۔ فرمایا کہ افسوس ہمارے اور اس راستہ کے درمیان بہت سی گھاٹیاں ہیں اور وہ گھاٹیاں بڑی تیز چال سے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صحیح کرنے سے اور مشغول کرنے والے تعلقات کو منقطع کرنے سے قطع ہو سکتی ہے۔

حکایت (۲۶۷) بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور عرض کیا کہ حضرت ایک شیر ہمارے راستہ میں حائل ہو گیا ہے

حضرت شیر کے پاس آئے اور کہا اے ابو الحارث اگر تجھے ہمارے متعلق کچھ حکم ہوا ہے تو اپنا کام کر اور اگر کچھ امر نہیں ہوا ہے تو ہمارا راستہ چھوڑ کر ہٹ جا۔ یہ سن کر ان کے راستہ سے ہٹ گیا۔ حالانکہ وہ ان لوگوں کی تاک میں تھا۔ حضرت نے فرمایا جب تم لوگ خواب سے بیدار ہو تو یہ دعا پڑھ لیا کرو۔ اللھم احرسنا بعینك التی لا تنام واحفظنا برکنك الذی لا یرام وارحمنا بقدرتك علینا فلا نھلك وانت ثقتنا ورجاءنا۔ (یعنی اے اللہ تو ہماری نگہبانی کر ان آنکھوں سے جو نہیں سوتی ہیں اور اپنی پناہ سے ہماری حفاظت کر جس کا کوئی قصد ہی نہیں کر سکتا اور اپنی قدرت سے ہم پہ رحم کر کیونکہ آپ پر بھروسہ اور امید کرنے کے بعد ہم ہلاک نہیں ہوں گے۔

حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں گاؤں میں ہنود کے درمیان گذر رہا تھا۔ ناگہاں ایک بہت بڑا شیر مجھ پہ دوڑا میں نے ایک درخت کے نیچے منزل کی اور اس سے بچاؤ کی صورت تلاش کرنے لگا۔ جب قریب آیا تو وہ لنگڑا رہا تھا اور کچھ گنگناتا ہوا میرے پاس بیٹھ کر اپنا ہاتھ میری گود میں رکھا۔ میں نے دیکھا تو وہ سوج رہا تھا اور اس میں پیپ پڑ گئی تھی۔ میں نے ایک کھپچی سے وہ جگہ چیری جہاں پیپ بھری ہوئی تھی اور اس پر ایک دھجی باندھ دی اور وہ چلا گیا۔ ایک ساعت کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ شیر آ رہا ہے، اس کے ہمراہ اس کے بچے بھی کودتے ہوئے چلے آ رہے ہیں اور ان بچوں کے پاس دو روٹیاں ہیں جنہیں وہ میرے واسطے لائے تھے۔ حضرت خواص ہی فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مکہ معظمہ کے راستہ میں تھا۔ رات کو ایک ویرانہ میں داخل ہوا۔ ناگاہ وہاں ایک بہت بڑا شیر نظر آیا۔ اُسے دیکھ کر میں ڈرا ہاتف نے آواز دی ثابت قدم رہ۔ تیرے اطراف ستر ہزار فرشتے تیری حفاظت کرتے ہیں۔

حکایت (۲۶۸) سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور شیبان راعی دونوں حج کے ارادہ سے چلے۔ راستہ میں ناگہاں ایک شیر ہمارے سامنے آیا۔ میں نے شیبان راعی سے کہا کہ آپ اس کتے کو نہیں دیکھتے جو ہمارے سامنے آتا ہے فرمایا اے سفیان مت ڈرو۔ ان کی بات سنتے ہی شیر کتے کی طرح دم ہلانے لگا اور چاپلوسی کرنے لگا۔ شیبان اس کی طرف متوجہ ہو کر اس کا کان ملنے لگے۔ میں نے کہا یہ کیا شہرت ہے اے شیبان! فرمایا اے ثوری یہ کچھ بھی شہرت نہیں۔ اسے ثوری اگر شہرت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اپنا توشہ اس کی پیٹھ پہ لاد کر مکہ تک لے جاتا۔ مروی ہے کہ ایک بزرگ کسی پہاڑ پہ تھے جب بارش ہوتی یا نہیں جاڑا لگتا تو شیر

ان کے پاس جمع ہوتے اور انہیں لپٹ کر گرمی پہنچاتے۔

حکایت (۲۶۹) مؤلف فرماتے ہیں کہ ان سے ان کے بعض نیک بھائیوں نے بیان کیا کہ ایک دن میں اپنے نفس پر خفا ہوا اور کہا میں آج تجھے ضرور ہلاکت میں ڈالوں گا۔ اور میں شیروں کے جنگل سے قریب رہتا تھا میں جا کر شیر کے بچوں کے درمیان لیٹ گیا پھر ان کا باپ آیا اس کے منہ میں گوشت تھا جب مجھے دیکھا تو گوشت اپنے منہ سے نیچے رکھ کر دور ہٹ کے مبیٹھ گیا۔ پھر ان کی ماں آئی وہ بھی گوشت لیے ہوئے تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو گوشت پھینک کر غراتی ہوئی مجھ پر دوڑی اس کو شیر نے اپنے ہاتھ سے منع کیا وہ بھی مبیٹھ گئی اور دونوں نے حرکت نہ کی۔ ایک ساعت کے بعد شیر نے آہستہ آہستہ چل کر نرمی سے اپنے بچوں کو ایک ایک کر کے اُٹھا کر ان کی ماں کے پاس پھینکا۔ میں کہتا ہوں کہ یہ حق تعالیٰ کی اپنے اولیاء کے ساتھ بڑی مہربانی ہے۔ خدا ان سے اور سارے صلحاء سے راضی ہو۔

حکایت (۲۷۰) روایت ہے کہ ایک بزرگ پر بادشاہ وقت سخت ناراض ہوا اور حکم کیا انہیں شیر کے سامنے ڈال دیا جائے۔ جب ڈالے گئے تو شیر انہیں سونگھتا تھا اور ضرر نہیں پہنچاتا تھا اور ان کی چاپلوسی کرتا تھا۔ لوگوں نے شیخ سے دریافت کیا کہ اسوقت آپ کا دل کیا کہتا تھا۔ فرمایا میں اس وقت شیر کے جھوٹے کا مسئلہ سوچ رہا تھا یعنی اس کی پاکی پر غور کر رہا تھا اور اس کے متعلق علماء کے اقوال پر غور کر رہا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

منقول ہے کہ ایک جماعت فقہاء کی کسی شیخ کی زیارت کے لیے گئی جب ان کے پیچھے نماز پڑھی تو ان کو قراءت میں غلطی کرتے دیکھا۔ یہ سُن کر ان کا اعتقاد بدل گیا جب سوئے تو اس رات سب کو احتلام ہوا۔ صبح ہی غسل کے واسطے گئے اور حوض کے پاس کپڑے اتار رکھے اور پانی میں اترے۔ ایک شیر آ کر ان کے کپڑوں پر مبیٹھ گیا۔ اب انہیں سردی کی سخت تکلیف ہوئی اتنے میں شیخ تشریف لائے اور اس کا کان پکڑ کر فرمایا میں نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ میرے مہمانوں کو مت ستا۔ پھر فرمایا تم اصلاح ظاہر میں ہو تو شیر سے ڈرتے ہو اور ہم اصلاح باطن میں ہیں تو ہم سے شیر ڈرتا ہے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض نیک بھائیوں سے جو لوگوں سے قطع تعلق کر کے جنگلوں میں رہتے تھے۔ پوچھا کہ شیروں کے ساتھ تمہارا کیونکر گذر ہوتا ہے فرمایا میں نے ہیبت الٰہی کا لباس پہن لیا ہے۔ اب میں شیروں کے واسطے شیر ہوں اور وہ مجھے دیکھ کر بھاگتے ہیں۔ انہیں لوگوں کے بارے میں میرے اشعار ہیں۔ ؎

هم الاسد حقا والاسود تهابهم وما النمر ما اظفار فهد و نابه
وما الرمي بالنشاب ما الطعن بالقنا وما الضرب بالماضي الكمي ذبابه
من الله خافوا الاسواه نخافهم جميع جمادات الورى ودوابه
لهم همم القاطعات قواطع لهم قلب اعيانٍ المداد انقلابه
لهم كل شئ طائع ومسخر فلا قط تعصيهم بل الطوع دابه
بترك الهوى امسوا يطيرون بالهوا ويمشون فوق الماء امن جنابه
لقد شمروا في نيل كل عزيمة ومكرمة ممّا يطول حسابه
الى ان جنوا ثمر الهوىٰ بعد ماجنىٰ عليهم وصار الحب عذب عذابه
وحتى استحال المر في الحال خالبا وحتى دنا النائي وهانت معابه
عليهم من الرحمٰن ازكىٰ تحية وافضل رضوان ولا زال بابه
مدالدهر مفتحا لاكرام وافد به اقبلت تقرى الفيافي ركابه
ولا زال ذاك الانس والقرب والصفا ولا حال من دون الحبيب حجابه

(ترجمہ) وہی لوگ حقیقی شیر ہیں جن سے شیر بھی ہیبت کھاتے ہیں۔ چیتا کیا چیز ہے اور اس کے دانت اور ناخن کیا چیز ہیں اور تیر باری کیا ہے اور نیزہ مارنا کیسا ہے۔ اور تلوار مارنا بہادر کا تیز دھار سے کیا ہوتا ہے۔ وہ لوگ صرف اللہ سے ڈرتے ہیں تو ان سے سب ڈرتے ہیں تمام جمادات عالم کے اور سب جانور۔ ان کی ہمتیں ایسی ہیں کہ تلواروں کو توڑ دیتی ہیں اور ان کا ایسا دل ہے کہ حقائق کا سامان اسکے انقلاب کا سبب ہوجاتا ہے ہر چیز ان کی تابع اور فرمانبردار ہے کبھی ان کی نافرمانی نہیں کرتی بلکہ اطاعت ان کا خاصّہ ہے بسبب ترک ہوا کے ہوا پر اڑنے لگے ہیں۔ اس دربار کے امن کے سبب پانی پر چلتے ہیں۔ ہر مقصود کے پورا کرنے میں کوشاں ہیں اور ہر بزرگی کے حصول میں جس کا شمار مشکل ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے مقصود کے پھل توڑے۔ بعد تکلیف برداشت کرنے کے، اور محبت کا عذاب ان کے حق میں میٹھا ہوگیا اور تلخ شئی فی الحال ان کیلئے میٹھی ہوگئی۔ اور دور کی چیز نزدیک ہوگئی اور سختی آسان ہوگئی۔ ان پر خدا کی اچھی رحمت نازل ہوتی رہے

ع۔ نقلت همزة اعيان الى تنوين قبله لضرورة الوزن كما في درالمختار (مصرعه) فحرف الاولين الى بنص في الشامي ينقل حركة الهمزة الى الامام لضرورة الوزن ۱۲

اور عمدہ رضامندی رہے اور ہمیشہ یہ دروازہ جب تک دنیا رہے کھلا رہے۔ طالبوں کی عزت کے واسطے اسی کے واسطے ان کی سواریاں جنگل قطع کرتی ہیں اور یہ انس اور تقرب اور صفائی ہمیشہ رہے اور ان کے اور ان کے حبیب کے درمیان کوئی حجاب حائل نہ ہو۔

حکایت (۱۷۲) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے سمنون کو دیکھا کہ محبت میں کچھ کلام کرتے تھے اور وہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک چھوٹی سی چڑیا آئی اور ان کے قریب ہوتے ہوتے ان کے ہاتھ پر بیٹھ گئی۔ پھر زمین پر چونچ مارنے لگی۔ جس سے خون نکلا اور اسی وقت مر گئی۔ اسی طرح ایک دن محبت کے متعلق کلام کر رہے تھے کہ مسجد کے سارے قندیل ٹوٹ گئے۔ شیخ ابو الربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر میں تنہا تھا حق تعالیٰ نے ایک پرندہ میرے ساتھ معین کر دیا تھا جو رات بھر میرے ہمراہ بات چیت کرتا تھا اور رات کو یا قدوس یا قدوس کہتا تھا جب صبح ہوتی تو پر جھاڑ کر کہتا سبحان الرزاق۔ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شب میں ملک شام کے ایک گاؤں میں قیام پذیر ہوا۔ ناگاہ ایک آواز آئی کہ میں نے گناہ کیے ہیں۔ پھر نہیں کروں گا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کیسی آواز تھی۔ لوگوں نے کہا ایک پرندہ ہے۔ میں نے کہا اس کا کیا نام ہے کہا اسے (فاقد الف) کہتے ہیں (یعنی دوست گم کرنے والا) پھر فرمایا کہ میں نے اسی وقت ایک آواز سنی اور کسی کو نہ دیکھا اور وہ یہ اشعار پڑھتا تھا۔

طیر الخلیل بارض الشام اقلقہ ذکر الحبیب لہ نُطقٌ باضمار

یقول اخطأت حتی الصبح یسعدہ صوت شجی و یبکی وقت اسحار

(ترجمہ) ایک لاغر پرندہ ہے ملک شام میں جس کو مضطرب کر دیا ہے محبوب کے ذکر نے اور وہ دل ہی دل میں بولتا ہے جو صبح تک کہتا ہے میں نے خطا کی اس کی موافقت غمناک آواز کرتی ہے اور صبح کے وقت روتا ہے۔

اور ابو مسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ روم کی ایک لڑائی میں مسلمانوں کے ساتھ تھے، سردار نے ایک فوج ایک مقام کی طرف روانہ کی اور اس کے آملنے کا ایک دن معین کیا وہ دن آگیا اور فوج نہ آئی اس سے سردار کو اور مسلمانوں کو سخت رنج ہوا وہ اس غم میں تھے اور ابو مسلم اپنے نیزہ کی طرف نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک پرندہ آکر اس نیزہ پر بیٹھ گیا اور کہا وہ فوج سلامتی کے ساتھ غنیمت لے کر واپس آ رہی ہے فلاں وقت فلاں روز تم سے آملے گی۔ ابو مسلم نے کہا تو کون ہے خدا تجھ پر رحم کرے۔ کہا میں مسلمانوں کے دلوں سے غم دور کرنے والا ہوں اور اسکے

قول کے مطابق فوج پہنچ گئی

حکایت (۲۷۲) حضرت خیر لنساج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہا کہ ہم مسجد میں تھے اور شبلی رضی اللہ عنہ تشریف لاتے ان کی وجد کی سی حالت تھی۔ ہماری طرف نگاہ کی اور کچھ نہیں کہا۔ سب حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں گھس پڑے آپ کے پاس آپ کی بیوی بھی تھیں، بیوی نے پردہ کرنا چاہا۔ کہا کچھ ضرورت نہیں، اسے ہوش ہی نہیں ہے۔ وہ تمہیں جانتے ہی نہیں ہیں اور شبلی نے حضرت جنید کے سر پر ہاتھ مار کر یہ اشعار پڑھے ؎

عودونی الوصال والوصال عذاب ورمونی بالصد والصد صعب

زعموا حین عاتبوا ان جرمی فرط حبی لہم وما ذاک ذنبٌ

لا وحسن الخضوع عند التلاقی ما جزا من یحب الا یحبّ

(ترجمہ) عادی بنالیا ہے وصال کا اور وہ بہت شیریں ہے اور مبتلا کیا مجھے ہجر میں اور وہ بہت سخت ہے عتاب میں کہتے ہیں کہ میرا گناہ فرط محبت ہی ہے لیکن یہ تو کوئی گناہ نہیں ہے قسم ہے ملاقات کے وقت کی عمدہ نرمی کی کہ محبت کی جزا سوائے محبت کے اور کچھ نہیں ہے حضرت جنید یہ سن کر سر ہلانے لگے (یعنی وجد میں آ گئے) اور فرمایا یہی ہے اے ابوبکر۔ حضرت شبلی یہ سن کر بیہوش ہو کر گر پڑے پھر ایک ساعت کے بعد رونے لگے۔ حضرت جنید نے بیوی سے کہا اب پردہ کر وان سے کہ انہیں ہوش آ گیا ہے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں حضرت شبلی کے پاس گیا تو وہ موچنے سے بھوں کا گوشت نوچ رہے تھے۔ میں نے کہا حضرت یہ آپ کیا نوچ رہے ہیں آپ ہی کو آخر کار اس کا درد ہو گا۔ فرمایا مجھ پر حقیقت کا انکشاف ہوا اور میں اس کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اس لیے یہ درد کر رہا ہوں تاکہ قلب اس درد کی طرف مائل ہو جائے تو حقیقت غائب ہو جائے۔ لیکن نہ درد ہوتا ہے نہ حقیقت غائب ہوتی ہے نہ ضبط کی طاقت ہے۔

ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ سے سنتا تھا کہ کبھی بندہ ایسی حالت پر پہنچتا ہے کہ اگر اُسے تلوار ماری جائے تو اُسے احساس نہیں ہوتا۔ فرماتے تھے مجھے اس میں کچھ شبہ تھا حتیٰ کہ ظاہر ہو گیا کہ وہ ٹھیک ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ کا قول آیت فلما رأینہٗ اکبرنہٗ وقطعن ایدیھن اس کی تائید کرتا ہے (یعنی مصر کی عورتوں نے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تو ان کو بہت بڑا جانا اور اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے) تفسیر میں ہے کہ انہیں اپنی انگلیوں کا کٹنا معلوم بھی نہ ہوا۔ جب مخلوق کی محبت کا یہ حال

ہے تو خالق کی محبت کا کیا حال ہو گا۔ اور اس کا انکار وہی کرتا ہے جس نے اس کا مزہ نہ چکھا ہو نہ اس قوم کی حالت سے واقف ہو۔ اسی طرح اس کی تصدیق اس حکایت سے بھی ہوتی ہے کہ ایک بزرگ کے پاؤں میں پھوڑا ہوا۔ طبیبوں نے کہا اگر انکا پاؤں نہ کاٹا جائے تو یہ مر جائیں گے ان کی والدہ نے کہا اب ٹھہر جاؤ جب نماز میں کھڑے ہوں تو کاٹ لیجیو کیونکہ اس وقت ان کو کسی شئی کا احساس نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب وہ نماز پڑھنے لگے تو ان کا پاؤں کاٹا گیا اور انہیں خبر بھی نہیں ہوئی۔ خدا ان سے راضی ہو۔

شیخ ابو حفص نیشاپوری کا قصہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ مشہور ہے کہ آپ نے ایک قاری کو کوئی آیت پڑھتے سنا۔ فوراً آپ کے قلب پر ایک حال طاری ہوا اور احساس جاتا رہا۔ آپ نے بھٹی میں ہاتھ ڈال کر گرم لوہا نکال لیا۔ ان کے ایک شاگرد نے دیکھ لیا اور چلایا کہ استاذ یہ کیا ہے اس وقت آپ نے اپنی یہ حالت دیکھی اور لوہاری کا پیشہ ترک کیا اور دوکان چھوڑ دی

ابو سعید خراز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں پریشان پھرتا تھا اور یہ اشعار پڑھتا تھا۔ ؎

ابتہ ولا ادری من التیہ من انا سوی مایقول الناس فیّ وفی جنسی
ابتہ حسن البلاد و انسہا فان لم اجد شخصا ابتہ علی نفسی

(ترجمہ) پریشان پھرتا ہوں اور مستی میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں سوائے اسکے جو لوگ میرے اور میری جنس کی نسبت کہتے ہیں۔ خوبصورت شہر اور اس کے آدمیوں سے حیران ہوتا ہوں اور جب کوئی نہیں ملتا تو اپنے ہی سے حیرت کرتا ہوں۔ میں نے ایک ہاتف کو سنا مجھ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔

ایا من یری الاسباب اعلی وجودہ ویفرح بالتیہ الدنی و بالانس
فلو کنت من اھل الوجود حقیقۃ لغبت عن الاکوان والعرش والکرسی
وکنت بلا حال مع اللہ واقفا تصان عن التذکار للجن والانس

(ترجمہ) اے شخص جو اسباب کو اعلیٰ مرتبۂ وجود جانتا ہے اور ذرا سی پریشانی اور انس پر خوش ہوتا ہے اگر تو حقیقی وجود والوں میں ہوتا تو عالمِ کون اور عرش و کرسی سے بھی گذر جاتا اور بغیر کسی حال کے اللہ کے روبرو قائم ہوتا اور محفوظ ہوتا ذکر سے جن و انس کے۔

مشائخ فرماتے ہیں کہ صحو وہ ہے جو غیبت سے احساس کی طرف رجوع ہو اور سکر وہ ہے جو کسی وارد قوی سے ہوتا ہے اور سکر اور غیبت میں فرق یہ ہے کہ ذکر ثواب و عقاب سے خوف

یا امید پیدا ہوتی ہے اس سے جو حال طاری ہوتا ہے اُسے غیبت کہتے ہیں لیکن سکر انہیں لوگوں کو ہوتا ہے جو صاحب وجد ہیں۔ جب عبد پر صفات جمالیہ کا انکشاف ہوتا ہے تو سکر پیدا ہوتا ہے اور روح کو طرب اور قلب کو اضطراب حاصل ہوتا ہے اسی معنیٰ میں اشعار ہیں ؎

فصحوك من لفظي هو الوصل كله وسكرك من لحظي يبيح لك الشربا

فما مل ساقيها وما مل شارب عقار لحاظ كاسه يسكر القلبا

(ترجمہ) میرے کلام سے تیرا ہوشیار ہو جانا یہ عین وصال ہے اور سکر تیرا میرے دیدار میں تیرے لیے حلال کرتا ہے ایسی شراب کو جس کا نہ پلانے والا تھکے نہ پینے والا۔ وہ شراب دیدار ہے جس کا پیالہ دل کو مست کرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب صفت جلال کا اظہار کیا جاتا ہے تو مرتبہ حقیقت سے صفتِ قہر کا اظہار ہوتا ہے۔ بعضوں نے یہ شعر کہا ہے ؎

اذا طلع الصباح كنجم راح تساوى فيه سكران وصاحي

(ترجمہ) جب طلوعِ صبح مثل ستارہ شراب کے ہوتا ہے۔ تو اس میں مست و ہوشیار برابر ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تیرے رب نے کوہ طور پر تجلی فرمائی تو پہاڑ پھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے

حکایت (۳۷۴) روایت ہے کہ ایک جوان حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہتا تھا جب کوئی ذکر سنتا تو چیخ اُٹھتا تھا۔ ایک روز حضرت نے فرمایا اگر پھر ایسا کرو تو میرے پاس نہ آؤ اس کے بعد جب کچھ سنتا تو رنگ اس کا متغیر ہو جاتا اور وہ ضبط کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ہر بُن مو سے خون ٹپکتا ایک دن ایسی زور کی چیخ ماری کہ جس سے اس کی رُوح پرواز کر گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ علی رودباریؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن میرا گذر ایک محل پر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک خوبصورت جوان پڑا ہے اور اس کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے اس کی حالت دریافت کی لوگوں نے کہا یہ شخص راستہ پر جا رہا تھا اور اس محل میں ایک لونڈی یہ اشعار گا رہی تھی ؎

كبرت همة عبد طمعت في ان تراكا

او ما حسب بعين ان ترى من قد راك

(ترجمہ) بڑی ہمت ہے اس بندہ کی۔ جو تیرے دیکھنے کی طمع رکھتا ہے۔ کیا آنکھ کے لیئے یہ کافی نہیں کہ تیرے دیکھنے والے کو دیکھ لے۔ یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۷۴) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ عمر بن عثمان مکی اصفہان آئے۔ ان کے ہمراہ انہیں کے رشتہ کا ایک نوجوان تھا اس نوجوان کو اس کے والد صوفیاء کی صحبت سے روکتے تھے۔ وہ جوان اتفاقاً بیمار ہو گیا اور شیخ عمر ابن عثمان اس کی عیادت کو گئے۔ ایک قوال بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس جوان نے کہا حضرت اس کو ارشاد فرمائیں کہ کچھ گائے اس قوال نے یہ شعر گایا۔ ؎

مالی مرضت فلم یعدنی عائد منکم ویمرض عبدکم فاعود

(ترجمہ) میرا کیا حال ہے کہ میں مریض ہوا تو تمہارا کوئی آدمی میری عیادت کو نہ آیا۔ اور اگر تمہارا غلام بھی بیمار ہوتا ہے تو میں عیادت کو حاضر ہوتا ہوں۔ وہ جوان سیدھا ہو کر فرش پر بیٹھا اور قوال سے کہا اور سناؤ۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

واشد من مرضی علی صدودکم وصدود عبدکم علی شدید

(ترجمہ) اور میرے مرض سے زیادہ سخت مجھ پر تمہارا اعراض ہے اور تمہارے تو غلام کا اعراض بھی مجھ پر زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اس کے سنتے ہی اس کے جسم میں ٹھنڈک پڑ گئی اور کھڑا ہو کر لوگوں کے ہمراہ چلا۔ لوگوں نے حضرت عمر بن عثمان سے وجہ دریافت کی فرمایا کہ جب اشارہ قبل سماع کے ہوتا ہے تو مریض کو شفا ہوتی ہے اور وہ اوپر سے ہوتا ہے اور اگر بعد سماع کے ہوتا ہے تو یہ نیچے سے ہوتا ہے۔ اس سے مریض ہلاک ہوتا ہے۔ یعنی اگر محبت حق تعالیٰ کا اشارہ پہلے ہو اور پھر گانا سنا جائے تو شفا ہوتی ہے اور اگر سماع کے بعد یہ اشارہ محبت پیدا ہوتا ہے تو اس سے ہلاک ہو جاتا ہے بسبب نہ ہونے قوت کے جیسا کہ مریض ادنیٰ اشارہ سے پھر دوبارہ بیمار ہو جاتا ہے اور دوبارہ جب بیمار ہوتا ہے تو وہ بیماری سخت ہوتی ہے کیونکہ اس میں قوت کم ہوتی ہے اور اکثر ایسی حالت میں ہلاک ہو جاتا ہے۔

حکایت (۲۷۵) بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں پانچ فقیروں کے ساتھ ایک گاؤں میں گیا۔ ان کے ہمراہ ایک قوال بھی تھا اور ان میں ایک شخص صاحب وجد بھی تھا۔ ہمیشہ قوال سے کہتا تھا کچھ سناؤ۔ جب وہ کوئی شعر پڑھتا تو اسے وجد آتا۔ میں نے ایک دن اسے ڈانٹا اور کہا یہ کیسا وجد ہے وہ خاموش ہو گیا اور کچھ جواب نہ دیا اور اپنی حالت پر رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو وہ فقیر ہوا میں رقص کر رہا تھا۔ میں اسکی طرف گیا تا کہ اس سے معافی مانگوں تو وہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ اس کے گم ہونے کی حسرت اب تک

میرے دل میں ہے۔
حضرت جنید سے سوال کیا گیا کیا وجہ ہے کہ آدمی سکون میں ہوتا ہے۔ پھر جب سماع سنتا ہے تو بے قرار ہو جاتا ہے۔ فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب ارواح کو مخاطب کر کے فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا بلیٰ یعنی ہاں تو ہمارا رب ہے۔ اس قول کی حلاوت ارواح میں رچ گئی۔ جب سماع سنتے ہیں تو وہی حلاوت یاد آتی ہے اور بیقرار کر دیتی ہے
حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آدمی کو غیر قرآن سن کر وجد آتا ہے اور قرآن کے سننے سے نہیں آتا۔ فرمایا قرآن غلبہ اور ہیبت کا کلام ہے۔ وہاں بوجہ غلبۂ ہیبت کے حرکت نہیں ہو سکتی اور دوسروں کے کلام میں نشاط و طرب بدون ہیبت کے ہوتا ہے اور یہی نشاط بدون ہیبت کے باعث وجد ہے اسی وجہ سے اس میں حال آتا ہے۔
اور حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا سماع کے متعلق، فرمایا سچا وجد ہی دل ہلاتا ہے۔ اگر کوئی حق کے واسطے سنے تو لطف پیدا ہوتا ہے اور فسق کے سبب سے سنے تو زندیق ہوتا ہے۔
اور ابوالقاسم نصرآبادی نے فرمایا سماع بقدر قوت قلب اور صفاو قلب اور کشف قلب کے اللہ کی طرف سے عجیب تقرب اور غیبت پیدا کرتا ہے اور حضرت جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ فقراء پر تین وقت رحمت کا نزول ہوتا ہے ایک سماع کے وقت کیونکہ وہ حق کے لیے سنتے ہیں اور وجد سے قیام کرتے ہیں۔ دوسرے کھاتے وقت کیونکہ وہ بدون فاقہ کے نہیں کھاتے۔ اور علمی گفتگو میں کیونکہ وہ اولیاء ہی کا ذکر کرتے ہیں۔

حکایت (۲۷۶) روایت ہے کہ حضرت شیخ شبلی رضی اللہ عنہ نے ایک دن سماع میں چیخ ماری کسی نے ان سے وجہ اس کی دریافت کی فرمایا۔ ؎

لو یسمعون کما سمعت کلامھا　　خروا لعزۃ رکعا و سجودا

(ترجمہ) اگر لوگ میری طرح اس کا کلام سنتے تو عزت کے سامنے رکوع اور سجود میں گر پڑتے۔
اور ایک شخص کو یہ شعر گاتے سنا ؎

اسال عن سلمی فھل من مخبر　　یکون لہ علم بھا این تنزل

(ترجمہ) میں دریافت کرنا چاہتا ہوں سلمیٰ کو پس کیا کوئی خبر دینے والا ایسا ہے جسے اس کا علم ہو کہ وہ کہاں منزل گزیں ہے۔ فوراً ایک چیخ ماری اور کہا دارین میں اس کی حالت سے کوئی واقف نہیں ہے۔ اور ابوالحسین نوری رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ شعر پڑھتے سنا ؎

مازلت انزل من ودادك منزلا تتحیر الالباب دون نزولہ

(ترجمہ) تیری محبت میں میں ایسی منزل میں اترتا رہتا ہوں کہ اس کے قریب بھی عقل متحیر ہوتی ہے۔ سنتے ہی ان پر وجد کی حالت طاری ہوئی اور جنگل کی طرف دوڑے اور ایک نیستان (بانس کا جنگل) میں پہنچ گئے۔ جس کے بانس کٹے ہوئے تھے اور اسکی جڑیں تلوار کی مانند نوک دار ہو رہی تھیں۔ اس پر گھومتے جاتے تھے اور یہی شعر پڑھتے جاتے تھے اور ان کے پاؤں سے خون جاری تھا۔ صبح تک یہی کیفیت رہی۔ اس کے بعد بیہوش ہو کر گر پڑے آپ کے پاؤں سوج گئے اور اسی میں انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۷۷) ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ کوہِ طور پر تھا۔ ہم ایک چشمہ پر جو دیر نصاری کے متصل تھا اترے۔ ہمارے ساتھ ایک قوال تھا اس نے کچھ گانا شروع کیا اور ہمارے ساتھیوں پر وجد طاری ہوا اور وہ کھڑے ہو کر رقص کرنے لگے اور اس دیر کا راہب اوپر سے ہمیں دیکھ رہا تھا اور کہہ رہا تھا قسم ہے اللہ کی قسم ہے دین حنیف کی میرے پاس آجاؤ۔ اس خوش وقتی میں ہم میں سے کسی نے اس کی طرف توجہ نہ کی۔ جب جماعت ساکن ہوگئی اور سب اطمینان سے بیٹھ گئے تو وہ راہب آیا اور کہنے لگا۔ تم میں استاد اور مرشد کون ہے۔ سب نے میری طرف کو اشارہ کیا۔ پھر کہا اے استاذ یہ جو کچھ تم سماع اور حرکات اور رقص کر رہے تھے کیا یہ تمہارے دین کے ساتھ مخصوص ہے یا عام ہے۔ میں نے کہا مخصوص ہے اور ترکِ دنیا اور پرہیزگاری بھی شرط ہے اسی وقت اس نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اسی طرح میں نے انجیل میں دیکھا ہے۔ کہ خواص مسلمین بشرط پرہیزگاری کے سماع کے وقت حرکت کریں گے اور ان کا لباس رنگین یا صوف کا ہوگا اور دنیا سے بقدر ضرورت پر اکتفا کریں گے۔ اسی طرح منقول ہے۔

حکایت (۲۷۸) نقل ہے کہ حضرت جنید اپنے مریدوں کے ہمراہ ایک شب ایک مکان میں پہنچے جہاں آپ کی دعوت تھی۔ جب وہاں پہنچے تو اپنے درمیان ایک اجنبی آدمی کو دیکھا آپ نے اُسے بلا کر اپنی چادر دی اور کہا اسے بازار میں رہن کر کے دو سیر شکر فقیروں کے واسطے لے آؤ۔ جب وہ چادر لے کر نکلا تو آپ نے اندر سے دروازہ بند کر لیا اور پکار کر فرمایا اے شخص چادر لے جا اور یہاں لوٹ کر مت آ۔ لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا۔ میں نے چادر بیچکر تمہارے لیے صفائی وقت کی خریدی، اس رات میں کیونکہ تمہارے

درمیان سے ایسے شخص کو نکال دیا جو تم میں سے نہ تھا۔ اور فرمایا کہ سماع کے لیے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ زمان اور مکان موافق ہو اور رفقاء بھی قابلیت رکھنے والے ہوں۔

بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شب دوستوں کے ساتھ تھا اور وہ گانا سننے کے لیے جمع ہوئے تھے۔ جب قوال کوئی شعر پڑھتا تو حال لاتے اور کھڑے ہو کر رقص کرنے لگتے۔ میں نے دل میں انکار کیا۔ اسی شب خواب میں دیکھا گویا قیامت قائم ہے اور صوفیہ صراط پر سے گذر رہے ہیں اور رقص کر رہے ہیں اور لوگ ان سے پیچھے رہ گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں بیدار ہوا اور اللہ تعالیٰ سے نذر مانی کہ کبھی ان لوگوں پر انکار نہ کروں گا۔

حکایت (۲۷۹) شیخ جلیل بحر الرائق موضح الدقائق ابو الغیث ابن جمیل یمنی سے مروی ہے کہ آپ ابتداء میں سماع سے انکار کرتے تھے اور اس کے سننے والے سے جھگڑتے تھے اور اخیر میں یہ طریقہ آپ نے ترک کر دیا۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ آپ کے پاس ایک بڑے شیخ فقراء کی جماعت کے ساتھ تشریف لائے اس قصد سے کہ ان کے گاؤں میں سماع کے ساتھ داخل ہوں۔ آپ نے گاؤں والوں سے فرمایا کہ لاٹھیاں لے کر ان سے لڑنے کے واسطے چلو اور آپ بھی ان کے ہمراہ چلے۔ یہ لوگ حالت سماع میں ان کے پاس پہنچے فوراً آپ پر حال طاری ہوا اور آپ اہلِ وجد کی طرح رقص کرنے لگے۔ ان کے ساتھیوں کو تعجب ہوا اور ان سے پوچھا یہ آپ نے کیا کیا۔ فرمایا قسم ہے اس ذات کی عزت وجلال کی کہ اس کے لیے عزت ہے نہ اس کے غیر کے لیے۔ میں نے رقص کیا جبکہ میں نے دیکھا کہ آسمان بھی رقص کر رہے ہیں۔ بعضوں کے شعر ہیں ؎

یرنحنی الیک الشوق حتی	امیل من الیمین الی الشمال
کما مال المعاقر عادتہ	حمیا الکاس حالا بعد حال
ویاخذنی لذاک ارتیاح	کما نشط الاسیر من العقال

(ترجمہ) تیرا شوق مجھے جھکاتا ہے حتیٰ کہ میں کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف جھومتا ہوں۔ جیسا کہ شرابی جھومتا ہے جس کو پے در پے جام شراب نے ایک حال سے دوسری حالت کی طرف بدلا ہے مجھے تیرے ذکر سے ایسی حالت پہنچتی ہے جیسا قید سے قیدی رہائی پائے۔

روایت ہے کہ بعض فقہائے شیخ کبیر عارف باللہ محمد ابن ابو بکر حکمی یمنی رحمۃ اللہ علیہ پر انکار کرتے تھے۔ شیخ نے ایک دن اس فقیہ منکر سے حالت سماع میں فرمایا اے فقیہ!

اوپر دیکھ جب اوپر دیکھا تو فرشتے ہوا میں رقص کر رہے تھے۔ مروی ہے کہ فقیہ امام عارف باللہ احمد ابن موسیٰ ابن عجیل یمنی سے جن کے حق میں کہا گیا ہے کہ اولیاء میں آپ کی مثال ایسی ہے جیسے کہ انبیاء میں یحییٰ علیہ السلام کی جنہوں نے نہ کبھی گناہ کیا نہ کبھی قصد کیا۔ آپ سے دریافت کیا گیا سماع صوفیائے کے متعلق، آپ نے فرمایا اگر میں اسے مباح جانوں تو اس کا اہل نہیں ہوں اگر انکار کروں تو مجھ سے اچھوں نے اُسے سُنا ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں جملہ انبیاءِ کرام معاصی سے پاک ہیں اور سہواً صغیرہ کے صادر ہونے میں اختلاف ہے درمیان علماء کے اور معاصی سے ان کا معصوم ہونا واجب ہے لیکن اولیاء رضی اللہ عنہم کی عصمت واجب نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ گناہوں سے محفوظ ہوں یا محفوظ نہ ہوں اور یہ بھی جائز ہے کہ بعض محفوظ ہوں اور بعض نہ ہوں چونکہ ابن عجیل لڑکپن سے محفوظ تھے اور نہایت خشیت رکھنے والے، زیادہ اجتہاد کرنیوالے ملازم زاہد تھے اور پرہیزگار تھے اس زمانہ میں مشہور تھے اور حضرت یحییٰ علیہ السلام بھی بچپن میں ان صفات میں مشہور تھے اس وجہ سے ان اخلاق میں ان کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔ لیکن جب ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ کسی خاص صفت میں تشبیہ دیجاتی ہے تو ادنیٰ اعلیٰ کے مساوی نہیں ہو سکتا نہ اس کے قریب ہوتا ہے اسی وصف میں، اور نہ یحییٰ علیہ السلام کا لڑکپن ہی سے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونا آپ کو جملہ انبیاء سے افضل بناتا ہے اور حضرت شیخ کبیر عارف باللہ ابوالحسن ابن سالم رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ اہلِ سماع کے کسی امر کا انکار کرتے ہیں۔ فرمایا میں کیونکر انکار کروں جبکہ مجھ سے اچھے لوگ اسے سنتے ہیں، جن میں عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ، سری سقطیؒ ذوالنون مصریؒ، ابوالحسین نوریؒ، ابوالقاسم جنید بغدادی، شبلی رضی اللہ عنہم ہیں اور بعض مشائخ کہتے ہیں کہ اگر ہم سماع سے انکار کریں تو ستر اولیاء سے انکار کریں گے کیونکہ یہ بڑے بڑے حضرات سنتے تھے، بعض فقہاء نے بعض صوفیاء سے کہا کیا آپ دف میں ٹکے ہوتے گھنگرو کی آواز نہیں سنتے۔ فرمایا ہم گھنگرو کی آواز نہیں سنتے، بلکہ اس سے اللہ اللہ کہنے کی آواز سنتے ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ناقوس کی آواز سنی۔ فرمایا جانتے ہو یہ کیا کہتا ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا کہتا ہے سبحان اللہ حقا حقا ان المولیٰ صمد یبقیٰ۔ اسی طرح بعض فقہاء بعض صوفیہ سے سماع کا انکار کرتے تھے۔ اتفاق سے وہ صوفی ان فقیہ کے پاس گئے تو وہ جھوم رہے تھے۔ ان سے کہا آج تم کس لیے جھوم رہے ہو۔ کہنے لگے ایک مسئلہ سمجھ میں نہیں آتا تھا، اس وقت سمجھ میں آیا جس سے دل خوشی سے پُر ہو گیا اور خوشی کے مارے

بیخود ہوگیا اور کھڑے ہوکر گھومنے لگا اس صوفی نے کہا اے فقیہ تو ایک مسئلہ پر اسقدر وجد کرتا ہے پھر ان لوگوں سے کیوں انکار کرتا ہے جو اللہ پر وجد کرتے ہیں۔ مولف کہتے ہیں ان دونوں فرحتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ ایک تو فرحت ہے اللہ کے حکم کے سمجھنے پر اور ایک فرحت ہے حق تعالیٰ کی تجلی جمال وصفات کمال پر جبکہ دل اسکی محبت اور اس کے دیدار کے شوق سے پُر ہو جاتا ہے اور اس کے ذکر شیریں اور درد وحال اور مراتب کے اعلیٰ سے طرب ونشاط پیدا ہو جاتا ہے اور شراب محبت کا نشہ حاصل ہوتا ہے جس میں قائل کا قول ہے ؎

هنيئاً لاهل الدير كم سكروا بها ۔۔۔ وماشربوا منها ولكنهم هموا

على نفسه فليبك من ضاع عمره ۔۔۔ وليس له منها نصيب ولا سهم

(ترجمہ) مبارکباد ہے اہل خرابات کو کہ کسقدر مست ہوئے، حالانکہ ابھی کچھ پیا ہی نہیں ہے بلکہ قصد ہی کیا ہے۔ اس شخص کو اپنے نفس پر رونا چاہیے جس نے اپنی عمر ضائع کی اور اسے اس شراب کا کوئی حصہ نہ ملا۔ حضرت استاذ جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ اس سماع کے متعلق جس میں ہم حاضر ہوتے ہیں راتوں کو اور کبھی ان سے حرکات بھی پیدا ہوتے ہیں۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ فرمایا ہر رات میں بھی تمہارے ساتھ حاضر ہوتا ہوں لیکن قرآن شریف سے شروع کرو اور قرآن شریف پر ختم کرو۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ سماع شیوخ کا ذکر سُنکر کوئی جاہل دھوکا نہ کھائے اور یہ گمان نہ کر بیٹھے کہ وہ ہر ایک کے لیے جائز ہے۔ نہیں نہیں یہ تو صرف ان لوگوں کے واسطے ہے جن کو حضرت قدوسیت کا شوق غالب ہوا ہو اور نفسانی خواہشات اور بہیمی صفات سے بالکل پاک ہوگیا ہو اور اہل حال کی ان صفات سے متصف ہو جن کو بعض نے نظم کیا ہے ؎

ولما حضرنا بالسرور بمجلس ۔۔۔ اضاءت لنا من عالم الغيب انوار

وطافت علينا للعوارف جمرة ۔۔۔ يطوف بها في حضرة القدس خمار

تخامر ارباب العقول بلطفها ۔۔۔ فتبدو لنا عند المسرة الاسرار

فلما شربناها فانوار كشفنا ۔۔۔ اضاءت لنا منها شموس واقمار

رفعنا حجاب الانس بالانس عنوة ۔۔۔ وجاءت الينا بالبشائر اخبار

وغبنا بها عنا ونلنا مرادنا ۔۔۔ ولم يبق منها بعد ذالك آثار

وخاطبنا فی سکرنا عند محونا کریم قدیم فائض الجود جبار
وکاشفنا حتی رأیناہ جہرۃ بابصار فہم لا تواریہ استار

(ترجمہ) جب ہم سرور کے ساتھ مجلس میں حاضر ہوتے تو ہم پر عالم غیب کے انوار روشن ہوئے اور شراب عرفان کا ہم پر دور چلا جس کو لے کر دربار قدس میں ایک ساقی گھومتا ہے جو ارباب عقول کی عقل زائل کر دیتی ہے اپنے لطف سے اور مسرت کے وقت ہم پر اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ جب ہم نے دہن کشف سے وہ شراب پی تو ہمارے سامنے چاند سورج چمکنے لگے اور ہم نے حجاب اُنس کو اُسی ہی سے اُٹھایا اور ہمارے پاس بشارت کی خبریں آئیں جن کی وجہ سے ہم اپنے سے غائب ہو گئے اور اپنی مراد پائی اور اس کے بعد ہمارا نشان بھی باقی نہ رہا اور ہماری مستی میں محو کے وقت ہم سے خطاب کیا کریم و قدیم بخشش برسانے والے جبار نے اور اپنے جمال کا انکشاف ہم پر فرمایا حتیٰ کہ ہم نے واضح طور پر دیکھا سمجھ کی آنکھوں سے جسے پردے نہیں چھپا سکتے۔

میرے نزدیک یہی سماع حقیقی ہے اور اس کے علاوہ اور وجہ سے بھی جائز ہے لیکن انہیں شرطوں کے ساتھ جن کو مشائخ نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔ ان میں ترتیب و تہذیب اور حسن و تحقیق کے لحاظ سے کتاب عوارف المعارف شیخ جلیل عالم ربانی حضرت شہاب الدین سہروردی کی تصنیف بہت اچھی ہے اور شیخ ابوعثمان خیری کا قول کیا ہی اچھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ سماع تین قسم کا ہے۔ ایک تو مریدین مبتدیین کے واسطے ہے جو احوال شریفہ پیدا کرنے چاہتے ہیں لیکن ان پر فتنہ کا اندیشہ ہے۔ دوسرا صادقین کا جو اپنے احوال میں ترقی کرنا چاہتے ہیں اور اپنے اوقات کے موافق سنتے ہیں۔ تیسرا اہل استقامت کا جو عارف ہیں انہیں حرکت و سکون تامل وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ان کا تعلق اللہ سے ہے ہر حال میں اور اللہ ہی کے اختیار پر قائم ہیں۔ بدون اس کی مرضی کے کوئی جنبش نہیں کرتے۔ یہی تیسری قسم وہ ہے جس کو بعض نے کہا ہے کہ سماع انہیں کے لیے جائز ہے جنہوں نے ریاضات سے نفس کا معالجہ کر لیا ہے اور نفس کو صفات ذمیمہ سے پاک کر لیا ہے اور نفس کو ممنوعات سے محفوظ کر لیا ہے۔ اور خیالات اور قلب کو زہریلے آفات سے پاک کر لیا ہے اور اُسے اسماء و صفات کی معرفت حاصل ہو گئی ہے۔ اس وقت اس شخص کو مشاہدات کا سماع جائز ہوتا ہے۔ اسی طرح میں یہ بھی کہتا ہوں کہ کوئی دھوکا نہ کھائے ان دو شخصوں سے ایک وہ جو میری

نسبت یہ کہتا ہے کہ میں ان اولیاءاللہ کا مسلک جاننے والا ہوں جن کا میں نے ذکر کیا۔ قسم ہے اللہ کی میں ان کے مشرب کا محتاج ہوں۔ واللہ باللہ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک کی ایک نگاہ مجھ پر پڑ جائے جس میں حب اللہ کی مہک ہو۔ دوسرا وہ جو میری حالت جانتا ہے لیکن میری اس تحریر سے یہ سمجھتا ہے کہ میں فقر کا مدعی بننا چاہتا ہوں تو جان لے کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ میں افلاس وعدم کا مقر ہوں۔ اسی بارے میں میں نے پہلے کچھ شعر کہے تھے، جس میں اہل عطا کی مدح اور وصول کا ذکر اور اپنے نفس کے افلاس وناداری کا بیان کیا ہے ؎

وکم من جوھر احکی نفیس	ولی وصف حکی وصف الفلوس
وکم اجلوا علی حُسنٍ ومالی	نصیب مثل مشاطۃ العروس
رضایا نفس تستوفی نصیبا	بتسلیم رضا باری النفوس
فلو بالمدح قابلتُ امیرا	رجعتُ منہ بالمال النفیس
فکیف الظن بالرحمٰن معطی	عطایا لیس تحصی فی الطروس
حباک مدح سادات البرایا	وقد عافاک من مدح النحوس
ففی ھذا لہ حمد عظیم	علیکِ فاشکری ساقی الکؤس
لاحباب حیاھم واصطفاھم	کرام سادۃ غرّ رؤس
اذا ما الیا فتی امسی عبیدا	لسادات فلا تدا مر لوسی
عسی یوما یقول الفضل ذوقی	حماجھم والفرش دوسی
الٰھی لا تخیب سعی مداحی	لساداتی ولا معھم جلوسی
فحاشی جود رحمٰن کریم	یرد القاصد الراجی ببوس
وصلی اللہ مولانا علی من	یغیث الخلق فی یوم عبوس

(ترجمہ) میں نے بہت سے جواہر نفیسہ کا بیان کیا ہے حالانکہ مجھے صرف حکایت فلوس ہی کا وصف حاصل ہے۔ میں بہت سی حسین چیزوں کو جلاء دیتا ہوں حالانکہ مجھ میں نہیں ہے حسن کا کوئی حصہ جیسا کہ دلہن کی مشاطہ۔ راضی رہ تو اے نفس پالے گا تو بھی ایک حصہ خالق نفوس کی قضا پر راضی رہنے سے۔ اگر میں مدح کرتا ہوا کسی امیر کے روبرو جاتا تو اس کے پاس بہت سا

عہ اصل کتاب میں بجائے قابلت کے قابلنی ہے اور بجائے رجعت کے راجعنی ہے جس کے کوئی معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ ۱۲

نفیس مال لے کر لوٹتا پھر کیا گمان ہے اس رحمٰن پر جو عطا کرنے والا ہے ایسے عطایا کرتا ہے جن کا کتاب احصاء نہیں کر سکتی دنیا کے نیک حاکموں کی مدح کی توفیق دی ہے تجھے اللہ نے اور منحوس مدح سے بچایا ہے اس میں ایک بڑی نعمت ہے تجھ پر پس تو شکر ادا کر پیالہ پلانے والے کا، ایسے احباب کی مدح کا جن کو اس نے پسند کیا ہے اور ان پر بخشش کی ہے۔ وہ شرفا ہیں، سردار ہیں روشن سر والے ہیں۔ جب یافعی غلام ہو گیا ہے ان سرداروں کا تو اقدام میں موافقت کر۔ عنقریب ایک دن فضل ربی یہ کہے گا کہ مزا چکھ ان کی محبت کی شراب کا اور فرش پر چل۔ اے اللہ میری مدح کی کوشش ضائع نہ کر جو میں نے اپنے سادات کی کی ہے۔ نزاف کے ساتھ جلوس سے محروم کر۔ کبھی رحمٰن کریم کی بخشش رد نہیں کرے گی قصد کرنے والے امیدوار کو نا امیدی سے اور رحمت نازل کر اے اللہ ہمارے مولیٰ پر جن سے فریاد رسی چاہیں گے، لوگ قیامت کے سخت دن میں۔ اب میں کہتا ہوں کہ جب میں نے ان دونوں کے قول کا .... بے اعتبار ہونا بتلا دیا تو اب کہتا ہوں کہ اصل حال کی تحقیق یہ ہے کہ مجھے ان کے ذکر اور ان کی گفتگو میں لطف آتا ہے اور ان کے اشعار میں لذت آتی ہے۔ جیسا کہ بعض اخیار کا قول ہے۔ ؎

ان الحدیث من الاحباب اسمار	ایہ احادیث نعمان وساکنہ
من نحو ارضکم نکباء معطار	استنشق الریح عنکم کلما نفحت

(ترجمہ) جبل نعمان اور اس کے ساکنین کا ذکر کر۔ کیونکہ احباب کا ذکر بھی لذیذ قصہ ہے۔ میں تمہاری ہوا سونگھتا ہوں جبکہ وہ مہکتی ہوئی تمہارے شہر سے آتی ہے مثل عطر کے اور انشاء اللہ مقصود بھی حاصل ہو جائے گا۔ جیسا کہ حدیث صحیحین میں وارد ہے کہ المرء مع من احب یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا۔

حکایت (۲۸۰) احمد بن مقاتل عکی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ذوالنون مصری بغداد میں داخل ہوئے تو آپ کے پاس صوفیاء جمع ہوئے ان کے ہمراہ ایک قوال بھی تھا، آپ سے اجازت طلب کی کہ کچھ سماع فرمادیں آپ نے اجازت دی اور اس نے یہ اشعار گائے

فکیف بہ اذا احتنکا	صغیر ھواک عذبنی
ھوی قد کان مشترکا	وانت جمعت فی قلبی
اذا ضحک الخلی بکی	اما ترثی لمکتئب

(ترجمہ) تیری ذرا سی محبت نے مجھے عذاب میں ڈال رکھا ہے۔ اس وقت کیا حال ہو جبکہ وہ

خوب مجتمع ہو جائے۔ اور تو نے جمع کر دیا ہے میرے دل میں اس محبت کو جو کہ بٹی ہوئی اور منقسم تھی۔ کیا مجھ جیسے رنجیدہ پر ترحم نہ کرو گے کہ جب فارغ البال ہنستا ہے تو وہ رو دیتا ہے یہ سنتے ہی ذوالنون کھڑے ہو گئے اور منہ کے بل گر پڑے اور ان کا خون بہتا تھا لیکن زمین پر نہیں گرتا تھا۔ پھر ان میں سے ایک اور شخص کھڑا ہوا اور وجد کرنے لگا، اس سے خود حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ وہ تجھے قیام کے وقت اور حال کرتے وقت دیکھتا ہے۔ وہ شخص یہ سنکر بیٹھ گیا۔ استاد ابو علی دقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذوالنون پر اس وقت اس شخص کا حال منکشف ہوا اور آپ نے اُسے متنبہ کیا کہ یہ تیرا مقام نہیں ہے اور وہ بھی منصف تھا کہ مان گیا اور حال ترک کر کے بیٹھ گیا۔ مروی ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک لڑکی کو یہ شعر گاتے سنا۔ ؎

خلیلی ما بال المطایا کانها تراها علی الاعقاب بالقوم تنکص

(ترجمہ) اے میرے دوست ان سواریوں کو کیا ہو گیا کہ گویا قوم کو پچھلے پیر لوٹا رہے ہیں۔ آپ نے احمد بن علیہ سے جو آپ کے ہمراہ تھے فرمایا کیسے شعر سُننے تمہیں کچھ کیفیت بھی آئی انہوں نے کہا کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا تمہیں حس ہی نہیں ہے۔ منقول ہے کہ بعض بزرگ اس شعر پر

باللہ ردوا فؤاد مکتئب لیس لہ من حبیبہ خلف

رات بھر وجد میں کھڑے رہے گر پڑتے تھے اور پھر کھڑے ہو جاتے تھے اور لوگ آپ کے ساتھ کھڑے رو رہے تھے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے: خدا کیلئے اس غمگین کا دل پھیر دو جسے اپنے حبیب کا ثانی نہیں ملتا۔
پہلے بھی تم نے ایک فقیر کی حکایت سُنی ہے جسے ایک لڑکی کے اس شعر کو ؎

فی سبیل اللہ ودّ کان منی لک یبذل
کل یوم تتلون غیر ھذا لک اجمل

گاتے وقت وجد آیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:۔ اللہ واسطے کی محبت میں تجھ پر خرچ کرتی تھی۔ تو ہر روز رنگ بدلتا ہے تجھے یہ مناسب نہ تھا۔

حکایت (۲۸۱) ابو عبداللہ ابن جلاء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ملک مغرب میں دو شیخ تھے اور ان کے شاگرد اور مریدین بھی تھے۔ ایک کو جبلہ اور دوسرے کو زریق کہتے تھے۔ ایک دن جبلہ سے زریق نے ملاقات کی، ان کے ہمراہ ان کے مریدین بھی تھے۔ ان میں سے ایک نے کچھ پڑھا۔ اُس پر جبلہ کے مریدین میں سے ایک کو حال آ گیا اور ایک چیخ مار کر مر گیا

جب صبح ہوئی تو جبلہ نے زریق سے کہا وہ کہاں ہے جس نے کل گایا تھا۔ کوئی آیت سناتے جب اس نے آیت سنائی تو جبلہ نے ایک چیخ ماری جس سے وہ قاری مر گیا۔ پھر کہا ایک کے بدلے ایک، اور شروع کرنے والا ہی ظالم ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں ایسی ہی ایک اور حکایت آگے آتی ہے۔

حکایت (۲۸۲) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ملک یمن میں دو شیخ تھے۔ ایک شیخ کبیر عارف باللہ احمد بن جعد۔ دوسرے شیخ کبیر عارف باللہ سعید ابو عیسیٰ ہر ایک کے شاگرد اور مرید تھے۔ ایک بار شیخ احمد کسی مزار کی زیارت کو جاتے ہوئے اپنے مریدین کے ہمراہ شیخ سعید سے ملے وہ بھی زیارت کے قصد سے جا رہے تھے۔ راستہ میں ان کا ارادہ بدل گیا اور وہ لوٹ گئے۔ یہ حضر موت کا واقعہ ہے۔ اور شیخ احمد اپنے ارادہ ہی پر رہے اور زیارت کر کے واپس ہوئے۔ اور شیخ سعید کئی دن ٹھہرے۔ پھر اپنے مریدین کے ہمراہ چلے۔ اتفاق سے پھر دونوں کی راستہ میں ملاقات ہوئی۔ شیخ احمد نے شیخ سعید سے کہا کہ تم پر بوجہ رجوع کے فقراء کا حق رہا۔ انھوں نے کہا نہیں رہا۔ کہا تم کھڑے ہو کر انصاف کرو۔ شیخ سعید نے کہا جو ہمیں کھڑا کرے ہم اُسے بٹھلاتے رکھیں گے۔ شیخ احمد نے کہا جو ہمیں بٹھلائے ہم اُسے مصیبت میں مبتلا کریں گے۔ ہر ایک کی بد دعا دوسرے کے حق میں قبول ہو گئی۔ چنانچہ شیخ احمد اپاہج ہو گئے حتیٰ کہ اسی میں انتقال کیا اور شیخ سعید مرتے تک ایسی بلاؤں میں مبتلا رہے کہ ان کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتا تھا۔ واللہ یہ ایسے احوال ہیں کہ ان کے قطع کرنے سے تیز تلواریں کند اور عاجز ہیں اور دونوں کا وار جبھی قاطع ہوتا ہے جب کہ دونوں ایک ہی رتبے کے یا قریب قریب رتبے والے ہوں اور اگر ایک کا حال قوی، دوسرے کا ضعیف ہو تو قوی کا وار چل جاتا ہے اور کبھی پہلے والے کا وار چل جاتا ہے اور یہی غالب ہے۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۲۸۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میری بیوی پر بچہ کی ولادت دشوار ہو گئی کسی طرح سے خلاصی نہیں ہوتی تھی۔ میں حضرت شیخ ابو الحسن دینوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک شیشہ کا گلاس لے گیا تاکہ آپ کی تحریر کی برکت سے کامیابی ہو جائے۔ جب آپ نے اس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا تو فوراً گلاس ٹوٹ گیا اور شیخ پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ میں دوسرا گلاس لے آیا اور وہی ہوا جو پہلے ہوا تھا۔ پھر تیسرا، پھر چوتھا، پھر پانچواں لانا گیا اور وہی حالت ہوتی گئی۔ اخیر میں فرمایا اے شخص

کسی اور سے لکھوا۔ میرے پاس جس قدر لائیے گا سب ٹوٹ جائیں گے۔ کیونکہ میں ایک بندہ ہوں، جب اپنے مولیٰ کو یاد کرتا ہوں تو ہیبت اور حضور کے ساتھ یاد کرتا ہوں۔

حکایت (۲۸۴) حکایت ہے کہ ابو تراب بخشی اپنے ایک مرید سے بہت خوش تھے اور اس کی خدمت کرتے تھے۔ اور اس کی ضرورتوں کو خود پورا کرتے تھے اور وہ عبادت میں مشغول رہتا تھا، ایک دن آپ نے اس سے کہا کہ اگر تم ابویزید کے پاس جاتے تو اچھا ہوتا، اس نے کہا میں ان سے مستغنی ہوں۔ جب آپ نے بہت کہا تو اس نے جوش میں آکر کہا میں ابویزید کو لیکر کیا کروں، میں نے اللہ کو دیکھ لیا جس نے مجھے ابویزید سے مستغنی کر دیا حضرت ابو تراب فرماتے ہیں اس وقت مجھے بھی جوش آگیا اور میں بے قابو ہو گیا اور کہہ بیٹھا کہ اللہ پر غرور کرتا ہے۔ اگر تو ایک مرتبہ ابویزید کو دیکھے تو ستر دفعہ اللہ کے دیکھنے سے بہتر ہے یہ سن کر وہ شخص حیرت میں رہ گیا اور اس قول سے انکار کیا اور کہا یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ میں نے کہا اس وجہ سے کہ تو حق تعالیٰ کو اپنے پاس دیکھتا ہے تو اپنی مقدار کے موافق دیکھتا ہے۔ اور جب ابویزید کو دیکھے گا تو ان کو اللہ کے نزدیک دیکھے گا تو تجھ پر ان کا حق اللہ تعالیٰ کے مرتبے کے موافق منکشف ہو گا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مطلب اس کا یہ ہے کہ ان کے پاس تجھ پر حق تعالیٰ شانہٗ کے صفات جلالیہ وجمالیہ کا اظہار بقدر ان کے حال کے ہو گا۔ حضرت ابو تراب فرماتے ہیں کہ وہ شخص میری بات سمجھ گیا اور کہا مجھے ان کے پاس لے چلو۔ پھر جانے کا قصہ بیان کیا تو اخیر میں فرمایا کہ ہم ایک پہاڑی پر ان کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے تاکہ وہ بن سے ہماری طرف آویں کیونکہ وہ شیروں کے بن میں رہتے تھے۔ وہ اپنی پوستین الٹی پشت پر ڈالے ہوئے ہم پر سے گذرے۔ میں نے کہا یہی ہیں ابویزید انہیں دیکھو۔ اس نے انہیں دیکھا اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے اُسے ہلایا تو وہ مرا ہوا تھا۔ میں نے ابویزید سے کہا کہ اے حضرت آپ نے میرے مرید کو مار ڈالا۔ یا یہ کہا کہ آپ کی طرف نظر بھر کر دیکھنے سے وہ قتل ہو گیا۔ فرمایا نہیں یہ وجہ نہیں بلکہ وہ صادق تھا اور اس کے قلب پر ایک سر کا انکشاف نہیں ہوتا تھا جب اس نے مجھے دیکھا تو وہ سر منکشف ہو گیا اور اس کا متحمل نہ ہو سکا کیونکہ وہ ضعیف مریدوں کے مرتبہ میں تھا اور اسی وجہ سے وہ مر گیا۔ رحمتہ اللہ علیہ۔

حکایت (۲۸۵) یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ابویزید کو بعض مرتبہ بعد نماز عشا کے صبح تک مراقبہ میں مشغول دیکھا کہ صرف پاؤں کی انگلیوں پر

پر کھڑے ہوئے اور ایڑی اور پنجہ اٹھائے ہوئے اور ٹھوڑی سینہ پر رکھے ہوئے اور آنکھیں کھولے ہوئے تھے۔ صبح کے وقت سجدہ کیا اور بہت دراز سجدہ کیا، پھر قعدے میں بیٹھے پھر دعا کی۔ اے اللہ آپ سے ایک قوم نے آپ کو طلب کیا تو آپ نے ان کو پانی پر چلنا اور ہوا پر اڑنا اور زمین کا طے کرنا اشیاء کی ماہیت کا بدل دینا بطور کرامت کے عطا کیا۔ اسی طرح بیس سے زائد کرامتیں شمار کیں پھر کہا وہ اس پر راضی ہو گئے اور میں ان باتوں سے پناہ مانگتا ہوں۔ پھر میری طرف دیکھا فرمایا کون ہے؟ یحییٰ ہے۔ میں نے کہا جی حضور، فرمایا تو کب سے یہاں کھڑا ہے میں نے کہا بہت دیر سے ہوں، یہ سنکر خاموش ہو گئے میں نے عرض کیا کچھ حالت مجھ سے بیان فرمایئے، فرمایا تیرے مناسب حال بیان کرتا ہوں کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے مجھے فلکِ سفلی میں داخل فرمایا اور ملکوتِ سفلی میں گشت کرایا اور زمین میں تحت الثریٰ تک کی سیر کرائی۔ پھر مجھے فلکِ علوی میں پہنچایا اور جملہ افلاک اور جہات اور عرش کی سیر کروائی۔ پھر مجھے اپنے سامنے کھڑا کر کے فرمایا کہ تجھے کونسی چیز پسند آئی جو تجھے دی جائے میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی چیز پسند نہ آئی جو میں آپ سے طلب کروں۔ فرمایا تو میرا سچا بندہ ہے جو صدقِ دل سے میری عبادت کرتا ہے اور میرے ہی واسطے میری عبادت کرتا ہے میں تیرے ساتھ یہ کروں گا اور یہ کروں گا اور بہت سی اشیاء کا شمار کیا جن سے میں گھبرا گیا اور مجھے تعجب ہوا۔ میں نے عرض کیا حضور نے ایسے وقت معرفت کا سوال کیوں نہ کیا۔ حالانکہ آپ سے ایسے شاہنشاہ نے فرمایا کہ جو چاہے مانگ۔ یہ سنکر مجھے ڈانٹا اور فرمایا چپ رہ مجھے اس پر اپنے سے بھی رشک آیا۔ میں نہیں چاہتا کہ ان کو سوائے ان کے کوئی بھی پہچانے۔ کسی کا شعر ہے ؎

ولا تذکرا فی العامریۃ اننی اغار علیہا من فم متکلم

(ترجمہ) میرے پاس عامریہ کا ذکر نہ کرو۔ کیونکہ مجھے غیرت آتی ہے جب اس کا ذکر غیر کے منہ سے سنتا ہوں، یہ شعر فارسی میں بھی حسب حال ہے ؎

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

حکایت (۲۸۶) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن ابن یحییٰ سے توکل کے متعلق سوال کیا۔ فرمایا اگر تو اژدہے کے منہ میں ہاتھ ڈالے اور وہ پہنچے تک نگل جائے تو بھی اللہ کے سوائے غیر سے تجھے اندیشہ نہ ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں

ابو یزید سے توکل کے متعلق سوال کرنے لگا اور ان کے دروازے پر دستک دی۔ آپ نے فرمایا کیا تجھے عبدالرحمٰن کا قول کافی نہیں ہوا۔ میں نے کہا دروازہ تو کھولیے۔ فرمایا تو میری زیارت کو نہیں آیا ہے۔ اور جواب تم کو دروازہ کے باہر ہی مل گیا ہے غرض دروازہ نہ کھولا۔ میں وہاں سے واپس لوٹا اور ایک سال کے بعد پھر گیا۔ فرمایا مرحبا اب تم زیارت ہی کے واسطے آئے ہو۔ میں آپ کی خدمت میں ایک مہینہ تک رہا جب کوئی بات میرے دل میں کھٹکتی تو مجھے فوراً اطلاع دے دیتے تھے۔

حکایت (۲۸۷) روایت ہے کہ یحییٰ ابن معاذ رازی نے ابو یزید کو لکھا کہ میں شراب محبت کی کثرت کے سبب مدہوش ہو گیا۔ آپ نے لکھا کہ دوسروں نے تو آسمان و زمین کے سمندر محبت کے پی لیے اور اب تک سیراب بھی نہیں ہوتے اور مارے تشنگی کے ان کی زبان باہر نکلی ہوئی ہے اور ہل من مزید کی صدا بلند کر رہے ہیں، اس مضمون میں کسی کے اشعار ہیں ؎

عجبت لمن یقول ذکرت ربی وھل انسی فاذکر ما نسیت

شربت الحب کاسا بعد کاس فما نفدت الشراب وما رویت

(ترجمہ) مجھے تعجب ہے اس سے جو کہتا ہے میں نے اللہ کا ذکر کیا۔ کیا میں اسے کبھی بھولتا بھی ہوں جو یاد کروں۔ میں نے شراب محبت کے پے در پے جام پر جام پی لیے لیکن نہ شراب ہی ختم ہوئی اور نہ میں ہی سیراب ہوا۔ اور مروی ہے کہ شقیق بلخی اور ابو تراب نخشبی حضرت ابو یزید سے ملاقات کے لیے آئے۔ جب دستر خوان چنا گیا تو آپ کے پاس ایک نوجوان خدمت گزار تھا۔ حضرت شقیق بلخی نے اس سے کہا ہمارے ساتھ شریک ہو جا اے جوان۔ اس نے کہا میں روزہ دار ہوں۔ ابو تراب نے فرمایا کھالے تجھے ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ اس نے انکار کیا۔ پھر شقیق بلخی نے کہا تجھے ایک سال کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ کھالے۔ اس نے پھر بھی انکار کیا۔ حضرت ابو یزید نے فرمایا چھوڑو اس کو جو شخص اللہ کی نظر سے گر چکا۔ اب وہ شخص چوری کرنے لگا۔ ایک سال کے بعد اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔ خدا اپنے غضب سے بچاوے۔

حکایت (۲۸۸) زیتونہ، خادمۃ ابوالحسین نوریؒ و جنید بغدادیؒ سے مروی ہے کہ ایک دن سخت جاڑا تھا۔ میں نے ابوالحسین نوری سے عرض کیا کہ کچھ لاؤں فرمایا لے آؤ میں نے کہا کیا لے آؤں۔ فرمایا دودھ، روٹی۔ جب میں ان کے پاس لے گئی تو

آپ کے پاس ایک کوئلہ پڑا ہوا تھا اور اس کو ہاتھ سے پلٹا رہے تھے وہ جل اُٹھا اور آپ روٹی کھانے میں مشغول ہوئے۔ روٹی پر کا دودھ ہاتھ پر بہتا تھا اور ہاتھ کوئلے سے سیاہ ہو رہے تھے میں نے اپنے جی میں کہا اے اللہ تو پاک ہے۔ تیرے اولیاء کیسے گندے ہیں کوئی ان میں صفائی والا نہیں ہے۔ جب وہاں سے میں نکلی تو ایک عورت مجھ سے چمٹ گئی کہ تو نے میرے کپڑوں کی گٹھڑی چرائی اور کشاں کشاں مجھے کوتوال کے پاس لے گئی۔ حضرت ابو الحسینؒ نوری کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ نے آکر اس کوتوال سے فرمایا اسے چھوڑ دے یہ بھی اولیاء اللہ میں سے ہے۔ اس نے کہا میں کیا کروں یہ عورت دعوٰی کرتی ہے۔ زبیتونہ کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک لونڈی وہ گٹھڑی لے آئی حضرت نے گٹھڑی اس عورت کے حوالہ کی اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ پھر بھی کہو گی کہ اولیاء اللہ کس قدر گندے ہوتے ہیں۔ میں نے کہا میں توبہ کرتی ہوں۔

حکایت (۲۸۹) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ذوالنون کو دیکھا کہ ان کے پاس دو شخص آئے ایک فوجی تھا اور ایک رعیت کا آدمی اس نے لڑائی میں فوجی کے دانت توڑ ڈالے تھے اور فوجی نے اُسے پکڑ لیا تھا کہ میں تجھے بادشاہ کے پاس لے جا کر تیرا فیصلہ کراؤں گا۔ سرراہ حضرت کا مقام بھی تھا لوگوں نے کہا حضرت سے تو کہہ لو۔ چنانچہ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے اس کے دانتوں کو اپنا لعاب مبارک لگا کر اپنی جگہ پر لگا دیا۔ جب اس نے ہونٹ گھمائے تو وہ دانت بالکل جمے ہوئے تھے پہلے سے کسی قسم کا فرق نہ تھا۔ میں کہتا ہوں کہ آنے والی حکایت بھی اسی کے مشابہ ہے۔

حکایت (۲۹۰) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک یمنی کے ہاتھ میں ایک غدود تھا اور اس نے تمامی بزرگوں سے دعا کرائی کہ وہ جاتا رہے لیکن نہ گیا۔ آخر حضرت ابن عجیل کے پاس گیا اور کہا کہ اگر آپ سے یہ اچھا نہ ہوا تو پھر میں کسی فقیر سے حسنِ ظن نہیں رکھوں گا۔ آپ نے کہا لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ العلی العظیم اپنا ہاتھ لا پھر آپ نے اس پر مسح کر کے پٹی باندھ دی اور فرمایا اپنی جگہ پر جا کر اسے کھولیو۔ آپ کے پاس سے وہ اور اس کے ساتھی چلے اور ایک گاؤں پر سے گذرے وہاں جا کر انہوں نے روٹی اور دودھ مول لیا اور روٹی کے ٹکڑے دودھ میں بھگوئے جیسے اہل یمن ثراقہ بولتے ہیں اور وہ غدود اس کے ہاتھ ہی میں تھا۔ جب کھانے لگا تو بھول کر پٹی کھول دی اور کھانا کھالیا۔ بعد کھانے کے دیکھا تو اس کا اثر بھی نہ تھا

اور یہ بھی نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کس جگہ پر تھا۔ یہ بالمعنیٰ حکایت ہے اگرچہ بعض الفاظ بعینہٖ نہیں ہیں۔

مؤلف کہتے ہیں یہ ثرافہ بہت سا کھایا جاتا ہے یہ خلافِ سنت ہے اور قبیح بدمزہ بھی ہے۔ خصوصاً بعض جُہال کھانے میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہیں اور قریب قریب تین مرتبہ میں سیر بھر کا نوالہ کر لیتے ہیں جس سے ہول اور گھبراہٹ بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ طریقہ مسنونہ نہیں ہے۔ بلکہ طریقہ مسنونہ یہ ہے کہ آہستہ نرمی سے کھایا جائے جس سے ہونٹ اور ہاتھ وغیرہ بھی آلودہ نہ ہوں، اور ایسا کھانا کبھی تو مکروہ ہوتا ہے اور کبھی حرام ہوتا ہے۔ اور حرام تو جب ہے کہ دوسرے سے چھین جھپٹ کر بغیر رضامندی کے کھائے اور جب کسی پر ظلم نہ کیا جاوے تو وہ اس وقت مکروہ ہے اور یہ خصلت اہلِ یمن کی اگرچہ بُری ہے، لیکن ان میں بہت سے اچھے خصائل بھی ہیں۔ ایک بڑی خوبی یہی ہے کہ نصوصِ صریحہ ان کی خوبی پر دال ہیں۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں مذکور ہے اور اس کے بیان کا موقع یہاں نہ تھا لیکن میں نے تنبیہ اور نصیحت کے واسطے بیان کر دیا ہے۔

حکایت (۲۹۱) مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض نیک بھائیوں نے بیان کیا کہ ایک شخص حضرت فقیہ عارف باللہ محمد ابن حسین بجلی کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ میرا ایک بیل چوری ہو گیا ہے۔ فرمایا کیا اپنا بیل چاہتے ہو کہا ہاں۔ فرمایا کہ فلاں جگہ پر جاؤ وہاں ہمارے شیخ اسے چراتے ہوں گے۔ انہیں جب تک بیل نہ لیلو مت چھوڑو اور ان کی مراد شیخ سے ان کے شیخ مشہور محمد ابن ابو بکر یمنی حکمی ہیں جن کا ذکر گذر چکا ہے، وہ شخص شیخ سے جا کر کہنے لگا کہ میرا بیل پھیر دو اور ان سے ایسے چپٹ گیا کہ گویا انہیں چور سمجھتا تھا۔ کیونکہ ان کا رتبہ تو وہ جانتا ہی نہ تھا۔ شیخ نے اس سے دریافت کیا کہ تجھ سے کس نے کہا کہ میرے پاس ہے کہا محمد بن حسین نے۔ پھر کہنے لگا یہ باتیں چھوڑو اور میرا بیل پھیر دو۔ فرمایا کہ تیرا بیل کس صورت کا ہے فرمایا میرا بیل بھی چرایا اور اس کی صورت بھی نہیں معلوم یہ سنکر آپ نے تبسم فرمایا اور کہا فلاں مقام پر جا وہاں تیرا بیل ایک درخت سے بندھا ہوا ہے اُسے کھول کر لے جا۔ وہ شخص اس جگہ پر گیا تو مطابق ارشاد کے بیل بندھا ہوا تھا۔ چنانچہ بڑی خوشی سے اپنا بیل کھول کر لے گیا۔ اور جب چور آیا تو وہاں بیل نہ ملا وہاں سے محروم لوٹا تو بجائے بیل کے گناہ لے گیا اور شیخ نے ثواب کمایا۔

حکایت (۲۹۲) بعض سلف سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے ایک شخص پر سو دینار قرض تھے، جب وصولی کا وقت آیا تو دستاویز گم ہو گئی جس پر قرض دیا تھا وہ دوڑتا ہوا بنان الحمال کے پاس آیا اور دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میرا جی حلوا چاہتا ہے تو بازار سے جا کر ایک رطل حلوا کاغذ میں باندھ لا اور میں تیرے لیے دعا کرتا ہوں۔ وہ شخص جا کر حلوہ خرید لایا۔ آپ نے فرمایا پڑیا کھول جب کھولا تو دستاویز اس میں موجود تھی۔ آپ نے فرمایا اپنی دستاویز اور حلوہ لیجا اور اپنے بچوں کو کھلا وہ شخص دونوں چیزیں لے گیا اور آپ نے کچھ نہ لیا۔ اور حضرت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں تنہا جنگل میں گیا، وہاں مجھے وحشت ہوئی۔ ناگہاں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا اے بنان کیا عہد شکنی کرتے ہو۔ یہاں کیوں وحشت ہوتی ہے کیا تمہارا حبیب تمہارے ساتھ نہیں ہے۔

حکایت (۲۹۳) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مرید سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کو جمعہ کے دن تکلیف سے کچھ تخفیف سی معلوم ہوئی اور آپ میرا ہاتھ پکڑ کر جامع مسجد کو چلے۔ جب ہم صرافوں کے بازار میں پہنچے تو ہمارے سامنے ایک شخص صرافہ کی طرف سے آیا۔ حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ کل اس شخص کے ساتھ میرا معاملہ ہوگا۔ شب کو حضرت کا انتقال ہو گیا، لوگوں نے مجھ سے کہا کہ سقوں کے محلہ میں ایک غسل دینے والے ہیں انہیں لے آؤ اور مجھے ان کا پتہ بتلاؤ۔ میں نے جا کر آہستگی کے ساتھ ان کا دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا السلام علیکم اس نے کہا کیا شبلی کا انتقال ہو گیا میں نے کہا ہاں اور جب وہ شخص نکلا تو وہی تھا جس کے متعلق شبلی نے کہا تھا کہ اس سے میرا معاملہ ہوگا۔ میں نے تعجب سے کہا لا الٰہ الا اللہ اس شخص نے کہا لا الٰہ الا اللہ کس بات سے تعجب کرتے ہو۔ میں نے کہا کل جب آپ سے ملاقات ہوئی تھی تو حضرت شبلی نے مجھ سے کہا تھا کہ اس کے ساتھ کل میرا معاملہ ہوگا۔ آپ کو خدا کی قسم سچ بتلایئے کہ آپ کو یہ کیونکر معلوم ہوا کہ شبلی کا انتقال ہو گیا۔ انہوں نے کہا اے نادان! حضرت شبلی کو کہاں سے معلوم ہوا تھا کہ کل میرے ساتھ ان کا معاملہ ہوگا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا مجھ پر ایک درہم ظلم کا ہے اس کے عوض ہزاروں درہم تصدق کر چکا ہوں لیکن میرے قلب پر اس کا بہت بڑا بوجھ ہے۔

حکایت (۲۹۴) روایت ہے کہ ایک عورت اسرائیلیہ کا محل شاہی کے پڑوس میں مکان تھا جس سے شاہی محل بدنما معلوم ہوتا تھا۔ اس سے بارہا بادشاہ نے خریدنا چاہا اُس

انکار کیا اور نہ بیچا۔ ایک بار وہ عورت سفر میں گئی اس وقت بادشاہ نے اس مکان کے ڈھا دینے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ وہ منہدم کر دیا گیا۔ جب وہ عورت سفر سے لوٹ آئی تو اپنا مکان نہ پایا۔ لوگوں سے دریافت کیا کہ میرا مکان کس نے منہدم کروایا۔ لوگوں نے کہا بادشاہ نے۔ اس وقت اس عورت نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور عرض کیا الٰہی میں سفر میں تھی اور تو حاضر تھا۔ تو ہی ضعیفوں کا معاون اور مظلوموں کا مددگار ہے یہ کہہ کر بیٹھ گئی۔ جب بادشاہ کی سواری نکلی تو بادشاہ نے اس عورت کو دیکھ کر کہا کہ یہاں کیوں بیٹھی ہے۔ کس کا انتظار ہے۔ کہنے لگی تیرے محل کے ویران ہونے کا انتظار ہے۔ اس پر مذاق اڑایا گیا۔ جب رات ہوئی تو وہ محل مع بادشاہ اور اس کے متعلقین کے زمین میں دھنس گیا اور ایک دیوار پر یہ ابیات لکھے ہوئے پائے گئے ؎

اتھزأ بالدعاء وتزدریہ ومایدریک ما صنع الدعاء

سھام اللیل لاتخطی ولکن لھا امد وللامد انقضاء

وقد شاء الالٰہ بما تراہ فما للملک عندکم بقاء

(ترجمہ) کیا دعا کا مذاق اڑاتا ہے اور اس کو حقیر سمجھتا ہے کیا اُسے معلوم نہیں کہ دعا نے کیا کیا رات کے تیر کبھی خطا نہیں کرتے لیکن اس کے لیے ایک مدت ہوتی ہے اور مدت کا اختتام بھی ہے۔ اللہ نے وہی کیا جو تو نے دیکھا اور یہ ملک تمہارے پاس رہ نہیں جائے گا

ریحاؔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم کوفہ میں اپنے شیخ کے پاس حدیث لکھنے بیٹھے تھے۔ ایک عورت ہم پر سے گذری جو اُون کا کرتہ پہنے ہوئے اور اسی کی ایک چادر اوڑھے ہوئے تھی اس نے کہا السلام علیکم پھر اس نے انگلی سے شاہی محل کی طرف اشارہ کیا اور کہنے لگی یہ لوگ اپنے محلوں پر خوش ہیں اور ان کے آرام پر رشک کیے جاتے ہیں اور جو کچھ توشۂ اعمال قبر کی طرف روانہ کیا ہے اس پر نادم ہیں۔ مغرور نہ ہو اس وقت ہم بوڑھے ہیں، موت ہماری کٹائی کا وقت ہے اور قبر ہمارا کھلیان ہے اور قیامت ہمارا موعد ہے۔ پس جو شخص نیکی بوئے گا آرام کی کٹائی کریگا اور جو شخص بدی اور شر بوئے گا تو ندامت کاٹے گا۔ تھوڑے سے صبر میں بہت سی غنیمت ہے اور تھوڑے دنوں کی تکلیف میں راحت حاصل ہوتی ہے۔

حکایت (۲۹۵) عمر ابن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک شخص اسرائیلی نے جو ساحل پر رہنے والا تھا سُنا کہ ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا تھا۔ آگاہ ہو جاؤ جو شخص مجھے

دیکھے وہ کسی پر ظلم نہ کرے۔ اسرائیلی نے اس کے قریب جاکر پوچھا اے عبداللہ تیری کیا خبر ہے اس نے کہا سُن میں ایک سپاہی تھا ایک دن میں اس ساحل پر آیا تو میں نے ایک شخص کو شکار کرتے دیکھا۔ اس نے میرے سامنے ایک مچھلی پکڑی میں نے اس سے کہا یہ مجھے دیدے اس نے انکار کیا میں نے کہا میرے ہاتھ فروخت کردے۔ اس نے اس سے بھی انکار کیا میں نے ایک کوڑا اس کے سر پر رسید کیا اور مچھلی اس سے چھین لی اور میں اُسے ہاتھ میں لٹکائے ہوئے گھر لیے جا رہا تھا کہ ناگاہ اس مچھلی نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا۔ میں نے بہتیرا چھڑانا چاہا کہ کسی طرح اپنا انگوٹھا چھڑاوں مگر نہ ہوسکا۔ میں اپنے اہل وعیال کے پاس گیا۔ انھوں نے بھی اس کے چھڑانے کی بہت کوشش کی لیکن نہ کرسکے آخر بڑی محنت وجانفشانی سے چھٹکارا ہوا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب کھانے لگا تو اس نے انگوٹھا چبا لیا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ پھر میرا انگوٹھا ورما گیا اور سڑ گیا اور اس میں جتنے مچھلی کے دانت تھے اسی قدر سوراخ ہوگئے۔ میں نے اپنے ایک دوست طبیب کو دکھایا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا کہ یہ آکلہ ہے اگر تو اپنا انگوٹھا نہ کٹوائے گا تو ہلاک ہوجائیگا۔ میں نے انگوٹھا کٹوا دیا تو پھوڑا میری ہتھیلی میں ہوگیا۔ پھر اس کے پاس گیا اُس نے کہا اگر ہتھیلی نہیں کٹوائے گا تو ہلاک ہوجائے گا۔ میں نے اُسے بھی کٹوا دیا۔ تو وہ کلائی میں ہو گیا۔ پھر اس کے پاس گیا اس نے کہا اگر کلائی نہ کٹوائیگا تو ہلاک ہوجائے گا۔ میں نے کلائی بھی کٹوادی۔ پھر وہ پھوڑا میرے بازو میں ہوگیا۔ جب میں نے یہ حالت دیکھی تو میں بھاگ نکلا اور اہل وعیال کو ترک کردیا۔ ایک دن میں اسی طرح چیختا پھرتا تھا ناگاہ مجھے ایک درخت نظر آیا اس کے سایہ میں جا بیٹھا۔ وہاں مجھ پر کسی قدر غنودگی طاری ہوگئی۔ خواب میں ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ کب تک ایک ایک کرکے اپنے اعضا کٹوائیگا۔ حق دار کو پہنچا دے۔ تو اس سے نجات پائے گا۔ جب تو مجھے وہ حق یاد آگیا اور میں سمجھ گیا کہ یہ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ چنانچہ میں ساحل پر اس صیاد کے پاس گیا دیکھا تو جال پھینکے بیٹھا تھا میں اس کے کھینچنے تک منتظر رہا۔ جب اس نے جال کھینچا تو اس میں بہت سی مچھلیاں تھیں میں نے اس کے پاس جاکر کہا اے اللہ کے بندے۔ میں تیرا غلام ہوں اس نے کہا تو کون ہے اے بھتیجے۔ میں نے کہا میں وہی سپاہی ہوں جس نے تمہارے سر پر کوڑا مارا تھا اور مچھلی تم سے چھین لی تھی اور اس کو اپنا ہاتھ دکھایا اسے دیکھ کر اللہ کی بلا سے اس نے پناہ مانگی اور مجھ سے کہا میں نے تجھے معاف کیا۔ یہ کہتے ہی زخم سے کیڑے گرنے لگے۔ جب میں وہاں سے پلٹ کر آنے لگا تو مجھ سے کہا

پھر جا یہ مجھ سے ناانصافی ہوئی کہ ایک مچھلی کی وجہ سے میں نے بد دعا کی۔ حالانکہ اس کی وقعت نہ تھی۔ اور وہ بد دعا مقبول ہو گئی اور ہاتھ پکڑ کر کہا چل اور مجھے اپنے مکان پر لے گیا اور اپنے بیٹے کو بلایا اور ایک کونے میں لیجا کر کہا یہاں کھود۔ لڑکے نے کھود کر وہاں سے ایک گھڑا نکالا جس میں تیس ہزار درہم تھے۔ پھر لڑکے سے کہا دس ہزار درہم اسے گن دے اس نے گن دیئے۔ اس نے کہا اس سے اپنا زمانہ گذارو اور مصیبت کے وقت کام میں لاؤ۔ پھر اور دس ہزار گنوا دیئے اور کہا کہ اس کو اپنے پڑوس کے اور قریب کے غریب غرباء پر تقسیم کر دو۔ لوٹتے ہوتے میں نے کہا کہ خدا تعالےٰ کے لیے مجھے اتنا بتا دیجیئے کہ آپ نے کیا کہہ کر بد دعا کی تھی کہا جب تو نے میرے سر پر کوڑا مارا اور مچھلی چھین لی تو میں آسمان کی جانب نگاہ کر کے رویا اور کہا اے رب تو نے ہی اسے اور مجھے پیدا کیا اور اُسے مجھ سے قوی بنایا اور مجھے ضعیف بنایا پھر اُسے مجھ پر مسلط کیا۔ نہ تو نے مجھے بتایا نہ مجھے اتنی طاقت دی کہ اس کے ظلم سے محفوظ رہتا اور اپنے آپ کو خود بچاتا۔ میں تجھ سے اسی قدرت کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جس سے تو نے اُسے قوی اور مجھے ضعیف بنایا ہے اس کو مخلوقات کے واسطے عبرت بنا۔ خدا اُن پر رحم کرے۔

حکایت (۲۹۶) علی ابن حرب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اور کچھ نوجوان موصل کے دریا کے کنارے ایک ناؤ پر سوار ہوئے۔ جب بیچ میں پہنچے تو ایک مچھلی دریا سے اچھل کر ناؤ میں آ پڑی۔ انہوں نے یہ دیکھ کر ناؤ کو کنارے لگایا اور اس کے بھوننے کے لیے لکڑیاں جمع کرنے لگے۔ اس اثنا میں ہمارا گذر ایک ویرانہ پر ہوا۔ ہم وہاں کے کھنڈر اور ٹوٹے مکانات دیکھنے گئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں ایک شخص بیٹھا ہے جس کی مشکیں کسی ہوئی ہیں۔ اور دوسرا ایک شخص ذبح کیا ہوا اس کے پہلو میں پڑا ہے اور ایک خچر بہت سا سامان لدا ہوا کھڑا ہے۔ ہم نے اس جوان سے دریافت کیا کہ تیرا کیا قصہ ہے اور اسے کس نے ذبح کیا ہے۔ کہنے لگا کہ میں نے اس شخص کا خچر کرایہ پر لیا تھا۔ یہ مجھے راستہ سے اس جانب کو پھیر لایا اور میری مشکیں جیسی تم دیکھ رہے ہو کس دیں پھر مجھ سے کہا کہ میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا۔ میں نے اُسے خدا کا واسطہ دیا کہ مجھ پر ظلم نہ کر اور میرے قتل کا گناہ اپنے سر نہ لے اور میری روح کو تکلیف نہ دے یہ اسباب تیرا ہے تو لے لے میں نے تجھے حلال کر دیا اور میں کسی سے فریاد بھی نہیں کروں گا۔ میں قسم دیتا ہی رہا مگر اس نے ایک نہ سنی اور کمر سے چھرا کھینچا اس کا غلاف بہت تنگ ہو گیا اور اُسے زور سے کھینچنا پڑا جب وہ سختی سے نکلا تو جھٹکے سے ہلا

کم و کاست اس کے حلق پر آ لگا اور وہ ذبح ہو گیا جیسا کہ تم دیکھتے اور میں اسی حالت پر ہوں۔ ہم نے اس کی مشکیں کھول دیں اور خچر اور اسباب اس کے حوالہ کیا۔ وہ شخص چلا گیا اور ہم ناؤ کی طرف لوٹے۔ جب ناؤ پہ سوار ہوئے تو مچھلی کود کر دریا میں جارہی۔ یہ زیادہ تعجب انگیز ہے میرے دیکھنے اور سننے میں۔ اللہ تعالیٰ بڑا لطف کرنے والا اور سننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

حکایت (۲۹۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں طواف کر رہا تھا ناگاہ ایک عورت نظر پڑی جس کے کندھے پر ایک چھوٹا بچہ تھا اور وہ چلا چلا کر کہہ رہی تھی یا کریم یا کریم عہدک القدیم میں نے اس عورت سے دریافت کیا کہ تیرے اور اللہ کے درمیان کیا عہد ہے۔ کہنے لگی ایک بار میں کشتی میں سوار ہوئی اور ایک قوم تاجروں کی ہمارے ساتھ تھی۔ اتفاقاً بہت زور کا طوفان آیا اور کشتی غرق ہو گئی اور سارے آدمی کشتی کے غرق ہو گئے۔ صرف میں اور یہ بچہ ایک تخت پر اور ایک حبشی مرد جو دوسرے تختہ پر تھا سلامت رہے۔ جب صبح ہوئی تو اس حبشی نے میری طرف دیکھا اور پانی کو ہٹاتے ہٹاتے میرے قریب آیا اور ہمارے تختہ پر سوار ہو گیا اور مجھے راضی کرنے لگا۔ میں نے کہا اے بندۂ خدا کیا تجھے کچھ بھی خوف خدا نہیں ہے۔ ہم اس بلا میں گرفتار ہیں جس سے بجز اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے خلاصی ممکن نہیں چہ جائیکہ اس کی نافرمانی کریں۔ اس نے کہا یہ باتیں چھوڑ دے میں ضرور یہ کام کروں گا۔ یہ بچہ میری گود میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اسکے چٹکی بھری، وہ جاگ کر رونے لگا۔ میں نے کہا اے بندۂ خدا ذرا صبر کر میں اس بچہ کو سلا لوں پھر جو مقدر میں ہوگا ہو جائیگا۔ اس حبشی نے ہاتھ لمبا کر کے بچہ کو دریا میں ڈال دیا۔ میں نے آسمان کی جانب نگاہ کر کے کہا۔ اے اللہ تو آدمی اور اسکے قلبی ارادوں کے درمیان حائل ہونے والا ہے، اپنی طاقت اور قدرت سے میرے اور اس کے درمیان جدائی کر دے، تو سب چیزوں پر قادر ہے۔ قسم ہے اللہ کی میں ابھی ان کلمات کو پورا بھی نہ کر چکی تھی کہ ایک جانور منہ کھولے ہوئے دریا سے نکلا اور اس حبشی کا ایک نوالہ کر گیا اور غوطہ لگا کر تہ آب میں چلا گیا اور اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اپنی قوت سے مجھے اس سے بچا لیا۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ پھر موجیں مجھے تھپیڑے دینے لگیں حتیٰ کہ ایک جزیرہ میں پہنچایا۔ میں نے جی میں کہا یہاں کی سبزی اور پانی پر گذر کروں گی جب تک اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا کرے وہی نجات دینے والا ہے۔ اسی طرح چار روز مجھ پہ گذرے، پانچویں

دن دُور سے ایک کشتی نظر آئی۔ میں نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر ان کی طرف کپڑے سے اشارہ کیا۔ ان میں سے تین آدمی ایک ناؤ پر بیٹھ کر میری طرف آئے۔ میں ان کے ساتھ ناؤ پر سوار ہوکر کشتی میں داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ وہ میرا بچہ جس کو حبشی نے دریا میں ڈال دیا تھا ایک شخص کے پاس ہے۔ یہ دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو اس بچہ پر گرادیا۔ اور اُسے چومنے لگی اور کہا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ کشتی والے کہنے لگے تو دیوانی ہے تیری عقل ماری گئی ہے۔ میں نے کہا نہ میں دیوانی ہوں نہ میری عقل ماری گئی ہے۔ بلکہ واقعہ یہ ہے۔ اور اپنا سارا قصہ از اوّل تا آخر کہہ سُنایا۔ یہ سُن کر انہوں نے سر جھکا لیا اور کہا اے لڑکی تو نے عجیب قصہ سُنایا ہم بھی ایک قصہ سُنائیں گے جس سے تجھے بھی تعجب ہوگا ہم موافق ہوا میں چل رہے تھے کہ ایک بڑا جانور دریائی ہمارے آڑے آیا اور سامنے آکر کھڑا ہوگیا اور یہ بچہ اس کی پشت پر تھا اور ایک منادی آواز دے رہا تھا کہ اگر اس بچہ کو نہ لے چلو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ہم میں سے ایک آدمی اس مچھلی کی پشت پر چڑھا اور اس بچہ کو لے آیا۔ اس کے کشتی پر آتے ہی وہ جانور غوطہ مار کر چلا گیا۔ ہمیں اس سے بھی اور تیرے بیان کیے ہوئے قصہ سے بھی بہت تعجب ہوا۔ ہم سب خدا سے عہد کرتے ہیں کہ وہ آج کے بعد ہمیں معصیت میں نہ دیکھے گا۔ چنانچہ ان سب نے توبہ کی۔ پاک ہے وہ بندوں پر لطف کرنے والا، ان کی خبر رکھنے والا مصیبت زدہ کی مدد کرنے والا۔

حکایت (۲۹۸) روایت ہے کہ زمانۂ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک تاجر تھے جو شام سے مدینہ اور مدینہ سے شام کو مال لے جاتے تھے اور قافلہ کے ساتھ کبھی نہیں جاتے اور اللہ پر توکل کرتے تھے۔ ایک بار شام سے مدینہ منورہ کو مال لا رہے تھے۔ ناگاہ ایک ڈاکو گھوڑے پر سوار ان کے آڑے آیا اور تاجر پر چلا کر دوڑا۔ تاجر نے کہا یہ مال ہے تو لے جا اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا مال تو میرا ہے ہی میں تو تیری جان چاہتا ہوں۔ تاجر نے پھر کہا میری جان لے کر تو کیا کرے گا مال لیجا اور مجھے چھوڑ دے۔ اس ڈاکو نے وہی پہلے والی بات پھر کہی۔ تاجر نے کہا اچھا اتنی دیر مجھے مہلت دے کہ میں وضو کرکے نماز پڑھوں اور کچھ دعا کرلوں۔ اس نے کہا جو جی چاہے کرلے۔ تاجر نے وضو کرکے چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ اُٹھا کر یہ دعا پڑھی یا ودود یا ودود یا ودود یا ذالعرش المجید یا مبدئ یا معید یا فعال لما یرید اسالك بنور وجهك الذی ملا ارکان عرشك واسئلك

بقدرتك التي قدرت بها على جميع خلقك وبرحمتك التي وسعت كل شيءٍ لا اله الا انت يا مغيث اغثني اغثني دعا سے فارغ ہوتے ہی دیکھا کہ ایک سوار سفید گھوڑے پر چڑھے ہاتھ میں نور کی تلوار لیے آ پہنچا۔ وہ ڈاکو سوار کو دیکھ کر اس پر دوڑا۔ جب قریب پہنچا تو اس سوار نے ایک ایسا نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر تاجر کے پاس آ کر کہا تو اسے قتل کر۔ تاجر نے کہا تم کون ہو میں نے اب تک کسی کو قتل نہیں کیا۔ نہ اس کے قتل سے میرا جی خوش ہوا۔ سوار نے لوٹ کر اس ڈاکو کو قتل کیا اور اس تاجر سے آ کر کہا کہ میں ایک فرشتہ ہوں آسمان سوم پر رہتا ہوں۔ جب تو نے پہلی بار دعا کی تو ہم نے آسمان کے دروازے پر کچھ سخت آواز سنی جس سے ہم نے جانا کہ کوئی بات پیدا ہوئی ہے۔ جب تو نے دوسری بار دعا کی تو آسمان کے دروازے زور سے کھلے کہ ان سے چنگاریاں اڑنے لگیں، تیسرے بار میں جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے آواز دی کہ اس مصیبت زدہ کی مدد کو کون جاتا ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے اس کام پر معین کیا جائے۔ تم جان لو کہ جو شخص مصیبت کے وقت تیری یہ دعا پڑھے گا خواہ کوئی حادثہ ہو اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے اس کو بچا دیگا اور اس کی فریاد رسی فرمائیگا۔ وہ تاجر اس واقعہ کے بعد سلامتی کے ساتھ مدینہ طیبہ میں واپس آیا اور حضور نبوی میں آ کر سارا قصہ بیان کیا اور دعا سنائی۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ نے تجھ کو اسمائے حسنیٰ کی تلقین کی جس کے وسیلہ سے دعا مستجاب ہوتی ہے اور سوال مقبول ہوتا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ایک جماعت علماء نے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے۔

(میں کہتا ہوں کہ یہ روایت مع اس قصہ کے میری نظر سے نہیں گذری۔ ممکن ہے مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں دیکھی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب) مترجم)

حکایت (۲۹۹) روایت ہے کہ کوفہ میں ایک قلی تھا جس پر لوگ اعتبار رکھتے تھے اور تجار اسے امین جان کر اپنا مال حوالہ کرتے تھے۔ ایک بار وہ شخص تنہا سفر میں چلا جب آبادی سے باہر نکلا تو اسے ایک شخص راہ میں ملا اور پوچھا تیرا کہاں کا قصد ہے۔ کہا فلاں شہر کا ارادہ ہے۔ اس نے کہا اگر میں چل سکتا تو میں تیرے ہمراہ چلتا اگر تو مناسب جانے تو ایک دینار مجھ سے لے کر مجھے خچر پر سوار کر لے۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ اس شخص نے دینار اس کے حوالہ کیا اور خچر پر سوار ہو گیا۔ راستہ میں ایک دوراہہ ملا تو اس سوار نے دریافت

کیا کہ کونسا راستہ اختیار کیا جائے۔ مزدور نے کہا شارع عام پر چلو۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب بھی ہے اور جانور کے واسطے سبزہ زار بھی ہے۔ مزدور نے کہا میں کبھی اس راستہ پر نہیں گیا سوار نے کہا میں بارہا گیا ہوں۔ مزدور نے کہا جس طرف سے چاہو چلو تھوڑی دیر چلے تھے کہ وہ راستہ ایک وحشتناک جنگل میں جا کر ختم ہو گیا۔ جہاں بہت سے مردے پڑے تھے۔ مزدور نے کہا میرے خیال سے یہ راستہ منقطع ہو گیا۔ اس شخص نے سواری سے اتر کر کمر سے چھرا نکالا اور مزدور کے قتل کا ارادہ کیا اس نے کہا ایسا نہ کر۔ خچر اور اسباب تو لیجا اور مجھے چھوڑ دے۔ اس نے کہا خدا کی قسم جب تک تجھے نہ مار ڈالوں گا خچر نہ لوں گا۔ پھر مزدور نے نہایت عاجزی سے رو کر کہا خدا کے لیے مجھے چھوڑ دے اور خچر اور اسباب تیرا ہے تو لیجا۔ اس نے کہا میں بغیر مار ڈالے نہیں چھوڑوں گا۔ ہاں میں ہی پہلے مر جاؤں تو اور بات ہے۔ کہا اچھا مجھے اپنے عمل کو دو رکعت نماز پر ختم کرنے کی مہلت دے۔ اس نے ہنس کر کہا جلدی کھڑا ہو اور نماز پڑھ لے۔ ان سارے مردوں نے جنہیں تو دیکھ رہا ہے سب نے یہی کیا تھا۔ ان کی نماز نے کچھ نفع نہیں دیا اور میرے ہاتھ سے نہیں چھڑایا۔ جلدی تو بھی نماز ادا کر لے وہ شخص کھڑا ہوا اور تکبیر کہہ کے سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس کی زبان بہکنے لگی اور اس سوچ میں رہ گیا کہ آگے کیا پڑھوں اس لٹیرے نے ڈانٹا اور کہا جلدی کر اس وقت یہ آیت زبان پر آگئی جیسے الہام خداوندی کہنا چاہیئے امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء الآیۃ (ترجمہ) کون ہے سوائے اللہ کے جو مضطر کی دعا قبول کرے اور اسکی تکلیف دور کرے۔ یہ آیت چلا کر پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ ناگاہ جنگل کے درمیان سے ایک سوار ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے نمودار ہوا جو سر پر ایک چمکتا ہوا خود اوڑھے ہوئے تھا۔ اس نے ایک لحظہ سے بھی جلدی اس شخص کو آلیا اور ایک ہی نیزہ میں اسے زمین پر گرا دیا اور اس جگہ سے جہاں وہ گرا آگ کے شعلے بھڑکنے لگے یہ دیکھ کر وہ شخص سجدہ میں گرا پھر وہاں سے اٹھ کر سوار کی طرف کو چلا اور اس سے دریافت کیا کہ خدا کے لیے سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔ جواب دیا کہ میں امن یجیب المضطر کا غلام ہوں اب تم جہاں چاہو جاؤ تمہیں کوئی خوف نہیں ہے۔ بعضوں کے شعر ہیں۔ ؎

لبست ثوب الرجاء والناس قد رقدوا	وقمت اشکو الی مولای ما اجد
وقلت یا املی فی کل نائبۃ	ومن علیہ لکشف الضر اعتمد
اشکو الیک امورا انت تعلمها	ما لی علی حملها صبر ولا جلد

وقد مددت یدی بالذل مبتهلا الیك یاخیر من مدوت الیه ید
فلا تردنها یارب خائبة فی بحر جودك یروی کل من یرد
ثم الصلوة علی المختار من مضر محمد المصطفی ما مثله احد

(ترجمہ) جب لوگ سوجاتے ہیں تو میں امید کا لباس پہن کر اپنے مولی سے ہر تکلیف کی شکایت کرتا ہوں اور کہتا ہوں تو ہی میرا مقصود ہے ہر حادثہ میں جس پر میں دفع مصائب میں اعتماد کرتا ہوں۔ تجھ سے ایسی باتوں کی شکایت کرتا ہوں جنہیں تو جانتا ہے اور مجھے اس کی برداشت کی طاقت اور صبر نہیں ہے اور میں نے ذلت وزاری سے ہاتھ پھیلایا ہے تیرے ہی آگے ہاتھ پھیلائے جانے کے لائق تو ہی ہے اے رب ان ہاتھوں کو نا امید نہ پھیر۔ تو۔ تیرا دریائے جود ہر وارد کو سیراب کرتا ہے اور رحمت نازل کر اوپر خلاصہ مضر کے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جن کا مثل کوئی نہیں ہے

حکایت (۳۰۰) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھے جن کا اپنے زمانہ میں مثل نہ تھا اور پٹاریاں بیچا کرتے تھے۔ ایک دن وہ پٹاریاں لیے گھوم رہے تھے کہ ایک عورت کسی بادشاہ کے یہاں سے نکلی۔ جب اُسے دیکھا تو دوڑی ہوئی اندر گئی اور بادشاہزادی سے کہا کہ میں نے ایک جوان کو پٹاریاں بیچتے ہوئے دروازہ پر دیکھا ہے۔ ایسا خوبصورت آدمی کبھی نظر نہ آیا۔ شہزادی نے کہا اسے بُلا لاؤ۔ اس نے باہر نکل کر اس جوان سے کہا اے جوان اندر آؤ ہم بھی خریدیں گے۔ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر وہ دوسرے دروازہ میں داخل ہوا۔ اسی طرح تین دروازوں میں داخل ہوا اور اس نے دروازہ بند کر لیا۔ پھر شہزادی سینہ اور چہرہ کھولے ہوئے اس کے سامنے آئی۔ اس جوان نے کہا اپنی ضرورت کی چیز خرید لو تو میں جاؤں، اس نے کہا ہم نے اس کے خریدنے کو نہیں بلایا ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی حاجت پوری کرنے کو بلایا ہے۔ اس نے کہا خدا سے ڈر، اس نے کہا اگر تو ایسا نہیں کرے گا۔ تو میں بادشاہ سے کہوں گی کہ تو بدکاری کے ارادہ سے میرے گھر میں گھس آیا تھا۔ اس نے اُسے نصیحت کی مگر وہ نہ مانی پھر اس نے کہا میرے وضو کے واسطے پانی چاہیے کہنے لگی مجھ سے بہانہ نہ کر اور لونڈی سے کہا اس کے واسطے چھت پر وضو کا پانی رکھ دو جہاں سے کسی طرح بھاگ نہ سکے۔ وہ چھت زمین سے چالیس گز اونچی تھی۔ جب اوپر پہنچا تو کہنے لگا اے اللہ مجھے بُرے کام پر مجبور کیا جاتا ہے لیکن میں اپنے آپ کو یہاں سے گرا دینا ارتکاب معصیت

سے اچھا جانتا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہکر چھت پر سے کود پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے اس کا بازو پکڑ کر زمین پر کھڑا کر دیا اسے کچھ تکلیف نہ ہونے پائی۔ پھر دعا کی اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بغیر اس تجارت کے بھی روزی دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس سونے کی ایک تھیلی بھیجی۔ اس نے اس میں سے جتنا اس کے کپڑے میں سمایا لے لیا۔ پھر کہا الٰہی اگر یہ میری دنیا کی روزی ہے تو اس میں مجھے برکت دے اور اگر اس کے بدلے میرا اخروی ثواب کم ہو جائے گا تو یہ مجھے درکار نہیں ہے۔ آواز دی گئی۔ یہ ایک جز ہے اس صبر کا جس کو تو نے چھت پر سے گرتے وقت اختیار کیا تھا۔ کہا اے اللہ میرا اخروی ثواب گھٹانے والی چیز بالکل درکار نہیں ہے۔ چنانچہ وہ سونا اس سے پھیر لیا گیا۔ اور شیطان سے کہا گیا کہ تو نے اسے چھت پر سے گرتے وقت بہکا نہ لیا۔ کہنے لگا کہ میں ایسے شخص کو کیونکر بہکا لیتا جس نے اللہ کے واسطے اپنی جان ہی خرچ کر دی۔ خدا ان پر رحم کرے اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔ کسی نے کیا اچھا شعر کہا ہے ؎

وسائل عنهم ماذا تقدمهم فقلت فضل به عن غيرهم بانوا
صانوا النفوس عن الفحشاء وتبذر ملهن في طريق العليا ما صانوا

(ترجمہ) ایک سائل نے پوچھا کہ کس چیز نے انہیں آگے پہنچایا۔ میں نے کہا کہ اللہ کے فضل نے کہ اسی کے سبب وہ دوسروں سے ممتاز ہوئے۔ اپنے نفس کو فحش سے بچایا اور اس کو جس قدر بچایا اسی قدر ترقی کے راستوں کو پامال کیا۔

حکایت (۳۰۱) مروی ہے کہ ایک نیک بخت ابن کے پاس بادشاہ نے ایک عمدہ قیمتی جوہر امانت رکھا۔ اس شخص نے اپنے گھر میں ایک جگہ اُسے سنبھال کر رکھ دیا اتفاقاً اس کے چھوٹے بچے کے ہاتھ لگ گیا جس کو اس بچہ نے پتھر پر مار کر چار ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ شخص اس واقعہ کو دیکھ کر اس قدر غمگین اور پریشان ہوا کہ ضبط نہ ہو سکا اور شہر چھوڑنے پر آمادہ ہوا۔ اس کے ایک دوست نے اس سے دریافت کیا کہ میں تجھے بہت پریشان پاتا ہوں کیا وجہ ہے اس نے سارا قصہ کہہ سُنایا اور اپنی پریشانی اور خوف کی حالت بھی بیان کی اُس دوست نے اُسے یہ چار بیتیں سکھائیں اور کہا انہیں ہر وقت پڑھا کر انشاء اللہ یہ پریشانی دفع ہو جائے گی۔

وکم لله من لطف خفی — یدق خفاہ عن فهم الذکی
وکم یسر اتی من بعد عسر — وفرج کربۃ القلب الشجی
وکم امر تساء به صباحًا — وتاتیك المسرۃ بالعشی
اذا ضاقت بك الاحوال یومًا — فثق بالواحد الفرد العلی

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کی بہت سی خفیہ نعمتیں ہیں کہ خفا کی وجہ سے انہیں ذکی بھی نہیں جان سکتا۔ اور بہت سی راحتیں تکلیف کے بعد پہنچیں جن سے دل غمگین کی بے چینی زائل ہو گئی۔ بہت سے حادثے جو صبح کے وقت برے معلوم ہوتے تھے، انہیں سے شام کے وقت تجھے مسرت پیدا ہوئی۔ جب کسی دن اپنے حالات تجھے تنگ کریں تو اللہ واحد و یکتا و بزرگ پر اعتماد کر۔

اس نے ان شعروں کو پڑھنا شروع کیا ایک دن وہ انہیں پڑھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ بادشاہ کا قاصد آیا اور کہنے لگا کہ بادشاہ کی فلاں خواص کا مزاج بہت ناساز ہو گیا ہے اور طبیبوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ ہیرے کے چار ٹکڑے کر کے پانی میں ڈال کر وہ پانی پلایا جائے، اب بادشاہ کا حکم ہے کہ تم کسی ہوشیار جوہری کو تلاش کر کے اس کے چار ٹکڑے کرواؤ لیکن کم زیادہ نہ ہوں، اس نے کہا بسر و چشم۔ اسی وقت اس کا رنج و غم دور ہو گیا اور خوف جاتا رہا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر بجا لایا کہ اس نے اُسے ایسی بلا سے اپنے لطف خفی سے نجات عطا فرمائی۔ پھر وہ چاروں ٹکڑے بادشاہ کے پاس لے گیا۔ بادشاہ اس صنعت پر اس کا احسانمند ہوا اور اسے انعام و اکرام سے سرفراز کیا۔ وہ شخص بعد خوف و غم کے خوش و خرم گھر آیا۔ اللہ پاک بڑا ہی لطف و کرم والا اور رحم والا ہے جو رنج و غم اور خوف و ہراس کو احسان و سرور سے مبدل کر دیتا ہے۔ سبحان اللہ کس قدر جلد مضطر کی کشائش فرماتے ہیں اور محسن پہ رحم فرماتے ہیں۔ تبارک اللہ رب العالمین۔

حکایت (۳۰۲) روایت ہے کہ ایک بادشاہ کسی فقیر پر ناراض ہوا اور ایک برج بنوا کر اس کے اندر اسے بند کرا دیا اور ہوا کی آمد و رفت کا راستہ بند کر دیا اور کھانا پانی بھی موقوف کر دیا۔ تین دن کے بعد لوگوں نے اُسے خوش و خرم برج کے باہر پھرتے دیکھا۔ بادشاہ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ کہا اُسے حاضر کرو۔ وہ شخص حاضر کیا گیا۔ بادشاہ نے کہا قسم ہے اس کی جس نے تجھے اس سختی سے نجات بھی اور یہ مصیبت دفع کی سچ بتا تیری نجات کا سبب کیا ہوا۔ فقیر نے کہا میں نے ایک دعا کی تھی وہی سبب

نجات ہوئی۔ کہا وہ کونسی دُعا ہے کہنے لگا میں نے یہ دعا کی تھی اللّٰھم یا لطیف یا لطیف یا لطیف یا من وسع لطفہ اھل السمٰوٰت والارضین اسئلک اللّٰھم ان تلطف بی من خفی خفی لطفک الخفی الخفی الذی اذا لطفت بہ لاحد من عبادک کفی فانک قلت وقولک الحق المبین اللہ لطیف بعبادہٖ یرزق من یشاء وھو القوی العزیز۔

حکایت (۳۰۳) سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے پڑوس میں ایک شخص حافظ و متقی رہتا تھا جو نہایت فقیر و بیمار تھا ایک بار اس پر سخت فاقہ اور تکلیف کا سامنا ہوا تو اس کے جی میں آیا کہ اپنا حال ایک رقعہ پر لکھ کر اللہ کے پاس مرافعہ کرے چنانچہ اپنا حال لکھ لیا جب رات ہوئی تو محراب میں جاکر نماز پڑھنے لگا اور دعا کے ساتھ رقعہ آسمان کی طرف بلند کیا۔ دیر تک ایسا ہی کرتا رہا آخر اُسے نیند نے مجبور کیا اور بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا۔ جب تھوڑی شب باقی رہی تو اس کی آنکھ لگ گئی خواب میں دیکھا کہ ایک خوبصورت آدمی کہہ رہا ہے کہ اے ابو بشر یہ کیسی غفلت تجھے لائق ہے۔ کہ اپنے رب کے پاس سیاہی سے رقعہ لکھ کر پیش کرتا ہے۔ اس نے کہا پھر کیا کروں کہا جب تیرا ارادہ ہو تو شکر کا ہاتھ بحر ذکر سے دھو کر صبر کے قلم سے اپنے قلب پر فکر کی سفیدی سے خوف کی شب کے ساتھ لکھ۔ اس نے پوچھا کہ کیا لکھوں؟ کہا یہ لکھ اے وہ ذات کہ تیرے افضال سارے فضل کرنے والوں سے زیادہ ہیں اور تیرے انعام جمیع منعمین کے انعام سے زیادہ ہیں۔ تیرے شکر سے سارے شاکرین عاجز ہیں میں نے دوسرے سوال کرنے والوں کے ذریعہ سارے محسنوں کا حال دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ تیرے غیر کا قصد کرنے والا مردود ہے اور غیروں کی طرف کا راستہ مسدود ہے اور ہر چیز تیرے پاس موجود ہے اور تیرے غیر کے پاس معدوم ہے۔ اس فقیر نے کہا یہ بات تو جناب نے بہت اچھی بتائی ہے۔ کہا اگر روشنی بصیرت کی باقی رہے اور اپنے ارادہ کی تصریح کی ضرورت بھی سمجھی جائے تو لکھ اے اللہ تجھ کو ہی میں نے وسیلہ کیا ہے اور تکلیف و راحت میں تجھی پر بھروسا کیا ہے۔ میری حاجتیں تیری طرف پھیر دی گئی ہیں اور میری امیدیں تیرے سامنے قائم ہیں جس کام کی تو مجھے توفیق دے تو تو ہی اس کا راستہ دکھا اور رہبر ہو جا۔ اس نے کہا جناب یہ تو اس سے بھی اچھا ہے۔ کہا اگر بصیرت کی روشنی اس سے زیادہ تصریح حاجت

کی ضرورت سمجھے تو یہ اور لکھ اے قدیر مجھے طلب عاجز نہیں کرتی اے بادشاہ تیری طرف ہر راغب جھکتا ہے۔ میں ہر وقت تیری نعمتوں سے لدا ہوا ہوں جو محض تیرے فضل و کرم سے مجھ پر فائض ہوئی ہیں۔ اے اللہ تیرے ہی کرم سے آدمی مستحق کرم ہوتا ہے اور تیری حمد سے نعمت مزید ہوتی ہے اس نے کہا یہ اور احسن ہے۔ کہا اگر فکر کی روشنی اور تصریح حاجت کی ضرورت سمجھے ہو تو یہ لکھ اے وہ ذات جس نے صبر کو بلا پر بندہ کا معاون بنایا ہے اور شکر کو نعمتوں کا بڑھانے والا گردانا ہے۔ میں تجھ سے سختی میں صبر کی اور نعمتوں پر شکر کی توفیق چاہتا ہوں۔ تیری آزمائش میرے صبر سے زیادہ ہے اور تیری نعمت میرے شکر سے عظیم ہے تو میرے اقرار پر عفو کی چادر اڑھا دے تو اس پر قادر و توانا ہے۔ اگر میرے گناہ کا کوئی عذر نہیں ہے تو تو اپنی طرف سے اُسے معاف کر دے۔ پھر کہا اے ابو بشر مقام تبتل میں مغفرت کی جگہ کھڑا ہو اور ذلت و انکساری کے ساتھ فضل کا امیدوار اور زبان توسل سے اللہ تعالیٰ کا شکر گذار رہ اس نے کہا یہ اور اچھا ہے کہنے لگا کہ خاص فرشتوں کی یہ دعا ہے جو تجھے سکھائی گئی ہے۔ اس نے کہا بیشک انشاء اللہ پھر اس نے اس کے سینہ اور پیٹ پر اپنا ہاتھ پھیرا وہ جاگ اٹھا۔ وہ ساری باتیں اسے یاد تھیں۔ ایک حرف بھی نہ بھولا تھا۔ حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ ابو بشر نے فجر کی نماز کے وقت یہ روایت ہم سے بیان کی ہم نے اسے بہت اچھا جانا اور اسے لکھ لیا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت ۴۰۳ بعض اہل عراق سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میں ابو بکر ابن مجاہد مقری کے پاس پڑھتا تھا۔ ان کے پاس ایک بوڑھا آیا جو پھٹے پرانے کپڑے پہنے تھا۔ انہوں نے اس سے اولاد کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا اے ابو بکر گذشتہ شب ایک تیسری لڑکی پیدا ہوئی اور بیوی نے مجھ سے ایک دانگ طلب کیا جس سے گھی اور شہد بچے کے چٹانے کے لیے منگایا جائے۔ میرے پاس نہ تھا۔ رات بھر غمگین اور متفکر رہا۔ رات ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرمایا اے شخص غم مت کر صبح ہی علی بن عیسیٰ وزیر کے پاس جا اور میری طرف سے سلام کہہ اور اُسے یہ علامت بتا دے کہ اس نے میرے مزار کے پاس چار ہزار مرتبہ درود بھیجا ہے۔ تجھے وہ ایک سو دینار سونا دے گا۔ ابو بکر نے کہا اے عبداللہ اس میں بڑا فائدہ ہے۔ چنانچہ سبق موقوف کر کے اس کا ہاتھ پکڑ کے وزیر کے یہاں تشریف لے گئے۔ جب وزیر نے ابو بکر کے ہمراہ ایک نیا آدمی دیکھا تو دریافت کیا

کہ اے ابوبکر یہ کون ہے۔ انہوں نے کہا آپ قریب بلا کر اس سے دریافت کریں اور اس کی بات سنیں۔ وزیر نے قریب بلا کر پوچھا کہ اے شیخ تیرا کیا کام ہے۔ اس نے کہا میرے دو لڑکیاں تھیں یہ ابوبکر جانتے ہیں۔ کل شب تیسری ایک اور پیدا ہوئی۔ میری بیوی نے ایک دانگ طلب کیا تھا تاکہ اس کا گھی اور شہد منگا کر بچے کو چٹایا جائے۔ میرے پاس دانگ نہیں تھا۔ رات کو میں غمگین سویا۔ خواب میں میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا اور حضور نے مجھ سے یہ یہ فرمایا اور سارا قصہ کہہ سنایا۔ یہ سنتے ہی علی بن عیسیٰ وزیر کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور کہا اللہ اور رسول نے سچ کہا اور تو نے بھی سچ کہا۔ یہ فعل میرا اللہ اور رسول کے سوا کسی کو معلوم نہ تھا تو نیک آدمی ہے پھر غلام سے کہا کہ تھیلی لے آؤ۔ غلام نے تھیلی لا کر سامنے رکھ دی۔ کہا اس میں سے تین سو دینار نکال۔ پھر کہا ایک سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور یہ ایک سو بشارت کا صلہ ہے اور ایک سو ہدیہ ہے۔ چنانچہ وہ شخص وہاں سے تین سو دینار لے کر چلا اور اس کا رنج وغم زائل ہوگیا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ جس طرح اس شخص کو اللہ کی رحمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خیر وبرکت حاصل ہوئی۔ اسی طرح اس وزیر کو بھی بہت کچھ ملا چنانچہ وزارت کے عالی مرتبہ اور سیادت وجبروت کو چھوڑ کر مکۂ معظمہ کا مجاور ہوگیا۔ حضور نے اس کا ذکر اسی لیے کیا کیونکہ آپ کو اللہ کی طرف سے ان کی انتہائی حالت معلوم ہوچکی تھی۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ ایک بار یہ علی بن عیسیٰ فوج کثیر کے ساتھ سوار ہوئے۔ راستہ میں غرباء ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ کون ہے ایک عورت راستہ میں کھڑی تھی اس نے کہا کہاں تک دریافت کرو گے یہ ایک بندہ ہے جو اللہ کی نظر سے گر گیا ہے اور اللہ نے اُسے ان مصائب میں گرفتار کر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی گھر لوٹے اور وزارت سے استعفاء دیکر مکۂ معظمہ کے مجاور ہوگئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۳۰۵) شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو لیلۃ القدر ستائیسویں رمضان شب جمعہ کو خواب میں دیکھا فرمایا اے علی اپنے کپڑے پاک کر میل سے تجھے ہر لحظہ اللہ کی جانب سے حصہ ملتا رہے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سے کپڑے۔ فرمایا اللہ نے تجھے پانچ کپڑے عطا فرمائے ہیں۔ ایک خلعتِ معرفت اور ایک خلعتِ محبت، ایک خلعتِ توحید، ایک خلعت ایمان ایک خلعتِ اسلام۔ پس جو اللہ سے محبت رکھے اس کے نزدیک ساری چیزیں حقیر ہو جاتی ہیں۔ اور جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے کل چیزیں نظر میں آتی ہیں اور جو اللہ کی توحید رکھتا

ہے وہ کسی کو اس کا شریک نہیں بناتا اور جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر شے سے مامون اور بے خوف ہوجاتا ہے اور جو اسلام لاتا ہے وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتا اگر کبھی ہوجائے تو فوراً عذر خواہی کرتا ہے۔ جب معذرت چاہے تو اللہ تعالیٰ معاف کرتا ہے۔ حضرت ابوالحسنؒ فرماتے ہیں اس وقت مجھ کو یہ آیت وثیابک فطھر کی تفسیر معلوم ہوئی۔ انتہیٰ کلامہ۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو شخص اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ ساری چیزیں اس کی نظر میں حقیر ہوجاتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ محب محبوب کے آگے اپنے آپ کو ذلیل جانتا ہے اور اس کی طرف سے جو کچھ شدت اور مشکل پیش آتی ہے وہ محبوب کی رضامندی کے آگے بالکل حقیر ہوتی ہے اور وہ عالم میں سارا ظہور اسی محبوب حقیقی کا جانتا ہے اور محبوب کا ہر فعل محبوب ہوتا ہے۔ اور یہ جو آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کی معرفت رکھتا ہے ہر چیز اس کے سامنے چھوٹی معلوم ہوتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عارف باللہ اس کے جلال و عظمت و کبریائی اور قدرت کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے جمیع مخلوقات کی اس کی نظر سے وقعت و عظمت جاتی رہتی ہے لیکن باوجود اس کے اللہ کے برگزیدہ انبیاء و رسل اور ملائکہ کے احترام و تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتا اور ان کی عظمت ان کی قدر کے موافق کرتا ہے۔ مگر اس عظمت کو اللہ کی عظمت کے آگے کچھ نسبت نہیں۔ اور آپ نے جو یہ فرمایا ہے کہ جو اللہ کی توحید کرتا ہے وہ شرک نہیں کرتا۔ کیونکہ شرک توحید کے منافی ہے۔ یہاں شرک سے مراد شرک خفی ہے جسے صرف عارف ہی جانتے ہیں اور اس سے بچتے ہیں تاکہ ان کی توحید حقیقی خاص میں کوئی نقصان نہ پیدا ہوجائے اور شرک جلی اس کو تو خاص و عام سب جانتے ہیں اور یہ شرک جلی دونوں توحیدوں میں مضر ہے اور منجملہ ان کے جو صرف توحید خاص کو ضرر پہنچاتی ہے وہ محبت غیر اللہ کی ہے جو غیر ہی کے سبب سے ہو۔ جیسے نفس کی محبوبات اور شہوات مباحہ جب ان سے اللہ کی عبادت کی قوت مطلوب نہ ہو۔ اگر محبت غیر اللہ کی اللہ کے واسطے ہو تو یہ دونوں توحیدوں کے لیے مضر نہیں ہے اور نفس کے بعض اعمال میں چھپے ہوئے اغراض ہوتے ہیں۔ اُسے اللہ والے ہی جانتے ہیں اور وہی اس سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو اہلِ مقامات و احوال ہیں۔ یہ بھی ان کے نزدیک شرک خفی ہے۔

یہیں سے بعضوں نے کہا ہے جو جنت کی طمع اور دوزخ کے خوف سے اللہ کی عبادت

کرے تو اس نے بھی اللہ سے شرک کیا بلکہ عبادت اس وجہ سے کرنا چاہیے کہ وہی قابل معبود بننے کے ہے اگرچہ دوزخ و جنت کچھ بھی نہ ہوں۔ اسی طرح لوگوں کے پاس مرتبہ پیدا کرنا اور ان سے ڈرنا یا ان سے نفع کی امید رکھنا یا ضرر کا اعتقاد رکھنا اور مصیبتوں میں ان سے مدد مانگنا یہ سب ان کے نزدیک شرک ہے اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کا بیان طویل ہے۔ اور بعض خواہشاتِ نفس جو ظاہر شرع میں مباح اور مستحب بھی ہیں۔ لیکن جب عارف انہیں بغیر نیت صالح کے استعمال کرتا ہے تو اپنے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ چنانچہ شیخ ابو الغیث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کو ایک فقیر نے خواب میں پہاڑ پر دیکھا پھر اس کے بعد پہاڑ کے نیچے دیکھا۔ اس نے شیخ سے اس کی دریافت کی، آپ نے فرمایا ٹھہر جا۔ جب تیسری بار خواب دیکھے تو مجھ سے کہو۔ میں سب کی تعبیر اکٹھی بتا دوں گا۔ ایک سال کے بعد اس نے پھر شیخ کو پہاڑ کی چوٹی پر دیکھا، جہاں پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔ اس نے شیخ سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا میرا اللہ کے نزدیک ایک مرتبہ تھا۔ ایک شب میں نے اپنی بیوی سے تقبیل کی اور میری نیت اللہ کے واسطے کی نہ تھی بلکہ صرف شہوت کی نظر سے تھی اسو جہ سے اس رتبہ سے گر گیا جیسا کہ تو نے دیکھا۔ پھر ایک سال تک محنت و مشقت کر کے میں اپنے قدیم مقام پر پہنچ گیا جیسا کہ تو نے دیکھا۔ خدا ان سے اور سارے اولیاء اللہ سے راضی ہو اور ہمیں بھی ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔ آپ نے یہ جو فرمایا کہ جو اللہ پر ایمان لاتا ہے ہر چیز سے بے خوف ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان سے ایمانِ کامل مراد ہے اور جب ایمان کامل حاصل ہوتا ہے تو اُس سے توکّل کامل حاصل ہو جاتا ہے اور اس کے قلب پر اللہ کا خوف غالب ہو جاتا ہے اور اس کی ہیبت و جلال و عظمت و کبریائی اور قدرت و قہر و سطوت قلب پر مستولی ہو جاتی ہے۔ پھر تو عالمِ وجود میں اللہ واحد صاحب الاسماء الحسنیٰ والصفات العلیٰ سبحانہ و تعالےٰ کے سوا کسی کو نہ عطا کرنے والا جانتا ہے، نہ روکنے والا نہ نفع دینے والا نہ ضرر پہنچانے والا نہ بلند رتبہ دینے والا، نہ پستی میں گرانیوالا، نہ جدائی ڈالنے والا، نہ ملانے والا۔ اس سبب سے کسی سے نہیں ڈرتا اور کسی سے امید بھی نہیں رکھتا سوائے اُسکے کیونکہ سارا وجود اُس کے قبضہ میں ہے۔ بلا اس کے ارادہ کے کوئی متحرک حرکت نہیں کر سکتا اور ہر خیر و شر اور نفع و ضرر اسی کی قضاء و قدر سے ہے۔ پس مخلوقات کی حرکات و سکنات اور ارادات جہاں بھی ہوں اور جس وقت ہوں اسی رب السمٰوٰت والارض کی قضاء سے ہیں۔

اس بات کو علماء ظاہر دلائل قاطعہ عقلیہ ونقلیہ سے جانتے ہیں۔ اور اہل باطن دلائل قاطعہ یقینیہ سے جو کہ مشاہدات و مکاشفات سے حاصل ہوتے ہیں پہچانتے ہیں۔ جب یہ مشاہدہ کر چکے کہ کل کام اسی کی طرف سے ہیں تو نہ غیر سے ڈرتے ہیں نہ غیر سے امید رکھتے ہیں بلکہ اس سے امید رکھتے ہیں اور بس۔ اور آپ نے یہ جو فرمایا کہ جو اللہ کے واسطے اسلام لاتا ہے وہ اس کی نافرمانی نہیں کرتا اور اگر کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو عذر خواہی کرتا ہے۔ اور جب عذر کرتا ہے تو عذر مقبول ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جو حقیقی اسلام لاتا ہے وہ اپنے نفس کو اللہ کے امر کے تابع کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو سپرد کر دیتا ہے۔ اور اس کی عبادت کا تابع ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی نافرمانی نہیں کرتا۔ کیونکہ نافرمانی طاعت کے منافی ہے اور اذعان کے بھی منافی ہے۔ اگر کبھی شیطان اُسے بہکا لیتا ہے، کسی گناہ میں جو اس کی تقدیر میں ہونے والا ہوتا ہے تو اللہ سے توبہ اور استغفار کرتا ہے اور اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے عذر خواہی کرتا ہے۔ جب وہ سچی توبہ کے ساتھ عذر خواہی کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کی توبہ اپنے فضل سے قبول کرتے ہیں اور عذر اس کا اپنے کرم سے مقبول فرماتے ہیں اور مغفرت کی بارش اس پر برساتے ہیں۔ اے اللہ صاحب جود و احسان، اے صاحب فضل عظیم! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر افضل رحمت اور سلام نازل فرما۔ اور ہمیں ان افعال سے متصف فرما جیسا تو نے ہمیں اقوال سے متصف بنایا ہے اور ہمیں حسن ادب اور نیک اعمال کی توفیق عطا کر اور ہم پر پوری مغفرت اور کامل توبہ نازل کر اور اپنا فضل روشن عطا فرما تو ہی تواب اور رحیم ہے۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

حکایت (۳۰۶) حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے ابتدائی زمانہ میں تردّد واقع ہوا کہ آبادی اور شہروں میں رہوں، یا جنگل میں بود و باش اختیار کروں، لوگوں نے مجھ سے ایک ولی کا تذکرہ کیا جو ایک پہاڑ کی چوٹی پر خلوت گزیں تھے۔ میں نے ان سے ملنے کے قصد سے سفر کیا شام کے وقت ان کے پاس پہنچا اس وقت میرے جی میں آیا کہ اس وقت رات کو ان سے ملوں تو انہیں تکلیف ہوگی اس سے بہتر یہ ہے کہ رات گذار کر صبح کو ملوں چنانچہ غار کے باہر دروازے پر میں نے شب گذاری۔ رات کو انہیں یہ دعا مانگتے میں نے سنا۔ اے اللہ لوگ تجھ سے

تسخیر کی دعا مانگتے ہیں اور تو نے مخلوق کو ان کا مسخر کر دیا اور وہ اس پر راضی ہو گئے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں کو مجھ سے پھیر دے تاکہ کوئی پناہ کی جگہ تیرے سوا مجھے نہ ملے۔ اے رب العالمین۔ میں نے اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہا کہ دیکھ یہ شیخ کس دریا سے اپنا چلو بھر رہے ہیں۔ صبح کے وقت میں نے جا کر سلام کیا۔ لیکن میرا دل خوف سے بھرا ہوا تھا۔ پھر میں نے عرض کیا جناب کا کیا حال ہے۔ فرمایا رضا و تسلیم کی سردی کی شکایت اللہ سے کرتا ہوں، جیسا کہ تم تدبیر اور اختیار کی گرمی کی شکایت کرتے ہو۔ میں نے کہا تدبیر اور اختیار کی گرمی تو میں جانتا ہوں کیونکہ میں اس میں مبتلا ہوں لیکن رضا و تسلیم کی سردی کیا چیز ہے اور اس کی سردی کا کیوں آپ شکوہ کرتے ہیں۔ فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ رضا و تسلیم کی حلاوت کہیں اس سے غافل نہ کر دے۔ میں نے کہا میں نے آپ کو یہ دعا کرتے سنا کہ کچھ لوگ تجھ سے تسخیر مخلوقات کو مانگتے ہیں اور تو نے انہیں عطا کیا ہے اور وہ اس پہ خوش ہوئے انہوں نے مسکرا کر فرمایا اے بیٹے تم بجائے سخّرلی کے کُن لی کہو۔ تم ہی کہو کہ جب اللہ تمہارا ہو جائے گا تو تمہیں دوسروں کی کیا حاجت ہو گی۔ پھر تم ایسی خطا کیوں کرتے ہو۔ مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض مشائخ کے متعلق جو علم و صلاح دونوں کے ساتھ موصوف تھے سنا ہے کہ جب ان سے کوئی شخص دعا کی درخواست کرتا تو فرماتے کان اللہ لک۔ یعنی خدا تیرا ہو جائے۔ یہ کلمہ اگرچہ باعتبار لفظ کے بہت چھوٹا ہے۔ مگر معنی کے اعتبار سے ہر مطلوب کو شامل ہے کیونکہ اللہ جس کا ہو جائے تو اُسے محبوب چیز عطا کرے گا اور خوفناک چیزوں سے بچائے گا۔ لیکن قاعدہ یہ ہے کہ جب بندہ اللہ ہی کا ہو رہے۔ تو اللہ بھی بندہ کا ہو تا ہے۔ جیسا کہ اگر کوئی اللہ کو اختیار کرے تو اللہ بھی اُسے اختیار کرتا ہے اور جو اللہ سے راضی ہوا اللہ بھی اس سے راضی ہوتا ہے۔ ایسے ہی جمیع صفاتِ محمودہ ہیں جن سے وہی متصف ہو سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ برگزیدہ فرمائے۔ نفس کی کدورت سے پاک کرے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ اس قول سے بچائے جسے ہم نہ کر سکیں اور اصلاح حال کی اور حسن خلق و حسنِ مآل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حکایت (۳۰۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اور شیخ نصر خراتطی دونوں ایک مقام پہ ایک شب رہے۔ آپس میں مذاکرۂ علمی ہو رہا تھا۔ شیخ نے کہا ذاکر اللہ کو پہلا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے یاد کر رہے ہیں

پس برکت اسی کے کہ اللہ اس کو یاد فرماتے ہیں وہ اللہ کو یاد کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کی اس میں مخالفت کی۔ انہوں نے کہا اگر اس وقت خضر ہوتے تو میرے اس قول کی شہادت دیتے۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ ناگاہ ایک شخص آسمان و زمین کے درمیان ہمیں نظر آئے اور آ کر ہمیں سلام کیا۔ پھر فرمایا۔ سچ کہا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنیوالا، برکت اس کے کہ خدا تعالیٰ اس کا ذکر فرماتے ہیں اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت ہمیں معلوم ہوا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مؤلف فرماتے ہیں۔ حضرت خضر کو علیہ السلام کہنے میں اختلاف ہے اور حضرت خضر ہی پر موقوف نہیں بلکہ جن جن کی نبوت میں اختلاف ہے ان سب کو علیہ السلام کہنے میں بھی اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ جائز ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ناجائز ہے۔ کیونکہ یہ انبیا علیہم السلام اور ملائکہ کے ساتھ مخصوص ہے اور غیروں کے واسطے رضی اللہ عنہ کہنا چاہیئے۔ جواز والے یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ لوگ بوجہ اختلاف کے انبیاء کے درجہ سے گھٹے ہوئے ہیں لیکن اولیاء سے ان کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے تو ان کے لیے ایک درمیانی درجہ ہونا چاہیئے۔ ایسے ہی ان کے لیے دعا بھی درمیانی ہونی چاہیئے۔ پس انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص علیہ الصلوٰۃ اور صحابہ و اولیاء کے ساتھ مخصوص ترضیہ ہے اور ان لوگوں کے واسطے علیہ السلام کہا جائے جو بین بین ہیں۔ میرے نزدیک یہ قول مناسب ہے اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ یہ اولیٰ ہے اگرچہ اکثر کے خلاف ہے اور مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں یہ اختلاف مشہور ہے۔ واقفین مذہب اسے جانتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حکایت (۳۰۸) شیخ احمد بن عطار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے اونٹ نے کلام کیا۔ ایک بار میں مکہ معظمہ جا رہا تھا۔ راستہ میں بہت سے بوجھل اونٹ دیکھے جو بوجھ سے لدے ہوئے تھے، گردنیں لمبی کیے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ میں نے کہا پاک ہے اللہ جس نے ان پر گرانباری آسان کر دی اور انہیں متحمل بنا دیا ہے اسی وقت ایک اونٹ نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا۔ کہو "جل اللہ" یعنی اللہ جلال والا ہے میں نے کہا۔ جل اللہ۔ اور حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار یہ عزم کر لیا کہ حلال کے سوائے کچھ نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ میں صحراؤں میں گھومتا تھا وہاں میں نے ایک انجیر کا درخت دیکھا اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تاکہ اس سے کچھ کھاؤں، درخت نے پکار کر مجھ سے کہا تو اپنا عہد قائم رکھ اور مجھ سے مت کھا کیونکہ میں ایک

یہودی کی ملک ہوں

حکایت (۳۰۹) بعض سلف سے منقول ہے فرماتے ہیں کہ میرا بیٹا محمدؐ غائب ہوگیا اور ہمیں اس پر بہت سخت رنج ہوا۔ میں نے حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جاکر عرض کیا اے ابو محفوظ میرا بیٹا غائب ہوگیا ہے اور اس کی ماں سخت پریشان ہے۔ فرمایا تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا آپ اللہ سے دعا کیجیئے کہ اُسے ہمارے پاس پہنچادے کہا اے اللہ آسمان بھی تیرا ہے زمین بھی تیری ہے اور ان کے درمیان کی چیزیں بھی تیری ہیں تو محمد کو پہنچادے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں وہاں سے باب الشام کی طرف گیا تو وہ کھڑا ہوا تھا۔ میں نے کہا اے محمد! اس نے کہا ابا جان میں ابھی انبار میں تھا۔
مؤلف کہتے ہیں کہ حضرت معروف کرخی اجابت دعا میں مشہور تھے۔ اب بھی مشہور ہے کہ ان کی قبر کے پاس دعا مقبول ہوتی ہے اور اہلِ بغداد ان کی قبر کو تریاق مجرب کہتے ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۳۱۰) روایت ہے کہ ایک عورت کسی شیخ کے پاس گئی اور کہا کہ میرے لڑکے کو اہلِ روم نے گرفتار کرلیا ہے۔ میرے پاس ایک جھونپڑے کے سوا کچھ نہیں ہے اسے بیچ نہیں سکتی اور میرے پاس مال نہیں ہے۔ اگر آپ کسی سے کہدیتے تو وہ فدیہ ادا کرکے اُسے چھڑا تا۔ کیونکہ مجھے نہ رات سوجھتی ہے نہ دن نہ قرار ہے نہ نیند۔ انھوں نے کہا اچھا تم جاؤ میں اس کے متعلق سوچوں گا اور زمین کی طرف نظر کرکے لب مبارک کو حرکت دی پھر ایک مدت کے بعد وہ عورت بیٹے کو لیے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور دعائیں دینے لگی اور کہا کہ میرا بیٹا سلامتی سے آگیا اور اس کا ایک عجیب قصہ پیش آیا جس کو وہ خود آپ سے بیان کرے گا۔ اس نے کہا کہ میں بادشاہِ روم کے پاس بہت سے قیدیوں کے ہمراہ تھا، بادشاہ کا ایک مقرب آدمی تھا جو ہم سے خدمت لیتا تھا۔ ہر روز ہمیں جنگل میں لے جاتا تھا اور ہم سے کام لیتا تھا۔ شام کو واپس لوٹا لاتا تھا اور بیڑیاں پڑی ہوتی تھیں۔ ایک دن میں ایک محافظ کے ساتھ لوٹ کر آرہا تھا تاگاہ بیڑی میرے پاؤں سے کھل کر گر پڑی اور دن اور گھڑی بھی بتلائی تو وہی وقت تھا جب کہ شیخ نے دعا کی تھی۔ میرا محافظ مجھ پر چلایا اور کہا تو نے بیڑیاں کھول لیں۔ میں نے کہا وہ اپنے آپ کھل گئیں۔ اس نے افسر سے کہا اور اسی وقت لوہار کو بلا کر اس سے سخت

بیڑیاں پہنائیں۔ چند قدم چلا تھا کہ وہ بھی کھل کر گر پڑیں یہ دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی۔ انہوں نے اپنے ایک راہب کو بلایا۔ راہب نے مجھ سے دریافت کیا، کیا تیرے ماں ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا اسی کی دعا مقبول ہوئی ہے اور کہا تجھے اللہ نے آزاد کر دیا ہے ہم قید نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایک آدمی میرے ساتھ کر کے سرحد مسلمین تک مجھے پہنچا دیا۔

حکایت (۱۱۳) حکایت ہے کہ طبرستان میں ایک ظالم بادشاہ تھا۔ شہر کی دوشیزہ لڑکیوں کو خراب کرتا تھا۔ ایک بار ایک بڑھیا شیخ ابوسعید کے پاس روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی، اے شیخ میری فریاد رسی کرو۔ میری ایک خوبصورت باکرہ لڑکی ہے بادشاہ نے میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ وہ میرے یہاں آئے گا اور اس لڑکی کو خراب کرے گا۔ میں تمہارے پاس دوڑتی ہوئی آئی ہوں شاید تمہاری دُعا سے اس کے شر سے ہم محفوظ رہیں۔ شیخ نے ایک ساعت تک سر جھکا لیا اس کے بعد سر اٹھا کر فرمایا اے بڑھیا زندوں میں تو کوئی مستجاب الدعوات رہا نہیں ہے تو مسلمانوں کے قبرستان میں جا وہاں تجھے ایسا آدمی ملے گا جو تیری حاجت روائی کرے گا۔ وہ بڑھیا قبرستان میں گئی وہاں اسے ایک خوبصورت جوان خوش پوشاک جن سے خوشبو مہک رہی تھی ملے۔ اس نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دے کر پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے اس نے سارا ماجرا کہہ سُنایا۔ انہوں نے کہا کہ تو شیخ ابوسعید کے پاس پھر جا اور کہہ کہ تیرے لیے وہ دعا کریں، ان کی دعا مقبول ہوگی اس نے کہا مجھے زندہ مردوں کے پاس بھیجتے ہیں اور مُردے زندوں کے پاس بھیجتے ہیں کوئی میری فریاد رسی نہیں کرتا۔ اب کس کے پاس جاؤں۔ انہوں نے کہا تو ان کے پاس لوٹ جا ان کی دعا سے تیرا مقصد حاصل ہوگا۔ اس نے لوٹ کر سارا قصہ ابوسعید سے کہہ سنایا۔ آپ نے فکر میں سر جھکا لیا حتیٰ کہ پسینہ پسینہ ہو گئے۔ پھر ایک چیخ ماری اور منہ کے بل گر پڑے فوراً شہر میں غل مچ گیا کہ بادشاہ فلاں بڑھیا کے گھر جا رہا تھا کہ اس کی لڑکی کو خراب کرے ناگہاں اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی اور بادشاہ اس پر سے گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اللہ نے شیخ کی دُعا سے یہ بلا لوگوں سے دور کی۔ جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے مقابر تک کیوں حوالہ کیا اور پہلے ہی خود آپ نے اس کی حاجت کیوں پوری نہ کر دی۔ فرمایا مجھے مکروہ معلوم ہوا کہ میری بددعا سے اس کا قتل ہو۔ میں نے اس وجہ سے بھائی خضر علیہ السلام کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے واپس میرے پاس

بھیج دیا کہ ایسے پلید پر دعا کرنا جائز ہے۔ بعضوں کے اشعار ہیں ؎

اما واللہ ان الظلم شؤم ۔۔۔۔ وما زال المسیئ ھو الظلوم

الی دیان یوم الدین نمضی ۔۔۔۔ وعند اللہ تجتمع الخصوم

(ترجمہ) خوب جانو قسم ہے اللہ کی ظلم بدبختی ہے اور گنہگار ہمیشہ ظلم میں مبتلا ہے اور ہم یوم جزا کے دیان کے پاس پہنچیں گے اور اللہ کے یہاں سارے خصوم جمع ہوں گے۔

حکایت (۲۱۲) مؤلف رحمۃ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شہر میں ایک بزرگ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہمارے یہاں بارش نہ ہوئی اور پانی کی بہت قلت ہو گئی اور لوگ بہت پریشان ہوئے۔ ہم میں سے ایک آدمی پانی خریدنے گیا اور بڑی گراں قیمت پر خریدا۔ راستہ میں اس کی ایک فقیر سے ملاقات ہوئی جسے وہ نہیں پہچانتا تھا اس نے فقیر سے کہا تم ہماری مصیبت نہیں دیکھتے ہو۔ ہمارے لیے دُعا کرو۔ انہوں نے کہا کس چیز کے لیے دعا کروں۔ میں نے کہا بارش کے لیے فوراً اس کا رنگ سرخ ہو گیا اور ایک ساعت خاموش رہا۔ پھر ایک چیخ ماری اور مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ وہ شخص کہتا ہے میں اپنے گھر پہنچنے نہیں پایا تھا اور پانی خریدا ہوا گھر میں رکھنے نہیں پایا تھا کہ بڑی شدت کی بارش ہوئی جس سے سیلاب جاری ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں پہلے تحقیق کر چکا ہوں کہ کرامات اولیاءِ امت کے آثارِ معجزات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں اور معجزات کا تتمہ ہیں اور یہ کرامات دریائے نبوت کے چشمے ہیں جو تمام اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وجاہت سے استسقاء کرنے میں آپ کے چچا ابوطالب کا شعر ہے ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ۔۔۔۔ ثمال الیتٰمی عصمۃ للارامل

(ترجمہ) وہ گورے چہرے والے ہیں اُنکے چہرے کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاتی ہے وہ یتیموں کے سرپرست بیواؤں کے محافظ ہیں۔

حکایت (۲۱۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ہم شیخ ابوسعید خراز کے ہمراہ دریائے صیدی کے کنارے جارہے تھے کہ آپ نے ایک شخص کو دور سے دیکھا اور ہم سے فرمایا بیٹھ جاؤ یہ کوئی ولی اللہ معلوم ہوتے ہیں۔ اتنے میں ایک خوبصورت جوان آپہنچا جس کے ہاتھ میں لوٹا اور دوات تھی اور کندھے پر گدڑی پڑی ہوئی تھی۔

ابو سعیدؒ نے ان کے ہاتھ میں دوات دیکھ کر نظرِ انکار سے ان کی طرف دیکھا۔ پھر کہا اسے جوان اللہ کی جانب راستہ کیونکر ملتا ہے۔ اس نے کہا اے ابو سعید جان لو اللہ کی طرف دو راستے ہیں۔ ایک خاص ایک عام۔ عام وہ ہے جس پر تم اور تمہارے ساتھی ہیں، اور خاص راستہ یہ ہے۔ چلو۔ یہ کہہ کر وہ پانی پر ہو لیا حتیٰ کہ ہماری نظر سے غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابو سعید حیران رہ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس جوان کو کیسی کرامت عطا فرمائی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعن جمیع الصالحین۔

حکایت (۱۳۱۴) ایک شیخ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فرات کے کنارے پر گذر رہا تھا کہ مجھے تازہ مچھلی کا شوق ہوا۔ ناگاہ پانی نے میری طرف ایک مچھلی پھینکی اور ایک شخص دوڑتا آیا کہ میں یہ آپ کو بھونے دیتا ہوں۔ میں نے کہا اچھا اس نے اسی وقت بھون دی اور میں نے وہیں بیٹھ کر کھائی

ابو القاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد شونیزیہ میں آیا تو وہاں فقراء کو کرامات کے بارے میں باہم گفتگو کرتے دیکھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں کہ اگر وہ اس ستون سے کہے کہ نصف سونے کا اور نصف چاندی کا ہو جا تو ہو جائے گا۔ حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں نے جب ستون کی طرف دیکھا تو وہ نصف سونے کا اور نصف چاندی کا ہو گیا تھا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ذوالنون کے پاس تھا، وہاں ذکر آیا کہ تمام اشیاء اولیاء اللہ کی اطاعت کرتی ہیں۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ ایک اطاعت یہ بھی ہے کہ اس تخت کو کہا جائے کہ مکان کے چاروں گوشوں میں گھومے اور پھر اپنی جگہ پر آجاوے تو تخت حکم بجالائے۔ اسی وقت وہ تخت مکان کے چاروں گوشوں میں گھوما اور پھر اپنی جگہ پر آگیا اسوقت وہاں ایک جوان بیٹھا ہوا تھا اس نے رونا شروع کیا اور اتنا رویا کہ اسی میں مر گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ منیٰ کے پہاڑ پر تھے۔ فرمایا اگر کوئی ولی اللہ اس پہاڑ کو کہیں کہ حرکت کر تو حرکت کرنے لگے۔ وہ پہاڑ اسی وقت حرکت کرنے لگا۔ آپ نے پہاڑ سے کہا کہ ساکن ہو جا۔ میری یہ غرض نہ تھی میں نے ایک مثال بیان کی تھی۔ پھر وہ پہاڑ ساکن ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۱۳۱۵) ابی عمرو زجاجی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں

حضرت جنید کے پاس حاضر ہوا۔ میرا ارادہ سفر حج کو جانے کا تھا۔ آپ نے مجھے ایک صحیح درہم عطا فرمایا۔ میں نے لیکر اپنی کمر میں باندھ لیا۔ سفر میں جہاں کہیں پہنچا وہیں میرا ایسا اچھا سامان ہو گیا کہ مجھے اس درہم کے خرچ کرنے کی ضرورت نہ ہوئی۔ جب میں حج سے فارغ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلایا اور فرمایا لاؤ ہمارا درہم۔ میں نے وہ درہم ان کے حوالہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس کی مہر کیسی تھی میں نے کہا نافذ تھی۔ ابونصر سراج فرماتے ہیں کہ ہم شہر تستر میں پہنچے تو ہم نے سہل بن عبداللہ کے گھر میں ایک کوٹھڑی دیکھی جسے لوگ بیت السبّاع یعنی درندوں کی کوٹھڑی کہتے تھے۔ ہم نے لوگوں سے اس کی وجہ تسمیہ دریافت کی۔ کہنے لگے کہ حضرت سہل کے پاس درندے آتے تھے تو آپ انہیں اسی کوٹھڑی میں رکھتے تھے اور ان کی گوشت وغیرہ سے مہمانی کیا کرتے تھے۔ ابونصر فرماتے ہیں کہ اہل تستر سب ہی اس پر متفق تھے۔ کوئی انکار نہیں کرتا تھا۔ حالانکہ وہ جم غفیر ہیں۔ مروی ہے کہ اہل رحبہ اکثر کرامات اولیاء کا انکار کرتے تھے۔ ایک دن شیخ جابر رحبی رضی اللہ عنہ شیر پر سوار ہو کر شہر رحبہ کے اندر آ گئے اور فرمایا بلاؤ ان لوگوں کو جو کرامات اولیاء کے منکر ہیں۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا تو اپنی زبان انکار سے روکی۔ میں کہتا ہوں کہ شیخ ابوالغیث یمنی، ابتدائی زمانہ میں لکڑی کاٹنے جنگل میں گئے۔ شیر نے ان کے گدھے کو پھاڑ ڈالا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ جب تو نے میرا گدھا پھاڑ کھایا ہے تو لامحالہ تیری پشت پر لکڑیاں لادی جائیں گی چنانچہ شیر کی پشت پر لکڑیاں لاد کر شہر کے دروازہ تک لے آئے۔ پھر اُسے چھوڑا اور کہا چلا جا۔

حکایت (۲۱۶) مؤلف فرماتے ہیں، مشہور ہے کہ ایک دن فقراء نے شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارا گوشت کو جی چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا فلاں روز تک صبر کرو۔ وہ بازار کا دن تھا جس میں قافلے آتے تھے۔ جب وہ روز آیا تو خبر پہنچی کہ ڈاکوؤں نے قافلہ لوٹ لیا۔ چنانچہ بعض لٹیرے کچھ اناج لے آئے اور کچھ لوگ ایک بیل لے آئے۔ حضرت نے ان فقراء سے کہا کہ بیل اور اناج اپنے تصرف میں لے آؤ۔ جب اس کے کھانے کا وقت آیا تو جو فقہاء تھے وہ الگ ہو گئے۔ فقراء نے انہیں بلایا تو انھوں نے انکار کیا۔ شیخ نے فقراء سے فرمایا تم کھاؤ فقہاء حرام نہیں کھاتے جب فارغ ہو چکے تو ایک شخص شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں نے فقراء کے واسطے اس قدر اناج کی نذر مانی

تھی اور قافلہ کے ساتھ لارہا تھا کہ راہ میں لٹ گیا اتنے میں ایک اور شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں ایک بیل فقراء کے واسطے لارہا تھا وہ چھین گیا حضرت نے فرمایا کہ تم دونوں کی چیز فقراء کو پہنچ گئی ۔ یہ سن کر فقیہ ندامت سے ہاتھ ملتے رہ گئے کہ ہم نے کیوں فقراء کے ساتھ موافقت نہ کی حضرت بڑے صباغ تھے ۔ یعنی دلوں کے رنگنے والے لوگوں کو صفات دنیہ سے صاف کر کے عمدہ صفات سے رنگتے تھے ۔ مروی ہے کہ ایک بار آپ کے سامنے ایک مغنیہ کھڑی ہوئی تھی فوراً اس پر غشی طاری ہو گئی اور گر پڑی جب اُسے ہوش آیا تو اسی وقت اس نے توبہ کی اور فقرا کی صحبت اختیار کی ۔ وہ آرائش پسند تھی اس سے شیخ نے فرمایا ہم تجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں تو اُسے پسند کرے گی اور اس پر صبر کرے گی اس نے کہا ہاں ۔ آپ نے فرمایا تو فقراء کو پانی پلایا کر چھ مہینے تک اپنی پشت پر پانی لاد کر فقیروں کو پلاتی رہی ۔ پھر اُسے شیخ نے دیکھا تو اس کی حالت بالکل بدل گئی تھی پھر کہنے لگی حضور مجھے اب اللہ سے اشتیاق پیدا ہو گیا ہے ۔ آپ نے فرمایا تو جمعرات کے دن اپنے رب سے ملاقات کرے گی ۔ — — — — — — — — چنانچہ جمعرات کے دن اس کا انتقال ہو گیا ۔ رحمہا اللہ تعالیٰ ۔ میں نے آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے ہیں ۔

لناسید کم ساد بالفضل سید ا — بکل مکان ثم کل زمان

اذا اھل الارض فخروا بشیوخہم — ابوالغیث فینا فخر کل یمان

(ترجمہ) ہمارے ایک سید ہیں جو اپنی فضیلت میں سید السادات ہیں ۔ ہر جگہ کے اور ہر زمانے کے سادات کے فخر ہیں جب کسی ملک والے اپنے شیوخ پر فخر کریں ۔ تو ابوالغیث تمام یمنیوں کے لیے فخر ہیں ۔

حکایت (۲۱۷) مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ بھی ایک قصہ مشہور ہے جسے میں نے بڑے بڑے شیوخ سے سنا ہے کہ حضرت شیخ کبیر عارف ربانی مربی عیسیٰ ہتار یمنی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دن ایک رنڈی پر گذر ہوا آپ نے فرمایا ۔ ہم بعد عشا کے تیرے پاس آئیں گے وہ سنکر بہت خوش ہوئی اور خوب بناؤ سنگھار کر کے شیخ کے انتظار میں بیٹھی جن لوگوں نے یہ سنا بہت تعجب ہوا بعد عشا کے حسب وعدہ آپ اس کے یہاں تشریف لائے اور دو رکعت نماز اس کے مکان میں ادا کر کے نکل کھڑے ہوئے ۔ اس رنڈی نے کہا آپ تو جا رہے ہیں ۔ فرمایا میرا مقصود حاصل ہو گیا چنانچہ اسی وقت اس کی حالت بدل گئی اور شیخ کے ہاتھ پر

توبہ کی اور کل مال و اسباب اپنا چھوڑ دیا۔ حضرت نے اس کا ایک فقیر کے ساتھ نکاح کر دیا اور فرمایا ولیمہ میں صرف روٹیاں پکواؤ اور سالن کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے حسب الارشاد روٹی پکوا کر شیخ کے پاس حاضر کی اس رنڈی کا ایک امیر یار تھا، اس سے ایک شخص نے جا کر کہا کہ فلاں رنڈی نے توبہ کر لی۔ اس نے کہا کیا کہتے ہو۔ اس نے کہا واللہ اس نے توبہ کر لی اور اس کا ایک فقیر کے ساتھ نکاح بھی ہو گیا اور اسکا اس وقت ولیمہ ہے جس میں صرف روٹیاں ہیں اور سالن نہیں ہے اس امیر نے دو شراب کی بوتلیں اس کے حوالہ کیں اور کہا تو جا کر شیخ کو میرا سلام کہیو اس کے بعد یہ کہیو کہ میں نے یہ واقعہ سنا جس سے بہت خوشی ہوئی اور معلوم ہوا ہے کہ ولیمہ میں سالن کا انتظام نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ روانہ کرتا ہوں اس کا سالن بنا لو مقصود اس کا فقراء سے مذاق اور انہیں شرمندہ کرنا تھا۔ وہ قاصد جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا تو نے بہت دیر لگادی، پھر ان میں سے ایک بوتل لے کر خوب ہلایا اور پیالہ میں ڈالا۔ پھر دوسری بوتل کو ایسا ہی کیا۔ پھر اس شخص سے کہا تو بھی بیٹھ کر کھالے۔ وہ قاصد یہی کہتا ہے کہ میں نے بھی بیٹھ کر کھایا تو وہ ایسا عمدہ گھی بن گیا تھا کہ میں نے کبھی ویسا نہ کھایا تھا اور سارا قصہ اس نے جا کر اس امیر کو سنایا۔ امیر نے آ کر سارا قصہ دیکھا اور متحیر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس نے بھی حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی یہ فضل اللہ کا ہے جسے چاہے عطا فرماتے اور اللہ بڑے فضل فرمانے والے ہیں۔

حکایت (۳۱۸) حکایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص نے بیس سال تک حق تعالیٰ کی عبادت کی اور اس میں ایک لحظہ بھی گناہ کا مرتکب نہ ہوا۔ پھر بیس سال اللہ کی نافرمانی کی اور اس میں ایک ساعت بھی اطاعت نہ کی، ایک دن اپنا چہرہ آئینہ میں دیکھا تو سفید بال نظر آئے کہنے لگا بڑھاپا اور عیب پیدا ہو گیا۔ افسوس قسم ہے تیری عزت کی آئندہ گناہ نہیں کروں گا اور اسی وقت توبہ کے واسطے طہارت کی جب رات ہوئی کہنے لگا، الٰہی! میں نے بیس سال عبادت کی اور بیس سال نافرمانی کی۔ اب مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ اگر میں پھر تیری جانب رجوع کروں تو تو مجھے قبول کرے گا۔ اس گھر کے ایک جانب سے آواز سنائی دی ہم تجھے قبول کر لیں گے۔ تو نے اطاعت کی ہم نے تیرے مقاصد پورے کیئے اور نافرمانی کی، تو ہم نے بھی ڈھیل دی۔ اب اگر رجوع کرے گا تو قبول کریں گے، بعضوں کے اشعار ہیں۔ ؎

اخلقت وجہی المعاصی عند علام الغیوب | سیدی شیؤم المعاصی ابعدت منک نصیبی
سیدی قسوۃ قلبی حیرت کل طبیب | یا طبیبا للاطباء انت عونی و طبیبی
اشفنی هب لی الٰهی | توبۃ تمحو ذنوبی

(ترجمہ) مجھے گناہوں نے روسیاہ کر دیا نزدیک علام الغیوب کے اے میرے مالک گناہوں کی بدبختی نے میرا حصّہ تجھ سے دور کر دیا ہے۔ اے میرے مالک میرے دل کی سختی نے سب طبیبوں کو حیران کر رکھا ہے۔ اے طبیبوں کے طبیب تو ہی میرا طبیب و مددگار ہے مجھے شفا دے اور الٰہی عطا کر مجھے ایسی توبہ جس سے کل گناہ بخشے جائیں۔

حکایت (۳۱۹) عبداللہ ابن فضیل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اُن کی سکرات کی حالت تھی، آپ نے میری طرف کو دیکھا تو میں رو رہا تھا۔ فرمایا اے ابو محمد تو کیوں رو رہا ہے۔ میں نے کہا آپ کی حالت دیکھ کر۔ فرمایا مت رو میں نے اللہ کے ساتھ ایک حساب لگایا ہے کہ بیس سال تک میں اللہ کا طالب رہا جب اُسے پالیا تو بیس سال تک حق تعالےٰ نے مجھ سے خدمت لی اور پھر بیس سال تک مجھے رُلایا۔ اس کے بعد بیس سال تک شوق میں رکھا پھر بیس سال تک مقامِ فنا میں رکھا۔ اب مجھے امید ہے کہ مجھے مرتبہ لقا باللہ حاصل ہوگا کہ اُسے دیکھوں گا۔ اسی کے لیے اسی کی مدد سے اسی کے ساتھ رہوں گا۔ اس وقت اے ابو محمد تہنیت کرنی چاہیئے۔

بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے گھر گیا تو آپ کپڑے سے گھر جھاڑ رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔ ؎

ومارمت الدخول علیہ حتی | حللت محلۃ العبد الذلیل
واغمضت الجفون علی قذاھا | وصنیت النفس عن قال وقیل

(ترجمہ) میں نے اس کے پاس حاضر ہونے کا اس وقت تک قصد نہیں کیا جب تک کہ اس کا بندۂ ذلیل نہ بن گیا۔ اور باوجود تکلیف کے میں نے آنکھ بند کر لی اور نفس کو قال وقیل سے بچا لیا۔

اور حضرت فضیل ابن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کو بلا خوف کے محبت ہی میں دیکھا وہ بوجہ انبساط و ناز یعنی بوجہ بے تکلفی کے ہلاک ہو گیا اور

اور جس نے اس کو خوف میں بلا محبت کے پہچانا تو وہ بُعد و وحشت ہی میں رہ گیا اور جس نے محبت و خوف دونوں کے ساتھ پہچانا تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، اور دوست رکھتے ہیں اور اکرام کرتے ہیں اور اسے مقرب اور سمجھدار اور عالم طاقت ور بنا دیتے ہیں مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت فضیل کے قول کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض بڑے بڑے مشائخ تھے جو محب و عارف ہونے کے باوجود بہت ہی باخوف رہتے تھے، خدا ان سے راضی ہو اور ہمیں ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین۔

حکایت (۳۲۰) بعض سلف سے مروی ہے کہ ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام میں سفر کر رہے تھے، ناگاہ انہیں بارش اور بجلیوں نے گھیر لیا۔ آپ نے اس سے بچنے کے لیے جگہ تلاش کی، دور سے آپ کو ایک خیمہ نظر آیا جب اس کے قریب پہنچے تو اس میں ایک عورت تھی اسے دیکھ کر راستہ سے پھر گئے تو انہیں ایک پہاڑ میں غار نظر آیا جب اس کے قریب پہنچے تو وہاں ایک شیر تھا۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس پر رکھ دیا اور کہنے لگے۔ الٰہی ہر شے کے لیے تو نے پناہ کی جگہ بنائی ہے اور میرے لیے کوئی پناہ کی جگہ نہیں ہے، حق تعالیٰ نے جواب دیا میں نے تیری جگہ اپنے پاس مستقر رحمت میں بنائی ہے۔ میں قیامت میں تیری سو حوروں کے ساتھ شادی کروں گا جنہیں میں نے اپنے ہی ہاتھ سے پیدا کیا ہے اور تیری شادی کا کھانا چار ہزار برس تک کھلاؤں گا جن کا ایک دن ساری عمر دنیا کے برابر ہوگا اور ایک منادی کو حکم دوں گا.... جو ندا کرے گا کہ کہاں ہیں وہ لوگ جو دنیا سے پرہیز کرتے تھے۔ عیسیٰؑ ابن مریم کے بیاہ میں شریک ہو جاؤ۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا ایک راہب کے صومعہ پر گذر ہوا میں نے ساتھیوں سے کہا ٹھہر جاؤ۔ پھر میں نے اس سے باتیں کیں اور کہا اے راہب کیا ہے علم الیقین۔ اس نے صومعہ کا پردہ اٹھایا اور کہا اے عبد الواحد اگر تو علم الیقین حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنے اور شہوات دنیا کے درمیان لوہے کی دیوار کھڑی کر دے۔ پھر پردہ چھوڑ کر بیٹھ گیا۔

حکایت (۳۲۱) عبد الواحد بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں چین میں ایک راہب کے صومعہ پر سے گذرا۔ میں نے پکارا اے راہب! اس نے

جواب نہ دیا۔ میں نے دوسری مرتبہ پھر پکارا۔ پھر بھی اس نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ میں میری طرف جھانک کر دیکھا اور کہنے لگا اے شخص میں راہب نہیں ہوں۔ راہب وہ ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو جو آسمانوں پر ہے اور اس کی کبریائی کی تعظیم کرتا ہو اور اس کی بلاؤں پر صبر کرتا ہو۔ اور اس کی قضا پر راضی ہو اور اس کی بخششوں پر حمد کرے اس کی نعمتوں کا شکر کرے۔ اس کی عظمت کے آگے تواضع کرے اس کی عزت کے سامنے ذلت اختیار کرے اس کی قدرت کو تسلیم کرے اس کی ہیبت کے آگے سر جھکائے اور اسکے حساب و عذاب میں فکر کرتا رہے۔ اپنا دن روزہ میں اور شب قیام میں گذارے۔ اُسے دوزخ کے اور سوال وجواب کے ذکر نے بیدار کر رکھا ہو۔ اور میں تو ایک پھاڑ کھانے والا کتا ہوں، اپنے آپ کو اس صومعہ میں قید کر رکھا ہے، تاکہ کسی کو اپنی زبان سے نہ پھاڑ کھاؤں۔ میں نے سوال کیا کہ اے راہب کس چیز نے مخلوق کو اللہ کی طرف سے بہکا رکھا ہے۔ کہا اے بھائی اللہ کی معرفت کے بعد جس نے اس سے لوگوں کو بہکایا ہے وہ حُبّ دنیا ہے اور زینت دنیا ہے۔ کیونکہ وہی گناہ اور نافرمانی کی جڑ ہے۔ عاقل وُہ ہے جو اس کو قلب سے نکال دور کرے اور اپنے گناہوں سے اللہ کے حضور میں توبہ کرے اور اللہ سے قریب کرنے والی اشیاء کی طرف متوجہ ہو جاتے۔

حکایت (۳۲۲) روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا اور کہنے لگا یا نبی اللہ میں آپ کے ہمراہ چلوں گا۔ دونوں چل کر ایک نہر کے کنارے پہنچے اور ناشتہ کرنے بیٹھے۔ ان کے ساتھ تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے دو روٹیاں کھائیں، ایک باقی رہی آپ نے نہر میں اتر کر پانی نوش فرمایا۔ جب لوٹ کر آئے تو وہ روٹی نہ پائی اس شخص سے دریافت فرمایا کہ روٹی کس نے لے لی۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں، آپ چلے اور آپ کے ہمراہ وہ شخص بھی تھا، راہ میں ایک ہرنی نظر آئی اس کے ساتھ دو بچے تھے۔ آپ نے انہیں بلایا جب آ گئے تو ایک کو ذبح کر کے بھنوا کر تناول فرمایا اور اس شخص کو بھی کھلایا۔ اس کے بعد فرمایا خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ وہ ذبح کیا ہوا بچہ فوراً کھڑا ہو گیا پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر فرمایا میں اس خدا کو جس نے تجھے یہ معجزہ دکھلایا گواہ بنا کر پوچھتا ہوں، سچ بتا وہ روٹی کس نے لی۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا۔ وہاں سے وہ دونوں چل کر ایک ریگستان میں پہنچے وہاں سے آپ نے بہت سی ریت جمع کر کے فرمایا سونا بن جا۔ اللہ کے حکم سے فوراً وہ

سونا بن گیا، آپ نے اس کے تین حصے کیے آپ نے فرمایا۔ ایک میرا ایک تیرا ایک اس کا جس نے روٹی چرائی ہے۔ اس نے کہا روٹی چرانے والا میں ہی ہوں آپ نے فرمایا یہ سب تیرا ہے اور اس کا ساتھ ترک کر دیا۔ وہ شخص سونے کے لے چلنے کی فکر کر رہی رہا تھا کہ اتنے میں دو آدمی اور آ گئے انہوں نے اس سے مقابلہ کرنا چاہا۔ آخر اس پر فیصلہ ہوا کہ تینوں برابر تقسیم کر لیں۔ پھر اس نے کہا کہ ایک شخص گاؤں میں جا کر ہمارے واسطے کھانا خرید لائے ایک شخص کھانا خریدنے گیا راستہ میں سوچا کہ میں ان کو حصہ دار ہی کیوں بناؤں۔ اس کھانے میں زہر ملا کر انہیں کھلا دوں اور سارے سونے پر میں ہی قابض ہو جاؤں۔ چنانچہ اس نے کھانے میں زہر ملا دیا ان دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اسے ہم حصہ دار ہی کیوں بنائیں جب وہ آئے تو اُسے مار ڈالیں اور مال دونوں نصف نصف تقسیم کر لیں چنانچہ جب وہ شخص کھانا لے کر پہنچا تو ان دونوں نے مل کر اُسے مار ڈالا۔ پھر وہ کھانا کھایا اور زہر کی وجہ سے وہ دونوں بھی مر گئے اور مال اسی ریگستان میں پڑا رہا اور تین آدمی بھی مردہ پڑے رہے۔ دوبارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا آپ نے اپنے ہمراہیوں سے فرمایا یہ دنیا ہے اس سے ڈرتے رہو۔

مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے دنیا ایک بناؤ سنگھار کی ہوئی بڑھیا کی شکل میں ظاہر ہوئی اس پر ہر طرح کی زینت تھی پوچھا تو نے کتنے نکاح کیے کہنے لگی ان کا شمار ہی نہیں ہو سکتا۔ پھر فرمایا کیا سب تیرے سامنے مر گئے یا سب نے تجھے طلاق دی۔ اس نے کہا میں نے ہی سب کو قتل کر دیا۔ حضرت نے فرمایا تیرے بقیہ ازواج پر تف ہے کہ وہ ان مرے ہوؤں سے عبرت نہیں حاصل کرتے۔ تو کس کیفیت سے انہیں ایک ایک کر کے قتل کرتی ہے اور پھر بھی وہ تجھ سے خوف نہیں کرتے۔

حضرت فضیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی .... کہ ایک شخص کی روح خواب میں بلند کی گئی، اس نے راستہ میں ایک عورت دیکھی کہ اس پر ہر قسم کا زیور اور لباس فاخرہ تھا، لیکن جو اس پر گذرتا تھا اسی پر حملہ کرتی تھی اور اُسے زخمی کرتی تھی۔ پھر یہ دیکھا کہ جب وہ خود آگے آتی تھی تو بدشکل معلوم ہوتی تھی اور جب پیٹھ پھیر کر جاتی تھی تو خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ وہ ایک بڑھیا تھی نیلی آنکھوں والی، سفید بالوں والی، چوندھی آنکھوں والی اس نے خواب ہی میں کہا کہ میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ تجھ سے بچا دے اس نے کہا خدا تجھے مجھ سے نہیں بچائے گا جب تک تو دراہم سے بغض نہیں رکھے گا اس نے کہا

تو کون ہے۔کہا میں دنیا ہوں۔ نعوذ باللہ منہا

حکایت (۳۲۳) حضرت ابراہیم ابن بشار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابراہیم ابن ادہم کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ ہمارے پاس کوئی چیز افطار کے لیے نہ تھی نہ کوئی صورت تھی۔ حضرت نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا اے ابن بشار اللہ تعالےٰ نے فقراء و مساکین پر کس قدر نعمت و راحت نازل فرمائی ہے دنیا اور آخرت میں انہیں چین ہے۔ ان سے قیامت کے دن نہ زکوٰۃ کا سوال ہوگا نہ حج کا نہ صدقہ کا نہ صلۂ رحمی کا نہ مواساۃ کا بلکہ ان مسکین امیروں سے سارے سوالات ہوں گے۔ پھر فرمایا یہ دنیا کے امیر آخرت میں مسکین ہوں گے یہ دنیا کے عزت مند آخرت میں ذلیل ہوں گے۔ تم فکر و غم نہ کرو اللہ تعالیٰ رزق کا ضامن ہے تمہارے پاس عنقریب پہنچے گا۔ ہم ان امراء دنیا کے بادشاہ ہیں دنیا و آخرت میں ہمیں پوری خوشی ہوتی ہے۔ تم رنج و غم نہ کرو اور اس کی پروا نہ کرو کہ صبح ہماری کس حالت میں ہوئی شام کس حالت میں ہوتی جبکہ ہم خدا کی اطاعت میں کوتاہی نہ کریں تو سب طرح آرام ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی نماز میں مشغول ہوگئے اور میں اپنی نماز میں مشغول ہوگیا تھوڑی دیر گذری تھی، کہ ایک شخص آٹھ روٹیاں اور بہت سا خرما لے آیا اور ہمارے سامنے رکھ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اسے کھاؤ خدا تم پر رحم کرے۔ حضرت نے سلام پھیر کے فرمایا اے مغموم لے اب کھالے اتنے میں ایک سائل وہاں سے یہ کہتا ہوا گذرا کہ مجھے کچھ خدا کے لیے کھلا دو آپ نے تین روٹیاں اور کچھ خرما اُسے دیا اور تین روٹیاں اور کچھ خرما مجھے دیا اور دو روٹیاں آپ کھائیں اور فرمایا مواساۃ مومنین کے اخلاق میں سے ہے پھر یہ اشعار پڑھے ؎

اخی نحن واللہ الملوک حقیقۃ   لنا الملک فی الدارین والعز والغنا

نولی ونعزل والملوک جمیعھم   لنا خدم والذل یجزون والعنا

(ترجمہ) اے بھائی ہم ہیں بادشاہ فی الحقیقت۔ ہمارے ہی لیے ملک ہے دنیا و آخرت میں اور عزت اور غنا ہے۔ ہم جسے چاہتے ہیں والی کرتے ہیں اور معزول کر دیتے ہیں اور سارے بادشاہ ہمارے خادم ہیں جنہیں ذلت و تکلیف کی جزا ملتی ہے۔

حکایت (۳۲۴) حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن گاؤں کے ارادے سے چلا راہ میں ایک کمسن نوجوان ملا جس کا جسم نہایت لاغر گرد آلود تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھا اور وہ صحرا میں بیٹھے ہوتے دو قبروں کے

درمیان کی خاک میں اپنے رخسار مل رہا تھا اور گھڑی گھڑی آسمان کی جانب دیکھتا بھی جاتا تھا اور اپنے ہونٹ ہلاتا تھا اس کے آنسو رخساروں پر جاری تھے اور ذکر و استغفار اور دعا میں ایسا مشغول تھا کہ اور کوئی مشغلہ اس کو تسبیح و تقدیس اور تحمید و تمجید و تعظیم سے ..... باز نہیں رکھتا تھا جب میں نے اس جوان کو اس حالت پر دیکھا تو میرا قلب اس کی طرف مائل ہوا اور اس کی ملاقات کو چلا، اور میں اپنا راستہ چھوڑ کر اس کی طرف ہوا۔ اس نے جب مجھے اپنی طرف آتے دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کر بھاگنے لگا۔ میں پھر اس کے پیچھے بھاگا کہ شاید میں اسے پکڑوں لیکن نہ ہو سکا۔ میں نے کہا اے ولی اللہ مجھ پر مہربانی کرو۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی ہرگز نہ کروں گا میں نے کہا خدا کے واسطے ٹھہر جاؤ اس نے انگلی سے اشارہ کیا نہیں اور زبان سے اللہ کہا۔ میں نے کہا اگر تیرا قول سچا ہے تو اپنی سچائی جو اللہ کے ساتھ ہے دکھادے فوراً ہی اس نے چلا کر اللہ اللہ اللہ کہا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے قریب جاکر اسے ہلایا تو وہ مر گیا تھا۔ میں متفکر ہوا اور اس کے حال اور صدق سے متعجب ہوا اور جی میں کہا یختص برحمتہ من یشاء یعنی اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرے۔ پھر لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھتے ہوئے اس کی تجہیز و تکفین کی تیاری کی نیت سے ایک قبیلۂ عرب کی طرف گیا جب میں وہاں سے لوٹا تو وہ میری نظر سے غائب ہو گیا۔ میں نے اُسے بہت ڈھونڈا لیکن کچھ پتہ نہ ملا نہ کوئی خبر ملی میں نے جی میں کہا یہ جوان مجھ سے غائب ہو گیا۔ مجھ سے پہلے اس کا سامان کرنے والا کون آگیا، جو اُسے اٹھا کر لے گیا۔ اتنے میں ایک شخص کو کہتے ہوئے سُنا اے شبلی تو اس جوان کی فکر سے بچ گیا۔ اس کا کام فرشتوں نے کیا تو اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہ اور صدقہ زیادہ کیا کر کیونکہ یہ جوان بھی اس رتبہ پر ایک دن کے صدقہ سے پہنچا ہے جو ساری عمر میں ایک بار کیا تھا۔ میں نے کہا میں خدا کے لیے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ کیا صدقہ تھا، اس نے کہا اے شبلی یہ شخص اپنی اوائل عمر میں نافرمان گنہگار فاسق، زانی تھا، اللہ کی جانب سے اُسے ایک خواب نظر آیا جس سے وہ گھبرایا اور پریشان ہوا کہ اس کا ذکر اژدہا بن گیا اور اس کے منہ کے اطراف گھیرا لگا کر بیٹھ گیا پھر اس اژدہے کے منہ سے شعلے نکل کر اس کے منہ میں جانے لگے اور وہ شخص جل کر کوئلہ ہو گیا۔ یہ خواب دیکھ کر گھبرایا ہوا خوفزدہ اٹھا اور سب تعلقات چھوڑ کر بھاگ نکلا اور اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہو گیا اُسے تعلقات منقطع کیے ہوئے آج بارہ سال ہوئے اور وہ اسی طرح تضرع و زاری اور خضوع و خشوع میں معروف تھا کل ایک سائل نے اس کے

پاس آکر ایک دن کی خوراک کا سوال کیا اس نے اپنے کپڑے اُسے اتار دیئے وہ سائل بہت خوش ہوا اور ہاتھ اُٹھا کر اس کے لیے دُعا مغفرت کی۔ حق تعالیٰ نے اس صدقہ کی برکت سے جس سے فقیر کا جی خوش ہوا اس کی دعا مقبول کی چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو سائل صدقہ سے خوش ہو کر دُعا کرے اُسے غنیمت جانو۔

حکایت (۳۲۵) ابو جعفر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ ابدال میں تھے۔ فرمایا کہ میرے دروازہ پر ایک سائل آیا میں نے بیوی سے کہا تیرے پاس کچھ ہے اس نے کہا چار انڈے ہیں فرمایا اس سائل کو دیدے اس نے دیدیئے جب سائل چلا گیا ایک دوست نے میرے یہاں انڈوں کی پٹاری بھیجی۔ میں نے بیوی سے دریافت کیا اس میں کے انڈے ہیں اس نے کہا تیس ہیں، میں نے کہا تو نے سائل کو چار انڈے دیئے تھے یہ حساب پورا نہیں ہوا۔ اس نے کہا انڈے تو چالیس ہیں لیکن دس ٹوٹے ہوتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ سائل کو جو انڈے دیئے تھے اس میں تین اچھے تھے اور ایک ٹوٹا ہوا تھا۔ ہر ایک کے عوض میں دس دس ملے۔ صحیح کے عوض میں صحیح اور ٹوٹے کے عوض میں ٹوٹے ہوتے۔

مروی ہے کہ ایک عورت نے ایک روٹی سائل کو خیرات دی پھر اپنے زوج کی روٹی لے کر کھیت پر گئی جہاں وہ کٹائی کر رہا تھا اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا۔ ایک باغ پر سے گذر رہی تھی کہ ایک بھیڑیئے نے اس کے بچہ کو پکڑ لیا ناگاہ ایک ہاتھ نکلا اور بھیڑیئے کو ایک طمانچہ مار کر بچہ اس سے چھین لیا۔ پھر ایک منادی کی آواز سنی کہتا تھا کہ اپنا بچہ لے جا ہم نے روٹی کے ایک لقمہ کے عوض بچہ کا لقمہ چھین کر تیرے حوالہ کیا۔

حکایت (۳۲۶) حضرت جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں نکلا۔ میرے پاس امیر جیش نے کچھ نفقہ روانہ کیا میں نے اُسے لیتا پسند نہ کیا اور حاجتمندوں پر وہ چیز تقسیم کر دی۔ ایک دن میں ظہر کی نماز پڑھ کر متفکر بیٹھا تھا کہ میں نے وہ مال قبول کر کے لوگوں پر کیوں تقسیم کیا۔ قبول ہی نہ کرتا ناگاہ میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں بہت سے محل آراستہ تیار ہوتے دیکھے جن میں بہت سی نعمتیں بھی تھیں۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کس کے محلات ہیں جواب ملا کہ یہ ان کے محل ہیں جن کا مال تم نے لے کر غازیوں پر تقسیم کیا ہے۔ میں نے کہا ان کے ساتھ میرا کچھ بھی حصہ نہیں۔

کہا تمہارا وہ محل ہے اور ایک بہت بڑے محل کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا مجھے ان سے زیادہ کیوں عطا ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ ان لوگوں نے ثواب کی امید پر مال نکالا تھا جس کے وہ ابھی امیدوار ہیں اور تم نے اُسے ایسی حالت میں تقسیم کیا ہے کہ تمہیں اس کے قبول کرنے کا خوف بھی تھا، نفس کا محاسبہ بھی تھا اور ندامت بھی تھی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارا ثواب سعی کی وجہ سے دگنا کیا۔ بعض بزرگوں کے اشعار ہیں ؎

اذا کانت الدنیا تعد نفیسۃ	فدار ثواب اللہ اعلیٰ و انبل
وان کانت الارزاق قسما مقدرا	فقلۃ السعی للمرأ فی الرزق اجمل
وان کانت الاجساد للموت انشئت	فقتل امرئٍ فی اللہ بالسیف افضل
وان کانت الاموال للترک جمعھا	فما بال متروک بہ المرء یبخل

(ترجمہ) جب دنیا نفیس شمار کی جاتی ہے تو دارِ ثواب اس سے اعلیٰ و اولیٰ ہے جب رزق مقسوم و مقدر ہے تو اس میں قلتِ سعی آدمی کو مناسب ہے۔ اور جب اجسام موت ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں تو آدمی کا اللہ کی راہ میں تلوار سے قتل ہو جانا افضل ہے اور جب مال کا اکٹھا کرنا اور جمع کرنا چھوڑ جانے کے واسطے ہے تو پھر ایسی متروک چیز پر آدمی کو بخیل نہ ہونا چاہیئے۔

حکایت (۳۲۷) حکایت ہے کہ ملک رَے میں قاضی غنی رہتے تھے ان کے پاس ایک فقیر عاشورہ کے دن آیا اور کہا قاضی صاحب کی عزت خدا زیادہ کرے میں ایک غریب عیال دار ہوں اور میں تمہارے پاس اس دن کو شفیع بنا کر آیا ہوں۔ اس مبارک دن کے وسیلہ سے تم مجھے دس سیر روٹی پانچ سیر گوشت دو درہم عنایت کرو۔ قاضی صاحب نے ظہر تک کا وعدہ کیا۔ جب ظہر کے وقت وہ شخص آیا تو عصر کا وعدہ کیا جب عصر کا وقت آیا تو اُسے کچھ نہ دیا۔ فقیر ٹوٹے دل کے ساتھ ان کے یہاں سے چلا۔ راستہ میں ایک نصرانی کو دیکھا کہ اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ اس سے کہا اس دن کی برکت سے مجھے کچھ دے اُس نے کہا یہ کیا دن ہے۔ فقیر نے اس دن کی کچھ فضیلت بیان کی۔ اس نے کہا اب تو اپنی حاجت بیان کر تو نے بڑے دن کا واسطہ دیا ہے اُس نے روٹی گوشت اور دو درہم طلب کیے اس نے فوراً روٹی کے واسطے دس قفیز گیہوں اور سو من گوشت اور بیس درہم دیئے۔ پھر کہا یہ تیرے اور تیرے عیال کے واسطے جب تک

تو زندہ رہے مقرر کیا جاتا ہے ہر مہینہ آ کر لیجایا کریں یہ اس دن کی برکت کی وجہ سے ہے فقیر لے کر اپنے گھر گیا۔ قاضی صاحب جب رات کو سوئے تو خواب میں ان سے کہا گیا اپنی نگاہ اُٹھا کر دیکھو۔ جب دیکھا تو ایک محل نظر آیا جس کی ایک اینٹ سونے کی اور ایک چاندی کی تھی اور ایک محل سرخ یاقوت کا بنا ہوا ایسا شفاف کہ باہر سے اندر کی اشیاء اور اندر سے باہر کی اشیاء نظر آتی تھیں۔ قاضی صاحب نے دریافت کیا کہ الٰہی یہ کیسے محل ہیں۔ ارشاد ہوا کہ یہ محل اگر تو فقیر کی حاجت پوری کرتا تو تیرے ہوتے لیکن جب تو نے رد کر دیا تو اب یہ فلاں نصرانی کے ہو گئے۔ جب قاضی صاحب بیدار ہوئے تو بڑے پریشان، افسوس وحسرت کرتے ہوئے صبح ہی نصرانی کے یہاں گئے اور اس سے کہا تو نے کل کیا خیرات کی تھی اس نے کہا تم کیوں دریافت کرتے ہو۔ قاضی صاحب نے خواب کا حال بیان کیا۔ پھر کہنے لگے وہ نیکی اپنی ایک لاکھ درہم میں میرے ہاتھ بیچ ڈال۔ اس نے کہا میں تو ساری زمین بھر کے درہم دید وجب بھی نہ بیچوں گا۔ پھر کہنے لگا اس کریم پروردگار کے ساتھ معاملہ بہت ہی اچھا ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور اسلام سچا دین ہے۔ اس مضمون میں بعضوں کے اشعار ہیں ؎

لا یلحقک ضجرۃ من سائل فدوام عزک ان تری مسئولا

لا تصرفن بالرد وجہ مؤمل فلخیر یومک ان تری مامولا

واعلم بانک عنقریب صائر خبر فکن خیرا یروق جمیلا

تلقی الکریم فتستدل ببشرۃ وتری العبوس علی اللئیم دلیلا

(ترجمہ) تجھے سائل سے دل تنگی نہ ہونا چاہیئے کیونکہ تیری عزت ہمیشہ اسی میں ہے کہ تجھ سے ہر وقت سوال ہوتا رہے کسی امیدوار کا منہ رد کے ساتھ مت پھیر کیونکہ تیرا اچھا دن وہی ہے جس میں تو حاجت روا بنا رہے اور جان لے کہ تھوڑے دنوں میں تیری بات ہی بات رہ جائے گی تو تجھے ایسی خبر بننا چاہیئے جس سے خوشی حاصل ہو۔ اگر کریم سے ملاقات کرے تو اس کا بشرہ دلالت کرے گا اس کی سخاوت پر اور ترش روئی بخیل کی علامت ہے اور بعضوں کے یہ اشعار ہیں۔

یا طالب العفو ھذا یوم عاشورا یوم غدا افضلہ فی الناس مشہورا

ما ان دعا ربہ داع لحاجتہ الا وعاد مما یہواہ مسرورا

وکاتی اللہ فیہ مذنب خجل الا واصبح ذالک الذنب مغفورا
فتب الی اللہ وابغ رحمتہ من قبل توقف یوم الرحمن مذعورا
وانت فی فرق مضن وفی عرق تقرأ کتابک بین الخلق منشورا
فاسأل الھک فیہ فضل رحمتہ وقف علی بابہ خجلان مکسورا

(ترجمہ) اے طالب عفو آج عاشورہ کا دن ہے۔ ایسا دن جس کی فضیلت لوگوں میں مشہور ہے۔ اس دن جو کوئی اپنی حاجت اپنے رب سے طلب کرتا ہے تو اپنی حاجت لے کر خوش خوش لوٹتا ہے اور جو کوئی گنہگار اس دن شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے یہاں آتا ہے تو اس کے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں۔ اس دن اللہ سے توبہ کر اور رحمت طلب کر قیامت کے دن خوفزدہ ہو کر اللہ کے سامنے جانے سے پیشتر جہاں کہ تو خوف سے لاغر ہو کر جائے گا اور پسینہ میں ڈوبا ہو گا۔ مخلوق کے سامنے اپنا کھلا ہوا اعمال نامہ پڑھے گا۔ اس دن اللہ سے اس کی رحمت کا خواستگار ہو اور اس کے دروازہ پر شرمندہ اور منکسر کھڑا ہو۔

حکایت (۳۲۸) مروی ہے کہ حضرت حبیب عجمی رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ چالیس ہزار درہم میں اللہ تعالےٰ سے اپنے نفس کو خریدا۔ پھر اور دس ہزار درہم نکالے اور کہا اے اللہ میں نے اپنا نفس ان کے عوض تجھ سے خریدا پھر اور دس ہزار درہم نکالے اور کہا الٰہی اگر تو نے وہ بیع قبول کر لی ہے تو یہ اس کا شکریہ ہے۔ پھر تیسری بار دس ہزار درہم نکالے اور کہا الٰہی اگر تو نے پہلے اور دوسرے درہم نہیں مقبول کیے تو انہیں قبول کر لے پھر دس ہزار درہم چوتھی مرتبہ نکالے اور کہا الٰہی اگر تو نے تیسری مرتبہ کو قبول کر لیا ہے تو یہ اس کا شکریہ ہے۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ قحط سالی ہوئی حضرت حبیب عجمی نے اناج خرید کر فقراء اور مساکین پر تقسیم کیا۔ پھر تھیلیاں سی کر سرہانے رکھ کر سو گئے اور اللہ سے دعا کی۔ جب اناج والے آپ سے تقاضا کرنے آئے تو آپ نے وہ تھیلیاں نکالیں تو دراہم سے پُر تھیں انہیں تولا گیا تو ان لوگوں کے حقوق کے برابر ہی تھے، آپ نے ان کے حوالہ کر دیا کہ لے جاؤ۔ اور مروی ہے کہ ایک بار سائل آیا آپ کی بیوی آٹا گوندھ کر آگ لینے گئی تھیں۔ تاکہ روٹی پکاویں آپ نے سائل سے کہا آٹا لیجاؤ وہ لے گیا جب بیوی صاحبہ آگ لائیں اور آٹا دریافت کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا وہ روٹی پکانے لے گئے۔ جب بہت پوچھا تو آپ نے

واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ ہمیں بھی تو کچھ کھانے کو چاہیے اتنے میں ایک شخص ایک بڑا پیالہ روٹی اور گوشت کا بھرا ہوا لے آیا بیوی صاحبہ سے کہا کس قدر جلدی تمہیں پھیر دیا گیا۔ روٹی بھی پکائی اور گوشت کا اور اضافہ کیا گیا رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ میں کہتا ہوں آگے کی حکایت میں بھی ایسا ہی واقعہ آئے گا۔

حکایت (۳۲۹) مؤلف فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت جو تقدیرًا جمع ہو گئے تھے سفر میں تھے۔ ایک دن ایک قریہ میں اترے ایک شخص جا کر گاؤں سے دیگچی مانگ لایا۔ اس میں حلوہ پکا کر سب نے کھایا۔ ہم میں سے ایک شخص غائب ہو گیا تھا اسے نہیں بلایا گیا اس کے پاس تھوڑا سا آٹا تھا اسے کوئی دوست یا محسن نہ ملا جو آٹا پکا دیتا اس نے آٹے کو سارے گاؤں میں پھرایا، شاید کوئی پکا دے مگر کسی نے نہ مانا۔ اسی اثنا میں اسے راستہ میں ایک ضعیف نابینا ملا جسے لطف خفی جاننا چاہیے اور حکمت الٰہی نے بلسان حال ندا دی کہ یہ آٹا اس ضعیف کے رزق کا ہے اور تیرا رزق پھر پہنچے گا۔ اس نے آٹا اس ضعیف کے حوالہ کیا اور اپنے رفقا میں آکر بغیر کھانے کے بیٹھ گیا وہ غیب کی حالت سے بے خبر تھا اور حق تعالیٰ نے اس کے واسطے آدمی مقرر کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک آدمی نے آکر سارے رفقا کے درمیان سے اسی کو بلایا اور لیجا کر ثرید سے اس کی دعوت کی اور عمدہ گوشت کھلایا جس سے خوب طاقتور ہو گیا اور چلنے پر بڑی قوت پیدا ہو گئی۔ اللہ پاک بڑا ہی لطف و کرم والا خبردار ہے۔ اے نفس بے صبر ضعیف الیقین کیا اس سچے اور ظاہر وعدہ کی تصدیق تو نہیں کرتا تجھ پر افسوس ہے کہ ایسے معتبر ضامن کی ضمانت پر اعتبار نہیں کرتا۔ تجھے اس سب سے بڑے سچے کے قول کا یقین نہیں ہوتا کہ فرماتا ہے ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین یعنی اللہ ہی رزاق اور مضبوط طاقت والا ہے۔ اور فرمایا وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا یعنی جتنے جانور زمین پر ہیں سب کا رزق اللہ ہی پر ہے، اور فرماتے ہیں وَمَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ یعنی جو کچھ تم خرچ کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس کا بدل عطا فرماتا ہے اور وہ سب سے اچھا رزاق ہے اور ایک جگہ فرمایا وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ تمہارا رزق اور جس کا تم وعدہ کیے گئے ہو آسمان پر ہے۔ اس کے بعد حضرت رب العالمین نے ایک بہت ہی بڑی قسم کھائی، حالانکہ اس کا قول حق اور وعدہ سچا ہے جس کو قسم کی حاجت نہیں، چنانچہ فرمایا ہے فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ

یعنی قسم ہے پروردگار آسمان اور زمین کی یہ سچ ہے جیسا کہ تم بات چیت کرتے ہو۔ اسے نفس تو نہیں جانتا کہ اس کا لطفِ خفی بندوں پر ہر جگہ فیضان و بخشش کا کفیل ہے اور اس کے خزانۂ رحمت سے ارزاق کے بوجھ دلا دیئے جاتے ہیں۔ اے انسان اس کی قدرتِ قدیم نے لطف و کرم کی لگام سے تجھے کھینچا تو تو کنج عدم سے میدان وجود میں آیا۔ پھر عالمِ وجود میں اسی کے فیضانِ جود سے حالات متغیر ہوتے ہوتے مقربین بارگاہ کے درجہ تک پہنچا اور اس برکت کی جگہ تو نے قیام کیا اور تیرے لیے بڑے الطاف سے توفیق کے تحفے اور ہدیے بھیجے پھر اس توفیق سے جو عبادت ہوئی اُسے خدامِ قدرت نے بارگاہِ عزت میں پہنچایا اور اس کی وجہ سے بڑے مراتب عالیہ اور معارف غالیہ کا تو مظہر بنا اور ان نعمتوں کے ساتھ اللہ ہی نے جسے چاہا مخصوص کیا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عنایت فرماتا ہے اللہ بڑے فضل والا ہے اور زبانِ حال اسی وقت یوں گویا ہوئی۔

تبارک من نعم الوجود وجوده ومن من فیض الفضل للخلق یغمر

ومن خص اهل القرب صفوة خلقه لفضل عظیم وصفه لیس یقدر

فللقوم اعلام الولایات علیت بمجد وخلعات الکرامات تزهر

(ترجمہ) اللہ بڑی برکت والا ہے جس کا انعام ساری خلق کو گھیرے ہوتے ہے۔ اس کے دریائے فیض و کرم میں مخلوقات ڈوبی ہوتی ہے اسی نے مقربین کو مخلوقات میں سے اس فضلِ عظیم کے ساتھ ممتاز بنایا جس کا بیان کرنا قدرت سے باہر ہے۔ ان لوگوں کے لیے ولایت کے جھنڈے بلند کر دیئے گئے اور کرامات کے خلعت ظاہر ہو کر چمک رہے ہیں۔

حکایت (۲۳۰) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے کے قصد سے داخل ہوا وہاں ایک عابد اور ایک تاجر بیٹھے ہوتے تھے اور وہ عابد دعا مانگ رہا تھا کہ اے مالک میں آج فلاں فلاں قسم کا کھانا فلاں فلاں قسم کا حلوہ چاہتا ہوں۔ اس تاجر نے کہا اگر یہ شخص مجھ سے مانگتا تو میں ضرور کھلاتا، لیکن وہ حیلہ گری کر رہا ہے میرے سامنے اللہ سے دعا کرتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہے کہ میں کھلاؤں۔ قسم ہے اللہ کی، میں ہرگز اُسے کچھ نہ کھلاؤں گا۔ وہ عابد دعا سے فارغ ہو کر مسجد میں ایک گوشہ میں سو گئے ناگاہ مسجد میں ایک شخص آیا اس کے ہاتھ میں ایک خوان سر پوش ڈھکا ہوا

تھا۔ اس نے مسجد کے چاروں طرف دیکھا تو ان عابد کو ایک گوشہ میں سویا ہوا پایا ان کے پاس آکر انہیں جگایا اور خوان ان کے آگے رکھ کر ہٹ گیا۔ اس تاجر نے جو دیکھا تو اس میں اتنے ہی اقسام کے کھانے تھے جتنے اس نے طلب کیے تھے۔ انہوں نے بقدر اشتہا کھایا اور بقیہ پھیر دیا۔ تاجر نے اس لانے والے سے دریافت کیا کہ تجھے خدا کا واسطہ دیکر پوچھتا ہوں تو اس شخص کو پہلے سے جانتا تھا۔ اُس نے کہا واللہ میں نہیں جانتا تھا۔ میں ایک مزدور آدمی ہوں۔ ایک سال سے میری لڑکی اور بیوی ان کھانوں کا شوق رکھتے تھے مگر اتفاق نہیں ہوتا تھا۔ آج میں نے ایک شخص کا بوجھ اٹھایا تو اس نے ایک مثقال سونا مجھے دیدیا۔ میں گوشت وغیرہ خرید لایا اور میری بیوی پکانے لگی۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی خواب میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا آج تمہارے یہاں ایک ولی اللہ آئے ہوئے ہیں اور وہ مسجد میں ٹھہرے ہوتے ہیں۔ تو نے جو کھانے اپنے اہل کے واسطے پکائے ہیں اس کا انہیں بھی شوق ہے یہ کھانے ان کے پاس لے جاؤ وہ اپنی حاجت کے موافق کھالیں گے اور بقیہ میں اللہ تمہیں برکت دے گا اور میں تیرے لیے جنت کی کفالت کرتا ہوں میں نے بیدار ہوکر اس کی تعمیل کی۔ تاجر نے کہا میں نے اس شخص کو یہ کھانے اللہ سے مانگتے سُنا تھا۔ پھر پوچھا تو نے اس پر کیا صرف کیا ہے۔ اس نے کہا ایک مثقال سونا۔ تاجر نے کہا مجھ سے دس مثقال لے کر اپنے ثواب میں مجھے ایک قیراط کا حصہ دار بنالے اس نے کہا یہ نہیں ہوسکتا۔ تاجر نے کہا بیس مثقال لے لے اس نے کہا نہیں، تاجر نے کہا پچاس مثقال لے کر اپنے ساتھ شریک بنالے، اس نے کہا نہیں، پھر کہا سو مثقال لے کر شریک بنالے۔ اس نے کہا قسم ہے اللہ کی میں ہرگز ایسی چیز کو جس کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ضمانت کی ہے نہ فروخت کروں گا۔ اگرچہ تو ساری دنیا اس کی قیمت میں دیدے۔ اگر تجھے اجرت لینا تھا تو مجھ سے پہلے تو نے اس عابد کی خواہش پوری کی ہوتی مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ مخصوص کرتا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ تاجر اپنی غفلت سے بہت نادم ہوا لیکن اس کی ندامت نے کچھ نفع نہ دیا اور پریشان ہوکر مسجد سے نکلا جیسے اپنی گمشدہ چیز کی وجہ سے کوئی پریشان ہوا کرتا ہے

حکایت (۳۳۱) ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں تھا وہاں میں نے ایک فقیر کو دیکھا کہ تین دن تک ساکت تھا۔ نہ کھایا نہ پیا نہ کہیں حرکت کی۔ میں اس کی تاک میں تھا اور میں نے اس کے ساتھ اپنے سارے کام

چھوڑ کر صبر کیا لیکن میں عاجز آ گیا۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ تم کیا کھاؤ گے اس نے کہا گرم روٹی اور کباب۔ میں نے مسجد سے نکل کر دن بھر اس کی تلاش میں تکلیف اٹھائی مگر میسر نہ ہوا۔ آخر تھک کر دروازہ مسجد کا بند کر کے بیٹھا رہا۔ کچھ رات گذری تھی کہ ایک شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے دروازہ کھولا تو ایک شخص گرم روٹی اور کباب لیے دروازہ پر کھڑا تھا میں نے وجہ پوچھی اس نے کہا مجھ سے بچوں نے یہ لینا چاہا۔ آپس میں جھگڑا ہو گیا اور میں نے قسم کھائی یہ ہم میں کوئی نہیں کھائے گا۔ یہ مسجد والے کھائیں گے۔ میں نے کہا الٰہی جب آپ اس فقیر کو یہی کھلانا چاہتے تھے تو مجھے دن بھر کیوں پریشان کیا۔

حکایت (۳۳۲) حکایت ہے کہ ایک عابد کسی مسجد میں معتکف ہوئے لیکن ان کا کوئی ذریعۂ معاش نہ تھا۔ امام نے ان سے کہا اگر تم کسب کرتے تو بہتر تھا۔ انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ امام صاحب نے تین مرتبہ یہی بات کہی۔ چوتھی مرتبہ فرمایا مسجد کے قریب جو یہودی رہتا ہے اس نے میرے لیے ہر روز کی دو روٹیاں مقرر کر دی ہیں۔ امام نے کہا اگر تو سچا ہو تو مسجد میں بیٹھا رہنا ہی میرے لیے مناسب ہے عابد نے فرمایا اے شخص اگر تو باوجود نقص فی التوحید کے امام نہ بنتا تو اچھا تھا کہ لوگوں کا پیشوا اللہ کے سامنے بننا تیرے لائق نہیں ہے کہ ایک یہودی کی ضمانت کو اللہ کی ضمانت پر ترجیح دیتا ہے۔ اس مضمون میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کچھ اشعار مروی ہیں ؎

اتطلب رزق اللہ من عند غیرہٖ | وتصبح من خوف العواقب اٰمنا
وترضی بصراف وان کان مشرکا | ضمینا ولا ترضی بربک ضامنا

(ترجمہ) کیا تو اللہ کے رزق کو غیر سے طلب کرتا ہے اور غیر کے بھروسے انجام وعواقب سے مامون رہتا ہے، تو صراف مشرک کی ضمانت پر راضی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت پر راضی نہیں ہوتا۔

حکایت (۳۳۳) بعض بزرگوں سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب مخلوقات کو روز اوّل میں ظاہر فرمایا تو ہر ایک کے سامنے صنعتیں اور پیشے بھی ظاہر فرماتے ہر ایک نے کسی صنعت کو پسند کیا۔ پھر جب انہیں عالم دنیا میں پیدا کیا تو ہر ایک کے دل وزبان پر وہی جاری فرمایا جس کو انھوں نے پسند کیا تھا۔ اور ایک جماعت ان میں سے الگ ہو گئی جس نے کوئی چیز پسند نہ کی انہیں بھی حکم ہوا کہ تم بھی کچھ پسند کرو۔ انھوں نے کہا ہم نے جو چیزیں دیکھیں ان میں کوئی ہمارے پسند نہ آئی۔ پھر ان پر مقاماتِ عبادت کا اظہار فرمایا گیا۔

انہوں نے کہا اے ہمارے مالک ہم نے تیری خدمت پسند کی۔ ارشاد ہوا اپنی عزت و جلال کی قسم میں ان سب کو تمہارا تابع اور خادم بناؤں گا اور قسم ہے میری عزت وجلال کی، قیامت کے دن تم کو تمہارے چاہنے والے اور خدمت کرنے والوں کا شفیع بناؤں گا

اس بارہ میں ایک قائل کے چند شعر ہیں ؎

شغلت قوم بدنیاھم　　وقوم تخلو لمولاھم
فالزمھم باب مرضاتہ　　وعن سائر الخلق اغناھم
یصفون باللیل اقداھم　　وعین المہیمن ترعاھم
فما یعرفون سوی حبہ　　وطاعتہ طول محیاھم
فطوبی لھم ثم طوبی لھم　　وطوبی لھم ثم طوبی لھم

(ترجمہ) ایک قوم اپنی دنیا میں مصروف ہوئی اور ایک قوم اپنے مولیٰ کی طرف مشغول ہوئی پس انہیں خدا تعالیٰ نے اپنے رضا کے دروازہ پر ثابت قدم رکھا۔ اب ساری مخلوقات سے انہیں بے پروا کر دیا، راتوں کو ان کے پاؤں سیدھے کھڑے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی چشم عنایت ان کی حفاظت کرتی ہے۔ وہ لوگ نہیں جانتے سوائے اس کی محبت اور اطاعت کے زندگی بھر۔ ان کے لیے مبارکبادی ہے۔ پھر مبارکبادی ہے ان کے لیے پھر مبارکبادی ہے۔

نقل ہے کہ ایک جماعت ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ ہم رزق طلب کریں۔ آپ نے فرمایا اگر معلوم ہو کہ تمہارا رزق کہاں ہے تو ضرور طلب کرو انہوں نے کہا تو پھر ہم اللہ سے سوال کریں۔ فرمایا اگر تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھول گیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انہوں نے کہا اپنے گھروں میں بیٹھ کر اللہ پر توکل کریں۔ فرمایا اللہ کے معاملہ کا تجربہ کرنا، اس کی قدرت میں شک کرنا ہے۔ انہوں نے کہا تو پھر کیا حیلہ کیا جائے۔ فرمایا حیلہ یہی ہے کہ حیلہ کو چھوڑ دیا جائے۔

حکایت (۳۳۴) حکایت ہے کہ ایک مرید طلب رزق کے لیے نکلے اور کوشش کرتے کرتے تھک گئے۔ آخر ایک ویرانہ نظر پڑا وہاں آرام کی غرض سے بیٹھ گئے۔ اتفاقاً دیواروں کو دیکھ رہے تھے، ناگاہ ایک تختی سبز سنگ مرمر کی نظر پڑی اور اس پر سفید خط سے یہ ابیات تحریر کئے گئے تھے ؎

لما رأیتك جالسًا مستقبلا | ایقنت انّك للھموم قرین
ما لا یکون فلا یکون بحیلۃ | ابدا وما ھو کائن سیکون
سیکون ما ھو کائن فی وقتہ | واخو الجھالۃ متعب محزون
فلعل ما تخشاہ لیس بکائن | ولعل ما ترجوہ سوف یکون
یسعی الحریص فلا ینال بحرصہ | حظا ویحظی عاجز و مھین
فارفض لھا وتعرض اثوابھا | انکان عندك للقضاء یقین
ھوّن علیكَ وکن بربكَ واثقا | فاخو التوکل شانہ التھوین
طرح الاذی عن نفسہ فی رزقہ | لما تیقن انہ مضمون

(ترجمہ) جب میں نے تجھ کو اپنی طرف متوجہ بیٹھا دیکھا یقین ہو گیا کہ تو قرین رنج وغم ہو رہا ہے جو بات نہیں ہونے والی ہے وہ کسی حیلہ سے کبھی نہ ہو گی اور جو ہونے والی ہے وہ عنقریب ہو جائے گی، جو چیز ہونے والی ہے وہ اپنے وقت پر ہو جائے گی اور نادان بیکار تھکتا اور غم کھاتا ہے۔ ممکن ہے جس سے تو ڈرتا ہے کبھی واقع نہ ہو۔ اور ہو سکتا ہے جس کی تجھے امید ہے وہی ہو جائے۔ حریص کوشش کرتا ہے اور اس کو حرص سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور عاجز وضعیف حصہ پالیتا ہے۔ فکر کو چھوڑ دے اور اس کے لباس سے ننگا ہو جا اگر تجھے قضا وقدر کا کچھ یقین ہے، بیفکر رہ اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کر، کیونکہ متوکل کی شان بیفکر رہنا ہے۔ متوکل روزی کی مشقت کو چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اسے یقین ہو گیا ہے کہ رزق کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ لے لیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ پڑھ کر وہ شخص اپنے گھر واپس لوٹا اور اس کے بعد رزق کی فکر نہ کی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اور نقل ہے کہ ابو یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی مسجد میں ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی سلام پھیر کر امام صاحب نے پوچھا اے ابو یزید کہاں سے کھاتے ہو حضرت نے فرمایا ذرا ٹھہر جا۔ تیرے پیچھے جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹا لوں کیونکہ تجھے مخلوق کے رازق ہی میں شک ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے جو رزق کے مالک کو نہیں جانتا نماز جائز نہیں ہے۔

حکایت (۳۳۵) ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت سری سقطیؒ کے یہاں سویا۔ جب کچھ رات گذری تو آپ نے فرمایا اے جنید تم سوئے ہوئے ہو میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اس وقت حق تعالیٰ نے مجھے

اپنے سامنے کھڑا کیا پھر فرمایا اے سرّی میں نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو سب نے میری محبت کا دعوٰی کیا جب میں نے دنیا پیدا کی تو ہر دس ہزار میں سے نو ہزار دنیا میں مشغول ہو گئے اور میری محبت ترک کر دی اور ہزار باقی رہ گئے۔ پھر میں نے جنت پیدا کی تو اس کی محبت میں ہزار میں سے نو سو مشغول ہو گئے اور میری الفت ترک کر دی ایک سو رہ گئے ان پر میں نے بلا مسلّط کر دی تو اس سو میں سے نوّے مجھے چھوڑ کر بلا میں مشغول ہو گئے صرف دس باقی رہ گئے۔ پھر میں نے کہا تم نے نہ دنیا طلب کی نہ آخرت نہ کسی بلا سے تم بھاگے۔ پھر تم کیا چاہتے ہو۔ عرض کی الٰہی تو جانتا ہے جو کچھ ہم ارادہ رکھتے ہیں۔ فرمایا میں تم پر تمہاری طاقت سے زیادہ مصیبت نازل کروں گا جسے مضبوط پہاڑ بھی نہیں اٹھا سکیں گے کیا تم اس پر ثابت قدم رہو گے۔ عرض کیا۔ الٰہی آپ جب خود ہم کو مصیبت میں مبتلا کریں گے تو آپ کی مدد سے اور آپ کی رضا میں آپ کے لیے ہم ساری بلائیں جھیلیں گے جو پہاڑ سے بھی نہ اٹھ سکتی ہوں۔ فرمایا تم ہی میرے سچے بندے ہو۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔ ایک روایت میں یوں آیا ہے کہ حق تعالےٰ نے فرمایا اے سری میں نے مخلوق کو پیدا کیا تو سب نے میری محبت کا دعوٰی کیا تو میں نے دنیا پیدا کی۔ تو سو میں سے آٹھ سو نوے مجھ سے بھاگ کر دنیا کی محبت میں مشغول ہو گئے اور دس میرے ساتھ رہے اور جب جنت میں نے پیدا کی تو دس میں سے نو مجھ سے بھاگ کر جنت میں مشغول ہو گئے۔ پھر میں نے بقیہ ایک حصّہ پر بلا مقدار ایک ذرّہ کے مسلط کی تو اس ایک حصّہ میں سے بھی نو بھاگ گئے اور صرف دسواں حصّہ رہ گیا۔ ان سے میں نے کہا تم میرے ساتھ ہو نہ تم نے دنیا طلب کی۔ باقی بیان روایت اوّل ہی کے موافق ہے۔

حضرت جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کے جسم کو دیکھا تو آپ کا جسم بیمار کے جسم کی طرح نہایت ضعیف و لاغر تھا۔ فرمایا اگر میں چاہوں تو یہ کہہ سکتا ہوں کہ یہ حالت اسکی محبت کی وجہ سے ہے۔ پھر بے ہوش ہو گئے اسی وقت آپ کا چہرہ جو زرد تھا چاند کی مانند روشن اور چمکدار ہو گیا۔ پھر دوبارہ بیمار ہو گئے تو میں آپ کی عیادت کو گیا۔ اسی وقت میں نے سوال کیا۔ آپ کا کیا حال ہے تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

؎ کیف اشکو الی طبیبی ما بی والذی بی اصابنی من طبیبی

(ترجمہ) میں اپنی مصیبت کا طبیب سے کیونکر شکوہ کروں۔ کیونکہ جو مصیبت کہ مجھے پہنچی ہے

وہ طبیب ہی کی بدولت ہے۔ میں نے پنکھا جھلنا شروع کیا۔ فرمایا اس شخص کو پنکھے کی ہوا کیونکر پہنچے گی جس کا اندرونی حصہ بھی جل گیا ہو اور چند اشعار پڑھے ؎

القلب محترق والدمع مستبق　　　والکرب مجتمع والصبر مفترق

کیف القرار علی من لا قرار بہ　　　مما جناہ الھوی والشوق والقلق

یارب ان کان لی شی بہ فرج　　　فامنن علی بہ ما دام بی رمق

(ترجمہ) دل جل رہا ہے اور آنسو جلد جلد بہ رہے ہیں اور رنج و غم جمع ہیں اور صبر دُور ہے جسے قرار ہی نہیں، اسے کیونکر قرار ہو کیونکہ محبت اور شوق اور اضطراب نے اس پر مصیبت ڈھا رکھی ہے۔ اے پروردگار اگر مجھے کسی شی میں قرار ہو تو جب تک مجھ میں رمق باقی ہے وہ شی عطا فرما دے۔ حکایت ہے کہ جب حضرت سری کا انتقال ہو چکا تو ایک شخص نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا میری مغفرت فرمائی اور جو لوگ میرے جنازہ میں حاضر ہوئے اور جنھوں نے میرے جنازہ کی نماز پڑھی سب کو بخش دیا۔ اس نے کہا میں بھی آپ کے جنازہ میں حاضر تھا اور نماز پڑھی تھی۔ آپ نے لپٹا ہوا ایک کاغذ نکال کر دیکھا اس میں میرا نام نہ پایا۔ میں نے کہا جی ہاں۔ میں یقیناً حاضر ہوا تھا۔ پھر دیکھا تو ایک کنارہ پر میرا نام لکھا ہوا تھا۔ رضی اللہ عنہم و نفعنا بہم۔

حکایت (۳۳۶) روایت ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ ہمیں دنیا میں جو سب سے بڑا عابد ہے اس کی خبر دو۔ جبریل علیہ السلام نے انہیں ایک ایسے شخص کے پاس پہنچایا جس کے ہاتھ پاؤں جذام سے کٹ کر گر گئے تھے۔ اور وہ کہہ رہے تھے، جب تک تو نے چاہا ان اعضا سے مجھے مستفید فرمایا اور جب چاہا چھین لیا اور مجھے باقی رکھا۔ تو ہی مقصود ہے اے خالق۔ حضرت یونس علیہ السلام نے کہا اے جبریل میں نے آپ سے ایسے آدمی کو دریافت کیا تھا جو صائم و قائم ہو۔ جبریلؑ نے کہا۔ قبل اس مصیبت کے یہ بھی ایسے ہی تھے۔ اب مجھے حکم ہوا ہے کہ ان کی آنکھیں چھین لوں چنانچہ اسی وقت ان کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا تو فوراً وہ نکل گئیں۔ پھر انہوں نے وہی کہا کہ جب تک تو نے مناسب سمجھا مجھے ان سے مستفید کیا اور جب چاہا انہیں چھین لیا اور مجھے باقی رکھا تو ہی مقصود ہے یا خالق۔ حضرت جبریلؑ نے کہا چلو ہم تم مل کر دعا کریں کہ حق تعالےٰ تمہیں ہاتھ پاؤں اور آنکھیں پھر عطا کریں اور تم جیسے تھے ویسے ہی عبادت میں مشغول

ہو جاؤ تو انہوں نے کہا میں یہ نہیں چاہتا ۔ جبریلؑ نے کہا کیوں ۔ کہا جب اس کی مرضی اسی میں ہے تو اسی کی رضا مجھے پسند ہے ۔ حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا میں نے کسی کو اس سے بڑھ کر عابد نہیں پایا ۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ایسا طریقہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے ۔ بعضوں کے شعر ہیں ؎

قالت لطیف خیال زارھا و مضی — باللہ صفه ولا تنقص ولا تزد
فقال خلیته لو مات من ظمأ — وقلت قف عن ورود الماء لم یرد
قالت صدقت الوفا فی الحب عادته — یا برد ذالک الذی قالت علیٰ کبدی

(ترجمہ) محبوبہ نے عاشق کی خیالی تصویر سے جبکہ اس نے محبوبہ کی زیارت کی ۔ پوچھا ۔ خدا کے واسطے اس کی حالت بیان کر اور زیادہ (یا) کم نہ کر ۔ اس تصویر نے کہا میں نے اُسے ایسی حالت حالت میں چھوڑا ہے کہ اگر پیاس سے مرتا ہو تو اس سے کہیے پانی پر نہ جانا تو کبھی نہیں جائیگا محبوبہ نے کہا تو نے سچ کہا ۔ بیشک محبت میں وفاداری اس کی عادت ہے ہائے اس کے اس قول کی ٹھنڈک میرے جگر پر کس قدر ہے ۔

حکایت (۷۳۳) حضرت شقیق بلخی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم نے پانچ چیزیں طلب کیں ، انہیں پانچ چیزوں میں پایا ۔ روزی کی برکت طلب کی وہ نماز چاشت میں ملی اور ہم نے قبر کی روشنی طلب کی اُسے تہجد کی نماز میں پایا اور ہم نے منکر و نکیر کے سوالوں کا جواب طلب کیا تو اُسے قراءت قرآن میں پایا اور ہم نے پلصراط کا پار ہونا طلب کیا تو اُسے روزہ اور صدقہ میں پایا اور ہم نے عرش کا سایہ طلب کیا تو اُسے خلوت میں پایا ۔ رضی اللہ عنہ ۔

بعض علماء فرماتے ہیں ہم نے مجلس وعظ کے آخر میں دعا کی اے الٰہی ہم میں جس کا قلب زیادہ سیاہ ہے اور جس کی آنکھیں زیادہ خشک ہیں اور جس کی معصیت کا زمانہ زیادہ قریب ہے اس کی مغفرت کر ۔ ہمارے قریب ایک شخص مخنث گنہ گار تھا اس نے کھڑے ہو کر کہا یہ دعا پھر کرو کیونکہ تم سب میں میں ہی زیادہ سیاہ قلب اور خشک آنکھ اور قریب المعصیت ہوں ۔ میرے واسطے دعا کرو اللہ تعالےٰ میری توبہ قبول کرے ۔ وہ عالم فرماتے ہیں دوسری شب میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں حق تعالےٰ کے

سامنے کھڑا ہوں اور ارشاد ہوا کہ مجھے یہ اچھا معلوم ہوا کہ تم نے میرے اور میرے بندے کے درمیان صلح کرادی۔ میں نے تجھے اور اس کو اور ساری مجلس والوں کو معاف کیا
نقل ہے کہ ایک شخص نے ایک بزرگ کو بعد وفات خواب میں دیکھا۔ پوچھا اللہ تعالےٰ نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ کہا اللہ تعالےٰ نے میرا نامۂ اعمال سیدھے ہاتھ میں دیا اس میں مجھے اپنی ایک لغزش نظر آئی۔ میں اس کے پڑھنے سے شرمایا اور کہا الٰہی مجھے رسوا نہ کر۔ ارشاد ہوا کہ جب تو نے یہ فعل کیا تھا اور مجھ سے نہیں شرمایا تھا اس وقت میں نے تجھے رسوا نہ کیا تو آج جبکہ تو مجھ سے شرماتا ہے میں تجھے کیوں کر رسوا کروں گا۔ میں نے تیری لغزش معاف کر کے اپنی رحمت سے تجھے جنت میں داخل کیا۔ پاک ہے وہ عیبوں کا ڈھانکنے والا علم وکرم والا

حکایت (۳۳۸) حضرت عبداللہ ابن شجاع صوفی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے سیاحت کے زمانہ میں مصر میں قیام پذیر تھا۔ وہاں مجھے نکاح کی ضرورت ہوئی میں نے اپنے دوستوں سے ذکر کیا ان لوگوں نے کہا یہاں ایک عورت صوفیہ ہے اس کی لڑکی قریب البلوغ ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو نکاح کا پیام دیا اور اس کے ساتھ میرا نکاح ہو گیا۔ جب میں اس کے پاس داخل ہوا تو وہ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز ادا کر رہی تھی، مجھے شرم آئی کہ ایسی کم سن لڑکی تو نماز پڑھے اور میں نہ پڑھوں۔ میں نے بھی قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنا شروع کی اور جتنا مجھ سے ہو سکا ادا کیا اس کے بعد میری آنکھ لگ گئی اور میں اپنے مصلے پر لیٹ گیا اور وہ بھی اپنے مصلے پر سو گئی دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا۔ جب بہت دنوں تک یہی حالت رہی تو ایک دن میں نے اس سے کہا اے لڑکی ہمارے اس اجتماع کا کوئی مقصود بھی ہے اس نے جواب دیا میں اپنے مولا کی خدمت میں ہوں، لیکن جس کا مجھ پر حق ہے اسے میں منع بھی نہیں کرتی مجھے اس کی باتوں سے شرم آئی اور اسی گذشتہ طریق پر میں نے ایک مہینہ گذارا۔ پھر میرا قصد سفر کا ہوا میں نے کہا اے بیوی اس نے کہا لبیک۔ میں نے کہا میرا سفر کا ارادہ ہے۔ کہنے لگی تم عافیت کے ساتھ رہو اور خدا تم کو مکروہات سے سلامت رکھے اور مقصود عطا کرے۔ جب میں دروازہ تک پہنچا تو وہ کھڑی ہوئی اور کہنے لگی اے میرے سردار ہمارے درمیان دنیا میں ایک عہد تھا جو پورا نہ ہو سکا۔ ممکن ہے انشاء اللہ جنت میں پورا ہو گا۔ پھر کہا

ہیں تمہیں اللہ کے سپرد کرتی ہوں وہی سب سے بہتر امانت دار ہے چنانچہ اس سے وداع ہوکر چلا گیا۔ پھر دو سال کے بعد میں نے اس کی حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ وہ پہلے سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

ایک فقیر سے مروی ہے کہ ان کی بیوی اولیاء میں سے تھیں۔ جب ان پر کوئی حالت طاری ہوتی تھی تو میں ان پر دست اندازی نہیں کرسکتا تھا اور ان کی شدتِ ہیبت اور قوتِ حال کی وجہ سے اپنی حاجت روائی نہیں کرسکتا تھا اور اس وقت وہ کہتی تھیں کہ ہم میں عورت کون ہے اور مرد کون ہے۔ اور جب ان کا حال زائل ہوجاتا تو میں قادر ہوتا تھا اور اپنی ضرورت پوری کرلیتا تھا۔ رضی اللہ عنہا و عن جمیع الاولیاء۔

حکایت (۳۳۹) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کوہِ لبنان میں میری ایک عابدہ عورت سے ملاقات ہوئی وہ پرانی مشک کی طرح سوکھی ہوئی تھی گویا کہ قبر سے نکلی ہوئی چلی آرہی ہے اور بڑی عبادت اور مجاہدہ والی تھی ویسی میں نے کسی کو نہ دیکھا۔ میں نے کہا تمہارا وطن کون ہے، کہا میرا کوئی وطن نہیں ہے سوائے دوزخ کے مگر یہ کہ حق تعالیٰ عزیز و غفار مغفرت کرے میں نے کہا تم پر خدا رحم کرے مجھے کچھ وصیت اور نصیحت کرو۔ فرمایا کتاب اللہ کو خوانِ نعمت بناؤ اور اس کے وعدے و وعید کی صحبت اختیار کرو اور نیک ارادوں کے پورا کرنے کے لیے دامن اٹھا کر تیار ہوجاؤ اور بیہودہ لوگوں کی جھوٹی امیدوں کو ترک کردو جس کا کوئی وجود نہیں ہے اور وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ ان کا انجام کیا ہونے والا ہے، قسم ہے اللہ کی اس منزل پر وہی لوگ پہنچتے ہیں جو اہلِ دل ہیں اور اس سے آگے وہی لوگ پہنچتے ہیں جو مجاہد ہیں۔ اے بھائی اپنے نفس کے واسطے جو کچھ حاصل کرنا ممکن ہو حاصل کرلے تو یہی مطلوب ہے۔ عقلمند بن جا۔ میں نے کہا میرے واسطے دعا کیجئے۔ تو اس نے اللہ کی حمد کی اس طور سے کہ میں نے کبھی نہ سنی تھی اور اسی طرح درود بھی ایسا پڑھا جیسے میں نے کبھی نہ سنا تھا، پھر ایک اچھی دعا کی۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۳۴۰) حضرت ذوالنون ہی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ساحلِ شام میں ایک عورت دیکھی۔ میں نے کہا تم کہاں سے آرہی ہو۔ کہنے لگی۔

ان لوگوں کے پاس سے آرہی ہوں جن کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں۔ میں نے کہا کہاں جارہی ہو۔ کہا ان لوگوں کے پاس جن کو تجارت اور بیع اللہ کے ذکر سے باز نہیں رکھ سکتے۔ میں نے کہا ان لوگوں کے کچھ اوصاف بیان کرو تو اس نے چند اشعار پڑھے ؎

قوم ھمومھم باللہ قد علقت	فما لھم ھمم تسمو الی احد
فمطلب القوم مولاھم و سیدھم	یا حسن مطلبھم للواحد الصمد
وان ینازعھم دنیا ولا شرف	من المطاعم واللذات والولد
ولا للباس لثوب فائق انق	ولا لروح سرور حل فی بلد
الا مسارعۃ فی اثر منزلۃ	قد قارب الخطو فیھا باعد الابد
فھم رھائن غدران واودیۃ	وفی الشوامخ تلقاھم مع العدد

(ترجمہ) وہ ایسی قوم ہے کہ ان کی ہمتیں اللہ ہی کے ساتھ معلق ہیں۔ ان کی کوئی خواہش اور کے یہاں نہیں پہنچتی۔ اس قوم کا مقصود اپنا مولا اور مالک ہے۔ اللہ واحد و صمد اُن کا مطلوب ہے۔ کیا ہی اچھا مطلوب ہے۔ ان سے کوئی منازعت نہیں کرسکتا نہ دنیا نہ شرافت نہ طعام و لذائذ و اولاد وغیرہ نہ لباس عمدہ اعلیٰ ترین کپڑے کا۔ نہ انہیں کسی شہر کی سکونت سے روحانی مسرت ہوتی ہے۔ وہ چشموں اور جنگلوں میں رہتے ہیں اور پہاڑ کی چوٹیوں پر جماعت کے ساتھ ملتے ہیں۔

حکایت (۳۴۱) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ساحل سمندر پر گذر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی کھلے سر زرد چہرہ چلی آرہی ہے میں نے کہا اے لڑکی اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھ لے۔ اس نے کہا ایسے منہ پر جس پر ذلت برستی ہے دوپٹہ کی کیا ضرورت ہے۔ پھر کہا اے بیہودہ میرے پاس سے ہٹ جا۔ شب گذشتہ میں نے جام محبت نوش کیا جس سے رات بھر طرب میں گذری اور اس کی مستی میں میں نے صبح کی ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی مجھے کچھ نصیحت کر۔ کہا اے ذوالنون خاموش گوشہ نشینی اور قوت لایموت پر رضامندی اختیار کر یہاں تک کہ موت آئے رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۳۴۲) بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے دامن کوہ میں ایک جوان دیکھا جس پر آثار پریشانی نمایاں تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری

تھے۔ میں نے پوچھا تو کون ہے کہا اپنے مولا سے بھاگا ہوا غلام ہوں۔ میں نے کہا لوٹ جا اور معذرت کر کہنے لگا معذرت کے لیے حجت کی ضرورت ہے اور تقصیر وار کیا عذر کر سکتا ہے۔ میں نے کہا کسی شخص سے سفارش کراؤ۔ اس نے کہا سفارش کرنے والے بھی اس سے خوف کھاتے ہیں۔ میں نے کہا ایسا کون شخص ہے۔ اس نے کہا میرا مالک وہ ہے جس نے بچپن میں میری پرورش کی اور بڑا ہو کر میں نے اس کی نافرمانی کی۔ مجھے کس قدر شرم آتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ کتنا اچھا سلوک کیا اور میں نے اس کے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا۔ پھر ایک چیخ مار کر گرا اور مر گیا۔ اتنے میں ایک بڑھیا آئی اور کہنے لگی اس غمگین وحیران کے قتل پر کون معاون ہوا۔ خدا اس پر رحم کرے۔ میں نے کہا میں تیرے پاس قیام کروں گا اور تجہیز و تکفین میں تیری مدد کروں گا۔ اس نے کہا اسے اپنے قاتل کے آگے ذلیل پڑا رہنے دے، شاید کہ اسے بے یار و مددگار دیکھ کر اس پر رحم کرے اور اس کو قبول کر کے اس پر انعام فرمائے۔

حکایت (۳۴۳) مروی ہے کہ سلیمان ابن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ نے ابوحازم رضی اللہ عنہ سے کہا۔ اے ابوحازم کیا بات ہے کہ ہم موت کو برا جانتے ہیں۔ فرمایا اسلیے کہ تم نے اپنی دنیا کو آباد کیا ہے اور آخرت کو ویران کیا ہے اور تم آبادی سے ویرانے کی طرف کوچ کرنا برا جانتے ہو۔ سلیمان نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پھر کہا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ کل میرا خدا کے یہاں کیا حال ہوگا۔ فرمایا اپنا عمل کتاب اللہ پر منطبق کر تجھے اپنا کل کا حال معلوم ہو جائے گا۔ اس نے کہا کتاب اللہ میں کہاں ملے گا۔ فرمایا اس آیت میں۔ ان الابرار لفی نعیم وان الفجار لفی جحیم۔ سلیمان نے کہا پھر اللہ کی رحمت کہاں گئی۔ فرمایا قریب ہے محسنوں کے اور نیکوں کے۔ پھر سلیمان نے کہا کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ کے سامنے پیشی کس طرح ہو گی فرمایا نیک اس طرح پیش ہوں گے جیسے مسافر اپنے گھر آتا ہے خوش و خرم ہوتا ہے اور بدکار ایسے پیش ہوگا۔ جیسے کوئی بھاگا ہوا غلام اپنے مولا کے سامنے پکڑا ہوا خوفناک اور حسرت زدہ آتا ہے۔ یہ سن کر سلیمان ابن عبدالملک رونے لگے اور ابوحازم سے سوال کیا گیا کہ آپ کس طرح نماز پڑھتے ہیں فرمایا جب نماز کا وقت قریب ہوتا ہے تو جملہ فرائض و سنن کی رعایت کے ساتھ کامل وضو کرتا ہوں پھر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر ہیبت اللہ کو

سامنے، جنت کو دائیں طرف دوزخ کو بائیں طرف اور پل صراط کو پاؤں کے نیچے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مطلع وخبردار تصور کرکے نماز پڑھتا ہوں اور یہ گمان کرتا ہوں کہ یہ میری اخیر نماز ہے۔ اس کے بعد مجھے نماز پڑھنا میسر نہ ہوگا۔ پھر تعظیم کے ساتھ تکبیر کہتا ہوں اور تفکر کے ساتھ قراءت کرتا ہوں اور ذلت کے ساتھ رکوع اور تواضع کے ساتھ سجدہ اور اتمام کے ساتھ سلام پھیرتا ہوں۔ پھر اس خوف سے اٹھ کھڑا ہوتا ہوں کہ نہ معلوم یہ نماز میری قبول کی جاتی ہے یا میرے منہ پہ ماری جاتی ہے۔ سائل نے ان سے پوچھا کب سے تم ایسی نماز پڑھ رہے ہو۔ فرمایا چالیس سال سے۔ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کاش کہ ساری عمر میں ایک نماز ایسی پڑھ لوں تو کامیاب ہو جاؤں۔

حکایت (۳۴۴) حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے داؤد علیہ السلام کے محراب میں ایک بڑھیا دیکھی جس کی آنکھیں جاتی رہی تھیں اور ایک صوف کی کرتی پہنے ہوئے تھی اور نماز پڑھتی جا رہی تھی اور روتی جاتی تھی۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نماز چھوڑ کر اُسے کھڑا دیکھتا رہا۔ جب نماز پڑھ چکی تو اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر یہ اشعار پڑھے ؎

انت لی وعصمتی فی حیاتی انت ذخری وعدتی فی مماتی
یا علیما بما اکنّ و اخفی وبما فی بواطن الخطرات
لیس لی مالك سواك فارجو لدفع العظائم الموبقات

(ترجمہ) تو ہی میرا مقصود اور میرا زندگی میں حفاظت کرنے والا ہے اور تو ہی میرا ذخیرہ اور اچھا سنبھالنے والا ہے آخرت میں۔ اے ہر مخفی اور پوشیدہ کے جاننے والے اور دل کے خطرات باطن کے پہچاننے والے میرا تیرے سوا کوئی مالک نہیں ہے کہ امید کروں میں اس سے بڑے بڑے مصائب کے دفع کی۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے سلام کیا اور پوچھا تمہاری آنکھیں کیوں جاتی رہیں کہا میری گریہ وزاری سے جو میں نے اللہ کی نافرمانی اور مخالفت سے نادم ہو کر اور اس کے ذکر میں تقصیر کے سبب کی تھی۔ اگر مجھ سے عفو کیا گیا تو آخرت میں اس سے اچھی آنکھیں مل جائیں گی اور اگر نہ مغفرت کرے تو دوزخ میں جلنے والی آنکھوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے۔ میں اس پر رحم کھا کر رونے لگا۔ پھر اس نے کہا اے صالح مجھے اپنے مولیٰ کا

کچھ کلام سنانے سے تجھے انکار تو نہیں ہے۔ قسم ہے اس کی عزت کی مجھے بہت دنوں سے اس کا شوق ہے۔ میں نے یہ آیت پڑھی وما قدروا اللہ حق قدرہ الآیۃ۔ کہا اے صالح کون اس کا حق خدمت ادا کر سکتا ہے۔ پھر ایسی چیخ ماری کہ سننے والوں کا جگر ٹکڑے ہو گیا اور منہ کے بل زمین پر گر پڑی۔ دیکھا گیا تو دنیا سے انتقال کر چکی تھیں۔ حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے بعد اُسے خواب میں دیکھا وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔ میں نے اس کی حالت دریافت کی۔ کہا جب میں مر گئی تو اللہ نے مجھے سامنے کھڑا کیا اور فرمایا مبارک آمد ہوئی اس کی جس کو کوتاہی خدمت کے افسوس نے قتل کیا پھر یہ اشعار پڑھتی ہوئی لوٹ گئی ؎

جادلی بالذی أومل منہ فی حیاتی بکل ما ارتجیہ

فی نعیم ولذۃ وسرور ابدا عندہ اخلد فیہ

(ترجمہ) میرے ساتھ وہی احسان کیا جس کی امید تھی اور ہر ایک مرغوب و ماموُل مجھے عطا فرمایا۔ نعمت اور لذت اور سرور میں ہمیشہ اسی کے نزدیک ہوں۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۳۴۵) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے شیخ علی سکر دری جو قرافہ میں مدفون ہیں فرماتے تھے کہ وہ ایک مرتبہ مجلس سماع میں حاضر ہوئے اور ان پر وجد طاری ہوا اور بڑی دیر تک یہ دیکھتے رہے کہ چند نہریں شراب کی جاری ہیں اور انہیں ان سے پلایا جاتا ہے اور وہ سیر نہیں ہوتے۔ اور وہ شراب بھی دنیا کی نہیں ہے اور یہ حالت بیداری میں ہوا اس کے بعد ایک نور نظر آیا۔ جب انہیں وہ شراب پلائی جاتی تھی تو وہ قوت پیدا ہوتی تھی کہ سات قوی آدمی ان کو نہ روک سکتے تھے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیتے تھے۔ پھر جب نور دیکھا تو ضعیف ہو گئے مجھ سے دریافت کیا کہ ان دونوں حالتوں میں کونسی حالت بہتر ہے۔ میں نے کہا یہ ایسی بات ہے جہاں میرا خیال نہیں پہنچا میں اس میں کیونکر کلام کروں جسے میں نہیں جانتا۔ بعض بزرگوں کا قول ہے۔

سقونی وقالوا لاتغن ولو سقوا جبال حنین ما سقونی تغنت

(ترجمہ) مجھے شراب محبت پلا کر کہنے لگے کہ گا تو مت (یعنی مستی کے جوش میں گانا شروع نہ کیجیو) حالانکہ حنین کے پہاڑوں کو اگر وہ چیز پلائی جاتی جو میں نے پی ہے تو وہ بھی جوش مستی میں گانے لگتے۔ میں کہتا ہوں کہ رویت نور علامت معرفت کی ہے اور شراب (خمر) علامت محبت کی ہے اور اکثر کے نزدیک مرتبہ معرفت کا مرتبہ محبت سے افضل ہے۔

اور یہ اکثر شیوخ اہل تحقیق کا مذہب ہے اور حضرت میمون فرماتے ہیں کہ محب محبت میں افضل ہیں۔ اور فرمایا کہ عشاق شرف دنیا اور آخرت دونوں کو لے گئے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے المرء مع من احب (یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا) اور بعض عارفوں نے کہا ہے کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ لذت میں ہلاک ہو جائے اور معرفت کی حقیقت یہ ہے کہ حیرت کے ساتھ مشاہدہ اور ہیبت میں فنا ہو جائے اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا محب اگر خاموش رہے تو ہلاک ہو جاتے اور عارف اگر خاموش نہ رہے تو ہلاک ہو جائے اور حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عارف اڑنے والا ہے اور زاہد چلنے والا۔ اور شیخ ابو عبداللہ قرشی فرماتے ہیں کہ حقیقت محبت کی یہ ہے کہ بالکل اپنے آپ کو محبوب کے سپرد کر دے اور تیرا اپنے نفس میں کوئی حق نہ رہے۔

حکایت (۳۴۶) شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک شب شیخ ابی محمد سید ابن علی النجار رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور میں اداً جب تک آپ تہجد کے لیے نہیں کھڑے ہو جاتے تھے اپنا وظیفہ نہیں شروع کرتا تھا۔ چنانچہ اس رات آپ بیدار ہوئے اور وضو کیا۔ میں اپنے بستر پر پڑا جاگ رہا تھا۔ آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کے اپنے وظیفہ میں تلاوت قرآن کرنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ ایک دیوار شق ہوئی اور اس میں سے ایک شخص نکلا جس کے ہاتھ میں ایک سفید شیشی ہے جس کے اندر سفید شہد تھا اور جب آپ قرآن پڑھنے کے لیے منہ کھولتے تھے تو وہ شخص آپ کو چٹاتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر متعجب ہوا اور اپنا وظیفہ چھوڑ کر اسی کے دیکھنے میں مشغول ہو گیا۔ صبح کو میں نے آپ سے اپنا دیکھا ہوا قصہ بیان کیا شیخ کے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اے ابوسلیمان یہ قرآن کی لطافت ہے۔

حکایت (۳۴۷) ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شہر میں پہنچ کر مسجد میں مقیم ہوا۔ جب نماز عشا ہو چکی تو امام نے آ کر کہا یہاں سے نکلو میں دروازہ بند کرتا ہوں۔ میں نے کہا میں مسافر ہوں یہیں شب گذاروں گا۔ کہنے لگا مسافر قندیلیں اور چٹائیاں چراتے ہیں ہم کسی کو یہاں سونے نہیں دیں گے۔ چاہے ابراہیم ابن ادہم ہی کیوں نہ ہو۔ میں نے کہا میں ابراہیم ابن ادہم ہوں اور وہ جاڑے کی رات تھی، اس نے کہا تمہاری صورت سے معلوم ہوتا ہے۔ جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں۔ پھر اس نے کہا

بس بہت بک بک نہ کرو اور سختی سے میری ٹانگ پکڑ کر کھینچا اور تنور حمام کے دروازہ تک گھسیٹتا ہوا منہ کے بل لایا اور وہاں چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے کھڑے ہو کر دیکھا تو ایک آگ جلانے والا حمام میں آگ جلا رہا ہے۔ میں نے جی میں کہا اسی کے پاس چل کر شب گذارنا چاہیئے۔ چنانچہ میں نیچے اتر کر اس شخص کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ ایک موٹے سن کا کپڑا پہنے تھا۔ میں نے سلام کیا اس نے جواب نہ دیا۔ بلکہ اشارہ کے ساتھ مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ میں بیٹھ گیا وہ شخص خوف زدہ کبھی دائیں طرف کبھی بائیں طرف دیکھتا جاتا تھا مجھے اس سے اندیشہ معلوم ہونے لگا۔ جب وہ حمام جھونک چکا تو میری طرف متوجہ ہوا اور کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں نے کہا تعجب ہے میں نے سلام کیا تھا اسی وقت تم نے جواب کیوں نہ دیا کہا میں ایک قوم کا ملازم ہوں اس وجہ سے میں ڈرا کہ اگر تیرے سلام میں مشغول ہو گیا تو میں خائن اور گنہگار ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا میں نے تمہیں دائیں بائیں نظر کرتے دیکھا۔ کیا کسی سے ڈرتے ہو کہا ہاں۔ میں نے کہا کس سے؟ کہا موت سے۔ نہ معلوم دائیں طرف سے آپہنچے یا بائیں طرف سے۔ میں نے کہا دن میں کتنے کی مزدوری کر لیتے ہو۔ کہا ایک درہم اور ایک دانگ کی۔ میں نے کہا اس کا کیا کرتے ہو کہا دانگ تو میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور درہم اپنے ایک بھائی کی اولاد پر صرف کرتا ہوں۔ میں نے کہا وہ تمہارا حقیقی بھائی تھا۔ کہا نہیں میں نے اس سے اللہ واسطے کی محبت کی تھی۔ اب وہ مر گیا تو اس کی اولاد کی کفالت میں ہی کرتا ہوں۔ میں نے کہا تم نے خدا سے کسی حاجت میں دعا کی تھی جو اس نے قبول فرمائی ہو کہنے لگا میری ایک حاجت ہے اور میں بیس سال سے اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں۔ اب تک وہ حاجت پوری نہیں ہوئی میں نے پوچھا وہ کیا حاجت ہے۔ کہا میں نے سنا ہے کہ عرب میں ایک شخص ہے جو زاہدوں میں ممتاز اور سارے عابدوں پر فائق ہے انہیں ابراہیم ابن ادھم کہتے ہیں۔ میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ میں اسے دیکھوں اور اسی کے سامنے مروں۔ میں نے کہا خوش ہو جا اے بھائی اللہ نے تیری حاجت پوری کر دی اور دعا قبول ہو گئی اور مجھے تمہارے پاس منہ کے بل گھسیٹتے ہوئے پہنچا کر راضی ہوا۔ سنتے ہی اچھل پڑا اور مجھ سے معانقہ کیا اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔ اے اللہ تو نے میری حاجت پوری اور میری دعا قبول کی۔ اب میری روح قبض کر لے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے اس کی دوسری دعا بھی فوراً قبول کر لی اور وہ شخص گر پڑا

اور گرتے ہی مر گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حکایت (۳۴۸) حضرت شیخ ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بعض آثار میں سنا تھا کہ جو کوئی لا الٰہ الا اللہ ستر ہزار بار پڑھے تو اُسے دوزخ سے نجات ہو جائے گی۔ میں نے بخیال برکت اس وعدے کے یہ عمل اپنی بیوی کے لیے بھی کیا اور اپنے لیے چند نصاب پورے کئے جنہیں اپنا ذخیرۂ آخرت سمجھا تھا ان دنوں ہمارے ساتھ حجرہ میں ایک نوجوان رہتے تھے مشہور تھا کہ انہیں بعض اوقات میں جنت اور دوزخ کا کشف ہوتا ہے اور ساری جماعت باوجود صغر سنی کے ان کی تعظیم کرتی تھی مگر میرے ذہن میں ان کی طرف سے کچھ شبہ تھا۔ اتفاقاً بعض برادران نے دعوت کر کے ہمیں اپنے گھر بلایا۔ جب ہم کھانا تناول کر رہے تھے اور وہ شخص بھی ہمارے ساتھ تھے۔ ناگاہ انہوں نے ایک بھیانک آواز سے چیخ ماری اور اس کا سانس پھولنے لگا اور کہنے لگے اے چچا یہ میری ماں دوزخ میں ہے اور وہ ایسی شدت سے چیخ رہے تھے کہ سننے والے کو یقین ہوتا تھا کہ ضرور یہ کسی مصیبت ہی کی وجہ سے چیخ رہا ہے۔ جب میں نے ان کی گھبراہٹ دیکھی میں نے اپنے جی میں کہا کہ آج اس شخص کی سچائی کا تجربہ کروں۔ چنانچہ میرے دل میں القاء ہوا کہ ایک نصاب ستر ہزار لا الٰہ الا اللہ کا جس کو میں نے پڑھا تھا اور اُسے سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اس کی ماں کا فدیہ کر دوں اور میں نے جی میں یہ بھی کہا کہ حدیث صحیح ہے اور اس کے راوی صادق ہیں۔ یا اللہ ستر ہزار اس عورت پر قربان کرتا ہوں جو اس جوان کی ماں ہے۔ ابھی یہ خیال میں پورا بھی نہ کرنے پایا تھا کہ اس نے کہا اے چچا! وہ دوزخ سے نکالی گئی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ مجھے اس سے دو فائدے ہوئے ایک اس حدیث کے صدق پر ایمان ہو گیا۔ دوسرے اس جوان کے متعلق جو شبہ تھا جاتا رہا۔ اور اس کے سچے ہونے کا یقین ہو گیا۔ رضی اللہ عنہما و نفعنا بہما۔ شیخ ابو العباس ابن عریف رضی اللہ عنہ نے چند اشعار فرماتے ہیں۔

سلوا عن الشوق من اهوی فانهم ادنی الی النفس من وهمی ومن نفسی

مازلت مذ سکنوا قلبی اصون لهم لحظی وسمعی ونطقی اذا هم انسی

فمن رسولی الی قلبی لیسألهم عن مشکل من سوال الصب ملتبس

لانهضن الی حشری بحبهم ولا اکون کمن قد خانهم ونسی

(ترجمہ) معشوق کے اشتیاق کا حال محبوب ہی سے پوچھو کیونکہ وہ مجھ سے میرے وہم اور سانس سے بھی زیادہ قریب ہے۔ جب سے کہ وہ میرے قلب میں ساکن ہوا ہے میں اس کی وجہ سے حفاظت کرتا ہوں، اپنی آنکھ اور کان اور زبان کی کیونکہ وہی مقصود ہے۔ پس کون میرا قاصد ہے جو ان سے دریافت کرے عاشق کی ایک مشکل اور پیچیدہ سوال کو۔ البتہ میں عشق میں ان کی محبت کو ساتھ لیکر اُٹھوں گا اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوں گا جنھوں نے ان سے خیانت کی اور بھول گئے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ چوتھے شعر کا اخیر مصرعہ میں نے تبدیل کردیا ہے۔ کیونکہ اصل میں یوں تھا لا بارك الله فيمن خانهم ونسي۔ یعنی خدا خیانت کرنے والوں اور بھول جانے والوں میں برکت نہ کرے میں نے یہ بددعا اپنے اور عموم خلق کے لیے مضر جانی سوائے خواص کے کیونکہ ہم اپنا عہدِ قدیم بھولے ہوئے ہیں اور خائن ہیں مصنف کا قول ان کے اور ان جیسے لوگوں کے احوال کے مناسب ہے جو صدیق صادق الاحوال ہیں۔ نیز اخیر شعر سے پہلے دو بیتیں بھی میں نے حذف کردی ہیں۔ ان میں یہ مصلحت میں نے دیکھی کہ جنہیں ان اہل اسرار کی معانی کا فہم نہیں ہے وہ انکار کریں گے۔ رضی اللہ عنہم وجعلنا منہم ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۳۴۹) حضرت ابو القاسم جنید بغدادی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا ایک روز مجھے بدخوابی ہوئی میں اپنا وظیفہ پورا کرنے کے قصد سے کھڑا ہوا تو اس میں ہمیشہ کی طرح حلاوت نہ پائی۔ پھر سونے کا قصد کیا نیند نہ آئی اُٹھ بیٹھا تو بیٹھا بھی نہ گیا۔ دروازہ کھول کر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص اپنی عبا میں لپٹے ہوئے راستہ میں پڑے ہیں۔ میری آہٹ سُن کر انھوں نے سر اُٹھایا اور کہا اے ابو القاسم تھوڑی دیر کے لیے میرے پاس آجاؤ۔ میں نے کہا جناب بغیر کسی اطلاع ہی کے۔ کہا ہاں۔ میں نے اللہ محرک القلوب سے سوال کیا تھا کہ تمہارے قلب کو میری جانب حرکت دے۔ میں نے کہا یہ تو اللہ نے کیا۔ آپ کا مجھ سے کیا کام ہے۔ کہا نفس کی بیماری کس وقت خود ہی علاج بن جاتی ہے۔ میں نے کہا جب نفس اپنے خواہشات کی مخالفت کرنے لگتا ہے تو اس کی بیماری ہی دوا ہو جاتی ہے۔ پھر انھوں نے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا سُن میں نے سات بار تجھے یہی جواب دیا تھا۔ تو نے نہ مانا اور جنید ہی سے سننے کا قصد کیا۔ اب تو تو نے ان سے بھی سُن لیا۔ پھر وہ چلے گئے۔ میں نہ ان سے واقف تھا نہ میں نے انہیں

پہچانا۔ رضی اللہ عنہما۔ شیخ خیر النساج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں گھر میں بیٹھا تھا ناگاہ میرے دل میں خیال آیا کہ حضرت جنید دروازہ پر ہیں، میں نے اس خیال کو دل سے دور کیا لیکن پھر دوسری بار اور تیسری بار یہی خیال گذرا۔ آخر میں نکلا تو حضرت جنیدؒ موجود تھے۔ فرمایا پہلے ہی خیال میں کیوں نہ آ گئے۔ رضی اللہ عنہما۔

حکایت (۳۵۰) روایت ہے کہ حضرت کنذ جرجانی رضی اللہ عنہ عبادت میں محنت بہت کیا کرتے تھے لوگوں نے اس کی نسبت ان سے کچھ عرض کیا۔ فرمایا تمہیں قیامت کے دن کی مقدار کتنی معلوم ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا پچاس ہزار برس۔ پھر فرمایا تمہیں دنیا کی ہستی کی مقدار کتنی معلوم ہوئی لوگوں نے کہا سات ہزار برس پھر فرمایا کیا کوئی اتنے بڑے دن کے بچاؤ کے لیے سات دن عمل کرنے سے بھی عاجز ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ تو آنجناب نے عمرِ دنیا کی نسبت سے بیان فرمایا ہے۔ اگر ایک شخص کی عمر مثلاً سو برس ہو اور اس کی نسبت قیامت کے دن سے دیکھی جائے تو پانسو حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔ اور احمد ابن ابی الحواری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رو رہے تھے میں نے کہا کون چیز آپ کو رلا رہی ہے۔ فرمایا اے احمد میں کیوں نہ روؤں جب رات ہوتی ہے اور آنکھیں نیند میں مستغرق ہوتی ہیں اور پھر حبیب اپنے محبوب کے ہمراہ خلوت کرتے ہیں اور اہلِ محبت اپنے پاؤں سیدھے کھڑے کرتے ہیں اور ان کے آنسو رخساروں پر بہتے ہیں اور مصلّے پر ٹپکتے ہیں تو حق سبحانہٗ وتعالےٰ جل جلالہٗ ان لوگوں پر نظرِ رحمت فرماتے ہیں اور جبریل علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ میرے کلام سے لذت حاصل کرنے والے ہیں وہ میرے سامنے ہیں۔ پھر ان لوگوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کیا تم نے کسی دوست کو دیکھا ہے جو اپنے احباب کو عذاب دیتا ہو پھر مجھے یہ کیونکر مناسب ہے کہ میں عذاب دوں ان لوگوں کو کہ جب رات ہوتی ہے تو وہ میری خوشامد کرنے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قسم ہے اپنی عزت کی جب وہ قیامت میں میرے پاس حاضر ہوں گے تو میں انہیں اپنے دیدار سے مشرف کروں گا تاکہ وہ مجھے دیکھیں اور میں انہیں دیکھوں۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ اپنے پروردگار تبارک وتعالےٰ سے دعا کرتے تھے کہ ان پر اکرام کرے اور اس اکرام کو لوگوں سے پوشیدہ رکھے۔ ایک رات صبح تک نماز میں اور عجز و الحاح میں گذاری۔ اسی اثنا میں انہیں بعض اصحاب نے دیکھا تو ان کے سر پر نور کا ایک قندیل لٹک رہا تھا جو ان کی آنکھوں کے سامنے چمک رہا تھا۔ ان سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے یہ شعر پڑھا۔

یاصاحب السران السر قد ظهرا ولا ارید حیاۃ بعد ما اشتهرا

(ترجمہ) اے میرے رازدار راز فاش ہوگیا۔ اس کے اشتہار کے بعد میں زندگی نہیں چاہتا۔ پھر سجدہ کیا۔ حق تعالیٰ نے سجدے ہی میں ان کی روح قبض کرلی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۳۵۱) ابراہیم ابن شبیب رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم جمعہ کے دن بعد نماز کے مجلس کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شخص صرف ایک کپڑے میں لپٹا ہوا ہماری مجلس میں آ بیٹھا اور ایک سوال کیا۔ ہم لوگ مجلس کے برخاست ہونے تک مسائل فقیہہ میں گفتگو کرتے رہے۔ پھر وہ شخص دوسرے جمعہ کو آیا ہم نے اُسے جواب دیا اور اس کا مقام اور اس کی حالت دریافت کی اُس نے اپنا پتہ بتایا۔ پھر ہم نے اس کی کنیت پوچھی۔ اس نے کہا ابو عبداللہ۔ ہم اس کی ہمنشینی سے بہت خوش ہوتے۔ ایک مدت تک وہ ہمارے پاس اسی طرح آتا جاتا رہا۔ پھر اس کا آنا موقوف ہوگیا۔ ایک بار ہم اس کی ملاقات کے ارادہ سے اس قریہ میں گئے اور اسکے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا وہ ابو عبداللہ صیاد ہیں۔ اس وقت شکار کو گئے ہیں ابھی آتے ہوں گے۔ ہم انتظار میں بیٹھے تھے کہ وہ سامنے سے آئے اور حال یہ تھا کہ ایک ٹکڑے کپڑے کی لنگی اور ایک ٹکڑے کی چادر بنائے ہوئے تھے۔ ہاتھ میں کئی پرندے زندہ اور کئی ایک ذبح کیے ہوئے ہمیں دیکھ کر مسکرائے۔ ہم نے کہا آپ ہماری مجلس کی رونق افزائی کیا کرتے تھے۔ اب کیا ہوگیا جو بالکل ترک کردیا۔ کہا گیا سچ کہہ دوں۔ میرا ایک ہمسایہ تھا اس سے کپڑے لے کر اور پہن کر تمہارے یہاں آتا تھا۔ اب وہ شخص سفر کو گیا ہے۔ پھر کہا تم میرے گھر چل کر رزق اللہ تناول کروگے۔ ہم ان کے مکان پر پہنچکر بیٹھے اور اپنی بیوی کو ذبح کیے ہوئے پرندے پکانے کے لیے سپرد کیے اور زندہ کو لے کر

بازار گئے اور انہیں بیچ کر روٹیاں خرید لائے۔ اتنی دیر میں بیوی نے سالن تیار کر رکھا تھا۔ ہم کھانا کھا کر نکلے تو آپس میں گفتگو ہونے لگی کہ تم نے اس شخص کی ناداری اور فقر کی حالت اور نیک بختی اور صلاح کی کیفیت دیکھی اور تم میں قدرت بھی ہے کہ اس کی اتنی مدد کرو جس سے وہ اپنی حالت سنبھال سکے۔ تمہیں ایسا کرنا چاہیئے کہ کچھ چندہ جمع کر کے ان کی امداد کرو جس سے وہ اپنی حاجت پوری کریں۔ چنانچہ ہم نے آپس میں تعین کر کے پانچہزار درہم جمع کیے اور ان کو دینے کے لیے پھر اس گاؤں کو لوٹ چلے۔ جب ہم مربد پر پہنچے تو امیر بصرہ محمد ابن سلیمان جھروکے میں بیٹھے ہوتے تھے۔ غلام سے کہا ابراہیم ابن شبیب کو میرے پاس بلالا۔ جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے دریافت کیا کہ کہاں سے آئے ہو۔ کہاں جا رہے ہو۔ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ امیر نے کہا مجھ پر تم سب سے زیادہ حق ہے اور اسی وقت دس ہزار درہم کا توڑا منگا کر اور ایک فراش کے کاندھے پر رکھوا کر میرے ہمراہ کر دیا۔ میں اور خوش ہوا اور جلدی سے اُس گاؤں کی طرف روانہ ہوا اور ان کے دروازہ پر پہنچ کر سلام کیا۔ وہ جواب دیتے ہوئے باہر نکلے۔ جب میرے ہمراہ فراش کو اور اشرفیوں کے توڑوں کو دیکھا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا اور کہنے لگے اے شخص تجھے مجھ سے کیا علاقہ۔ کیا تو مجھے فتنہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اے ابو عبداللہ بیٹھ جاؤ۔ واقعہ یہ ہے۔ چنانچہ میں نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ میں نے کہا تم جانتے ہو کہ وہ ایک ظالم امیر ہے۔ تم خدا کے واسطے اپنے نفس کو بچاؤ اور یہ لے لو۔ یہ سُن کر ان کا غصہ اور تیز ہوا۔ اسی وقت گھر میں جا کر دروازہ بند کر لیا۔ میں ناامید ہو کر امیر کے پاس لوٹ آیا اور بغیر سچ کہنے کے کوئی چارہ نہ تھا۔ ناچار واقعہ بیان کیا سنتے ہی کہنے لگا۔ یہ شخص خارجی معلوم ہوتا ہے اور غلام سے کہا تلوار لے آؤ۔ جب وہ لے آیا تو میرے ساتھ کر دیا اور کہا ان کے ساتھ جا کر اس کا سر کاٹ لاؤ۔ میں نے کہا خدا امیر کو سلامت رکھے اس شخص کے معاملہ میں خدا سے ڈرو۔ ہم نے اس کو دیکھا ہے۔ وُہ خارجی نہیں ہے۔ میں انہیں کو تمہارے پاس بلاتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں میرا مقصود ان کو اس سے بچانا تھا۔ اس پر امیر کو اطمینان ہوا اور میں روانہ ہو کر ان کے دروازہ پر پہنچا اور سلام کیا تو ان کی بیوی کو روتا ہوا پایا کہنے لگی کچھ خبر بھی ہے تمہارے ابو عبداللہ کا کیا قصہ ہوا۔ میں نے کہا ان کا کیا حال ہے کہا انہوں نے گھر میں آ کر جو کچھ ان کے پاس

تھا رکھ دیا اور وضو کر کے نماز پڑھی اور میں نے انہیں یہ دعا کرتے سنا کہ اے اللہ مجھے اپنے پاس بلا لے اور فتنہ میں نہ ڈال یہ کہتے ہوئے لمبے لیٹ گئے۔ میں ان کے پاس پہنچی تو ان کا انتقال ہو چکا تھا اور یہ ان کی لاش موجود ہے۔ میں نے کہا اے بیوی یہ ہمارا بہت ہی بڑا قصہ ہے۔ پس اب اس کا ذکر ہی نہ کرو۔ یہ کہہ کر ویسے ہی لوٹ کر میں امیر کے پاس آیا اور سارا حال میں نے اس سے بیان کیا۔ امیر نے کہا میں اس شخص کی نماز پڑھاؤں گا۔ یہ خبر شہر میں مشتہر ہوئی۔ چنانچہ تمام اہل شہر مع امراء اور رؤسا کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ۔

حکایت (۳۵۲) محمد ابن سماک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا۔ اس کا ایک لڑکا تھا جو دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو تہجد پڑھتا تھا۔ جب رات ہوتی تو یہ اشعار پڑھتا ؎

لما رایت اللیل اقبل خاشعا بادرت نحو موانسی بنحیبی

ابکی فتقلقنی الیہ صبابتی فابیت مسرور ابقرب حبیبی

(ترجمہ) جب میں رات کو عجز کے ساتھ آتے دیکھتا ہوں تو اپنے مونس کی جانب روتا ہوا دوڑتا ہوں۔ روتا ہوں اور عشق مجھے اس کی طرف مضطرب کر دیتا ہے۔ پھر میں قرب حبیب سے خوش خوش شب گذارتا ہوں۔ اور جب رات اخیر ہوتی تو وہ رو کر یہ اشعار پڑھتا ؎

قدرت فی اللیل اذا لاحت معالمہ ماکان انسی بہ فیہ لمولای

ضمنت فی القلب حبا قد کلفت بہ واللہ یعلم مامکنون احشای

(ترجمہ) جب رات کی علامات ظاہر ہوتی ہیں اس وقت میں اندازہ کرتا ہوں کہ اس وقت مجھے اپنے مولا سے کس قدر انس ہوتا ہے۔ میں نے قلب میں ایسی محبت چھپا رکھی ہے جس پر میں عاشق ہوں۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ میرے سینہ میں پوشیدہ ہے۔ محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ اس کا باپ بہت بوڑھا آدمی تھا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ تم اسے سمجھاؤ کہ وہ اپنے اوپر کچھ رحم کرے۔ ایک دن میں اپنے دروازہ پر بہت سے لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا۔ ناگاہ وہ لڑکا سامنے سے گذرا۔ میں نے آواز دی اے جوان ہمارے پاس ہو جاؤ۔ میں نے جو اسے دیکھا تو وہ پرانی مشک کی طرح سکڑا ہوا

لاغر ہو رہا تھا کہ اگر شدت کی ہوا بھی چلے تو وہ اس ہوا سے اُڑ جائے۔ غرض بہت ہی ضعیف تھا۔ وہ سلام کرکے بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اے دوست اللہ نے تجھ پر والد کی اطاعت بھی فرض کی ہے اور والد کی نافرمانی سے بھی منع فرمایا ہے جس طرح کہ اپنی نافرمانی سے منع فرمایا ہے۔ تمہارے باپ نے ہم سے ایک بات کہی ہے۔ اگر تم اجازت دو تو ہم اُسے بیان کریں۔ کہا اے چچا شاید آپ مجھے عمل میں کمی کرنے اور اللہ کی جانب مبادرت ترک کرنے کا مشورہ دیں گے۔ میں نے کہا یہ مقصود تمہارا بغیر اس محنت شاقہ کے بھی ان شاء اللہ حاصل ہو جائے گا۔ کہا نہیں اے چچا میں نے اس محلہ کے چند نوجوانوں سے اسی حالت پر رہنے کا معاہدہ کیا ہے کہ اللہ کی طرف سبقت کریں۔ چنانچہ انہوں نے کوشش کی اور محنت کی اور خدا کی طرف بُلا لیے گئے تو خوشی سے چلے گئے۔ اب میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ میرا عمل دو بار ان کے پاس پیش ہوتا ہے وہ کیا کہیں گے جب اس میں نقصان یا تقصیر دیکھیں گے۔ پھر کہا اے چچا میں نے اس طریق پر ایسے نوجوانوں سے معاہدہ کیا ہے جنہوں نے رات کو اپنی سواری قرار دے کر اس پر بڑے بڑے جنگل قطع کیے اور بڑے بڑے پہاڑوں پر چڑھے صبح جب کہ میں نے انہیں دیکھا تو ان کو شب بیداری کی چھری نے ذبح کر دیا تھا اور خنجر تعب نے ان کے اعضا جدا جدا کر دیے تھے۔ شب روی کی وجہ سے ان کے پیٹ پتلے ہو رہے تھے۔ نہ انہیں قرار آتا تھا نہ ان کا اشرار سے تعلق تھا۔ جب انہیں بلایا گیا تو خوشی سے اللہ کے یہاں چلے گئے۔ ابن سماکؒ فرماتے ہیں۔ واللہ اس نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا اور رخصت ہوا۔ صرف تین دن اس واقعہ کو گذرے تھے کہ خبر ملی کہ اس نوجوان لڑکے کا انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ایک قائل کا قول ہے۔ اشعار یہ ہیں۔ ؎

تجوع للالہ لکی یرا ہ ۔۔۔ نحیل الجسم من طول الصیام

وقام لربہ فی اللیل حتی ۔۔۔ اضر بجسمہ طول القیام

سیجزی فی جنان الخلد حورا ۔۔۔ لواغمرۃ صرات فی الخیام

ویلھو مع حسان ناعمات ۔۔۔ جوار اللہ فی دار السلام

(ترجمہ) بھوکا رہا خدا کے واسطے تاکہ دیکھے اس کو۔ لاغر ہو گیا بسبب طول صیام کے۔

اور اللہ کے لیے کھڑا رہا رات بھر حتیٰ کہ ضرر پہنچایا اس کے جسم کو طول قیام نے عنقریب جنت خلد میں اسے جزا میں حوریں ملیں گی۔ نازک اندام نامحرم سے نظر بچانے والی خیمہ میں رہنے والی۔ اور وہ شخص نازک اندام حسینوں کے ساتھ لطف اٹھائے گا جنت میں جوار رحمت الٰہی میں۔

حکایت (۳۵۳) بعض سلف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک قوم نے ایک خوبصورت عورت کو جو حسن میں لاثانی تھی، حکم کیا کہ وہ ربیع ابن خثیم رضی اللہ عنہ کو چھیڑے شاید وہ فتنہ میں پڑ جائیں اور اس فعل کی ہزار درہم اجرت ٹھہرائی۔ اس نے حتی المقدور عمدہ لباس اور زیور سے آراستہ ہو کر نہایت عمدہ خوشبو لگائی اور جب حضرت نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو سامنے آئی۔ آپ اسے دیکھ کر گھبرائے وہ کھلے منہ آپ کے پاس آ گئی۔ اس وقت حضرت نے فرمایا اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جبکہ تجھ پر بخار نازل ہو اور تیرا رنگ متغیر ہو جائے اور رونق تیری اڑ جائے یا تجھ پر ملک الموت نازل ہو کر تیری رگ جان کاٹ ڈالیں۔ یا تجھ سے منکر و نکیر سوال کریں۔ یہ سنتے ہی اس نے ایک چیخ ماری اور بیہوش ہو کر گر پڑی۔ راوی کہتے ہیں کہ قسم ہے اللہ کی جب اسے افاقہ ہوا تو ایسی عبادت گذار بن گئی کہ جس دن وہ مری ہے جلے ہوئے درخت کی طرح خشک و سیاہ تھی۔

حکایت (۳۵۴) حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک فاحشہ عورت تھی جس کے پاس حسن کا تہائی حصہ تھا۔ جب تک سو دینار نہ لے لیتی کسی کو اپنے پاس نہ آنے دیتی۔ اسے ایک عابد نے دیکھا اور اس پر عاشق ہو گیا اور محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کیے۔ پھر اس عورت کے پاس آیا اور کہا تیرا حسن مجھے بھا گیا تھا۔ میں نے محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کر لیے ہیں۔ اس نے کہا لے آ وہ شخص اس کے یہاں پہنچا اس کا ایک سونے کا تخت تھا جس پر وہ بیٹھا کرتی تھی۔ اسے بھی اس نے اپنے پاس بلایا جب عابد آمادہ ہوا اور اس کے پاس جا بیٹھا تو ناگاہ اسے اللہ کے سامنے قیامت کے دن کھڑا ہونا یاد آ گیا اور فوراً اس کے بدن میں رعشہ پڑ گیا اور کہا مجھے جانے دے سو دینار تیرے ہی ہیں اس نے کہا تجھے کیا ہو گیا تو نے تو کہا تھا کہ میں تیرے پسند

آ گئی اور تو نے محنت مزدوری کر کے دینار جمع کیے اور جب مجھ پر قادر ہوا تو یہ حرکت کی۔ کہا مجھ پہ اللہ کا خوف طاری ہو گیا اور اللہ کے سامنے جانے کا اندیشہ غالب آ گیا میرے دل میں تیری عداوت پیدا ہو گئی۔ اب تو ابغض الناس ہے میرے نزدیک۔ اس نے کہا اگر تو سچا ہے تو میرا شوہر بھی تیرے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا۔ مجھے نکل جانے دے۔ اس نے کہا مجھ سے نکاح کرنے کا وعدہ کر جاؤ۔ کہا عنقریب ہو جائے گا۔ پھر سر پر چادر ڈالی اور اپنے شہر کو چلا گیا۔ وہ عورت بھی توبہ کر کے اس کے پیچھے اس شہر کو روانہ ہوئی۔ اس شہر میں پہنچ کر لوگوں سے اس عابد کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے اُسے بتایا۔ اس عورت کو ملکہ کہتے تھے۔ عابد سے بھی کسی نے کہا کہ تمہیں ملکہ تلاش کرتی پھرتی ہے۔ انہوں نے جب اُسے دیکھا فوراً ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ وہ عورت ناامید ہو گئی۔ پھر اس نے کہا یہ تو مر ہی گئے۔ ان کا کوئی رشتہ دار بھی ہے۔ لوگوں نے کہا اس کا بھائی بھی فقیر آدمی ہے۔ کہنے لگی اس کے بھائی کی محبت کی وجہ سے اس سے نکاح کروں گی۔ چنانچہ اس سے نکاح کیا جس سے سات لڑکے پیدا ہوئے سب کے سب نیک بخت صالح تھے۔

حکایت (۳۵۵) رجاء ابن عمرو النخعی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک جوان نہایت حسین اور بہت عبادت اور مجاہدہ کرنے والا زاہد تھا۔ قبیلۂ نخع میں ایک قوم کے پڑوس میں آیا ان کی ایک لڑکی کو دیکھ کر عاشق ہو گیا اور اس کی عقل زائل ہو گئی اور اس لڑکی کا بھی وہی حال ہوا جو اس کا تھا۔ اس شخص نے اس کے باپ کو پیام دیا، اس نے کہا کہ اس کی منگنی تو اس کے چچازاد بھائی سے ہو چکی ہے۔ ان دونوں کو بوجہ عشق کے سخت تکلیف ہونے لگی۔ لڑکی نے اس کے پاس قاصد بھیجا کہ میں نے تمہارے عشق کا حال اور مصیبت کی داستان سُنی ہے۔ میں بھی تمہاری طرح محبت میں مبتلا ہوں اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس آجاؤں یا تمہارے آنے کے اسباب بہم پہنچاؤں اس نے قاصد سے کہا مجھے ان میں سے کوئی طریقہ پسند نہیں ہے۔ میں اللہ سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس کی نافرمانی کروں تو بڑے عذاب کا اندیشہ ہے۔ میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں کہ نہ اس کی تیزی کم ہوتی ہے۔ نہ اس کے شعلے بجھتے ہیں۔ جب قاصد نے لوٹ کر یہ واقعہ اس لڑکی کو سنایا

تو سن کر کہنے لگی باوجود اس حسن کے وہ پرہیزگار بھی ہے۔ قسم ہے اللہ کی خوف خدا میں سب بندوں کو یکساں ہونا چاہیئے۔ ایک دوسرے سے اس کا زیادہ مستحق نہیں۔ اسی وقت اس نے دنیا ترک کی اور سارے علاقے پس پشت ڈال دیئے اور ٹاٹ کا لباس پہن کر عبادت میں مصروف ہوگئی۔ لیکن اس جوان کی محبت میں پگھلتی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ اسی کی محبت میں مر گئی۔ وہ شخص اس کی قبر پر جایا کرتا تھا۔ ایک بار اُسے خواب میں دیکھا۔ وہ بہت اچھی حالت میں تھی۔ پوچھا تو نے کیا کیا دیکھا اور تیرا کیا حال ہے۔ اس نے یہ شعر سنایا ؎

نعم المحبۃ یا حبی محبتنا حبا یعود الیٰ خیر واحسان

(ترجمہ) اے دوست ہماری محبت اچھی محبت تھی۔ ایسی محبت جو خیر واحسان کی طرف پہنچاتی ہے۔ پھر پوچھا۔ اب تو کہاں پہنچی۔ اس نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

الیٰ نعیم وعیش لا زوال لہٗ فی جنۃ الخلد لیس بالفانی

(ترجمہ) ایسی نعمت اور عیش میں جس کو زوال ہی نہیں ہے۔ جنت خلد میں جو ایسا ملک ہے جسے فنا نہیں ہے۔ اس سے کہا مجھے وہاں یاد رکھ میں بھی تجھے نہیں بھولتا ہوں۔ کہنے لگی واللہ میں بھی تجھے نہیں بھولتی ہوں اور میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہے تو محنت واجتہاد کرکے میری مدد کر۔ جب وہ مڑ کر جانے لگی تو کہا میں تجھے پھر کب دیکھوں گا۔ کہا عنقریب تم میرے پاس آؤ گے اس خواب کے بعد وہ شخص صرف سات روز زندہ رہا۔ رحمۃ اللہ علیہما۔

حکایت (۳۵۶) کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بنی اسرائیل کا ایک فاحشہ عورت کے پاس گیا اور وہاں سے نکل کر غسل کے واسطے ایک نہر میں گھسا پانی نے اُسے آواز دی کہ اے شخص تجھے شرم وحیا نہیں ہے کیا تو نے توبہ نہیں کی تھی کہ میں کبھی ایسا نہیں کروں گا۔ وہ شخص پانی میں سے گھبرایا ہوا نکلا اور کہتا جاتا تھا کہ میں نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے چنانچہ ایک پہاڑ پر پہنچا۔ جہاں بارہ آدمی عبادت میں مشغول تھے۔ وہ شخص بھی ان ہی لوگوں کے ساتھ رہا حتیٰ کہ وہاں قحط واقع ہوا تو وہ لوگ گھاس اور چارہ کی تلاش میں اس شہر پر آئے۔ جب نہر کے پاس جانے لگے

تو اس شخص نے کہا میں تمہارے ہمراہ نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کہا کیوں۔ کہا وہاں میرے گناہ کا جاننے والا ہے اس سے مجھے شرم آتی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اُسے چھوڑ کر آگے بڑھے۔ نہر نے آواز دے کر کہا۔ اے عابدو تمہارا ساتھی کیا ہوا۔ انہوں نے کہا وہ کہتا ہے کہ یہاں ایک اُس کے گناہ کا جاننے والا ہے۔ اس سے شرماتا ہے کہ کہیں اُسے دیکھ نہ لے۔ کہنے لگا سبحان اللہ اگر تم میں سے اپنی اولاد یا عزیز و قریب پر غصہ ہوتا ہے۔ پھر وہ اپنے فعل سے باز آجائے اور توبہ کرے تو کیا پھر اس سے محبت نہیں کرنے لگتا ہے۔ تمہارے ساتھی نے بھی توبہ کی اور میرے پسند کا کام کرنے لگا۔ اب میں بھی اُسے دوست رکھتا ہوں اُسے لے آؤ اور یہ خبر کر دو اور میرے کنارے اللہ کی عبادت کرو۔ ان لوگوں نے اُسے خبر کی وہ بھی ان کے ساتھ نہر کے کنارے پر آیا اور عبادت خدا میں مشغول رہا۔ ایک طویل زمانہ تک وہ لوگ وہیں مقیم رہے۔ پھر اس شخص کا انتقال ہوگیا تو نہر نے آواز دی۔ اے عابدو اے خدا کے بندو اس کو میرے ہی پانی سے غسل دے کر میرے ہی کنارے پر دفناؤ تاکہ قیامت میں بھی میرے ہی پاس سے اُٹھے۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر سب نے کہا چلو آج رات اسی کی قبر کے پاس سوئیں۔ صبح ہی اُٹھ کر چلیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا جب صبح قریب ہوئی تو ان سب کی آنکھ لگ گئی۔ بیدار ہو کر دیکھا تو اس کی قبر پر بارہ سرو کے درخت کھڑے ہیں۔ پہلا سرو اس کے سر پر پیدا ہوا۔ انہوں نے آپس میں کہا یہ سرو اللہ تعالیٰ نے اس لیے پیدا کیے ہیں کہ ہم یہیں رہیں۔ پھر انہوں نے وہیں اقامت اختیار کی اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔ جب ان میں سے کوئی مر جاتا تو اسی کے پہلو میں دفنا دیتے۔ حتیٰ کہ کل مر گئے۔ بنی اسرائیل ان کی زیارت کو جایا کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حکایت (۲۵۷) کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دو آدمی بنی اسرائیل کے ایک مسجد میں گئے ایک تو مسجد میں داخل ہوا۔ دوسرا باہر بیٹھا رہا اور کہنے لگا۔ مجھ جیسا شخص مسجد میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے میں نے اللہ کی نافرمانی کی ہے۔ اس وجہ سے اس کا نام صدیقوں میں لکھا گیا۔ اور فرمایا بنی اسرائیل میں سے ایک شخص نے ایک گناہ کیا اس پر اُسے

بہت رنج ہوا اور ادھر ادھر آتا جاتا تھا کہ کس طرح خدا کو راضی کروں۔ اس سبب سے اس کا نام بھی صدیقوں میں لکھا گیا۔ اور حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ میں ایک قافلہ میں تھا جو شام کو جا رہا تھا۔ راستہ میں بدوؤں نے اُسے پکڑ لیا اور اس کا اسباب اپنے امیر کے پاس پیش کرنے لگے۔ اس میں ایک بادام اور شکر کی بھری ہوئی تھیلی نکلی اُسے بدوؤں نے کھایا۔ لیکن ان کے امیر نے کچھ نہ کھایا۔ میں نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں کھاتے۔ کہنے لگا کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں نے کہا ڈاکہ ڈال کر لوگوں کا مال لوٹتے ہو اور پھر روزہ بھی ہے۔ اس نے کہا اے صاحب! میں خدا سے مصالحت کرنے کا ایک موقع رکھ چھوڑتا ہوں (یعنی ایسی سرکشی نہیں کرتا ہوں کہ صلح بالکل نہ ہو سکے۔ بلکہ کچھ اعمال صالحہ بھی کرتا ہوں تاکہ صلح ہو سکے) کچھ دنوں کے بعد میں نے اُسے دیکھا کہ احرام باندھے ہوئے کعبہ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور عبادت نے اسکو نحیف کر دیا تھا۔ جیسے پرانی مشک ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم وہی آدمی ہو۔ کہا ہاں۔ اسی روزہ نے میرے اور اللہ کے درمیان صلح کرائی ہے۔

رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۳۵۸) اصمعی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک بار میں جامع مسجد بصرہ سے آ رہا تھا۔ میں بعض گلیوں ہی میں تھا کہ ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی، جو نہایت دبلا پتلا اونٹنی پر سوار تھا اور گلے میں تلوار پڑی ہوئی تھی اور ہاتھ میں کمان تھی۔ قریب آ کر مجھے سلام کیا اور کہا تم کن لوگوں میں سے ہو۔ میں نے کہا قبیلہ اصمع میں سے۔ کہا اصمعی تم ہی ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا کہاں سے آ رہے ہو۔ میں نے کہا ایسی جگہ سے آ رہا ہوں جہاں اللہ کا کلام پڑھا جا رہا تھا۔ کہا رحمٰن کا بھی کوئی کلام ہے۔ جسے آدمی پڑھتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا کچھ مجھے بھی پڑھ کر سنا دے۔ میں نے کہا سواری سے اتر جا وہ اُتر گیا۔ میں نے سورۃ والذاریات شروع کی حتیٰ کہ آیت وفی السماء رزقکم وما توعدون پر پہنچا۔ یعنی تمہارا رزق جس کا تم وعدہ کیے گئے ہو وہ آسمان پر ہے۔ کہا اے اصمعی یہ کلام اللہ عزوجل کا ہے۔ میں نے کہا قسم ہے اس کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی کر کے بھیجا ہے۔ یہ کلام اسی کا ہے۔ جسے اُس نے اپنے نبی پر

نازل فرمایا۔ پھر کہا بس کرو۔ پھر کھڑا ہو کر اپنی سواری کے اونٹ کو ذبح کیا اور کھال سمیت اس کے ٹکڑے کیے اور کہا اس کی تقسیم میں میری مدد کرو۔ ہم نے آنے جانے والوں پر تقسیم کر دیا۔ پھر تلوار اور کمان لے کر ٹکڑے کیے اور ریت میں دبا کر جنگل کی طرف روانہ ہوا اور کہتا جاتا تھا۔ وفی السماء رزقکم وما توعدون۔ میں نے اپنے نفس پر ملامت کی کہ جس کلام سے یہ شخص بیدار ہو گیا، تو اس سے کیوں نہیں بیدار ہوتا۔ جب میں ہارون الرشید کے ساتھ حج کو گیا تو میں کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ مجھے کسی نے نرم آواز سے بلایا۔ میں نے پیٹھ پھیر کر دیکھا تو وہی اعرابی تھا جو بالکل لاغر اور زرد ہو گیا تھا۔ اس نے معلوم کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مقام ابراہیم کے پیچھے مجھے بٹھایا اور کہا کچھ کلام اللہ پڑھ کر سنا دے۔ میں نے پھر وہی سورۂ ذاریات شروع کی۔ جب میں اس آیت پر پہنچا وفی السماء رزقکم وما توعدون اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا کہ ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچا پایا۔ پھر کہا اور بھی کچھ ہے میں نے کہا، ہاں آگے فرماتے ہیں فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون۔ یعنی قسم ہے پروردگار آسمان اور زمین کی کہ یہ ایسا سچ ہے جیسا کہ تم آپس میں گفتگو کرتے ہو۔ یہ سنتے ہی اس اعرابی نے ایک چیخ ماری اور کہا سبحان اللہ جل جلالہٗ کو کس نے غصہ دلایا حتیٰ کہ قسم فرمائی۔ کیا اس کی لوگوں نے تصدیق نہ کی اور اُسے قسم کھانے پر مجبور کیا۔ تین بار یہی بات کہتا رہا اسی میں اس کی روح نکل گئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۳۵۹) مروی ہے کہ حضرت عطاء ارزق رات کو نماز پڑھنے کی غرض سے جنگل کی طرف چلے ایک چور راستہ میں آپ سے معترض ہوا۔ آپ نے فرمایا اے اللہ تو جس طرح چاہے مجھے اس سے بچالے۔ چنانچہ فوراً اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں خشک ہو گئے وہ رونے لگا اور کہنے لگا پھر کبھی ایسا نہ کروں گا۔ آپ نے چھوڑ دیا۔ وہ شخص آپ کے پیچھے ہو لیا اور کہا میں اللہ کے واسطے تم سے دریافت کرتا ہوں کہ تمہارا کیا نام ہے فرمایا میرا نام عطا ہے۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص لوگوں سے دریافت کرنے لگا کہ تم کسی ایسے شخص بزرگ صالح کو بھی جانتے ہو جو رات کے وقت صحرا میں نماز کے واسطے جاتا ہو۔ لوگوں نے کہا ہاں۔ وہ عطا سلمی ہیں۔ وہ عطاء سلمی کے پاس پہنچا اور کہا میں فلاں فلاں قصہ سے توبہ کر کے آپ کے

پاس حاضر ہوا ہوں۔ میرے لیے دعا فرمائیے۔ آپ نے آسمان کی جانب ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی اور روتے جاتے تھے۔ ارے بھلے مانس وہ میں نہ تھا۔ وُہ عطاء ازرق تھے۔ رضی اللہ تعالے عنہما و نفعنا بہما۔ روایت ہے کہ حضرت شیخ ابوالحسن نوری رضی اللہ عنہ غسل کے ارادہ سے پانی میں گھسے۔ ایک چور آپ کے کپڑے چرا کر بھاگ گیا۔ پھر ایک ساعت کے بعد دیکھا تو چور کپڑے لیے ہوئے چلا آ رہا ہے اور اس کے ہاتھ خشک ہو گئے ہیں۔ حضرت نے اپنے کپڑے پہن لیے۔ پھر فرمایا الٰہی آپ نے مجھے میرے کپڑے لوٹا دیئے۔ اسی وقت صحیح و سالم ہو کر چلا گیا۔ رضی اللہ تعالے عنہ۔

حکایت (۳۶۰) کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں قحط سالی واقع ہوئی۔ لوگوں نے آپ سے استسقاء کی درخواست کی۔ حضرت نے فرمایا میرے ہمراہ پہاڑ پر چلو۔ سب لوگ آپ کے ہمراہ چلے۔ جب پہاڑ پر پہنچے تو حضرت نے فرمایا میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ آوے جس نے کبھی گناہ کا ارتکاب کیا ہو۔ یہ سنکر سب لوگ لوٹ گئے صرف ایک شخص یک چشمی رہ گئے جنہیں برخ کہتے تھے۔ حضرت نے ان سے کہا تم نے میری بات نہیں سُنی، کہا ہاں سُنی ہے۔ فرمایا پھر تم نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ کہنے لگے مجھے کوئی گناہ یاد نہیں ہے سوائے ایک گناہ کے جس کا آپ سے ذکر کرتا ہوں۔ اگر وہ گناہ ہے تو لوٹ جاؤں گا۔ فرمایا وہ کیا ہے۔ کہا میں راستہ پر جا رہا تھا تو ایک کمرہ کا دروازہ کھلا ہُوا نظر آیا۔ میں نے اپنی اس پھوٹی آنکھ سے ایک شخص کو دیکھا جسے میں نہیں جانتا کہ وہ مرد تھا یا عورت۔ میں نے یہ کہکر کہ اے آنکھ تو نے میرے سارے بدن میں سے گناہ پر سبقت کی۔ اب تو میرے پاس نہ رہ۔ وہ آنکھ میں نے ہاتھ سے نکال لی۔ اگر یہ گناہ ہے تو میں لوٹا جاتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یہ تو گناہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا اے برخ اللہ سے پانی مانگو۔ انہوں نے دعا کی کہ اے قدوس جو کچھ تیرے پاس ہے وہ ختم نہیں ہوتا اور تیرا خزانہ فنا نہیں ہوتا نہ تو بخیلی کے ساتھ متہم ہو سکتا ہے پھر نہ معلوم یہ رکاوٹ کیوں ہے۔ اپنے فضل سے ہم پر اسی وقت پانی برسا دے راوی کہتے ہیں کہ وہاں سے دونوں کیچڑ پانی میں واپس لوٹے۔ اللہ عزوجل کی رحمت

اور فضل کی برکت سے۔

حکایت (۲۶۱) مروی ہے کہ زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں دوبارہ بنی اسرائیل کے اندر قحط واقع ہوا۔ لوگوں نے جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ یا نبی اللہ اپنے پروردگار سے دعا کیجیے کہ ہم پر بارش برسا دے۔ آپ ان کے ہمراہ جنگل کو چلے وہ ستر ہزار آدمی تھے بلکہ کچھ زیادہ۔ آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی ہم پر بارش نازل فرما اور اپنی رحمت ہم پر پھیلا دے اور دودھ پینے والے بچوں اور چرنے والے جانوروں اور نمازی بوڑھوں کے طفیل ہم پر رحم فرما۔ مگر آسمان پہلے سے بھی زیادہ صاف اور آفتاب پہلے سے بھی زیادہ گرم ہو گیا۔ آپ نے اسی وقت عرض کیا کہ الٰہی اگر میری وجاہت آپ کے سامنے گھٹ گئی ہے تو حضرت نبی امی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے التجا کرتا ہوں جنہیں آخر زمانہ میں آپ مبعوث فرمائیں گے کہ ہم پر بارش برسائی جائے۔ وحی آئی کہ اے موسیٰؑ تمہارا رتبہ میرے نزدیک نہیں گھٹا ہے اور نہ تمہاری وجاہت کم ہوئی ہے لیکن تم میں ایک بندہ ہے جو چالیس برس سے گناہوں کے ساتھ میرا مقابلہ کر رہا ہے تم لوگوں میں منادی کر دو تاکہ وہ شخص تم میں سے نکل جاوے اسی کے سبب بارش میں نے روک لی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ الٰہی میں عبد ضعیف اپنی کمزور آواز سے ان سب کو کیونکر مطلع کر دوں گا۔ حالانکہ یہ لوگ کم زیادہ ستر ہزار آدمی ہیں۔ حکم ہوا تم آواز دو ہم پہنچا دیں گے۔ چنانچہ آپ نے کھڑے ہو کر ندا کی کہ اے وہ گنہگار بندے جو چالیس سال سے گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے ہمارے درمیان سے نکل جا کیونکہ تیری ہی وجہ سے ہم سے بارش روکی گئی ہے۔ یہ سن کر وہ بندۂ گنہگار کھڑا ہوا اور چاروں طرف نگاہ کر کے دیکھا تو کوئی نکلتا ہوا نظر نہ پڑا۔ سمجھ گیا کہ میں ہی مطلوب ہوں اور جی میں سوچنے لگا کہ اگر لوگوں میں سے میں نکلوں تو سب کے سامنے رسوائی ہو گی اور اگر ان کے ساتھ ٹھہرا رہوں تو میری وجہ سے سب لوگ بارش سے روکے جاویں گے۔ اسی وقت کپڑے میں اپنا منہ چھپا کر اپنے افعال پر نادم ہوا اور کہنے لگا۔ الٰہی میں نے چالیس سال تک تیری نافرمانی کی تو نے مجھے مہلت دی۔ اب میں فرمانبردار بن کر آیا ہوں مجھے قبول فرما لے۔ یہ دعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ ایک سفید ابر کا ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس تیزی سے برسا

کہ گویا مشک کے دہانے کھل گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ الٰہی ابھی تو ہم میں سے کوئی بھی نہ نکلا پھر کیونکر ہم پر آپ نے بارش نازل فرمائی۔ ارشاد ہوا اے موسیٰ جس کی وجہ سے پانی روکا گیا تھا اب اسی کی وجہ سے برسا ہے۔ حضرت نے عرض کیا کہ الٰہی اس بندہ کو مجھے دکھا دے۔ فرمایا اے موسیٰ میں نے نافرمانی کے زمانہ میں اُسے رسوا نہ کیا۔ اب فرمانبرداری کے وقت اُسے کیونکر رسوا کروں گا۔ اے موسیٰ میں چغل خوروں سے بغض رکھتا ہوں۔ میں کیونکر چغل خوری کروں۔

حکایت (۳۶۲) حکایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں تین آدمی استسقاء کے قصد سے چلے۔ ایک نے کہا الٰہی آپ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ جو ہم پر ظلم کرے تو ہم اس کا جرم بخش دیں۔ سو ہم نے اپنے نفس پر ظلم کیا ہے۔ آپ بھی ہمیں بخش دیجئے۔ اس مضمون میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اشعار ہیں ؎

تعالیت ربی انت ذا قد امرتنا بعفو وصفح عن مسئ لنا ظلم

وہا نحن ربی قد ظلمنا نفوسنا وانت الذی بالعفو اولی وبالکرم

(ترجمہ) اے میرے بزرگ پروردگار تو نے ہی ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم اپنے ظالم اور برائی کرنے والے سے عفو اور اعراض کریں اور ہم لوگوں نے بھی اے رب اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے اور تو عفو و کرم میں سب سے اولیٰ ہے۔ دوسرے نے کہا الٰہی تو نے ہمیں غلاموں کے آزاد کرنے کا حکم فرمایا ہے جبکہ وہ ہماری خدمت میں بوڑھے ہو جائیں۔ اب ہم تیری خدمت میں بوڑھے ہو گئے تو ہمیں آزادی کی فضیلت عطا فرما۔ اس مضمون میں کسی کے شعر ہیں ؎

ان الملوک اذا شابت عبیدھم فی رقھم اعتقوھم عتق ابرار

فانت اولی بذا یا سیدی کرما قد شبت فی الرق اعتقنی من النار

(ترجمہ) جب بادشاہوں کے غلام بوڑھے ہو جاتے ہیں ان کی غلامی میں تو وہ انہیں نیکو کاروں کی طرح آزاد کر دیتے ہیں۔ تو کرم میں اے میرے مالک سب سے اولیٰ و برتر ہے۔ میں بھی غلامی میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے بھی دوزخ سے آزاد کر دیجئے۔ تیسرے نے کہا الٰہی تو نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ اپنے دروازہ سے مساکین کو نہ نکالیں اب ہم مسکین تیرے پاس حاضر ہیں۔ تو اپنے فضل و کرم سے ہم پر احسان فرما

کسی کے اشعار ہیں ؎

آتیناک فی رکب المطامع والرجا　　وقد کاد جیش الیاس یذہب بالامل
فان جدت بالعفو الذی انت اہلہ　　ہزمنا سرایا عسکر الخوف والوجل

(ترجمہ) ہم امید اور طمع کی سواری پر سوار ہو کر حاضر ہوئے ہیں اور نا امیدی کی فوج امیدوں کا خون کر رہی ہے۔ اگر تو نے عفو کے ساتھ بخشش کی جس کے تو قابل ہے تو ہم اندیشہ اور خوف کی فوج کو شکست دیں گے۔ ایضًا ؎

اتیناک نرجوا الفضل فامنن تفضلا　　علینا وجدیا ذالمکارم والعلی
فانت الذی یرجی ویکثر فضلہ　　اذا انسدت الابواب وانقطع الرجا

(ترجمہ) ہم تیرے پاس تیرے فضل کی امید پر حاضر ہوئے ہیں تو ہم پر فضل کر اور احسان کر اے بڑے کرم والے اور بڑے مرتبہ والے تو ہی ہے جس سے امید کی جاتی ہے اور جس کی بڑی بخشش ہے جبکہ سارے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور امیدیں منقطع ہو جاتی ہیں۔ ایضا ؎

قدمت علیک یارب البرایا　　فامن روعتی یوم القدوم
فکیف ولا اخاف ولی ذنوب　　قدمت بہا علی الملک العظیم
وما قدمت بین یدی زادا　　ولکنی قدمت علی کریم

(ترجمہ) اے مخلوق کے رب میں تیرے پاس حاضر ہوا ہوں تو حاضری کے دن مجھے خوف سے بچا لے۔ میں کیونکر خوف نہ کروں کہ میرے ساتھ گناہ ہیں جنہیں لے کر میں بہت بڑے بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اور آگے میں نے کوئی توشہ بھی نہیں بھیجا ہے لیکن یہ سہارا ہے کہ میں کریم کے یہاں آیا ہوں

حکایت (۳۶۳) حکایت ہے کہ جب عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہوں نے پہاڑوں کی چوٹیوں پر کہا کہ یہ کون نیک صالح خلیفہ ہے جو لوگوں پر قائم ہوا ہے ان سے دریافت کیا گیا کہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا۔ کہنے لگے جب کوئی نیک صالح خلیفہ ہوتا ہے تو بھیڑیئے اور شیر ہماری بکریوں کو کھانے سے باز رہ جاتے ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے ہارون الرشید سے جبکہ وہ صفا و مروہ کی سعی کر رہا تھا اور صفا پر چڑھ چکا تھا۔ فرمایا اے ہارون اس نے کہا لبیک اے چچا۔ کہا اپنی نگاہ نیچی کر کے ذرا

زمین کو دیکھو یہ کتنے لوگ ہیں۔ کہاں ان کا کوئی شمار کر سکتا ہے۔ کہاں ان کے برابر لوگوں میں اور کتنے ہوں گے۔ کہا بہت سی مخلوق ہے جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ فرمایا اے شخص یہ سمجھ لے کہ ہر ایک ان میں سے صرف اپنے نفس سے سوال کیا جائے گا اور تو اکیلا سب کی حالت سے سوال کیا جائے گا۔ اب سوچ لے کیا حال ہو گا یہ سن کر ہارون الرشید رونے لگے۔ پھر حضرت عمریؒ نے فرمایا۔ ایک اور بات میں کہتا ہوں کہا فرمائیے اے چچا۔ کہا آدمی جب اپنے مال میں فضول خرچی کرتا ہے تو مستحق حجر یعنی رکاوٹ کا ہو جاتا ہے۔ پس جو شخص مسلمانوں کے مال میں اسراف کرے تو اس کا کیا حال ہو۔ پھر ہارون الرشید کو روتا چھوڑ کر چلے گئے۔ اور حضرت عمرؒ ہی نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دیا ہے لوگوں کے خوف سے تو اللہ کی ہیبت اس سے چھین لی جاتی ہے۔ پھر اگر وہ اپنی اولاد یا غلاموں کو حکم کرے تو اس کی اطاعت وہ لوگ نہیں کریں گے۔ یہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے کہ اپنے نفس سے غفلت یہ بھی ہے کہ تو اللہ تعالےٰ سے اعراض کرے اس طرح کہ تو اللہ تعالیٰ کی نارضامندی کی کوئی بات دیکھ لے اور اس سے اعراض اور تجاوز کرے اور ایسے شخص کے خوف سے جو تجھے نہ ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور امر و نہی نہ کرے

حکایت (۳۶۴) بعض مشائخ کی حکایت ہے کہ ان کے پاس دنیا بہت تھی جسے وہ نیک کاموں میں صرف کیا کرتے تھے۔ ایک دن بعض مریدوں نے ان سے کہا حضرت اس ساری دنیا کو اپنے پاس سے نکال لیے اور اس سے مجرد ہو جائیے۔ یہ آپ کے حق میں اچھا ہے۔ جیسا کہ ان لوگوں کی جو دنیا سے اعراض کر کے اللہ کی طرف مشغول ہوتے ہیں یہی عادت ہے۔ ان سے شیخ نے کہا کہ جاؤ جو کچھ میرے پاس ہے سب خرچ کر ڈالو اور کچھ نہ چھوڑو۔ چنانچہ انہوں نے سارا مال نکال کر ایک ہی دن میں خرچ کیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو چاروں طرف سے پھر دنیا ان کی طرف متوجہ ہو گئی اور پہلے سے بھی زیادہ مال ان کے پاس جمع ہو گیا۔ پھر شیخ نے مریدوں سے کہا۔ جب حق تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس کے ارادہ سے کسی کو نکال نہیں سکتے۔ یہ بھی بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب حب آخرت قلب میں ہوتی ہے تو دنیا اس کی مزاحم ہوتی ہے اور جب حب دنیا

قلب میں ہوتی ہے تو آخرت اس کی مزاحم نہیں ہوتی۔ کیونکہ آخرت شریف ہوتی ہے اور دنیا رذیل ہوتی ہے اور حضرت سعید ابن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا خسیس ہے اور خسیس ہی کی جانب اس کا میلان ہے اور خسیس تر وہ شخص ہے جو اسے بغیر حق کے لیتا ہے اور بے محل صرف کرتا ہے اور بے موقع طلب کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ کوئی شریف اور عالم اور صاحب فضل ایسا نہیں ہے مگر اس میں کوئی نہ کوئی عیب ہے۔ لیکن بعض ایسے لوگ ہیں جن کے عیوب کا تذکرہ مناسب نہیں۔ جس کا فضل اس کے نقصان سے زیادہ ہو تو اس کے نقص سے فضل کے سبب درگذر کیا جاتا ہے۔

حکایت (۳۶۵) بعض سلف سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت لقمان ایک شخص کے غلام تھے۔ سیاہ فام۔ وہ شخص آپ کو بیچنے کے لیے بازار لے گیا جب کوئی خریدار آتا تھا تو آپ دریافت کرتے تھے کہ تم مجھے خرید کر کیا کرو گے۔ جب وہ کوئی ضرورت اپنی بیان کرتا تو آپ فرماتے میری حاجت یہ ہے کہ تم مجھے نہ خریدو۔ حتیٰ کہ ایک خریدار نے آپ کے جواب میں یہ کہا کہ میں تم کو دربان بناؤں گا آپ نے فرمایا تو خرید لے۔ چنانچہ وہ آپ کو خرید کر اپنے گھر لے گیا۔ اس مالک کی تین فاحشہ لڑکیاں تھیں جو بدکاری کیا کرتی تھیں اس کو اتفاقاً اپنی جائیداد کی جانب جانے کی ضرورت ہوئی تو آپ سے کہہ گیا کہ میں نے کھانا پانی اور ساری ضرورت کی چیزیں ان کے پاس پہنچا دی ہیں۔ جب میں نکل جاؤں تو تو دروازہ بند کر کے باہر بیٹھا رہیو اور میرے واپس آنے تک دروازہ نہ کھولیو چنانچہ جب مالک باہر چلا گیا تو آپ نے حکم کی تعمیل کی۔ لڑکیوں نے کہا دروازہ کھول دے۔ آپ نے انکار کیا۔ ان لڑکیوں نے آپ کو مار کر زخمی کیا اور واپس لوٹ گئیں آپ خون دھو کر وہیں بیٹھ گئے۔ جب مالک آیا تو آپ نے اُسے اس واقعہ کی خبر نہ کی۔ پھر دوسری مرتبہ بعینہٖ یہی واقعہ پیش آیا۔ اب بڑی لڑکی نے سوچا کہ یہ غلام حبشی کیسا اچھا آدمی ہے اور باوجود غلام ہونے کے اللہ کی عبادت میں مجھ سے اولیٰ ہے۔ میں بھی ضرور ہی توبہ کروں گی چنانچہ اس نے توبہ کی۔ پھر چھوٹی نے کہا یہ غلام حبشی اور بڑی لڑکی دونوں مجھ سے زیادہ اللہ کی اطاعت کرتے ہیں میں بھی ضرور توبہ کروں گی۔ اُس نے بھی توبہ کی۔ منجھلی لڑکی نے کہا یہ حبشی غلام اور دونوں بہنیں خدا کی اطاعت میں مجھ سے بہتر ہیں۔ میں بھی ضرور توبہ کروں گی۔ اس نے بھی توبہ کی۔ جب

شہر کے بدمعاشوں نے یہ خبر سُنی تو کہنے لگے کہ یہ حبشی اور فلاں شخص کی لڑکیاں ہم سے زیادہ خدا پرست ہیں اب ہم بھی توبہ کریں گے۔ چنانچہ ان سب نے اللہ کی درگاہ میں توبہ کی اور شہر میں سب متقی ہو گئے۔

حکایت (۳۶۶) حضرت شبلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اے علام الغیوب کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کے پاس میرا نام کیا ہے اور آپ میرے ساتھ کیا معاملہ کریں گے۔ اے غفار الذنوب اور اے مقلب القلوب میرا عمل کس چیز پر ختم ہوگا۔ پھر یہ اشعار پڑھتے تھے ؎

لیت شعری کیف ذکری عند من یعلم سری
اجمیل ام قبیح ام بخیر ام بشر
لیت شعری کیف حالی یوم احضاری و حشر
لیت شعری کیف موتی بیقین ام بکفر
اترای یقبل قولی ام تری یشرح صدری
لیت شعری این امضی لنعیم ام لجمر
دعوا مدحی و وصفی فانی اعرف قدری

(ترجمہ) کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرا ذکر کس طرح ہوتا ہے۔ نزدیک اس کے جو رازوں سے واقف ہے۔ اچھی طرح یا بُری طرح۔ بھلائی کے ساتھ یا بُرائی کے ساتھ۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرا کیا حال ہوگا۔ وقت میری حاضری کے حشر کے دن۔ کاش مجھے علم ہوتا کہ میری موت کیونکر ہوگی۔ ایمان کے ساتھ یا کفر کے ساتھ۔ کیا تو خیال کرتا ہے کہ وہ میری بات قبول کرے گا۔ یا تیرا خیال ہے کہ میرا سینہ کشادہ کر دے گا۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میں کہاں جاؤں گا جنت میں یا دوزخ میں۔ تم لوگ میری مدح اور توصیف چھوڑ دو۔ میں ہی اپنی قدر خوب جانتا ہوں۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت شبلی کو دیکھا کہ کھڑے ہوتے وجد کر رہے تھے اور کپڑے پھٹے ہوتے تھے اور اشعار ذیل پڑھ رہے تھے ؎

شققت جیبی علیک شقا وما الجیبی علیک حقا
ادرت قلبی فصاد فته بیدای بالجیب اذ توقی
لو کان قلبی مکان جیبی لکان للشق مستحقا

(ترجمہ) میں نے اپنا گریبان تیرے لیے چاک کر دیا ہے اور اس گریبان کا تجھ پر کوئی حق نہیں ہے۔ آپ نے میرا دل پھیر دیا تو اس کی موافقت کی میرے ہاتھوں نے جیب گریبان۔ پھٹنے لگا۔ اگر میرا دل گریبان کے بجائے ہوتا تو وہی چاک ہونے کے قابل تھا۔

حکایت (۴۶۷) حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جو ہمارے مذہب میں داخل ہوا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ چار موتیں اپنے اوپر لازم کر لے۔ ایک موت سفید یعنی بھوک۔ دوسرے موت سیاہ یعنی مخلوق کی اذیت برداشت کرنا۔ تیسری موت سرخ یعنی ہوائے نفس کی مخالفت کرنا۔ چوتھی موت سبز یعنی پیوند جوڑ کر گدڑی پہننا۔ عبداللہ بن زید کی حکایت ہے فرماتے ہیں میں نے ایک راہب کو دیکھا کہ سیاہ اونی کرتا پہنے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے سیاہ لباس پر کس نے آمادہ کیا۔ کہا یہ غمگینوں کا لباس ہے اور میں سب سے زیادہ غمگین ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ تو کس وجہ سے غمگین ہے کہا اس وجہ سے کہ میں نے اپنے نفس کو مصیبت میں گرفتار کیا ہے کیونکہ میں نے میدان گناہ میں اُسے قتل کر دیا ہے اس سبب سے غمگین ہوں پھر اس کے آنسو جاری ہوئے۔ میں نے پوچھا کہ اس وقت تجھے کس چیز نے رُلایا۔ کہا میں نے اپنی عمر کے وہ دن یاد کیے جو بلا اچھے عمل کے گذر گئے۔ اب میرا رونا توشہ کی کمی اور راستہ کی دُوری اور گھاٹیوں کی بلندیوں کی وجہ سے ہے جہاں سے گذرنا ضروری ہے۔ پھر یہ نہیں معلوم کہ کہاں اترنا ہو گا۔ جنت میں یا دوزخ میں پھر دو شعر پڑھے ؎

یا راکبا یطوی مسافۃ عمرہٖ   باللہ ھل تدری مکان نزولکا

شمر وقم من قبل حطک فی الثری   فی حفرۃ تبلی بطول حلولکا

(ترجمہ) اے مسافت عمر کی طے کرنے والے سوار تجھے خدا کی قسم ہے۔ اپنی جائے نزول کی بھی تجھے کچھ خبر ہے۔ قبل ازیں کہ تو اس گڑھے میں پہنچے جس میں مدت دراز مقیم رہنے کے سبب تو بوسیدہ ہو جائے گا۔ آستین چڑھا کر کھڑا ہو جا۔

حکایت (۴۶۸) حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد ابن واسع رضی اللہ عنہ نے ایک دن کہا کہ میں ایک ولی اللہ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں تم بھی میرے ساتھ چلو گے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ گھر میں جا کر

ایک روٹی کا ٹکڑا لے آتے اور ہم دونوں بصرہ سے نکل کر ان کے مکان پر پہنچے وہ مکان آبادی سے بہت دور تھا۔ جب ہم دروازے پر پہنچے تو ہم نے سنا کہ آپ کی صاحبزادیاں آپ سے اپنی حالت اور بری ہیئت کے سبب جھگڑ رہی ہیں۔ اس وقت آپ نے فرمایا کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے اور تمہارا منہ کھولا ہے اور تمہارے واسطے دانت اور پیٹ بنایا ہے وہ تمہارے نفس پر تم سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ ہم نے دستک دی فرمایا کون ہے۔ ہم نے کہا محمد اور سفیان یہ سنکر باہر تشریف لائے اور فرمایا کیوں آتے ہو۔ حضرت محمد ابن واسع نے کہا ان لڑکیوں کے واسطے روٹی کا ایک ٹکڑا لایا ہوں۔ فرمایا لاؤ۔ تم وقت پر لاتے ہو۔ ہم گھر باہر جا کر بیٹھے ہی تھے کہ ایک اور شخص کی اجازت مانگنے کی آواز آئی۔ انہوں نے پوچھا کون ہے۔ اس نے کہا مالک ابن دینار۔ آپ باہر نکل آئے اور دریافت کیا کیوں آتے ہو۔ کہا ان لڑکیوں کے واسطے دو درہم لایا ہوں۔ کہا آج محمد ابن واسع نے ان کی ضرورت پوری کی ہے۔ انہوں نے کہا یہ درہم رکھ لو، کل ان کے کام آجائیں گے۔ فرمایا اے مالک تم مجھے فقر سے خوف دلاتے ہو تمہیں خدا کی قسم اب سے میرے پاس نہ آئیو۔ حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن واسع نے کہا دیکھنا ہے تو مقام اس شخص کا باوجود اس غربت کے۔ میں نے کہا یہ فاضل ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا زاہد ہے۔ کہا ہاں۔ پھر میں نے کہا یہ عابد ہے فرمایا ہاں۔ اسی طرح میں مقامات کا ذکر کرتا رہا اور آپ ہاں ہاں کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص فقراء صابرین میں سے ہے۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۶۹) ایک صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کو دیکھا کہ اس کے بدن پر ایک جبّہ اور ہاتھ میں ایک لوٹا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ میں اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ تقوے کا زیادہ خیال رکھتا ہوں اور جو چیز کہ لوگ پھینک دیتے ہیں میں اُسے کھا لیتا ہوں۔ کبھی کبھی ایسا چھلکا پڑا ملتا ہے جس پر چیونٹی مجھ سے پہلے پہنچ چکی ہوتی ہے۔ میں اس چیونٹی کو الگ کر کے کھا لیتا ہوں اس پر کوئی گناہ تو نہیں ہے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ایسا پرہیزگار تو زمین پر کوئی نظر نہیں آتا جب میں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ سفید چاندی کی زمین پر کھڑا تھا اور کہنے لگا کہ غیبت حرام ہے۔ پھر میری نظر سے غائب ہو گیا۔ اس کا راز یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب

اس نے اللہ سے باز رکھنے والی چیزیں ترک کر دیں تو اللہ نے نورِ اشراق سے اُسے منور کر دیا حتیٰ کہ اس کے دل میں جو انکار پیدا ہوا تھا ظاہر کر دیا۔ پھر اللہ نے اُسے اعتراض کی نحوست کی وجہ سے مخفی کر دیا۔ یہی طریقہ ہے اللہ کا کہ اپنے اولیاء کو ان کے مرتبہ کے نہ پہچاننے والوں سے پوشیدہ کر دیتا ہے۔ اور شیخ ابوالخیر اقطع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص عمدہ حالت اور بلند رتبہ پر نہیں پہنچا مگر لزومِ موافقت، رعایتِ ادب، ادائے فرائض اور صحبتِ صالحین اور خدمتِ فقراءِ صادقین کی وجہ سے۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۷۰) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ فقراء کی ایک جماعت ایک حبشی کی زیارت کو گئی جو انگور کے ایک باغ کی پاسبانی کرتے تھے اور مقبل ان کا نام تھا۔ میں بھی ان فقراء کے ہمراہ ہو لیا۔ ہم ایک بینگن کے کھیت پر پہنچے تو اس کھیت میں وہی حبشی کھڑے نماز ادا کر رہے تھے ہم سلام کر کے بیٹھ گئے انہوں نے سلام پھیر کر ایک تھیلی نکالی جس میں خشک روٹی کے ٹکڑے اور معمولی نمک تھا۔ ہم سے کہا کھاؤ۔ ہم کھانے لگے اور کچھ لوگ آپس میں کراماتِ اولیاء کا تذکرہ کرنے لگے۔ وہ صاحب بالکل خاموش تھے بعض فقراء نے آپ سے کہا کہ اے مقبل ہم آپ کی زیارت کو آئے اور آپ کچھ بات ہی نہیں کرتے۔ کہا میں کیا کہوں اور میرے پاس کیا ہے جس کی خبر دوں البتہ میں ایسے شخص کو جانتا ہوں کہ اگر اللہ سے سوال کرے کہ ان بینگنوں کو سونا بنا دے تو اللہ تعالیٰ سونا بنا دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ شخص ابھی یہ کلام پورا بھی نہ کر چکا تھا کہ سارے بینگن سونا بن گئے چمکنے لگے۔ ایک شخص نے کہا اے مقبل ان میں کا کوئی پیڑ کوئی شخص اکھاڑ بھی سکتا ہے۔ انہوں نے کہا تو اکھاڑ لے چنانچہ اس نے ایک پیڑ جڑ سے اکھاڑ لیا جو بالکل سونے کا تھا۔ اس میں سے ایک چھوٹا بینگن اور چند پتے گرے جن کو میں نے اٹھا لیا وہ ابھی تک میرے پاس ہیں۔ پھر مقبل نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی کہ ان بینگنوں کو اپنی اصلی صورت کی طرف لوٹا دے۔ ویسا ہی ہو گیا اور اکھڑے ہوئے پیڑ کے بجائے دوسرا ایک پیڑ بھی لگ گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۳۷۱) حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کا واقعہ مروی ہے کہ آپ سے

وفات کے وقت کہا گیا کہ آپ نے اپنی اولاد کو حالتِ فقر میں چھوڑا ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ فرمایا میری اولاد نیک بخت ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان کی حاجت روائی فرمائے گا۔ وہی نیکوں کی سرپرستی فرماتا ہے۔ اگر بدکار ہوگی تو گناہ میں میں ان کی مدد کرنا نہیں چاہتا۔ آپ کی حالت قبل خلیفہ ہونے کے یہ تھی کہ جب آپ کے پاس ہزار درہم کی قیمت کا لباس لایا جاتا تو فرماتے کہ یہ بہت اچھا ہوتا اگر اس میں کسی قدر سختی نہ ہوتی۔ اور بعد خلافت کے چار یا چھ درہم کا کپڑا آتا تو فرماتے اگر اس میں نرمی نہ ہوتی تو یہ بہت اچھا تھا۔ اس کے متعلق آپ سے سوال کیا گیا۔ فرمایا میرا نفس بڑا شوقین اور طالب لذت ہے۔ کسی چیز کو طلب کر کے اس کا مزہ چکھ لیتا ہے اور زیادہ کا طالب ہوتا ہے۔ اسی طرح شوق کرتا اور مزے لیتا رہا۔ حتیٰ کہ خلافت کا بھی مزہ چکھ لیا پھر اس سے اچھی چیز کا طالب ہوا تو کوئی چیز نہ ملی سوائے اس کے جو اللہ کے پاس ہے آخرت میں۔ اب اس کا شائق ہوگیا ہے اور اس کا ملنا ترک دنیا ہی پر منحصر ہے اس لیے دنیا ترک کر دی ہے۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔

حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنی عمر کس کام میں صرف کی۔ فرمایا چار چیزوں میں۔ ایک تو یہ کہ میں جانتا تھا کہ اللہ کی آنکھ سے میں چھپ نہیں سکتا پس مجھے شرم آتی کہ اس کے سامنے اس کی نافرمانی کروں۔ دوسرے میں نے جان لیا کہ میرا رزق مجھ سے متجاوز نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اس کا ذمہ بھی لے لیا ہے تو میں نے اسی پر اعتماد کر لیا اور اس کی طلب ترک کر کے بیٹھ رہا۔ تیسرے میں نے جان لیا کہ مجھ پر چند فرائض ہیں جنہیں میرے سوا کوئی دوسرا ادا نہیں کر سکتا اور اس میں مشغول ہو گیا۔ چوتھے میں نے جانا کہ میری اجل معین ہے جو میری طرف جلدی کر رہی ہے تو میں بھی اس کی طرف دوڑنے لگا اور آخرت کی تیاری کرنے لگا۔ اب میں مشغول ہوں اس چیز کی فکر میں جو مجھے اللہ تعالیٰ کی جناب سے ملنے والی ہے۔ ثواب یا عذاب، رحم وکرم وغیرہ۔ آواز آئی کہ اے حاتم! جب ہر چیز میں توکل اتم حاصل کر کے سب سے استغناء حاصل کر لیا تو آخری فکر کو بھی کیوں دامنگیر کیا۔ واللہ المستعان۔

حکایت (۲۷۲) ابراہیم ابن اشعث رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک شب فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا کہ سورۂ محمد پڑھتے تھے اور روتے جاتے تھے اور آیۂ کریمہ ولنبلونکم حتی نعلم المجاھدین منکم والصابرین ونبلو اخبارکم کو بار بار دہراتے تھے

(ترجمہ) یعنی ہم ضرور تمہیں آزمائیں گے حتیٰ کہ ہم تم میں جو مجاہد اور صابر ہیں انہیں معلوم کرلیں گے اور تمہاری حالتوں کا امتحان لیں گے پھر اسے بار بار دہراتے اور کہتے جاتے تھے آپ ہماری حالتوں کا امتحان لیں گے پھر اسے بار بار دوہراتے اور کہتے تھے اگر آپ ہماری حالتوں کا امتحان کریں گے تو ہمیں فضیحت کریں گے اور ہماری پردہ دری کریں گے اسے بھی بار بار کہتے تھے۔ اگر آپ ہماری حالتوں کی آزمائش کریں گے تو ہم کو ہلاک کریں گے اور عذاب دیں گے۔ اور میں نے آپ کو سنا کہتے تھے کہ اے فضیل تو لوگوں کے واسطہ آراستہ ہوا اور انہیں کے لیے تو نے تصنع کیا اور تیاری کی ہمیشہ تو ریا کرتا رہا حتیٰ کہ لوگوں نے جان لیا کہ تو نیک آدمی ہے انہوں نے تیری حاجت روائی کی اور اپنی مجالس میں تیرے لیے ممتاز جگہ بنائی اور تیری تعظیم و تکریم کی۔ تجھ پر افسوس ہے کس قدر برا حال ہے تیرا اگر یہی تیری شان اور یہی تیرے افعال ہیں۔ اور میں نے سنا فرماتے تھے کہ اگر ممکن ہو کہ کوئی تجھے نہ پہچانے تو ایسا کر۔ اگر کوئی تجھے نہ پہچانے اور لوگوں میں تیری تعریف نہ ہو تو تیرا کوئی حرج نہیں ہے اور جب تو اللہ کے نزدیک اچھا ہے تو لوگوں کے نزدیک برا ہونا تجھے کچھ مضر نہیں ہے کیا معلوم کہ کل تجھے کیا چیز ملنے والی ہے۔ رسوائی یا خوشی، اپنے افعال کیوں یاد نہیں کرتا۔ کیوں اپنی امیدیں کوتاہ نہیں کرتا کیوں اپنے اشغال و اشغال کو کم نہیں کرتا تو نہیں جانتا کہ تیرا کیا حال ہونے والا ہے واہ واہ ہے تیرے لیے اگر کہا جائے کہ تو نے نجات پائی اور آہ آہ ہے اگر کہا جائے کہ تو بدبخت ہو گیا۔ اے اللہ ہماری توبہ قبول کر اور لطف کے ساتھ ہمارے گناہوں سے چشم پوشی کر اے عظیم ہمارے بڑے گناہوں کو اپنی بڑی مغفرت و کرم میں داخل کر یا ارحم الراحمین آمین۔

حکایت (۳۴۷) محمد ابن واسع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چالیس سال تک بھنی ہوئی کلیجی کے شوق میں رہا۔ ایک دن جی میں آیا کہ جہاد میں شریک ہو جاؤں شاید میرے حصہ میں کوئی بکری آجائے تو میری خواہش پوری ہو جائے۔ چنانچہ لوگوں کے ساتھ جہاد میں گیا اور مشرکین سے مقابلہ کرکے ہم نے غنیمت حاصل کی اور میں نے اپنے حصہ میں ایک بکری لی اور اپنے ایک دوست سے کہا۔ میرے واسطے اس کی کلیجی بھون لاوے اس اثناء میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے دیکھا کہ ملائکہ آسمان سے اترے اور لکھنے لگے کہ فلاں شخص جہاد میں اس لیے شریک ہوا تھا کہ شجاع کہلاوے اور یہ شخص غنیمت اور یہ شخص فخر کے لیے پھر میرے پاس کھڑے ہوئے اور کہا اس مسکین کی معمولی خواہش تھی، صرف کلیجی کے کباب کھانے کے واسطے شامل ہوا تھا۔ میں نے کہا خدا کے واسطے یہ مت لکھو میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اور کہا اے رب

پھر نہیں کروں گا۔ اے رب پھر نہیں کروں گا۔ میں جملہ خواہشات سے توبہ کرتا ہوں رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۷۳) ابو تراب نخشبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے نفس نے کبھی کسی شئی کی خواہش نہیں کی۔ مگر ایک بار میرے نفس نے روٹی اور انڈا طلب کیا۔ میں سفر میں تھا راستہ سے ہٹ کر ایک گاؤں میں گیا۔ وہاں ایک شخص مجھ سے لپٹ گیا اور کہا۔۔۔۔ یہ بھی چوروں کے ساتھ تھا۔ انہوں نے میرے ستر درے لگائے پھر ان میں سے ایک شخص نے مجھے پہچانا اور کہا یہ ابو تراب نخشبی ہیں۔ ان لوگوں نے معذرت کی ایک شخص مجھے اپنے گھرلے گیا اور انڈے اور روٹی سامنے لایا۔ میں نے اپنے نفس سے کہا کہ ستر دُرّوں کے بعد یہ شوق پورا ہوا اسے کھالے۔ اس مضمون میں کسی کے شعر ہیں ؎

اذا طالبتك النفس یوما بشهوة　　وكان علیها الخلاف طریق

فخالف هواها ما استطعت فانما　　هواها عدو والخلاف صدیق

(ترجمہ) جب کسی دن نفس تجھ سے کوئی اپنی خواہش طلب کرے اور تجھے مخالفت کی بھی گنجائش ہو تو اسکی خواہش کے خلاف کر جہاں تک ممکن ہو کیونکہ نفس کی خواہش دشمن ہے اور اس کی مخالفت دوست ہے۔ ایک صالح فرماتے ہیں کہ دنیا اپنی زینت اور آرائش اور شہوات کے ساتھ میرے سامنے پیش کی گئی میں نے اس سے اعراض کیا پھر آخرت مع حور و قصور کے پیش کی گئی میں نے اس سے بھی اعراض کیا اس وقت مجھ سے کہا گیا کہ اگر تو نے دنیا کی طرف توجہ کی ہوتی تو تجھے آخرت سے ہم روک دیتے اور اگر آخرت کی طرف متوجہ ہوتا تو تجھے اپنے سے روک دیتے اب ہم تیرے واسطے موجود ہیں اور دونوں میں سے تیرا حصہ بھی تیرے پاس آجائے گا۔ اور ابو یزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ عرض کیا کہ میں آپ کے پاس کیونکر ہوں۔ فرمایا اپنے نفس سے جدا ہو کر آجا۔ اور حضرت احمد ابن خضرویہ فرماتے ہیں کہ میں نے اللہ رب العزت کو خواب میں دیکھا مجھ سے فرمایا اے احمد سب لوگ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں۔ سوائے ابو یزید کے کہ وہ صرف میرا طالب ہے۔ اور ابراہیم ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو خواب میں دیکھا ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ تھا۔ میں نے پوچھا اسے کیا کرو گے۔ فرمایا اس پر محبین کے نام لکھوں گا۔ میں نے کہا سب سے نیچے عاشقانِ خداوندی کے عاشق ابراہیم ابن ادہم کا بھی نام لکھ دو۔ ندا آئی اے جبرئیل ان کا نام سب سے پہلے لکھو۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۳۷۵) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شہر میں ایک قبر دیکھی جس کی زیارت کی جاتی تھی۔ میں نے بھی اس کی زیارت کی اور اہل شہر سے ان کی حالت دریافت کی۔ کہا اس شہر میں ایک فقیر مسافر تھے وہ بیمار ہوئے اور انہوں نے وفات پائی تو شہر کے ایک شخص نے جوان کو جانتے تھے ان کو کفن دیا۔ جب رات ہوئی تو اس کفن پہنانے والے نے انہیں خواب میں دیکھا کہ وہ ایک ریشمی حلہ ہاتھ میں لیے ہوئے قبر سے نکلے اور کہا یہ اس کپڑے کا عوض ہے جس سے تو نے مجھے کفن پہنایا تھا۔ اسے لے۔ یہ دیکھ کر وہ شخص جاگا تو وہ حلہ اس کے ہاتھ میں تھا۔ یہ حکایت اس شہر میں مشہور ہے۔ تمام اہل شہر جانتے ہیں۔

ابوالقاسم جنید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کی محبت میں آدمی دو قسم کے ہیں ایک عام اور ایک خاص۔ عوام اس کی محبت کثرتِ نعمت اور دوامِ احسان کی وجہ سے کرتے ہیں لیکن ان کی محبت گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اور خواص اس کی محبت اس کے صفات اور اسمائے حسنیٰ کے جاننے کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک استحقاق محبت اس وجہ سے ہے کہ وہ محبت کیے جانے کے لائق ہے۔ اگرچہ ان پر کوئی نعمت نہ رہے۔ ابوتراب نخشبی رضی اللہ عنہ نے علامتِ محبت میں چند اشعار فرمائے ہیں ؎

لاتخدعن فللمحب دلائل	ولدیه من تحف الحبیب وسائل
منها تنعم بمر بلائه	وسرور لاحق بما هو فاعل
فالمنع عنه عطیة مقبولة	والفقر اکرام و بر عاجل
ومن الدلائل ان نری من عزمه	طوع الحبیب وان الح العاذل
ومن الدلائل ان یری متبسما	والقلب فیه من الحبیب بلائل
ومن الدلائل ان یری مفهما	لکلام من یحظی لدیه السائل

(ترجمہ) تو دھوکا نہ کھا کیونکہ عاشق کی چند علامتیں ہیں اور اس کے پاس محبوب کے عطایا میں سے چند وسائل ہیں۔ ان علامات میں سے ایک یہ ہے کہ محبوب کی تلخ آزمائش پر خوش رہے اور اُسے محبوب کے ہر فعل پر خوشی حاصل ہو۔ اس کے منع کو بھی مقبول عطیہ سمجھے اور فقر و فاقہ کو اکرام اور فوری احسان سمجھے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ ہم اپنے ارادہ و عزم کو محبوب کے تابع دیکھیں۔ اگرچہ ناصح ملامت ہی کرتا رہے۔ ایک دلیل یہ ہے کہ ظاہری ہنستا ہوا دیکھا جاوے۔ لیکن دل میں محبوب کی محبت کا شوق رہے۔ اور ایک

دلیل یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہو اس کے کلام کو جس کے پاس سائل کامیاب ہوتے ہیں (یعنی کلامِ الٰہی کو خوب سمجھتا ہو)

حکایت (۳۷۶) ایک صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میرا ایک دوست تھا۔ اسے خدائے تعالےٰ نے جذام میں مبتلا کیا۔ حتیٰ کہ اس کے دونوں ہاتھ پاؤں گل گئے اور دونوں آنکھیں جاتی رہیں۔ میں نے انہیں مجذوموں کے ساتھ کر دیا اور ان کی نگاہداشت کرتا رہتا تھا۔ کچھ دنوں میں غافل ہو گیا۔ پھر مجھے یاد آیا میں نے جا کر کہا کہ میں بھول گیا تھا۔ فرمایا میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو مجھ سے کبھی غافل نہیں ہوتا۔ میں نے کہا واللہ مجھے تمہارا دھیان ہی نہیں رہا فرمایا میرا ایک ایسا سرپرست ہے جو میرا ہر وقت دھیان رکھتا ہے۔ پھر فرمایا میرے پاس سے ہٹ جا تو نے مجھے ذکر اللہ سے روک دیا۔ چند ہی روز کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ میں نے ایک کفن نکالا جو کسی قدر دراز تھا اس زیادت کو پھاڑ کر باقی کا کفن لگایا اور دفنا دیا۔ ایک شب میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ شخص میرے پاس کھڑا ہے اور ایسا خوبصورت ہے کہ ویسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ اور کہہ رہا ہے کہ تو نے لمبا کفن دینے سے بخیلی کی، اپنا کفن لے جا ہم اسے لوٹاتے ہیں۔ ہمیں سندس اور استبرق کا کفن مل گیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں جاگا تو وہ کفن میرے سرہانے دھرا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وبجمیع الصالحین۔

حکایت (۳۷۷) نقل ہے کہ ایک جوان بعض واعظ علماءِ سلف کی مجلس میں حاضر ہوتا رہتا تھا۔ جب واعظ یا ستار کہتے تو وہ جوان مانند شاخ تر کے حرکت کرتا تھا۔ اس کے متعلق سوال کیا گیا۔ اس نے کہا میں عورتوں کا لباس پہن کر ہر شادی اور ولیمہ کی مجلس میں جہاں عورتیں جمع ہوتی تھیں جایا کرتا تھا۔ ایک دن ایک بادشاہ کی لڑکی کی شادی میں شریک ہوا۔ بادشاہ کی لڑکی کا ہار چوری ہوا۔ اسی وقت آواز دی گئی کہ دروازے بند کر دو اور عورتوں کی تلاشی لو اور ایک ایک کی تلاشی لی گئی۔ حتیٰ کہ میں اور ایک عورت دو رہ گئے۔ میں نے خلوص نیت اور توبہ کے ساتھ اللہ سے دعا کی اور کہا اگر آج کی رسوائی سے بچ جاؤں تو پھر کبھی ایسا فعل نہ کروں گا۔ وہ ہار میرے ساتھ والی عورت کے پاس نکلا تو لوگوں نے کہا دوسری عورت کو چھوڑ دو

یعنی مجھ کو۔ چنانچہ مجھ کو چھوڑ دیا۔ اور میرا حال ان سے پوشیدہ رہا۔ اسی دن سے جب ستار کا نام آتا ہے تو اپنا عیب اور اس کا ستر کرنا یاد آجاتا ہے اور حرکت اور وجد مجھ میں طاری ہو جاتا ہے۔ اے اللہ اے ستار العیوب وغفار الذنوب یا مقلب القلوب یا کاشف الکرب ہمارے عیوب ڈھانک دے اور گناہ بخش دے اور ہمارے قلوب کی اصلاح کر اور ہمارے رنج وغم وفکر دور کر اور حسن خاتمہ ہمیں نصیب کر یا کریم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین۔

حکایت (۸۷۳) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت دیکھی جو توکل کے راستہ پر چلتی تھی اور ایک اونی کرتہ اور چادر اوڑھے رہتی تھی۔ میں نے کہا خدا تم پر رحم کرے سیر وسیاحت عورتوں کا طریقہ نہیں ہے۔ کہا اے مغرور میرے پاس سے ہٹ جا کیا تو کتاب اللہ نہیں پڑھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں پڑھتا ہوں۔ کہا پڑھ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتھاجروا فیھا یعنی کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی پس تم اس میں مہاجرت کرو۔ مجھے معلوم ہوا کہ تمام زمین علم سے بھری ہوئی ہے۔ میں نے کہا تم نے کس چیز سے اللہ کو پہچانا۔ کہا میں نے اللہ کو اللہ ہی سے پہچانا۔ اور غیر اللہ کو اللہ کے نور سے پہچانا۔ میں نے دریافت کیا کہ اللہ کا اسم اعظم کیا ہے۔ کہا وہ لفظ اللہ ہی ہے جو کہ اللہ کا بڑا نام ہے۔ رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا آمین۔

حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خدمت کے لیے ایک لونڈی خریدی۔ ایک مدت تک وہ میری خدمت کرتی رہی اور اپنی حالت مجھ سے پوشیدہ رکھتی تھی اس کی ایک خاص محراب تھی جس میں وہ نماز پڑھتی تھی۔ ایک رات میں نے دیکھا کہ وہ کبھی نماز پڑھتی ہے اور کبھی مناجات کرتی ہے۔ میں نے سنا کہ وہ کہتی ہے آپ اس محبت کے وسیلہ سے جو کہ میرے ساتھ ہے۔ فلاں فلاں کام کر دیں۔ اس وقت میں نے چلا کر کہا اے عورت یوں مت کہہ۔ بلکہ یوں کہہ میری محبت کے وسیلہ جو مجھے تجھ سے ہے۔ کہا اے میرے آقا اگر اسے مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں نماز سے بٹھلا کر مجھے کھڑا نہ کرتا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اسے بلایا اور کہا تو میری خدمت کے لائق نہیں ہے بلکہ اپنے بڑے مالک کی خدمت کے قابل ہے۔ جا تو خدا کے واسطے آزاد ہے پھر کچھ چیز اس کے

ساتھ کرکے اسے روانہ کیا اور اس کی جدائی پر مجھے ندامت ہوئی۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۳۷۹) ابو عامر واعظ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک لونڈی کو دیکھا جو بالکل ادنیٰ قیمت پر فروخت ہو رہی تھی۔ میں نے اُسے دیکھا تو اس کا پیٹ پیٹھ سے لگا ہوا تھا اور بال بکھرے ہوئے تھے اور رنگ زرد ہو رہا تھا۔ میں نے رحم کرکے اُسے خریدا اور کہا۔ ہمارے ساتھ بازار میں چل۔ رمضان کے واسطے کچھ ضروری چیزیں خریدیں۔ اس نے کہا اس اللہ کا شکر ہے جس نے میرے واسطے سارے مہینے یکساں کر دیئے ہیں اور دنیا کا کوئی شغل مجھ کو نہیں دیا ہے۔ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات بھر نماز پڑھتی تھی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے کہا صبح تڑکے ہمارے ساتھ بازار چل۔ عید کے لیے ضروری سامان خریدیں گے۔ اس نے کہا اے میرے آقا تم تو دنیا میں بہت ہی مشغول ہو۔ پھر اندر جاکر نماز میں مشغول ہوگئی اور ایک ایک آیت پڑھتی رہی حتیٰ کہ اس آیت پر پہنچی ویسقیٰ من ماءٍ صدیدا۔ یعنی اہلِ دوزخ کو پیپ کا پانی پلایا جائے گا۔ اس آیت کو مکرر پڑھتی رہی اور ایک چیخ ماری اور دنیا سے مفارقت کرگئی۔ رضی اللہ عنہا ونفعنا بہا۔ آمین۔

حکایت (۳۸۰) ایک صالح فرماتے ہیں کہ میں بازار کو گیا۔ میرے ساتھ ایک حبشن لونڈی تھی۔ میں نے اُسے بازار میں ایک جگہ بٹھایا اور کہا کہ میرے آنے تک یہیں رہو وہ وہاں سے چلی گئی۔ میں جب لوٹ کر آیا تو اُسے اس جگہ نہ پایا۔ میں اس پر بہت غصہ ہوکر گھر آیا۔ وہ لونڈی میرے پاس آئی اور کہا اے آقا تم مجھ پر جلدی نہ کرو تم نے مجھے ایسی قوم کے پاس بٹھایا جو اللہ کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ مجھے ڈر معلوم ہوا کہ کہیں وہ اللہ کے عذاب سے زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ دھنس جاؤں۔ میں نے کہا اس امت سے ان کے نبی کی برکت سے خسف اُٹھ گیا ہے کہا اگرچہ خسف مکانی جاتا رہا ہے لیکن خسف قلوب باقی ہے۔ اے وہ شخص جس کے قلب اور معرفت کا خسف ہوگیا ہے اور وہ ابھی تک اپنی بلا اور کرب سے غافل ہے جلدی دوا اور پرہیز میں مشغول ہو۔ اور اپنی موت اور فنا سے پہلے اپنا تدارک کر۔ پھر چند اشعار پڑھے ؎

ھموا بنا نذری الدموع تاسفا　　　　بلاء المعاصی فوق کل بلاءٍ

لعل الٰہی ان یمن بجمعنا فقد حال فی سجن الفراق عنائی

فیامھجتی لاتترک الحزن ساعۃ ویامقلتی ھٰذا اوان بکائی

(ترجمہ) ہمارے پاس آجاؤ تاکہ افسوس کے ساتھ آنسو بہائیں۔ گناہ کی مصیبت ہر مصیبت سے بڑی ہے شاید کہ حق تعالےٰ ہمیں اپنے کرم سے جمع کرے کیونکہ قید جدائی میں مدت دراز سے میں غمگین ہوں۔ اے میری جان ایک لحظہ بھی غم مت چھوڑ اور اے میری آنکھ یہی رونے کا وقت ہے رولے۔

حکایت (۲۸۱) حضرت ابو الحسین دیلمی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حبشی کی تعریف سُنی جو انطاکیہ میں رہتا تھا اور دل کی بات بیان کرتا ہے۔ میں اس کے ملنے کے ارادہ سے گیا۔ جب میں نے دیکھا تو وہ ایک مباح شئی بیچتے تھے۔ میں نے ان سے بھاؤ کیا اور کہا کتنی قیمت میں اسے فروخت کر دو گے۔ انہوں نے مجھے دیکھا اور کہا بیٹھ جاؤ۔ میں اُسے فروخت کر لوں تو اس کی قیمت میں سے کچھ تمہیں بھی دے دوں گا تم دو دن سے مجھے بھوکے معلوم ہوتے ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں واقعی دو دن سے بھوکا تھا میں ان کی آنکھ بچا کر نکل گیا اور اوروں سے بھاؤ کرتے کرتے پھر ان کے پاس لوٹ آیا اور کہا یہ شئی کتنی قیمت میں فروخت کر دو گے۔ انہوں نے پھر مجھے دیکھا اور کہا بیٹھ جاؤ تم دو دن سے بھوکے ہو اسے بیچ کر اسکی قیمت سے کچھ تمہیں بھی دوں گا۔ یہ سنکر میرے دل میں ان کی ہیبت طاری ہو گئی۔ جب وہ شئی بک گئی تو مجھے بھی کچھ عطا فرمایا اور وہاں سے چلے میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا شاید مجھے بھی کچھ ان سے استفادہ ہو جائے۔ انہوں نے پھر کر مجھے دیکھا اور فرمایا اگر تجھے کوئی حاجت پیش آجائے تو اللہ کے آگے پیش کر مگر جب اس میں تیرے نفس کی آمیزش نہ ہو، کیونکہ اس وقت تو اللہ سے دُور ہو جاتا ہے۔ جو شخص یہ جان لے کہ اللہ اُسے کافی ہے تو اُسے مخلوق کے اعراض سے وحشت نہیں ہوتی۔ نہ مخلوق کے متوجہ ہونے سے اس کو خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اُسے اعتماد ہے کہ جو قسمت میں ہے وہ فوت نہیں ہو سکتا، اگرچہ سب کے سب اعراض کر دیں اور جو قسمت میں نہیں ہے وہ اُسے نہ ملے گا اگرچہ سب اسی کی طرف متوجہ ہو جائیں۔

حکایت (۲۸۲) بعض بزرگوں کی حکایت ہے کہ وہ ایک فقیر کے یہاں گئے ان کے یہاں کسی قسم کا کوئی سامان نہ پایا۔ پوچھا کیا تمہارے پاس کوئی چیز نہیں ہے

کہا ہاں ہے۔ ہمارے دو گھر ہیں ایک امن کا گھر ہے اور ایک خوف کا۔ جو مال ہوتا ہے اُسے ہم امن کے گھر میں جمع کر دیتے ہیں یعنی دار آخرت کو بھیج دیتے ہیں۔ میں نے کہا یہاں کے واسطے بھی تو کچھ چاہیئے۔ فرمایا اس گھر کا مالک یہاں ہمیں نہیں چھوڑے گا۔ کسی کا مقولہ ہے کہ دنیا یا عاریت ہے۔ یا امانت۔ عاریت دینے والا یا امانت رکھنے والا ایک دن ضرور اپنی چیز واپس لوٹا لے گا۔ کسی کا شعر ہے۔

وما المال والاھلون الا ودیعۃ ولا بد یوما ان ترد الودائع

(ترجمہ) مال اور اہل سب امانت ہیں اور ایک دن ضرور امانت کو لوٹانا ہے۔

حکایت (۳۸۳) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ بصرہ میں ایک شخص تھا، اُسے ذکوان کہتے تھے اور اپنے زمانہ میں سردار تھا جب ان کی وفات ہوئی تو بصرہ کے سب لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے جب لوگ ان کے دفن سے فارغ ہو کے لوٹے تو میں ایک قبر کے پاس سو گیا۔ ناگاہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور پکارا اے اہل القبور اٹھو اپنا اجر لے لو چنانچہ قبریں پھٹ گئیں اور سب کے سب اہل قبور نکل کھڑے ہوئے اور تھوڑی دیر تک سب غائب رہے۔ پھر جب واپس آئے تو ذکوان بھی ان کے ہمراہ تھے اور ان پر دو حلہ زر سرخ کے جواہر اور موتی سے جڑے ہوئے تھے اور ان کے آگے چند غلام تھے جو انہیں قبر تک پہنچا رہے تھے اور ایک فرشتہ آواز دیتا تھا کہ یہ بندہ اہل تقویٰ ہی میں سے تھا۔ ایک نگاہ کی وجہ سے اس پر تکلیف اور ابتلاء نازل ہوئی۔ اس کے متعلق حکم الٰہی کا امتثال کرو۔ چنانچہ وہ جہنم کے قریب ہوا اور اس میں سے ایک زبان یا ایک اژدہا نکلا اور اس کے منہ پر کاٹ لیا اور وہ جگہ سیاہ ہو گئی آواز آئی کہ اے ذکوان تیرا کوئی کام تیرے مولیٰ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ اس نگاہ کا بدلہ ہے۔ اگر اور زیادہ کرتا تو ہم بھی اور زیادہ کرتے۔ اس حالت میں ایک شخص قبر سے سر نکالے دکھائی دیا اور اس نے ان لوگوں سے چلا کر کہا تمہارا کیا ارادہ ہے۔ واللہ مجھے مرے ہوتے نوے سال ہوتے۔ اب تک تلخی موت کی میرے حلق سے نہ گئی۔ اللہ سے دعا کرو کہ مجھے جیسا تھا ویسا ہی کر دے۔ اس کی آنکھوں کے درمیان سجدے کا اثر تھا۔ بعضوں کے اشعار ہیں۔

اولست تدری ان یومک قد دنا اولست تدری ان عمرک تنفد

فعلام تضحك والمنية قد دنت وعلام ترقد والثرى لك مرقد

(ترجمہ) کیا تو نہیں جانتا کہ تیرا دن قریب آگیا۔ کیا تو نہیں جانتا کہ تیری عمر ختم ہو جائے گی تو کس بات پر ہنستا ہے۔ تیری موت تو قریب آگئی ہے اور کس بھروسہ پر سوتا ہے تیری خوابگاہ قبر ہے۔

حکایت (۳۸۴) ایک صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں میرے جی میں آیا کہ میں حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ عنہا سے ملوں اور دیکھوں کہ وہ اپنے دعویٰ میں سچی ہیں یا جھوٹی۔ میں اس خیال میں تھا کہ ناگاہ بہت سے فقراء جن کے چہرے مثل چاند کے چمکتے تھے۔ سامنے آئے ان سے مشک کی خوشبو آتی تھی انہوں نے مجھے سلام کیا اور میں نے انہیں سلام کیا۔ میں نے پوچھا تم کہاں سے آرہے ہو۔ انہوں نے کہا جناب ہمارا عجیب قصہ ہے میں نے کہا وہ کیا ہے۔ کہا ہم لوگ مالدار تاجروں کی اولاد ہیں۔ ہم مصر میں رابعہ عدویہؒ کے پاس تھے۔ میں نے کہا تم ان کے پاس کیونکر پہنچے۔ کہنے لگے کہ ہم اپنے شہر میں کھانے پینے میں مشغول تھے۔ ہم نے رابعہ عدویہؒ کی خوبصورتی اور خوش آوازی کا ذکر سنا تھا تو ہم نے کہا ضرور ان کے پاس جاکر ان کا گانا سننا چاہیئے اور ان کی خوبصورتی دیکھنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم اپنے شہر سے نکل کر ان کے شہر میں پہنچے۔ لوگوں نے ان کا گھر ہمیں بتایا اور کہا انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ ہم میں سے ایک نے کہا اگرچہ اس کے گانے سننے اور خوش آوازی سے ہم محروم ہو گئے مگر کسی طرح اس کی صورت اور حسن تو دیکھ ہی لینا چاہیئے۔ چنانچہ ہم نے اپنی ہیئت تبدیل کی اور اپنا لباس بدل کر فقیرانہ لباس پہنا اور ان کے دروازے پر جاکر دستک دی۔ فوراً ہی وہ نکلیں اور ہمارے پاؤں میں لوٹنے لگیں اور کہنے لگیں کہ تم نے مجھے اپنی زبان سے سعید بنا دیا۔ ہم نے کہا کیا سعادت ہوئی فرمایا ہمارے یہاں ایک عورت چالیس سال سے اندھی تھی۔ جب تم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے کہا اے اللہ اے میرے مالک اس قوم کے طفیل سے جو دروازہ کھٹکھٹا رہی ہے میری آنکھیں پھیر دے۔ اسی وقت اللہ تعالےٰ نے اس کی آنکھیں پھیر دیں۔ اس وقت ہم نے ایک دوسرے کو دیکھا اور کہا دیکھتے ہو اللہ کے احسان کو کہ اس نے کس طرح ہماری پردہ پوشی کی اور وہ شخص جس نے تبدیل لباس کی راستے دی تھی کہنے لگا کہ میں تو یہ لباس نہیں اتاروں گا اور حضرت رابعہ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا

ہم نے بھی کہا کہ جب ہم نے گناہ میں تیری موافقت کی تھی تو اب توبہ اور اطاعت میں بھی تیری موافقت کریں گے۔ ہم سب نے ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنا سارا مال چھوڑ کر جیسا کہ تم دیکھتے ہو فقیر بن گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حکایت (۳۸۵) بشیر ابن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا اے بشیر تم جانتے ہو تمہیں اللہ نے اپنے ہمعصروں پر کیوں فوقیت دی۔ میں نے کہا یا رسولُ اللہ مجھے معلوم نہیں فرمایا تم کو میری سنت کی اتباع اور صالحین کی خدمت اور بھائیوں کی نصیحت اور میرے اصحاب و اہلِ بیت کی محبت نے ابرار کے مرتبہ پر پہنچایا۔

نقل ہے کہ بغداد میں ایک شخص ایک عورت سے لپٹ گیا اور اس سے تعرض کرنے لگا اس نے اپنے نفس پر قادر کرنے سے انکار کیا۔ اس مرد کے پاس ایک چھری تھی۔ جب کوئی عورت کے چھڑانے کو آتا تو اسکے مارتا اور بہت قوی آدمی تھا۔ اس حالت میں کہ لوگ اس کے چاروں طرف تھے اور عورت اس کے ہاتھ میں چیخ رہی تھی کہ اچانک بشیر ابن حارث پہنچے اور اس کے قریب جا کر اس کے بازو سے بازو مل دیا۔ فوراً ہی وہ شخص زمین پر گر پڑا اور عورت چھوٹ کر بھاگ گئی اور حضرت بشیر چلے گئے۔ تماشائی لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے تو وہ پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ اس سے اس کی حالت دریافت کی۔ کہنے لگا معلوم نہیں صرف ایک شیخ نے میرے بازو سے بازو رگڑا اور کہا اللہ تعالےٰ تجھے اور تیرے فعل کو دیکھتا ہے۔ اس قول کے سنتے ہی میں بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور بڑی ہیبت ان کی مجھ پر طاری ہوئی نہ معلوم وہ شخص کون تھا۔ لوگوں نے کہا وہ بشیر ابن حارث تھے۔ کہا افسوس آج کے بعد وہ مجھے کیونکر دیکھیں گے۔ اسی دن اس شخص کو بخار آیا اور ساتویں روز مر گیا۔ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔

حکایت (۳۸۶) حکایت ہے کہ حضرت ابوالحسین نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک شب گھر سے نکلے اور بازار کے پیچھے ایک چوکیدار کو دیکھا کہ ایک مرد اور عورت کو پکڑے کھڑا ہے اور ان سے کہتا ہے میں تم کو ضرور حاکم کے یہاں پیش کروں گا حضرت ابوالحسین ان کے قریب پہنچے اور چوکیدار سے کہا انہیں چھوڑ دے اور ان کا عیب چھپا لے۔ اس نے انکار کیا۔ آپ نے جیب سے ایک رومال نکالا

جس میں کچھ دراہم تھے اور اپنی چادر اتاری اور سب اس چوکیدار کو دے کر فرمایا انہیں چھوڑ دے اور یہ سب لے جا۔ اور میں تیرے ساتھ حاکم کے روبرو چلوں گا مجھے اس کے سامنے پیش کر دیجیو۔ چوکیدار نے کہا اس شرط پر کہ میں جو کچھ تیری نسبت کہوں اس سے تو بُرا نہ مانے۔ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ سپاہی نے وہ اشیاء لے کر انہیں تو چھوڑ دیا اور اس چوکیدار نے آپ کی گردن میں چادر ڈالی اور کھینچتے ہوئے کوتوال کے پاس لے گیا۔ اور کہا میں نے ان کو ایک عورت کے ساتھ بازار میں پایا تھا۔ حاکم نے ان سے کہا تم کیا کہتے ہو۔ فرمایا میں اور یہ اور ایک عورت تینوں تھے۔ حاکم نے کہا تمہارا چہرہ ایسے فعل کرنے والوں کا سا نہیں۔ پھر چوکیدار سے کہا سچ کہہ ورنہ تجھے سزا دوں گا اس نے سارا قصہ بیان کیا یہ سُن کر حاکم اور چوکیدار دونوں نے توبہ کی اور حضرت ابوالحسین اپنے گھر گئے رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۳۸۷) حضرت سہیل بن ابی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ میں کوہ قاف پر چڑھا تو وہاں نوح علیہ السلام کی کشتی پڑی دیکھی۔ حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ جبل قاف پر پہنچے تھے۔ فرمایا۔ جبل قاف تو بہت قریب ہے البتہ جبل کاف جبل صاد جبل عین یہ وہ جبال ہیں جو زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ہر زمین کو ایک ایک پہاڑ گھیرے ہوتے ہے اور کوہ قاف اس زمین کو بمنزلہ دیوار کے گھیرے ہوتے ہے اور یہ زمین سب سے چھوٹی ہے اور کوہ قاف سب سے چھوٹا پہاڑ ہے اور یہ سبز زمرد کا پہاڑ ہے کہتے ہیں کہ آسمان کی سبزی اسی کے عکس کی وجہ سے ہے اور روایت ہے کہ ساری زمین اولیاء اللہ کے واسطے ایک قدم ہے حکایت ہے کہ ایک ولی اللہ کو آگ کی ضرورت تھی آپ نے چاند کی جانب ہاتھ بڑھا کر اس سے کپڑے کی دھجی میں ایک چنگاری لی۔

حکایت (۳۸۸) حکایت ہے کہ بعض سلف ایک وقت تکیہ لگا کر سوئے ایک شخص نے خواب میں آکر کہا۔ کہو۔ پوچھا۔ کیا کہوں کہا کہہ یہ شعر ؎

یاحر انک ان توسد لینا   وسدت بعد الموت صم الجندل
فاعمل لنفسک فی حیاتک صالحا   فلتندمن غدا اذا لم تفعل

(ترجمہ) اے آزاد شخص اگر تو نرم تکیہ لگاتا ہے تو بعد موت کے تو سخت پتھر کا تکیہ لگائیگا۔ زندگی میں اپنے لیے نیکی حاصل کرلے ورنہ کل کو بہت نادم ہوگا۔

حضرت ابن مبارک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگلے صالحوں کے نفوس نیکی پر خوشی سے موافقت کرتے تھے اور ہمارے نفس موافقت نہیں کرتے مگر زبردستی سے لہٰذا ہمیں لازم ہے کہ ان کو مجبور کریں۔ مؤلف کہتے ہیں کہ عفواً کے معنی طوعاً بدون مجاہدہ اور عقوبت کے ہیں۔ بعض سلف فرماتے ہیں۔ اے ابن آدم اگر تو یہ چاہتا ہے کہ نیکی ہمیشہ نشاط ہی کے ساتھ کیا کرے تو یہ نفس تو رنج و غم اور فتور کے زیادہ قریب ہے ہمیشہ اس کو نشاط نہیں ہو سکتا۔ لیکن مومن وہ ہے جو نفس پر تشدد کرے اور عہد پورا کرے اور رات دن اللہ تعالےٰ کو پکارے و اللہ مومن ہمیشہ ربنا ربنا کہتے رہتے ہیں ظاہر میں بھی اور پوشیدگی میں بھی حتیٰ کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے اور شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی طرف لنگڑے پن کے زمانہ میں شکستگی کی حالت میں بھی چلو اور صحت کا انتظار نہ کرو کیونکہ صحت کا انتظار بیہودگی ہے۔

حکایت (۳۸۹) حضرت صالح مری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک دن میں ابو جہیز نابینا کی زیارت کے ارادہ سے چلا۔ وہ شہر سے نکل گئے تھے۔ اور ان کے واسطے ایک مسجد بنائی گئی تھی، اس میں عبادت کرتے تھے۔ میں ایک راستہ پر جا رہا تھا کہ ناگاہ محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ میں نے کہا ابو جہیز کے پاس۔ فرمایا میں بھی انہیں کے پاس جا رہا ہوں۔ ہم دونوں آگے بڑھے تو ناگاہ حبیب عجمی ملے پوچھا تم کہاں جاتے ہو ہم نے کہا ابو جہیز کے پاس۔ کہا میں بھی انہیں کے پاس جا رہا ہوں۔ ہم اور آگے چلے تو ہمیں مالک ابن دینار ملے۔ انہوں نے پوچھا تم کہاں جاتے ہو۔ ہم نے کہا ابو جہیز کے پاس۔ فرمایا میں بھی وہیں چل رہا ہوں۔ اتنے میں حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ ملے اور کہا تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا ابو جہیز کے پاس۔ کہا میں بھی انہیں کے پاس جا رہا ہوں۔ الحمد للہ کہ اللہ نے ہم سب کو جمع کیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم چل کر بے وقت ان کے مقام پر پہنچے۔ ایک جگہ سبزہ زار دیکھ کر حضرت ثابت بنانی نے کہا آؤ دو رکعت نماز پڑھ لیں تاکہ قیامت کے دن اللہ کے پاس ہماری گواہی دے۔ پھر ان کے گھر پر گئے اور ان کو خبر کر کے تکلیف دینا مناسب نہ جانا اور بیٹھ گئے جب

ظہر کا وقت ہوا تو وہ گھر سے نکلے اور اذان دے کر اقامت کہی نماز پڑھی ہم نے بھی ان کے ساتھ نماز پڑھی۔ بعد نماز کے محمد بن واسع کھڑے ہو کر ان سے ملے پوچھا تم کون ہو۔ کہا محمد بن واسع تمہارا بھائی ہوں۔ فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت سنا جاتا ہے کہ تم بصرہ میں سب سے اچھے نمازی ہو۔ وہ سُنکر خاموش ہو رہے۔ پھر ثابت بنانی ملے پوچھا تم کون ہو۔ کہا ثابت بنانی فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں سب سے زیادہ نمازی ہو وہ بھی سُن کر خاموش رہے۔ پھر مالک ابن دینار ملے پوچھا تم کون ہو کہا میں مالک ابن دینار ہوں فرمایا واہ واہ تمہاری نسبت مشہور ہے کہ بصرہ میں تم سب سے بڑے زاہد ہو۔ پھر حبیب عجمی نے ملاقات کی پوچھا تم کون ہو کہا حبیب عجمی فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ تم مستجاب الدعوات ہو وہ بھی سُن کر ساکت رہے پھر میں نے ملاقات کی۔ پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا میں صالح مری ہوں فرمایا تم وہی ہو جن کی نسبت مشہور ہے کہ تمہاری آواز بصرہ والوں میں سب سے اچھی ہے پھر فرمایا میں تمہاری آواز کا مشتاق مدت سے تھا۔ آؤ پانچ آیتیں کتاب اللہ کی مجھے پڑھ کر سُناؤ۔ حضرت صالح کہتے ہیں کہ میں نے قراءت آیت یوم یرون الملئکة لا بشری یومئذ للمجرمین سے شروع کی اور جب ہباء منثورا پر پہنچا تو ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو فرمایا وہی آیتیں پھر سُناؤ۔ میں نے پھر پڑھا۔ پھر ایک چیخ ماری اور دنیا سے انتقال فرمایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ اتنے میں ان کی بیوی نکل آئیں اور پوچھا کہ تم کون لوگ ہو ہم نے خبر دی۔ کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔ کیا ابو جہیر کا انتقال ہو گیا۔ ہم نے کہا ہاں۔ خدا تمہیں اجر دے۔ تمہیں کیونکر معلوم ہوا۔ کہا میں انہیں اکثر دعا میں یہ کہتے ہوئے سُنتی تھی کہ میری موت کے وقت اے اللہ اپنے اولیاء کو جمع کر دے اسواسطے میں جان گئی کہ تم لوگ ان کی موت کے واسطے اکٹھے ہوئے۔ پھر ہم نے انہیں غسل دیا اور کفنایا اور نماز پڑھ کر دفنایا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۳۹۰) ابو سلیمان مغربی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں پہاڑ سے لکڑیاں لاتا اور ان کی قیمت پر گذر کرتا تھا۔ میرا طریقہ نہایت احتیاط کا تھا۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک جماعت

اولیاء بصرہ کی ہے جن میں حسن بصری اور فرقد سنجی اور مالک ابن دینار بھی تھے۔ میں نے اپنا حال بتا کر ان سے پوچھا کہ تم ائمۂ مسلمین ہو۔ تم مجھے حلال کا ایسا طریقہ بتاؤ کہ جس میں اللہ کی جانب سے کوئی گرفت نہ ہو۔ نہ مخلوق کا کوئی احسان ہو۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے طرطوس سے باہر لے گئے اور ایک برج میں سرخاب پرندے بہت سے تھے مجھے بتا کر کہا کہ یہی ہے جس کی نہ اللہ کے یہاں گرفت ہے نہ مخلوق کی منت ہے۔ میں تین مہینے تک اسی کو پکڑ کر کھاتا رہا۔ کبھی پکا لیتا تھا۔ کبھی بھون لیتا تھا۔ اور ایک مسافر خانہ میں رہتا تھا۔ جب اس مسافر خانہ کی حالت مجھے معلوم ہوئی تو میں نے کہا یہی ایک فتنہ ہے اور وہاں سے نکل کر تین مہینے تک انہیں پرندوں سے گذر کرتا رہا اور اللہ نے میرا قلب ایسا پاک کر دیا کہ میں کہتا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ اہل جنت کو ایسا قلب عطا کرے تو وہ بہت اچھے رہیں گے لوگوں کی باتوں سے مجھے بالکل انس نہ تھا۔ ایک دن میں نکل کر ایک راستہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک جوان نظر آیا جو لامش کی جانب سے آکر طرطوس کی طرف جا رہا تھا میرے پاس اس لکڑی کے جسے پہاڑ سے لا کر بیچا کرتا تھا۔ کچھ دام رہ گئے تھے جی میں آیا کہ میں تو پرندوں پر گذر کرتا ہوں یہ دام اس فقیر کو دیدوں تاکہ طرطوس میں جا کر اس سے کوئی چیز خرید کر کھا لیوے۔ جب وہ قریب آیا تو میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تاکہ وہ دام نکالوں۔ اتنے میں اس فقیر نے اپنی زبان کو حرکت دی اسی وقت کیا دیکھتا ہوں کہ میرے چاروں طرف کی ساری زمین سونا بن گئی اور چمکنے لگی۔ قریب تھا کہ اس کی روشنی کے زور سے میری آنکھیں جاتی رہیں اور اس کی ہیبت مجھ پر طاری ہو گئی وہ شخص آگے بڑھ گیا۔ لیکن مجھے سلام کرنے کی بھی قدرت نہ رہی۔ اس کے بعد ایک دن میں نے طرطوس کے باہر ایک برج میں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ ان کے سامنے ایک پانی سے بھرا ہوا کوزہ بھی تھا۔ میں نے سلام کر کے ان سے نصیحت کی استدعا کی۔ انہوں نے پاؤں پھیلا کر کوزہ کا پانی زمین پر گرا دیا اور فرمایا کہ کثرت کلام نیکیوں کو اس طرح چوستی ہے جیسے کہ زمین نے پانی کو چوس لیا۔ یہ نصیحت کافی ہے۔ جاؤ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۳۹۱) جبال بیت المقدس کے ایک سیاح سے مروی ہے

کہتے ہیں کہ میں ایک شخص کے یہاں مہمان ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ ہمارے ہمسایہ کا بھائی مرگیا ہے اس کی تعزیت کر آئیں۔ میں ان کے ساتھ اس شخص کے یہاں گیا وہ شخص نہایت غمگین اور پریشان تھا کسی طرح اُسے صبر نہیں آتا تھا ہم نے کہا اے شخص خدا سے ڈر اور یقین کے ساتھ جان لے کہ موت ایک ایسا راستہ ہے کہ ہمیں ضرور اس پر چلنا ہے اور وہ سب پر آنے والی ہے۔ اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ تم نے جو کچھ کہا وہی ہونے والا ہے۔ لیکن میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ صبح و شام میرے بھائی کے کس مصیبت میں گذرتے ہیں۔ ہم نے کہا سبحان اللہ کیا اللہ تعالےٰ نے تمہیں غیب کی خبر دیدی کہا نہیں۔ لیکن جب میں نے اُسے دفنایا اور اس کے اوپر مٹی ڈال کر برابر کر رہا تھا کہ قبر سے آواز آئی۔ ہائے۔ میں نے کہا میرا بھائی۔ میرا بھائی اور قبر کھولنے لگا۔ لوگوں نے کہا ایسا مت کر۔ میں نے قبر برابر کردی اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ اتنے میں پھر آواز آئی۔ میں نے پھر میرا بھائی میرا بھائی کہہ کر قبر کھولنے کا ارادہ کیا لوگوں نے کہا ایسا نہ کرو۔ میں نے پھر قبر برابر کی اور اُٹھنے لگا تو پھر ہائے کی آواز آئی۔ میں نے کہا واللہ میں ضرور قبر کھولوں گا۔ چنانچہ میں نے قبر کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اُس کی کمر میں ایک طوق آگ کا پڑا ہے اس کی تیزی سے تمام قبر دھک رہی ہے۔ میں نے اس طوق کو دور کرنے کے ارادہ سے اس پر ہاتھ مارا تو میری انگلیاں الگ ہو گئیں۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ دکھایا جس کی چار انگلیاں جاتی رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں کہ میں حضرت اوزاعی کے پاس گیا اور کہا اے ابو عمر یہودی۔ نصرانی اور کفار سارے مرتے ہیں ان میں ایسی علامتیں نہیں دیکھی گئیں اور یہ شخص توحید و اسلام پر مرا ہے اور پھر یہ عذاب دیکھا جاتا ہے۔ فرمایا ہاں وہ لوگ تو پہلے ہی یقیناً اہل نار ہیں اس لیے ان کا حال دکھانے کی ضرورت نہیں اور تمہیں اللہ تعالےٰ اہل توحید ہی میں یہ عذاب دکھاتا ہے تاکہ تم عبرت پکڑو۔ اے اللہ ہمارے گناہوں سے چشم پوشی کر اور ہمیں بخش دے اور اے لطیف ہم پر لطف کر۔

حکایت (۳۹۲) حضرت ابو جعفر فرغانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے بعض صوفی بھائیوں کے ساتھ دینور میں تھا کہ چند کرد کچھ اسباب خریدنے کے لیے آئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ اگر تجھے معلوم ہوتا

کہ اسباب کس کے لیے خریدا جا رہا ہے تو تو ہی جلدی سے خریدوا دیتا۔ میں نے کہا اس کا قصہ بیان کرو کہنے لگے ہاں ہاں پھر انہوں نے اپنے رئیس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ ہماری قوم کا سردار ہے ان کی ایک بیوی ہے جن سے کئی ایک لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے ایک حمل میں یہ کہا کہ اگر تو اس مرتبہ بھی لڑکی جنے تو تجھے طلاق ہے۔ اتفاقاً ہم لوگوں نے گرمی کے موسم میں مراغہ کی جانب کوچ کیا۔ ایک دن ہم چل رہے تھے کہ اس کو درد زِہ شروع ہوا۔ وہ عورت راستہ سے ہٹ کر دور پانی پر گئی گویا وضو کرنا چاہتی ہے وہیں اس کے لڑکی پیدا ہوئی اس نے وہیں اُسے ایک کپڑے میں لپیٹ کر ایک پہاڑ کے غار کے پاس رکھ چھوڑا اور بیان کیا کہ وہ حمل نہ تھا صرف ہوا تھی اور وہ نکل گئی ہم وہاں سے نکل گئے اور چھ ماہ تک غائب رہے۔ بعد چھ ماہ کے لوٹے اور اس مقام پر ٹھہرے وہ عورت لوٹے میں پانی لے کر جہاں بچہ چھوڑا تھا اسی طرف چلی جب اس کے پاس پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک ہرنی کھڑی ہے اور اس بچہ کو دودھ پلا رہی ہے اُسے دیکھ کر ہرنی بھاگ گئی۔ اور ماں اس کے پاس پہنچی اور اُسے اٹھا لیا تو وہ رونے لگی اور چیخ مار کر رونے لگی جب اُسے چھوڑ کر ہٹ گئی تو ہرنی آئی اور اُسے دودھ پلانے لگی اور لڑکی خاموش ہو گئی۔ وہ عورت قبیلہ میں لوٹ آئی اور انہیں اس واقعہ کی خبر دی۔ اس کے زوج نے بھی سُنا اور سارے قبیلے کے لوگ جمع ہو کر اس غار کے پاس گئے۔ دیکھا تو ہرنی بچہ کو دودھ پلا رہی تھی ان کی آہٹ سُن کر ہرنی بھاگ گئی اور لڑکی رونے لگی۔ عورتوں نے اُسے لے جا کر سمجھایا حتیٰ کہ اُسے کچھ سکون ہوا اور آدمیوں سے مانوس ہو گئی اور اُسے قبیلہ میں لے آئے اور وہ ہرنی دور سے کھڑی دیکھ رہی تھی حتیٰ کہ ہم نے وہاں سے کوچ کیا۔ اور یہ سامان اُسی کے جہیز کے لیے خریدا جا رہا ہے اب اس کے باپ نے اس لڑکی کا ایک نیک آدمی سے نکاح کر دیا۔ پاک ہے اللہ جو مخلوق پر لطف کرتا ہے اور ان کی خبر رکھتا ہے وہ بڑی قدرت اور بڑے احسان والا ہے۔

حکایت (۳۹۳) شیخ ابو بکر اسماعیل فرغانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک مدت دراز تک بہت ہی فاقہ کشی کرتا رہا حتیٰ کہ کبھی کبھی بیہوش ہو کر گر پڑتا تھا اس وقت میں کم سمجھ تھا بھوک کی وجہ سے ہاتھ کے ناخن متغیر نظر آتے تھے ایک دن میں نے کہا اے اللہ اگر مجھے تیرا اسم اعظم معلوم ہوتا تو میں جب کبھی شدید فاقہ میں ہوتا تو اس اسم اعظم کے وسیلہ تجھ سے سوال کرتا۔ ایک مرتبہ دمشق میں باب البرید پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے دو آدمی دیکھے جو مسجد میں

داخل ہوتے میرے جی میں آیا کہ یہ فرشتے ہیں۔ دونوں آکر میرے محاذات میں کھڑے ہوتے اور ایک نے دوسرے سے کہا۔ تو یہ چاہتا ہے کہ میں تجھے اسم اعظم سکھاؤں دوسرے نے کہا ہاں۔ میں نے کان لگایا اس نے کہا وہ یہ ہے کہ تو کہے یا اللہ۔ میں نے کہا میں نے سیکھ لیا اور ویسے ہی لوٹنا چاہتا تھا کہ ایک نے ان میں سے کہا تو جیسا کہتا ہے وہ نہیں ہے بلکہ صدق لجا کے ساتھ ہو۔ شیخ ابوبکر فرماتے ہیں کہ صدق لجا کے معنی یہ ہیں کہ اس کے کہنے وقت قائل ایسا ہو کہ جیسے کوئی گہرے دریا میں غرق ہو رہا ہو اور کوئی اس کا بچانے والا نہیں ہے۔ صرف اللہ ہی کے پاس اس کو پناہ ہے اور کوئی پناہ کی جگہ دوسری نہ ہو۔

حکایت ہے کہ ایک فقیر کسی ایسے شیخ کے پاس آئے جو اسم اعظم جانتے تھے اور کہا مجھے اسم اعظم سکھا دیجئے۔ فرمایا کیا تجھ میں اس کی اہلیت ہے؟ کہا ہاں۔ فرمایا جا شہر کے دروازہ پر جا کر بیٹھا رہ اور وہاں جو کچھ معاملہ ہو اس کی مجھے خبر دے۔ وہ حکم کے موافق چلا ناگاہ ایک بوڑھا لکڑی والا اپنے گدھے پر لکڑیاں لادے سامنے سے آ رہا تھا۔ ایک سپاہی نے اُسے پکڑ کر اس کی لکڑیاں چھین لیں اور اُسے مار کر بھگا دیا۔ فقیر یہ دیکھ کر وہاں سے لوٹ کر شیخ کے پاس آیا اور سارا حال بیان کیا۔ شیخ نے کہا اگر تجھے اسم اعظم معلوم ہوتا تو تو کیا کرتا۔ کہا اس سپاہی کی ہلاکی کی بد دعا کرتا۔ کہا اس لکڑی والے شیخ ہی نے مجھے اسم اعظم سکھایا ہے۔ مؤلف فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اسم اعظم جاننے کی صلاحیت اس میں ہے جو ان اوصاف سے متصف ہو۔ یعنی صبر۔ حلم۔ رحم۔ بلکہ ان جمیع اخلاق سے متصف ہونا چاہیئے۔ جن سے برگزیدہ لوگ متصف ہوتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم۔

حکایت (۳۹۴) شیخ یوسف ابن ہمدان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے راستہ مکۂ معظمہ کو چلا۔ میرے ساتھ فقراء کی ایک جماعت بھی تھی، ان میں ایک جوان تھے جن کی عمدہ صحبت اور رعایتِ حال اور اشتغالِ دوام بالذکر و مناجات پر مجھے رشک آتا تھا۔ جب ہم مدینۂ منورہ پہنچے تو وہ جوان بہت سخت بیمار ہوتے اور ہم سے الگ ہو گئے۔ میں ان کی حالت دریافت کرنے کے لیے اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ چلا۔ ان کے پاس پہنچ کر جب ہم نے

ان کی شدت اور تکلیف دیکھی تو بعض ساتھیوں نے کہا کہ اگر ان کے واسطے طبیب کو بلائیں تو اچھا ہو تاکہ ان کی بیماری کی تشخیص کرے تو اور ممکن ہے کہ اس کے پاس کوئی موافق دوا نکلے۔ اس جوان نے ان کی باتیں سنیں اور مسکرا کر کہا۔ اے میرے مشائخ اور دوستو، موافقت کے بعد مخالفت بہت ہی بُری ہے۔ جس کے لیے اللہ نے ایک حال پسند کیا ہو اور وہ دوسرا حال چاہے تو کیا اس نے اللہ کے ارادے میں اس کی مخالفت نہیں کی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہمیں ان کے کلام سے سخت خجالت ہوئی۔ انہوں نے ہماری طرف دیکھ کر کہا کہ اگر کشتۂ محبت کی دوا عشق سے بے خبر ہونے والے کے پاس مل سکتی ہے تو اس کے لیے دوا طلب کرنے میں مضائقہ نہیں۔ بیماری اور امراض میں نفس کی تطہیر اور گناہوں کا کفارہ ہے اور موت کی یاد دہانی ہے۔ اور کشتۂ محبت کی بیماری، نفس کا مشاہدہ کرنا اور خواہش کی موافقت کرنا ہے پھر چند اشعار پڑھے ؎

بید اللہ دوائی و یعلم اللہ دائی انما اظلم نفسی باتباعی لھوائی

کلما داویت دائی غلب الداء دوائی

(ترجمہ) اللہ ہی کے ہاتھ میں میری دوا ہے اور اسی کے علم میں میری بیماری ہے میں تو اپنے اوپر ظلم ہی کر رہا ہوں اپنی خواہش کا اتباع کر کے۔ جب میں اپنی بیماری کا علاج کرتا ہوں تو میری بیماری دوا پر غالب آجاتی ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۳۹۵) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں تنگی اور خوف شدید میں مبتلا ہوا اور پریشان ہو کر بلا زاد و راحلہ مکۂ معظمہ کی راہ پر تین دن تک چلا۔ جب چوتھا روز ہوا تو مجھے پیاس اور گرمی کی سخت تکلیف ہوئی اور مجھے اپنی موت کا اندیشہ ہوا جنگل میں کوئی درخت بھی نہ تھا جس کے سائے میں پناہ لیتا۔ میں نے اپنا حال اللہ کے سپرد کیا اور قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ گیا۔ پھر مجھ پر نیند غالب ہوئی اور بیٹھے بیٹھے ہی سو گیا۔ خواب میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ میری طرف ہاتھ بڑھا کر مجھ سے کہتے ہیں اپنا ہاتھ لاؤ۔ میں نے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے مجھ سے مصافحہ

کیا اور کہا خوش ہو جاؤ تم سلامتی کے ساتھ بیت اللہ پہنچو گے اور زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مشرف ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا آپ پر خدا رحم کرے آپ کون ہیں فرمایا میں خضر ہوں۔ میں نے کہا میرے واسطے کوئی دعا کیجیے۔ فرمایا تین بار یہ دعا پڑھو یالطیفاً بخلقہ یا خبیرا بخلقہ یا علیما بخلقہ الطف بی یالطیف یا علیم یا خبیر میں نے پڑھا۔ فرمایا یہ ایسا تحفہ ہے کہ اس سے ہمیشہ کے لیے غنا ہے جب تمہیں کوئی تنگی لاحق یا تم پر کوئی بلا نازل ہو تو تم اسے پڑھو وہ تنگی دفع ہو جائے گی اور اس بلا سے شفا ہو جائے گی پھر وہ غائب ہو گئے۔ اتنے میں میں نے ایک شخص کو سُنا کہ وہ مجھے یا شیخ یا شیخ کہہ کر آواز دے رہا ہے یہ سنکر میں جاگا، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص کھڑا ہے اس نے مجھ سے پوچھا کہ تم نے اس صفت کے اور ایسے ایک نوجوان کو نہیں دیکھا اور اس کی ہیئت بیان کی میں نے کہا میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہنے لگا کہ ہمارے یہاں سے سات دن ہوئے ایک جوان گیا ہے اور ہمیں خبر ملی ہے کہ وہ حج کو گیا ہے۔ پھر مجھ سے کہا کہ تم کہاں کا قصد رکھتے ہو میں نے کہا جہاں خدا لے جائے۔ اس نے اونٹ کو بٹھایا اور اترا۔ اور ہاتھ بڑھا کر توشہ دان نکالا اور دو روٹیاں روغنی اس میں سے نکالیں۔ ان کے بیچ میں حلوا رکھا اور پانی سے بھرا ہوا مشکیزہ نکالا اور کہا یہ کھانا کھاؤ پیو۔ میں نے ان میں سے ایک روٹی کھائی اور پانی پیا۔ پھر مجھ سے کہا سوار ہو جاؤ۔ میں سوار ہو گیا اور وہ بھی سوار ہوا اور میرے سامنے بیٹھا اور ہم نے ایک دن اور دو راتیں چلنے ہی میں گذاریں کہ ناگاہ قافلہ نظر آیا اور اس میں جا ملے۔ وہاں اس نے اس جوان کا پتہ دریافت کیا معلوم ہوا کہ وہ قافلہ میں ہے وہ شخص مجھے چھوڑ کر آگے گیا اور تھوڑی دیر بعد میرے پاس آیا۔ وہ جوان بھی اس کے ہمراہ تھا اور اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے بیٹا اس شخص کی ملاقات کی برکت سے اللہ نے تیری تلاش مجھ پر آسان کر دی۔ پھر میں نے انہیں وداع کیا اور پھر قافلہ کے ساتھ جا ملا۔ پھر وہ شخص مجھ سے آملا اور ایک لپٹا ہوا کاغذ میرے ہاتھ میں دیا اور میرے ہاتھ کو بوسہ دیکر لوٹ گیا۔ میں نے جب وہ کاغذ کھولا تو اس میں پانچ درہم رکھے تھے۔ ان میں سے میں نے بعض سے تو اونٹ کا کرایہ ادا کیا اور باقی سے توشہ خرید کر اس سال حج کیا اور زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ ہو کر حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرف گیا۔ اور جب کبھی مجھے تنگی یا مصیبت پہنچی تو میں نے وہی کلمات

پڑھے جن کی حضرت خضر علیہ السلام نے تعلیم کی تھی۔ میں آپ کے فضل وکرم کا معترف ہوں اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر گذار ہوں۔

حکایت (۳۹۶) ایک فقیر فرماتے ہیں کہ میں ایک دن خلوت مع اللہ اور سیاحت کی نیت سے جنگل کا قصد کر کے چلا جب تین دن سفر کرتا رہا تو چوتھے روز میرے باطن میں بیقراری اور اضطراب پیدا ہو گیا اور ظاہر پر بھی حرکت زیادہ ہونے لگی۔ اس اثنا میں ناگاہ دو آدمی ادھیڑ عمر کے خوبصورت بیجبری میں میرے پاس پہنچے اور مجھے سلام کیا۔ میں نے جواب دیا۔ پوچھا تیرا کیا نام ہے میں نے کہا عبداللہ ایک نے ان میں سے کہا۔ ہم بھی اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی طرف جا رہے ہیں۔ ہم تینوں آگے چلے جب نماز ظہر کا وقت آیا تو ایک نے مجھ سے پوچھا کیا یہی وقت ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا ہمیں نماز پڑھا دو گے۔ میں نے کہا اس بوجھ سے مجھے سبکدوش کر دو تم میں سے کوئی پڑھا دے۔ چنانچہ ایک نے نماز پڑھائی اور ہم سب نے سنت نماز ادا کی جب امام اپنی سنتوں سے فارغ ہوئے تو ہمارے سامنے ایک طبق لے آئے جس میں ایک خوشہ انگور کا اور انجیر تھے۔ ایسے عمدہ کہ میں نے ایسے کبھی نہیں دیکھے۔ اور کہا بسم اللہ ہم سب نے بقدر ضرورت کھایا اور وہاں سے چلے۔ جب دوسرے دن نماز ظہر کا وقت آیا تو میری طرف دیکھ کر کہا۔ یہی وقت ہے۔ میں نے کہا۔ ہاں پھر کہا ہمیں نماز پڑھا دو گے۔ میں نے کہا اس بوجھ سے تو مجھے سبکدوش کر دو اس نے دوسرے ساتھی سے کہا تم نماز پڑھا دو۔ چنانچہ انہوں نے نماز پڑھائی۔ جب ہم سنتیں پڑھ کر فارغ ہوئے اور امام بھی فارغ ہوئے تو پھر امام نے ایک طبق حاضر کیا جس میں انگور اور انجیر تھے۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھایا اور پیٹ بھرنے کے بعد باقی چھوڑ کر کھڑے ہوئے۔ جب تیسرا دن ہوا تو میرے دل میں آیا کہ یہ لوگ ضرور مجھے نماز پڑھانے کو کہیں گے اور مجھے موافقت بھی لازم ہے اور ویسا ہی فعل بھی ضرور ہے۔ پھر میں نے آنکھ آسمان کی جانب اٹھا کر کہا اے اللہ آپ بد دن استحقاق کے نعمت دینے والے ہیں اور میں بھی آپ کا ضعیف بندہ ہوں۔ کسی طرح نعمت کا مستحق نہیں ہوں۔ لیکن اپنی خواہش آپ کے سامنے لایا ہوں۔ آپ ہر شے پر قادر ہیں۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو ایک نے مجھ سے

پوچھا یہی وقت ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا تم نماز پڑھاؤ گے۔ میں نے کہا انشاءاللہ ایک نے ان میں سے اقامت کہی اور میں نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور سلام پھیر کر دو رکعتیں سنتیں ادا کیں۔ پھر میں نے سیدھی جانب پھر کر دیکھا تو وہ طبق رکھا تھا اور اس میں انگور کا خوشہ اور انجیر اور انار تھے۔ میں نے وہ طبق ان کے سامنے پیش کیا اور انہوں نے اور میں نے مل کر کھایا اور کچھ بقیہ چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے حق تعالیٰ کا شکر یہ ادا کیا کہ اس نے بدون استحقاق کے مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی۔ اس کے بعد ہم چالیس دن مقیم رہے۔ ہر ایک اپنی مقصود کی طرف متوجہ تھا اور نمازوں کے وقت جمع ہوتے تھے اور ہر ایک ایک دن نماز پڑھاتا تھا اور جب سلام پھیرتا تو طبق مذکور پیش کرتا اور میں بھی اسی طرح اُن کے ساتھ رہا۔ اور ایک طبق جس میں انگور، انجیر اور انار ہوتے تھے اپنی باری کے دن پیش کرتا تھا۔ جب چالیس دن ہوگئے تو انہوں نے کہا تمہارا اللہ حافظ۔ میں نے کہا تمہارا بھی۔ اور ہم سب ایک دوسرے سے جدا ہوئے اور کسی نے دوسرے سے کوئی بات نہ پوچھی۔ پھر میں اس کے بعد بھی ایک مدت تک اسی حال پر رہا مجھ پر ہر روز اللہ کی نئی نئی نعمت اترتی تھی۔ ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی اور جب اللہ کا شکر ادا کرتا تھا تو نعمت و احسان اور زیادہ ہوتے تھے۔

حکایت (۳۹۷) ایک شیخ اہل مکہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کے غار میں مجرد رہتا تھا۔ لبسا اوقات ایک ایک مہینہ یا اس سے کچھ کم زیادہ مقیم رہتا تھا۔ لیکن کوئی آدمی وہاں نظر نہ آتا تھا اور مباح چیزوں سے اپنا پیٹ بھرتا تھا۔ جب مجھے بھوک لگتی تو غار سے نکل کر پہاڑ پر آتا اور بقدر ضرورت کھاتا اور پھر غار میں لوٹ جاتا۔ ایک دن دستور کے موافق جب میں غار سے نکلا تو جنگل سے ایک سوار کو آتے دیکھا۔ دیکھتے ہی میں آنکھ بچاکر غار میں داخل ہوگیا ایک ساعت کے بعد میں کیا دیکھتا ہوں وہ شخص غار کے دروازے پر کھڑا میرا نام لے کر پکار رہا ہے۔ میں سُن کر کھڑا ہوگیا اور اس کی طرف چلا۔ اس نے مجھے سلام کیا میں نے دریافت کیا کیا تو آدمی ہے۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا کہاں کا باشندہ ہے اور تجھے میرا نام کس نے بتایا۔ کہا میں شاہزادہ ہوں۔ تین دن ہوتے

شکار کو چلا تھا اپنے ساتھیوں سے جدا ہو کر جنگل میں پریشان مارا مارا پھرتا رہا اور اس شدت کی پیاس لگی کہ قریب الہلاک ہو گیا۔ اچانک میری بے خبری میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوتے میرے پاس آتے۔ ان کے ہاتھ میں ایک کوزہ تھا مجھے اس کا پانی پلایا اور میٹھی بھر گھاس مجھے دی۔ اُسے میں نے کھایا وہ اور ترکاریوں سے زیادہ مزے دار تھی۔ جب میں کھا چکا تو مجھ سے کہا اے محمد اس سے پہلے تم نے کبھی توبہ بھی کی ہے۔ میں نے کہا۔ میں حضرت کے ہاتھ پر ابھی توبہ کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ان کے ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ پر توبہ کی اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا اور کہا اے حضرت آپ اللہ تعالےٰ سے دعا فرمایئے کہ وہ مجھے قبول کرے۔ آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور کہا اے ربّ محمد اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت سے محمد پر رحم کر اور اس کی توبہ قبول فرمالے اور محمد کو قبول بھی کرلے اور ان کے آنسو جاری تھے اور ان کی اس دعا کی حلاوت میرے قلب میں محسوس ہونے لگی اور میں نے اللہ تعالےٰ سے وعدہ کر لیا کہ میں جس سے نکل چکا ہوں۔ پھر اپنی موت تک اس کام میں واپس نہ جاؤں گا۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا سوار ہو جاؤ۔ میں نے کہا میں سوار نہیں ہوں گا۔ انہوں نے مجھے قسم دی اور کہا سوار ہو جاؤ میں سوار ہوا اور وُہ میرے آگے آگے چلتے تھے پھر مجھے تمہاری جگہ اور نام بتا کر فرمایا۔ ان کے پاس بیٹھ۔ وہ تجھے نیکی کی تعلیم کریں گے میں نے کہا گھوڑے کا کیا کرو گے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ گھوڑے پر سے اُتر کر اُسے چھوڑ دیا اور میں اُسے ساتھ لے کر غار میں داخل ہوا اور اپنے کھانے کی چیزیں میں نے اس کے سامنے پیش کیں۔ اس نے ان میں سے کھایا اور رات تک ہم دونوں بیٹھے رہے پھر میں نے کہا اے بیٹے عبادت شرکت کے ساتھ ٹھیک نہیں ہوتی ہمارے قریب ایک اور غار تھا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ تو اس میں جا بیٹھ۔ وہ شخص اس میں جا بیٹھا۔ میں تین دن میں اُس سے ایک بار جا کر ملتا تھا۔ اُسے بھی جب بھوک لگتی تو غار سے نکل کر مباح چیزیں کھاتا اور پھر غار میں چلا جاتا۔ ہمارے پاس ایک چشمہ بھی تھا۔ گھوڑا بھی دن بھر چرتا اور شام کے وقت ہمارے پاس آ رہتا ایک دن وہ جوان گھبرایا ہوا میرے پاس آیا۔ میں نے دریافت کیا کہ تیرا کیا حال ہے کہنے لگا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ماں باپ میرے پیچھے تلاش میں ایک جگہ سے دوسری

جگہ گشت کر رہے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں دو چراغ جل رہے ہیں۔ جب وہ میرے قریب آتے ہیں تو ایک شخص جس کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا ہیرا ہے نکلتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ تم اپنے لڑکے سے راضی ہو جاؤ اور اُسے خدا کے واسطے چھوڑ دو۔ کیونکہ وہ خدا کی طرف بھاگ نکلا ہے اور مجھ سے یہ ہیرا لے لو۔ وہ شخص یہی کہتا رہا حتیٰ کہ انھوں نے کہا کہ ہم اس سے راضی ہیں اور مجھ سے کہا کہ یہ ہیرا تیرے لیے بشارت ہے۔ میں اسی حالت میں بیدار ہوا۔ میں نے کہا اے بیٹے یہ تمہاری توبہ کا نتیجہ ہے جو اللہ نے تمہیں دکھایا ہے۔ میرا قول سُن کر وہ خوش ہوا اور ایک مدت تک ہم اسی حالت پر رہے ایک رات میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ میرے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ تو اور وہ جوان دونوں شہر میں جاؤ تاکہ لوگوں کو تم سے نفع ہو اور تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ صبح ہوتے ہی میں اس جوان کے پاس گیا اور خواب کی خبر کی۔ اس نے کہا حضرت میں نے بھی رات خواب دیکھا ہے کہ میرے ہاتھ میں ایک رسی ہے اور ایک خوب صورت آدمی میرے داہنی جانب کھڑا ہوا اُسے کھول رہا ہے اور مجھ سے کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تجھ کو حکم دیں اس پر عمل کر۔ میں نے کہا صاحبزادے اس پر خدا کا شکر ہے۔ چنانچہ میں اور وہ دونوں پہاڑ سے اتر کر دیار بکر کے ایک شہر میں گئے اور گھوڑا بھی ہمارے پیچھے پیچھے چلا اور شہر کی ایک خانقاہ میں پہنچے۔ اس کے شیخ کا دو دن پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ جب ان لوگوں کی نظر مجھ پر پڑی تو کہنے لگے یہی شخص ہے۔ میں خاموش رہا۔ ان لوگوں نے کہا یا شیخ کیا آپ اس جگہ رہیں گے پھر ایک خوب صورت شیخ تشریف لائے اور مجھے سلام کر کے کہنے لگے۔ حضرت آپ خدا کے واسطے ہمارے پاس قیام فرمائیں۔ میں نے کہا اللہ کو اختیار ہے۔ اس روز ایک فقیر ہمارے یہاں آیا تھا تو اس کو ہم نے گھوڑا دے دیا اور اس کا قصہ بھی بیان کر دیا۔ اور میں اور وہ جوان ان کے پاس بیس برس تک خانقاہ میں رہے۔ کسی کو اس جوان کا قصہ معلوم نہ ہوا نہ یہ خبر ہوئی کہ وہ کہاں کا رہنے والا ہے۔ حتّٰی کہ وہ مر گئے۔ میں اس کے

بعد حج کے ارادے سے چلا اور میری نیت یہ تھی کہ بیت اللہ کی مجاورت کروں راوی کہتے ہیں کہ شیخ تین سال مکۂ معظمہ میں رہے۔ اس کے بعد آپ نے وفات پائی اور بطحا میں دفن ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ۔

حکایت (۳۹۸) فقراء میں سے ایک سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ابتدائے ارادت میں ایک شیخ کی خدمت میں گیا اور وہ مجھے خدمت کا حکم کرتے تھے اور میں خدمت سے خوش ہوتا تھا۔ ایک دن مجھے قصائی کے یہاں بھیجا تاکہ فقیروں کے واسطے گوشت اٹھالاؤں۔ چنانچہ میں بقدر ضرورت گوشت خرید کر اٹھالایا اور چلنے کے قصد سے پھرا ہی تھا کہ سامنے سے ایک آدمی نظر آیا جو ایک لدے ہوئے جانور ہانکے ہوئے لا رہا تھا۔ مجھے اس شخص کا دھکا لگا اور میں قصائی کی دکان کی ایک میخ پر گر پڑا۔ اور میرا پہلو زخمی ہو گیا۔ دوکاندار نے مجھے اس میخ پر سے اٹھایا۔ لیکن مجھے بہت تکلیف ہوئی اور زخم پر پٹی بندھوا ہی رہا تھا کہ اتنے میں وہ گدھے والا اور تین آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے آموجود ہوا اور کہا میرا ایک بٹوا گر پڑا ہے جس میں دس دینار تھے اور وہ میرے سر پر تھا۔ وہ مجھے اور قصاب کو اور دو آدمیوں کو پکڑ کر کوتوال کے سامنے لے گیا اور کہا انہوں ہی نے میرا بٹوہ چرایا ہے چنانچہ میرے سب ساتھیوں کو کوڑے لگے اور مجھے بھی اخیر میں پیٹا گیا اور مار میرے زخم ہی پر لگ رہی تھی۔ اتنے میں ایک سپاہی کی نظر اس برتن پر پڑی جس میں گوشت تھا دیکھا تو اس میں بٹوا پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا یہی چور ہے۔ کوتوال نے کہا اس کا ہاتھ کاٹا جائے۔ چنانچہ اس کے حکم سے تیل گرم کیا گیا اور مجھ پر ایک مخلوق جمع ہو گئی کوئی مارتا تھا کوئی گالیاں دیتا تھا اور میں چار آدمیوں کے بیچ میں تھا۔ اتنے میں ایک شخص نے آواز دی کہ تیل گرم ہو چکا۔ چور کو حاضر کرو۔ میں اپنا کام اللہ کے سپرد کر چکا تھا جس کے ہاتھ میں ہر شے کی حکومت ہے۔ ایک شخص نے اس زور سے میرے ایک طمانچہ مارا کہ میرے ہوش بالکل جاتے رہے اس وقت بھی میں اس بلا پر صابر تھا اور اپنا کام اللہ ہی کے سپرد کرتا تھا۔ پھر اس نے کہا اے چور اسے ڈاکو اور میرا ہاتھ پکڑ کر ایک جھٹکا دیا۔ جس سے میں منہ کے بل زمین پر سجدے کی ہیئت میں گر پڑا۔ اسوقت میں نے نبی علیہ السلام

کو دیکھا کہ آپ مسکرا رہے ہیں۔ میری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ابھی وہاں سیدھا کھڑا بھی نہ ہو چکا تھا کہ وہ ساری مصیبت مجھ سے دفع ہو گئی اور ایک شخص نے چلا کر کہا کہ یہ شخص جس کو تم نے گرفتار کیا ہے وہ شیخ کا خادم ہے اس وقت لوگوں نے مجھے غور سے دیکھا اور کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اب تو سب لوگ میرے پاؤں پر گرنے لگے اور کوتوال صاحب بھی دوڑتے ہوتے آئے اور میرا پاؤں چومنے لگے۔ اور کہا حضرت خدا کے واسطے عرض کرتا ہوں کہ ہماری خطا آپ معاف کریں۔ پھر بٹوے والا آکر گریہ وزاری کرنے لگا اور کہا حضرت مجھ سے راضی ہو جائیے میں نے کہا خدا میری اور تمہیں مغفرت کرے یہ ایک آزمائش تھی جس سے میری پوشیدہ ضبط کی طاقت ظاہر ہوئی پھر بٹوا کھولا گیا۔ معلوم ہوا کہ وہ بوجھ اور بٹوا دونوں شیخ ہی کے واسطے بھیجا گیا تھا۔ اتفاقاً اس واقعہ کے وقت شیخ اور جملہ فقراء ایک آپس کی نزاع کے سبب استغفار میں مشغول تھے اور کوئی باہر نہ نکلا۔ یہاں تک کہ میں دروازے پر آکھڑا ہوا۔ میرے پاس گوشت اور وہ بٹوا تھا۔ میں نے سارا قصّہ بیان کیا۔ فرمایا جس نے صبر کیا اس نے جمال اور کمال حاصل کیا۔ پھر فرمایا اے بیٹے میں بھی فقیروں کے ساتھ تیری حالت دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اس کا پہلے سے مجھے علم تھا۔ پھر فرمایا اے محمدؐ! یہ واقعہ طریقت میں تمہارے کامل ہونے کا سبب بن گیا۔ اب جہاں چاہو سفر کرو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۳۹۹) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں سیر و سیاحت کے ارادے سے جنگل میں داخل ہوا اور وہاں بہت دنوں رہا نہ کچھ کھایا نہ پانی پیا۔ اور مجھے پیاس لگی اور بہت شدت سے لگی میں راستہ سے پھر کے ایک مکان کی جانب گیا جو سامنے جنگل کے کنارے نظر آرہا تھا۔ جب میں اس کے قریب ہوا تو ایک وحشی جانور اس میں سے نکل بھاگا۔ میں اس مکان میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص قبلہ کی جانب منہ کیے لیٹے ہوتے ہیں۔ میں نے انہیں ہلایا تو وہ مردہ تھے اور وحشی جانور ان کے کھانے کی فکر کر رہے تھے۔ میں ان کی تجہیز میں مصروف ہوا اور قبر

کھودنے کے واسطے باہر نکلا۔ لیکن پیاس کی شدت کے سبب کچھ نہیں کر سکتا تھا میں اسی تجویز میں تھا کہ ایک شخص جنگل میں سے میرے سامنے آیا اور مجھے سلام کر کے کہنے لگا کیا تم نے فقیر کی تجہیز کر لی۔ میں نے کہا حضرت ابھی نہیں۔ کہا میرے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چلو وہاں پانی کا چشمہ ہے۔ میں ان کے ساتھ چل کر پانی کے چشمہ پر پہنچا۔ وہاں ایک مشکیزہ بھی پڑا ہوا تھا اور میں اس پیاس کی حالت میں تھا۔ سیراب ہو کر پانی پیا اور اس شخص کے پاس ایک کوزہ بھی تھا۔ ہم نے مشکیزہ اور کوزہ بھر لیا۔ اور اس فقیر کے پاس آکر انہیں غسل دیا اور انہیں کی ایک گدڑی کا کفن پہنا کر ان کی نماز ادا کی اور دفنایا۔ جب ہم دفن سے فارغ ہوئے تو اس شخص نے میری طرف دیکھ کر کہا۔ یہ فقیر بڑے اکابر میں سے تھے۔ لیکن وہ آپ خود نہیں جانتے تھے کیونکہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے اور اللہ نے انہیں پوشیدہ ہی رکھا۔ پھر وہ شخص میرے پاس سے ایسے غائب ہوئے گویا کسی نے انہیں اچک لیا۔ میں نے قبر پر کھڑے ہو کر قرآن پاک کی کچھ تلاوت کی اور اس کا ثواب فقیر کو بخشا اور پھر اللہ سے اس کی خدمت سے سوال کیا اور اللہ نے دعا قبول کی اور بہت مدت اس کی برکت مجھے محسوس ہوتی رہی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۰۰) مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض سادات نے بیان کیا کہ وہ ایک دراز مدت تک ایک ساحل پر مجرد رہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ جب عید الفطر آئی تو نماز عید کے لیے ایک شہر کی جانب روانہ ہوئے تاکہ مسلمانوں کے ساتھ عید کی نماز ادا کریں فرمایا جب میں نماز ادا کر چکا اور اپنی جگہ پر پہنچا تو وہاں ایک شخص کو نماز پڑھتے پایا اور حجرہ کے دروازے میں ریت پر ان کے پاؤں کا کوئی اثر نہ تھا۔ مجھے تعجب ہوا کہ وہ کیونکر داخل ہوئے۔ پھر وہ بڑی دیر تک روتے رہے اور میں اس سوچ میں تھا کہ آج عید کا دن ہے ان کے سامنے کیا پیش کروں کیونکہ وہ میرے مہمان ہیں۔ میں نے کچھ نہ پایا۔ انہوں نے میری طرف نظر کر کے کہا اے شخص اس کا فکر مت کر کیونکہ غیب میں وہ وہ چیزیں ہیں جنہیں تو نہیں جانتا۔ لیکن اگر تیرے پاس پانی ہو تو حاضر کر۔ میں پانی لانے کے واسطے لوٹا لینے گیا تو ان کے پاس دو روٹیاں بڑی بڑی گرم رکھی تھیں۔ گویا ابھی تنور سے نکالی گئی ہیں، اور بہت سا بادام کا حلوہ بھی تھا۔ میں نے سب ان کے سامنے حاضر کیا۔ انہوں نے

روٹی کے ٹکڑے کیئے اور حلوہ میرے سامنے رکھا اور کہا کھاؤ اور حلوہ اٹھا اٹھا کر مجھے دینے لگتے۔ میں کھاتا گیا اور انہوں نے میرے ساتھ ایک دو ٹکڑے حلوے کے سوا کچھ نہ کھایا مجھے تعجب ہوا۔ اور اس وقت اس کھانے کا موجود ہونا بہت عجیب معلوم ہوا۔ انہوں نے کہا تعجب نہ کرو اللہ کے ایسے بھی بندے ہیں کہ جہاں کہیں جو چیز چاہتے ہیں انہیں مل جاتی ہے۔ اس سے مجھے اور تعجب ہوا اور دل میں ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ صحبت اور مواخاۃ کی استدعا کروں۔ فرمایا تم مواخاۃ میں جلدی نہ کرو۔ انشاء اللہ میں ضرور تمہارے پاس لوٹ آؤں گا اور اسی وقت غائب ہو گئے اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے اس سے مجھے تعجب پر تعجب اور زیادہ ہوا۔ جب ساتویں شوال کی رات آئی تو میرے پاس آتے اور مجھ سے مواخاۃ کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما و نفعنا بہما۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انہیں راوی نے ایک بار مجھ سے بیان کیا کہ میں ایک جگہ خلوت گزیں تھا۔ ایک رات بعد نماز عشاء میں بیٹھا جاگ رہا تھا کہ میں نے خلوت کدہ میں دو آدمی دیکھے۔ حالانکہ دروازہ اندر سے بند تھا مجھے معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیونکر داخل ہو گئے۔ تھوڑی دیر میرے ساتھ گفتگو کرتے رہے اور فقراء کے تذکرے آپس میں ہم کرتے رہے اور یہ واقعہ ملک شام کے ایک شہر میں ہوا تھا اور ان دونوں نے ملک شام کا ایک آدمی مجھ کو بتایا اور ان کی تعریف کی اور کہا وہ بہت اچھا آدمی ہے کاش اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کہاں سے کھاتا ہے۔ پھر کہا اپنے فلاں دوست کو ہمارا سلام پہنچاؤ اور بعضوں کا نام بتایا۔ میں نے کہا وہ تو حجاز میں ہے۔ تم انہیں کیونکر جانتے ہو۔ کہا ہم سے وہ مخفی نہیں ہے۔ پھر وہ محراب کی طرف بڑھے۔ میں سمجھا کہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں اور دیوار کے اندر سے نکل گئے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما و عنہ و نفعنا بہم و بجمیع الصالحین۔ آمین و تفضل علینا بفضلہ وجاد علینا بلطفہ و کرمہ و جودہ انہ جواد کریم۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ انہیں راوی نے مجھ سے بیان کیا کہ ان کے پاس ساحل شام میں خلوت میں دو شیخ داخل ہوتے۔ یہ واقعہ ماہ رجب ۷۴۲ھ میں عصر کی نماز کے بعد ہوا ہے انہیں معلوم نہ ہوا کہ کیونکر داخل ہو گئے۔ نہ یہ معلوم ہوا کہ کہاں سے آتے

مجھے ان سے خوف معلوم ہوا۔ انھوں نے مجھے سلام کیا اور مجھ سے مصافحہ کیا تو کچھ خوف رفع ہوا اور ان سے موانست پیدا ہوئی۔ میں نے کہا تم کہاں سے آرہے ہو۔ انھوں نے کہا سبحان اللہ تمہارے جیسا آدمی یہ بات پوچھے۔ میں نے جو کی روٹی کے ٹکڑے ان کے سامنے پیش کیے انھوں نے کہا ہم اس واسطے تمہارے پاس نہیں آتے ہیں۔ میں نے کہا پھر کیوں آتے ہو۔ کہا فلاں شخص کو سلام پہنچوانے کے واسطے آتے ہیں اور اس شخص کا نام اس سے پہلے ہی بتا چکے تھے۔ اور کہا ان سے کہدو کہ خوش ہو جائیں میں نے کہا تم انہیں جانتے ہو۔ کبھی ان سے ملے ہو۔ کہا ہاں ہم ان سے ملے ہیں اور وہ ہم سے ملے نہیں۔ میں نے کہا اس بشارت کا تمہیں اذن ملا ہے۔ کہا ہاں۔ پھر کہا کہ وہ مشرق سے اپنے بھائیوں کے پاس سے آرہے ہیں۔ پھر وہ اسی وقت غائب ہو گئے اور میں نے انہیں پھر نہیں دیکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عن الجمیع و نفعنا بہم۔ آمین

میں کہتا ہوں کہ یہ بشارت تائید کرتی ہے اس حکایت کی جو اس شیخ مبشر مذکور نے خواب میں دو صالحوں کو دیکھا کہہ رہے ہیں کہ تمہیں یا ہمیں زمین نہیں نگلے گی یہاں تک کہ تمہیں ہمارے پاس کھینچ لائے اور وہ قصہ بھی اس کا مؤید ہے کہ انہیں بزرگ کی نسبت بعض مشائخ نے جو اکابر اولیاء میں تھے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص حطیم کعبہ کے اندر کھڑے ہوتے ہیں اور ان کا سر کعبہ کی چھت کے برابر ہے اور ان مشائخ سے کہہ رہے ہیں کہ فلاں شخص کو میرا سلام پہنچاؤ اور ان سے یہ بھی کہدو کہ ہمارے آنے تک وہ صبر کریں۔ میں نے کہا۔ آپ کون ہیں کہا میں خضر ہوں۔ رضوان اللہ علیہ و نفعنا و جمیع المسلمین بہ آمین۔

اسی طرح ایک صالح سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے خواب میں کہا گیا کہ فلاں شخص سے کہدو کہ اپنی طلب سے زیادہ کی بشارت تمہیں دی جاتی ہے اور تمہارے مطلوب میں بطور امتحان تاخیر کی گئی ہے۔ پھر کہا جو کچھ اخیر عمر میں ہو جاتے وہ اچھا ہے اور اس کا نتیجہ بھی اچھا ہے۔ اے اللہ ہم سے تو اپنے لائق معاملہ کر اور ہمارے لائق معاملہ نہ کر۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ مجھ سے انہیں بزرگ نے جن کا ذکر پہلے ہوا ہے فرمایا کہ میں نے شام کے ایک ساحل پر ایک جوان کو اپنے قریب دیکھا ہم تین دن تک وہاں رہے نہ وہ میرے پاس آتے نہ میں ان کے پاس گیا۔ پھر میرے جی میں آیا کہ میں ان سے مل کر بات چیت کروں۔ چنانچہ میں ان کے پاس گیا اور سلام کر کے دو رکعت نماز

کی نیت سے تکبیر تحریمہ کہی۔ لیکن نماز میں اپنے پہلو کی طرف دیکھ بھی لیتا تھا۔ ناگاہ وُہ شخص میری نظر سے غائب ہو گئے۔ صرف مصلیٰ اور نعلین وہاں رکھے رہے اور ان کا پتہ نہ چلا۔ اسی طرح میں نے اکثر جنگلوں میں فقراء سے ایسے واقعات دیکھے ہیں بعض تو فی الحال مجھ سے غائب ہو گئے اور بعض مجھ سے مل کر بات چیت بھی کرتے تھے رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

میں کہتا ہوں کہ یہ سید صاحب جن کا تذکرہ اوپر گذرا انہوں نے صرف ایک وضو سے بارہ دن تک نماز ادا کی ہے اور.... آپ کو اس کتاب کی تالیف کے زمانہ تک پندرہ برس گذر گئے کہ آپ نے زمین پر پہلو نہ لگایا۔ اور کئی روز گذر جاتے ہیں جن میں آپ کچھ نہیں کھاتے۔ اگر کھاتے تو تھوڑی سی چیز خشک سخت کھالیا کرتے مجھ سے بڑی موافقت کے بعد میرے ساتھ صرف ایک ٹکڑا گوشت کا منیٰ میں تناول فرمایا اور فرمایا انہیں بہت سال ہو گئے کہ بلا اپنے اختیار کے حج کرتے ہیں کیونکہ منکرات اور آفات دیکھ کر ان کا جی نہیں چاہتا۔ مگر ان کو حج کا حکم ہوتا ہے تو ناچار حاضر ہوتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ

حکایت (۱۰۴) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سیاحت اور بزرگوں کی زیارت کی غرض سے عراق کی جانب میں نے سفر کیا۔ ایک شہر مجھے نظر آیا میں اس کی طرف گیا تاکہ کوئی آرام کی جگہ تلاش کروں۔ ایک ویران مکان نظر آیا جو شہر کے کنارے پر واقع تھا اور اس کے آثار مٹے رہے تھے۔ میں وہاں تھوڑی دیر بیٹھا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ خواب میں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا کہ تیرے پہلو کی دیوار میں ایک دفینہ ہے اسے تو نکال لے اس کا کوئی مالک نہیں ہے۔ وہ تیری ملک ہے۔ اسے لیجا یہ دیکھ کر میں جاگ اُٹھا۔ اور اپنے پہلو کی جانب دیکھا تو ایک لکڑی پڑی ہے۔ اس سے دیوار کھودنے لگا۔ ذرا سا ہی کھودا تھا کہ ایک کپڑے کا ٹکڑا ملا جس میں پانچ سو دینار بندھے ہوئے تھے۔ میں نے اسے اپنے دامن میں باندھا اور اس مکان سے نکلا اور اس سوچ میں پڑ گیا کہ اس کو کیا کروں۔ کبھی خیال آتا تھا کہ اسے فقراء کو دے دوں کبھی خیال آتا تھا کہ اس کی دکان خرید کر فقراء پر وقف کر دوں اور اور خیال آنے لگے۔ اس رات جب میں سویا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا اے فقیر ارادت اور دنیا کی زیادت کی طلب دونوں جمع نہیں

ہونے اور اپنی شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی ملائی۔ پھر فرمایا کہ یہ دفینہ خضرا۔ والے ابوالعباس کے پاس جو بغداد کی فلاں مسجد میں رہتے ہیں لے جا اور ان کے حوالے کر دے۔ یہ خواب دیکھ کر میں جاگا اور تازہ وضو کر کے نماز ادا کی اور اسی وقت بغداد کی طرف روانہ ہوا اور اس مقام میں جہاں شیخ تھے پہنچا اور ان سے سارا حال بیان کیا اور وہ مال ان کے حوالہ کیا۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم سے حضرت نے کب فرمایا تھا۔ کہا ایک ہفتہ ہوا۔ فرمایا ایک ہفتہ ہوا اے بیٹے میں نے بھی آپؐ کو خواب میں دیکھا تھا فرمایا اگر تمہارے پاس فقیر پہنچے جس کے پاس میری بھیجی ہوئی چیز ہوگی اسے لے لیجیو اور اسے خرچ کر لیجیو۔ پھر فرمایا اے بیٹے ہمیں سات روز گذرے کہ ہمارے یہاں کھانے کو کچھ نہیں ہے اور ایک شخص کا ہم پر کچھ قرضہ ہے وہ بھی سخت تقاضا کر رہا ہے۔ اب اللہ نے وہ فاقہ تیرے ہاتھ سے دفع کیا۔ پھر فرمایا میں خدا کے واسطے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ ہمارے یہاں قیام کر اور ایک لڑکی کا میں تیرے ساتھ عقد کیے دیتا ہوں میں نے کہا حضرت میں یہ کیونکر کر سکتا ہوں اور میں اللہ تعالےٰ کے شغل میں مشغول ہوں اور جو کچھ مجھ سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا وہ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں۔ فرمایا اچھا تین دن تک ہمارے یہاں مہمان رہو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ تین دن تک وہ میرے ہی ساتھ رہے۔ صرف کام کے وقت چلے جاتے تھے۔ پھر میں.... انہیں وداع کر کے روانہ ہوا۔ رضی اللہ عنہما۔

حکایت (۴۰۲) ایک فقیر سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ملک خراسان کے ایک شہر میں داخل ہوا اور بازار میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک خوب صورت جوان راستہ میں ملے اور سلام کیا اور میرے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ جب میں بازار سے نکلا تو کہا خدا کے لیے میرے مہمان ہو جاؤ۔ میں ان کے ساتھ گیا اور وہ مجھے ایک خوب صورت گھر میں لے گئے جہاں خیر کے آثار معلوم ہوتے تھے مجھے بٹھا کر تھوڑی دیر وہ غائب ہوئے اور ایک بڑے بوڑھے آدمی کو ہمراہ لے آئے مجھ سے کہا یہ میرے باپ ہیں ان کے واسطے دعا کرو۔ میں ان کو سلام کر کے بیٹھ گیا۔ وہ شخص کھانا لے آئے ہم نے کھانا کھایا اور ہاتھ دھو کر میں جانے لگا تو اس نے

کہا آپ تین دن تک میرے مہمان ہیں۔ چنانچہ میں تین دن تک ان کے یہاں رہا۔ ہر روز وہ میرا اکرام زیادہ کرتے تھے۔ جب چوتھا روز ہوا تو میں نے رخصت ہوکر نکلنا چاہا تو اس شیخ نے کہا اے بیٹے آج تم میرے مہمان ہو۔ اس دن میں نے شیخ کے یہاں قیام فرمایا۔ جب دوسرا دن ہوا تو خدا حافظ کہہ کے کھڑا ہوا اور رخصت ہو کر چلا تو وہ جوان پھر میرے پیچھے پیچھے ہولیا۔ جب میں شہر پناہ سے باہر نکلا تو اس نے مجھے رخصت کیا اور روٹی اور حلوہ اور ایک بٹوا مجھے دے کر کہا۔ حضرت یہ راستہ کا توشہ ہے اسے قبول فرما لیجئے۔ میں اُسے لے کر دو دن متواتر چلا اور ایک دوسرے شہر میں داخل ہوا اور فقراء کو تلاش کر رہا تھا تاکہ جو کچھ پاس ہے وہ ان کے حوالہ کردوں، اتنے میں ایک خوبصورت شیخ میرے سامنے آئے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور دل میں آیا کہ یہ شخص ولی اللہ ہے۔ چونکہ نماز کا وقت قریب آگیا تھا میں مسجد میں داخل ہوا اور نماز ادا کر کے بیٹھا رہا۔ مجھے نیند آگئی اور میں سوگیا۔ خواب میں ایک ہاتف نے مجھ سے کہا کہ وہ بٹوہ جو تمہارے پاس ہے اُس شیخ صالح کو جو ابھی تمہارے سامنے سے گذرے تھے دیدو۔ وہ اللہ کے صالح بندے ہیں۔ میں اسی وقت بیدار ہوا اور ان کی تلاش میں نکلا اور کہا اے اللہ۔ انہیں شیخ کی حرمت سے ان کی ملاقات کرا دیجئے۔ ابھی یہ دُعا پوری بھی نہ کرنے پایا تھا کہ وہی بزرگ نہر سے لوٹے میں پانی لیے ہوئے میرے سامنے آئے۔ میں نے بٹوہ کھولا تو اس میں پانچ دینار اور پانچ درہم تھے۔ میں نے انہیں جمع کیا اور ان کا ہاتھ چوم کر ان کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ انھوں نے وہ دام لے لیے اور فرمایا اے بیٹے جو غیر اللہ پر نظر رکھتا ہے اُسے خدا کے یہاں سے کچھ نہیں ملتا۔ میں نے کہا حضرت میرے واسطے خدا سے دُعا کیجئے کہا یحفظك اللہ و یحفظ بك و یحفظ علیك۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ فرمایا اخلاص کو لازم پکڑ اور اپنے اور اللہ کے درمیان جو عہد ہے اس کی نگہداشت رکھ۔ پھر مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۳۰۴) حکایت ہے کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو فقراء کے ہاتھ انہیں کا حق ادا کرنے کے واسطے فروخت کیا لوگوں نے پوچھا ایسا کیوں کرتے ہو اور اپنے آپ کو کیوں بیچتے ہو۔ کہنے لگا۔ اے قوم یہ فعل ایک ایسے امر کی وجہ سے

کیا ہے جس سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مطلع کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک دن میں سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے میرے سامنے آ کھڑے ہوئے ایک نے پوچھا کہ تم اس ارشادِ خداوندی ان عبادی لیس لک علیہم سلطان کے متعلق کیا کہتے ہو میں نے کہا خدا جانے۔ انہوں نے کہا جواب دینا تو ضرور ہے۔ میں نے کہا جو شخص اللہ کا بندہ ہوتا ہے اس پر دشمن کا بس نہیں چلتا۔ دوسرے فرشتے نے پوچھا عبد کے کیا اوصاف ہوتے ہیں۔ میں نے کہا خدا جانے۔ اس نے کہا جواب تو تمہیں ضرور ہی دینا ہوگا۔ میں نے کہا عبد کی صفت یہ ہے کہ آقا کے حکم کی فرمانبرداری کرے اور اس کے جملہ ممنوعات سے پرہیز کرے یہ سنکر وہ غائب ہو گئے۔ جب صبح کے وقت میں بیدار ہوا تو اپنی حالت کے متعلق میں سوچنے لگا تو اپنے کو عبودیت کے قابل پایا نہ مراقبہ کے اندر سوائے فقراء کے کسی کو جامع ان صفاتِ محمودہ کا نہ پایا۔ پھر بھی خیال آیا کہ اپنے آپ کو ان کے ہاتھ فروخت کر دوں تاکہ بندوں ہی کا غلام بنا رہوں۔ اب میں ان کے غلاموں کا غلام ہوں۔ پھر رو کر کہا قسم ہے اس کے حق کی کہ میں نے اپنے کو نہ اس کی مجالست اور مراقبہ کے قابل پایا اور نہ اس کی خدمت کے لائق پایا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

ایک فقیر کی حکایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بال بچوں کے نفقہ کے متعلق سوچ رہا تھا۔ تھوڑی دیر تک میرا قلب مشغول رہا اور آرام کے لیے تھوڑی دیر سویا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں ایک جزیرے میں وسطِ سمندر میں ہوں اور میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے کھانا پانی یہاں پر کہاں سے ملے گا۔ اور ایک ہاتف مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اے شخص اگر تیرا رزق سات دریا کے پار ہوگا جب بھی تیرے پاس پہنچے گا۔ میں خوش خوش اٹھا اور وہ فکر مجھ سے زائل ہو گئی۔ پھر اس کے بعد بعض دوستوں کے ذریعہ ایک ہدیہ میرے پاس ایسے شخص کا آیا جس کا مجھے وہم بھی نہ تھا۔ میں نے کہا سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے مخرج نکال دیتا ہے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی پہنچاتا ہے۔ جہاں اُسے گمان بھی نہیں ہوتا۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حکایت (۴۰۴) بعض مشائخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی پر عاشق تھے۔ ایک دن اپنی بیوی کے ہمراہ گھر میں سوتے ہوتے تھے کہ ان پر ایک حالت طاری ہوئی انہوں نے اس حالت میں جو کچھ کہا وہ بیوی سنتی رہیں اور وہ حالت

دیکھتی رہیں اور حالت بہت بُری تھی جب مجھے افاقہ ہوا بیوی نے پوچھا حضرت آپ کی کیا حالت تھی۔ میں نے کہا تم نے کیا دیکھا۔ کہا اچھا ہی دیکھا۔ میں خاموش ہو گیا۔ پھر وہ باہر نکلی۔ میں نے اسے جانے دیا۔ اس نے ہمارے ایک نوکر سے کہا کہ میری ماں اور بہن کو بُلا لا وہ بُلا لایا، ان کے ساتھ ملی اور ان سے بیان کیا کہ میرے زوج کا یہ قصہ ہوا اور سارا قصہ بیان کیا اور کہا میں ہرگز اس کی بیوی بن کے نہیں رہوں گی وہ مجنون ہے۔ میں اس کے ساتھ ایک گھر میں نہیں رہوں گی۔ اس کے رشتہ داروں نے بہت کچھ نصیحت کی اور واپس لوٹانا چاہا مگر اس نے انکار کیا۔ انہوں نے کہا گھر ہی میں رہو تاکہ ہم ان سے ملیں۔ جب مجھے معلوم ہوا تو میں اس کے پاس گیا اور پوچھا تیرا کیا مقصود ہے۔ کہنے لگی جدائی۔ ورنہ میں اپنا خون کر لونگی اور تم ہی اس خون کا سبب بنو گے۔ میں نے کہا ایک ہفتہ صبر کر۔ اس نے کہا اچھا۔۔۔۔۔۔ مجھے اس کے فراق کا سخت صدمہ تھا اور میں اُسے بہت کچھ دیکر راضی کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہیں مانتی تھی۔ میں نے رشتہ داروں کی ایک جماعت سفارش کے واسطے روانہ کی اس نے ان کی بھی نہ مانی۔۔۔۔ جب مجھے اس کے ارادہ کا عزم معلوم ہو گیا تو مجھ کو سخت تشویش ہوئی اور پریشانی لاحق ہوئی اور میری حالت متغیر ہو گئی اور میرے دل میں تشویش پیدا ہو گئی اور کسی کو اس کا مٹانے والا نہ پایا۔ جب مہلت کے دنوں میں سے صرف ایک رات باقی رہ گئی اور میری حالت ناگفتہ بہ ہو گئی اور زمین مجھ پر تنگ ہو گئی تو میں نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور اپنا کام اس کے سپرد کر کے عزم بالجزم کر لیا کہ جو کچھ وہ کرے میں اس پر راضی ہوں اور میں نے یہ دعا پڑھی۔ اللھم یا عالم الخفیات و یا سامع الاصوات یا من بیدہ ملکوت الارض والسماوات و یا مجیب الدعوات استغیث بك واستجرت بك یا مجیر اجرنی ۳ مرتبہ پھر میں بیٹھا رہا۔ جب نصف رات گذری اور قبلہ کی جانب متوجہ ہو کر بیٹھا تھا ناگاہ وہ گھر میں داخل ہوئی اور میرے پاؤں چومنے لگی اور کہا میں خدا کے لیے تم سے سوال کرتی ہوں کہ مجھ سے راضی ہو جاؤ۔ اور میں اپنے فعل سے توبہ کرتی ہوں اور اللہ کی طرف رجوع کرتی ہوں اور اس سے سوال کرتی ہوں کہ وہ میری توبہ قبول

کر لے۔ میں نے کہا جب تک مجھے اس کی وجہ نہ بتاؤ گی میں راضی نہ ہوں گا اس نے کہا
میں رات اپنے ارادہ پر مصر تھی۔ ایک شخص میرے خواب میں آیا اس کے ایک ہاتھ میں کوڑا
اور دوسرے میں چھری تھی اور کہا اگر اس بات سے تو رجوع نہ کرے گی تو تجھے اس چھری سے ذبح کر دوں گا
پھر میری پشت پر تین کوڑے لگاتے۔ میں ڈر کر اٹھ بیٹھی اور ان کوڑوں کی سوزش میرے قلب
پر تھی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد سو گئی تو پھر اس شخص کو دیکھا اس کے ہاتھ میں کوڑا اور چھری تھی اور کہا
کیا میں نے تجھے نصیحت نہیں کی تھی۔ میں نے تجھے نہیں ڈرایا اور حکم نہیں کیا اور ہاتھ اٹھایا
اتنے میں گھبرا کر میں چونک اٹھی اور تمہارے پاس دوڑی آئی تاکہ تم میری توبہ قبول کر لو اور
راضی ہو جاؤ اور اللہ سے میرے لیے دعا کرو۔ پھر اس نے کپڑا اٹھایا تو تین زخم میں نے
دیکھے۔ میں نے کہا خدا میری اور تیری توبہ قبول کرے۔ میں تجھ سے دنیا اور آخرت
میں راضی ہو گیا۔ اس نے کہا میں اپنا مہر اللہ کے شکر میں تمہیں معاف کرتی ہوں۔
اور میرے پاس زیور کے بیس درہم ہیں وہ بھی اور میرا کپڑا بھی اللہ کے شکر میں
فقیروں کا ہے۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنا عہد پورا کیا اور میں نے بھی سوچا کہ اللہ نے
اپنے لطف و کرم سے جو کچھ مجھ پر عنایت فرمائی یہ اس کے فعل پر راضی رہنے کا نتیجہ ہے اور
یقین ہو گیا کہ کل کام اللہ سبحانہ ہی کے قبضۂ قدرت میں ہے پھر میں اس کے ساتھ سات سال
تک نہایت عیش و سرور میں رہا اور اللہ کے ہر فعل پر راضی تھا۔ پھر وہ بیوی مر گئیں۔ رحمۃ
اللہ علیہا۔ بعد موت کے میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہ نہایت خوب صورت اور عمدہ عمدہ
زیور اور لباس جو وصف سے باہر ہیں پہنے ہوئے نظر آئیں۔ میں نے کہا خدا تعالےٰ نے
تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے کیا پایا۔ کہا تم دیکھ ہی رہے ہو۔ اب میں تمہاری ملاقات کی
منتظر ہوں۔ جیسا تم مجھ سے راضی ہوتے خدا تم سے راضی ہووے۔

اور ایک فقیر سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ میری ایک لونڈی تھی۔ میں جو کچھ اُسے
حکم کرتا بجا لاتی تھی۔ میں نے اس سے کہا اے لونڈی تو مجھے کوئی شعر پڑھ کر سنا سکتی ہے
اس نے کہا ہاں۔ اے آقا۔ میں نے کہا تو سنا۔ اس نے یہ شعر سنایا ؎

فلولاک یا لیلی ولولاک یا نعمی ولولاک ما طبنا ولا طابت الدنیا

(ترجمہ) اگر تو اے لیلے اور تو اے نعمی نہ ہوتے ✤ اور اگر تو نہ ہوتی تو نہ ہم اچھے رہتے
نہ دنیا اچھی لگتی۔ میں نے کہا خوب سنایا۔ اس کا عوض کیا مانگتی ہے تجھے آزاد کر کے کچھ مال

دے دوں تو اس کا عوض ہو جائے گا۔ اس نے کہا اے آقا تم ہی میرے مقصود ہو اور عتق تو ایک احسان ہو گا مجھ پر اور میں منعم کو چھوڑ کر نعمت کی طرف متوجہ نہیں ہوتی ہوں۔ میں نے کہا تو خدا کے واسطے آزاد ہے اور جو کچھ گھر میں ہے سب تیری ملک ہے۔ اس کلام سے میرا دل بھر آیا اور میں اسی وقت سیاحت کے واسطے چلا گیا اور اُسے چھوڑ کر ایک سال تک غائب رہا اور اس کی بات کا جب دل میں خیال آتا تھا تو تیر کی مانند دل میں چبھتا تھا اور اس حالت میں حد سے زیادہ حالات دیکھے پھر میں اپنے قدیم مکان کی طرف جس میں ہم تھے لوٹ آیا تو اس لونڈی کو اچھے حال میں پایا ایک ایک ہفتہ کا روزہ رکھتی تھی اور مہینہ میں چار دن کھایا کرتی تھی میں نے اس سے نکاح کیا اور وہ میرے ساتھ ایک سال تک رہی میری حالت دیکھتی تھی اور میری خدمت کرتی تھی۔ پھر دوسرے سال اس کی وفات ہوئی۔ رحمۃ اللہ علیہا۔

حکایت (۴۰۵) ابوالحارث اولاسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں قیدیوں کی رہائی کے وقت حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ جو قیدی سواری سے اتر کر آتا تھا تو مالِ سلطان میں سے کچھ لے لیتا تھا۔ میں نے کہا خدا کی قسم ان میں کوئی بھی تو ایسا نہیں جو اس مال سے بچتا ہو۔ چند روز کے بعد ایک شیخ آئے ان پر بھی دراہم اور خلعت اور طعام پیش کیا گیا۔ انہوں نے اس سے کچھ نہ لیا۔ میں نے جی میں کہا اللہ اکبر اور ان کے پیچھے ہو لیا اور پاس پہنچ کر اپنے پاس جو پاک مال تھا اُسے پیش کیا اور کہا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے زمین کو اولیاء اللہ سے خالی نہیں رکھا ہے۔ انہوں نے میرے دراہم قبول نہیں کیے اور ساحل کے ریت پر ہاتھ مارا فوراً ہی وہ ریت سُرخ اور سبز یاقوت بن گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا جس کا اپنے مالک کے ساتھ یہ حال ہو وہ دراہم کا محتاج نہیں ہوتا۔ میں نے کہا اے حبیب اپنی اس حالت کے باوجود ملک روم میں آپ کیا عمل کرتے تھے۔ فرمایا میں نے اللہ کے ساتھ ایک معاہدہ میں خطا کی اور ادب کا لحاظ نہیں رکھا اس کی سزا میں قید ہوا جب میں نے توبہ کی تو اس نے قبول فرمالی۔ پھر مجھے شرم آئی کہ میں شہر روم سے نکلوں اور مسلمان وہیں قید رہیں ان کو وہیں چھوڑ دوں۔ اس سبب سے ان کے قید سے رہا ہونے تک میں نے تاخیر کی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۴۰۶) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ میرے پاس ایک شخص یمنی آئے اور کہا میں تمہارے واسطے ایک ہدیہ لایا ہوں

پھر اپنے ساتھ کے ایک آدمی سے کہا تو اپنا واقعہ بیان کر۔ اس نے کہا میں صنعا سے بارادہ حج چلا اور ایک جماعت میرے ساتھ آئی۔ ان میں سے ایک نے کہا جب تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرے تو ہماری جانب سے بھی آپ کو اور آپکے دونوں صحابیوں کو سلام پہنچا دیجیو۔ جب میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو اس شخص کا سلام بھول گیا اور بغیر ان کا سلام پہنچاتے ہوئے ہم ذی الحلیفہ پر احرام کے واسطے پہنچے۔ جب میں نے احرام کا ارادہ کیا تو اس وقت وہ امانت مجھے یاد آئی۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میری سواری سنبھال رکھو میں ایک ضرورت سے مدینہ منورہ جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا ابھی قافلہ کوچ کرے گا۔ اندیشہ ہے کہ تم قافلہ سے مل نہ سکو گے۔ میں نے کہا تم میری سواری کو اپنے ساتھ لے چلو۔ یہ کہہ کر میں مدینہ منورہ کو لوٹ گیا۔ وہاں جا کر نبی علیہ السلام اور دونوں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہما کو اس شخص کا سلام پہنچایا۔ اس وقت تک بہت رات گذر گئی تھی۔ ایک شخص میرے سامنے سے گذرا تو میں نے ان سے رفقاء کا حال پوچھا۔ انہوں نے کہا وہ روانہ ہو گئے۔ میں مسجد کی جانب واپس لوٹا اور یہ خیال کیا کہ اگر دوسرے کوئی ساتھی مل جائیں تو چلا جاؤں گا۔ یہ سوچ کر میں سو گیا۔ اخیر شب میں میں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو خواب میں دیکھا۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص یہی ہے آپ نے میری طرف التفات فرمایا اور فرمایا ابو الوفاء میں نے کہا یا رسول اللہ میری کنیت ابو العباس ہے فرمایا تم ابو الوفا ہو اور میرا ہاتھ پکڑ کر بیت الحرام میں بٹھا دیا میں مکہ معظمہ میں آٹھ دن رہا۔ اس کے بعد قافلہ پہنچا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۰۷) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم چند آدمی کوہ لبنان پر گئے تاکہ وہاں کے رہنے والے عابدوں اور زاہدوں میں سے کسی سے ملیں۔ ہم تین دن تک چلتے تھے کہ میرے پاؤں میں چوٹ آ گئی۔ میں اُسی اونچے پہاڑ پر بیٹھ گیا اور میرے ساتھی یہ کہہ کر کہ ہم گھوم کر آ جائیں گے گشت کرنے چلے گئے دوسرے روز تک وہ لوگ نہ لوٹے اور میں تنہا رہا۔ میں نے وضو کے واسطے پانی تلاش کیا تو پہاڑ کے نیچے ایک چشمہ ملا۔ میں وضو کر کے نماز کے واسطے کھڑا ہوا مجھے ایک قاری کی آواز آئی۔ جب میں نماز سے فارغ ہوا تو آواز کی طرف کو چلا۔ ایک غار نظر آیا۔

میں اس میں داخل ہوا تو اس میں ایک نابینا شخص بیٹھے تھے۔ میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا تم جن ہو یا آدمی۔ میں نے کہا آدمی ہوں۔ کہا لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ میں نے یہاں تیس برس سے آدمی نہیں دیکھا سوائے تمہارے۔ پھر فرمایا شاید تم تھک گئے ہو گے۔ لیٹ جاؤ میں غار کے اندر داخل ہوا تو وہاں تین قبریں برابر برابر ہی تھیں میں ان قبروں کے پاس سو گیا جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے مجھے آواز دی کہ خدا تم پر رحم کرے نماز کا وقت ہے۔ میں ان سے زیادہ اوقاتِ صلوٰۃ کو جاننے والا کسی کو نہ پایا۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور وہ عصر تک پڑھتے رہے۔ جب عصر کی نماز پڑھ چکے تو کھڑے ہو کر یہ دعا مانگی اللھم اصلح امۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم فرج عن امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب ہم مغرب کی نماز ادا کر چکے تو میں نے دریافت کیا کہ یہ دعا آپ کو کہاں سے پہنچی ہے فرمایا جو شخص اس دعا کو دن میں تین بار پڑھے تو اللہ تعالےٰ اس کو ابدال میں داخل فرمائے گا میں نے کہا آپ کو یہ کس نے سکھایا ہے۔ فرمایا تیرا ایمان اس کا متحمل نہ ہو سکے گا۔ مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام عارف باللہ شیخ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر عرفاء فرماتے ہیں کہ جو شخص ہر روز یہ دعا...... اللھم اغفر لامۃ محمد اللھم ارحم امۃ محمد اللھم استر امۃ محمد اللھم اجبر امۃ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پڑھے تو وہ ابرار میں لکھا جاتا ہے۔ یہ لوگ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی دعا ہے۔ آمدیم بر سر مطلب۔ راوی کہتے ہیں کہ جب ہم عشا کی نماز پڑھ چکے تو فرمایا کچھ کھاؤ گے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا غار کے اندر کے درجہ میں چلے جاؤ اور جو ملے کھا لو۔ میں اندر گیا تو ایک پتھر پر اخروٹ، منقی، خرنوب، سیب، انجیر، یہ سب چیزیں ایک ایک طرف رکھی ہوئی پائیں میں نے جتنا چاہا ان میں سے کھایا۔ رات بھر وہ جاگتے ہی رہے جب سحر کا وقت ہوا تو انہوں نے وتر ادا کی۔ پھر جو کچھ موجود تھا اس میں سے کھایا اور بیٹھے رہے۔ یہاں تک کہ صبح کی نماز ادا کی اور بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہو کر بقدر دو نیزوں کے بلند ہو گیا تو کھڑے ہوئے اور وضو کر کے غار میں داخل ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ میوہ کہاں سے آتا ہے اس سے اچھا تو میں نے کبھی نہیں کھایا فرمایا یہ تم آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ اتنے میں ایک پرندہ آیا

جس کے دونوں بازو سفید اور سینہ سُرخ اور گلا سبز تھا اور اس کی چونچ میں منقی اور پاؤں کے بیچ میں اخروٹ تھے اس نے منقے کو منقے پر اور اخروٹ کو اخروٹ پر رکھا جب اس کے پروں کی آہٹ سُنی تو فرمایا، تو نے دیکھ لیا۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا یہی پرندہ میرے پاس یہ چیزیں لاتا ہے تیس سال سے۔ میں نے پوچھا کہ دن میں کے بار آتا جاتا ہے فرمایا سات بار۔ میں نے حساب کیا تو پندرہ بار آیا اور گیا۔ میں نے اُن سے ذکر کیا فرمایا۔ تمہارے واسطے ایک بار ہم سے زیادہ لاتا ہے۔ ہمیں اس قصّے سے معاف کرو۔ اور ان کا لباس ایک درخت کی چھال کا تھا۔ جو کیلے کے مثل تھا میں نے پوچھا یہ کہاں سے آپ کے پاس آتا ہے۔ فرمایا یہی پرندہ عاشورہ کے روز دس ٹکڑے اس چھال کے لاتا ہے۔ میں اس کا کرتہ اور پاجامہ بنا لیتا ہوں۔ ان کے پاس ایک سُوا بھی تھا جس سے وہ چھال سیتے تھے اور وہی پھٹی پرانی چھال کے ٹکڑے ان کے نیچے بچھے ہوئے تھے اور ان کے پاس ایک پتھر تھا جس میں پانی ڈال کر اس کا پانی بالوں پر ملا جاتا تو بال اُکھڑ جاتے۔ ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا ہی تھا کہ سات آدمی ان کے پاس آئے جن کی آنکھیں لمبائی کی جانب پھری ہوئی تھیں اور سُرخ تھیں اور ان کا لباس ان کے بال ہی تھے۔ مجھ سے فارسی میں فرمایا ان سے نہ گھبراؤ یہ مسلمان جن ہیں۔ ایک نے سورۂ طٰہٰ آپ کو سُنائی اور دوسرے نے سورۂ فُرقان اور ایک نے سورۂ رحمٰن کی کچھ آیتیں آپ سے سیکھیں۔ پھر وہ چلے گئے۔ میں نے انہیں بعض مرتبہ سجدے میں یہ دُعا پڑھتے سُنا۔ اللھم امنن علیّ باقبالی علیک واصغائی الیک والنصاتی لک والفھم عنک والبصیرۃ فی امرک والنفاد فی خدمتک وحسن الادب فی معاملتک۔ اور اس دُعا کو آواز سے پڑھتے تھے۔ میں نے کہا یہ دعا آپ نے کس سے سیکھی۔ فرمایا مجھے اس کا الہام کیا گیا ایک رات میں یہ دعا پڑھ رہا تھا کہ میں نے ایک ہاتف کو کہتے سُنا کہ جب تم یہ دُعا مانگو تو آواز سے۔ یہ دُعا مقبول ہے۔ میں ان کے پاس چوبیس روز تک رہا۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ اپنا قصّہ بیان کر۔ تو میرے پاس یہاں کیونکر پہنچا۔ میں نے قصّہ بیان کیا۔ فرمایا اگر تیرا یہ قصّہ مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو تجھے اپنے پاس اتنے دنوں

نہ رہنے دیتا۔ تو نے اپنے ساتھیوں کو پریشان کیا۔ انہیں تاخیر کے سبب سے ندامت ہو گی۔ تمہارا ان کے پاس لوٹ جانا میرے پاس ٹھہرے رہنے سے اچھا ہے۔ میں نے کہا۔ میں راستہ نہیں جانتا۔ آپ خاموش ہو رہے جب زوال کا وقت آیا تو فرمایا اٹھو چلو۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت کیجئے۔ فرمایا ادب سیکھو اور بھوکا رہنا اختیار کرو مجھے امید ہے کہ تم قوم سے مل جاؤ گے اور مجھے ایک ہدیہ بھی دیا اور وہ یہ کہ فرمایا تم طواف زیارت کے دن زمزم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان ڈھونڈو ایک شخص ان صفات کا ملے گا ان سے میرا سلام کہیو اور اپنے واسطے دُعا کی خواستگاری کرو۔ پھر وہ مجھے لے کر غار سے باہر نکلے۔ دیکھا تو ایک درندہ غار کے دروازہ کے باہر کھڑا ہے اس سے آپ نے کچھ کہا جسے میں نہ سمجھا اور مجھ سے کہا اس کے پیچھے پیچھے چلے جاؤ۔ جب وہ کھڑا ہو جائے اپنے سیدھے بائیں طرف دیکھنا تمہیں راستہ مل جائے گا۔ وہ درندہ تھوڑی دیر میرے آگے چلا پھر کھڑا ہو گیا۔ جب میں نے اپنی سیدھی جانب نظر کی تو دمشق کی گھاٹی نظر آئی۔ میں دمشق کی جامع مسجد میں گیا تو بعض ساتھیوں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے قصہ بیان کیا اور ہم سب ان کی تلاش میں نکلے اور بہت سے آدمی میرے ساتھ ہوئے چنانچہ ہم اسی پہاڑ اور چشمے پر پہنچے اور تین دن تک اس غار کو ڈھونڈا۔ مگر اس کا پتہ نہ چلا۔ پھر انہوں نے کہا یہ چیز تم پر ظاہر ہوگئی اور ہم سے پوشیدہ کی گئی ہے۔ میں ہر سال حج کرتا تھا اور اس شخص کو جس کا اس بزرگ نے پتہ دیا تھا تلاش کرتا تھا۔ وہ مجھے نہ ملے حتیٰ کہ آٹھ برس گذر گئے اس کے بعد میں نے اس شخص کو جن کا پتہ اس بزرگ نے دیا تھا۔ زمزم اور مقام ابراہیم کے درمیان بعد عصر کے پایا۔ میں نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ میرے لیے دعا فرمائیں۔ انہوں نے میرے واسطے چند دعائیں کیں۔ پھر میں نے کہا کہ ابراہیم کرمانی آپ کو سلام کہتے ہیں۔ انہوں نے دریافت کیا کہ تم نے انہیں کہاں دیکھا۔ میں نے کہا کوہ لبنان پر۔ مجھ سے کہا خدا ان پر رحم کرے۔ میں نے کہا کیا ان کی وفات ہوگئی کہا اسی وقت میں نے ان کو ان کے بھائیوں کے ہمراہ غار میں دفن کیا ہے اور ان کی نماز ادا کی ہے۔ جب ہم غسل دیتے تھے تو اس وقت وہ پرندہ جو ان کے لیے میوے لایا کرتا تھا

گر پڑا اور پر مارتے مارتے مر گیا۔ ہم نے اُسے بھی ان کے پاؤں کے پاس دفنا دیا۔ پھر وہ شخص طواف کے واسطے چلے گئے اس کے بعد میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عن الجمیع ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۰۸) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست کے ہمراہ دریا میں کشتی پر سوار ہوا جب کشتی چلی تو ہوا رک گئی کشتی بانوں نے ساحل کے قریب لے جا کر لنگر ڈال دیا۔ میرے پہلو میں ایک خوبصورت جوان تھا۔ وہ شخص کشتی پر سے اترا اور سمندر کے کنارے کچھ درخت تھے ان کے درمیان گھسا اور پھر وہاں سے نکل کر کشتی پر آیا۔ جب آفتاب غروب ہوا تو انہوں نے مجھ سے اور میرے ساتھی سے کہا کہ میں ابھی مرنے والا ہوں اور تم سے میری ایک حاجت ہے۔ ہم نے کہا وہ کیا۔ کہا جب میں مر جاؤں تو اس گٹھڑی کے کپڑوں میں مجھے کفنا کر دفناؤ اور میرے پہنے ہوتے کپڑے اور یہ لوٹا اپنے ساتھ رکھ لو اور جب تم شہر صور میں پہنچو تو جو شخص تم سے پہلے ملاقات کرے اور کہے کہ امانت لاؤ تو اس کے حوالہ کر دو۔ جب ہم مغرب کی نماز ادا کر چکے تو اس شخص کو ہلایا تو وہ انتقال فرما چکے تھے۔ ہم انہیں کنارے پر اٹھا کر لے گئے اور غسل دے دیا۔ اور میں نے ان کی گٹھڑی کھولی اس میں دو سبز کپڑے تھے جن پر زریں تحریر تھی اور ایک سپید کپڑا تھا اور اس میں ایک تھیلی تھی جس کے اندر کچھ تھا۔ اس کی صورت تو کافور کی سی تھی۔ لیکن خوشبو مشک کی اس سے آتی تھی۔ ہم نے انہیں غسل دے کر وہ کفن پہنایا اور وہ کافور لگایا اور جنازہ کی نماز پڑھ کر انہیں دفنایا۔ جب ہم شہر صور میں پہنچے تو ہمارے پاس ایک خوبصورت امرد لڑکا آیا۔ اس کے کپڑے پسینہ میں بھیگے ہوتے تھے اور سر پر ریشمین رومال بندھا ہوا تھا اس نے آ کر ہمیں سلام کیا اور کہا امانت لاؤ۔ ہم نے کہا ہاں لیجیے۔ مہربانی فرمائیے مگر ہمارے ساتھ اس مسجد میں چل کر ایک مسئلہ حل کر دیجیے۔ کہا اچھا۔ ہم انہیں لے کر مسجد میں گئے اور کہا یہ بتلائیے وہ مرنے والا شخص کون تھا اور آپ کون ہیں اور ان کو وہ کفن کس نے دیا تھا۔ کہا وہ شخص ان چالیس

ابدال میں سے ایک تھا اور میں ان کا قائم مقام ہوں اور کفن ان کو حضرت خضر علیہ السلام نے لا دیا تھا اور یہ بھی فرمادیا تھا کہ وہ مرنے والے ہیں۔ پھر اس لڑکے نے ہمارے پاس کے کپڑے لے کر پہنے اور اپنے اتارے ہوئے کپڑے ہمیں دیئے اور کہا۔ اگر تمہیں اس کے پہننے کی ضرورت نہ ہو تو اسے بیچ کر اس کی قیمت صدقہ کر دو ہم نے وہ کپڑے لے لیے اور پاجامہ ایک پھیری والے کو بیچنے کے لیے دیا۔ ناگاہ وہ پھیری والا ایک جماعت کو ہمراہ لیے ہمارے پاس آیا اور ہمیں ایک بڑے مکان میں لے گیا۔ وہاں ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی اور ایک بڑے بوڑھے آدمی رو رہے تھے اور اندر سے عورتوں کے رونے کی آواز بھی آرہی تھی۔ جب ہم اس شیخ کے پاس پہنچے تو انہوں نے پاجامہ اور کمر بند کا حال دریافت کیا میں نے سارا قصہ از اوّل تا آخر کہہ سنایا۔ اُسی وقت وہ سجدے میں گر پڑے۔ پھر سر اُٹھا کر کہا۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے میری پشت سے ایسا آدمی پیدا کیا۔ پھر اس کی ماں کو بلایا اور ہم سے کہا۔ اس سے یہ قصہ بیان کرو۔ ہم نے بیان کیا۔ پھر شیخ نے اس سے کہا اللہ کا شکر کر جس نے تجھے ایسا لڑکا دیا۔

کئی سال کے بعد ایک دن میں عرفات پر کھڑا تھا ناگاہ ایک جوان ریشمی رومال اوڑھے میرے سامنے آئے اور مجھے سلام کر کے پوچھا۔ مجھے پہچانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں، کہا میں وہی ہوں جس کو تم نے شہر صور میں امانت پہنچائی تھی۔ پھر مجھے وداع کر کے غائب ہو گئے اور کہا اگر میرے ساتھی منتظر نہ ہوتے تو میں تمہارے پاس ٹھہرتا۔ پھر وہ چلے گئے۔ اتنے میں میرے پیچھے سے ایک شیخ مغربی آئے میں انہیں پہچانتا تھا وہ ہر سال حج کو آیا کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم اس جوان کو کہاں سے جانتے ہو۔ میں نے کہا یہ چالیس ابدال میں سے ایک ہیں۔ کہا اب تو وہ دس ابدال میں سے ایک ہیں۔ ان کے وسیلہ سے لوگ فریادرسی کے لیے جاتے ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وامثالہ۔

حکایت (۴۰۹) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دس آدمیوں کے ہمراہ کوہِ لکام پر گیا۔ کئی دن ہم وہاں سیر کرتے رہے اور پہاڑ سے اتر کر ایک میدان میں پہنچے۔ وہاں ایک میٹھے پانی کا تالاب تھا۔ اُس کے کنارے

ایک سفید سنگِ مرمر کی مسجد بنی ہوئی تھی اور ایک چشمہ مسجد کے ایک پتھر کے نیچے سے بہ کر اس تالاب میں جا ملتا تھا۔ ہم اس مسجد میں بیٹھ گئے۔ جب ظہر کا وقت آیا تو ایک شخص نے آکر اذان کہی اور اندر آکر ہمیں سلام کیا اور دو رکعتیں پڑھیں اور اقامت کہی۔ اتنے میں ایک شیخ تیس آدمیوں کے ساتھ مسجد میں داخل ہوئے اور محراب میں جا کھڑے ہوئے اور ہمیں نماز پڑھا کر فارغ ہوئے پھر چلے گئے اور ہم سے کچھ نہ کہا۔ جب عصر کا وقت ہوا تو ہم ہی نے نماز ادا کی اور ان میں سے کوئی نہ آیا جب مغرب ہوئی تو اس شخص نے اذان کہی اور شیخ نے آکر نماز پڑھائی۔ پھر شفق سرخ کے غائب ہونے تک نماز پڑھتے رہے پھر اذان دی گئی اور انہی شیخ نے عشاء کی نماز پڑھائی اور چلے گئے نہ ہم نے اُن سے کچھ کلام کیا نہ ہم سے انہوں نے کلام کیا۔ جب تھوڑی دیر گذری تو ایک شخص ان میں سے کچھ لیے ہوئے آیا اور مسجد کے ایک کونہ میں رکھ کر ہم سے کہا چلو۔ خدا تم پر رحم کرے۔ ہم اس کے پاس گئے تو دیکھا کہ ایک سفید دستر خوان ہے۔ ویسا ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا اور اُسے کھولا تو اس کے اندر ایک سبز زمرد کا سرپوش تھا اور اس کے نیچے ایک سُرخ یاقوت کا خوانچہ تھا اُس پر ایک کھانا ثرید کے مثل چنا ہوا تھا۔ ہم نے اس میں سے کھایا۔ لیکن ہمارے کھانے سے اس میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ صبح کے وقت وہ شخص آیا اور خوانچہ اُٹھا کر لے گیا۔ پھر اذان اور اقامت کہی اور اُس شیخ نے آگے بڑھ کر نماز پڑھائی اور محراب میں بیٹھ کر قرآن شریف ختم کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور ایک اچھی دُعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر ایک دو فرض مقرر فرماتے ہیں اور سب لوگ اس سے غافل ہیں۔ میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے وہ کیا ہیں۔ فرمایا خدا تمہارا جبر مافات کرے آگے آؤ اور مجھے جماعت سے آگے بٹھایا۔ اور کہا ہاں خدا تمہارا جبر مافات کرے۔ اے میرے بیٹے اللہ جلیل جل جلالہ نے فرمایا ان الشیطان لکم عدو اور اس کی تعریف بُرائی کے ساتھ کی۔ پھر فرمایا فاتخذوہ عدوا۔ یعنی شیطان تمہارا دشمن ہے اُسے دشمن ہی بناتے رکھو۔ یہ ہم کو اللہ　　ہے کہ اسے دشمن بناتے رکھیں۔ میں نے عرض کیا کہ ہم اُسے کیونکر دشمن بنائے رکھیں اور اس سے بچیں۔ فرمایا سُن اللہ تجھ پر رحم کرے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے مومن کے واسطے

سات قلعے بنائے ہیں۔ میں نے کہا وہ کون سے قلعے ہیں۔ فرمایا پہلا قلعہ سونے کا۔ وُہ معرفت الٰہی ہے۔ اور اس سے آگے چاندی کا قلعہ ہے اور وہ ایمان کا قلعہ ہے اور اس سے آگے لوہے کا قلعہ ہے اور وہ توکل علی اللہ ہے اور اس کے گرد پتھر کا قلعہ ہے اور وہ شکر اور رضا ہے اور اس کے گرد اینٹوں کا قلعہ ہے اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور ان کی بجا آوری ہے اور اس کے گرد زمرد کا قلعہ ہے وہ صدق اور اخلاص ہے جمیع احوال میں اور اس کے گرد تازہ موتیوں کا قلعہ ہے۔ وہ نفس کی اصلاح اور تادیب ہے۔ مومن ان سات قلعوں کے اندر ہے اور ابلیس ان کے باہر رہتا ہے اور کتے کی مانند بھونکتا ہے اور مومن پروا نہیں کرتا کیونکہ وہ ان قلعوں کے اندر محفوظ ہے پس مومن کو لازم ہے کہ کسی حال میں اپنے نفس کی اصلاح نہ چھوڑے اور کسی حالت میں اس سے سستی نہ کرے کیونکہ جو شخص نفس کی تادیب چھوڑ دیتا ہے اور اس کی اصلاح میں سستی کرتا ہے اُسے رسوائی ہوتی ہے اور پر سے بوجہ ترک ادب کے اور ابلیس لعین اس کے درپے ہو جاتا ہے اور اس کی تاک میں لگا رہتا ہے۔ حتیٰ کہ پہلے قلعہ پر قابض ہو جاتا ہے پھر یکے بعد دیگرے سارے قلعے لے لیتا ہے۔ اور ترک ادب کی وجہ سے اللہ کی طرف سے خسارہ اور خذلان ہوتا ہے جب ساتوں قلعے لے چکتا ہے تو اُسے کفر میں پھنساتا ہے اور ہمیشہ کے لیے دوزخ میں داخل کرتا ہے نعوذ باللہ من جمیع ذالک۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور حسن ادب کی استدعا کرتے ہیں۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ فرمایا ہاں خدا تعالیٰ تمہارا جبر نقصان کرے۔ اللہ کی رضا میں کوشش کرو جس قدر کہ تم اپنے نفس کی رضا میں کوشش کرتے ہو اور دنیا کا کام اس کی زندگی کی مقدار پر کرو۔ اللہ کی اطاعت اتنی کرو جتنی تم کو اس کی حاجت ہے۔ اور ابلیس کی اطاعت اتنی کرو جتنا وہ تمہارا خیر خواہ ہے۔ وہ خیر خواہی دھوکے کے واسطے کرتا ہے اور گناہ اس قدر کر جتنی تجھ میں دوزخ کی برداشت ہو اور زبان کو ایسی باتوں سے جس میں ثواب نہیں ہے روکے رکھ۔ جیسا کہ تو نے اپنے کو ایسی تجارت سے باز رکھا ہے جس میں کوئی نفع نہ ہو اور چار چیزیں چار چیزوں کے واسطے چھوڑ دے۔ پھر تجھے پروا نہیں کہ تو کس وقت مرے۔ اوّل خواہش نفسانی کو جنت میں پہنچ جانے تک چھوڑے

رکھو۔ نیند کو قبر ایں جانے تک۔ اور آرام کو پل صراط سے گذر جانے تک۔ اور فخر کو نامۂ اعمال کے تولے جانے تک رد کے رکھو۔ یہ کہہ کر وہ بزرگ اٹھ کھڑے ہوئے اور چلے گئے۔ ہم اس دن وہیں رہے۔ جب رات ہوئی تو وہی شخص اسی خوان میں ویسا ہی کھانا لے آیا۔ ہم نے کھایا اسی طرح ہم تین دن وہاں رہے۔ جب چوتھا دن ہوا تو ہم نے شیخ سے رخصت چاہی۔ آخر میں آپ نے یہ فرمایا۔ اے جوانو! بھائی کا ذکر پوشیدہ رکھو۔ خدا بھی دنیا و آخرت میں تمہارے عیب چھپائے۔ ہم ان کے پاس سے نکل کر اس میدان میں پھل دار درختوں کی جانب سے ہوتے ہوئے چلے ان میں ہر قسم کے میوے لگے تھے۔ ہم نے دور سے نہر کے کنارے ایک پرندہ کھڑا ہوا دیکھا۔ جب ہم قریب ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھیں پھوٹی ہوئی تھیں۔ ہم اس کی حالت پر تعجب کر رہے تھے اتنے میں ایک شہد کی مکھی آئی۔ اس کے پیچھے بہت سی شہد کی مکھیاں اور تھیں۔ اس مکھی نے آکر اس پرندے کو پاؤں سے دبایا۔ اس نے منہ کھول دیا اور اس مکھی نے اس کے منہ میں شہد لا رکھا، اس کے بعد ساری مکھیاں شہد لے کر اس کے منہ میں گھستی گئیں اور شہد رکھتی گئیں حتیٰ کہ اس کا منہ شہد سے بھر گیا۔ اس نے چونچ بند کر لی۔ اس میں سے کچھ نیچے گرا تو اسے لے کر میں نے چاٹا اور وہاں سے لوٹ آئے خدا ان پر اور جملہ صالحین پر رحم فرمائے۔ آمین۔

میں کہتا ہوں کہ شیخ مذکور نے جو فرمایا کہ شیطان لعنۃ اللہ علیہ قلعوں پر یکے بعد دیگرے قبضہ کر کے انسان کو کفر تک پہنچا کر دوزخ میں داخل کرتا ہے۔ یہ قول نہایت خوبی اور تحقیق کا ہے لیکن کبھی صرف بعض قلعوں پر قابض ہو جاتا ہے اس سے آدمی کو فسق پر پہنچا دیتا ہے جس کا نتیجہ دوزخ ہے۔ اگرچہ خلود نہ ہو کبھی پورا غلبہ کر کے فسق تک نہیں پہنچاتا بلکہ ایمان کو ضعیف کر دیتا ہے۔ اس وقت اگرچہ مستحق نار نہیں ہوتا لیکن ایمان کامل والوں کے مرتبے سے گر جاتا ہے۔ اسی قسم کا تفاوت ان قلعوں کے درمیان بھی ہے۔ مثلاً معرفت و ایمان کا قلعہ لے لینا دوسرے قلعوں کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ وہ قبضہ سخت قبضہ ہے اسی طرح باقی قلعوں میں بھی تفاوت ہے۔ مثلاً صدق اور اخلاص

کے .... قلعہ پر قبضہ کر لینا ایسا نہیں ہے۔ جیسا امر و نہی کے قلعہ کا قبضہ ہوتا ہے۔
اسی طرح یہ سارے قلعے۔ یہ مضمون بہت طویل ہے۔ لیکن جب تک ایمان و توکل کا
قلعہ باقی رہے۔ اس بندہ پر شیطان قادر نہیں ہوتا جیسا کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتے
ہیں انہ لیس لہٗ سلطان علی الذین اٰمنوا و علیٰ ربھم یتوکلون یعنی
شیطان کی مومنوں پر اور اللہ پر توکل کرنے والوں پر کوئی قدرت نہیں ہے۔ اور
یہی وہ لوگ ہیں جو عبد کامل کے ساتھ متصف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے
فرمایا ان عبادی لیس لک علیھم سلطان۔ یعنی میرے کامل بندوں پر تجھے
قدرت نہیں ہے۔ یہی لوگ سچے مومن بھی ہیں۔ جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں انما
المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم و اذا تلیت علیھم
اٰیاتہ زادتھم ایمانا و علیٰ ربھم یتوکلون۔ یعنی کامل مومن وہی
ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو وہ ڈر جائیں اور جب
اس کی آیتیں پڑھی جائیں تو ان کا ایمان تازہ ہو وے اور اپنے پروردگار
ہی پر توکل کریں۔ پھر اخیر میں فرمایا اولٰئک ھُمُ المؤمنون حقا۔
یعنی وہی لوگ سچے مومن ہیں۔ کبھی ایک ہی قلعہ کا لے لینا کفر کا مؤید اور
خلود فی النار کا سبب بن جاتا ہے۔ جیسا کہ ایمان کا قلعہ، لیکن اس ایمان کے
قلعہ تک پہنچنے کے لیے اطراف کے اور قلعوں پر تسلط پہلے ہونا چاہیئے۔ اگر
وہ اطراف کے قلعے موجود ہوں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں توفیق
اور ہدایت عطا فرمائے اور کجروی اور ہلاکت سے بچائے۔ آمین۔

حکایت (۴۱۰) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مسجد نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھا تھا اور میرے ساتھ بحرین کا ایک شخص بھی تھا
جسے خیر کہتے تھے۔ مسجد کے دروازہ سے سات آدمی آئے۔ مجھ سے خیر
نے کہا تم ان لوگوں کے ساتھ رہو کہیں یہ تم سے بچ کر نہ چل دیں۔ یہ
اولیاء اللہ ہیں۔ میں ان کے پیچھے پیچھے چلا وہ لوگ روضۂ نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کے پاس کھڑے رہے۔ میں آگے بڑھا تو ایک نے مجھے گھورا اور اس
کے خوف سے میرا پیشاب خطا ہو گیا۔ وہ لوگ چلے تو میں بھی ان کے ساتھ

چلا۔ ایک شخص نے مجھے دیکھ کر کہا۔ کہاں آتا ہے لوٹ جا تو ہم تک نہ پہنچ سکے گا انھیں میں سے ایک نے کہا آنے دو شاید اللہ تعالےٰ اسے بھی نفع پہنچا دے۔ اس نے کہا اس کی عمر چالیس سال کی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا چھوڑ دے۔ شاید کچھ جبر مافات ہو جائے اور اُسے اللہ تعالےٰ قوم کے درجہ پر پہنچا دے میں ان کے ساتھ چلا، جب ہم چلتے تھے تو پہاڑ اور زمین لپٹی جاتی تھی۔ دور سے ہم پہاڑ دیکھتے تھے اتنے میں اس کے پار اُتر جاتے تھے اور گڑھا دیکھتے تھے اور فوراً آگے نکل جاتے تھے اور زمین کی آواز چکی کی سی میں سنتا تھا اور خزانے زمین کے ہمیں نظر آتے تھے اور پھر غائب ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک میدان میں ہم پہنچے جہاں بہت سے درخت تھے اور اس میں سبزہ لہلہا رہا تھا۔ وہاں تقریباً ستر آدمی تھے جو نماز ادا کر رہے تھے۔ ہم نے اس میدان میں رات گذاری۔ صبح کے وقت جب آفتاب طلوع ہوا تو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ناگاہ ہم ایک شہر میں پہنچے جس کی دیوار ایک ہی سنگِ مرمر کی بنی ہوئی تھی اور بڑی نہر شہر کے اندر کو جا رہی تھی۔ اس شہر کا کوئی دروازہ نہ تھا سوائے اس جگہ کے جہاں سے پانی اندر شہر کے جاتا تھا۔ اور اس میں سونے کا جال لگا ہوا تھا ہم سب آدمی سو کے قریب تھے۔ اس نہر میں گھسے اور اندر گئے دیکھا تو اس کے اندر سونے کے قبے بنے ہوئے تھے جن کے نیچے چاندی اور سونے کے ستون تھے اور ان کے درمیان سے چاندی کی نہر میں پانی بہتا تھا اور ان کی قبوں کے درمیان میوہ دار درخت تھے اور اس کی زمین ریحان کے فرش سے مفروش تھی اور اس میں ہر قسم کے رنگا رنگ پرندے اور بہت سے میوے تھے اور سیب پانچ رطل بغدادی کی مقدار تھے اور ان میووں کو دنیا کے میووں سے کچھ مشابہت نہ تھی۔ مزے میں نہ رنگ میں نہ خوشبو میں۔ ہم وہ سیب وغیرہ کھاتے تھے اور ایک ایک آدمی سَو سَو ایک ہی وقت میں کھا لیتا تھا اور سیب و سفرجل اور انار و امرود سے پیٹ نہ بھرتا تھا۔ البتہ کھجور سے پیٹ بھرتا تھا ہم وہاں چالیس دن رہے۔ وہاں سوائے کھانے کے اور نماز پڑھنے کے کوئی کام نہ تھا۔ ہمیں وضو کی اور پانی پینے کی اور سونے کی ضرورت ہی نہیں

ہوتی تھی۔ چالیس دن کے بعد ہم وہاں سے نکلے۔ میں نے وہاں سے تین سیب لے لیے انہوں نے مجھے منع نہیں کیا اور جس جگہ سے پانی اندر داخل ہوتا تھا اور وہیں سے ہم اندر گئے تھے اب وہیں سے باہر نکلے۔ تھوڑی دیر چلے تھے کہ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ ہم تمہیں کہاں پہنچائیں۔ میں نے کہا جہاں سے مجھے لے آئے ہو۔ میں نے اس شہر کا نام دریافت کیا۔ ایک شخص نے ان میں سے کہا یہ مدینۃ الاولیاء ہے حق تعالےٰ نے اسے دنیا میں اپنے اولیاء کی سیر کے واسطے پیدا کیا ہے۔ کبھی یہ یمن میں ظاہر ہوتا ہے۔ کبھی کوفہ میں۔ کبھی شام میں۔ اور اس شہر میں چالیس برس سے کم عمر والا تمہارے سوا کوئی نہیں داخل ہوا۔ تھوڑی دیر میں ہم ایک مقام پر پہنچے۔ میں نے کہا یہ کون مقام ہے۔ کہا یہ یمن ہے۔ میں ان سیبوں میں سے تھوڑا سا کھا لیتا تھا تو کئی دن تک مجھے بھوک نہیں لگتی تھی۔ اور وہ سیب میرے پاس تھے اور میں انہیں کھاتا تھا۔ حتیٰ کہ میں مکۂ معظمہ میں داخل ہوا وہاں کنانی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے ایک سیب انہیں دیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو ان میں سے مجھ سے ایک شخص نے ملاقات کی اور کہا تو نے ایسا کیوں کیا اور تو نے کیوں اپنا دیکھا ہوا واقعہ بیان کیا۔ تو نے جو کچھ کنانی کو دیا وہ ہم نے لے کر اس کی جگہ پر پہنچا دیا۔ میں نے کنانی سے ملاقات کی انہوں نے کہا میں نے اُسے ایک ڈبّہ میں بند کر کے رکھا تھا۔ شام کے وقت میں اس میں سے کھانے گیا۔ وہاں نہ پایا۔ مولف فرماتے ہیں اس کتاب میں ایسی ہی حکایت گذری ہے وہ بعینہٖ یہ نہیں ہے اور ہر ایک میں بعض اشیاء ایسی ہیں جو دوسرے میں نہیں ہیں اور یہ سب اللہ کی قدرت سے ممکن ہے اور اولیاء اللہ کی کرامت کے لحاظ سے جائز ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۱۱) شیخ ابو عمران الواسطی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مکۂ مکرمہ سے قبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے قصد سے چلا جب حرم سے باہر نکلا تو مجھے شدت کی پیاس لگی۔ یہاں تک کہ میں اپنی جان سے ناامید ہو گیا۔ اور ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور اپنی جان سے ناامید ہو گیا ناگاہ ایک سوار سبز گھوڑے پر میرے پاس پہنچے اس کا زین لگام لباس اور ہتھیار سب کے سب سبز

تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک سبز پیالہ تھا جس میں سبز رنگ کا شربت تھا۔ مجھے دے کر کہا اسے پی لے۔ میں نے اُسے تین بار پیا۔ لیکن پیالے میں سے کچھ کم نہ ہوا۔ پھر مجھ سے پوچھا کہ کہاں کا قصد ہے۔ میں نے کہا مدینۂ منورہ جا رہا ہوں تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما کو سلام کروں۔ فرمایا جب تم مدینۂ منورہ پہنچ کر سلام کر چکو تو میری طرف سے کہہ دیجیو کہ رضوان آپ کو سلام کہتا ہے۔ اسی طرح بعض دیگر صالحین سے بھی مذکور ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں سلیمان علیہ السلام کے منبر کے پاس جمعہ کے روز بعد عصر بیٹھا تھا۔ ناگاہ دو شخص آئے۔ ایک تو قد و قامت میں ہماری طرح تھے اور دوسرے ہم سے بہت دراز قد تھے اور بڑے قوی آدمی تھے۔ ان کی پیشانی ایک ہاتھ سے بھی زیادہ کشادہ تھی اور اس میں ایک چوٹ تھی جو سی دی گئی تھی۔ وہ شخص جو ہمارے مثل تھے وہ سلام کر کے میرے پاس بیٹھ گئے اور دوسرے شخص مجھ سے بہت دور بیٹھے۔ میں نے سوال کیا کہ اللہ رحم کرے آپ پر، آپ کون ہیں۔ فرمایا میں خضر ہوں۔ میں نے کہا وہ شخص کون ہیں۔ فرمایا وہ میرے بھائی الیاس ہیں مجھے خوف طاری ہوا جیسا کہ اجنبی آدمی کے دیکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا تم کچھ خوف مت کرو ہم تم سے محبت رکھتے ہیں۔ پھر فرمایا جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز ادا کر کے قبلہ رُخ ہو بیٹھے اور غروب آفتاب تک یا اللہ یا رحمٰن پڑھا کرے اس کے بعد جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے وہ اُسے دی جائے گی۔ میں نے کہا آپ نے مجھ سے اُنس کیا۔ خدا تعالےٰ آپ کو اپنے ذکر کا اُنس عطا کرے۔ جتنے اولیاء اللہ زمین پر ہیں آپ ان سب کو جانتے ہیں۔ فرمایا معدودین کو جانتا ہوں۔ میں نے کہا معدودین کے کیا معنیٰ ہیں۔ فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو زمین نے شکایت کی اللہ سبحانہٗ تعالےٰ سے کہ میں قیامت تک ایسی رہ گئی کہ مجھ پر کوئی نبی نہیں چلیں پھریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ عنقریب میں اس امت سے ایسے لوگ پیدا کروں گا جو انبیاء کی مثال ہوں گے۔ ان کے قلوب انبیاء علیہم السلام کی مثل ہوں گے۔ میں نے کہا وہ کتنے ہیں فرمایا تین سو اولیا اور ستر نجیب اور چالیس اوتاد۔ دس نقباء۔ سات عرفاء۔ تین مختار اور ایک غوث ہیں جب غوث کی وفات ہوتی ہے تو تین مختاروں میں سے ایک ان کے قائم مقام کیے

جاتے ہیں اور سات میں سے ایک ان کی جگہ اور دس میں سے ایک ان کی جگہ۔ اور چالیس میں سے ایک ان کی جگہ اور ستر میں سے ایک ان کی جگہ اور تین سو میں سے میں ایک اُن کی جگہ اور تمام دنیا میں سے ایک ان کی جگہ قائم مقام کیے جاتے ہیں اور یہی حالت نفخ صور تک رہے گی۔ ان میں سے بعض کا قلب مثل حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے ہے اور بعض کا قلب مثل قلب نوح علیہ السلام کے اور ابراہیم علیہ السلام کے ہے۔ میں نے تعظیماً کہا کہ مثل قلب ابراہیم علیہ السلام کے فرمایا ہاں اور مثل قلب جبریل علیہ السلام اور داؤد اور سلیمان علیہم السلام کے ہوتا ہے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا فبھداھم اقتدہ کوئی نبی وفات نہیں پاتے مگر ان کے مثل ایک آدمی پیدا ہوتا ہے جو انہیں کے طریق پر چلتا رہے قیامت تک۔ اگر ان چالیس آدمیوں میں سے کوئی ان دس آدمیوں کے قلب پر مطلع ہوں تو اُن کا قتل و خون حلال جانیں۔ اسی طرح ستر میں سے کوئی ان چالیس کے قلب سے مطلع ہو جائے تو ان کا قتل و خون حلال سمجھے۔ کیا تم نے میرا اور موسیٰ علیہ السلام کا قصّہ نہیں سُنا۔ میں نے دریافت کیا آپ کب کھاتے ہیں فرمایا فس اور کماۃ۔ میں نے پوچھا کہ حضرت الیاس کی کیا خوراک ہے فرمایا دو روٹیاں چپاتی ہر رات ملتی ہیں۔ میں نے پوچھا آپ کا اور ان کا مقام کہاں رہتا ہے۔ فرمایا سمندر کے جزیروں میں۔ میں نے کہا آپ آپس میں ملتے بھی ہیں۔ فرمایا ہاں۔ جب کوئی ولی اللہ وفات پاتے ہیں تو ہم نماز میں شریک ہوتے ہیں اور جب حج کا زمانہ آتا ہے تو اس وقت بھی ہم شریک حج ہوتے ہیں۔ وہ میرے بال مونڈتے ہیں میں اُن کے بال مونڈتا ہوں۔ میں نے کہا مجھے آپ ان لوگوں کا جن کا ذکر فرمایا۔ نام بتا دیجئے۔ آپ نے جیب سے ایک پرچہ نکالا جس میں ان سب کے نام لکھے ہوتے تھے۔ پھر وہ اُٹھ کھڑے ہوتے۔ میں کھڑا ہوا تو کہا کہاں جانا چاہتے ہو۔ میں نے کہا میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔ فرمایا تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔ میں نے پوچھا آپ کہاں جائیں گے۔ فرمایا اس سوال سے تمہاری کیا غرض ہے۔ میں نے کہا میں آپ کے ساتھ نماز پڑھ کے برکت حاصل کروں گا فرمایا میں صبح کی نماز مکۂ معظمہ میں ادا کر کے حطیم میں طلوع آفتاب تک رکنِ شامی

کے قریب بیٹھوں گا۔ پھر سات بار طواف کر کے مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کروں گا اور ظہر کی نماز مدینہ منورہ میں اور عصر کی بیت المقدس میں اور مغرب کی کوہِ طور پر اور عشاء کی سدِ سکندری پر ادا کر کے صبح تک اس کے سب مقامات کی حفاظت کروں گا۔ ان سب پر سلام نازل ہووے۔

حکایت (۴۱۲) بعض مشائخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک خط ابو بکر محمد بن شقیق رحمۃ اللہ کا آیا اس میں ان امانات کا ذکر تھا جو اُن کی گردن پر تھے اور مجھ سے دعا کی استدعا کرتے تھے کہ خدا ان کو ان سے سبکدوش فرمائے دنیا میں۔ میں ظہر کی نماز کے ارادے سے گھر سے چلا۔ جب دروازہ کھولا ایک شخص دروازہ ہی پر ملے سبز لباس پہنے ہوئے تھے اور جواہر کا تاج اوڑھے ہوئے تھے جس سے شعائیں نکل رہی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ محمد بن شقیق کے خط کا کیا جواب دینا چاہتے ہو میں نے کہا آپ کیا فرماتے ہیں کیا لکھا جائے۔ فرمایا یہ لکھ دو کہ آج سے سولہ دن کے اندر وہ قبر میں ہوں گے۔ میں نے کہا تمہاری طرف سے لکھوں کہا نہیں اپنی ہی جانب سے لکھو وہ تصدیق کریں گے۔ چنانچہ میں نے تین خط لکھے جن میں انہیں موت کی خبر پہنچائی گئی۔ جب خط ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے وصیت نامہ تیار کیا اور اس سے فراغت پائی اور سولہویں دن وفات پائی رحمہ اللہ تعالیٰ میں نے انہیں خواب میں دیکھا کہا تم اچھے بھائی ہو خدا تمہیں جزائے خیر عطا کرے اور میرے اور ان کے درمیان معاہدہ تھا کہ ہم میں سے جو پہلے جنت میں پہنچے تو دوسرے کے واسطے سفارش کرے۔ میں نے کہا کہ ہمارا معاہدہ یاد ہے۔ کہا میں اسی عہد پر قائم ہوں۔ مجھے بہت سی ایسی بے انتہا مخلوق ہبہ کی گئی ہے جن سے میرا عہد بھی نہ تھا۔ میں نے کہا میں بھی انہیں میں ہوں۔ کہا تم سب سے اخص اور افضل ہو۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن جمیع الصالحین۔ آمین۔

حکایت (۴۱۳) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں چند رفیقوں کے ساتھ عدن سے چلا۔ جب رات ہوئی تو میرے پاؤں میں کچھ چوٹے لگ گئی جس کی وجہ سے میں ان کے ہمراہ چل نہ سکا اور تنہا سمندر کے ساحل پر بیٹھا رہا۔ میں دن بھر کا روزہ دار تھا اور کوئی چیز میرے پاس نہ تھی۔ میں

اسی حالت میں سونے کی تیاری کر رہا تھا۔ ناگاہ مجھے دو روٹیاں ملیں اور ان کے بیچ میں ایک بھنا ہوا پرندہ تھا۔ میں نے پرندے کو اٹھا کر ایک کونے میں رکھا۔ اتنے میں میں نے ایک حبشی کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں لوہے کی ایک سیخ تھی اور وہ مجھے بتا کر کہتا اسے ریا کار کھا لے۔ میں نے ایک روٹی آدھے پرندے کے کباب کے ساتھ کھائی اور ایک روٹی اور بچا ہوا کباب ایک کپڑے میں باندھ کر اپنے سر کے نیچے رکھ لیا اور سو گیا۔ جب جاگا اور بیدار ہوا تو وہ کپڑا اسی جگہ رکھا ہوا تھا۔ اور اس کے اندر کچھ نہ تھا۔

وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے غوث کو یعنی قطب کو ۳۱۵ھ ہجری مکہ معظمہ میں دیکھا۔ وہ سونے کی گاڑی پر سوار تھے اور ملائکہ اس کو سونے کی زنجیروں سے پکڑے ہوئے ہوا میں کھینچے لیئے جا رہے تھے۔ میں نے کہا آپ کہاں تشریف لیے جا رہے ہیں فرمایا اپنے ایک بھائی کے پاس جن کی زیارت کا مجھے اشتیاق ہے۔ میں نے کہا اگر تم اللہ سے دعا کرتے تو انہیں کو آپ کے پاس پہنچا دیتا۔ فرمایا تو ثواب زیارت کا مجھے کہاں ملتا اور ان قطب صاحب کا نام احمد ابن عبداللہ بلخی تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس حکایت کی تحقیق اس رسالہ میں آتے گی، جو منکرین کے رد میں اس کتاب کے اخیر میں لکھا گیا ہے۔ واللہ الموفق۔

حکایت (۱۴۴) بعض مشائخ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک صلحاء کی جماعت کے ساتھ مکہ معظمہ میں بیٹھا تھا۔ ہم میں ایک شخص ہاشمی بھی تھے۔ ان پر غشی طاری ہوئی جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے ہم سے کہا کیا تم لوگوں نے وہ نہیں دیکھا جو میں نے دیکھا۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ کہا میں نے ملائکہ کو احرام باندھے ہوئے کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا ملائکہ میں نے پوچھا تم اللہ تعالے سے کیسی محبت رکھتے ہو فرمایا ہماری محبت اندرونی ہے اور تمہاری محبت بیرونی ہے۔ وہی بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بیت المقدس کے قبہ میں جا کر رات کو وہاں رہا۔ میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا ناگاہ قبہ کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ویسے ہی رہا اور میں آسمان کو دیکھتا تھا اور آسمان سے ایک بڑی مخلوق آئی جس کا شمار سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ہو سکتا اور وہ یہ تسبیح پڑھتی تھی۔

سبحان من ھو ھو سبحان من لیس الّا ھو اھیا اشرا ھیا وہ لوگ بھی پڑھتے رہے جب اخیر رات ہوئی تو ایک نے ان میں سے مجھ سے کہا جو میرے پہلو میں تھا تیرا کیا قصد ہے۔ میں نے کہا میں نے چاہا کہ رات کو اس مقام پر عبادت کروں۔ آپ کون لوگ ہیں کہا ہم ملائکہ ہیں۔ ہم بیت المعمور میں داخل ہوئے تھے اور اب قیامت تک وہاں نہیں جائیں گے کیونکہ ہر روز اس میں ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو قیامت تک پھر وہاں نہیں جاتے اور جب بیت المعمور میں داخل ہوتے ہیں تو اس رات کو بیت المقدس میں جاتے ہیں اور صخرہ پر جاتے ہیں۔ پھر بیت الحرام میں جاتے ہیں۔ وہاں سات بار طواف کر کے مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ پھر مدینہ منورہ جا کر نبی علیہ السلام کو سلام کرتے ہیں اور پھر اپنی صف میں پہنچ جاتے ہیں۔ جب وہ وہاں سے اوپر چڑھ گئے تو قبہ مل گیا اور صبح ہو گئی۔

اسی طرح ایک اور بزرگ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مصیصہ میں جبل لور پر تھا۔ وہاں میرے پاؤں میں ایک بڑی ہڈی گھس گئی میں نے اس کے نکالنے میں حتی المقدور کوشش کی مگر نکال نہ سکا اور میرے پاؤں ہی میں ایک مدت تک رہی۔ یہاں تک کہ پاؤں سوج گیا اور اس میں پیپ بڑھ گئی اور سیاہ ہو گیا اور بھری مشک کی مانند پھول گیا اور میں ایک درخت کے نیچے پڑا رہا میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گیا اس وقت مجھے کچھ بو محسوس ہونے لگی۔ میں نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بڑا کالا سانپ اس ہڈی کی جگہ پر منہ لگائے پڑا ہے اور زخم کو چوس چوس کر خون اور پیپ پھینکتا جاتا ہے۔ میں نے آنکھ بند کر لی وہ سانپ اسی طرح خون اور پیپ چوس چوس کر پھینکتا جاتا تھا حتی کہ ہڈی تک پہنچا اور اُسے ہلا کر نکال ڈالا پھر مجھے معلوم ہوا کہ کوئی نرم چیز میرے پاؤں پر لگائی نہ معلوم اس نے اپنی زبان لگائی یا دم۔ اس کے بعد میں اُٹھ بیٹھا تو خون پیپ اور ہڈی سب چیز پڑی ہوئی تھی اور مجھے یہ معلوم نہ ہوتا تھا کہ میرے کس پیر میں درد تھا اور سارا درد جاتا رہا۔ اس پر اللہ کا بڑا شکر ہے سبحان اللطیف الخبیر الذی ھو علیٰ کل شئی قدیر۔

حکایت (۴۱۵) بعض صالحین سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

مجھے معلوم ہوا کہ ایک دروازہ پر تین آدمی دس ابدال میں سے ہیں میں ان کے قصد سے چلا اور لوگوں سے دریافت کیا۔ ایک ان میں سے جامع مسجد کے امام تھے میں نے دیکھا ان کا لباس نہایت خوبصورت تھا اور بڑا پٹکا باندھے ہوتے تھے۔ ان کا نام ابراہیم اور دو کا نام حسن حسین تھا۔ میں ابراہیم امام کے پاس عشا اور مغرب کے درمیان گیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا اور کہا میں آپ سے ملنے آیا ہوں وہ مجھ سے مل کر خوش ہوتے۔ جب عشا پڑھ چکے تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے مکان پر لے گئے دیکھا تو ایک بڑا عالی شان مکان تھا اور اس میں بہت سے خادم تھے اور ہمارے واسطے ایک بڑا دستر خوان بچھایا گیا اور بہت سا کھانا چنا گیا اور ہمارے ساتھ حسن حسین بھی کھانے بیٹھ گئے لیکن ابراہیم نہ بیٹھے۔ میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ صرف دودھ پیا کرتے ہیں۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو ان کے واسطے بڑا عمدہ بچھونا بچھایا گیا اور وہ اس پر سوتے۔ میں انہیں دیکھتا رہا جب کچھ رات گذری تو بستر سے اُٹھ کر بلا وضو کیتے دو رکعت نماز پڑھی اوّل میں سورۃ فاتحہ اور قل یا ایہا الکافرون دوسری میں سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد پڑھی اور سلام پھیر کر کہا لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو حی لا یموت بیدہ الخیر کلہ وھو علی کل شیی قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا راد لما قضیت ولا ینفع ذا الجد منک الجد اسے تین بار آواز سے کہا پھر دو رکعت نماز پڑھی اوّل میں سورۃ فاتحہ اور قل اعوذ برب الفلق اور دوسری میں سورۃ فاتحہ اور قل اعوذ برب الناس پڑھی اور سلام پھیر کر وہی پہلا ذکر تین مرتبہ کیا۔ پھر دو رکعتیں پڑھیں۔ پہلی میں سورۃ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور دوسری میں سورۃ فاتحہ اور قل ہو اللہ احد تین بار پڑھی پھر وہی ذکر مذکور پڑھ کر اپنے بستر پر جا لیٹے۔ جب فجر کا وقت ہوا تو اُٹھ کر اذان کہی اور بلا تجدید وضو کے صبح کی سنتیں پڑھیں۔ پھر نماز کے واسطے چلے۔ کئی مہینے ان کے یہاں میں نے اسی صورت سے گذارے۔ جب عرفہ کا دن آیا تو مجھ سے فرمایا آج تم سورۃ انبیا اور سورۃ حج کی تلاوت اس طرح پر کرو کہ جب کسی نبی کا ذکر آتے تو ان پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے رہو۔ جب تم ایسا کرو گے تو اللہ تعالےٰ تم کو اس شخص

کا ثواب عطا کریں گے جو بیت اللہ کا حج کرتا ہے۔ جب نماز چاشت ادا کر چکے تو میرے پاس حسن آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد سے لے چلے اور گھر میں آئے تو سب لوگ احرام حج کے واسطے تیار تھے۔ مجھے بھی دو چادریں دیں اور کہا احرام کی نیت کر لے۔ پھر ہم گھر سے نکلے۔ انہوں نے اپنے ساتھ ایک ڈبہ لیا جس میں دراہم بھرے ہوئے تھے۔ جب ہم نے مقبرہ سے نکل کر دو رکعت نماز پڑھی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ حج کی نیت کرو۔ میں نے حج کی نیت کی۔ پھر انہوں نے تلبیہ کہا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ تلبیہ کہا۔ پھر انہوں نے سجدہ کیا تو میں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے سر اٹھایا تو میں نے بھی سر اٹھایا۔ ایسے پہاڑ اور زمین دیکھے جنہیں میں نہیں جانتا تھا اور دیکھا کہ اونٹ اور آدمی چلے جا رہے ہیں۔ مجھ سے ابراہیم نے فرمایا کہ یہ لوگ منٰی سے عرفات پر جا رہے ہیں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر چلے اور مسجد عرفات پر پہنچے وہاں پانی خرید کر غسل کیا۔ پھر روٹی اور کھجور خریدے مجھ سے ابراہیم نے کہا کھاؤ۔ میں نے کہا میرا روزہ ہے۔ فرمایا اپنے نبی کی مخالفت نہ کرو ایسے دن آپ نے افطار کیا ہے۔ جب غروب کا وقت آیا تو آپ نے وہ ڈبہ جس میں دراہم تھے میرے حوالہ کیا اور ابراہیم نے مجھ سے کہا اسے لے لو اور اپنی ضرورتوں میں صرف کرو۔ اور تم ملک شام میں رہو۔ پھر ہم جدا ہوئے اور اس کے بعد میں نے انہیں نہ دیکھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ونفعنا بہم۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حکایت میں جو یہ قول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دن میں افطار کیا اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ نے حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن جبل عرفات پر افطار فرمایا ہے اور عرفات پر جانے والوں کے واسطے افطار کرنا سنت ہے۔ کیونکہ افطار سے اس روز کی عبادت مشروعہ اور دعا اور ذکر تلبیہ وغیرہ میں قوت رہتی ہے۔

حکایت (۱۶۱۴) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار ایسا سخت بیمار ہوا کہ مجھے اور دیکھنے والوں کو میری زندگی سے نا امیدی ہو گئی۔ میں اسی تکلیف شدید میں مبتلا تھا کہ میں نے جمعہ کی شب خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے پاس آئے اور میرے سرہانے بیٹھ گئے اور ان کے پیچھے بہت سی مخلوق آئی اور وہ داخل ہوتے

وقت پرندوں کی شکل پر تھے اور بیٹھنے کے بعد آدمیوں کی شکل بن گئے۔ وہ داخل ہوتے رہے اور میں دروازہ کو دیکھتا رہا۔ جب وہ داخل ہو چکے تو اس شخص نے سر اُٹھایا اور فرمایا میں اس شہر میں تین آدمیوں کی عبادت کے لیے آیا ہوں۔ ایک تو یہ شخص میری طرف اشارہ کر کے دوسرا صالح غلقانی۔ میں ان کو اس سے پہلے نہیں جانتا تھا۔ تیسرے ایک عورت جس کا نام نہ لیا۔ پھر اپنا ہاتھ میری پیشانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھی۔ بسم اللہ ربی اللہ حسبی اللہ توکلت علی اللہ اعتصمت علی اللہ فوضت امری الی اللہ ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ پھر مجھ سے فرمایا ان کلمات کو بہت پڑھا کرو۔ اس میں ہر بیماری کی شفا اور ہر تکلیف کی کشائش اور ہر دشمن پر کامیابی ہے۔ پہلے پہل اسے حاملین عرش نے پڑھا تھا۔ علیہم السلام۔ جب انہیں عرش کے اُٹھانے کا حکم ہوا اور قیامت تک اُسے پڑھتے رہیں گے۔ ایک شخص جو آپ کے دائیں یا بائیں جانب بیٹھے تھے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر کوئی اسے دشمن سے مقابلہ کے وقت پڑھے فرمایا واہ واہ اس میں فتح و نصرت اور خوشخبری ہے۔ میں نے خیال کیا کہ وہ ابو بکر ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ ابو بکر ہیں۔ فرمایا یہ میرے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر اپنے دست مبارک سے بائیں طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ شہداء ہیں اور پھر پیچھے کی جانب اشارہ کر کے فرمایا یہ صالحین ہیں اور پھر تشریف لے گئے۔ میں بیدار ہوا تو میری بیماری جاتی رہی اور صبح تک پہلے سے بھی زیادہ تندرست ہو گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حکایت (۱۷۱) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک شخص سے ملاقات کی جنہیں لوگ مشکی کہتے تھے۔ کیونکہ ان سے اکثر مشک کی خوشبو آتی تھی حتیٰ کہ جب وہ جامع مسجد میں داخل ہوتے تھے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ شخص آتے۔ کیونکہ مشک کی خوشبو پھیل جاتی تھی۔ اسی طرح جب بازار میں گذرتے تھے تو بھی یہی کیفیت ہوتی تھی میں ان سے ملنے گیا اور ان کے پاس رات کو رہا۔ میں نے ان سے کہا بھائی جان تمہیں خوشبو خریدنے کے واسطے بہت سے دام کی ضرورت ہوتی ہو گی۔ اس نے کہا بھائی میں نے کبھی خوشبو نہیں خریدی۔ نہ کبھی خوشبو لگائی۔ میں تم سے اپنا قصہ بیان کروں شاید میرے مرنے کے بعد تم میرے لیے دُعا

کرو۔ میری ولادت بغداد میں ہوئی۔ میرے والد امیر آدمی تھے اور جسطرح اُمراء اپنی اولاد کی تعلیم کرتے ہیں میری بھی تعلیم کرتے تھے اور میں بہت خوبصورت بھی تھا اور بہت حیادار بھی تھا۔ میرے باپ سے لوگوں نے کہا اسے بازار میں بٹھاؤ تاکہ اس کی دل بستگی ہو اور اس کی طبیعت کھلے چنانچہ مجھے ایک بزاز کی دکان پر بٹھایا۔ میں صبح و شام اس کی دکان پہ جا بیٹھتا۔ ایک دن ایک بڑھیا نے اس بزاز سے بھاری کپڑے مانگے۔ اُس نے ویسے ہی کپڑے نکال کر دکھائے۔ اس نے کہا میرے ساتھ ایک آدمی کر دو تاکہ جس کی ہمیں ضرورت ہو لے کر باقی کپڑا اور اس کی قیمت اس شخص کے ساتھ روانہ کر دیں۔ اس نے مجھ سے کہا اس کے ہمراہ جا کر دل بہلا آؤ میں نے کہا اچھا میں اس کے ساتھ چلا۔ وہ مجھے ایک عظیم الشان محل میں لے گئی اس کے اندر ایک قبہ تھا اور اس کے دروازہ پر پاسبان تھے اور اس کے دروازے پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس بڑھیا نے مجھ سے کہا قبہ میں چل کر بیٹھا رہ۔ میں اس میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک لڑکی وہاں تخت پر منقش فرش بچھا ہے بیٹھی ہے اور تخت اور فرش سب زرین ہے اور ایسا عمدہ ہے کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا اور وہ لڑکی ہر قسم کا زیور پہنے بیٹھی ہے مجھے دیکھ کر وہ تخت سے اتر کر میرے پاس آئی اور میرے سینہ پر ہاتھ مار کر مجھے اپنی طرف کھینچا۔ میں نے کہا اللہ سے ڈر اللہ سے ڈر اس نے کہا کچھ خوف نہ کر جو کچھ تجھے درکار ہو سب میں دونگی۔ میں نے کہا مجھے استنجے کی ضرورت ہے۔ اس نے آواز دی تو چاروں طرف سے لونڈیاں دوڑیں۔ اس نے کہا اپنے آقا کو بیت الخلا میں لے جاؤ۔ جب میں وہاں گیا تو نکلنے کا کوئی راستہ نہ پایا جہاں سے بھاگ نکلتا۔ میں نے پاجامہ کھول کر اپنے ہاتھ میں پاخانہ کیا اور اپنے ہاتھ اور منہ پر ملا اور اپنی آنکھیں نکالیں، ایک لونڈی جو رومال اور پانی لے کر اندر آئی۔ اس پر میں چلا کر دیوانوں کی طرح دوڑا وہ ڈر کر بھاگی اور کہنے لگی وہ دیوانہ ہے۔ اور ساری لونڈیاں جمع ہو آئیں اور ٹاٹ میں مجھے لپیٹا اور ایک باغ میں لے جا کر پھینک دیا۔ جب میں جان گیا کہ وہ چلی گئیں تو میں نے اُٹھ کر اپنے کپڑے۔ منہ اور تمام بدن دھویا اور اپنے گھر گیا اور کسی کو یہ قصہ نہ سُنایا، اس رات میں نے خواب میں دیکھا ایک شخص مجھ سے کہہ رہا ہے کہ کہاں ہے یوسف علیہ السلام کا فعل۔ تیرے فعل کے سامنے۔ کیا تو مجھے جانتا ہے۔ میں نے کہا نہیں۔ کہا میں جبرئیل ہوں۔

(ع۔ اگلے صفحہ پہ ملاحظہ ہو)

پھر اپنا ہاتھ میرے منہ اور بدن پر پھیرا۔ اسی وقت سے میرے بدن سے مشک کی خوشبو آنے لگی ہے جو کپڑوں کو بسا دیتی ہے۔ سو یہ خوشبو جبریل علیہ السلام کے ہاتھ کی ہے۔

حکایت (۴۱۸) ایک صالح فرماتے ہیں کہ ابادان میں ایک شخص زاہد بدوی کے نام سے مشہور تھے میں نے ان کے متعلق دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا ان کی وفات ہو گئی اور گورکن نے مجھ سے کہا کہ جب میں نے بدوی کے واسطے قبر کھودی اور لحد کے برابر کرنے کے لیے میں اندر گیا تو ایک اینٹ نزدیک والی قبر کی گر پڑی میں نے دیکھا اس میں ایک شیخ نہایت سفید چمکتے ہوئے کپڑے پہنے ستھرے حرفوں والے قرآن شریف کو گود میں رکھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے سر اٹھایا اور کہا کیا قیامت قائم ہو گئی، خدا تجھ پر رحم کرے میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اینٹ کو اسی جگہ پر لگا دے خدا تجھے عافیت دے۔ میں نے اینٹ وہیں لگا دی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ میں بصرہ سے ایلہ جانے کے ارادہ سے ایک کشتی پر سوار ہوا اور میرے ساتھ تین آدمی تھے جو مشایعت کرنے آئے تھے تھوڑی دیر گذری تھی کہ ملاح نے لنگر اٹھا دیا اور آکر بیٹھ گیا میرے ساتھیوں نے ملاح سے کہا تجھے کیا ہو گیا۔ اس نے اشارہ سے کہا چپ رہو۔ ایک لحظہ میں ہم ایلہ پہنچ گئے۔ اور ہمارے ساتھ ایک جہاز تھا جو عصر کے وقت پہنچا۔ ہماری کشتی والوں نے جہاز والوں سے کہا۔ ہم تو ایک لحظہ میں پہنچ گئے۔ وہ لوگ ملاح سے جا کر پوچھنے لگے۔

(عہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) مطلب یہ ہے کہ اس نے اس عورت کے ہاتھ سے بچنے کے واسطے جو ترکیب نکالی وہ ترکیب نرالی تھی ورنہ یوسف علیہ السلام کا فعل اس کے فعل سے کہیں فوقیت رکھتا تھا اوّل تو آپ زلیخا کے غلام تھے اس کے یہاں رات دن رہتے تھے اور ہر وقت کا سامنا تھا۔ دوسرے قوت بھی بہت زیادہ رکھتے تھے۔ نیز ثواب میں بھی بدرجہا فوقیت رکھتے تھے کیونکہ جو ثبات علیہ الفضل انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے جس پر ثواب کا دار و مدار ہے دوسروں کو میسر نہیں ہو سکتے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تم احد کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو وہ میرے صحابی کے ایک مد جو کے صدقہ کی برابری نہیں کریگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اس نے کہا چپ رہو۔ میں نے ایک سوار کو سامنے آتے دیکھا ایسی سواری پر سوار تھے جو نہایت خوب صورت تھی اور وہ ایسی خوب صورت تھی کہ میں نے ویسی کبھی نہ دیکھی تھی اور کشتی پر ایک سونے کی زنجیر ڈالی وہ آگے آگے جاتے تھے اور کشتی پیچھے پیچھے چلتی تھی۔ میں اگر تم سے باتیں کرنے لگوں تو وہ نظر سے غائب نہ ہو جائیں۔

حکایت (۴۱۹) ایک شیخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اور ابو علی مددی دونوں ایک بھائی کی ملاقات کے ارادے سے جنگل کی طرف چلے ہمیں شدت کی بھوک لگی۔ اتنے میں ہم نے دیکھا کہ ایک لومڑی زمین کھود کر کماۃ نکا لتی .... اور ہماری جانب پھینکتی تھی۔ ہم نے اپنی ضرورت کے برابر لے لیا اور آگے چلے تو ناگاہ ہم نے ایک درندے کو سوتا ہوا پایا۔ جب ہم قریب ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ اندھا ہے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے تعجب کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک کوّا آیا اور اس کی چونچ میں گوشت کا ٹکڑا تھا اس نے اس درندہ کے کان پر پر مارے اس نے منہ کھول دیا اور کوے نے گوشت کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈال دیا۔ مجھ سے ابو علی نے کہا یہ ہمارے واسطے دلیل قدرت ہے نہ کہ اس درندہ کے واسطے۔ ہم اس جنگل میں کئی روز تک چلتے رہے۔ وہاں ایک جھونپڑا نظر آیا۔ ہم اس کی طرف گئے دیکھا تو وہاں ایک بڑی بوڑھی عورت ہے اور ان کے پاس کوئی چیز نہیں ہے اور حجرہ کے دروازے پر ایک پتھر ہے جس میں ایک گڑھا بنا ہوا ہے۔ ہم سلام کر کے ان کے پاس بیٹھ گئے اور وہ اپنی عبادت میں مشغول تھیں جب آفتاب غروب ہو گیا تو وہ اپنے حجرہ سے نماز مغرب پڑھ کے باہر نکلیں ان کے ہاتھ میں دو روٹیاں اور ان پر تھوڑی سی کھجوریں رکھی ہوتی تھیں اور ہم سے کہا کہ جھونپڑی میں جا کر اپنا حصہ لے آؤ۔ ہم اندر گئے تو وہاں چار روٹیاں اور کچھ کھجوریں رکھی تھیں حالانکہ اس جگہ نہ کھجور کا درخت تھا نہ کھجوریں تھیں۔ ہم نے وہ کھا لیا۔ تھوڑی دیر میں ایک ابر آیا اور اس پتھر پر برسا جس سے وہ پتھر بھر گیا اور ایک قطرہ باہر نہ گرا۔ میں نے پوچھا تمہیں یہاں کتنی مدت ہوئی کہا ستر برس ہوئے میرا خدا کے ساتھ یہی معاملہ ہے۔ یہی کھانا ہے اور یہی پانی، جیسا کہ تم نے دیکھا۔ ہم نے کہا کہ پانی بھی اسی طرح آتا ہے۔ کہا گرمی اور سردی میں ہر رات یہ ابر اسی طرح آ کر برستا ہے اور اسی طرح یہ روٹیاں بھی پہنچتی ہیں۔ پھر ہم سے

پوچھا تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا ابو نصر سمرقندی کے پاس ان کی زیارت کی غرض سے جا رہے ہیں۔ کہا ابو نصر اچھے آدمی ہیں۔ آؤ ان ..... سے ملاقات کرو۔ اتنے میں دیکھا تو ابو نصر ہمارے پاس کھڑے ہیں۔ انہوں نے ہمیں سلام کیا اور ہم نے انہیں سلام کیا۔ پھر کہا جب بندہ اللہ تعالےٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے تو حق تعالےٰ بھی اس کے ارادوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا وعن جمیع الصالحین ونفعنا بہم آمین۔

حکایت (۴۲۰) ایک بزرگ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں اور محمد عابد نامی ایک شخص بیت المقدس سے جمعہ کے دن رملہ کے ارادہ سے چلے۔ ہم ایک گھاٹی پر چڑھے تو ایک آواز سنائی دی کوئی کہتا ہے کہ آدمی کتنا گھبراتا ہے جب اس کا کوئی ساتھی نہ ہو اور راستہ کس قدر تنگ ہوتا ہے جب اس کا کوئی راہ نما نہ ہو۔ ہم نے جھانک کر دیکھا تو ایک عورت تھیں، ان کے جسم پر صوف کا کرتہ اور اسی کی ایک چادر تھی اور ہاتھ میں ایک لکڑی تھی ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور پوچھا کہاں چلے۔ ہم نے کہا رملہ تک جاتے ہیں پوچھا رملہ میں کیا کرو گے ہم نے ... کہا وہاں ہمارے احباب ہیں۔ کہا تمہارے قلب میں حبیب اکبر کہاں ہے ہم نے کہا وہ ہمارا اور جملہ مومنین کا حبیب ہے کہا وہ تمہارا اور جملہ مومنین کا زبانی حبیب ہے اور میرا زبانی اور قلبی حبیب ہے۔ ہم نے کہا آپ حکیم عورت معلوم ہوتی ہیں لیکن آپ میں ایک غلطی ہے۔ کہا وہ کیا ہے۔ ہم نے کہا تم جوان عورت ہو بغیر محرم کے سفر کرتی پھرتی ہو۔ انہوں نے یہ آیت پڑھی ان ولیّ اللہ الذی نزل الکتب وھو یتولی الصالحین۔ یعنی میرا سرپرست وہ اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی ہے اور وہی نیکوں کا سرپرست ہے۔ میں نے کمبل سے کچھ دراہم نکال کر انہیں دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ تمہارے پاس کہاں سے آئے۔ میں نے کہا میں مباح چیزوں سے کسب کر کے پیدا کرتا ہوں۔ انہوں نے کہا ہاں یہ کسب ضعیف ہے۔ میں نے کہا میرا ضعف کیا ہے۔ کہا ضعف یقین ہے۔ ہم نے کہا یقین کی کیا علامت ہے۔ کہا تو اس وقت تک درجۂ یقین کو نہیں پہنچے گا جب تک کہ تو اس کی رضا کے بغیر جو گوشت پیدا ہوا ہے

اسے قینچی سے کاٹ کر پھینک نہ دے اور نیا گوشت اس کی رضامندی کے ساتھ پیدا کرے۔ ہم نے کہا ہر شے کی ایک علامت اور دلیل ہوتی ہے تمہاری حقانیت کی کیا دلیل ہے۔ انہوں نے فوراً زمین پر ہاتھ مار کر مٹھی بھر کنکریاں اُٹھائیں اور کہا اے ضعیف الیقین اسے لے لے۔ اُسے محمد عابد نے لے لیا تو سب کے سب دینار تھے اور کہا اسے لے جاؤ یہ نہ کبھی ترازو کے پلڑے میں تلا ہے نہ اس سے پہلے کسی انسان کے ہاتھ میں گیا ہے اور مجھ سے کہا تمہیں اس سبب سے نہیں دیا کہ تم اس سے بھاگتے ہو۔ پھر کہا تم کہاں جا رہے ہو۔ ہم نے کہا رملہ۔ تو کہا یہی تو رملہ ہے۔ ہم نے دیکھا تو ہم رملہ کی دیوار کے نیچے تھے۔ ہم اس کے اندر داخل ہوئے تو لوگ جمعہ کی نماز پڑھ کر نکل رہے تھے۔ اور محمد عابد نے ان دیناروں سے عسقلان میں ایک مسجد بنوائی اور وہ آج تک مسجد مباحی کے نام سے مشہور ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۲۱) ایک صالح فرماتے ہیں کہ میں رات کو تنہا نکلا میں بیمار تھا اور زور کا بخار چڑھا ہوا تھا اور شدت کی پیاس بھی لگ رہی تھی۔ جب تکلیف حد کو پہنچ گئی تو میں راستہ سے ہٹ کر ایک درخت مقل کے نیچے جا پڑا اور اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص چار روٹیاں لیے ہوئے آتے۔ دو کے اندر ایک مرغ بھنا ہوا تھا اور دو کے درمیان حلوہ تھا اور میرے سرہانے ایک کوزہ تھا اسے لے کر دریا پر گئے اور اس میں پانی بھر لائے۔ اور میرے پاس لا کر رکھا۔ وہ پانی برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ اسی وقت میرا بخار دفع ہو گیا۔ پھر وہ میرے پاس بیٹھ گئے اور میں کھانے لگا پھر کھڑے ہوتے اور کہا تمہارے ساتھی آ گئے اور مجھے اور کام ہے۔ میں نے منہ پھیر کر دیکھا، تقریباً بیس اونٹ آ رہے تھے۔ میں ان کے ساتھ جا ملا اور وہ شخص غائب ہو گئے رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

اسی طرح ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں مصر میں تھا اور مجھ پر فاقہ تھا۔ میں ایک مسجد میں گیا تو مجھے ایک جوان نظر آئے انہوں نے مجھے ایک بٹوہ دیا۔ جس میں کچھ درہم تھے اور فرمایا جا کر حجامت بنواؤ اور اپنے کپڑے دھو کر صاف کرو۔ میں

حجام کے پاس گیا اور حجامت بنوا کر دو پیسے اس بٹوے سے اس کو دیئے جب پیسے اس کے ہاتھ میں پہنچے تو اس نے انہیں چوما اور مجھ سے کہا مرحبا میں آپ کی طلب میں تیس برس سے تھا، آپ کو یہ پیسے کہاں سے ملے یہ دنیاوی پیسے نہیں ہیں ان پر قدرت کا بڑا نور ہے۔ میں نے اس سے قصہ بیان کیا۔ وہ شخص میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے گیا۔ وہ جوان وہاں نہ ملے۔ وہ حجام میرا دوست بن گیا۔ ایک دن مجھ سے کہا کہ میں نے سہل ابن عبداللہ سے سنا ہے کہ ولی کی علامتیں تین ہیں۔ ایک یہ کہ جب کسی مقام پر جانا چاہتے ہیں تو بلا حرکت کے وہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اگر اپنے کسی بھائی سے ملنا چاہیں تو ان کے پاس اس بھائی کو پہنچا دیا جاتا ہے اور جب کبھی عبادت میں یا کسی اور سبب میں مشغول رہتے ہیں تو ان کی صورت کا ایک فرشتہ آ کر ان کے بجائے باتیں کرتا ہے اور لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ وہی ہیں حقیقت میں وہ فرشتہ ہوتا ہے چند روز کے بعد حضرت سہل بن عبداللہ نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم عصر کی نماز پڑھ چکو تو میرے پاس آ جاؤ تاکہ میرے بال بھی کاٹو اور خون بھی نکالو۔ چنانچہ جب میں عصر کی نماز پڑھ چکا تو ان کے ہمراہ ان کے مکان پر گیا اور ان کے بال بھی کاٹے اور خون بھی نکالا اور وہیں آپ کے پاس بیٹھا رہا اور ہم نے ہنڈیا پکائی جب مغرب کی اذان ہوئی تو مجھ سے فرمایا جب نماز پڑھ چکو تو آ جاؤ اور ہمارے ساتھ کھانا کھالو۔ جب میں نماز پڑھ چکا تو ایک شخص آپ کے مریدوں میں سے مجھے ملا اور کہنے لگا آج تم نے بڑی اچھی چیز کھودی۔ آج عصر سے لے کر مغرب تک حضرت سہل نے ایسی ایسی باتیں کیں کہ کبھی سننے میں نہ آئیں۔ میں نے کہا جو تم نے سنا ہے اُسے یاد رکھو۔ وہ حضرت کا کلام نہیں تھا بلکہ فرشتہ کا کلام تھا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ حضرت سہل نے جو علامات اولیاء کی بیان کی تھیں وہ اپنا مرتبہ آپ نے بیان فرمایا تھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یہ مطلب ظاہر ہے کیونکہ حضرت سہل عصر سے مغرب تک اس حجام کے ساتھ ہی رہے۔ پس معین ہو گیا کہ جب کوئی ولی اللہ کسی عبادت یا کسی اور کام میں مصروف ہوتے ہیں تو ان کی صورت پر فرشتے آ کر ان کی جگہ گفتگو کرتے ہیں اور یہ جو بیان کیا کہ سہل نے جو علامات اولیاء کی بیان کیں وہ ان کا اپنا مرتبہ تھا۔ یعنی

انہوں نے اپنے مرتبہ اور مقام ولایت کو بیان فرمایا۔

حکایت (۴۳۳) حضرت سہل ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں مکہ معظمہ میں تھا اور ایک بار میں طواف کرنے گیا تو میں نے دو شخصوں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور ایک شخص دوسرے سے کہنے لگے کہو یا حی یا نور روح سمع اذان قلبی یا کہا یا نور روح بصر عیون قلبی بحق الفحول عبیک یامرد م الارواح۔ میں نے ان کے پیچھے جا کر کہا۔ السلام علیکم۔ میں نے تمہارے کلمے سن لیے اور الفاظ یاد کر لیے۔ تم لوگ کون ہو۔ خدا تم پر رحم فرمادے۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ میں خضر ہوں اور یہ میرے بھائی الیاس ہیں اور فرمایا جب تم نے ان کلمات کو یاد کر لیا ہے تو اور کسی چیز کے فوت ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔ لیکن دنیا کی ضرورتوں میں یہ نہ پڑھا کرو۔ سلام اللہ علیہما ونفعنا بہما آمین۔

اور ابو جعفر مداد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک کشتی پر سوار ہو کر بصرہ سے بغداد کو جا رہا تھا۔ میرے ساتھ ایک اور شخص بھی تھا جو نہ کچھ کھاتا تھا، نہ پیتا تھا نہ نماز پڑھتا تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ تو کون ہے۔ کہا میں نصرانی ہوں۔ میں نے کہا کہ تو کیوں نہیں کھاتا، کہا میں متوکل ہوں۔ میں نے کہا میں بھی متوکل ہوں اور ابھی ان لوگوں کا دسترخوان چنا جائے گا اور وہ ہمیں بلائیں گے۔ ہم کیوں یہاں بیٹھیں، اٹھو ہم پیدل چلیں۔ اس نے کہا ایک شرط پر چلتا ہوں کہ جب ہم کسی شہر میں پہنچیں تو نہ تم مسجد میں جاؤ نہ میں گرجا میں جاؤں۔ میں نے کہا اچھا منظور ہے۔ ہم چل کر شام کے وقت ایک قریہ میں پہنچے اور ایک کوڑے کے قریب بیٹھے ایک کالا کتا منہ میں ایک روٹی لیے ہوئے آیا اور نصرانی کے آگے رکھ کے چلا گیا، اس نے وہ روٹی کھائی میری طرف التفات کیا نہ مجھے کھانے کو کہا۔ ہم اسی طرح تین دن چلے۔ ہر شب اس کے پاس کتا ایک روٹی لے آتا تھا اور وہ اپنے آپ کھا لیتا تھا۔ جب چوتھا دن ہوا تو ہم ایک گاؤں میں شام کے وقت پہنچے اور میں مغرب کی نماز کے لیے کھڑا ہوا۔ ایک شخص ایک طبق میں روٹی اور ایک لوٹے میں پانی لے کر میرے پاس آیا اور مجھے سلام کیا۔ جب نماز سے میں فارغ ہوا تو اس نے میرے آگے لا کر رکھا۔ میں نے اس نصرانی کو دکھا کر کہا کہ اس شخص کے پاس لے جاؤ۔ یہ

کہہ کر پھر نماز میں مشغول ہو گیا۔ وہ نصرانی طبق لیے ہوئے میرے پاس آیا جب میں نے سلام پھیرا تو مجھ سے کہا تم اپنے دین کی مجھے تعلیم کرو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ دین سچا ہے میں نے کہا یہ کیونکر تجھے معلوم ہوا کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ میری روزی میرے ہی جیسے کتے کے ساتھ روانہ کرتے تھے اور جو کچھ مجھے ملتا تھا اُسے میں ہی کھا لیا کرتا تھا اور تمہارے پاس تمہارے ہی جیسے آدمی کے ہاتھ روانہ کیا اور تین دن کے بعد اس وقت بھی تم نے اپنے نفس پر مجھے مقدم کیا اس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ تمہارا دین میرے دین سے اچھا ہے۔ پھر وہ مسلمان ہو گیا رحمہ اللہ تعالیٰ۔ الحمد للہ الذی ھدانا للاسلام وجعلنا فی امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

حکایت (۴۲۳) ایک شیخ کی حکایت کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو بکر ابن شفیق نے طرطوس میں کہا کہ میں نے ابو الخیر سے ایک بات سنی جسے ہر ادن قبول نہیں کرتا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے کہا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو دیکھا میں نے کہا میں اس کی تصدیق میں ایک حکایت تم سے بیان کرتا ہوں کہ میں نے محمد ابن حامد سے سنا ہے انہوں نے اس حدیث کا ذکر کیا کیف اخاف علی امۃ انا اولھم و عیسیٰ اٰخرھم صلوات اللہ وسلامہ علیھما یعنی اس امت کا مجھے کیا خوف جن کا اوّل میں ہوں اور عیسیٰ علیہ السلام آخر ہیں اس وقت ابن حامد نے مجھ سے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام تین مرتبہ نازل ہوں گے۔ پہلی بار ان کا ظہور اولیاء اللہ پر ہوگا اور دوسری بار صالحین پر اور تیسری بار بیت المقدس میں نازل ہوں گے۔ اس وقت انہیں خاص و عام سب دیکھیں گے۔ اس وقت ابن شفیق کھڑے ہوتے اور گھر میں جا کر سواری پر سوار ہوئے اور ہمارے سامنے سے نکلے۔ میں نے پوچھا کہاں جاتے ہو کہا ابو الخیر کے پاس تاکہ ان سے معافی مانگوں۔ میں نے کہا کل کو جانا تو کہا نہیں مجھے اندیشہ مر جانے کا ہے چند روز کے بعد وہ طرطوس واپس آتے میں ان کے پاس گیا۔ فرمایا میں جس تعجب کی وجہ سے گیا تھا، اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات دیکھ آیا وہ یہ ہے کہ جب میں ان کے پاس پہنچا تو وہ نماز عصر ادا کر چکے تھے اور مصلے ہی پر بیٹھے تھے جب میں مسجد کے دروازہ پر پہنچا تو فرمایا اے ابو بکر جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔ ثم آمین۔

اور ابو عمران سندی رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ میں مصر کی فلاں جامع مسجد میں تھا۔ میرے دل میں نکاح کا خیال آیا اور میرا ارادہ مصمم ہو گیا۔ اس وقت قبلہ کی جانب سے ایک نور ظاہر ہو گیا کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا اور اس میں سے ایک ہاتھ نکلا اس میں ایک جوتی تھی سُرخ یاقوت کی اور تسمہ اس کا سبز زمرد کا اور اُس پر موتی جڑے ہوئے اور ایک ہاتف نے آواز دی کہ یہ اس کی (یعنی تمہاری حور کی) جوتی ہے وہ خود کیسی ہوگی۔ اس وقت میرے دل سے عورتوں کی خواہش جاتی رہی۔ اور محمد وراق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مبارک نامی ایک حبشی تھے وہ مباح کام کیا کرتے تھے۔ ہم ان سے کہا کرتے تھے اے مبارک تم نکاح نہیں کر دگے۔ تو وہ جواب دیتے تھے کہ میں اللہ تعالےٰ سے سوال کرتا ہوں کہ حور سے میرا نکاح کر دے راوی کہتے ہیں کہ ہم ایک جہاد میں شریک ہوئے اور دشمن ہم پر حملہ آور ہوا اور اس میں مبارک شہید ہوئے اور جب ہم ان پر سے گذرے تو ہم نے دیکھا کہ ان کا سر الگ پڑا تھا اور دھڑ ایک طرف تھا اور وہ پیٹ کے بل گرے تھے، ان کے ہاتھ سینہ کے نیچے تھے۔ ہم ان کے پاس کھڑے ہوئے اور کہا اے مبارک اللہ نے کتنی حوروں کے ساتھ تمہارا بیاہ کیا۔ انہوں نے سینہ کے نیچے سے ہاتھ نکال کر تین انگلیوں سے اشارہ کیا۔ یعنی تین حوروں سے۔

حکایت (۴۳۴) حضرت ابو احمد حلاس رحمۃ اللہ تعالےٰ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میری والدہ بڑی صالحہ تھیں۔ ایک دن ہم بہت فقر کی حالت میں تھے۔ مجھ سے کہا اے بیٹے ہم کب تک اس تکلیف میں رہیں گے۔ جب سحر کا وقت ہوا تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر ہمارے واسطے آخرت میں کچھ ہے تو اُس میں سے ہمیں دنیا میں کچھ عطا فرما دے۔ اس وقت گھر کے ایک گوشہ میں مجھے ایک نور دکھائی دیا۔ میں اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ ایک تخت کے سونے کے پائے ہیں اور جواہر سے مرصع کیئے گئے ہیں میں نے والدہ سے کہا کہ یہ لو اور کچھ جواہر بیچنے کے ارادہ سے بازار میں گیا اور جی میں کہتا تھا کہ ان میں سے کچھ جواہر جوہریوں کے ہاتھ فروخت کر دوں لیکن اس کا کیا طریقہ ہوگا۔ جب میں مسجد سے لوٹ کر آیا تو مجھ سے میری ماں نے کہا اے بیٹے تو مجھے معاف کر دے کیونکہ جب تو گھر سے نکلا تو میں سو گئی میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوئی وہاں میں نے ایک محل دیکھا جس کے دروازہ پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ یہ مکان ابو احمد حلاس کا ہے۔ میں نے کہا میرے بیٹے کا تو ایک

شخص نے کہا ہاں۔ میں اس مکان میں جا کر اس کے کمروں میں گشت کرتی رہی۔ میں نے ایک کمرے میں بہت سے تخت بچھے ہوئے دیکھے۔ ان کے بیچ میں ایک تخت ٹوٹا ہوا تھا۔ میں نے کہا ان تختوں کے بیچ میں یہ ٹوٹا ہوا تخت کس قدر بے موقع ہے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ اس کے پائے تم نے لیے ہیں۔ میں نے کہا اُسے اپنی جگہ پہنچا دو۔ جب میں جاگی تو وہ غائب ہو گئے تھے۔ اللہ کا شکر ہے۔ رضی اللہ عنہا۔

اسی طرح بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم ملک روم میں تھے۔ ایک شخص ہمارے ساتھ ہو لیے جو نہ کبھی کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ میں نے کہا میں نے تمہیں گیارہ روز سے کوئی چیز کھاتے نہیں دیکھا۔ فرمایا جب تم سے جدا ہونے کا وقت آئے گا تو میں تم سے اس کی وجہ بیان کر دوں گا۔ جب وقت جدائی کا آیا تو میں نے کہا آپ اپنا وعدہ پورا کریں۔ فرمایا میں چار سو آدمیوں کے ہمراہ غزوہ میں شریک ہوا۔ دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور میرے ساتھی شہید ہوئے میں صرف بچ نکلا۔ میں مقتولین کے درمیان تھا۔ جب غروب کا وقت ہوا تو مجھے اوپر کی جانب خوشبو مہکتی ہوئی محسوس ہوئی میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا بہت سی لڑکیاں آئیں اور ایسا لباس پہنے ہوئے تھیں کہ ویسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ان کے ہاتھوں میں پیالے تھے اور ان مقتولین کے منہ میں ڈالتی جاتی تھیں۔ میں نے اپنی آنکھ بند کر لی جب میرے پاس آئیں تو ایک نے کہا جلدی سے اس کے حلق میں ڈال کر چلو تاکہ آسمان کے دروازے بند ہونے سے پہلے ہم پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ ہم زمین پر رہ جائیں۔ دوسری نے کہا اسے پلا دو اس میں کچھ رمق باقی ہے۔ تیسری نے کہا کچھ خوف نہ کر پلا دے اے بہن اُس نے میرے منہ میں ڈال دیا۔ میں نے جب سے وہ شربت نوش کیا ہے مجھے کھانے پینے کی کوئی حاجت باقی نہ رہی

حکایت (۴۲۵) ایک شیخ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ملک ہندوستان کو گیا۔ ایک شہر میں پہنچا۔ میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ تھے اُس کے دو چھلکے ہوتے تھے جب انہیں توڑا جاتا تھا تو اس کے اندر سے ایک لپٹا ہوا سبز ورق نکلتا تھا۔ جب اُسے کھولا جاتا تھا تو اس کے اندر قدرتی طور پر سرخ روشنائی سے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوتا تھا اور اہل ہند اس سے تبرک حاصل کرتے تھے اور بارش رک جاتی تھی تو اس کے وسیلہ سے طلب باراں کرتے تھے

اور اس کے پاس گڑگڑا کر رویا کرتے تھے۔ میں نے یہ قصہ ابو یعقوب صیاد سے بیان کیا انہوں نے فرمایا میں اس میں کوئی تعجب انگیز بات نہیں سمجھتا۔ میں جب ایلہ میں تھا تو میں نے ایک مچھلی شکار کی، اس کے دائیں کان پر لا الٰہ الا اللہ اور بائیں پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ میں نے جب یہ دیکھا تو اُسے دریا میں ڈال دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اُنھوں نے اس وجہ سے اُس مچھلی کو پانی میں ڈال دیا تاکہ اللہ اور رسولؐ کے نام کا احترام رہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں دریا کے سفر میں چلا میرے پاس ایک آدمی تھا۔ اسے ہیضہ ہو گیا تھا۔ رات کو کشتی چل رہی تھی وہ شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ اس تختہ پہ جہاں طہارت کے واسطے بیٹھا کرتے ہیں جا بیٹھا ایک زور کی موج آئی اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔ میں لوٹ آیا۔ سب لوگ سوتے ہوتے تھے۔ میرے سوا کسی کو اس واقعہ کی خبر نہ تھی۔ جب میں نے فجر کی نماز ادا کی تو دیکھتا ہوں کہ وہ شخص میرے پہلو میں بیٹھا ہے۔ میں نے کہا تو تو دریا میں گر گیا تھا۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا پھر کیا قصہ ہوا۔ کہا جب میں دریا میں گرا تو ابھی تہ تک نہ پہنچا تھا کہ ایک بڑا پرندہ میرے پاس آیا اور میری ٹانگوں کے درمیان گردن ڈال کر مجھے پانی کے اوپر اُٹھا لایا۔ پھر کشتی کو دیکھا تو کشتی دور نکل گئی تھی وہ مجھے لے اڑا اور کشتی پر لا بٹھایا اور میرے کان کے پاس چونچ لگا کر عربی زبان میں کہا کان ذالک فی الکتٰب مسطورا یعنی یہ واقعہ لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا تھا۔

حکایت (۴۲۶) بعض اہل روم سے مروی ہے کہتے ہیں کہ میرے اسلام لانے کی وجہ یہ ہوئی کہ مسلمان ہم پر چڑھ آئے اور میں ان کی تاک میں ان کے ساتھ چلتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن اخیر کی فوج کو غافل پا کر میں نے تقریباً دس آدمی ان میں سے گرفتار کر لیے اور مقید کر کے خچروں پر سوار کیا اور ہر ایک پہ ایک ایک پہرہ دار مقرر کیا۔ ایک دن میں نے ان میں سے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ میں نے اس کے نگہبان سے اس کے متعلق جواب طلب کیا۔ اس نے کہا کہ یہ شخص جب نماز کا وقت آتا ہے تو مجھ سے کہتا ہے۔

ایک اشرفی دوں گا مجھے نماز پڑھ لینے دے ہمیشہ سے اسی طرح دیتا ہے اور نماز پڑھتا ہے میں نے کہا اس کے پاس کچھ ہے کہا نہیں ہے لیکن جب وہ نماز ادا کر چکتا ہے تو اپنا ہاتھ زمین پر مار کر اُٹھاتا ہے تو اس کے ہاتھ میں ایک اشرفی آجاتی ہے اور وہ مجھے دے دیتا ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو میں نے پرانے کپڑے پہنے اور ایک ادنیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس شخص کے نگران سپاہی کے ساتھ ہو لیا تاکہ اس کی سچائی دیکھوں۔ جب ظہر کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ سے اشارہ سے کہا اگر نماز پڑھنے دو گے تو میں تمہیں ایک دینار دوں گا۔ میں نے اشارہ سے کہا میں دو دینار لوں گا۔ پھر انہوں نے اشارہ سے کہا اچھا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو زمین پر ہاتھ مار کر دو دینار نکالے اور میرے حوالے کیے۔ جب عصر کا وقت آیا تو انہوں نے پھر پہلے ہی کی طرح اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں پانچ دینار سے کم نہ لوں گا۔ کہا اچھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پہلے کی طرح زمین پر ہاتھ مار کر پانچ دینار مجھے اُٹھا دیئے۔ جب مغرب کا وقت آیا تو پھر اشارہ کیا۔ میں نے کہا میں دس دینار سے کم نہ لوں گا۔ انہوں نے قبول کیا اور نماز سے فارغ ہو کر پہلے ہی کی طرح زمین پر ہاتھ مار کر دس دینار میرے حوالے کیے۔ جب وہ منزل پر پہنچے اور صبح ہوئی تو میں نے ان کی حالت دریافت کی اور انہیں دارالاسلام کی جانب لوٹنے کی اجازت دی۔ انہوں نے لوٹ جانا قبول کیا۔ میں نے انہیں ایک خچر پر سوار کر کے ان کے ساتھ توشہ بھی رکھ دیا اور اپنے آگے میں نے خچر پر سوار کیا۔ اس وقت انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تم کو اس کے پاس جو دین پسند ہے اُس دین میں قوت دے۔ اسی وقت سے میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو گئی۔ میں نے ان کے ہمراہ اپنی مقرب جماعت کے کئی آدمی حفاظت کے واسطے بھیجے اور ان سے کہہ دیا کہ دارالاسلام میں جو پہلا شہر تمہیں ملے اس میں انہیں پہنچا دینا۔ اور ان کو دوات کاغذ دیا اور ایک نشان مقرر کیا کہ تم پہنچ کر یہ نشان کاغذ پر لکھ دو تاکہ میں جان لوں کہ انہوں نے احتیاط سے تمہیں پہنچا دیا۔ ہمارے اور اس شہر کے درمیان چار روز کا راستہ تھا۔ جب پانچواں روز ہوا تو وہ لوگ واپس لوٹ آئے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں ان لوگوں نے قتل نہ کر دیا ہو۔ میں نے ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا

جب ہم تم سے جدا ہوئے تو ایک لحظہ میں وہاں پہنچ گئے اور یہ چار دِن ہمیں لوٹنے میں لگے۔

حکایت (۴۲۷) حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ کہ ایک قوم اہلِ یمن کی جہاد کی نیت سے چلی۔ ان میں سے ایک شخص کا گدھا مر گیا۔ جب اور لوگ جانے لگے تو ان سے بھی کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ انھوں نے انکار کیا اور اُٹھ کر وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے اللہ میں تیرے راستہ میں جہاد کرنے چلا ہوں اور تیری ہی رضا مقصود ہے اور مجھے یقین ہے کہ تو مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور اہلِ قبور کو مبعوث کرتا ہے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ میرا گدھا زندہ کر دے اور پھر اُٹھ کر گدھے کو مارا تو وہ کان جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اس پر زین کسی اور لگام ڈال کر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا ملا انھوں نے کہا کیا بات ہے۔ کہا میں نے اللہ سے دعا کی کہ میرا گدھا زندہ کر دے تو اس نے زندہ کر دیا۔ حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے اس گدھے کو کناسہ میں بکتے دیکھا میرے ساتھیوں میں سے ایک شخص نے وہاں جا کر بیان کیا کہ حضرت شعبی کا بیان ہے کہ یہ گدھا مر کر زندہ ہوا ہے۔ لوگوں نے اُسے جھٹلایا اور کہا مرنے کے بعد بھی کہیں گدھا زندہ ہوتا ہے۔ یہ شخص شعبی پر بہتان لگاتا ہے۔ ہمارے ساتھ ان کے پاس چل۔ ان کے پاس جا کر اس شخص نے کہا اے ابوعمر کیا آپ نے مجھ سے یہ نہیں بیان کیا تھا، اس وقت آپ نے کہا یہ کب کا ذکر ہے۔ اس وقت لوگوں نے کہا ہم جانتے تھے کہ اس نے ابوعمر پر بہتان باندھا ہے۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو اس نے کہا اے ابوعمر کیا آپ نے یہ قصّہ مجھ سے نہیں بیان کیا تھا۔ اس وقت آپ نے فرمایا تم پر بھی افسوس ہے کہ تم مرغیوں کے بازار میں اونٹ بیچنے لے گئے تھے۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت شعبی نے اس پر انکار اس لیے فرمایا کہ اس نے ایک بڑی کرامت ایسے شخصوں سے بیان کی جن کی عقول اُسے قبول نہیں کرتی تھیں نہ ان کی ۔۔۔۔ فہم وہاں تک پہنچ سکتی تھی۔ اور ان کے علمی راس المال کو مرغیوں والے تاجر کے ساتھ تشبیہ دی اور اہلِ عقل کے علمی راس المال کو اونٹ کے

تاجروں سے تشبیہ دی۔ اس ثانی تشبیہ میں آپ نے تساہل سے کام لیا ورنہ ان کا راس المال اونٹ والے کیا بلکہ جوہر نفیس والے سے بھی زیادہ اعلیٰ و اولیٰ ہے۔ اور منکرین کا راس المالِ علمی ادنیٰ تانبے کے پیسے سے بھی اقل و اصغر و ادنیٰ و احقر ہے۔ ایسے ہی دو فریق کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ لاتعطوا الحکمۃ غیر اھلھا فتظلموھا ولا تمنعوھا عن اھلھا فتظلموھم۔ یعنی حکمت نا اہل کے سامنے نہ پیش کرو کہ یہ علم و حکمت پر ظلم ہے اور اہل سے مت چھپاؤ ورنہ ان پر ظلم ہوگا۔

حکایت (۴۲۸) شیخ عبدالواحد بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس کے ارادہ سے چلا اور راستہ بھول گیا۔ ناگاہ ایک عورت ملی وہ میرے سامنے آئی میں نے کہا اے مسافرہ کیا تو بھی راستہ بھول گئی ہے اس نے کہا اس کا پہچاننے والا کیونکر مسافر ہوسکتا ہے اور اس کی محبت رکھنے والا کیونکر گمراہ ہوسکتا ہے۔ پھر مجھ سے کہا تو میری لکڑی کا سرا پکڑ کر میرے آگے آگے چل۔ چنانچہ میں اسی لکڑی کا سرا پکڑ کر آگے آگے اس کے سات قدم چلا تھا یا کچھ کم زیادہ کہ اتنے میں میں نے بیت المقدس کی مسجد دیکھی۔ میں نے آنکھوں کو ہاتھ سے مل کر کہا شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔ اس نے کہا اے شخص تیری سیر و سیاحت زاہد دل کی سیر ہے اور میری سیر عارفوں کی سیر ہے۔ زاہد چلتا ہے اور عارف اڑتا ہے اور چلنے والا اڑنے والے کو کب پہنچ سکتا ہے پھر وہ غائب ہوگئیں۔ میں نے اس کے بعد پھر انہیں نہ دیکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و نفعنا بہا بحق سیدنا محمد و آلہ اجمعین۔ آمین۔

حکایت (۴۲۹) حضرت ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک بکریوں کے چرواہے کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارے پاس کچھ پانی یا دودھ ہے۔ کہا ہاں ہے۔ تمہیں دونوں میں سے کون مرغوب ہے۔ میں نے کہا پانی۔ اسی وقت اس نے اپنی لکڑی پتھر پہ ماری جو نہایت سخت تھا اور اس میں سوراخ تھے۔ اس میں سے پانی بہنے لگا۔ میں نے پیا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ میں متعجب رہ گیا۔ انہوں نے کہا تعجب نہ کرو کیونکہ جب بندہ مولا کی اطاعت کرتا ہے تو ہر چیز اس کی اطاعت کرتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ

عنہما ونفعنا بہما وبجمیع الصالحین۔

اسی طرح حسن بصری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدائن سے چلے آپ کے ہمراہ ایک مہمان بھی تھے۔آپ نے جنگل میں ہرنوں کو پھرتے ہوئے دیکھا اور پرندوں کو اڑتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا تم میں سے ایک ہرن اور ایک پرندہ جو موٹے ہوں میرے پاس آجائے کیونکہ میرے پاس ایک مہمان آگیا ہے میں اس کا اکرام کرنا چاہتا ہوں۔چنانچہ دونوں آگئے اس مہمان نے کہا سبحان اللہ۔کیا یہ ہوائی پرندے بھی آپ کے مسخر ہیں۔حضرت سلمان نے فرمایا کیا تم اس سے تعجب کرتے ہو۔کیا تو سمجھتا ہے کہ کوئی بندہ خدا کی فرمانبرداری کرے اور کوئی شئی اس کی نافرمانی کرے۔رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔

حکایت (۴۳۰) عبدالواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔فرماتے ہیں کہ میں اور ایوب السختیانی رضی اللہ عنہ سفر کو چلے۔ہم شام کے ایک راستہ پر جارہے تھے تو ہم نے ایک حبشی کو دیکھا کہ لکڑیوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہمارے سامنے سے آرہا تھا۔میں نے کہا اے حبشی تیرا رب کون ہے۔اس نے کہا میرے جیسے آدمی کو تو یہ کہتا ہے۔یہ کہہ کر بوجھ رکھ دیا اور آسمان کی طرف منہ کرکے کہا اے پروردگار اسے سونا بنادے۔چنانچہ اسی وقت وہ بوجھ سونے کا ہو گیا۔پھر ہم سے کہا تم اسے دیکھتے ہو۔ہم نے کہا ہاں۔پھر کہا اے اللہ اسے لکڑی بنادے۔چنانچہ لکڑی بن گیا۔جیسا کہ پہلے تھا۔پھر ہم سے کہا۔عارفین سے سوال کرتے رہو۔ان کے عجائب فنا نہیں ہوتے۔حضرت ایوبؒ فرماتے ہیں کہ میں اس حبشی غلام کی حالت دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس سے ایسا شرمندہ ہوا کہ کبھی کسی سے نہ ہوا تھا۔پھر ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔انہوں نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو ہمارے سامنے ایک پیالہ آگیا جس میں شہد تھا جو برف سے بھی زیادہ سفید اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔کہا کھالو۔یہ شہد مکھیوں کے پیٹ کا نہیں ہے۔ہم نے کھایا۔تو اس سے میٹھی کوئی چیز ہم نے نہیں دیکھی۔ہم نے تعجب کیا۔فرمایا ایسی کرامتوں پر تعجب کرنے والا عارف نہیں ہوتا اور جو تعجب کرے سمجھ جاؤ کہ وہ اللہ سے دور ہے اور جو کرامتوں کو دیکھ کر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ شخص اللہ تعالےٰ سے جاہل

اور ناواقف ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ

حکایت (۴۳۱) حضرت واسطی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار جنگل میں سیر کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک اعرابی کے پاس پہنچا جو تنہا بیٹھے تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا انہوں نے جواب دیا۔ میں ان سے کچھ کہنا چاہتا تھا کہ انہوں نے کہا اللہ کے ذکر میں مشغول رہو۔ کیونکہ اس کا ذکر قلب کی شفا ہے۔ پھر فرمایا آدمی کیونکر اس کے ذکر اور خدمت سے سست ہوتا ہے۔ حالانکہ موت اس کی تاک میں ہے اور اللہ تعالےٰ اُسے دیکھ رہا ہے۔ پھر رونے لگے اور میں بھی ان کے ساتھ روتا رہا۔ پھر میں نے کہا کیا بات ہے میں تمہیں تنہا دیکھتا ہوں۔ کہا میں تنہا نہیں ہوں۔ اللہ تعالےٰ میرے ساتھ ہے میں تنہا نہیں ہوں۔ جب کہ وہ میرا انیس ہے پھر اُٹھ کر میرے پاس سے جلدی سے چلے گئے اور کہنے لگے اے میرے مالک اکثر مخلوق تیری تجھے چھوڑ کر غیر کے ساتھ مشغول ہے حالانکہ تو ساری چھوٹی ہوئی چیزوں کا عوض ہے۔ اے ساتھی ہر غریب کے اور اے مونس ہر تنہا کے اے پناہ دینے والے ہر چھوڑے ہوتے کے۔ وہ آگے آگے چلے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا۔ پھر میری طرف پھر کر کہا خدا تمہیں عافیت دے مجھ سے اچھے آدمی کو ڈھونڈو اور مجھے اپنے سے اچھے کے ساتھ مشغول رہنے دو۔ پھر غائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۳۲) حضرت عبدالواحد ابن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک راہب پر گذرا۔ ان سے میں نے پوچھا کہ تم یہاں کب سے ہو۔ کہا چوبیس سال سے ہوں۔ میں نے کہا تمہارا انیس یہاں کون ہے۔ کہا اللہ، جو یکتا اور بے نیاز ہے۔ میں نے کہا اور مخلوق میں سے۔ کہا وحشی جانور۔ میں نے کہا تمہاری خوراک کیا ہے۔ کہا ذکر اللہ۔ میں نے کہا ماکولات سے۔ کہا ان درختوں کے پھل اور زمین کے نباتات۔ میں نے کہا تمہیں کسی کی ملاقات کا شوق نہیں ہوتا۔ کہا عارفین کے دل محبوب سے ملنے کا شوق ہوتا ہے۔ میں نے کہا اور مخلوق سے۔ کہا جس کا شوق اللہ سے ہو وہ غیروں کا اشتیاق کیونکر رکھ سکتا ہے۔ میں نے کہا تم لوگوں سے کیوں الگ ہو گئے ہو کہا اس لیے کہ وہ عقل کے چور

ہیں اور ہدایت کے راستہ کے ڈاکو ہیں۔ میں نے کہا آدمی ہدایت کی راہ پر کب پہنچتا ہے۔ کہا جب ماسوی اللہ کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ اور ماسوی اللہ کا ذکر چھوڑ کر اللہ ہی کے ذکر میں مشغول ہو جاتا ہے۔

حکایت (۴۳۳) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار میں جنگل کی سیر کر رہا تھا۔ ناگاہ میں نے ایک آدمی دیکھا کہ گھاس پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ پھر کہا تم کہاں کے رہنے والے ہو۔ میں نے کہا مصر کا رہنے والا ہوں کہا کہاں چلے کہا اللہ کے ساتھ انس طلب کرتا ہوں۔ کہا دنیا و آخرت چھوڑ دے اس وقت طلب صادق ہو گی۔ اور تو مولیٰ کی محبت پر پہنچ جائے گا۔ میں نے کہا یہ سچ ہے۔ مجھ سے اس کا بیان کرو۔ کہا کیا ہماری حاصل کی ہوئی چیز پر تم اتہام لگاتے ہو۔ تم جو کچھ کہتے ہو اس سے بھی زیادہ ہم دیئے گئے ہیں۔ وہ کیا ہے یعنی معرفت الٰہی۔ میں نے کہا۔ میں تم پر اتہام نہیں لگاتا بلکہ یہ چاہتا ہوں کہ اس نور پر اور نور بڑھا یئے۔ فرمایا اے ذوالنون اوپر دیکھ۔ میں نے دیکھا تو آسمان و زمین سونے کے بن گئے تھے اور چمک رہے تھے۔ پھر کہا آنکھ بند کر لے۔ میں نے بند کی۔ جب کھولی تو جیسے کہ تھے ویسے ہی ہو گئے۔ میں نے کہا اس کی جانب راستہ کیونکر ملے گا۔ کہا اللہ تعالےٰ کے لیے سب سے الگ ہو جا اگر تو اس کا بندہ ہے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہما و نفعنا بہما۔ آمین

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کرامت انہوں نے دکھائی یہ معرفت نہیں ہے بلکہ معرفت کی علامت ہے۔ کیونکہ کرامت استقامت کی دلیل ہے اور استقامت عارفین ہی کو حاصل ہوتی ہے۔

حکایت (۴۳۴) محمد مقدسی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ملک شام کے پاگل خانہ میں گیا۔ وہاں میں نے ایک جوان کو دیکھا اس کے گلے میں طوق اور پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور زنجیر سے بندھی ہوئی تھیں۔ جب ان کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا اے محمد دیکھتے ہو میرے ساتھ کیا کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا میں تمہیں قاصد بناتا ہوں تم اس سے کہہ دو کہ اگر آسمانوں کو طوق بنا دے اور زمین کی بیڑی پاؤں میں ڈالے تو بھی تجھے چھوڑ کر

عنبر کی طرف ایک لحظہ بھی التفات نہ کروں گا۔ پھر دو شعر پڑھے ؎

علی بعدک لا یصبر من عادتہ القرب ۔۔۔ ولا یقوی علی قطعک من یتمہ الحب
ثوی حبک فی قلبی واحرق حرہ کبدی ۔۔۔ اذا لم تترک العین فقد ابصرک القلب

(ترجمہ) وہ تیری جدائی پر صبر نہیں کر سکتے جس کی عادت قرب کی ہو گئی ہے اور وہ قطع تعلق پر قادر نہیں ہے۔ جس کو محبت نے غلام ذلیل بنا دیا ہے۔ تیری محبت میرے دل میں اور اس کی تپش میرے جگر میں ہے۔ اگر تجھے آنکھ نہیں دیکھتی تو دل تو دیکھتا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

اور حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حبشی کو کعبہ کے گرد طواف کرتے دیکھا وہ اَنْتَ اَنْتَ یعنی تو تو کے سوائے کچھ نہیں کہتے تھے میں نے کہا اے عبداللہ اس سے تمہاری کیا مراد ہے تو انہوں نے چند اشعار پڑھے ؎

بین المحبین سر لیس یفشیہ ۔۔۔ خط ولا قلم عنہ یحکیہ
نار یقابلہا انس یمازجہ ۔۔۔ نور یخبرہ عن بعض ما فیہ
شوقی الیہ ولا ابغی بہ بدلا ۔۔۔ ھذہ سرائر کتمان تناجیہ

(ترجمہ) دوستوں کے درمیان ایک راز ہے جسے فاش نہیں کر سکتا۔ کوئی خط اور نہ قلم اس کی حکایت کر سکتا ہے۔ آتش عشق کے ساتھ محبت ہے جس سے وہ نور ملا ہوا ہے جو محبوب کی بعض باتوں کی خبر دیتا ہے۔ میرا شوق اسی کی جانب ہے۔ میں اس کے عوض میں کچھ نہیں چاہتا۔ یہ چھپانے کے قابل راز ہیں جن کو تم چپکے چپکے سن رہے ہو۔

بعض عارفین فرماتے ہیں کہ بیچارے غافل لوگ بہت ہی عبادات میں مشغول رہتے ہیں اور اس کو بہت بڑا جانتے ہیں اور فخر کرتے ہیں لیکن اگر اہلِ معرفت تمام آسمانوں اور زمین والوں کے برابر ازل سے ابد تک عبادت کریں تو بھی ان کی نظر میں یہ سب اللہ کی عظمت کے مقابل بہت کم ہے۔ جیسا کہ زمین و آسمان کے مقابل میں ایک رائی کا دانہ ہوتا ہے۔

حکایت (۴۳۵) حضرت ابو سعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں تھا۔ مجھے سخت بھوک لگی۔ میرے نفس نے کہا کہ میں اللہ سے کوئی کھانے کی چیز مانگوں۔ میں نے کہا یہ ان متوکلین کا

کام نہیں ہے جوکہ ہمت والے ہیں تو میرے نفس نے کہا کہ میں اللہ سے صبر مانگوں جب میں نے اس کا ارادہ کیا تو ایک ہاتف کی آواز سُنائی دی وہ کہتا تھا ؎

ویزعم انہ منا قریب وانا لا نضیع من اتانا
فھم ابو سعید سؤل صبر کانا لا نراہ ولا یرانا

(ترجمہ) اس کا گمان ہے کہ وہ ہم سے قریب ہے۔ حالانکہ جو ہمارے پاس آتا ہے ہم اُسے ضائع نہیں کرتے۔ ابوسعید نے ہم سے صبر کی درخواست کا قصد کیا۔ گویا ہم اُسے نہیں دیکھتے۔ نہ وہ ہمیں دیکھتا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ رویتِ قلب مشاہدۂ یقین سے ہوتی ہے اگرچہ ظاہری آنکھوں سے معاینہ نہ ہو سکے۔ اس معنیٰ میں مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے زبانِ حال سے فرمایا ہے۔ ؎

یا غائبا وھو فی قلبی اشاھدہٗ ما غاب من لم یزل فی قلب مشھودا
ان فات عینی من رؤیاک حظھما فالقلب قد نال حظا منک محمودا

(ترجمہ) اے غائب حالانکہ وہ میرے دل میں ہے۔ میں اسے دیکھتا ہوں جو قلب میں حاضر و شاہد ہو وہ غائب نہیں ہے۔ اگرچہ آنکھوں سے تیرے مشاہدہ کی نعمت فوت ہوگئی ہے لیکن دل کو تیرے مشاہدہ کا پورا حصّہ مل گیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ اشعار اس لیے کہے تھے کہ میں نے بعض مصنفین کو ذیل کے شعر سے جو کہ ناتمام ہے استدلال کرتے دیکھا ہے ؎

ان کنت لست معی فالذکر منک معی یراک قلبی وان غیبت عن بصری

(ترجمہ) اگر تو میرے ساتھ نہیں ہے تو تیرا ذکر میرے ساتھ ہے۔ تجھے میرا دل دیکھتا ہے۔ اگرچہ تو میری آنکھوں سے غائب کیا گیا ہے۔ اور یہ شعر دو وجہ سے اللہ تعالےٰ کے حق میں منطبق نہیں ہو سکتا۔ ایک تو یہ کہ اس میں یہ لفظ ہے اگر تو میرے ساتھ نہیں ہے۔ یہ اللہ کے حق میں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ ہر ایک کے ساتھ موجود ہے۔ دوسرے یہ لفظ کہ اگرچہ آنکھوں سے غائب کیا گیا ہے۔ یہ بھی اللہ کی شان پر منطبق نہیں ہوتا بلکہ مخلوق کی شان میں بھی یہ شعر منطبق نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا قلب کسی مخلوق کو نہیں دیکھتا۔ کیونکہ رویت قلبی اس نور کی وجہ سے ہوتی ہے جو عارفین باللہ ہی کو حاصل ہوتا ہے اور ایسے شخص کا قلب تو جہال کے قلب سے بھی زیادہ

سیاہ ہے اور رویت قلبی تو عارفین باللہ ہی کو حاصل ہوتی ہے جیسا کہ قائل کا قول ہے قلوب العارفین لہا عیون یعنی عارفوں کے قلب میں ایسی آنکھیں ہیں جن سے وہ چیزیں دیکھتے ہیں جن کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ اسی طرح یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ تیرا ذکر میرے ساتھ ہے۔ کیونکہ یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے۔ جب ذکر سے ذکر خالق مراد لیا جائے جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے وھو معکم اینما کنتم یعنی تم جہاں کہیں پر ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے اور ایک جگہ فرمایا ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی تم مجھے یاد کرو۔ میں تمہیں یاد کروں گا اور فرمایا انا جلیس من ذکرنی۔ یعنی جو مجھے یاد کرتے ہیں میں ان کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اسی طرح کے اور اقوال خداوند کریم کے جن سے حق تعالےٰ نے بندہ کو خلعتِ بزرگی عطا فرمائی ہے اور جنت کے بڑے بڑے قصور کی سکونت عطا فرمائی ہے۔ اے اللہ تو ہمارے قلوب کو بارانِ رحمت سے زندہ کر اور اس کو نورِ معرفت سے منور کر اور اپنے ذکر و شکر اور حُسنِ عبادت سے مزین فرما۔ تو ہی بادشاہ احسان و کرم والا ہے اور بڑے فضل والا ہے مسلمانوں پر آمین۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ اس قسم کا اطلاق مخلوق کے حق میں جائز ہے باوجودیکہ اس میں تعسف ہے لیکن۔ یہ تو جائز نہیں ہے۔ کہ معرفت کے موقع میں اس سے استشہاد کیا جائے۔ جہاں اس کے جمال و جلال کا مشاہدہ قلبی انوار سے فرشِ تقرب پر جامِ وصل میں شرابِ محبت کے پینے والے کرتے ہیں۔ جس وقت کہ انہیں مناجات اور انس پیدا ہو جاتا ہے۔ کسی کا کیا اچھا قول ہے۔ ؎

قلوب العارفین لہا عیون　　تری ما لا یراہ الناظرونا

والسنۃ بسر قد تناجی　　یغیب عن الکرام الکاتبینا

واجنحۃ تطیر بغیر ریش　　فتاوی عند رب العالمینا

وتنوعی فی ریاض القدس طورا　　وتشرب من بحار العارفینا

عباداً قاصدوا بالسر حتی　　دنوا منہ وصاروا صابرینا

(ترجمہ) عارفین کے قلب میں ایسی آنکھیں ہیں جو ایسی چیزیں مشاہدہ کرتی ہیں جنہیں آنکھوں والے نہیں دیکھ سکتے اور ان کی زبان ایسے راز بیان کرتی ہے جو کراماً کاتبین سے بھی پوشیدہ ہیں۔ اُن کے بازو بغیر پروں کے اڑتے ہیں۔

اور رب العالمین کے پاس بسیرا لیتے ہیں۔ کبھی باغ قدس میں چلتے ہیں اور دریائے معرفت کا پانی پیتے ہیں۔ اور وہ ایسے بندے ہیں جو پوشیدہ چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ محبوب کے قریب ہو گئے اور صابر ہو گئے ہیں۔ ایک اور قائل کا قول بھی بہت اچھا ہے۔ ؎

للعارفین قلوب یعرفون بها نورالاله بسرالسر فی الحجب
هم عن الخلق عمی عن مناظرهم بکم عن النطق فی دعواه بالکذب

(ترجمہ) عارفین کے ایسے قلب ہیں جن سے وہ پہچانتے ہیں اللہ کا نور جو پردہ میں راز در راز میں ہے۔ مخلوق سے بہرے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں ان سے اندھی ہیں۔ اگر مخلوق ان کے جھوٹے ہونے کا دعویٰ کرتی ہو تو وہ خاموش رہتے ہیں۔

حکایت (۴۳۶) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک عرب کی تعریف کی گئی اور ان کی عمدہ شان اور حسن کلام کا ذکر کیا گیا جو وہ معرفت کے متعلق کیا کرتے تھے۔ سفر کر کے ان کے مقام پر پہنچا اور چالیس دن تک ان کی خدمت میں رہا مجھے عبادت کی مشغولی کیوجہ سے کبھی ان کے علم سے فیض یاب ہونے کا موقعہ نہ ملا۔ ایک دن مجھے دیکھ کر فرمایا یہ کہاں کا رہنے والا ہے (یعنی تم کہاں کے رہنے والے ہو) میں نے اپنی حالت بیان کی۔ فرمایا میرے پاس کیوں آئے ہو۔ میں نے کہا میں آپ سے ایسا علم حاصل کرنے آیا ہوں جو مجھے اللہ کا راستہ دکھا دے فرمایا اللہ سے ڈر اور اس سے استعانت طلب کر اور اس پر توکل کر وہی سرپرست لائق حمد ہے۔ پھر خاموش ہو رہے۔ میں نے کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ کچھ اور بیان کیجیے میں مسافر آدمی ہوں، آپ کے پاس بہت دور سے آیا ہوں۔ میں اپنے چند شبہات جو میرے قلب میں پیدا ہوتے انہیں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔ فرمایا تم متعلم ہو یا عالم ہو یا مناظر ہو۔ میں نے کہا میں متعلم محتاج ہوں۔ فرمایا متعلم کی طرح رہو اور سوال کا ادب پیش نظر رکھو۔ کیونکہ تم آداب میں اگر نقصان اور تعدی کرو گے تو معلم کا نفع تم سے فوت ہو جائے گا۔ عاقل علماء اور عارف صوفیاء صدق و وفا کے راستہ پر چلتے ہیں اور قرب اور صفائی کے قدم سے غم اور بلا کے جنگل قطع کرتے ہیں اور دونوں بدن کی خیریت اور لذت حاصل کرتے ہیں۔ میں نے

کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ بندہ کب اس مرتبہ پر پہنچتا ہے۔ فرمایا جب اسباب وانساب سے نکل جاتا ہے وہ قلب سے سارے علاقے قطع کر دیتا ہے۔ میں نے کہا بندہ کب اس رتبہ پر پہنچتا ہے فرمایا جب طاقت و قوت سے نکل جاتے اور اس کے پاس ایسی شئی نہ رہے جس کا وہ مالک ہو نہ ایسی حالت ہو جسے وہ جانتا ہو۔ رضی اللہ عنہما

حکایت (۴۳۷) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے ایک سفر میں ایک شیخ سے ملا جن کے چہرہ پر علامت عارفین کی تھی۔ میں نے پوچھا خدا تعالیٰ آپ پر رحم کرے۔ اللہ کی جانب راستہ کیونکر ملتا ہے۔ کہا اگر اللہ کو پہچان لے تو تجھے اس کی طرف جانے کا راستہ بھی مل جائے گا۔ پھر کہا اے شخص خلاف اور اختلاف چھوڑ دے میں نے کہا اے شیخ کیا علماء کا اختلاف رحمت نہیں ہے کہا ہاں لیکن تجرید اور توحید میں اختلاف رحمت نہیں ہے۔ میں نے کہا تجرید اور توحید کیا چیز ہے کہا مخلوق کے دیدار کو خدا کے پانے کے لیے چھوڑ دینا۔ میں نے کہا عارف کبھی خوش بھی ہوتا ہے۔ کہا عارف کو کبھی غم بھی ہوتا ہے۔ میں نے کہا جو اللہ کو پہچانتا ہے کیا اس کا غم زائل نہیں ہوتا۔ کہا جو اللہ کو جان لیتا ہے اس کا غم زائل ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا کیا دنیا عارفین کے قلب کو متغیر کر دیتی ہے۔ کہا عارفین کے قلب کو آخرت بھی کہیں متغیر کر سکتی ہے جو دنیا متغیر کر سکے۔ میں نے کہا کیا اللہ کو پہچاننے والا لوگوں سے متوحش نہیں ہوتا۔ کہا نہیں بلکہ وہ اللہ کی جانب مائل ہوتا ہے اور لوگوں سے مجرد ہوتا ہے۔ میں نے کہا کیا اللہ کے سوائے کسی اور چیز سے عارف کو افسوس بھی ہوتا ہے۔ کہا کیا عارف خدا کے سوا کو جانتا بھی ہے جس پر افسوس کرے۔ میں نے کہا کیا عارف اللہ کی جانب مشتاق ہوتا ہے۔ کہا کیا عارف اللہ سے لحظہ بھر غائب بھی رہتا ہے جو مشتاق ہو۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم کیا ہے۔ فرمایا تو اللہ کی عظمت و ہیبت کے ساتھ اللہ کہے۔ یہی اسم اعظم ہے۔ میں نے کہا۔ میں اکثر کہتا ہوں۔ مگر ہیبت پیدا نہیں ہوتی۔ کہا تم اپنے اعتبار سے کہتے ہو اُس کے اعتبار سے نہیں کہتے۔ میں نے کہا مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ کہا اتنا جان لینا تجھے کافی ہے کہ وہ تجھے دیکھتا ہے۔ میں ان کے پاس سے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا مجھے کیا حکم ہوتا ہے۔ کہا وہ تجھے ہر حالت میں جانتا ہے تو بھی اُسے مت بھول۔ رضی اللہ

عنہما و نفعنا بہما۔ آمین۔

حکایت (۴۳۸) شیخ ابوالعباس حرار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم مع ایک جماعت مریدوں کے شیخ ابواحمد اندلسی کے یہاں بغرض زیارت پہنچے۔ ہم نے ان کے پاس ایک بڑی مخلوق دیکھی اور بہت سے نقیب تھے۔ ہر نقیب کے ماتحت ایک بڑی جماعت ہوتی تھی۔ ہمیں دیکھ کر حضرت شیخ نے فرمایا جب بچہ معلم کے پاس صاف تختی لے آتا ہے تو معلم اس پر لکھتا ہے اور اگر پہلے ہی تختی بھری ہو تو کہاں لکھے۔ بلکہ اس سے کہہ دیتا ہے کہ لوٹ جاؤ پھر ہماری طرف ثانیاً ایک نگاہ کی اور فرمایا جو شخص کئی پانی پیتا ہے تو اُس کے مزاج میں تغیر پیدا ہو جاتا ہے اور جو شخص ایک ہی پانی پیتا ہے اُس کے مزاج میں تغیر نہیں ہوتا۔ حضرت ابوالعباس فرماتے ہیں میں نے ابواحمد کے مرید ایک ہی مکان میں چار سو جوان دیکھے۔ سب کے سب پندرہ برس کی عمر کے تھے یا اس کے قریب اور سب کے سب اہل کشف تھے۔ ایک دن شیخ نے اپنا خادم میرے پاس روانہ کیا۔ میں آپ کی خدمت میں گیا تو آپ کے پاس ایک بڑی جماعت تھی اور آپ کچھ کلام کر رہے تھے۔ جب میں بیٹھ گیا تو بیہوش ہو گیا۔ اور عالم ملکوت مجھ پر منکشف ہوا اور میں نے شیخ کو دیکھا کہ بسولا لیے ہوئے میرے سر پر کھڑے ہیں اور میرے جسم کو منہدم کر رہے ہیں اور میں دیکھ رہا تھا کہ ایک ایک عضو میرا الگ ہو کر زمین پر گر رہا ہے حتیٰ کہ میرے ٹخنوں تک کو انھوں نے جدا کر دیا اور کوئی چیز میرے جسم کی منہدم ہونے سے نہ بچی پھر جسم کی جدید عمارت بنانا شروع کی اور ٹخنوں سے شروع کر کے دماغ تک مکمل کیا۔ پھر فرمایا اب تم مستغنی ہو گئے اپنے شہر کو جاؤ۔ جب میں شیخ کے پاس سے نکلا تو مجھ پر سارا عالم علوی اس طرح منکشف ہو گیا کہ کوئی چیز اس کی مجھ سے پوشیدہ ہی نہ رہی۔

حکایت (۴۳۹) حضرت ابوالعباس حرار ہی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو یوسف دہمانی رضی اللہ عنہ شیخ ابو عبداللہ قریشی رضی اللہ عنہ کے یہاں ایک مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ ایک دن مجھے

شیخ ابو یوسف نے شیخ ابو عبداللہ قرشی کے یہاں بھیجا تاکہ ان سے دریافت کروں کہ اس معین روز مجلس ہو گی یا نہیں۔ جب میں صحن میں، جہاں سے ان کے گھر کا دروازہ تھا پہنچا تو خوف کے سبب متردد کھڑا رہا۔ ناگاہ کھڑکی کھلی اور ایک لونڈی نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا اے احمد شیخ ابو عبداللہ فرماتے ہیں کہ شیخ ابو یوسف سے کہدو کہ آج ہم مجلس منعقد نہیں کریں گے۔ میں نے اس معاملہ پر کہ ایسے وقت کہ شیخ نے بغیر سوال دریافت کیے ہوتے جواب دے دیا اللہ کا شکر ادا کیا۔ جب شیخ ابو یوسف کے پاس پہنچا تو آپ لیٹے ہوئے تھے اُٹھ بیٹھے اور فرمایا تم صحن میں کیوں کھڑے رہے کہ تمہیں لونڈی نے جواب دیا۔ شیخ کے پاس کیوں نہ چلے گئے۔ میں نے عرض کیا حضرت میں ان سے ہیبت کھاتا ہوں۔ فرمایا جب تم اکیلے رہو تو ان سے ڈرو۔ اور جب میرے ساتھ رہو بے خوف چلے جاؤ۔ لوگوں نے شیخ ابوالعباس سے پوچھا کہ اس قصہ میں کشف کس کا بڑھا ہوا تھا۔ فرمایا ابو عبداللہ قریشی کا۔ کیونکہ شیخ ابو یوسف نے تو مجھے بھیجا ہی تھا۔ ان کا خیال اور ان کی توجہ میرے ساتھ ابتداء سے تھی اور میری حالت سوچتے تھے اور قرشی مثل آئینہ کے تھے جو ان کی طرف ہوتا تھا اسی کو دیکھ لیتے تھے۔

حکایت (۴۰۴) ابوالعباس حرار ہی فرماتے ہیں کہ میں سیاحت کرتے ہوتے حضرت شیخ ابوالعباس مرینی کے پاس آیا وہ بڑے آدمی تھے۔ جب میں ان کے پاس جا کر بیٹھا تو ایک شخص نے ان سے سوال کیا کہ حضرت عقل افضل ہے یا روح۔ میں نے دیکھا کہ شیخ اپنی روح کو عالم بالا کی سیر کو لے گئے اور میری روح کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ حتیٰ کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے اور میں وہاں فرشتوں اور انوار کو دیکھنے میں مشغول ہو گیا اور شیخ مجھ سے غائب ہو گئے۔ میں نے اپنے ٹھہرنے کی جگہ تلاش کی تو مجھے نہ ملی۔ آخر میں اُتر آیا۔ دیکھا تو شیخ ابھی اپنی غیبت میں مستغرق تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے اور سائل سے فرمایا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تو جبریل علیہ السلام آپ کے ہمراہ تھے اور اپنی حد پر پہنچ کر جبریل علیہ السلام ٹھہر گئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کی ایک جگہ معین ہے جب سے میں پیدا ہوا ہوں یہاں سے آگے نہیں بڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

وہاں جہاں تک جانا تھا بلا جبرئیل علیہ السلام کے تشریف لے گئے اور جبرئیل علیہ السلام روح تھے اور نبی علیہ السلام اس وقت عقل تھے۔ اس بزرگ نے علم کو اس کے معدن سے حاصل کیا اور تقلید اور معقول سے حاصل نہ کیا اس جماعت کے شیوخ جو ارباب معارف اور اصحاب علم لدنی ہیں ان کی یہی عادت ہے۔ رضی اللہ عنہم ونفعنا بہم اجمعین۔

حکایت (۱۴۴) حضرت ابو العباس رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنی تجرید کے زمانہ میں مصر کی ایک مسجد میں آتا جاتا تھا جو قرافہ کے راستہ میں کمہاروں کے آوے کے سامنے تھی اس میں سوتا تھا اور رات کو وہاں سے اٹھ کر جنگل میں جاتا تھا حق تعالیٰ نے مجھ پر اہل قبور کا حال منکشف فرمایا۔ منعمین اور معذبین دونوں کا مختلف حال نظر آیا۔ فتح مکہ سے پہلے کے مسلمان صحابہ سے اچھا حال میں نے کسی کا نہیں دیکھا۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ کی وصیت کے مطابق اس مسجد مذکورہ بالا کے پاس آپ کو دفنایا گیا ہے۔ میں نے آپ کی زیارت بھی وہیں پر کی ہے۔ اور حضرت شیخ ابو العباس ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلیہ میں ایک بار بیمار ہوا میں چت لیٹا ہوا تھا۔ میں نے دیکھا کہ بڑے بڑے رنگ برنگ کے پرندے سبز، سفید، سرخ ایک ہی مرتبہ سب کے سب بازو سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی ساتھ کھول دیتے ہیں۔ اور بہت سے آدمیوں کے ہاتھوں میں طبق ڈھکے ہوئے ہیں جن میں تحائف ہیں نازل ہو رہے ہیں۔ میرے جی میں آیا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں آگے بڑھا اور کلمۂ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا تیرا وقت ابھی نہیں آیا ہے۔ یہ ایک اور مومن کے لیے تحفہ آیا ہے جس کا وقت آ گیا ہے۔ میں انہیں دیکھتا رہا حتیٰ کہ وہ غائب ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم۔

اور **حکایت** ہے کہ جب حضرت داؤد عجمی کو دفنانے لے گئے تو آپ کی قبر میں ریحان کا فرش کیا ہوا تھا۔ ان کے دفنانے والے نے ان میں سے سات شاخیں نکال لیں۔ وہ ان کے پاس ستر روز تک تر و تازہ رہیں، لوگ انہیں آ آ کر دیکھتے تھے اور تعجب کرتے تھے، پھر اس شخص سے امیر نے لے لیں اور ان کے پاس سے غائب ہو گئیں۔ معلوم نہیں کہاں گئیں۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے علفاریہ مسکینہ کو خواب میں دیکھا۔ میں نے کہا مرحبا اے مسکینہ کہا خبردار خبردار اب تومسکنت جاتی رہی اور امارت آگئی۔ میں نے کہا تجھے مبارک ہو۔ کہا کیا پوچھتے ہو اس کا حال جس کے واسطے ساری جنت مباح ہوگئی ہو میں نے کہا کس سبب سے۔ کہا مجلس ذکر کے سبب سے رضی اللہ عنہا۔

اور حضرت ابوالعباس حرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی بعض سیاحت میں پتھروں سے ضرورتاً استنجا کیا کرتا تھا۔ ایک دن ایک پتھر اُٹھایا تو اُس نے مجھ سے کہا کہ خدا کے لیے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ سے استنجا نہ کر۔ میں نے دوسرا اُٹھایا۔ اس نے بھی یہی کہا۔ اسوقت مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یاد آیا اور میں نے ایک پتھر کو اُٹھا کر کہا کہ مجھ کو اللہ کا حکم ہے کہ میں تجھ سے پاکی کروں اور یہ تیرے واسطے بھی بہتر ہے۔ آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں اپنے بھائی کو مکۂ معظمہ چھوڑ کر مصر آیا۔ پھر اس کے بعد انہوں نے میرے پاس پہنچ کر سلام کیا۔ میں انہیں دیکھ کر خوش ہوا۔ انہوں نے کہا بھائی میں بھوکا ہوں۔ میں نے کہا بھائی جان میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ نہ میں کسب کروں۔ نہ کسی سے کچھ مانگوں۔ میں یہ کلام پورا بھی نہ کرسکا تھا کہ گھر کی کھڑکی میں سے ایک بڑا پرندہ داخل ہوا اور ایک بڑا قیراط میری گود میں ڈال گیا۔ میں نے اُسے اُٹھا کر ان کے لیے کوئی چیز خریدی جسے انہوں نے کھایا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۴۲) شیخ صفی الدین ابو منصور جو شیخ ابوالعباس کے شاگرد ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرے استاد کی ایک صاحبزادی تھیں۔ آپ کے دوستوں اور مصاحبین میں سے بہت سے لوگ ان سے نکاح کرنا چاہتے تھے۔ شیخ کو اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے فرمایا میری اس لڑکی کے نکاح کا کوئی ارادہ نہ کرے۔ کیونکہ جب یہ پیدا ہوئی تھی اسی وقت حق سبحانہٗ تعالےٰ نے اس کے زوج کی مجھے اطلاع دے دی تھی اور میں اس کا منتظر ہوں۔ حضرت شیخ صفی الدین فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اپنے والد کے ہمراہ جو ملکِ اشرف کی وزارت پر تھے۔ فرات کے پار تھا جب ہم مصر آتے تو ملکِ عادل نے میرے والد کو قاصد بنا کر ابو عزیز کے پاس مکۂ معظمہ بھیجا تاکہ ملک مسعود ابن ملک کامل کی یمن جا کر مدد کرے۔ اس وقت میں

شیخ ابوالعباس حرار کے پاس حاضر ہو کر ان کا مصاحب ہوا۔ میرے بچپن ہی میں
جب کبھی شیوخ کا ذکر آتا تو ان کی صورت میرے سامنے ہوتی۔ جب میں ان کے سامنے
بیٹھا تو میری ہیئت بدل گئی اور میری اچھی ہیئت تھی۔ زرین لباس تھا اور سواری
میں عمدہ خچر تھا۔ میں گھر بار چھوڑ کر شیخ ہی کے پاس آ رہا۔ حتیٰ کہ میرے والد بڑی
حشمت کے ساتھ مکہ معظمہ...... لوٹے اور ان کی ملاقات کو مصر سے بڑی مخلوق پورے
اہتمام اور ڈیرے خیموں کے ساتھ شہر کے باہر گئی۔ مجھ سے بھی شیخ نے فرمایا اپنے والد
کی ملاقات کو تم بھی جاؤ۔ میں نے کہا میرا آپ کے سوا کوئی باپ نہیں اور میں اب نہ ان
کی سواریوں پر سوار ہوں اور نہ ان کے ساتھ کھانا کھاؤں۔ فرمایا اپنی بُری حالت ہی کے ساتھ
جاؤ۔ چنانچہ میں ایک معمولی سواری پر بُری ہیئت کے ساتھ سوار ہو کر چلا۔ میرے عزیز میری
حالت دیکھ کر روتے تھے جب والد صاحب سے حاجیوں کے پڑاؤ پر میں نے ملاقات کی۔
تو میں تنہا تھا۔ میں نے انہیں سلام کیا تو نہ انہوں نے مجھے پہچانا نہ ان کے ساتھیوں نے
ان کے ہمراہ سالارانِ فوج اور غلام اور خادم سب تھے۔ جب بعد اس کے مجھے
پہچانا تو دم بخود رہ گئے اور ان کے چہرہ کا رنگ زرد ہو گیا اور بہت سخت متحیّر
ہو گئے اور ہکّا بکّا رہ گئے۔ خدا ان کو اس کا اجر عطا فرمائے۔ پھر آگے چلے تو
میرے اہل و اقربا۔ بھائی اور جو لوگ نکلے تھے اُن سے آ ملے اور جمع ہو گئے اور میں
تنہا ایک کونہ میں کھڑا رہا۔ جب وہ اپنے پڑاؤ پر آئے تو ان کے سامنے تحفے اور کھانے
وغیرہ جو ساتھ شہر سے لائے تھے پیش کیے گئے اور جو جو لوگ ان کے ہمراہ تھے اور جو
ان سے ملنے آئے تھے سب دستر خوان پر جمع ہو گئے۔ مگر میں تنہا الگ رہا اور سخت گریہ
زاری کرتا رہا۔ جیسا کہ قیدی کو جب اس کے اہل و عیال سے چھڑاتے ہیں تو وہ آہ و زاری
کرتا ہے اور روتا ہے۔ اخیر میں مجھے والد نے قید کرنے کی دھمکی دی۔ اگر میں اپنے اس طریق سے
باز نہ آؤں اور پہلے ہی کا طریقہ اختیار نہ کروں۔ میں نے شیخ کو
اس کی خبر دی۔ آپ نے مجھے اپنے یہاں سے نکال دیا اور کہا اپنے باپ کے
پاس جاؤ اور پھر کبھی میرے یہاں نہ آنا۔ ایک مدت تک میں روتا تھا اور لیلیٰ کے
مجنوں کا یہ شعر پڑھتا تھا ؎

جننا بلیلیٰ ثم جنت بغیرنا واخری بنا مجنونة لا نریدها

(ترجمہ) میں لیلیٰ پر دیوانہ ہوا تو وہ غیر پر دیوانی ہو گئی اور ایک تو مجھ پر بھی دیوانی ہو گئی ہے جس کو میں نہیں چاہتا) اس وقت اللہ نے مجھے شیخ کے مقصود کے راز پر مطلع فرمایا کہ شیخ نے میرے صدق کا امتحان کرنا چاہا ہے تاکہ میرے بارے میں وہ خواہش وارادے سے بری ہو جائیں۔ اس وقت شیخ کی طرف سے میرا دل صاف ہو گیا اور اپنے باپ کے گھر جا کر ایک گوشہ میں بیٹھا رہا اور قسم کھائی کہ جب تک شیخ کا حکم نہ ہو۔ نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا نہ سوؤں گا نہ باہر نکلوں گا۔ والد نے میری حالت پوچھی تو لوگوں نے شیخ کے نکال دینے کا اور میرے قسم کھا لینے کا سارا قصہ بیان کیا کہا جب بھوک پیاس لگے گی تو خود بخود کھائے گا۔ چنانچہ جب تیسرے دن بھی میں اسی حالت میں رہا۔ اس روز وہ بیدار ہوئے تو فرمایا اس سے کہدو کہ شیخ کے پاس جائے اور جو چاہے کرے۔ میں نے کہا میں نہیں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ والد خود مجھ کو شیخ کے پاس لے جا کر اُن کے حوالے کر دیں۔ اس سے میری غرض شیخ کا اعزاز بڑھانا تھا۔ کہا اچھا اور مجھے ساتھ لے کر پیدل شیخ کی مسجد کی طرف گئے اور آپ کا ہاتھ چوم کر فرمایا حضرت یہ آپ کا لڑکا ہے اسے جو چاہے کیجئے۔ میری آرزو تو یہ تھی کہ اس کی جگہ پھر میں خود آپ کا خدمت گذار ہوتا۔ شیخ نے فرمایا مجھے امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے سبب سے آپ کو نفع پہنچائے گا پھر مجھے شیخ کے سپرد کر کے چلے گئے۔ خداوند عالم انہیں بڑی جزا عطا فرمائے اور میری جانب سے بھی جزائے خیر عطا فرمائے۔ ایک مہینہ تک میں نے انہیں نہیں دیکھا اور میں شیخ کے مکان پر دو گھڑے پانی سے بھر کر ننگے پاؤں لے جایا کرتا تھا۔ اور لوگ مجھے دیکھ کر والد سے بیان کرتے تھے تو وہ فرماتے تھے کہ میں نے اُسے اللہ کے واسطے چھوڑا ہے اور اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ اس کا یہ ثواب ضائع نہ ہوگا۔ اور دعا کرتا ہوں کہ اُسے اپنے لائق اجر عطا فرمائے۔ پھر والد کی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ اے صفی الدین میں نے اپنی لڑکی کا تجھ سے نکاح کر دیا۔ جب میں بیدار ہوا تو میں متحیر رہ گیا۔ شرم کی وجہ سے اس واقعہ کی اطلاع شیخ کو نہیں کر سکتا تھا۔ اگر نہ کروں تو خیانت کا اندیشہ تھا کہ میں اُن سے کوئی بات دیکھی

ہوتی نہ کہوں، اتنے میں شیخ نے مجھے دیکھا اور فرمایا تونے خواب میں کیا دیکھا
مجھ پر ان کی ہیبت طاری ہوگئی اور خاموش رہا۔ فرمایا بیان کرو تمہیں کہنا پڑے گا
میں نے کہا میں نے یہ واقعہ دیکھا۔ فرمایا اے بیٹے یہ تو ازل ہی سے ہو چکا تھا۔
یا اس قسم کا کوئی اور فقرہ کہا اور میرا عقد اپنی لڑکی کے ساتھ کر دیا اور وہ اولیاء اللہ
میں سے تھیں۔ ان کے چہرے پر ایسا نور تھا کہ کسی دیکھنے والے کو ان کے ولی اللہ ہونے
میں شبہ نہیں ہوتا تھا۔ نہ ان کے جنتی ہونے میں، اور ان سے کئی اولادیں ہوئیں سب کے
سب فقہاء و فقراء ہوتے اور ہم ان کی برکت میں ان کی والد کی وفات کے بعد بھی ایک
مدت تک زندہ رہے بڑی صاحب کشف تھیں مرنے سے ایک سال پہلے اپنے مرنے
کے وقت کی خبر دی تھی اور موت کے قریب بعد موت کے واقع ہونے والی چند
خبریں بیان کیں جو بعد میں واقع ہوئیں اور اپنے نزع کے وقت کہتی تھیں یا ایتھا
النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ اور اسی کو مکرر پڑھتی رہیں
حتیٰ کہ ان کی روح نکل گئی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اجمعین۔

حکایت (۳۴۴) حضرت شیخ صفی الدین ہی فرماتے ہیں اپنے رسالہ میں
میں نے جن بزرگوں کو دیکھا اُن میں ایک شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ ہیں۔
آپ میں عشق کی شوریدگی ظاہر تھی اور اہل دمشق پر مالکانہ تحکم فرماتے تھے۔ چنانچہ
جب میں تیرہ سال کی عمر میں دمشق پہنچا تو میں بڑے احتشام میں تھا۔ میرے ساتھ
غلاموں کی ایک فوج بھی تھی۔ عمدہ لباس بھی تھا۔ عزیز و اقارب بھی تھے۔ میں دمشق
پہنچنے کے بعد جامع مسجد میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص آئے ان کا سر بڑا تھا اور
بدن پر ایک پھٹی ہوئی کملی تھی اور جامع مسجد کا صحن قطع کر کے باب جیرون سے
مقصورۃ امام غزالی کے پاس جہاں میں کھڑا تھا آتے اور اپنے ہاتھ جن میں سیب
بھرے ہوتے تھے میری طرف بڑھا کر فرمایا اسے لے لو میں ان سے ڈرا اور پیچھے کی
طرف ہٹا تو آپ نے سارے سیب ایک ایک کر کے میری طرف کو پھینکے اور چلے گئے۔
اتنے میں شیخ ابوالقاسم صقلی آئے وہ بڑے معتبر آدمی تھے ان کے ہمراہ شیخ نجم الدین میرے
والد کے ماموں تھے جو دمشق میں مدرس تھے۔ ان سے ہم نے یہ واقعہ بیان
کیا۔ انہوں نے سن کر بہت تعجب کیا اور فرمایا اے لڑکے خوش ہو جاؤ تمہاری

کوئی حالت ہونے والی ہے۔ یہ شخص قطبِ شام ہیں ان کا نام علی کردی ہے تمہاری ضیافت کرنے کے لیے یہ سبب لائے تھے۔ ورنہ یہ کس کی قسمت ہے جو وہ اس کی ضیافت کریں پھر میں اٹھا اور ان کے پاس باب جیرون میں جاکر سلام کیا اور ان کے ہاتھ چومے مجھے دیکھ کر خوش ہوئے اور مسکرائے میں نے اُن سے اپنے حضرت شیخ عتیق کی نسبت دریافت کیا فرمایا وہ اپنے وقت کے امام فن ہیں۔ اور شیخ مذکور کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ بھی ہے کہ آپ نے ایک دن اُمرائے دمشق میں سے ایک شخص بدرالدین سے یہ فرمایا کہ اپنے گھر میں سماع کی محفل منعقد کرو اور فقراء کو کھانا کھلاؤ۔ اس نے کہا بہت اچھا۔ چنانچہ اس نے اولاد فقراء کے واسطے جو جامع دمشق میں یا اور کہیں رہتے تھے کھانا پکوایا۔ جب وہ سب جمع ہوئے تو حضرت شیخ علی کردی بھی تشریف لائے اس کے ایک دالان میں شکر کے پیالے تھے۔ گھر والے سے کہا ان سب کو حوض میں ڈال دو۔ اس نے کہا سب؟ کہا ہاں۔ اس نے سب کو حوض میں ڈال دیا۔ چنانچہ شام تک فقراء شربت پیتے رہے اور سماع سنتے رہے پھر کھانا کھا کر چلے گئے اور حضرت شیخ علی نے گھر والے سے کہا کہ اپنے پیالے نکال لے۔ اس نے نکالے تو سب کے سب ثابت تھے اور شکر بھی بعینہٖ باقی تھی۔ پھر گھر والے سے کہا تو چلا جا اور دروازہ باہر سے بند کر لے اور تین دن سے پہلے یہاں میرے پاس مت آیئو۔ وہ حکم بجالایا اور انہیں تنہا مکان کے اندر بند کر کے چلا گیا۔ دوسرے دن اس گھر والے نے انہیں راستہ میں پھرتے دیکھا۔ انہیں سلام کیا۔ پھر اپنے گھر گیا تو اُسے مقفل پایا۔ جب اُسے کھولا تو دیکھا کہ فرش کا سنگِ مرمر اکثر جگہ سے اکھڑا ہوا تھا۔ وہ شخص حضرت کے پاس گیا اور کہا حضرت آپ نے میرے گھر کے فرش کے پتھر کیوں اکھیڑ ڈالے فرمایا اے بدرالدین اچھا آدمی فقیروں کی مہمانی کرے اور حرام کے فرش پر مہمانی کرے انہوں نے کہا۔ حضرت یہ مکان میرے باپ دادا سے میراث میں آیا ہے۔ حضرت اس پر بہت خفا ہوتے اور ہٹ گئے۔ اس شخص نے شیخ کے علمِ کشفی اور ان کے فعل پر غور کیا اس وقت اُسے یاد آیا کہ ایک بار فرش کا سنگِ مرمر اُکھاڑا گیا تھا اور درست کیا گیا تھا۔ فوراً اس شخص نے کاریگروں کو بلایا جنہوں نے اس مکان کو درست کیا تھا اور کہا سچ بتاؤ کہ تم نے فرش لگاتے وقت کیا کیا تھا۔ انہوں نے کہا اس میں ایک عیب رہ گیا ہے۔ ایک کام ہم نے بے موقع کر دیا ہے۔ اس نے کہا جو کچھ تم نے کیا ہے

اس کا اظہار ضروری ہے۔ بیان کر اور انہیں امن دیا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا سنگِ مرمر تو ہم لوگوں نے بیچا اور جامع مسجد کا سنگ مرمر اس میں لگایا۔ اور حضرت شیخ صفی الدین ہی اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ جب حضرت شیخ شہاب الدین رضی اللہ عنہ خلیفہ کی جانب سے قاصد بن کر ملک العادل کے پاس خلعت اور طبق وغیرہ لے کر آئے تو آپ نے مریدوں سے فرمایا میں شیخ علی کردی سے ملنا چاہتا ہوں۔ لوگوں نے کہا مولانا آپ ایسا نہ کریں۔ آپ امامِ وقت ہیں اور وہ شخص نماز نہیں پڑھتے اور اکثر ننگے پھرتے ہیں۔ فرمایا مجھے ان سے ملنا ضروری ہے۔ حضرت شیخ علی کردی اکثر اوقات جامع مسجد میں رہتے تھے حتیٰ کہ ایک اور مجذوب داخل ہوئے جن کا نام یاقوت تھا۔ اسی وقت آپ دمشق سے نکل کر جنگل میں دمشق کے چھوٹے دروازہ کے قریب جا بیٹھے اور پھر اپنی وفات تک کبھی داخل نہ ہوئے اور یاقوت دمشق میں حکم چلاتے تھے۔ چنانچہ شیخ شہاب الدین سے کہا گیا کہ وہ جنگل میں رہتے ہیں۔ آپ خچر پر سوار ہوئے اور ایک مسافر رہبر ساتھ لیا۔ جب ان کے مقام کے قریب پہنچے تو پیدل ہو گئے اور پیدل چلتے ہوئے ان کے سامنے گئے۔ جب شیخ علی کردی نے انہیں اپنے قریب آتے دیکھا تو ننگے ہو گئے۔ حضرت شیخ شہاب الدین نے فرمایا یہ چیز ہمیں روک نہیں سکتی۔ ہم تمہارے مہمان حاضر ہیں اور قریب جا کر سلام کیا اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں دو حمّال آئے جن کے پاس عمدہ کھانا تھا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کس کے واسطے لائے ہو۔ انہوں نے کہا شیخ علی کردی کے لیے۔ فرمایا اسے میرے مہمان کے سامنے رکھ دو اور حضرت شیخ شہاب الدین سے فرمایا بسم اللہ یہ تمہاری ضیافت ہے۔ شیخ نے تناول فرمایا۔ آپ شیخ علی کردی کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ رضی اللہ تعالے عنہم ونفعنا بہم آمین۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جذب جو شیخ علی کردی رضی اللہ عنہ کے قصہ میں مذکور ہوا یہ اکثر اولیاء اللہ میں ہے جو مشہور ہیں اور بعض پر یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ لوگ انہیں مجنون ہی کہنے لگے اور انہیں کتابوں میں عاقل مجنون لکھتے ہیں اور بعض قید کیے گئے۔ ان میں سے ایک جماعت کا ذکر میں نے کتاب میں کیا ہے لوگ انہیں مجنون جانتے ہیں۔ حقیقت میں وہی لوگ عقلاء ہیں۔ اور اولیاء اللہ

ہیں۔ لیکن اللہ کی محبت اور اسکی معرفت اور وہ عظمت کہ جیسے انہوں نے اللہ کی عظمت وجلال او کمال ہی کے لحاظ سے دیکھا ہے۔ ان چیزوں نے انہیں حیران کر دیا ہے اور پریشان و سرگردان بنا دیا ہے۔ جیسا کہ آگے ایک بزرگ کے اشعار گذرے ہیں ؎

حسب الناس ان بہم جنونا حیرتہم محبۃ اللہ حتی
قد شجاہم جمیع ما یعرفونا ہم الہا ذوو عقول ولکن

(ترجمہ) انہیں اللہ کی محبت نے ایسا حیران کیا کہ لوگوں نے گمان کر لیا ہے کہ انہیں جنون ہو گیا ہے۔ وہ لوگ سمجھ دار صاحب عقل ہیں۔ لیکن ان کو ان کی معرفت نے سرگردان کر دیا ہے۔

اور قول حضرت تحفہ کا ہے ؎

انا سکرانۃ وقلبی صحی معشر الناس ما جننت ولکن
لست ابغی عن بابہ من براح انا مفتونۃ بحب حبیب

(ترجمہ) اے لوگو! میں مجنون نہیں ہوں ولیکن۔ میں مست و مدہوش ہوں اور میرا قلب ہوشیار ہے۔ میں ایسے حبیب کی محبت میں مفتون ہوں۔ کہ جس کے دروازہ سے نکلنا اور ہٹنا نہیں چاہیئے۔ بعض وہ ہیں کہ شرابِ محبتِ جمالِ الٰہی کا نشہ ان پر غالب ہو گیا ہے اور اس کی محبت میں حیران ہو کر اپنے وجود سے غافل ہو گئے ہیں اور بے خبر ہیں اور بعض اور بھی ہیں جو محبت رکھنے والے ہیں اور جنون کے پردے میں چھپے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بعض بزرگوں کے اشعار اس مضمون میں گذرے ہیں ؎

لاکتم ما بی من ہواہ فما انکتم وموہت دہری بالجنون علی الوری
ہجرت طعامی والشراب ولم انم فلما رایت الشوق والجذب قاتلی
وان قیل مسقام فما بی من سقم فان قیل مجنون فقد جن فی الہوی

(ترجمہ) ایک زمانہ تک میں بناوٹ سے لوگوں کے سامنے مجنون بنا رہا۔ تاکہ اپنا عشق چھپاؤں مگر وہ نہ چھپا۔ جب میں نے دیکھا کہ شوق وجذب مجھے مار ہی ڈالیں گے تو میں نے کھانا پانی چھوڑ دیا اور نیند بھی چھوڑ دی۔ اگر یہ کہا جاتے کہ یہ تو مجنون ہے تو میں محبت میں مجنون ہوں اور اگر کہا جاتے کہ بیمار ہے تو مجھے کوئی بیماری

نہیں ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی اس مضمون میں دو شعر کہے ہیں ؎

سقی اللہ قوما من شراب ودادہ　　فهاموا بہ من بین باد وحاضر
یظنهم الجهال جنوا وما بهم　　جنون سوی حب علی القوم ظاهر

(ترجمہ) حق تعالیٰ نے ایک قوم کو اپنی شرابِ محبت پلائی اور وہ مست ہو کر کبھی جنگل میں کبھی آبادی میں پھرتے ہیں۔ انہیں جہّال دیوانہ جانتے ہیں۔ حالانکہ ان میں کوئی جنون نہیں ہے سوائے محبت کے جو قوم پر ظاہر ہے +

اور مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ اشعار اور ان کے ساتھ اور بھی اشعار ہیں جو آگے گذر چکے ہیں۔ اور بعض ان میں سے اپنے پوشیدہ کرنے کے واسطے جنون کے ساتھ تجرید بھی ملاتے ہیں اس طرح سے کہ لوگوں کو گمان ہوتا ہے کہ وہ نماز نہیں پڑھتے روزہ نہیں رکھتے۔ برہنہ ہو جاتے ہیں تاکہ لوگ ان سے بدگمان ہو جائیں اور ان کو پرہیزگار نہ جانیں۔ اور پوشیدہ طور سے وہ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں۔ روزہ بھی رکھتے ہیں اور اکثروں کو خلوت میں نماز پڑھتے دیکھا گیا ہے اور وہ لوگوں کے سامنے نماز نہیں پڑھتے اور اہل تجرید کا بیان آخر کتاب میں فصل جواب میں آئے گا اور وہیں پر ان کا حکم اور ان کے معتقدین اور غیر معتقدین کا حال بیان کیا جائے گا۔ انہیں مجردین میں ایک شیخ ریحان تھے جو عدن میں رہتے تھے۔ میرے خیال میں وہ آزاد شدہ حبشی غلام تھے۔ ان سے ظاہراً ایسے افعال صادر ہوتے تھے جس سے ظاہر شریعت انکار کرتی تھی۔ ان کی کرامات مشہور ہیں۔ اب ان کی بھی بعض حکایات بیان کرتا ہوں۔

حکایت (۴۴۴) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض نیک لوگوں نے بیان کیا کہ ایک شخص بحر عدن کے ساحل پر تھا اور دروازہ شہر کا بند ہو گیا۔ وہ شہر میں نہ آسکا اور وہیں ساحل پر رات کو رہا اس کے پاس کھانا بھی نہ تھا اس نے حضرت شیخ ریحان کو دیکھا ان سے جا کر عرض کیا کہ حضرت شہر کا دروازہ بند ہو گیا ہے میرے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے اور میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے ہریسہ[1] کھلا دیں شیخ ریحان کہنے لگے۔ دیکھو تو اسے مجھ سے کھانا مانگتا ہے اور اس پر بھی

[1] ایک قسم کا کھانا ہے کہ گوشت پکاتے ہیں اور اس میں آٹا پکتے وقت چھڑکتے ہیں وہ پک کر مثل کھچڑے کے ہو جاتا ہے۔

صبر نہیں کرتا کہتا ہے ہریسہ کھاؤں گا گویا میں ہریسہ بنانے والا ہوں۔ اس نے کہا حضرت آپ کو ہریسہ کھلانا ہوگا۔ اتنے میں میرے بدون علم کے ہریسہ موجود تھا۔ میں نے کہا حضرت گھی نہیں ہے۔ فرمایا دیکھو تو اس شخص کو کہ یہ ہریسہ ہی کھا کر راضی نہیں ہوتا اس پر گھی کی بھی خواہش ہے۔ گویا میں گھی والا ہوں، گھی بیچتا ہوں۔ میں نے کہا حضرت میں تو گھی ہی کے ساتھ کھاؤں گا۔ فرمایا یہ لوٹا لے کر سمندر سے وضو کے واسطے پانی بھر لاؤ۔ وہ کہتا ہے کہ میں دریا پر سے جا کر پانی بھر لایا۔ مجھ سے لوٹا لے لیا اور اس میں سے گھی نکال کر ہریسہ میں ڈالا۔ میں نے کھایا تو اس کے مثل کوئی مزا کبھی چکھا ہی نہ تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وبجمیع الصالحین۔ آمین۔

اسی طرح بعض مبارک لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ہمیں ہمارے شیخ نے عدن کے بازار میں کھجور خریدنے کے واسطے بھیجا۔ بازار میں کہیں کھجور کا نشان بھی نہ تھا۔ ہم خالی ہاتھ لوٹ چلے۔ اس وقت ہم سے شیخ ریحان ملے اور فرمانے لگے۔ دیکھو ان مسخروں کو کہ انہیں شیخ نے اپنی اشتہاء کی چیز خریدنے کے واسطے بھیجا ہے اور یہ خالی ہاتھ واپس جا رہے ہیں۔ جاؤ فلاں مقام میں فلاں شخص کے گھر جاؤ وہاں شیخ کی خواہش کی چیز ملے گی۔ راوی کہتے ہیں ہم اسی شخص کے پاس اس مقام پر جہاں کا شیخ ریحان نے پتہ دیا تھا، گئے تو ان کے پاس کھجور ملے اور ہم اس سے خرید کر شیخ کے پاس لے آئے اور سارا قصہ بیان کیا جو شیخ ریحان نے بیان کیا تھا۔ شیخ نے ہنس کر فرمایا میں بھی چاہتا ہوں کہ شیخ ریحان کو دیکھوں۔ اتنے میں اچانک شیخ ریحان اس مسجد میں جہاں شیخ رہتے تھے داخل ہوتے اور شیخ سے خلوت میں باتیں کیں۔ جب شیخ ریحان چلے گئے تو شیخ نے جو کچھ ان سے دیکھا تھا اس پر بڑا تعجب کیا اور ان کی بڑی تعظیم اور توصیف کی۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ یہ شیخ ہمارے شیخ المشائخ ہیں، عدن میں تھے۔ یعنی شیخ کبیر عارف باللہ فقیہ امام ذو المناقب العدیدۃ والسیر الحمیدۃ والکرامات الکبیرۃ والمحاسن الشہیرۃ ابو محمد عبداللہ ابن ابو بکر آپ کا مدفن موزع میں ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ وجمیع المسلمین۔ آپ نے شیخ جلیل امام جلیل عارف باللہ تعالیٰ المشہور المشکور عظیم الکرامات رفیع المقامات ابو الذبیح اسمٰعیل بن محمد حضرمی یمنی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں فیض حاصل کیا ہے۔ خدا ان کی اور ان کے سلف کی برکت

سے مسلمانوں کو نفع پہنچاتے۔ ان کے شاگرد بھی تھے۔ ان کی صحبت سے آپ کو کامل حصہ ملا تھا اور پورا مقصود حاصل ہوا تھا۔ خدا ان کی خیر و برکت اور زیادہ کرے۔ آمین۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک شخص نے روایت کی کہ اس سے ایک ثقہ آدمی نے یہ بیان کیا کہ وہ اپنے گھر کے واسطے کوئی چیز خریدنے کے لیے مغرب و عشا کے درمیان بازار میں گیا شیخ ریحان مجھے ملے اور مجھے کھینچ کر ہوا میں لے اڑے اور بہت دور لے گئے۔ میں نے رو کر کہا مجھے زمین پر پہنچا دو۔ اس وقت مجھے زمین پر پہنچا دیا اور فرمایا۔ میں تجھے سیر کرانا چاہتا تھا تو نے انکار کیا۔ مؤلف کہتے ہیں کہ ان کی مراد سیر سے شاید یہ ہوگی کہ اس کو عالم ملکوت کے عجائبات دکھاتے۔ اور فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے شیخ ریحان سے کہا مجھ پر توجہ فرمایئے انہوں نے اپنے سر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ جب تک یہ سر سلامت ہے کچھ خوف نہ کر میں یہ سمجھا کہ ان کی یہ مراد ہے کہ جب تک میں زندہ ہوں تجھے کچھ خوف نہیں ہے ان کی وفات کے بعد ان کی مراد معلوم ہوئی وہ یہ کہ وہ اس قصہ سے ایک مدت دراز کے بعد ایک پہاڑ پر سے کھائی میں گر پڑے اور ان کا سر پاش پاش ہو گیا اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

شیخ صفی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مصر کے راستہ میں ایک مجذوبہ عورت دیکھی جو تیس سال تک برابر دن رات اپنے پاؤں پر کھڑی رہی اور ایسی زمین پر جہاں پر پانی رہتا تھا اور پانی پر گھاس اگی ہوئی تھی کسی وقت نہ بیٹھیں نہ دن کو نہ رات کو۔ نہ گرمی میں نہ سردی میں کوئی چیز انہیں دھوپ اور بارش سے بچانے والی نہ تھی اور سانپ اور اژدہے ان کے گرد پناہ لیتے تھے۔ ان کی عجیب حالت تھی۔ رضی اللہ تعالے عنہا و نفعنا بہا۔ آمین۔

حکایت (۴۵۴) مؤلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض صالحین نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے بعض اولیاء صالحین سے ملاقات کی اور میرے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ جب ہم ان کے پاس پہنچے اور انہیں سلام کیا تو اس وقت وہ ایک بادیہ میں ہمارے واسطے کھانا لے آئے۔ ہم جس مکان میں تھے اس کے دو دروازے تھے

ایک چھوٹا دروازہ تھا اور ایک بڑا دروازہ تھا۔ آپ چھوٹے دروازہ سے بادیہ لے آئے تو وہ بادیہ دروازہ سے نکل نہ سکا، آپ نے ایک چیخ ماری ہم نے دیکھا کہ وہ بادیہ سمٹنے لگا جیسا کہ کپڑا تہ کر کے ملا دیتے ہیں۔ اسی طرح بعض بعض سے مل گیا اور آپ نے اُسے لاکر ہمارے سامنے رکھ دیا، اس وقت ہم نے اُسے کھلتے دیکھا وہ پھیلتے پھیلتے اپنی اصلی حالت پر آگیا اور ان کے چھوٹے دروازے سے آنے اور اس فعل کے دکھانے کی وجہ یہ تھی کہ ہم پر ان کی ان کی کرامت ظاہر ہو۔ کیونکہ میرا ساتھی اس سے انکار کرتا تھا۔ اس نے یہ دیکھ کر اللہ سے استغفار کیا اور توبہ کی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ونفعنا بہ۔ اسی طرح بعض فقراء نے مجھ سے بیان کیا کہ یمن میں ایک جماعت صالحین کی جمع ہوئی ان میں سے ایک نے ہوا سے چلّو بھر کر منہ میں رکھا اور وہ ہوا منہ میں پڑتے ہی شہد بن گئی۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۴۶) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ شیخ کبیر عارف باللہ حضرت سفیان یمنی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ عدن میں داخل ہوتے۔ ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک یہودی ہے اُسے سلطان نے ایک بڑے صوبہ کا حاکم بنایا ہے اور اُسے بڑا مرتبہ اور منصب حاصل ہو گیا ہے۔ اب مسلمان اس کی ہمرکابی میں چلتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو اس کے سر پر کھڑے رہتے ہیں۔ چنانچہ شیخ سفیان اس کے پاس گئے اور یہ ان کے ریاضت اور تجرد اور فقیرانہ ہیئت کا زمانہ تھا، آپ نے دیکھا تو وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور مسلمان اس کے آگے زمین پر کھڑے تھے اور خدمت گذاری کرتے تھے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو کہا کہہ "اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ" وہ چلّایا اور اپنی فوج کو مدد کے لیے بلایا لیکن فوج کسی طرح اس کی مدد کو نہ پہنچ سکی۔ پھر آپ نے کلمہ شہادت اس پر دوسری اور تیسری بار پیش کیا اور وہ ہر مرتبہ فوج کو پکارتا رہا اور فوج اسکی مدد نہیں کر سکتی تھی پھر تیسری دفعہ کے بعد شیخ نے اس یہودی کے بائیں ہاتھ سے بال پکڑے اور سیدھے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا چاقو لیا اور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر اُسے ذبح کیا اور اسکو اللہ کے نام پر قربان کیا پھر اپنی جگہ پر لوٹ گئے اور جامع مسجد کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ یہ خبر رفتہ رفتہ امیر تک پہنچی اس نے اس خبر کا یقین نہ کیا۔ کیونکہ وہ شخص سلطان کا خادم اور اس کے خواص میں سے تھا، خصوصاً جب یہ سنا کہ قاتل ایک فقیر آدمی ہے۔ پھر جب متواتر خبر پہنچی تو غلاموں سے کہا کہ اُس شخص

کو میرے پاس پکڑ لاؤ مگر غلام اس کے پاس تک نہ پہنچ سکے اور جامع مسجد تک جا کے واپس لوٹ گئے اس وقت امیر خود سوار ہو کر اپنی فوج کے ساتھ نکلا اور جامع مسجد میں پہنچا لیکن ان میں سے کسی کو بھی حضرت کے پاس جانے کی جرأت نہ ہوئی۔ انہیں تکلیف تو کیا پہنچا سکتے تھے اس وقت امیر سمجھ گیا کہ ان کی اللہ کی جانب سے حفاظت ہوتی ہے اور وہاں سے لوٹا۔ تو اُسے سلطان کی جانب سے سختی کا اندیشہ ہوا کیونکہ شہر اس کی حفاظت میں تھا، چنانچہ اس نے عقلاء اور اہل رائے سے مشورہ کیا۔ بعض عقلاء نے رائے دی کہ یہ لوگ اولیاء اللہ ہیں اور آپس میں تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ جو ہیں ایک ولی اللہ ہیں ان کا نام عابدی ہے ان کے پاس کسی کو بھیج کر انہیں بلواؤ اور ان سے اس قصہ کی شکایت کرو۔ چنانچہ قاصد بھیج کر انہیں بلوایا اور ان سے شکایت کی اور انہیں مجبور کیا اور کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ قاتل سلطان کا جواب آنے تک شہر سے نہ نکلنے پائے انہوں نے کہا انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا۔ پھر حضرت عابدی امیر کے پاس سے چل کر شیخ سفیان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان میں صحبت اور محبت تھی اور حضرت عابدی نے ان کے فعل کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا تم نے مسلمانوں کے راستہ سے یہ پتھر اکھیڑ دیا۔ پھر فرمایا ہمارے ساتھ چلو ٹہلیں، حتیٰ کہ قید خانہ کے دروازہ تک پہنچے۔ اس وقت عابدی نے قید خانہ کے داروغہ سے فرمایا پکڑو ان کو اور انہیں بیڑیاں پہنا کر قید کرو۔ اور حضرت سفیان نے بیڑیوں کے واسطے پیر پھیلا دیئے اور کہا ہم فرمانبردار ہیں چنانچہ قید ہو گئے اور کئی روز تک قید خانہ میں اس طور پر رہے کہ جب چاہتے بیڑیاں پاؤں میں رہنے دیتے اور جب چاہتے تو اتار پھینکتے۔ جب جمعہ کا دن آیا اور نماز کا وقت قریب ہوا تو آپ بیڑیاں اتار کے جامع مسجد میں پہنچے۔ مسجد آدمیوں سے بھری ہوئی پائی۔ آپ مسجد میں داخل ہو کر امیر کے قریب تک پہنچے پھر لوگوں کی طرف دیکھ کر فرمایا میں ان مردوں پر نماز پڑھتا ہوں اور چار تکبیریں کہتا ہوں۔ پھر اللہ اکبر کہا اور مسجد سے نکل کر قید خانہ میں واپس لوٹ گئے اور ایک مدت وہاں رہے۔ حتیٰ کہ جواب سلطان کا آیا جس میں لکھا تھا اُسے چھوڑ دو ہم خود اس سے سلامتی چاہتے ہیں۔ اس سے پہلے انہوں نے دعویٰ کیا تھا کہ بلاد اور ملک سب ان کا ہے۔ تمہارا نہیں ہے۔ پھر وہ قید خانہ سے نکل گئے۔ اس کے بعد کسی سلطان یا کسی شیطان کا ان پر قابو نہ چلا۔

ایک مرتبہ اسی طرح ان کو سلطان کے ساتھ ایک قصہ پیش آیا ایک روز آپ سلطان کے پاس پہنچ گئے اور ان سے کہا ہمارے ملک سے نکل جاؤ۔ اور یہ مقام ابین میں ہوا جہاں سے عدن دو منزل پر واقع تھا اور سلطان وہاں سے ڈر کر چلے بھی گئے تھے۔ یہ وہ سلطنت ہے جس کی طرف میں نے ابتدا ایک شعر میں اشارہ بھی کیا ہے۔ ؎

ملوك على التحقيق ليس لغيرهم　　من الملك الا اسمه وعقابه

(ترجمہ) یہی لوگ حقیقتاً بادشاہ ہیں۔ دوسروں کے لیے تو بادشاہت کا نام ہی نام اور عذاب ہی عذاب ہے۔

حکایت (۷۴۷) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ شیخ ابو الغیث کے خادم کا سلطان کے غلام سے جھگڑا ہو گیا۔ آپ کے خادم نے سلطان کے غلام کو پیٹ ڈالا یہ خبر سلطان کو پہنچی تو اس نے حضرت کے خادم کو قتل کر دایا۔ یہ خبر حضرت کو پہنچی۔ آپ نے تھوڑی دیر تک اپنی گردن جھکائی پھر سر اٹھا کر فرمایا مجھے حفاظت سے کیا کام۔ میں دیدبان؎ سے اتر جاؤں گا اور کھیتی وغیرہ کی حفاظت اور نگہبانی چھوڑ دوں گا۔ اس وقت سلطان قتل ہوئے اور سلطان کا لڑکا ملک مظفر شیخ کے پاس معافی مانگنے اس طور پر آئے کہ شیخ کے نعلین ان کے سر پر تھے یا گلے میں پڑے ہوتے تھے، شیخ نے پوچھا کیا چاہتا ہے۔ اس نے کہا بادشاہت، فرمایا میں نے تجھے مالک بنا دیا اسی طرح مجھے خبر ملی ہے کہ بعض ائمہ اشراف یمن کے چند پہاڑوں پر قابض تھے۔ پھر وہاں سے اتر کر تہامہ میں جانے کا قصد کیا، اس وقت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ نے شیخ امام عالم حضرت محمد بن اسماعیل حضرمی کو لکھا کہ میں فتنہ پیدا ہونے کی وجہ سے یمن کا ملک چھوڑ کر نقل مکان کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم بھی میرے ساتھ موافقت کر سکتے ہو اس کے جواب میں محمد ابن اسماعیل حضرمی نے لکھا کہ میرے اہل و اقربا بہت ہیں ان کو لے کر ہجرت کرنا بہت دشوار ہے اور انہیں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا۔ لہٰذا آپ اپنی جانب کو سنبھالیں اور اس کو بچائیں۔ میں اپنی جانب کو بچاؤں گا۔ جب شیخ ابوالغیث کو یہ خبر ملی تو آپ نے فرمایا اچھی بات ہے۔ اسی روز فوراً وہ امام مذکور مر گئے یا مقتول ہوتے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔

حکایت (۴۸۷) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اکثر صلحاء

؎ کھیتوں میں نگہبانی کے لیے رکھا جاتا ہے

اور ثقہ لوگوں سے سُنا ہے کہ وہ حضرت شیخ ابوالغیث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے تھے کہ ایک شیخ اور فقیہ ہمارے شیخ حضرت علی اہدل کے پاس آتے اور ان سے فرمایا کہ ہمارے ہمراہ فلاں مقام پر چلو۔ شیخ ساتھ ہو گئے اور میں شیخ کے ہمراہ گیا۔ رات کے وقت میں نے دیکھا کہ شیخ اور فقیہ دونوں ہوا میں ننگی تلواریں لیے کھڑے ہیں اور میں اور شیخ رضی اللہ عنہ زمین پر چل رہے ہیں۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا شیخ علی اہدل رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ فرمایا اے ابوالغیث یہ لوگ مقام تولیت اور عزل میں ہیں اللہ کے حکم سے جسے چاہتے ہیں والی اور حاکم بناتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں معزول کرتے ہیں۔ عنقریب میں ان کا وارث ہو جاؤں گا۔ اور تم میرے وارث بنو گے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم ونفعنا بہم آمین۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جب وہ حق تعالےٰ کے ارادے سے واقف ہو چکے ہیں تو ان کو ملک میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی ہے مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ انہیں اللہ کی جانب سے حکم ملا تھا کہ جب تم کوئی کام کرنا چاہو تو کرو اور مجھ سے نہ پوچھو۔ میں تمہارے چہرہ پر سوال کی ذلت نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں کہتا ہوں پہلی وجہ معقول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حکایت (۴۴۹) مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بعض صالحین نے فرمایا کہ بیس سال سے دنیا میرے پاس بدشکل بڑھیا کی صورت میں میرا کھانا پانی اُٹھا لاتی ہے ویسا عمدہ کھانا مجھے کبھی میسر ہی نہیں ہوا۔ میں اس کی تعریف نہیں کر سکتا۔ نہ رنگ میں نہ مزے میں نہ خوشبو میں نہ ویسا برتن باعتبار رنگ و خوبی و جنس کے کبھی دیکھا گیا اور ہر چیز مزے میں اپنے ہم نوع سے بدرجہا بڑھی ہوئی تھی، خواہ حلوہ ہو، شہد ہو، گوشت ہو، دودھ ہو یا اور کچھ وہ بعینہٖ ویسا ہی نہ ہوتا تھا اور میرے پاس شیر چیتے ہوتے تھے اور جنگل میں میرے پہلو میں

ع کیونکہ جس طرح شاہانِ عالم کو فی الجملہ تصرف ظاہری عطا ہوا ہے۔ ممکن ہے فقراء کو بھی تصرف باطنی عطا ہوا ہے۔ لیکن حق تعالےٰ کے سامنے سوال کرنا عین عزت ہے اس میں کوئی ذلت نہیں جس سے انہیں روکا جاتے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیٹھتے تھے اور جو میرے پاس آتا تھا تو وہ جلوس کی صورت میں میری موافقت کرتا تھا میں بیٹھتا تھا تو وہ بھی بیٹھتا تھا، جب میں لیٹتا تھا تو وہ بھی لیٹتا تھا اور ہرن کا شکار کر کے لاتے تھے اور میرے پاس بیٹھ کر کھاتے تھے۔ اگر رات میں کوئی چیز میرے پاس آتی تو زمین پر ہاتھ مار کر مجھے جگاتے اور بعض اوقات بہت سے اولیا جن و انس میں سے میرے پاس جمع ہوتے تھے تو ہم پر ہر رات بعد نماز عشا کے ایک بڑا خوان نازل ہوتا تھا۔ اس میں ایسا کھانا ہوتا تھا کہ کوئی تعریف کرنے والا اس کی تعریف نہیں کر سکتا تھا۔ اس میں ہر اچھی قسم کا کھانا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی تقریباً چار سو آدمی میرے پاس جمع ہوتے تھے۔ اور اس میں سے کھاتے تھے۔ ہمارے کھانے سے اس میں کچھ کمی واقع نہ ہوتی تھی اور فاقے کے زمانہ میں بھی میرے واسطے ہوا سے دستر خوان اترتا تھا۔ اگر میں اس کی طرف التفات کرتا تو وہ پھر جاتا اور اگر میں اپنی عبادت میں مشغول ہوتا تو وہ اترتے اترتے میرے سامنے آ گرتا میں اس سے اپنی ضرورت کے قدر کھا لیتا اور ابتداءً میرے انقطاع الی اللہ کے ساتویں دن جب مجھے سخت بھوک لگی اور سب سے زیادہ سختی بھوک کی جمعرات کی شب میں ہوئی۔ پھر مجھ پر آسانی ہو گئی اور اس کے ساتھ ہی ایک بڑا نور اترا جس نے میرے سارے وجود کو بھر لیا۔ اور فرماتے ہیں کہ شیاطین آ کر مجھے بہت سی ہولناک صورتوں سے ڈراتے تھے اور ان کا بادشاہ بڑی فوج لیکر مجھ پر آتا۔ اس کی فوج ہتھیار بند ہوتی۔ اور اس کی آمد کے نقارے بجتے اور فوج عمدہ عمدہ وردی پہنے میرے سامنے سے گذرتی، اسی طرح بعض اوقات میرے سامنے سے ایک بہت بڑی ہولناک چیز گذرتی تھی۔ جس کے ستر سر ہوتے تھے۔ ایسے ہی بہت سے عجائبات اور کرامات بیان کیے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۵۰) نقل ہے کہ ایک شیخ نے کسی عورت کو پیغام دیا اس کے اہل نے ان کے ساتھ نکاح کر دینے سے انکار کیا۔ مگر اس شرط سے کہ اگر اس کی خدمت کے واسطے ایک لونڈی خرید دو تو کر دیں گے اور شیخ لونڈی کے خریدنے پر قادر نہ ہوئے۔ آپ نے اپنے ایک مرید سے اس کا ذکر کیا۔ اس نے کہا حضور آپ نکاح اس شرط پر کر لیجیے۔ میں بجائے لونڈی کے خدمت گذاری کروں گا آپ ان سے جا کر فرما دیجیے کہ میرے پاس لونڈی ہے مگر وہ کہتی ہے کہ میں اپنی جگہ پر ہی خدمت کروں گی

نہ میں تمہیں دیکھوں گی نہ تم مجھے دیکھو۔ آپ نے جاکر ان لوگوں سے یہی فرمایا۔ انہوں نے کہا اچھی بات ہے۔ جب وہ ہماری خدمتِ مطلوبہ انجام دے گی تو ہمیں اس کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ چنانچہ ان کے ساتھ نکاح کر دیا اور اپنے مرید کو لاکر ایک تنہا مکان میں کر گئے وہ حبشی تھے ان کے داڑھی موچھ بالکل نہ تھی اور وہ ان کے لیے چکی پیسا کرتے تھے اور منہ پر برقع ہوتا تھا اور بیوی جانتی تھیں کہ یہ لونڈی ہے۔ اور شیخ شب کو بیوی کے پاس سے عبادت کے لیے نکلے۔ اس بیوی نے ان کا نکلنا عورتوں سے بیان کیا۔ عورتوں نے کہا ممکن ہے کہ وہ لونڈی کے پاس جاتے ہوں۔ جب اس رات وہ نکلے تو بیوی بھی پیچھے پیچھے نکلیں تاکہ دیکھیں کہ وہ لونڈی کے پاس تو نہیں ہیں۔ دیکھا تو لونڈی نماز پڑھ رہی ہے۔ اور چکی خود بخود گھوم رہی ہے۔ انہیں تعجب ہوا اور شیخ کو وہاں نہ پایا۔ وہاں سے لوٹ آئیں اور ٹھہری رہیں حتیٰ کہ شیخ آئے تو ان سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ میں نے اس لونڈی کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہی تھیں اور چکی اپنے آپ گھوم رہی تھی۔ فرمایا وہ لونڈی نہیں ہے۔ وہ میرا فلاں بھائی ہے۔ انہوں نے کہا میں استغفار کرتی ہوں اور میں تم دونوں کی لونڈی ہوں۔ رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین۔

حکایت (۴۷۵) حضرت شیخ کبیر قدوۃ الشیوخ العارفین و برکۃ اہلِ زمانہ من العالمین۔ ابوعبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مصر میں بڑی گرانی ہوئی تو میں دعا کے واسطے متوجہ ہوا۔ مجھ سے کہا گیا کہ دعا نہ کرو۔ اس معاملہ میں تم میں سے کسی کی دعا مقبول نہ ہوگی۔ میں نے وہاں سے ملک شام کی طرف سفر کیا۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مزار اقدس کے پاس پہنچا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام مجھ سے ملے تو میں نے عرض کیا یا خلیل اللہ آپ کے یہاں میری مہمانی یہ ہے کہ آپ اہلِ مصر کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے دعا فرمائی اور یہ مصیبت ان سے دفع ہو گئی۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ کا یہ فرمانا کہ میں نے خلیل اللہ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ یہ سچی بات ہے۔ اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو ان کے احوال و واردات سے لاعلم ہے۔ جس حالت میں کہ وہ لوگ ملکوت السموٰت والارض کی سیر کرتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کو زندہ دیکھتے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو زمین پر نماز پڑھتے دیکھا اور

ایک جماعت انبیاء علیہم السلام کو آپ نے آسمانوں پر دیکھا اور ان سے گفتگو کی اور یہ بھی گذر چکا کہ یہ امر اولیاء اللہ کے ساتھ بھی ممکن ہے جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ واقع بھی ہوا ہے لیکن اولیاء میں عدم تحدی[۵] کی شرط ہے۔ یعنی کرامت کا ظہور ان سے بھی ہوتا ہے مگر وہ مدعی نبوت نہیں ہوتے۔

حکایت (۴۵۲) روایت ہے کہ شیخ ابوعبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ جب بیت المقدس پہنچے تو آپ کے ہمراہ فقیہ ابوطاہر محلی بھی تھے۔ فقیہ ابوطاہر بیت المقدس کے ایک مدرسہ پر گذرے اور فقہاء اس کے دروازہ پر اچھی ہیئت اور لباس اور زینت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان میں اکثر اہل عجم تھے۔ آپ کو ان پر سے گذرنے سے حیا آئی۔ بوجہ حقیر جاننے اپنے نفس کے اور آپ جوان فقیر سیاہ فام پراگندہ حال تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں جب شیخ کے پاس لوٹ گیا اور ان کے ساتھ صبح تک رہا تو مجھ سے شیخ نے فرمایا۔ تم جس مدرسہ پر گذرے تھے وہاں جاؤ اور اس کا کام انجام دو۔ مجھے تعجب ہوا اور یہ بات مجھ پر گراں ہوئی اور اس کام کا انجام پانا مجھے محال نظر آتا تھا۔ لیکن شیخ کے حکم کی تعمیل کے بغیر چارہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ میں مدرسہ کی طرف گیا اور یہ خیال کرکے کہ پاسبان مجھے روک دے گا۔ اس نے نہ روکا اور میں نے مدرسہ میں داخل ہوکر دیکھا تو مدرس بیٹھے تھے اور ان کے گرد طلباء کا ایک بہت بڑا حلقہ انہیں گھیرے بیٹھا تھا۔ میں نے بھی گھیرے میں بیٹھنا چاہا۔ کسی نے مجھے جگہ نہ دی۔ بوجہ حقارت اور تذلیل کے میں سب کے پیچھے بیٹھ گیا اتنے میں ایک شخص دروازہ سے آیا۔ جوں ہی مدرس کی نگاہ اس پر پڑی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ چہرہ متغیر ہو گیا اور اس کی ملاقات کے واسطے کھڑے ہو گئے اور ساری جماعت منقبض ہو گئی۔ میں نے اس شخص سے جس کے پیچھے میں بیٹھا تھا پوچھا کہ بھائی جماعت کو کیا ہو گیا اس نے کہا یہ شخص جو آیا ہے جدلی ہے۔ مباحث ہے اس سے کوئی شخص جیت نہیں سکتا۔ جب یہ شخص آتا ہے تو شیخ اس کے ساتھ سوائے دلجوئی کے کچھ نہیں کہہ سکتے اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ جب شیخ نے اس سے ملاقات کی تو اُسے اپنی جگہ پر بٹھایا۔ جب بیٹھا تو بسم اللہ کرکے ایک مسئلہ خلافیہ پیش کیا تو جب وہ شخص پورا اعتراض کر چکا تو مجھ پر سوال و جواب کا انکشاف ہوا۔

ع۵ تحدی کے معنی یہ ہیں کہ مقابل کے ساکت کرنے اور مغلوب کرنے کے واسطے ادعا کے ساتھ کوئی خرق عادت یا معجزہ ظاہر کرنا۔

میں کوشش کرکے دو آدمیوں کے بیچ میں داخل ہوا اور میری زبان چلنے لگی اور میں نے مناظرین کے طریق پر پہلے سوال مذکور کی تقریر کی اور اس میں کوئی تغیر نہ کیا پھر جواب دیا جو اللہ تعالےٰ نے مجھ پر انکشاف فرمایا تھا۔ حالانکہ میں نے نہ کبھی علم مناظرہ سیکھا تھا نہ کبھی مناظرہ کیا تھا۔ میری تقریر سے مدرس متعجب ہوئے اور جماعت بھی بڑی حیرت میں رہ گئی اور اُسے بڑا کمال سمجھا اور اس مدرس سے مناظر نے کہا یہ فقیہ تمہارے یہاں کہاں سے آتے ہیں۔ انہوں نے کہا میں نے انہیں ابھی دیکھا ہے اس مناظر نے کہا ایسے ہی آدمیوں کے لیے مدرسے بنائے جاتے ہیں۔ مدرس بھی بہت خوش ہوئے کہ ان کے حلقۂ درس میں ایسا آدمی بھی تھا جس نے مناظر کو جواب دے دیا۔ پھر مدرس نے میرا نام دریافت کیا میں نے نام بتایا۔ انہوں نے کہا میں تمہیں یہاں کا مدرس بناتا ہوں۔ پھر مدرس اُٹھ کھڑے ہوئے ان کے ساتھ میں بھی اُٹھا اور میرے ساتھ جماعت بھی اُٹھ کھڑی ہوئی اور کہا اے فقیہ ہماری عادت یہ ہے کہ جب کوئی ہم پر مدرس مقرر ہوتا ہے تو ہم ان کی مشایعت کرتے ہیں اور ان کے معین ہونے کے بعد ان کے گھر تک پہنچاتے ہیں۔ جب ہم مدرسہ سے نکلے تو جماعت حسب دستور میرے ساتھ چلنے لگی۔ میں نے ان سے معافی چاہی انہوں نے قبول کیا اور لوٹ گئے۔ جب میں لوٹ کر شیخ کی خدمت میں آیا تو فرمایا اے فضولی تو نے ان لوگوں کو اپنی عادت پر عمل کرنے سے کیوں روکا کہ وہ تجھے گھر تک پہنچاتے۔ میں نے کہا حضرت اس اندیشہ سے کہ کہیں آپ کو ناگوار نہ ہو پھر شیخ کی وفات تک میں بیت المقدس ہی میں رہا اور شیخ بیت المقدس کے آگے مدفون ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۵۳) مروی ہے کہ حضرت شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ مصر میں جلسہ کے روز مجلس میں بیٹھتے تھے اور شیخ ابوالعباس قسطلانی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تذکرہ سنایا کرتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابوالعباس بلخی کا تذکرہ آیا تو ان قاری صاحب نے کتاب کھولی اور پھر خاموش بیٹھے رہے۔ ان سے شیخ قرشی نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے کیوں نہیں پڑھتے ہو۔ کہا حضرت کتاب یہاں سے بالکل صاف ہے کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ حضرت شیخ قرشی نے فرمایا یہاں سے فقرے شیخ

ابو العباس طنجی کے تذکرہ کیے ہیں۔ پھر فرمایا اے ابو العباس میرے ساتھ یہ معاملہ اور آزمائش۔ پھر ایک دوسرے قاری کو فرمایا تو پڑھ۔ جب اس نے پڑھا تو کتاب لکھی ہوئی پائی اور ان ابو العباس نے بھی زینتِ دنیا ترک کر دی تھی اور آپ خدمت میں حضرت شیخ قرشی کے متوجہ ہو گئے تھے اور اپنے وقت میں مصر کے زاہد تھے اور بہت ریاضت کرتے تھے اور اپنی اخیر عمر میں مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ وہیں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی قبر وہاں مشہور ہے۔ ان کے زمانہ میں مدینہ منورہ میں بارش نہ ہونے کے سبب قحط پڑا آپ ان دنوں وہیں تھے۔ لوگوں نے استسقاء کا ارادہ کیا اور یہ رائے قرار پائی کہ اہلِ مدینہ ایک دن استسقاء کریں اور مسافر ایک دن اور مجاور ایک دن۔ چنانچہ پہلے دن اہلِ مدینہ نے استسقاء کیا لیکن بارش نہ ہوئی اور ابو العباس نے بہت سا کھانا پکوا کر فقیروں اور حاجت مندوں کو کھلایا اور استسقاء کیا تو بارش ہوئی۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۸۵) حضرت شیخ صفی الدین اپنے رسالہ میں فرماتے ہیں کہ شیخ ابو عبد اللہ محمد ازہری عجمی بڑے ہی صاحب سیاحت تھے ان کی کرامتوں اور حکایتوں سے عقل حیران رہ جاتی ہے۔ آپ کے شاگرد شیخ کبیر ابو الحسن ابن الدقاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے شیخ محمد عجمی نے تین سو ساٹھ ایسے جہانوں میں داخل کیا جو عالمِ سمٰوات و ارض کے ماسوا تھے اور فرمایا ایک بار مجھے کوہِ قاف پر پہنچایا اور ایک سانپ دکھایا جو پہاڑ پر حلقہ باندھے بیٹھا تھا اور اس کا سر دُم پر رکھا تھا اور رنگ سبز تھا۔ اور جب شیخ مجھے کسی امرِ خارق کی طرف لے جاتے یا زمین لپیٹی جاتی تو میں ان کے ہمراہ اس موجودہ حس سے غائب رہتا تھا۔ ایک دن دمشق سے نکلے اور میں آپ کے ساتھ تھا۔ حتیٰ کہ ہم طبریہ پہنچے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر کھڑے ہوئے میں نے کہا حضرت یہ قبر سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ فرمایا یوں ہی کہا جاتا ہے پھر آگے بڑھے اور میں آپ کے پیچھے پیچھے ہوا پر معلق چلا جا رہا تھا تو ہم کو ایک خوفناک مکان نظر آیا۔ وہاں سے کچھ لوگ آتے اور انہوں نے شیخ کو سلام کیا اور آپ کے قدم کی برکت حاصل کی اور آگے آگے چلے۔ میں نے ان میں وحشت دیکھی۔ شیخ

نے میری جانب التفات کی اور فرمایا اے علی اپنے کو بچاؤ اور میرے ساتھ مشغول رہو
اور ان لوگوں کے ساتھ جنہیں تم دیکھ رہے ہو مشغول مت رہو۔ یہ لوگ جن
ہیں۔ اور ہم حضرت سلیمان علیہ السلام کی قبر پر جا رہے ہیں۔ چنانچہ جب ہم
شہر میں پہنچے تو آپ کی ایک دوسری قوم سے ملاقات ہوئی اور ایک مکان میں
لے گئے وہ ایک بہت ہی بڑا محل تھا۔ شیخ آگے آگے جا رہے تھے اور میں
آپ کے پیچھے پیچھے تھا دیکھا کہ صدر مکان میں ایک شخص کھڑے ہیں۔ ان کی صورت پہ
بڑی مہابت اور بڑا نور ہے۔ اور ان کے ہاتھ میں عصا ہے۔ شیخ نے فرمایا یہ
سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ ان کے ایک
ہاتھ میں انگوٹھی تھی۔ پھر پیچھے ہٹے تو آپ کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے خدام
جنوں نے ہاتھوں ہاتھ لے کر ایک مکان میں پہنچایا جہاں مہمانی کا سامان رکھا ہوا تھا
وہاں کھانا پیش کیا گیا۔ شیخ نے اور میں نے وہ کھانا کھایا۔ پھر شیخ کو سلیمان علیہ السلام
کے ذخائر اور خزانے دکھانے اور سیر کرانے لے گئے اور آپ کو ایک فرش پر لا کھڑا کیا
اتنے میں ہوا آئی اور اس فرش کو بچھا دیا۔ آپ نے اسے دیکھا۔ پھر تخت بلقیس کے
پاس لے گئے وہ بھی آپ نے دیکھا۔ جب ذخائر سلیمان علیہ السلام کے سب دیکھ چکے
تو ایک غار میں گئے۔ جہاں سے بھنبھناہٹ کی آواز اور بدبو آ رہی تھی۔ عرض
کیا حضرت یہ ابلیس[ؔ] کا قید خانہ ہے۔ وہ اس غار میں سلیمان علیہ السلام کے زمانہ سے
مقید ہے۔ جب شیخ نے لوٹنے کا ارادہ کیا تو آپ کے واسطے تخت حاضر کیا گیا۔
آپ نے میری جانب اشارہ فرمایا تو میرے واسطے بھی تخت لایا گیا۔ جب
ہم ان پر سوار ہوتے تو وہ ہمیں لے کر ہوا میں اڑے۔ ہم یہ نہیں دیکھ سکتے تھے کہ
ہمیں کون لوگ لے کر اڑ رہے ہیں اور ہوا ہی ہوا پر سمندر پار تک پہنچے اور ایک
جگہ پہ پہنچ کر تختوں کو زمین پر اتارا ہم ان پر سے اتر گئے اور وہ تخت اسی طرح
ہوا پہ بلند ہو گیا۔ وہاں سے شیخ چلے اور میں بھی آپ کے ساتھ ہی تھا کہ
ناگاہ شہر دمشق سامنے نظر آیا۔ انہیں راوی کا قول ہے۔ فرماتے ہیں ہم ایک روز

ع۵ ابلیس کا مقید ہونا کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں بلکہ آیت انک من المنظرین سے اس کا خلاف ثابت ہوتا ہے ممکن ہے کہ اس حکایت کے راوی کو کوئی شبہ ہو گیا ہو واللہ اعلم ۱۲ غالباً یہ کوئی ابلیس زادہ ہو گا جو وہاں قید تھا ۱۲

دمشق میں تھے اور شیخ کے ہمراہیوں اور مریدوں میں کچھ لوگ حجازی بھی تھے اور عراقی بھی تھے۔ رطب کا ذکر آیا حجازیوں نے کہا ہمارے یہاں کے رطب اچھے ہوتے ہیں اور عراقیوں نے کہا ہمارے ملک کے اچھے ہوتے ہیں۔ شیخ کا ایک خادم تھا اسے یوسف کہتے تھے۔ آپ نے اسے دیکھا وہ خادم دروازے سے نکلا اور تھوڑی دیر غائب رہا۔ پھر آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک طبق رطب کا بھرا ہوا تھا۔ گویا ابھی درخت سے توڑے گئے ہیں۔ اس نے لاکر سامنے شیخ کے رکھ دیا۔ حضرت نے فرمایا اے حجازیو یہ ہمارے ملک کا رطب ہے تم اپنے ملک کا رطب حاضر کرو۔ ان کے عجائبات اور کرامات بہت ہیں۔ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۴۵۵) شیخ مغاوری رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں چند سال تک جنگ کا شوقین رہا اور چند سال سیر و سیاحت کا حریص رہا۔ میں بعض کاموں کے سبب حکمائے کفار کے شہروں میں داخل ہونا تھا اور پوشیدہ ہو جانا میرے اختیار میں تھا۔ اگر میں چاہتا تو وہ مجھے دیکھ سکتے تھے اور اگر نہیں چاہتا تھا تو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ایک بار حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ میں ان کے شہر میں داخل ہو جاؤں اور ایک صدیق سے ملاقات کروں چنانچہ میں پہنچا اور اپنے آپ کو انہیں دکھایا۔ انہوں نے مجھے گرفتار کر لیا اور میرا گرفتار کرنے والا بہت خوش ہوا اور میری مشکیں باندھ کر بازار میں لے آیا تاکہ مجھے بیچے اور یہی طریقہ مجھے بھی مطلوب تھا جس کا مجھے حکم ہوا تھا اس سے مجھے ایک معتبر آدمی سوار نے خریدا اور مجھے گرجا پر وقف کر دیا تاکہ اس کی خدمت کیا کروں۔ میں ایک مدت تک اس کی خدمت کرتا رہا۔ ایک دن گرجا میں ان لوگوں نے بہت سے فرش بچھائے اور بخور جلایا اور بہت سی خوشبو کی گئی۔ میں نے کہا کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا بادشاہ کی عادت ہے کہ سال میں ایک بار گرجا میں آتا ہے اب اس کی زیارت کا وقت آ گیا ہے۔ ہم اس کے واسطے تیاری کر رہے ہیں اور گرجا کو خالی کر دیتے ہیں۔ وہ تنہا ہی آکر اس میں عبادت کرتا ہے۔ جب انہوں نے دروازہ بند کر دیا تو میں صرف وہاں رہا اور ان کی نظر سے چھپ گیا وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ اتنے میں بادشاہ آ گئے اور ان کے واسطے دروازہ کھولا گیا اور وہ تنہا

داخل ہوتے اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ پھر وہ گرجا میں چاروں طرف تلاش کرتے پھرتے رہے۔ انہیں میں دیکھتا تھا اور وہ مجھے نہیں دیکھتے تھے۔ جب اطمینان کر لیا تو قربان گاہ میں پہنچے جو گرجا میں تھا اور قبلہ کی جانب منہ کر کے تکبیر کہی اس وقت مجھ سے فرمایا گیا کہ یہ وہی ہیں جن سے ہم تمہیں ملانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں ظاہر ہو کر ان کے پیچھے سلام پھیرنے تک کھڑا رہا۔ سلام پھیر کر انہوں نے میری طرف دیکھا، کہا تو کون ہے میں نے کہا آپ جیسا مسلمان ہوں۔ فرمایا تمہیں یہاں کون چیز لے آئی۔ میں نے کہا آپ۔ اب وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور حال پوچھا۔ میں نے کہا کہ مجھے آپ سے ملنے کا حکم ہوا تھا اور اس کا کوئی طریقہ سمجھ میں نہ آیا۔ مگر اس صورت سے کہ قید ہو کر بکوں اور وہ مجھے گرجا کا خادم بنا دیں اور ہر موقع پر میں نے ان کو اپنے اوپر قادر کر دیا تاکہ ملاقات حاصل ہو جاتے مجھ سے مل کر وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے ان کا حال کشف سے دیکھا۔ انہوں نے میرا حال دیکھا۔ میں نے انہیں درجۂ صدیقین میں پایا۔ میں نے کہا آپ کی ان کفار کے درمیان باطنی حالت کیا ہو گی۔ فرمایا اے ابوالحجاج مجھے ان کے درمیان بڑا نفع ہے اور مسلمانوں کے درمیان رہ کر ایسے فوائد نہیں حاصل ہو سکتے۔ میں نے کہا بیان فرمائیے۔ فرمایا کہ میرا توحید اور اسلام اور اعمال صرف اللہ ہی کے واسطے خالص ہیں کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہے اور حلال کھاتا ہوں جس میں کوئی شبہ نہیں ہے اور مسلمانوں کو نفع پہنچاتا ہوں اگر ان کا بڑا بادشاہ میں ہوتا تو بھی انہیں کفار سے بچا نہ سکتا۔ اب انہیں کفار کے شر سے بچاتا ہوں کوئی ان تک نہیں پہنچ سکتا اور کفار کے درمیان قتل و فساد ایسے ایسے کراتا ہوں کہ میں اگر مسلمانوں کا سب سے بڑا بادشاہ ہوتا تو بھی نہ کر سکتا۔ انشاء اللہ میں عنقریب اپنے چند تصرفات تمہیں دکھاؤں گا۔ پھر ہم نے ایک دوسرے کو وداع کیا اور میں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور بادشاہ نکل کر گرجا کے دروازہ پر جا بیٹھے اور کہا گرجا کے سارے مخصوص لوگوں کو حاضر کرو چنانچہ حاضر کر کے پیش کیے گئے اور کہا گیا یہ اس کے بطریق یعنی عالم ہیں یہ شماس ہیں۔ یعنی محافظ ہیں۔ یہ راہب ہیں یہ ناظر اوقاف ہیں۔ اور یہ اس کی جائیداد کا محصول وصول کرنے والا ہے۔ فرمایا اس کی خدمت کون کرتا ہے لوگوں نے اس شخص کو

تبلایا جس نے مجھے خرید کر گرجا پر وقف کیا تھا اور کہا اس نے ایک قیدی کو خرید کر اس پر وقف کیا۔ اس پر بہت غصہ کا اظہار فرمایا اور کہا کیا تم سب کے سب خدا کے گھر کی خدمت سے متکبر ہو گئے اور ایک شخص کو جو غیر ملت کا نجس ہے اُس سے خدا کے گھر کی خدمت لیتے ہو اور تلوار لے کر اس کی آڑ میں کہ خدا کے گھر کو تم نے نجس کر دیا۔ سب کی گردن ماری اور میرے احضار کا حکم کیا۔ میں ان پر ظاہر ہو گیا انہوں نے مجھے پیش کیا۔ فرمایا یہ ایسے گرجا کا خادم ہے جس سے برکت حاصل کی جاتی ہے۔ ان لوگوں کے تکبر کے مقابلہ میں تو یہ اس کا مستحق ہے کہ اس کو عزت و تعظیم اور خلعت و سواری دے کر اس کے وطن اور اہل کے پاس پہنچایا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور میں اپنے وطن لوٹ آیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۵۶) مروی ہے کہ امیر المومنین ملک مغرب جن کا نام یعقوب تھا۔ رحمہ اللہ تعالےٰ۔ انہوں نے کچھ احوال اور مقامات دیکھے جو سید مدین اور سالکین کو نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہ ہوئی کہ انہوں نے سلطنت کے واسطے اپنے بھائی کو قتل کیا۔ پھر انہیں بھائی کے قتل پر اس قدر ندامت ہوئی کہ باعث توبہ کی ہو گئی اور توبہ کے سبب اس کے باطن میں اچھے اچھے احوال پیدا ہوئے اور خود بخود ان کے نفس میں ایسا تغیر پیدا ہوا جیسا کہ سلوک میں بھی پیدا نہیں ہوتا۔ کوئی گناہ اپنے اوپر آنے نہیں دیتے تھے۔ اس معنٰی میں ایک قائل کا شعر ہے۔ ؎

ورب قطیعۃ جلبت وصالا ۔ وکم ذا فی الزوایا من خبایا

(ترجمہ) بہت سے قطع رحم ایسے ہوتے ہیں جن سے وصال پیدا ہوتا ہے اور گوشہ ہائے زمانہ میں بہت مخفی خزانے ہیں۔ انہوں نے ایک سالکہ عورت سے جو ان کے گھر آیا جایا کرتی تھی۔ اپنے حالات کی شکایت کی۔ انہوں نے کہا یہ سالکین کے احوال ہیں —

امیر المومنین نے فرمایا میں کیا کروں کون مجھے تعلیم کر سکے گا اور میرا علاج کون کریں گے اس عورت نے کہا کہ شیخ ابو مدین جو اس زمانہ میں گروہ سالکین کے شیخ ہیں وہ کریں گے۔ چنانچہ امیر المومنین یعقوب نے اُن کے پاس قاصد بھیجے اور بہت اصرار کے ساتھ انہیں بلایا اور بڑی التجا کی۔ جس سے حضرت شیخ کو قبول کرنے کی ضرورت ہوئی تو شیخ نے فرمایا کہ اس سے کہدو کہ اللہ کی اطاعت کر وہ میں تمہارے پاس

نہیں پہنچ سکوں گا اور میں تلمسان میں مر جاؤں گا اور ان دنوں شیخ مقام بجایہ میں مقیم تھے پھر شیخ جب بجایہ سے چل کر تلمستان پہنچے تو حضرت یعقوب کے قاصدوں سے کہا اپنے آقا کو میرا سلام کہو اور یہ بھی کہہ دیجیو کہ تمہاری شفا اور تمہارا نفع شیخ ابو العباس مرینی کے پاس ہے۔ اور آپ کا تلمستان میں انتقال ہو گیا۔ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ۔ اور قاصدوں نے جاکر سارا حال یعقوب سے بیان کیا اور شیخ کی وصیت بھی سنائی پھر انہوں نے شیخ ابو العباس مرینی کو بڑے اصرار سے بلایا اور ان کی تلاش میں ہر طرف آدمی بھیجے۔ یہاں تک کہ لوگ ان کے پاس پہنچ گئے تو اُن سے امیر المومنین کی طلب کا حال بیان کیا۔ اور شیخ کو اللہ کی جانب سے ملاقات کا اذن ملا تو آپ وہاں گئے اور ان سے ملاقات کی۔ اس آمد سے یعقوب کو بڑی خوشی ہوئی۔ پھر حکم دیا کہ ایک مرغی ذبح کی جائے اور ایک کا گلا گھونٹا جائے اور دونوں کو الگ الگ پکایا جائے۔ چنانچہ جب پک چکیں تو شیخ کے سامنے حاضر کیا گیا تاکہ کھائیں۔ آپ نے مردار کی نسبت خادم سے کہا یہ مُردار ہے اسے اُٹھالے اور ذبح کی ہوئی مرغی کھائی۔ امیر المومنین یعقوب نے بھی اپنے آپ کو ان کے سپرد کر دیا اور آپ کے خادم بن گئے۔ چنانچہ شیخ سے بہت سی فتوحات باطنی حاصل کیں اور اپنا ملک بیٹے کے سپرد کر کے اس سے قطع تعلق کر لیا اور شیخ کے ساتھ مشغول ہوئے اور شیخ ابو العباس کی برکت سے اُن کا پایہ ولایت مضبوط ہوا جس کی شیخ ابو مدین نے بھی پیشین گوئی کی تھی۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم و نفعنا بہم آمین۔ اور حضرت یعقوب کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک بار لوگ بارش کے محتاج ہوئے تو شیخ ابو العباس شہر سے لوگوں کے ہمراہ نکلے اور حضرت یعقوب سے فرمایا کہ تم استسقاء کرو اور اللہ سے پانی مانگو۔ انہوں نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آپ زیادہ مستحق ہیں۔ شیخ نے فرمایا یہی حکم ہوا ہے چنانچہ حضرت یعقوب نے نماز پڑھائی اور دعا کی، اسی وقت بارش ہوئی رضی اللہ تعالےٰ عنہما و نفعنا بہما۔ آمین۔

حکایت (۴۷۵) حضرت شیخ صفی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مغربی عورت کو جو بڑے مرتبہ والی تھیں اور اُن کی

علماء اور اولیاء تعظیم کرتے تھے۔ دیکھا انہیں ست الملوک کہتے تھے۔ انہوں نے شیخ کبیر علی بن علیس یمنی کے وقت میں جب کہ وہ بیت المقدس میں تھے بیت المقدس کی زیارت کی۔ اور حضرت شیخ علی مذکور فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک نور کی رسی آسمان سے مسجد کے قبہ تک لٹک رہی ہے۔ چنانچہ میں قبہ میں گیا تو اُس عورت ست الملوک کو میں نے وہاں پایا اور وہ نور اس عورت کے پاس تک تھا۔ میں نے اُن سے دوستی چاہی، انہوں نے قبول فرما لیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ونفعنا بہا۔

اور وہی حضرت صفی الدین فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ صالح ولی یمنی حضرت سفیان کو دیکھا وہ بڑے عالی ہمت اکابر میں تھے اور بہت وقت تک نماز پڑھتے تھے آپ حج سے اور مصر کے سفر سے فارغ ہو کر یمن کے ملک میں ظاہر ہوئے تھے اور آپ کی کرامات دیکھ کر بہت لوگ آپ کے قائل ہو گئے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہی سفیان ہیں جنہوں نے ایک یہودی کو سلطان کے مسلمانوں پر ترفع کرنے کے سبب یمن میں قتل کیا تھا جو مسلمانوں سے خدمت لیتا تھا اور اس کی سواری کے ہمراہ مسلمان سلطان کے حکم سے پیدل چلتے تھے اور میں نے سُنا ہے کہ انہوں نے تعز میں فی الحال ایک یہودی کو قتل کیا۔ اس طرح سے کہ آپ نے ایک یہودی سے فرمایا کہ تو فلاں فلاں کام کر ورنہ میں اس قلم کو قط لگاتا ہوں۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں قلم اور چاقو تھا اس نے کہا تم قلم کو قط لگاؤ مجھے اس سے کیا نقصان ہے۔ آپ نے قلم پر قط لگایا اسی وقت یہودی کا سر زمین پر لڑھکتا نظر آیا۔ آپ کی بہت بڑی بڑی کرامتیں ہیں آپ فقیر تھے پہلے تحصیل علم میں مشغول ہوتے اور علم تحصیل کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ اگر ہماری معرفت چاہتا ہے تو یہ دور رکھ اور دو زیادتی چھوڑ دے۔ آپ علم چھوڑ کر اللہ کی طرف مشغول ہو گئے۔ آپ کا مصر پہنچنے کا واقعہ مجھے اس طرح معلوم ہوا ہے کہ آپ جہاد دمیاط میں شریک ہونے کے واسطے مصر گئے تھے اور آپ کی وجہ سے مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور بعض بزرگوں نے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کشف عطا فرمایا تھا کہہ دیا تھا کہ دمیاط کی فتح ایک یمنی کے ہاتھ پہ ہو گی۔ جہاد دمیاط میں شریک ہونے والوں میں ایک حضرت فقیہ عالم ولی عارف عبدالرحمٰن نویری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور شہید ہوتے۔ آپ کا قاتل فرنگی کہتا ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن کو قتل کیا پھر

کہا اے مسلمانوں کے قسیس تم اپنی کتاب میں پڑھتے ہو ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاءٌ عند ربھم یرزقون الآیۃ یعنی تو ہرگز ان لوگوں کو جو اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں مردہ نہ گمان کر۔ بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس سے رزق پہنچائے جاتے ہیں۔ پھر میں نے کہا یہ بھی تو تمہارا عالم ربانی ہے اس وقت آپ نے آنکھیں کھولیں اور سر اٹھا کے کہا زندہ ہیں، اس کے پاس رزق کھاتے ہیں پھر خاموش ہو گئے۔ جب میں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کی گفتگو سنی تو اس وقت سے اللہ نے میرے دل سے کفر کو نکالا اور میں ان کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ وہی فرنگی کہتے ہیں کہ مجھے اللہ سے امید ہے کہ ان کی برکت سے اور ان کے ہاتھ پر مسلمان ہونے کے سبب اللہ تعالے میری مغفرت فرمائیں گے اور جب ہی سے حضرت عبدالرحمٰن کو شہید ناطق کہتے ہیں۔ آپ کی بہت سی کرامتیں ہیں۔ رضی اللہ تعالے عنہ۔

حکایت (۴۵۸) بعض بزرگوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں سفر میں تھا تو میرے ساتھ وحوش الفت کرتے تھے اور میرے گرداگرد بیٹھتے تھے اور میں ان کے درمیان چلتا پھرتا تھا گویا میں بھی انہیں میں ہوں۔ حتی کہ میرا آبادی میں جانے کا ارادہ ہوا اور ایک چھوٹا بچہ یاد آیا جو میرے پاس رہتا تھا۔ پھر میں نے ان وحوش میں ایک ہرن کا بچہ دیکھا اور میرے جی میں خیال گذرا اگر یہ ہرنی میرے پاس رہی تو میں اسے اس بچہ کے واسطے لے چلوں گا۔ جب سے کہ یہ خیال گذرا ہے اسی وقت سے سب کے سب میرے پاس سے بھاگ گئے اور پہلی حالت کے بالکل برخلاف نظر آنے لگے میں نے اللہ تعالے سے توبہ کی اور اس خیال کو دور کیا تو وحوش بھی لوٹ آئے۔ اور پہلے ہی کی طرح ہو گئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

اور ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت تھے جس وقت چاہتے تھے چلتے تھے چاہے کوئی مقام ہو۔ اور ہمارے واسطے زمین لپیٹی جاتی تھی۔ ایک دن میں نے اپنی اولاد کے واسطے ایک مکان خریدا اور اس کا بیعنامہ میں نے حاصل کیا جو خرید اور قبضہ کے متعلق تھا۔ اس کے بعد میرے پاس دوستوں نے آدمی بھیجا کہ ہم سے فلاں مقام پر ملو۔ میں اپنے اس حال کی طرف رجوع ہوا جس کے سبب دور دور کی مسافت تھوڑے عرصہ میں قطع کرتا تھا تو وہ کیفیت

مجھ میں نہ تھی۔ میں نے ان کے پاس آدمی کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ وہ پر جن سے میں اُڑتا تھا میرے پاس نہ رہے وہ کٹ گئے۔ انہوں نے کہلا بھیجا کہ دیکھو یہ نقصان کہاں سے آیا اور اس علاقہ کو جس نے تم سے اس حالت کو قطع کیا ہے تم قطع کر دو چنانچہ میں نے بیعنامہ پھاڑ کر پھینک دیا اور میری حالت بھی لوٹ آئی اور اسی مقام میں ان سے ملاقات کی جہاں انہوں نے بلایا تھا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۵۹) حضرت شیخ صفی الدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیخ مفرج بڑے عظیم الشان ولی تھے۔ آپ حبشی غلام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا اسباب معلومہ اور بلا طریقہ معہودہ کے اپنا برگزیدہ بنایا تھا اور آپ نے اپنی خداداد جس ہی سے بہت کچھ حاصل کیا تھا۔ چھ مہینے تک ایسے رہے کہ کچھ نہ کھایا نہ پیا جب ان کے مالک نے دیکھا کہ ان کی حالت بدل گئی تو انہیں مارا۔ مار کا اُن پر اثر نہ ہوا تو سمجھا کہ ان میں جنون ہے اور ایک آدمی کو بلایا تاکہ مار کے ان کا جنون اتار کے اُنہیں کھانا کھلائے۔ وہ شخص مارتا تھا اور جن کو مخاطب کر کے کہتا تھا نکل جا۔ یعنی جسے اپنے گمان میں جن سمجھتا تھا۔ اور شیخ مفرج کہتے تھے نکل گیا۔ یعنی آپ کا نفس۔ پھر انہوں نے آپ کو قید کیا اور چلے گئے جب لوٹ کر آتے تو دیکھا کہ بیڑیاں ایک طرف ہیں اور آپ ایک طرف ہیں۔ پھر قید خانہ میں بند کر گئے اور پھر آ کے دیکھا تو آپ قید کے مکان سے باہر نکل گئے تھے۔ جب لوگوں پر آپ کے کرامات ظاہر ہوئے تو مرغ کے کباب بنا لائے۔ آپ نے کہا اڑ جاؤ تو وہ اللہ کے حکم سے اُڑ گئے۔ پھر لوگ خاموش ہو گئے اور آپ کی کرامات متواتر ہوتی رہیں اور ولایت آپ کی مشہور ہوئی اور برکت ظاہر ہوئی۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۶۰) حکایت ہے کہ ایک شیخ شہر رقہ میں رہتے تھے۔ والی رقہ نے ان سے کچھ شکایتیں کیں جن کے سبب آپ کو اس کی خاطر داری کی تکلیف ہونے لگی۔ ایک روز اتفاقاً والی رقہ شیخ پر سے گذرا آپ نے اس پر ایک چیخ ماری اور کہا تو مر جاوے اسی وقت مر گیا اور یہی شیخ ایک دن کرامات کے متعلق گفتگو کر رہے تھے تو ایک بڑھیا جو آپ پر ناز کرتی تھی کہنے لگی کب تک

یہ باتیں اور دعوے ہی دعوے رہیں گے لوگ تو بدون بارش کے مر رہے ہیں۔ شیخ نے
اپنی حالت اُسے دکھائی تو وہ آپ کے پاس سے نکل کر اپنے خچر پر سوار ہو کے
چلی گئی اور وہ بادشاہ کے بچوں کی تربیت کرتی تھی۔ وہ ایک راستہ سے گذر
رہی تھی کہ ناگاہ بڑے زور کا اَبر اُٹھا اور کثرت سے بارش ہوئی اور زور کی ہوا
چلی اور ہوا نے اس بڑھیا کو خچر سے کیچڑ میں گرا دیا۔ وہ پھر اُٹھ کر خچر پر سوار ہوئی۔
اور شیخ کے پاس لوٹ آئی اور کہنے لگی ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنی کرامت سے بارش
برسوائی مگر مجھے خچر سے کیچڑ میں کیوں گرا دیا فرمایا تیری بے ہودگی کے سبب سے۔
آپ نے فرمایا کہ بادشاہ نورالدین شام کے بادشاہ ہمارے نزدیک چالیس
اولیاء میں گنے جاتے ہیں اور سلطان صلاح الدین تین سو کے گروہ میں منسوب
ہیں۔ ابدال جب نورالدین کو دیکھتے ہیں اور وہ پوچھتے ہیں کہ میں تمہارے نزدیک کیسا
ہوں تو ابدال فرماتے ہیں کہ تم ظالموں کی اصلاح کرنے والے ہو اور تم میں
اوصاف ولایت ہیں۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم و نفعنا بہم آمین۔

حکایت (۱۴۶۱) مروی ہے کہ شیخ ابو محمد ابن کبش رضی اللہ عنہ اکثر
اوقات خضر علیہ السلام سے ملاقات کرتے تھے، ان کے ایک مصاحب امیر آدمی تھے
آپ سے ایک دن ان مصاحب نے کہا کہ بھائی صاحب آپ کی دوستی سے
ہمارا کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا تمہیں کیا چاہیئے۔ انہوں نے کہا تم
روز خضر علیہ السلام سے ملاقات کرتے ہو ان سے کہو..... کہ ایک دن مجھ سے
بھی ملاقات کریں۔ میں بھی اُنہیں دیکھوں۔ آپ نے فرمایا میں ان سے کہوں گا۔ جب
حضرت خضر ملے تو کہا حضرت میرے ایک مصاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں
حضرت نے فرمایا تمہارا مصاحب مجھ سے ملنا نہیں چاہتا۔ کہا سبحان اللہ
یوں ہی اس نے مجھ سے کہا ہے۔ فرمایا ان سے کہدو کہ میں جمعہ کے روز ان سے
ملوں گا۔ جب جمعہ کا دن ہوا تو اس شخص نے ایک گیہوں کی گٹھیا کھلوائی اور وقت
جمعہ تک خوشی اور شکرانہ میں اُسے تقسیم کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے
ملاقات کرنا منظور کیا ہے پھر دروازہ بند کر کے وضو کیا اور جانماز پر اللہ کا ذکر کرتے
ہوئے بیٹھا اور وعدہ کا منتظر رہا۔ اتنے میں ایک شخص نے دروازہ پر دستک

دی اس نے لونڈی سے کہا دیکھو تو دروازہ پر کون ہے۔ اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ایک شخص چادر اوڑھے کھڑے ہیں۔ اس شخص نے کہا تو اپنے آقا سے کہدے کہ ایک شخص تم سے ملنا چاہتا ہے۔ لونڈی نے جاکر بیان کیا۔ پوچھا کیسا آدمی ہے۔ کہا ایک شخص چادر اوڑھے کھڑا ہے۔ کہنے لگا کوئی فقیر ہے گیہوں بٹنے کی خبر سُنکر آیا ہے۔ کہا اس سے کہدو کہ نماز پڑھ کے آویں گے۔ اس نے وہی آکے کہدیا۔ وہ چلے گئے۔ جب نماز ہوچکی تو وہ شخص ابنِ کبش سے ملا اور کہا میں انتظار میں رہا لیکن وہ نہیں آئے اور میں نے انہیں نہ دیکھا۔ تو ابن کبش نے فرمایا اسے بے توفیق وہی تو تھے جن کے پاس تو نے لونڈی کو بھیجا تھا اور اس سے کہلایا تھا، جاؤ اور نماز کے بعد آؤ۔ پھر فرمایا تو چاہتا ہے کہ خضرؑ سے ملاقات کرے اور دروازہ پر پہرہ لگاتا ہے۔ کہا میرے پاس جتنی لونڈیاں ہیں سب اللہ کے واسطے آزاد ہیں۔ پھر جب کوئی دروازہ پر آکر دستک دیتا تو خود نکل آتا۔ رحمتہ اللہ تعالےٰ علیہ۔

حکایت (۴۶۲) مؤلف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی آدمیوں سے یہ حکایت سُنی ہے کہ ایک تاجر نے کہا کہ میں مسافر تھا اور میرے ساتھ ایک جانور تھا جس پر تجارت کا اسباب لدا تھا۔ جب میں مصر میں داخل ہوکر لوگوں سے ملا پھر میں نے وہ جانور تلاش کیا تو جانور نہ ملا۔ میں نے تفتیش کی لوگوں سے بھی پوچھا کسی نے پتہ نہ دیا۔ مجھ سے بعض لوگوں نے کہا تو شیخ ابو العباس دمنہوری کے پاس جا شاید وہ تیرے واسطے دعا کریں۔ میں آپ کو پہچانتا تھا آپ کے پاس گیا اور سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے نہ میری بات سُنی نہ مجھے خوش کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ ہمارے ہاں دو مہمان ہیں ان کے واسطے اتنا آٹا۔ اتنا گوشت، اور یہ چیزیں چاہئیں لے آؤ۔ میں آپ کے پاس سے نکلا اور جی میں کہتا تھا واللہ پھر کبھی ان کے پاس نہ آؤں گا۔ یہ فقیر لوگ اپنی ہی ضرورتوں کو جانتے ہیں۔ میں مصیبت زدہ ان کے پاس آیا تھا نہ میری شکایت سُنی نہ میرے لیے دعا کی اور اپنی ہی حاجت روائی مجھ سے چاہی۔ اس ارادہ سے میں چلا راستہ میں میرا ایک قرضدار مل گیا۔ میں نے اُسے پکڑ لیا اور کہا جب تک میرا

مال نہ دے گا نہ چھوڑوں گا۔ اس نے مجھے تقریباً ساٹھ درہم دیئے جب یہ مجھے مل گئے
تو میں نے کہا واللہ میں ان کی آزمائش کروں گا۔ اگر مل گیا تو کل مل گیا ورنہ یہ بھی اس کے
ساتھ اللہ کی راہ میں گیا۔ چنانچہ میں نے شیخ کی ساری فرمائشیں خریدیں اور کچھ دام بچ
گئے تو ان کی شیرینی خریدی اور سب کو ایک حمال کے سر پر رکھ کر شیخ کے یہاں پہنچا
جب شیخ کے حجرہ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ میرا جانور کھڑا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ
یہ تو میرا ہی جانور ہے۔ پھر جی میں کہا میرا جانور کہاں ہے یہ اس کے جیسا ہی ہو گا
جب میں قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ بعینہٖ میرا ہی جانور تھا اور اس پر وہ اسباب بھی جیسا
گم ہوا تھا ویسا ہی تھا۔ مجھے تعجب ہوا پھر میں نے سوچا کہ اس کو کسی محافظ کے پاس چھوڑ دوں
میں ساتھ ساتھ چلوں ایسا نہ ہو کہ کسی اور جگہ چلا جائے۔ پھر میں نے کہا جس نے اُسے تسلیم کیا
ہے اور اس کے محافظ کے سپرد کیا ہے وہی اس کی حفاظت کرے گا۔ پھر میں نے شیخ کے
یہاں حاضر ہو کر ان کی مطلوبہ چیزیں ان کے سامنے رکھ دیں۔ ایک ایک کو حضرت
نے اُٹھا کر دیکھا حتیٰ کہ جب شیرینی پر پہنچے تو فرمایا یہ کیا ہے میں نے کہا حضرت میرے
پاس کچھ بچ گیا تھا اس کا میں نے یہ خرید لیا ہے۔ فرمایا یہ تو شرط میں داخل نہیں تھا
لیکن میں اس کی وجہ سے کچھ اضافہ کروں گا۔ تم قیساریہ میں جاؤ اور اپنا اسباب بیچو
اور جلدی نہ کرو اور جتنا بک جائے اس کے دام اُسی وقت وصول کر لو اور اس امر سے
بےخوف رہو کہ کوئی تاجر آ جائے۔ زمین میری سیدھی طرف اور سمندر میری بائیں طرف
ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں قیساریہ میں پہنچا تو میرا سارا سامان مطلوب تھا۔ چنانچہ میں نے
بہت ہی نفع سے مال بیچا اور جتنا مال بک گیا اس کی قیمت بھی وصول کر لی۔ حتیٰ کہ میں
نے کل اسباب بیچ کر اس کی قیمت وصول کر لی۔ جب میں فارغ ہوا تو تجار خشکی
کے راستہ بھی اور سمندر کے راستہ بھی چاروں طرف سے آ پہنچے گویا کہ وہ قید سے
رہا ہوئے۔ انتہیٰ کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ شیخ ابوالعباس ہیں ان کی
بہت سی کرامتیں ہیں جو لوگوں میں مشہور ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ

حکایت (۴۶۳) حضرت شیخ ابوالعباس ابن عریف رضی اللہ عنہ سے
مروی ہے کہ میں ایک دن صبح کو تنگ دل اُٹھا میرے ایک مصاحب ابو محمد طرابلسی
کے نام سے مشہور تھے۔ میں نے ان سے کہا اے ابو محمد آج میرا قلب منقلب سا

ہو گیا ہے۔ تم کوئی ایسی حکایت صالحین کی بیان کرو جس سے شاید قلب کی اصلاح ہو جائے۔ انہوں نے کہا اچھا سنیے۔ میں ایک دن افریقہ میں تھا اور وہ دن ذی الحجہ کے عشرۂ اوّل میں سے ایک دن تھا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ تین شخص میرے سر پر کھڑے ہیں انہوں نے کہا اے ابو محمد حج کو چلتے ہو۔ میں نے کہا جیسی رائے ہو۔ فرمایا اللہ کی برکت پر بھروسہ کرو۔ چنانچہ ایک ان میں سے میرے آگے ہو گئے اور دو آدمی میرے پیچھے ہو گئے اور چلے۔ جب رات ہوتی تو ایک شخص ان میں سے راستہ سے ہٹ کر جاتے اور کیلے کی پھلیاں لے آتے اور فرماتے اس مقام پر ایک بڑھیا نے یہ مجھے دیں۔ تین دن کے بعد ناگاہ ان میں سے ایک نے مجھ سے کہا اے ابو محمد خوش ہو جاؤ یہ تہامہ کے پہاڑ ہیں۔ میں نے ان کے ساتھ حج کیا اور ان کی صحبت میں رہا۔ جب لوٹنے کا وقت آیا تو مجھ سے کہا۔ تم اللہ کی امان میں رہو۔ میں نے کہا آپ لوگ مجھے فراق کا رنج دینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا یہ تو ضرور ہونا ہے اور پھر چلے گئے۔ میں بھی وہاں سے چل کر عیذابؔ گیا اور وہاں سے اسوانؔ۔ پھر مجھ سے نفس نے کہا اسکندریہ چلو شاید کوئی جان پہچان والا مل جائے جو دریا پر سوار کر کے اسکندریہ سے مغرب میں پہنچا دے۔ میں نے نفس سے کہا واللہ میں رنجیدہ نہیں ہوا نہ تھکا۔ میں یہیں سے جنگل کا راستہ لوں گا۔ جب مجھے جنگل میں وضو کی یا پانی پینے کی ضرورت ہوتی تو کہتا قسم ہے رب العزت کی میں جب تک پانی نہ پی لوں اور وضو نہ کر لوں یہاں سے آگے نہ بڑھوں گا۔ اُسی وقت ایک ابر آتا اور اتنا برستا کہ اس کا پانی جمع ہو کر ایک تالاب بن جاتا اور میں اس میں سے وضو بھی کرتا اور پی بھی لیتا۔ پھر جب ضرورت ہوتی تو یہی کرتا۔ اس حالت سے میں وہاں پہنچا جہاں سے کہ میں نکلا تھا اب میں بھی خبطی سا ہو گیا ہوں اور تم اے احمد امراء کا سا لباس پہنتے ہو اور نوجوانوں کو دیکھتے ہو۔ پھر کہتے ہو کہ میرا دل پلٹ گیا ہے۔ میرے جیسا ناکارہ بوڑھا کہہ سکتا ہے کہ میرا دل پلٹ گیا ہے۔ لیکن تیرا دل تو پہلے ہی پلٹ گیا ہے۔ اب یہ کہنا مناسب ہے کہ میرا دل پلٹا ہوا تھا اور پلٹا ہوا ہے ابو العباس کہتے ہیں کہ ان کے اس قول کی ٹھنڈک کہ تیرا دل

پلٹا ہوا تھا اور ہے۔ ابھی تک میں نہیں بھولا اور مرنے تک نہیں بھولوں گا۔ رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن الجمیع ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۶۴) حضرت شیخ ابن عریف ہی سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں غمگین اٹھا اور شیخ ابوالقاسم ابن روبیل سے میں نے کہا۔ کہ کوئی حکایت بیان کرو شاید اس کے سبب اللہ تعالٰی میرا غم دفع کرے۔ کہا اچھا سنو مجھ سے ایک شخص کی جو ساحل پر رہتے تھے تعریف کی گئی۔ انہیں ابوالجنان کہا جاتا تھا۔ میں ان سے ملنے کے قصد سے ساحل پر گیا اور انہیں سلام کر کے بیٹھ گیا نہ انہوں نے کچھ مجھ سے کہا نہ میں نے ان سے کچھ کہا یہاں تک کہ جب نماز کا وقت آیا تو کچھ لوگ جو چاروں طرف کے میدانوں میں منتفرق تھے آپ کے پاس جمع ہوئے اور ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کے نماز پڑھائی پھر وہ لوگ جدا ہو گئے اور کسی نے کسی سے کچھ کلام نہ کیا اور شیخ بھی اپنی جگہ آ بیٹھے اور میں بھی ان کے پاس جا بیٹھا۔ پھر جب نماز کا وقت آیا اسی طرح سے سب لوگ جمع ہوئے اور نماز پڑھ کے منتفرق ہو گئے حتیٰ کہ جب نماز عصر کا وقت آیا تو پھر جمع ہو کر نماز پڑھی اور بیٹھ کر صلحاء کے حالات اور تذکرے بیان کرتے رہے جب زردیٔ آفتاب کا وقت ہوا تو پھر منتفرق ہو گئے اور پھر مغرب کے وقت جمع ہو گئے۔ پھر منتفرق ہوئے۔ اسی طرح تین دن رہا۔ ان کی یہی حالت رہی۔ پھر میرے جی میں آیا کہ شیخ سے استفادہ کی نیت سے ایک سوال کروں۔ اور آگے بڑھ کر میں نے عرض کیا اے شیخ میں ایک سوال دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہو۔ جماعت کے لوگوں نے میری طرف انکار کی نظر سے دیکھا۔ میں گھبرایا اور پوچھا اے شیخ مرید کو اپنا مرید ہونا کب معلوم ہوتا ہے۔ شیخ نے منہ پھیر لیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں ڈرا کہ ایسا نہ ہو کہ شیخ مجھ سے خفا ہو گئے ہوں اور میں ان کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا۔ جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں نے کہا یہ تو پوچھنا ہی چاہیئے اور عزم مصمم کر کے آگے بڑھا اور کہا اے شیخ مرید کو کب معلوم ہوتا ہے کہ میں مرید ہوں۔ انہوں نے پہلے ہی کی طرح مجھ سے اعراض کیا اور کچھ جواب نہ دیا۔ میں اٹھ کر چلا آیا۔ پھر تیسرے دن میں نے یہی سوال کیا اور آپ نے مجھ سے مل کر فرمایا ایسا مت سوال کرو۔ شاید تم یہ پوچھنا

جانتے ہو کہ مرید ارادت میں پہلا قدم کب رکھتا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا جب کہ اس مرید میں چار خصلتیں پیدا ہو جائیں۔ ایک تو یہ کہ زمین اس کے واسطے لپیٹی جاوے اور ساری زمین ایک قدم ہو جاتے اور پانی پر چلنے لگے اور جو چیز جس وقت دنیا میں کھانا چاہے کھا سکے اور اس کی دعا رد نہ کی جائے۔ اس وقت ارادت میں مرید پہلا قدم رکھتا ہے اور جب مرید اپنے کو مرید جاننے لگے تو وہ ہمارے نزدیک حد ارادت سے گر جاتا ہے۔ حضرت شیخ ابوالعباس فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے ایک چیخ ماری۔ قریب تھا کہ میری جان نکل جاتے۔ پھر ان سے کہا کہ تم نے ہمیں ارادت سے ناامید کر دیا اے ابوالقاسم اور میں اس شیخ کی عالی ہمتی سے متعجب ہوا۔ رضی اللہ تعالٰے عنہ وعن الجمیع ونفعنا بھم۔ آمین۔

حکایت (۴۶۵) حضرت شیخ ابوعبداللہ قرشی سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنے شیخ ابویزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے سنا جبکہ قرشی نے شیخ سے ان کی ابتدائی حالت دریافت کی تاکہ اس سے کچھ نفع حاصل کریں۔ شیخ نے فرمایا اے بیٹے ایک نئی بات ہے مجھے اس طریق میں ایک اضطراب کی چیز نے داخل کیا ہے۔ میں تاجر تھا اور عطاروں میں میری دکان تھی اور وہی چیز فروخت کرتا تھا جس کی قیمت بہت گراں ہوتی تھی اور جو چیز نایاب ہوتی تھی۔ میرا لباس بھی ایسا ہی نادر ہوا کرتا تھا۔ ایک دن جامع مسجد میں گیا کہ صبح کی نماز ادا کروں۔ جب نماز پوری کر چکا تو میں نے ایک بڑا حلقہ دیکھا۔ میں اس کی طرف گیا اُن دنوں صالحین کی مجھے کوئی خبر نہ تھی جیسا کہ عوام جانتے ہیں۔ اسی قدر جانتا تھا کہ وہ کوہ و بیابان میں رہتے ہیں اس حلقہ پر جا کے کھڑا ہوا۔ ایک قاری ان میں صلحاء کی حکایتیں اور اُن کے مجاہدات پڑھ کے سنا رہے تھے جیسے حکایت شیخ ابویزید رضی اللہ عنہ کی ہے۔ میں نے جی میں ایسی آواز سے کہا جسے میرے قریب والے کے ماسوا کوئی سن نہیں سکتا تھا کہ ایسی باتوں سے بھی کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ ایک نے ان میں سے کہا کہ پھر کن باتوں سے کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ میں نے کہا یہ باتیں جو حکایت کی جا رہی ہیں جھوٹ معلوم ہوتی ہیں۔ ایک شخص سال بھر پانی چھوڑ دے پھر زندہ رہے۔ اس شخص نے کہا ان حکایات سے انکار مت کرو میں

اس شخص سے سوال و جواب کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں حلقہ میں سے ایک شخص نے جو نہایت لاغر تھا سر اُٹھایا اور کہا تجھے صالحین کے بارے میں گفتگو کرتے شرم نہیں آتی۔ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں اور وہاں سے اُٹھ کر اپنی دکان پر آگیا اور ان کی باتوں پر تعجب کرنے لگا۔ قریب ظہر کے میں موافق عادت کے دکان پر بیٹھا خرید فروخت کر رہا تھا کہ ناگاہ میں نے اسی شخص لاغر کو دیکھا کہ وہ گذرا اور مجھے نہ دیکھا آگے بڑھ کے پھر لوٹا اور معلوم ہوا کہ میری ہی تلاش میں ہے۔ چنانچہ مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ میں نے کہا وعلیکم السلام کہا تیرا کیا نام ہے۔ میں نے کہا میرا نام عبدالرحمٰن۔ کہا کیا تم نے مجھے پہچانا۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ وہی ہیں جن سے میں نے حلقہ میں گفتگو کی تھی۔ کہا تو ابھی اس عقیدہ پر ہے تو نے اب تک توبہ نہیں کی۔ میں نے کہا میرا کوئی ایسا عقیدہ تو نہیں ہے جس سے توبہ کرنا ضروری ہو۔ وہ شخص میری دکان کے آگے پتھر سے سینہ لگا کے کھڑے ہوتے اور کہا۔ اے ابو یزید تم صالحین کے عمل کی نسبت کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا صالحین کہاں ہیں کہا یہیں بازار میں پھرتے ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ اگر اس پتھر کی طرف اشارہ کریں تو ان کے ساتھ ہو جاتے اور ایک پتھر کی طرف جو دکان کے اندر تھا۔ اشارہ کیا اس میں سے دو سوراخ کھلے، اس کے اندر لوگوں کی مرہونہ چیزیں تھیں۔ وہ نکلیں۔ میں نے انہیں جلدی سے پکڑا اور ان کی جگہ پر لا کر رکھا۔ پھر میں نے کہا کیا آدمی کو ایسی قدرت مل جاتی ہے۔ کہا انسان کی قدرت کے مقابل یہ کیا چیز ہے۔ میں نے کہا اس کے سوا آدمی اور کس میں تصرف کر سکتا ہے۔ کہا اگر دکان سے کہدے کہ اپنی جگہ سے اکھڑ جا تو اسی وقت اکھڑ جاتے گی اس وقت میں نے دیکھا کہ دکان نے دوبارہ حرکت کی اور اس کا ہر برتن اور شیشہ ہل گیا حتیٰ کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں مجھ پر نہ گر پڑے اور میں حیران رہ گیا۔ اور وہ شخص مجھے چھوڑ کر چل دیتے۔ مجھ میں عقل کی تیزی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر مجھ جیسا آدمی اگر ساری عمر دکان میں صرف کردے تو ایسے لوگوں کی ملاقات کیونکر نصیب ہو جب دوسرا دن ہوا تو پھر میں حلقہ میں گیا تاکہ قوم کی باتیں۔ پھر سُنوں۔ قسم ہے اللہ کی، اس سماع کے بعد مجھ میں اتنی بھی دسکت نہ رہی کہ دکان تک جاؤں۔ میں اپنے ماموں کے پاس گیا اور دکان کی کنجیاں ان کے حوالہ کیں۔ اُنہیں کی

دکان تھی۔ انہوں نے کہا کہاں جاتے ہو۔ میں نے کہا انشاء اللہ آؤں گا۔ انہیں میرے ارادے کی خبر نہ ہوئی۔ اس کے بعد اب تک لڑکے دکان پر نہ گیا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۶۶) مروی ہے کہ شیخ کبیر عارف باللہ سید احمد رفاعی قدس اللہ روحہ واعاد علینا من برکاتہ شیخ عارف علی ابن فاری واسطی رضی اللہ عنہ کے پاس قرآن مجید پڑھتے تھے اور نوجوان تھے ایک شخص نے کھانا پکوایا اور حضرت شیخ علی ابن فاری اور ان کے مریدوں کی دعوت کی اور شہر کے دیگر مشائخ وغیرہ کو بھی بلایا۔ جب کھانا کھا چکے تو ان کے ہمراہ ایک قوال تھا۔ اس نے دف لے کر گانا شروع کیا اور حضرت سید احمد لوگوں کی جوتیوں کے پاس بیٹھے تھے اور شیخ ابن الفاری کا جوتا ان کے پاس تھا۔ جب قوم سرور میں آئی اور انہیں وجد آنے لگا تو حضرت سید احمد نے لپک کر قوال کا دف توڑ دیا۔ مشائخ شیخ علی ابن فاری کو دیکھنے لگے۔ اور ان سے نفرت کا اظہار کیا اس امر پر جو سید احمد سے ظہور میں آیا اور کہا یہ بچہ ہے ہمیں اس سے شکایت نہیں ہے۔ ساری شکایت تم سے ہے۔ حضرت شیخ علی نے ان سے کہا تم ان سے پوچھو اگر جواب دیں تو فبہا ورنہ مجھ سے مطالبہ کیجئے۔ انہوں نے حضرت سید احمد کی طرف متوجہ ہو کر کہا تم نے دف کیوں توڑا فرمایا۔ اے حضرات! اب قوال کی امانت داری پر فیصلہ ہے۔ اس کے جی میں جو کچھ گذرا بیان کرے۔ پھر جو کچھ وہ کہے ہم اس کی اتباع کریں گے۔ انہوں نے قوال سے دریافت کیا کہ جو کچھ تیرے جی میں وسوسہ پیدا ہوا تھا بیان کر۔ کہا کل شب میں ایک ایسی قوم کے پاس تھا جو شرابی تھے۔ وہ بھی میرا گانا سن کر جھومتے تھے۔ اب میرے دل میں خیال آیا کہ ان مشائخ کا حال بھی ان شرابیوں ہی کا سا ہے۔ یہ خیال ابھی پورا بھی نہ ہوا تھا کہ اس بچہ نے اٹھ کر دف میرا توڑ دیا۔ اس وقت مشائخ کھڑے ہو گئے۔ حضرت سید احمد کا ہاتھ چومنے لگے اور عذر خواہی کی۔ رضی اللہ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ شراب محبت کے نشہ میں جھومتے تھے جس کی طرف حضرت شیخ عارف باللہ ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ

نے اشارہ فرمایا ہے جبکہ آپ سے پوچھا گیا کہ شراب محبت کیا چیز ہے اور ساقی کون ہے اور ذوق کیا چیز ہے۔ شوق کیا ہے اور سیرابی کیا ہے اور نشہ کیا ہے اور ہوشیاری کیا ہے۔ فرمایا شراب تو جمال محبوب کا چمکتا ہوا نور ہے اور پیالہ وہ لطف ہے جس سے دل کے منہ تک محبت پہنچ جاتی ہے اور ساقی وہ ہے جو اپنے خاص مقرب بندوں اور صالحوں کیلئے سقی کا انتظام و اہتمام کرتے ہیں۔ یعنی حق تعالیٰ اجل جلالہٗ جو بندوں کی تقدیر اور ان کی مصلحت سے واقف ہے جس شخص پر اس کے جمال کا کشف ہوا اور پھر ایک دو لحظے کے بعد پردہ ڈال دیا گیا وہ شخص ذوق و شوق والا ہوتا ہے اور جس پر اس کا انکشاف ایک یا دو گھنٹے تک رہا تو وہ سچا پینے والا کہلاتا ہے اور جس پر یہ حالت پے در پے طاری ہوئی اور شراب محبت کی مداومت ہوئی حتیٰ کہ اسکے رگ رگ اور جوڑ جوڑ ان انوار سے پُر ہو گئے جو مخزون تھے تو اس حالت کو سیرابی کہتے ہیں اور کبھی کبھی محسوس اور معقول سے غائب ہو جاتا ہے اور معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے کیا کہا گیا ہے اور اس نے کیا کہا یہ حالت سُکر کہلاتی ہے۔ کبھی ان پیالوں کی گردش پے در پے ہوتی ہے اور حالات بدلتے رہتے ہیں اور ذکر و طاعت کی جانب متوجہ ہوتے ہیں اور باوجود مقدرات کے بدلنے کے اُن کے صفات نہیں بدلتے یہ حالت حالت ہوشیاری کہلاتی ہے اور اُسے وسعت نظر کا زمانہ اور تزایدِ علم کا زمانہ بھی کہتے ہیں۔ وہ لوگ علم کے ستاروں سے اور توحید کے چاند سے رات کے وقت ہدایت پاتے ہیں اور آفتاب عرفان سے دن کو روشنی حاصل کرتے ہیں وہی لوگ جماعت خداوندی کہلاتے ہیں اور اللہ کا گروہ فلاح پانے والا ہے اور بعض عارفین مشائخ کبار نے فرمایا ہے کہ محبت اللہ تعالیٰ کی جانب سے اُس شخص کا دل لیتی ہے جس کو حق سبحانہٗ تعالےٰ چاہتے ہیں کہ اپنے نورِ جمال کو اس پر منکشف فرمائیں اور قدس جلال کا اس پر اظہار فرما دیں۔ اور شراب محبت کبھی تو کوشش اور ہمت اور تہذیب نفس کے بعد عطا ہوتی ہے اور ہر شخص کو اس کی استعداد کے موافق پلایا جاتا ہے۔ بعض کو بلا واسطہ بھی ملتا ہے ساس کے خود حق تعالیٰ ہی متولی ہیں اور کسی کو بذریعہ واسطہ ملتا ہے۔ جیسا کہ ملائکہ اور اکابر علماء اور اکابر مقربین اور صدیقین اور عارفین ان میں سے کوئی تو پیالہ دیکھ کے ہی مست ہو جاتا ہے اگرچہ اب تک کچھ نہیں پیا ہے۔ پھر تم ہی سوچو کہ اس کے چکھنے کے بعد اس کے ذوق و شوق کی کیا حالت ہوگی پھر جب چکھ

لے گا اور پھر پی لے گا اور پھر مست ہو جائے گا اور سیراب ہو جائے گا پھر اس کے بعد ہشیار ہو جاتے گا اور قسم قسم کی ہشیاری بھی ہو گی جیسا کہ مستی بھی طرح طرح کی ہوتی ہے تو اس وقت کیا لطف ہو گا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

حکایت (۴۶۷) بعض بزرگوں سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار ہلالِ رمضان مجھے نظر آیا اسکے دیکھتے وقت حق سبحانہٗ تعالےٰ نے مجھے اس رمضان کی لیلۃ القدر سے مطلع فرمایا کہ وہ فلاں رات ہے اور مجھے صاف تبلادیا گیا میں اس کی تحقیق میں رہا جب وہ رات معیّن لیلۃ القدر کی آئی تو میں اس سے ایسا بھاگتا تھا جیسے کہ قرض خواہ سے قرضدار بھاگتا ہے اور اس کے انوار میری آنکھ میں چمک رہے تھے اور روشن ہو رہے تھے اور میں کہتا تھا تیری عزت کی قسم اے پروردگار تیرے ہوتے ہوتے مجھے لیلۃ القدر کی کوئی ضرورت نہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اوقات ہمارے سب کے سب لیلۃ القدر ہی ہوتے ہیں اور اسی معنٰی میں بعض کے اشعار ہیں ؎

لو لا شھود جمالہ فی ذاتی ما کنت ارضی ساعۃ بحیاتی

ما لیلۃ القدر المعظم شانھا الا اذا عمرت بھا اوقاتی

ان المحب اذا تمکن فی الھوی والحب لم یحتج الی میقاتی

(ترجمہ) اگر اس کے جمال کا مشاہدہ میری ذات میں نہ ہوتا تو میں ایک لحظہ بھی اپنی زندگی پر خوش نہ ہوتا۔ لیلۃ القدر کی بڑی شان تو یہ ہے جب کہ اسکے انوار سے میرے تمام اوقات آباد ہو جائیں۔ عاشق جب اپنے عشق و محبت میں ثابت قدم ہو جاتا ہے تو اس کے واسطے وقت معیّن کی حاجت ہی نہیں رہتی۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ایک سال میں نے رمضان کی شب کو فرشتوں کو دیکھا کہ وہ تیاری کر رہے تھے جیسا کہ شادی والے ایک دن پہلے ہی سے اس کی تیاری کرتے ہیں، جب ستائیسویں تاریخ ہوئی اور وہ جمعہ کی شب تھی تو میں نے ملائکہ کو آسمان سے اترتے دیکھا ان کے ساتھ نور کے طبق تھے۔ جب اٹھائیسویں شب ہوئی تو میں نے اس رات کو دیکھا کہ وہ غصہ میں بھرے ہوتے تھے اور کہتے تھے میں نے مانا کہ لیلۃ القدر کا ایک بڑا حق تھا جس کی نگہداشت کی گئی تو کیا میرا کوئی حق نہ تھا جس کی نگرانی کی جاتی۔ انتہٰی کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس رات کا غصہ شاید لوگوں

پراس سبب سے تھا کہ لوگوں نے اس میں شب بیداری نہ کی۔ حالانکہ وہ لیلۃ القدر کی مجاور رہتی اور ہمسایہ کا حق یہ ہے کہ اس کی تعظیم ایسی کی جائے جیسے مجاور کی کیجاتی ہے اور نور کے طبق شاید اس رات کے بیداری کرنے والوں کو ہدیہ ہوتے ہوں اور ان لوگوں کے واسطے جن کو خدا نے اس رات کی برکت عطا فرمائی ہو۔ واللہ اعلم۔

اور بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ انہوں نے شب قدر میں ہر شئی کو سجدہ کرتے دیکھا حتیٰ کہ درخت اور پتھر کو بھی اور دیکھا کہ انوار تمام عالم وجود میں عرش سے فرش تک بھرے ہوئے ہیں اور مجھ سے بعض فقراء نے بیان کیا کہ میں نے اس رات دیکھا کہ نور کے حرفوں سے آیتہ ربنا لا تزغ قلوبنا لکھی ہوئی تھی۔ مؤلف فرماتے ہیں کہ اس تحریر میں اشارہ ہے کہ اس رات کو یہ دعا پڑھی جائے اور اس جانب بھی کہ کوئی اللہ کے قبضہ سے نکل نہیں سکتا۔ اللھم انا نعوذ بك من مکرك ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنك رحمۃ انك انت الوھاب

حکایت (۴۶۸) بعض علماء سے روایت سے فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا جنگل میں ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ایک لوٹا تھا اور ایک لکڑی تھی اور اس سے پہلے بغداد میں اُن کی مجلس درس میں سو لڑکے اُمراء کے حاضر ہوا کرتے تھے۔ **نقل ھے** کہ تین سو آدمیوں کو تعلیم دیا کرتے تھے اور آپ کے حلقۂ درس میں علماء فضلاء اور شریف طلباء حاضر ہوتے تھے۔ میں نے کہا اے امام کیا علم کی تدریس اس سے اچھی نہ تھی انہوں نے کن انکھیوں سے مجھے گھورا اور فرمایا جب کہ ارادت کے آسمان پر سعادت کا چاند طلوع ہوا اور اصول و قواعد کا آفتاب وصل کی مغرب میں غروب ہوا تو ؎

ترکت ھوی لیلیٰ وسعدی بمعزل وعدت الیٰ محبوب اول منزل
ونادت بی الاشواق مھلا فھذہ منازل من تھوی رویدك فانزل

(ترجمہ) میں نے لیلیٰ اور سعدی کی محبت کو ترک کر دیا اور پہلی منزل کے ساتھی کی جانب رجوع کیا اور شوق نے پکارا ٹھہر جا۔ یہ منازلِ محبوب ہیں تھم جا اور سواری

سے اتر جا۔ مؤلف فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ شوق کے لسانِ حال نے کہا کہ تو منزلِ احباب پر پہنچ گیا۔ اب سیر کی تکلیف اور مشقت چھوڑ دے۔ میں نے امام کے کچھ مناقب کتاب الارشاد میں بیان کیئے ہیں ان کے حق میں بہت سے اولیاء اللہ نے بڑے بڑے مقامات ولایت کی شہادت دی ہے اور درجۂ صدیقیت اور بڑی شرافت ان کی بیان کی ہے اور ان کے حاسدین بدبختوں سے کچھ تعرض نہ کرنا چاہیئے۔ جو دشمن محروم ہیں اور ان کی خوبی سے اندھے ہیں اور بے توفیق ہیں۔ جب عنقریب پردہ آنکھوں سے اٹھ جائے گا تو دیکھ لے گا اور ثابت ہو جائے گا۔ ؎

سیدرون فیما بعد یا اُم حامد — لمن شرف العلیا و فخر المحامد

اذا حجۃ الاسلام بان مقامہ — لکل الوری ما بین خل وحاسد

بیوم بہ عالٍ مقام محمد — علیہ صلوٰۃ اللہ زین مشاھد

شفیع الوریٰ مولی البرایا مقدما — لہ مشھد یجلوا لکل مشاھد

(ترجمہ) عنقریب اے ام حامد وہ لوگ جان لیں گے کہ کس کے واسطے شرف عالی اور حمد کا فخر ہے۔ جب حجۃ الاسلام کا مقام معلوم ہوگا۔ ساری مخلوق کو دوست و دشمن کو۔ جس روز کہ محمد کا مقام بلند ہوگا۔ آپ پر خدا کی رحمت ہو دیکھنے والوں کی آپ رونق ہوں گے۔ مخلوق کی شفاعت کرنے والے اور مولیٰ ہیں آگے چلنے والے۔ آپ کا مقام سارے مقامات کو شیریں اور اچھا کر دے گا۔

حکایت (۴۶۹) روایت ہے کہ حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کوئی تعویذ لکھوانا چاہتا اور آپ کے پاس روشنائی نہ ہوتی کاغذ لیکر بدون روشنائی کے لکھتے تھے۔ چنانچہ ایک روز ایک شخص کو بدون روشنائی کے تعویذ لکھ دیا وہ شخص کاغذ لے کر بہت دیر تک غائب رہا۔ پھر وُہی کاغذ لے آیا اور آپ کو دیا کہ آپ اس پر تعویذ لکھ دیں وہ آپ کا امتحان کرتا تھا جب آپ نے دیکھا تو فرمایا بیٹا اس میں لکھا ہوا ہے اور بلا بخشش کے واپس لوٹا دیا۔ آپ کی حیات میں دو آدمی تھے کہ انھوں نے صرف اللہ کے واسطے آپس میں محبت کی تھی ایک زمانہ تک

یہی حالت ان کی رہی۔ کئی سال کے بعد وہ دونوں جنگل میں گئے اور آپس میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ان میں جو بڑے تھے ان کا نام معالی ابن یوسف تھا دوسرے کا نام عبدالمنعم تھا۔ شیخ عبدالمنعم نے شیخ معالی سے ان باتوں کے متعلق دریافت کیا جو کہ ان کو شیخ کی صحبت میں حاصل ہوئی ہیں تو حضرت معالی نے فرمایا کہ تم کسی چیز کی تمنا کرو۔ شیخ عبدالمنعم نے کہا کہ غلام کی تمنا یہ ہے کہ اسی وقت ہمیں دوزخ سے آزادی کا پرچہ مل جائے اور وہ آسمان سے نازل ہو، اس وقت شیخ معالی نے فرمایا اللہ تعالے کا کرم بہت وسیع ہے اور اس کا فضل بے انتہا ہے وہ دونوں یہی گفتگو کر رہے تھے کہ آسمان سے ایک ورق گر پڑا جو نہایت سفید تھا۔ حضرت شیخ معالی نے عبدالمنعم سے کہا لو یہ رقعہ آگیا۔ انہوں نے اُٹھ کر رقعہ لے لیا لیکن اس میں کوئی چیز لکھی ہوئی نہ دیکھی۔ فرمایا چلو ہم سید احمد ابن رفاعی کے یہاں چلیں تاکہ یہ ان کے یہاں پیش کریں۔ چنانچہ دونوں آپ کے یہاں حاضر ہوئے اور وہ ورق آپ کے سامنے پیش کیا اور کوئی واقعہ بیان نہ کیا۔ آپ اُسے دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑے۔ جب سر اُٹھایا تو فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے مع میرے مریدوں کے دوزخ سے آزاد ہونے کا رقعہ آخرت سے پہلے ہی دکھا دیا۔ پھر اس رقعہ کو چوما۔ ہم نے کہا حضرت یہ رقعہ تو سفید ہے اس میں کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔ فرمایا صاحبزادو! قدرت کا ہاتھ سیاہی سے نہیں لکھتا۔ یہ نور سے لکھا ہوا ہے۔ پھر انہیں دے دیا اور جب عبدالمنعم کا انتقال ہوا تو ان کے کفن میں رکھا گیا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۰۷) مروی ہے کہ حضرت شیخ جمال الدین خطیب ادینہ حضرت سید احمد قدس اللہ روحہٗ کے بڑے مریدوں میں سے تھے اور ادینہ میں ایک باغ تھا تو آپ نے اس باغ کو خریدنا چاہا۔ ایک ضرورت کے سبب آپ خریدنے پر مجبور ہوئے اور حضرت سید احمد سے ایک دن کہا کہ باغ والے کے پاس آدمی بھیجیں۔ اور مالک باغ شیخ اسماعیل ابن عبدالمنعم سے جو کہ ادینہ کے ایک بزرگ شخص تھے گفتگو کر کے باغ خرید لیں۔ حضرت سید احمد نے فرمایا بہت اچھا آپ کا کہنا کیا جائے گا۔ اے بھائی میں آپ ہی ان کے پاس چلوں گا۔ یہ کہہ کر ان کی طرف پیدل چلے۔ ان کا مکان ادینہ میں تھا۔ ان کے باغ کے بیع کی نسبت سفارش کی۔ انہوں نے

انکار کیا۔ پھر انہوں نے حضرت سے کہا میں جو چیز چاہتا ہوں اگر اس پر آپ خریدیں تو میں بیچنے کے واسطے موجود ہوں۔ فرمایا اے اسماعیل مجھ سے کہو کتنی قیمت لینا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا حضور اس کو جنت کے ایک محل کے عوض بیچتا ہوں۔ فرمایا بیٹا میں کون ہوں جس سے تم یہ لینا چاہتے ہو۔ مجھ سے دنیا کی جو چیز چاہے مانگو۔ انہوں نے کہا حضرت میں دنیا کی تو کوئی چیز نہیں لے سکتا۔ مگر وہی لوں گا جس کا میں نے ذکر کیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت نے سر جھکا لیا اور آپ کا رنگ بدل گیا اور زرد ہو گیا۔ پھر آپ نے سر اُٹھایا تو چہرہ کا رنگ سُرخ ہو رہا تھا اور فرمایا اے اسماعیل تم نے جو چیز مانگی اس کے عوض میں نے باغ خریدا۔ انہوں نے کہا مجھے ایک پرچہ اپنے خط سے لکھ دیجیے۔ چنانچہ آپ نے ایک کاغذ میں لکھا بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ دستاویز اس مکان کی ہے جس کو اسماعیل ابن عبدالمنعم نے عبد فقیر حقیر احمد ابن ابوالحسن رفاعی سے خرید کیا ہے اور اس نے اللہ کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے ضمانت کی ہے۔ کہ ایک محل جنت میں جس کے حدود اربعہ یہ ہیں۔ ایک جنت عدن تک۔ دوسری حد جنت الماویٰ تک۔ تیسری حد جنت الخلد تک اور چوتھی حد جنت الفردوس تک سارے حوروں اور غلمان کے ساتھ اور فرش اور تخت اور نہروں اور درختوں کے ساتھ عوض ان کے اس باغ کے جو میں نے دنیا میں خریدا ہے۔ اس کا گواہ اللہ ہے اور اللہ ہی کفیل ہے۔ پھر کاغذ لپیٹ کر ان کے حوالہ کیا۔ اُسے لے کر شیخ اسماعیل اپنے بیٹوں کے پاس گئے۔ دیکھا تو وہ لوگ کھیت کو جو اس باغ میں بویا تھا پانی دے رہے ہیں۔ اُن سے کہا اُتر آؤ میں نے باغ فروخت کر دیا ہے اور حضرت سید احمد کو دے دیا ہے۔ انہوں نے کہا آپ نے کیسے بیچ ڈالا ہم کو خود اس کی ضرورت ہے۔ انہوں نے سارا قصہ بیان کیا اور حضرت کی تحریر ان کے ہاتھ میں تھی۔ انہوں نے کہا جب تک ہمیں بھی اس محل میں شریک نہ کیا جائے تو ہم راضی نہ ہوں گے۔ کہا اُتر آؤ وہ میرا بھی ہے اور تمہارا بھی ہے اور خدا تعالیٰ اس کا وکیل ہے۔ چنانچہ وہ لوگ بھی راضی ہوئے اور اُتر آئے اور حضرت خطیب اس پر قابض ہو گئے اور منصرف ہوئے۔ پھر تھوڑی مدت کے بعد شیخ اسماعیل کا جو باغ کے بائع تھے انتقال ہو گیا۔ انہوں نے اولاد کو وصیت

کی تھی کہ اس تحریر کو ان کے کفن میں رکھیں، انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں دفنایا۔ جب دوسرے دن صبح ہوئی تو قبر پر لکھا ہوا پایا قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقا اللہ کا وعدہ ہم نے سچا پایا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۴۷۱) حکایت ہے کہ ایک شب حضرت سید احمد رفاعی قدس اللہ روحہ وضو کے لیے کھجور کے باغ کے اندر گئے۔ دیکھا تو ایک کشتی اوپر کو جا رہی تھی، اس میں کوتوال اور دیوان واسط کے ملازمین سوار تھے، ان کے ہمراہ بیگاریوں کی ایک جماعت تھی اور ان کے پیچھے ایک سپاہی دیوان کا ملازم بھی تھا۔ جب سپاہی نے حضرت کو بیٹھا دیکھا تو کہا اے شیخ چلو ہمارے ساتھ آپ ساتھ ہو گئے۔ اس نے آپ کو بھی بیگاریوں میں داخل کیا۔ حضرت ان کے ہمراہ گئے اور قریہ بذریہ میں صبح کے وقت پہنچے۔ اس وقت آپ کو ایک فقیر نے دیکھ لیا۔ وہ چلایا اور فریاد کرنے لگا۔ اتنے میں بہت سے فقرار اس کے پاس جمع ہو گئے اور شور و غل مچانے لگے۔ جب کشتی والوں کو معلوم ہوا کہ وہ سید احمد ہیں تو اپنے کیے پر بہت نادم اور پشیمان ہوئے اور گھبرائے اور آپ کے پاس حاضر ہو کر معذرت کرنے لگے۔ فرمایا صاحبو! جو کچھ ہوا اچھا ہی ہوا تمہاری حاجت پوری ہوئی۔ ہمیں نیکی ملی اور کوئی نقصان بھی نہ ہوا اور میں تو گھر میں خالی بیٹھا رہتا ہوں اور میں بیٹھا کچھ کام نہیں کرتا تم بیکار ضعیفوں کو پکڑتے ہو یا کاروباری آدمیوں کو پکڑتے ہو اور ان کے کاموں سے بیچاروں کو روکتے ہو اور گنہگار بنتے ہو۔ اس کے بعد اگر کبھی تمہیں ضرورت پڑے تو مجھے خبر کر دیں اپنے تھکنے تک تمہارا کام کروں گا۔ پھر لوٹ جاؤں گا۔ انہوں نے کہا ہم اپنے فعل سے استغفار کرتے ہیں۔ آپ بھی ہمیں توبہ کروا دیجیے اور ہم سے راضی ہو جائیے۔ آپ نے انہیں توبہ کرائی اور کہا خدا تم سے اور ہم سے راضی ہووے۔ پھر ان کے واسطے دعا کی اور انہیں رخصت کیا۔ اس سپاہی نے جس نے آپ کو پکڑا تھا کہا حضرت ان لوگوں سے تو آپ راضی ہو گئے۔ اور جو سب سے بڑا بدبخت ہے اس کا کیا حال ہو گا۔ فرمایا خدا تجھ سے بھی راضی ہو جائے۔ اس نے کہا حضور مجھے بھی توبہ کرائیں۔ آپ نے اسے بھی توبہ کرائی اور عہد لیا اور کہا اے اللہ تو گواہ ہے کہ ہم دنیا اور آخرت کے بھائی ہیں۔ پھر وہ لوگ واسط کو گئے۔ اس سپاہی نے دنیا داروں اور بادشاہوں کی خدمت ترک کی اور حضرت سید احمد کے

یہاں آ رہا اور آپ کو اطلاع دی کہ میں نے ملازمت چھوڑ دی ہے پھر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں رہا اور نیک بن گیا۔

حکایت (۲۷۴) بعض بزرگوں سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابوالفضل ابن جوہری مصری کی خبر سُنی اور آپ کی زیارت کے قصد سے اپنے شہر سے چلا۔ جمعہ کے روز شہر مصر میں داخل ہو کر شیخ کی مجلس وعظ میں حاضر ہو کر سامعین میں شریک ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شیخ نہایت خوبصورت بلیغ آدمی اور لباس فاخرہ اور عمدہ عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے اور عمامہ خوش رنگ اور ایسی ہی ایک چادر بھی تھی۔ ان کی ہمت بڑھی ہوئی تھی اور قبا کشادہ تھی یا یہ کہا کہ دنیا اُن کے پاس بہت کشادہ تھی۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ یہ ابن جوہری ہیں جن کی نسبت بہت کچھ کہا جاتا ہے اور ان کے صلاح اور دین اور پرہیز گاری کی شہرت گشت کرتی پھرتی ہے اور ان کے صفات حمیدہ اور قوت ایمانی اور کمالِ یقین مشہور ہے اور ان کا یہ لباس اور ان کی یہ ہیئت و آرائش ہے میں متعجب رہ گیا اور انہیں اس حال پر چھوڑ کر چلا گیا۔ جب میں مصر کے کوچہ اور بازاروں سے گذر رہا تھا تو میں نے ایک عورت کو چیخ و پکار مچاتے ہوئے سُنا۔ وُہ رو رہی تھی۔ گریہ وزاری کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی وامصیبتاہ وا بنتاہ وا فضیحتاہ۔ میں اس کے غل پہ رحم کھا کر اس کے پاس گیا اور پوچھا اے عورت تجھے کیا ہو گیا ہے اور تیرا کیا قصّہ ہے۔ اس نے کہا حضرت میں ایک پردہ نشین عورت ہوں اور میرے سوائے ایک لڑکی کے کوئی اولاد نہیں ہے اور میں نے بڑی کوشش سے اس لڑکی کی پرورش کی اور دل وجان سے اس کی حفاظت کی۔ حتیٰ کہ وہ جوان ہوئی اس کی ایک نیک بخت صالح مسلمان سے میں نے منگنی کی۔ جب میں سمجھ گئی کہ وہ اس کا ہمسر اور کفو ہے تو اس کے ساتھ میں نے اس لڑکی کا عقد کر دیا۔ آج اس کی رخصت کی رات ہے اور آج ہی اس پر جن کا اثر ہو گیا ہے اور اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ میں نے اس پر شفقت کر کے کہا کچھ مت ڈر اس کا علاج کر دینا مجھ پر ہے اور اس کی حالت کی اصلاح کرنا میرے ذمہ ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کی برکت سے۔ یہ سن کر اس عورت کی پریشانی کچھ دور ہوئی اور وہ میرے آگے ہوئی اور میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا حتیٰ کہ وہ عظیم الشان خوبصورت مکان میں مجھے لے گئی اور اندر آنے کی اجازت دی۔ میں

اس مکان میں گیا۔ دیکھا قسم قسم کی چیزیں جو بیاہ شادی میں اور بچوں والے گھروں میں ہوا کرتی ہیں وہاں موجود تھیں۔ اس نے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ۔ میں بیٹھ گیا۔ ناگاہ اس کی لڑکی نظر آتی جو کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دیکھتی تھی اور اس پر خدا کے حکم سے جن کا اثر ہو گیا تھا اور وہ بڑی خوبصورت تھی۔ میں نے قرآن شریف کی دس آیتیں ساتوں قراءتوں کے ساتھ اس پر پڑھ کر دم کیں اس وقت جن فصیح زبان میں جسے نزدیک اور دور کے سب لوگ سنتے تھے کہنے لگا اے شیخ ابوبکر تم سات قراءتوں سے قرآن پڑھ کر ہم پر فخر نہ کرو ہم ستر قسم کے جن ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیر ذات العلم کے روز مسلمان ہوئے تھے۔ آج ہم شیخ صالح ابوالفضل ابن جوہری کے پیچھے نماز جمعہ ادا کرنے کی غرض سے آتے تھے جن کی تم نے حقارت کی اور ان کی نسبت بدگمانی کی۔ خدا سے استغفار کرو اور اپنی غفلت کا توبہ سے تدارک کرو۔ ہم اس راستہ سے جارہے تھے تو اسں لڑکی نے ہم پر نجاست پھینکی جبکہ ہم نماز کے لیے اس کے گھر پر سے گذر رہے تھے۔ چنانچہ سب ساتھی بچ گئے اور میرے کپڑے نجس ہو گئے اور حضرت شیخ صالح ابوالفضل کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے سے میں محروم رہا۔ میں نے غصہ میں آکر یہ کیا جو تم نے دیکھا۔ میں نے کہا اس شیخ صالح کی حرمت سے جنکے پیچھے تم نماز ادا کرنے آئے تھے اس پر سے اتر جاؤ۔ کہا بہت اچھا۔ جن نے سن لیا اور مان لیا اور اسی وقت اس پر سے اُتر گیا اور وہ لڑکی اسی وقت اچھی ہو گئی اور منہ پر اسی وقت مجھ سے شرما کر برقع ڈال لیا۔ گویا اُسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ اس کی والدہ بہت خوش ہوئی اور کہا خدا تمہیں نیک جزا دے اور جیسا کہ تم نے ہماری عیب پوشی کی، خدا تمہاری عیب پوشی کرے پھر میں اسی وقت نکل کھڑا ہوا اور عزم حضرت شیخ صالح کی زیارت کا کر لیا۔ جب مجھے شیخ نے اپنی طرف آتے دیکھا تو مسکرا کر فرمایا اھلاً و سھلاً۔ شیخ ابوبکر تمہیں ہماری حالت کا یقین نہ ہوا۔ جب تک کہ جن نے یہ خبر نہ دی۔ ان کی یہ بات سن کر میں بیہوش ہو کر گر پڑا۔ پھر ایک مدت تک شیخ کے یہاں وعظ سنتا رہا اور ان کی صحبت میں ہی رہ گیا۔ اور خانقاہ کے ایک حجرے میں رہتا تھا اور اللہ سے توبہ کر لی کہ کرامات اولیاء سے کبھی انکار نہ کروں گا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مؤلف رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ عارف احمد ابن جعد یمنی ابتدائی زمانہ میں

حضرت شیخ عیسیٰ ہتار یمنی سے ملنے گئے دیکھا کہ وہ عمدہ لباس اور اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے، ان کا اعتقاد بدل گیا اور پیچھے ہٹے تو شیخ نے انہیں پکارا اور کہا اے لڑکے اِدھر آ۔ میں نے یہ لباس جب پہنا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں اتنے چمڑے پہن کر پرانے کر چکا ہوں۔ اس وقت ان کا شک زائل ہوا اور آپ کے پاس آکر سلام کیا اور دعا کی درخواست کی رضی اللہ تعالےٰ عنہما۔

حکایت (۴۷۳) حکایت ہے کہ حضرت سفیان ثوری کو ان کے اصحاب نے شدت خوف اور کثرت مجاہدہ میں دیکھا تو کہا اے شیخ اگر آپ اس مجاہدہ کو کچھ کم کریں گے تو بھی اپنی مراد کو پہنچیں گے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔ فرمایا کیونکر میں پوری کوشش صرف نہ کروں حالانکہ میں نے سنا ہے کہ اہل جنت اپنی منزل میں ہوں گے کہ ان پر ایک بہت بڑا نور ظاہر ہو گا اور اس کی رونق اور شدت روشنی کی وجہ سے آٹھوں جنتیں روشن ہو جائیں گی اور اہل جنت یہ سمجھیں گے کہ یہ نور اللہ کی جانب سے ہے اور سجدہ میں گر پڑیں گے اس وقت ایک منادی آواز دے گا کہ اپنے سر اٹھاؤ یہ وہ نور نہیں ہے جس کا تمہیں گمان ہوا۔ یہ ایک حور کے چہرہ سے نور چمکا ہے جو اپنے خاوند کے سامنے مسکراتی ہے اور اس کے مسکرانے سے یہ نور ظاہر ہوا۔ تو اے بھائیو جو شخص خوبصورت حور کے واسطے مجاہدہ کرے تو اسے ملامت نہیں کی جاتی۔ تو وہ شخص جو خدا کا طالب ہو اس کے مجاہدہ پر کیا ملامت ہے۔ پھر یہ اشعار پڑھے ؎

ماضر من کانت الفردوس منزلہ ماذا تحمل من بؤس داقتار

تراہ یمشی نجیلا خائفا وجلا الی المساجد یمشی بین الخمار

یانفس مالک من صبر علی النار قد جان ان تقبلی من بعد ادبار

(ترجمہ) جس کا مقام فردوس ہو اسے کچھ ضرر نہیں ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی غم اور مصیبت کا تحمل کرے ✦ تو اسے دبلا پتلا اور خوف زدہ گھبرایا ہوا۔ مساجد کی طرف جاتے دیکھے کہ چادر اوڑھے دوڑتا ہے۔ اے نفس تجھے آگ پر تو صبر نہیں ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ بدبختی کے بعد تو اقبال مند ہو جائے۔

حکایت (۴۷۴) حضرت ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سال قصد کیا کہ تجرید کے ساتھ بیت الحرام کا حج اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی زیارت کروں۔ میں ایک راستہ میں چل رہا تھا کہ میں نے ایک خوبصورت جوان عراقی کو دیکھا کہ وہ بھی سفر کر رہا ہے اور اس کا بھی وہی قصد ہے جو میرا ہے۔ اور جب رفقاء چلتے تھے تو وہ قرآن شریف کی تلاوت کرتا تھا اور جب منزل پر اُترتے تھے تو وُہ نماز پڑھتا تھا اور باوجود اس کے دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو تہجد پڑھا کرتا تھا اسی حالت میں وہ مکۂ معظمہ تک پہنچا۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے جُدا ہونا چاہا اور مجھے رخصت کیا۔ میں نے کہا اے بیٹے کس چیز نے تجھے ایسی مصیبتِ شاقہ پر آمادہ کیا۔ کہا اے ابوسلیمان مجھے ملامت نہ کرو۔ میں نے خواب میں جنت کا ایک محل دیکھا ہے وہ ایک ایک چاندی کی اور ایک ایک سونے کی اینٹ سے بنا ہے۔ اسی طرح اس کے بالاخانے ہیں اور درمیان ان بالاخانوں کے ایک ایک حور ایسی تھی کہ کسی دیکھنے والے نے ایسے حسن و جمال اور رونق والی کبھی نہ دیکھی ہو گی۔ وہ زلفیں لٹکائے ہُوئے تھیں۔ ان میں سے ایک مجھے دیکھ کر مسکرائی۔ تو اس کے دانتوں کی روشنی سے جنت روشن ہو گئی اور کہا اے جوان اللہ کی راہ میں کوشش اور مجاہدہ کر تاکہ میں تیری ہو جاؤں اور تو میرا ہو جائے۔ پھر میں بیدار ہوا۔ یہ میرا قصہ ہے اور حال یہ ہے مجھے اے ابوسلیمان لائق ہے کہ کوشش کروں۔ کیونکہ کوشش کرنے والا ہی حاصل کرتا ہے۔ یہ جو کچھ مجاہدہ تم نے دیکھا یہ ایک حور کی منگنی کی غرض سے تھا۔ میں نے اس سے دعا کی درخواست کی اس نے میرے واسطے دُعا کی اور مجھ سے دوستی کی اور رخصت ہو کر چلا گیا۔ حضرت ابوسلیمان فرماتے ہیں میں نے اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا اے نفس بیدار ہو جا اور یہ اشارہ سُن لے۔ جو ایک بشارت ہے جب ایک عورت کی طلب میں اتنی کوشش اور یہ مجاہدہ ہے تو اس شخص کو جو حور کے رب کا طالب ہے کس قدر مجاہدہ اور کوشش کرنا چاہیے۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خواب جنہیں نیک لوگ دیکھتے ہیں یہ اسرار ہیں جنہیں حق سبحانہٗ تعالےٰ آئینۂ قلب پر ظاہر فرماتے ہیں خواب کی شکل میں جو کہ اجزائے نبوت کا ایک جزو ہے۔ اس سے انہیں بشارت دی جاتی ہے اور ان کی تعظیم ہوتی ہے تاکہ وہ کوشش اور پرہیز گاری میں ترقی کریں اور وہ ہماری طرح نہیں ہیں کہ اوروں کو تو نصیحت کریں اور اپنے آپ نصیحت نہ پکڑیں اور ایک عجیب نصیحت اس کتاب کے سُنانے کے زمانے میں اتفاقاً حاصل ہوئی اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص کے نفس نے اس سے

کہا کاش کوئی ایسا شخص ہوتا کہ تجھے ایک لونڈی زفاف کے واسطے بیع کر دیتا اور اس کی قیمت موسم حج میں وصول کرتا پھر تو اُسے بیچ کر قیمت ادا کرتا۔ وہ شخص یہ تمنا کر رہی رہا تھا کہ اس کے پاس ایک فقیر آئے۔ اُس نے اب تک اس خیال کا اظہار ہی نہ کیا تھا۔ نہ اللہ کے سوا کوئی اُسے جانتا تھا۔ اس فقیر نے اس سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ تو ایک قبہ میں ہے اور اس پر نور ہے اور تیرے پاس ایک لونڈی بھی ہے۔ اس قبہ سے باہر سات حوریں تھیں جو نہایت خوبصورت حسن و جمال میں یکتا اور وہ تیری مشتاق تھیں۔ ایک ان میں سے تیری طرف اشارہ کر کے کہتی تھی کہ یہ شیخ دیوانہ ہے میں اس پر عاشق ہوں اور یہ ایک لونڈی پر عاشق ہے۔

حکایت (۵۷۴) حکایت ہے کہ ایک صالحہ یعنی حضرت شعوانہ رضی اللہ عنہا کو خدا نے ایک لڑکا عطا فرمایا۔ اس کی اچھی طرح سے تربیت کی۔ جب وہ بڑا ہوا اور جوان ہوا تو کہا اے اماں میں تم سے خدا کے واسطے سوال کرتا ہوں کہ مجھے خدا کی راہ پر چھوڑ دو اور ہبہ کر دو۔ کہا اے بیٹے قاعدہ یہ ہے کہ بادشاہوں اور رئیسوں کو ایسا ہی ہدیہ دیا جاتا ہے جو ادب حاصل کیا ہوا ہو اور تقوے والا ہو اور تو اے میرے بیٹے سیدھا لڑکا ہے نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا اور ہنوز اس کا وقت بھی نہیں آیا۔ وہ چپ ہو رہے اور انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ ایک روز لکڑیاں لانے کے لیے پہاڑ پر گئے اور ساتھ جانور بھی تھا جس پر لکڑیاں لاد لاتے۔ پہاڑ کے درمیان پہنچ کر اس پر سے اترے اور لکڑیاں جمع کر کے رسی پر اکٹھی کرتے رہے یہاں تک کہ ایک گٹھا ہو گیا۔ اُسے باندھا اور جانور کو ڈھونڈنے لگے تاکہ اس پر لاد کر لائیں۔ دیکھا تو شیر اُسے پھاڑ چکا تھا۔ آپ نے ہاتھ اس کی گردن میں ڈال کر کہا اے خدائی درندے قسم ہے مالک کی کہ تجھ ہی پر لکڑیاں لاد کر کے لے جاؤں گا۔ جیسا تو نے میرے جانور پر تعدی کی ہے۔ یہ کہکر اس کی پیٹھ پر لکڑیوں کا بوجھ لادا اور اُسے کھینچتے ہوئے گھر لے گئے اور وہ بالکل مطیع ہو گیا۔ حتیٰ کہ اپنی ماں کے گھر لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ ماں نے پوچھا کون ہے کہا۔ میں تمہارا بیٹا۔ اللہ کی رحمت کا محتاج۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ جب انہوں نے

لکڑی کا بوجھ شیر پر لدا ہوا دیکھا فرمایا بیٹا یہ کیا ہے۔ انہوں نے قصہ بیان کیا سُن کر خوش ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ اللہ جل جلالہٗ نے اس کی مدد کی اور اُسے اپنی خدمت کیلئے پسند فرمایا ہے۔ پھر فرمایا اب اے بیٹے تو بادشاہوں کی خدمت کے قابل ہو گیا جاؤ میں نے تمہیں خدا کے واسطے ہبہ کر دیا تو اس کے پاس میری امانت ہے پھر ان کے واسطے دعا کی اور چند اشعار پڑھے ؎

جعل الرضا سباقہ میدانا	فجرا لی واطلق من یدیہ عنانا
فتقدم السیاق فی غسق الدجیٰ	یطوی القفار ویطلب الاوطانا
ھجرا لخلائق والعلائق فی رضا	محبوبہ و تجنب الاخوانا
شرب الظما حتی تعطش قلبہ	فغدا وراح من الظما ریانا

(ترجمہ) اس نے اپنی دوڑ کے لیے میدانِ رضا کو اختیار کیا۔ پس ہاتھوں سے باگ چھوڑ کر وہ چلا گیا + رات اندھیری میں وہ جنگل قطع کر کے محبوب کے شہر کو ڈھونڈتا ہے ساری خلقت اور سارے علاقے اس نے چھوڑ دیئے رضائے محبوب کے واسطے اور بھائیوں سے بچنے لگا۔ تشنگی کی شراب نوش کی حتیٰ کہ قلب پیاسا ہو گیا + اب صبح و شام تشنگی ہی سے سیراب ہو کر پھرتا ہے + رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حکایت (۴۷۶) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں جنگل میں مکۂ معظمہ کے قصد سے گیا مجھے شدت کی پیاس لگی تو میں قبیلہ بنی مخزوم میں چلا گیا۔ میں نے ایک چھوٹی خوبصورت لڑکی حسینہ وجمیلہ دیکھی وہ گنگنا کے اشعار پڑھ رہی تھی۔ میں اس کے فعل کو دیکھ کر متعجب ہوا۔ حالانکہ وہ بالکل بچی تھی۔ میں نے کہا اے لڑکی کیا تجھے حیا نہیں آتی۔ اس نے کہا چپ رہ اے ذوالنون۔ میں نے رات شراب محبت خوشی کے ساتھ نوش کی ہے اور صبح کے وقت مولا کی محبت میں مخمور اُٹھی ہوں میں نے کہا اے لڑکی میں تجھے عقلمند پاتا ہوں مجھے کچھ نصیحت کر۔ کہا اے ذوالنون سکوت کو لازم پکڑ و اور دنیا سے تھوڑی روزی پر راضی رہو تو تم جنت میں اُس حی قیوم کی زیارت کرو گے جو کبھی نہیں مرتا ہے۔ میں نے کہا تیرے پاس کچھ پانی ہے کہا میں تجھے پانی بتاتی ہوں۔ میں نے گمان کیا کہ وہ مجھے پانی کا کنواں یا چشمہ بتاتے گی۔ میں نے کہا بتاؤ۔ کہا لوگ قیامت کے دن چار فریق ہو کر پانی پئیں گے۔ ایک فرقہ کو ملائکہ پلائیں گے

حق تعالیٰ فرماتا ہے بیضاء لذۃ للشاربین۔ یعنی وہ شراب سفید ہو گی اور پینے والوں کو لذت بخشے گی اور ایک فرقہ کو رضوان داروغۂ جنت پلائیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ومزاجہ من تسنیم یعنی اس شراب میں تسنیم کا پانی ملایا جائے گا اور ایک فرقہ کو حق جل جلالہٗ پلائیں گے اور وہ لوگ بندگانِ خاص ہوں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ وسقاھم ربھم شرابا طھورا یعنی حق تعالیٰ ان کو شراب طہور پلائیں گے پس تم دنیا میں اپنا راز کسی پر اپنے مولیٰ کے سوا ظاہر نہ کرو تاکہ آخرت میں حق تعالیٰ تمہیں اپنے ہاتھ سے پلائیں۔ رضی اللہ عنہا۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اصل کتاب میں مذکور ہے کہ تین فرقوں کا ذکر کیا ہے اور چوتھے کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ واللہ اعلم۔ شاید چوتھا فرقہ وہ ہو گا جنہیں بچے پلائیں گے۔ چنانچہ حق تعالیٰ جل جلالہ فرماتے ہیں۔ ویطوف علیھم ولدان مخلدون باکواب و اباریق وکاس من معین اور یہ فرقہ گو ترتیب میں اخیر فرقہ ہے مگر جنہیں حق تعالیٰ پلائیں گے یہ ان سے نیچے درجہ میں ہوں گے اور سب سے برتر فرقہ اخیر فرقہ ہے وہی جس کو حق تعالیٰ پلائیں گے کیونکہ اختتام افضل و اشرف و اکمل پر ہوا کرتا ہے واللہ سبحانہٗ اعلم۔

حکایت (۴۷۷) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک بار طواف کر رہا تھا۔ ناگاہ ایک نور چمکا اور آسمان تک جا پہنچا مجھے اس سے تعجب ہوا اور میں طواف کر کے کعبہ سے تکیہ لگائے بیٹھا رہا اور اس نور کے بارے میں سوچتا اور غور کرتا رہا تو میں نے ایک غمگین خوش آواز سنی۔ میں آواز کے پیچھے گیا تو میں نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ کعبہ کے پردہ سے لٹکی ہوئی تھی اور یہ اشعار پڑھ رہی تھی ؎

انت تدری یا حبیبی من حبیبی انت تدری
ونحول الجسم والدمع یبوحان بسری
قد کتمت الحب حتی ضاق بالکتمان صدری

(ترجمہ) اے میرے حبیب تو خوب جانتا ہے کہ کون میرا حبیب ہے جسم کی لاغری اور آنسو دونوں میرا راز ظاہر کرتے ہیں۔ میں نے محبت کو چھپایا۔ حتیٰ کہ پوشیدگی کے سبب میرا سینہ تنگ ہو گیا۔ اس کی باتیں سن کر میں بھی رونے لگا۔ پھر اس نے کہا اے الٰہی اے میرے مولا تیری اس محبت کے صدقے جو تجھے مجھ سے ہے۔ مجھے

بخش دے۔ میں نے کہا اے لڑکی کیا یہ کافی نہ تھا کہ تم یہ کہتیں کہ میری اس محبت کے
طفیل جو مجھ کو تیرے ساتھ ہے اور تم کہتی ہو کہ تیری محبت کے صدقہ جو مجھ سے ہے۔ تمہیں
کہاں سے معلوم ہوا کہ اس کو تمہارے ساتھ محبت ہے۔ کہا اے ذوالنون ہٹ جاؤ میرے
پاس سے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حق تعالےٰ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے
ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت ان کے ساتھ ان کی محبت سے پہلے ہوتی ہے
کیا تمہیں قول اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا یاد نہیں ہے فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ
یعنی اللہ تعالےٰ عنقریب ایک ایسی قوم لائیں گے جن سے اللہ تعالےٰ محبت کریں گے
اور وہ لوگ اللہ تعالےٰ سے محبت کریں گے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی محبت ان سے پہلے ہوتی
ہے ان کی محبت باللہ سے۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا کہ میں ذوالنون ہوں
کہا اے بیہودہ جب دل نے میدانِ اسرار میں جولانی کی تو میں نے تجھے اللہ کی معرفت
سے پہچان لیا۔ میں نے کہا میں تم کو ضعیف البدن اور لاغر جسم دیکھتا ہوں تمہیں کچھ مرض
تو نہیں ہے انہوں نے چند شعر پڑھے ؎

محب اللہ فی الدنیا علیل تطاول سقمہ فداواہ داء
کذا من کان للباری محبا یھیم بذکرہ حتی یراہ

(ترجمہ) اللہ کا دوست دنیا میں بیمار ہی رہتا ہے ✤ اس کی بیماری بڑھتی جاتی ہے اور
دوا بھی بیماری ہو جاتی ہے ✤ اسی طرح اللہ کا جو محب ہوتا ہے اس کے ذکر سے سرگرداں
رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے دیکھ لے ✤ پھر کہا اپنے پیچھے دیکھ کون ہے۔ میں نے پیچھے
پھر کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ پھر میں نے اس کی طرف نظر پھرائی تو انہیں بھی نہ دیکھا کہ وہ
کہاں گئیں اور میں ہر وقت ان کے وسیلہ سے دُعا کرتا ہوں تو ان کی برکت سے قبولیت
اور اجابت نظر آتی ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین

حکایت (۴۷۸) بعض صالحین سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں منیٰ سے
عرفات کو جا رہا تھا تو مجھ سے ایک لڑکی نے ملاقات کی جو ایک اونی ٹاٹ پہنے اور
ایک اونی چادر اوڑھے ہوتے تھیں۔ اس کے ہاتھ میں ایک جا نماز اور ایک عصا تھا
اور اس کے چہرے پر عبادت وطاعت کا نور تھا اور وہ بہت تیز چال سے چل رہی تھی
اور اللہ اللہ کہتی جاتی تھی۔ میں نے جی میں کہا کہ یہ لڑکی مدعیہ معلوم ہوتی ہے اپنے

اللہ والی ہونے کا اظہار کر رہی ہے۔ اس نے کہا د یعلم ما تبدون وما تکتمون۔ یعنی جو بات تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو اللہ تعالیٰ سب کو جانتے ہیں میں سمجھ گیا کہ یہ عورت ولی اللہ ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی میں بالکل تیرے ساتھ مشغول ہوں، اس نے کہا میں بھی تیرے لیے حاضر ہوں، لیکن میرے پیچھے مجھ سے بھی زیادہ ایک حسین عورت آ رہی ہے میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو کوئی نہ تھا۔ اس نے فوراً چلا کے کہا اے مدّعی اے کذّاب! احباب کا احباب کے ساتھ ایسا فعل تو نہیں ہوتا پہلے تو تو نے خدام ربّ الارباب سے بدگمانی کی۔ اگر تو اس کے پاس سچ مچ آتا اور اُسے اچھی طرح پہچان لیتا تو وہ تجھے اپنے دروازہ پر کھڑا کرتا۔ ہم نے جب تمہیں دُور سے دیکھا تو ہم نے سمجھا کہ تم عابد ہو، جب قریب ہوئے تو ہم نے جانا کہ تم عارف ہو جب ہم سے بات چیت کی تو ہم نے جانا کہ تم عاشق مزاج ہو۔ اگر اس کی عبادت کرنے والا ہوتا تو اُسے چھوڑ کر غیر کی جانب مشغول نہ ہوتا۔ اگر اس کا عارف ہوتا تو اُسے چھوڑ کر ہماری طرف رجوع نہ ہوتا۔ اگر ہم پر عاشق ہوتا تو ہمیں چھوڑ کر غیر کی طرف رُخ نہ کرتا، پھر جلدی سے میرے پاس سے بھاگی اور کہتی جاتی تھی کہ اللہ کے ساتھ سوائے اللہ کے کوئی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ میری نظر سے غائب ہو گئی۔ رضی اللہ عنہا و نفعنا بہا۔

حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کی حکایت ہے کہ آپ کے پاس مارستان میں ایک جماعت آئی آپ نے پوچھا کہ تم کیوں آئے ہو۔ انہوں نے کہا اے ابوبکر ہم تمہارے دوست ہیں۔ آپ نے ان پر پتھر پھینکے وہ بھاگنے لگے۔ آپ نے فرمایا اے جھوٹو وہ محبت کہاں گئی۔ اگر تم محبت میں سچے ہوتے تو نہ بھاگتے۔ رضی اللہ عنہ و نفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۴۷۹) مروی ہے کہ ایک عورت بنی اسرائیل میں بڑی عابدہ تھی اور وہ ان کے بادشاہ کی لڑکی تھی۔ ایک شاہزادے نے اس سے منگنی کی درخواست کی۔ اُس نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کیا، پھر اپنی ایک لونڈی سے کہا کہ میرے واسطے ایک عابد زاہد نیک آدمی تلاش کر جو فقیر ہو۔ وہ لونڈی گئی اور ایک فقیر عابد زاہد ملا اُسے لے آئی۔ اس سے پوچھا کہ اگر تم مجھ سے نکاح کرنا چاہو تو میں تمہارے ساتھ قاضی کے یہاں چلوں تاکہ نکاح کر دے۔ اس فقیر نے منظور کیا

اور نکاح ہوگیا۔ پھر اس سے کہا مجھے اپنے گھر لے چل۔ اس نے کہا واللہ اس کمبل کے سوائے کوئی چیز میری ملکیت نہیں۔ اسی کو رات کے وقت اوڑھتا ہوں اور دن میں پہنتا ہوں۔ اس نے کہا میں تیری اس حالت پر راضی ہوں چنانچہ وہ فقیر اس کو اپنے گھر لے گیا۔ وہ دن بھر محنت کرتا تھا اور رات کو اتنا پیدا کر لیتا تھا جس سے افطار ہو جائے۔ وہ دن کو نہیں کھاتی تھیں بلکہ روزہ رکھتی تھیں جب ان کے پاس کوئی چیز لاتے تو افطار کرتی تھیں اور ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتی تھیں اور کہتی تھیں۔ اب میں عبادت کے واسطے فارغ ہوئی۔ ایک دن فقیر کو کوئی چیز نہ ملی جو اُن کے واسطے لے جاتے۔ یہ امر ان پر شاق گذرا اور بہت گھبرائے اور جی میں کہنے لگے کہ میری بیوی روزہ دار گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں گا۔ جس پر وہ افطار کرے گی۔ یہ سوچ کر وضو کیا اور نماز پڑھ کے دعا مانگی اے اللہ آپ جانتے ہیں کہ میں دنیا کے واسطے کچھ طلب نہیں کرتا صرف اپنی نیک بیوی کی رضامندی کے واسطے مانگتا ہوں اے اللہ تو مجھے اپنے پاس سے رزق عطا فرما تو ہی سب سے اچھا رازق ہے اسی وقت آسمان سے ایک موتی گر پڑا۔ اُسے لے کر اپنی بیوی کے پاس گئے۔ جب انہوں نے اُسے دیکھا تو ڈر گئیں اور کہا یہ موتی تم کہاں سے لاتے ہو کہ جس کا مثل میں نے کبھی اپنے اہل میں بھی نہیں دیکھا کہا آج میں نے رزق کے واسطے محنت کوشش بہت کی لیکن کہیں سے نہ ملا تو میں نے کہا میری بیوی گھر میں بیٹھی انتظار کر رہی ہے کہ میں کچھ لے جاؤں جس پر وہ افطار کرے اور وہ شاہزادی ہے میں اس کے پاس خالی ہاتھ نہیں جا سکتا میں نے اللہ سے دعا کی تو حق تعالےٰ نے یہ موتی عطا فرمایا اور آسمان سے نازل کیا۔ کہا اس جگہ جاؤ جہاں تم نے اللہ سے دعا کی تھی اور اس سے گریہ وزاری سے دعا کرو اور کہو کہ اے اللہ اے میرے مالک اے میرے مولا اگر یہ شئی تو نے ہمیں دنیا میں روزی کر کے اتاری ہے تو اس میں ہمیں برکت دے اور اگر ہماری آخرت کے ذخیرہ میں سے عطا فرمائی ہے تو اُسے اُٹھا لے۔ اس شخص نے ایسا ہی کیا تو موتی اُٹھا لیا گیا۔ فقیر نے واپس آکر اس کے اُٹھا لیے جانے کا قصہ بیان کیا تو کہا شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں وہ ذخیرہ دکھا دیا جو ہمارے

واسطے آخرت میں جمع کیا گیا ہے۔ پھر کہا۔ میں اس دنیائے فانی کی کسی شے پر قادر ہونے کی پروا نہیں کرتی اور اللہ کا شکر ادا کرنے لگی۔ رضی اللہ عنہا۔

حکایت (۴۸۰) احمد بن عبداللہ المقدسی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ابراہیم ابن ادہم رضی اللہ عنہ کا مصاحب رہا اور آپ سے آپ کا ابتدائی حال دریافت کیا اور ملک فانی کو ترک کر کے ملک باقی کی طرف رجوع کرنے کی وجہ دریافت کی۔ فرمایا اے بھائی ایک دن میں اپنی سلطنت کے بلند قصر پر بیٹھا تھا کہ خواص میرے سر پر دست بستہ کھڑے تھے۔ میں نے کھڑکی میں سے جھانکا تو صحن میں ایک فقیر بیٹھا نظر پڑا۔ اس کے ہاتھ میں ایک سوکھی روٹی تھی اس نے اسے پانی میں بھگو کر نمک سے کھایا۔ میں دیکھ ہی رہا تھا جب وہ کھا چکا پھر کچھ پانی پیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حمد بجا لایا اور وہیں صحن میں سو گیا۔ اللہ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی کہ میں اس کی حالت کو سوچوں میں نے اپنے ایک غلام سے کہا جب یہ فقیر جاگے تو اسے میرے پاس لے آ جب وہ بیدار ہوا تو اس سے غلام نے کہا اے فقیر اس محل کے مالک تجھ سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں کہا بسم اللہ و باللہ و توکلت علی اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم اور اٹھ کر غلام کے ہمراہ میرے پاس چلا آیا۔ مجھے دیکھ کر سلام کیا۔ میں نے جواب دیا اور بیٹھنے کی درخواست کی۔ اس پر وہ بیٹھ گیا جب وہ بیٹھ کر مطمئن ہوا تو میں نے کہا اے فقیر تو بھوکا تھا روٹی کھانے سے تیرا پیٹ بھر گیا۔ کہا ہاں، اور شوق سے پانی پیا اور سیراب ہو گیا۔ کہا ہاں۔ پھر بلا کسی رنج و غم کے سو یا اور راحت پائی کہا ہاں، اس وقت میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور عتاب کے ساتھ اس سے کہا اے نفس میں دنیا کو لے کر کیا کروں۔ نفس تو اس چیز پر جو تو نے اس فقیر سے دیکھا ہے قناعت کر لیتا ہے۔ اسی وقت میں نے اللہ سے توبہ کا عزم کر لیا۔ جب دن گذرا اور رات آئی تو میں نے اونی ٹاٹ پہنا اور ایک اونی ٹوپی اوڑھی اور ننگے پیر اللہ کی طرف سیر کرتا چلا۔ اتنے میں مجھے ایک آدمی خوش پوشاک خوبصورت ملے۔ ان سے خوشبو مہک رہی تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور مصافحہ کیا اور انہوں نے جواب دیا اور فرمایا

اسے ابراہیم کہاں کا قصد ہے۔ میں نے کہا اللہ سے بھاگ کر اسی کی طرف جاتا ہوں مجھ سے کہا کیا تم بھوکے ہو۔ میں نے کہا ہاں۔ اس شیخ نے کھڑے ہو کر دو رکعت نماز پڑھی اور مجھ سے کہا تم بھی دو رکعت نماز میری طرح پڑھو۔ میں نے نماز پڑھی پھر کر میں نے دیکھا تو ان کے پاس کھانا اور سرد پانی رکھا ہوا تھا۔ مجھ سے کہا اے ابن ادہم آگے آؤ اور اللہ کے فضل سے کھاؤ اور اس کا شکر بجا لاؤ۔ میں نے آگے بڑھ کے کھایا اور اپنی حاجت پوری کی۔ وہ کھانا ویسا ہی باقی تھا اور وہ پانی پیا اور اللہ کا شکر بجالایا۔ پھر مجھ سے شیخ نے کہا اے ابن ادہم عقل و فہم کو کام میں لاؤ اور اپنے کام میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ جلدی شیطان کی طرف سے ہے۔ اور جان لے کہ حق تعالٰی جب کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں تو اُسے اپنے لیے برگزیدہ بناتے ہیں اور اُس کے قلب میں اپنے قدس کا چراغ روشن فرماتے ہیں جس کی بدولت وہ بندہ حق و باطل میں فرق کرتا ہے اور اسی سے اپنے نفس کے عیوب دیکھتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں تجھے اللہ تعالٰی کا اسم اعظم سکھاؤں، جب کبھی تو بھوکا اور پیاسا ہو اُس اسم اعظم کے وسیلہ سے اللہ تعالٰی سے دعا کر۔ اللہ تعالٰی تجھے کھلاویں پلاویں گے۔ اے ابن ادہم جب بزرگوں اور ابرار کی صحبت میں بیٹھو تو اپنے کو ان کے لیے زمین بنا دو کہ وہ تمہیں پامال کریں اور ان پر غصّہ نہ کرو کیونکہ حق تعالٰی ان کے غصّہ سے غضب میں آجاتے ہیں اور ان کی رضامندی سے راضی ہوتے ہیں۔ پھر مجھے اسم اعظم بتایا اور کہا میں نے تمہیں اللہ حی و قیوم کے سپرد کیا اور مجھ سے غائب ہوگئے۔ اتنے میں میں نے ایک جوان خوب صورت خوش رو خوش لباس کو دیکھا میں نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا اے ابن ادہم..... تمہاری کیا حاجت ہے اور اس سفر میں تم نے کس سے ملاقات کی۔ میں نے کہا میں نے ایک ایسے صفات والے شخص کو دیکھا۔ وہ جوان اتنا روئے کہ میں بھی سُن کر رو دیا۔ میں نے کہا حضرت قسم ہے اللہ کی سچ بتاؤ وہ شخص کون تھے اور آپ کون ہیں۔ فرمایا وہ شیخ میرے بھائی الیاس تھے اور میں ابوالعباس خضر ہوں۔ یہ سُن کر میں بہت خوش ہوا اور اُنہیں سینے سے چپٹا لیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور مصافحہ کر کے ان سے دعا کی درخواست کی

انہوں نے ثابت قدم رہنے کی اور عصمت کی دعا کی۔ پھر غائب ہو گئے اور مجھے معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں گئے۔ یہ میرے ابتدائی حال کا قصہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔
مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کے ابتداءِ حال کی ایک روایت یہ ہے۔ اور دوسری روایت وہ ہے جس کو ہم نے اوّل میں اس کتاب کے درج کیا ہے۔ کہ آپ شکار کو گئے اور ہاتف نے آواز دی الخ

حکایت (۴۸۱) یعقوب بن محمد خراسانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اپنے شہر سے سیاحت اور توکل کے ارادہ سے چلا اور اسی حالت سے بیت المقدس تک پہنچا اور تیہ بنی اسرائیل کے ایک غار میں بہت دنوں تک رہا نہ کچھ کھایا نہ پیا یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچا۔ اسی حالت میں دو راہبوں کو میں نے سیر کرتے دیکھا وہ پراگندہ بال اور گرد آلود تھے۔ میں ان کے پاس گیا اور انہیں سلام کیا اور پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ تم کہاں ہو، کہا ہاں۔ ہم اللہ کے ملک میں اس کے سامنے ہیں۔ میں اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوا اور اُسے ملامت کرنے لگا اور کہا یہ دونوں راہب باوجود کافر ہونے کے توکل پر قائم ہیں اور تو قائم نہیں ہوتا۔ پھر ان سے کہا تم مجھے اپنے ساتھ رہنے کی اجازت دے سکتے ہو۔ انہوں نے کہا بہتر ہوگا ان شاء اللہ چنانچہ ہم تینوں چلے۔ جب شام ہوئی تو وہ دونوں اپنے معبود کی عبادت کرنے لگے اور میں اپنے معبود کی جانب متوجہ ہو کر کھڑا ہوا اور مغرب کی نماز میں نے تیمم سے ادا کی۔ وہ مجھے مٹی سے تیمم کرتے دیکھ کر مسکرائے جب اپنی نماز پڑھ چکے تو ایک نے ان میں سے اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو موتی کی طرح چمکتا ہوا صاف پانی وہاں سے نکلا۔ میں متحیر رہ گیا اور پھر دیکھا تو اس کے دائیں طرف کھانا رکھا ہوا تھا۔ اس سے اور تعجب ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تجھے کیا ہوا جو حیران ہے آگے بڑھ اور اسے کھا جو حلال روزی ہے اور یہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہے پی اور اللہ کریم ذوالجلال کی عبادت کر۔ میں آگے بڑھا اور سب نے مل کر کھانا کھایا اور پانی پیا۔ پھر نماز کے واسطے میں نے وضو کیا اور نماز قضا کی اور وہ پانی زمین میں چلا گیا گویا تھا ہی نہیں۔ پھر وہ اپنی نماز میں مشغول ہوتے اور میں اپنی نماز میں مشغول ہوا۔ حتیٰ کہ صبح ہوئی اور وہ

دونوں سفر کے واسطے اُٹھ کھڑے ہوتے۔ میں بھی ان کے ساتھ رات تک چلا جب
شام ہوئی تو دوسرا راہب آگے بڑھا اور نماز پڑھ کے چپکے سے کچھ دُعا کی اور پھر
اپنے ہاتھ سے زمین کھودی تو پانی کا چشمہ ویسا ہی جیسا کہ کل اس کے ساتھی کے کھودنے
سے نکلا تھا، نکل آیا اور اس کے پہلو میں کھانا بھی رکھا ہوا تھا اور مجھ سے کہا آگے بڑھ
کر کھاؤ پیو اور اپنے پروردگار کی عبادت کرو۔ چنانچہ ہم نے کھا پی کے نماز کے
واسطے وضو کیا اور پانی اسی زمین میں چلا گیا گویا کہ تھا ہی نہیں۔ جب تیسری شب
آئی تو انہوں نے کہا اے محمدؒ یہ رات تیری ہے اور آج باری تیری ہے
فرماتے ہیں کہ مجھے ان کے اس قول سے شرم آئی اور دل میں ایک سخت
حالت طاری ہو گئی۔ میں نے ان سے کہا انشاءاللہ اچھا ہی ہوگا۔ پھر
ان سے ہٹ کر ایک طرف گیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور کہا اے میرے مولا
اور اے میرے مالک تو جانتا ہے کہ میرے گناہ بہت ہیں جن کی وجہ سے تیرے
نزدیک میرا رتبہ اور جاہ نہیں ہے اور نہ میرا منہ اس قابل ہے لیکن میں اس وجیہ
کریم بڑے مرتبہ والے محمد علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے وسیلہ سے مانگتا ہوں کہ مجھے
ان لوگوں سے شرمندہ نہ کیا جائے۔ جب میں دُعا سے فارغ ہوا تو میں نے دیکھا کہ
ایک چشمہ جاری ہے اور میرے پہلو میں کھانا رکھا ہوا ہے۔ میں نے ان سے کہا
آگے بڑھ کر اللہ کے فضل سے کھاؤ۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہم تینوں نے کھایا
اور پیا اور ہر حالت میں اللہ کا شکر ادا کیا اور اسی حالت میں رہے کہ میری
دوسری باری آئی۔ پھر میں نے پہلے ہی کی طرح اللہ سے دعا کی اور پانی کا چشمہ نکل
آیا اور کھانا بھی حاضر ہو گیا۔ جب تیسری باری آئی اور میں نے اسی طرح دُعا کی
تو دو آدمیوں کا کھانا اور انہیں کا پانی آیا۔ میرا دل ٹوٹ گیا۔ انہوں نے کہا
اے محمدؒ یہ حادثہ تم پر کیوں پیدا ہوا کیا تم اپنے کھانے پینے میں نقصان نہیں
دیکھتے ہو۔ میں نے کہا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ امر اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور
ہم اس کے حکم اور ارادہ کے نیچے ہیں اور ہمارا دین یہ چاہتا ہے کہ کبھی تکلیف
ہو کبھی راحت۔ کبھی سختی ہو کبھی آرام اور کبھی عطا ہو کبھی منع تاکہ ہمارے
صبر کی بھی آزمائش ہو جائے۔ انہوں نے کہا اے محمدؒ تم نے سچ کہا دُہ

بڑا رب ہے اور اسلام اچھا دین ہے اپنا ہاتھ بڑھاؤ تاکہ ہم کلمۂ شہادت پڑھیں :۔
اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمدًا رسول اللہ اور دین اسلام حق اور اس کے سوائے سب باطل ہے۔ میں نے اُن سے کہا اے بھائیو کیا تم کسی شہر میں چلو گے تاکہ جمعہ اور جماعات میں شامل ہو سکیں۔ کیونکہ جمعہ حج مساکین ہے انہوں نے مجھ سے کہا یہ اچھی رائے معلوم ہوتی ہے اور اچھا فعل ہے۔ جب ہم اس ارادہ سے چلے تو سامنے ایک عمارت نظر آئی۔ اندھیری رات تھی، غور سے دیکھا تو ہم بیت المقدس میں تھے۔ ہم اس میں داخل ہوئے اور ایک مدت مدید تک اس میں مقیم رہے۔ اللہ کی عبادت کرتے تھے اور ہمارا رزق ایسی جگہ سے ہم پہنچتا تھا جس کا گمان بھی نہ تھا۔ حتیٰ کہ دونوں ساتھی وہیں رحمت حق کو پہنچے اور مر گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

حکایت (۴۸۲) حکایت ہے کہ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ دجلہ کے کنارہ پر سے گذرے اور وضو کے واسطے بیٹھے اور اپنا قرآن شریف اور کپڑا کنارہ پر رکھا۔ ایک عورت آئی اور انہیں اُٹھا کر لے چلی۔ حضرت معروف کرخی اس کے پیچھے گئے اور اُسے ایک خالی تنہا جگہ پر جا پکڑا تاکہ اس کی ہتک نہ ہو۔ اور فرمایا تو مت ڈر اے عورت میں معروف کرخی ہوں۔ اے بہن تیرا کوئی بیٹا ہے جو قرآن پڑھے اس نے کہا نہیں، کہا خاوند ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ کہا کوئی بھائی ہے کہا نہیں۔ فرمایا تو تو قرآن شریف مجھے دیدے اور کپڑا تیرا ہے۔ تجھے حلال ہے۔ دنیا اور آخرت میں تجھ پر میری طرف سے کوئی گرفت نہیں۔ اس بات سے عورت کو بہت شرم آئی۔ پھر کہا میں اللہ سے توبہ کرتی ہوں۔ پھر کبھی ایسا نہ کروں گی۔ حضرت معروف اس کی توبہ سے بہت خوش ہوئے اور اس کے واسطے دعا فرمائی اور ہر ایک نے اپنا راستہ لیا۔ اس عورت پر حضرت معروف کرخی کی برکت مؤثر ہوئی۔ حکایت ہے کہ ایک دن حضرت ربیع ابن خثیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز پڑھ رہے تھے اور آپ کا گھوڑا آپ کے سامنے بندھا تھا۔ چور آیا اور گھوڑے کو کھول کر اس پر سوار ہوا اور چلا گیا، آپ دیکھ رہے تھے لیکن آپ نے نماز نہ توڑی اور گھوڑا بیس ہزار درہم قیمت کا تھا۔ آپ کے پاس آپ کے اصحاب آئے اور ملامت

کرنے لگے اور کہنے لگے یہ کس قدر کوتاہی ہے کہ چور کو گھوڑا لے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہو اور خاموش ہو اس وقت نماز توڑ کے گھوڑا لوٹا لینے۔ پھر نماز پڑھ لیتے تو کیا ہو نہیں سکتا تھا فرمایا اے لوگو۔ میں ایک نہایت ضروری کام میں مشغول تھا اور وہ ایسا کام تھا جو گھوڑے سے زیادہ پسندیدہ تھا۔ بلکہ لاکھوں گھوڑوں سے بھی زیادہ محبوب تھا اور گھوڑے کو تو میں نے اللہ کی راہ پر دے دیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ شیخ امام محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ کا کسی چور نے پٹکا اتار لیا اور دوڑا شیخ اس کے پیچھے دوڑے اور فرماتے جاتے تھے میں نے تجھے مالک بنا دیا تو بھی کہدے کہ میں نے قبول کیا اور چور کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔

حکایت (۴۸۳) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اصحاب کو بعد موت کے خواب میں دیکھا میں نے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ نے تجھ سے کیا کیا۔ کہا مجھے اللہ نے آپ کی برکت سے بخش دیا اور آپ کی محبت کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کر کے میرے مقامات جنت میں دکھائے یہ کہا لیکن اس کا چہرہ غمگین تھا۔ میں نے کہا میں تجھے غمگین پاتا ہوں۔ حالانکہ تو جنت میں داخل ہو چکا ہے اور اس کی نعمت حاصل کر چکا ہے۔ اُس نے ایک زور کی سانس لی اور کہا اے ذوالنون قیامت تک اسی طرح غمگین رہوں گا میں نے پوچھا یہ کیوں۔ کہا جب میں جنت میں داخل ہوا تو مجھے مقامات علیّین کے دکھا دیئے گئے۔ ویسے میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ جب میں نے اسے دیکھا تو بہت خوش ہوا اور اس میں داخل ہونے کا قصد کیا۔ اتنے میں ایک منادی نے اوپر سے آواز دی کہ اسے لوٹا کر لے جاؤ یہ جگہ اس کے واسطے نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کے واسطے ہے جو سبیل کو اللہ کے راستہ میں جاری کرتے ہیں۔ یعنی ان پر دنیا میں جب کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں یہ اللہ کے راستہ میں ہے پھر اس پر کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اگر تو بھی سبیل جاری کرتا تو تجھے بھی اس مرتبہ پر پہنچاتے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

اور حضرت ابوالحسن دمشقی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے منصور ابن عمار واعظ رضی اللہ عنہ کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ حق تعالےٰ

نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ اس نے مجھ سے کہا۔ اللہ جل جلالہٗ و تقدست اسماءہٗ نے فرمایا اے منصور ابن عمار۔ میں نے کہا لبیک اے پروردگار میرے تو ہی ہے جو دنیا میں لوگوں کو پرہیزگاری سکھاتا تھا..... اور میری آخرت کی طرف رغبت دلاتا تھا۔ میں نے عرض کیا، الٰہی میں نے ایسا کیا ہے۔ لیکن جب کسی محفل میں بیٹھا تو تیری حمد اور تیرے نبی کی ثنا کی۔ اس کے بعد میں نے نصیحت شروع کی۔ فرمایا تو نے سچ کہا۔ اس کے واسطے کرسی بچھاؤ تاکہ آسمان پر فرشتوں میں میری بزرگی بیان کرے۔ جیساکہ زمین پر میرے بندوں میں میری بزرگی بیان کرتا تھا۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اصل کتاب میں جس سے یہ حکایت نقل کی گئی ہے اس طرح ہے کہ تو لوگوں کو دنیا سے بچاتا تھا اور آخرت کی طرف رغبت دلاتا تھا اور ایک کتاب میں یوں لکھا ہے کہ ان سے کہا گیا کہ تو لوگوں کو دنیا سے بچنا سکھاتا تھا اور اپنے آپ دنیا میں مشغول تھا۔ اس کلام کا سیاق اس روایت کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک قسم کی ملامت معلوم ہوتی ہے۔ جس کا انہوں نے حمد و صلوٰۃ سے تدارک کیا ہے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۸۴) حکایت ہے کہ ایک بار بغداد میں بارش رک گئی۔ حتیٰ کہ لوگ ہلاکی کے قریب پہنچے اور سب لوگ غسل کرکے پاک ہوتے اور جنگل کی طرف نکلتے تاکہ اللہ تعالےٰ سے دعا کریں کہ انہیں کسی نہ کسی روز بارش عطا کرے۔ لیکن پانی نہ برسا اور یہ واقعہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت میں ہوا تھا۔ اس زمانہ میں کہ وہ لوگ روز روز جا جا کے سوال کرتے تھے۔ ایک شخص جنگل کے درمیان سے نکلا گرد آلود بال بکھرے ہوئے دو چادر اوڑھے ہوتے اور اُس کے ساتھ تین کنواری لڑکیاں تھیں جو بہت خوبصورت تھیں اور آکر لوگوں کے ایک جانب کھڑا ہوا اور سلام کیا لوگوں نے جواب دیا۔ انہوں نے کہا اے قوم تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کیوں یہاں جمع ہو رہے ہو۔ کہا اے شیخ ہم نے اللہ سے دعا کی کہ ہم پر بارش برسا دے لیکن نہ برسایا۔ کہا اے لوگو کیا وہ شہر سے غائب ہے جو تم جنگل میں آتے ہو کیا اللہ سبحانہٗ تعالےٰ ہر جگہ حاضر نہیں ہے کیا حق تعالےٰ نے اپنی محکم کتاب میں یہ نہیں فرمایا ہے وھو معکم این ما کنتم واللہ بما تعملون بصیر۔

یعنی اللہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے عمل دیکھتا ہے۔
ہارون رشید کو اس کی خبر ہوئی کہا یہ کلام ایسے شخص کا ہے کہ اس کے اور اللہ کے
درمیان کوئی راز ہے۔ پھر کہا اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب ان کے پاس لایا گیا
اور ایک نے دوسرے کو سلام کیا تو ہارون الرشید نے اس سے مصافحہ کیا اور اپنے آگے
بٹھایا اور کہا اے شیخ اللہ سے دعا کرو کہ ہم پر پانی برسائے۔ شاید تیرا اس کے پاس کچھ
رتبہ ہو۔ یہ سنکر وہ مسکرایا اور کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے واسطے اللہ سے دعا کروں کہا
ہاں۔ کہا تو سب لوگ ہمارے ساتھ اللہ سے توبہ کریں۔ لوگوں میں توبہ کی ندا کی گئی۔ اور
سب نے توبہ کی اور اللہ کی طرف رجوع کیا۔ پھر اس شیخ نے آگے بڑھ کر دو رکعت نماز
خفیف پڑھائی اور سلام پھیر کر اپنی لڑکیوں کو دائیں بائیں کھڑا کیا اور ہاتھ پھیلائے
اور آنسو جاری کیے اور دعا کی، ابھی دعا ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آسمان پر ابر
گھر گیا اور بادل گرجنے لگا اور بجلی چمکنے لگی اور بارش ایسی ہوئی کہ گویا مشک کے
دہانے کھول دیئے گئے۔ اس سے ہارون الرشید بہت خوش ہوئے اور ارکانِ
دولت تہنیت کے واسطے جمع ہوئے۔ ہارون الرشید نے کہا کہ میرے پاس شیخ
صالح کو لے آؤ۔ ڈھونڈا تو وہ اسی مقام پر کیچڑ میں اللہ کے واسطے سجدہ میں پڑے
ہوتے تھے۔ لوگوں نے لڑکیوں سے پوچھا کہ وہ سجدہ سے سر نہیں اُٹھاتے۔ انہوں نے
کہا ان کی یہی عادت ہے کہ جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو تین دن تک سر نہیں اُٹھاتے
اس کی ہارون الرشید کو خبر دی گئی۔ یہ سنکر وہ بہت روئے اور کہا اے اللہ ہم تجھ سے
سوال کرتے ہیں اور تیرے یہاں صالحین کا وسیلہ پکڑتے ہیں کہ تو انہیں ہم کو عطا
کرے اور ان کی بڑی بڑی برکتیں اپنے فضل سے ہم پر برسائے یا ارحم الراحمین۔ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ آمین۔

حکایت (۴۸۵) حضرت سری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں
کہ میں ایک دن احباب کی ایک جماعت کے ساتھ ایک جنگل میں گیا اور ایک
مکان پر سے گذرا جس کو زمانہ نے اپنے سینے کے نیچے دبا لیا تھا۔ اس کے ستون ٹوٹ
گئے تھے اور عمارت گر پڑی تھی۔ صرف اس کی شان اور دروازے قائم
تھے اور دروازوں پر لکھی ہوئی تختیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے اس خط کے

اوپر سے گرد کو صاف کیا اور غور سے دیکھا تو اس پر چند اشعار لکھے ہوئے تھے ؎

هو السبيل فمن يوم الى يوم كفرحة النائم المهجوع فى النوم

ان المنايا وان صحبت فى شغل نحوم حولك حوما ايما حوم

لا تعجلن رويدا انها دول دنيا تنقل من قوم الى قوم

(ترجمہ) یہی راستہ ہے پس ایک دن سے دوسرے دن تک زمانہ زندگی کا ایسا ہے جیساکہ سونے والا خواب میں خوشی دیکھتا ہے ٭ تو کسی شغل میں مشغول ہو لیکن موت تیرے گرد چکر لگاتی ہے بڑے زور سے ٭ ہرگز جلدی نہ کر اور تھم جا یہ دولتیں دنیا کی ایک قوم سے نقل کرکے دوسری کی طرف جاتی ہیں ٭ فرماتے ہیں کہ میں اور میرے ساتھی اس محل میں گئے تو اس کے اندر ایک زمرد سبز کا قبہ تھا جیسے موتی جواہر... اور یاقوت سے مرصع کیا گیا تھا بوجہ کہنگی کے اور کثرت زمانہ کے گذرتے کے...... اس پر غبار چڑھا ہوا تھا اور یاقوت کے چار ستونوں پر کھڑا تھا ہم نے بہت دیر تک اُسے دیکھا اور غور کیا ایک نظم لکھی ہوئی تھی ؎

قف بالقبور ونادِ المنتقر بها من اعظم بليت فيها واجساد

قوم تقطعت الاسباب بينهم بعد الوصال فصاروا انحت الحاد

والله لو بعثوا يوما ولو نشروا قالوا بان التقى من افضل الزاد

(ترجمہ) قبروں پر کھڑے ہو کر اس کے رہنے والوں کو پکارو جو کہ صرف بوسیدہ ہڈیاں اور بوسیدہ جسم ہو کر اس میں رہ گئے ہیں ٭ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے درمیان اسباب تعلق منقطع ہو گئے ہیں ٭ بعد وصال کے اور وہ لوگ لحد کے نیچے ہو گئے ہیں ٭ قسم ہے اللہ کی اگر وہ کسی دن زندہ کیے جائیں اور اُٹھائے جائیں تو کہیں گے تقوٰی ہی اچھا توشہ ہے ٭ ہم نے بادشاہ کی جلوس گاہ دیکھی تو اس پر لکھا تھا۔

لا تامن الموت فى طرف ولا نفس ولو تمنعت بالحجاب والحرس

واعلم بان سهام الموت نافذة فى كل مدرع منا و مترس

ما بال دينك ترضى ان تدنسه وثوبك الدهر مغسول من الدنس

ترجوا النجاة ولم تسلك مسالكها ان السفينة لا تجري على اليبس

(ترجمہ) کوئی لحظہ اور کسی سانس میں موت سے بے خوف نہ رہ + اگرچہ تو پاسبانوں اور سپاہیوں کے پہرہ میں کیوں نہ ہو۔ اور سمجھ لے کہ موت کے تیر گھسنے والے ہیں + ہر زرہ پوش ہیں اور ہر ڈھال لگانے والے ہیں + تیرا کیا حال ہے کہ اپنے دین کو میلا کرنے پر راضی ہے + اور اپنے کپڑے ہمیشہ میل سے دھوتا۔ نجات کی امید تو کرتا ہے اور اس کے طریقہ پر نہیں چلتا + جان لے کہ کشتی خشکی پر نہیں چلا کرتی۔ اور ایک شعر یہ تھا۔ ؎

کم قد وقفت کما وقفنا وکم قرأت کما قرأنا

(ترجمہ) میں بھی بہت ہی سمجھا جیسا کہ تو سمجھا ہے + اور تیری طرح میں نے بھی بہت کچھ پڑھا ہے +

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس بیت کے بعد دو رکیک بیتیں اور بھی بیان کی گئی ہیں جو غلط ہیں اور اس کے معنٰی بھی صحیح نہیں ہیں۔ نہ کوئی عمدہ مضمون اس کا تھا۔ ان کے عوض میں نے تین شعر لکھے ہیں۔ ؎

وکم لهوت بطيب عيش دهرا نسيت به المماتا
والآن مت وانت ايضا لا بد يوما يقال ماتا
فجد واحذر تكون مثلي كسبت شرا والخير فاتا

(ترجمہ) میں ہمیشہ خوش عیشی میں منہمک رہا + ایک زمانہ تک اس کی وجہ سے موت کو بھول گیا + اب میں مرگیا اور تیرے بارے میں ایک دن ضرور کہا جائے گا کہ مرگیا۔ تو کوشش کر اور مجھ جیسا بننے سے بچ + کہ میں نے برائی کمائی اور نیکی کھودی۔

حکایت (۴۸۶) حضرت ابو یزید قرطبی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے ایک بار سفر کیا اور ہمارے ہمراہ ایک گاؤں کے ایک نیک آدمی تھے۔ ہم خندق پر پہنچے جس میں بہت سے درخت تھے۔ اس شخص کو آثار قدیمہ کی واقفیت تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ خندق آبادی ہے۔ ہم خندق میں اترے اور سرعت سے چھٹے ہوئے خندق سے دوسری جانب چلے۔ جب ہم نے درختوں کو قطع کیا اور

آپ آگے بڑھے تو ہم نے تین آدمی ہتھیار بند دیکھے جو ہم پر حملہ کرنے کیلئے واسطے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ ہم جمع ہوتے اور ہم نے کہا کیا تجویز کرنا چاہیئے۔ اسی بدوی نے کہا کہ اپنا کام اصل کی طرف راجع کرو۔ کیا تم اللہ کی طرف نہیں نکلے ہو۔ ہم نے کہا کیوں نہیں۔ کہا پھر اپنا کام اللہ کے سپرد کرو اور میرے پیچھے چلے آؤ اور تم میں سے کوئی دائیں بائیں نہ دیکھے۔ چنانچہ وہ شخص آگے ہوتے اور ہم لوگ سب ان کے پیچھے چلے اور چور راستہ سے ہٹے ہوتے ہمارے برابر چلتے تھے۔ ہم چلنے میں ان سے آگے نکل گئے اور وہ لوگ ہماری محاذات سے پیچھے رہ گئے میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے تھا۔ میں نے پیچھے پھر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے ہمیں اپنے نیزوں کی نوک پر لے لیا ہے میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ان لٹیروں نے تو ہمیں پالیا اور وہ شخص بدوی ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے میری بات سن کر وہ کھڑے ہوگئے اور پھر کے دیکھا۔ جب وہ لوگ نظر آتے تو کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ اے اللہ ان شیاطین کے شر ہم سے دور کر دے۔ میں نے کہا دیکھو ہم کیا کریں۔ اس نے کہا ہم کیا کریں۔ میں نے کہا یہ چاشت کا وقت ہے اور نفل نماز میں جماعت جائز ہے۔ میں آگے بڑھ کے تمہیں نماز پڑھاتا ہوں۔ اس وقت وہ لوگ آگے نکل جائیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہا اے ابو یزید ہمیں حاجت ہے کہ ہم ان سے پوشیدہ ہو جاویں۔ میں نے کہا تم جانو۔ اتنے میں انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دو انگلیوں انگشت شہادت اور وسطیٰ سے ان ڈاکوؤں کی طرف اشارہ کرکے کہا کھڑے رہو۔ میں نے انہیں دیکھا کہ کھڑے ہو گئے اور کوئی ان میں سے آگے نہیں بڑھ سکتا تھا۔ نہ اپنے ساتھیوں سے مل سکتا تھا، جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ہم آگے چلے اور اس شخص نے اس کے بعد کچھ نہ کہا۔ جب ہم لوگ ایک درہ میں پہنچے اور دوسری ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کہ وہ ہمیں پکڑ نہیں سکتے تھے۔ وہ شخص کھڑے ہوتے۔ ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوتے پھر کہا کہ دیکھو ان شیاطین کو کہ ابھی تک اسی طرح کھڑے ہیں۔ واللہ اگر اللہ کا خوف نہ ہوتا تو انہیں اسی حالت پر چھوڑ کر چلا جاتا۔ لیکن اے اللہ ہمارا واقعہ ان کے لیے سبب توبہ کا کر دے۔ پھر ان کی طرف اشارہ کیا جاؤ۔ میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب زمین پر بیٹھ گئے اور ساتھیوں سے باتیں کرنے لگے۔ پھر جہاں سے آتے تھے وہیں لوٹ گئے۔ ان بدوی کی برکت سے

رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ - آمین - اور شیخ ابو العباس ابن عریف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ولی اللہ کو مسجد میں دیکھا کہ انہوں نے چراغ جلایا ایک چوہا آیا اور بتی لینے لگا - وہ شخص ذرا سو گئے تھے جب جاگے تو کہنے لگے اے فاسق تو ملک خدا میں ایسا کام کرتا ہے جس کا باعث میں ہوں - میں نے دیکھا کہ وہ چوہا بتی لینے کے لیے دوبارہ چراغ کے پاس آیا انہوں نے روکا مگر وہ نہ رکا وہ اس پر خفا ہوتے اور کہا اس میں گر جا اس میں گر جا - چنانچہ چوہا آیا اور اپنی ناک اور منہ آگ پہ رکھ کے مر گیا - میں نے تعجب کیا اور سبب پوچھا انہوں نے کہا تم کس لیے متعجب ہو یہ تو اس پہ شرعی تسلط ہے مراد یہ ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - رضی اللہ عنہ - مولف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شاید شرعی تسلط سے مراد یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کو حل اور حرم میں قتل کرو - ان پانچ میں ایک چوہا بھی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام فویسقہ رکھا - ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے ایک صوفی کو جن کا موزہ چوہے نے کاٹا تھا - یہ مصرعہ پڑھتے سنا لو کنت من مازن لم تستبح ابلی - یعنی اگر میں ..... بنی مازن میں سے ہوتا تو میرے اونٹوں کو تم مباح نہ سمجھتے + مطلب یہ ہے کہ اگر ..... بہادر، شجاع اور قوت و دبدبہ والا ہوتا تو تو میرے اسباب پر قادر نہ ہوتا - جو مصرعہ استشہاد میں نقل کیا گیا ہے - اس کا اگلا مصرعہ و شعر یہ ہے ؎

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی ۔۔۔ لکننی من بنی عمرو بن شیبانا

یجزون من ظلم اہل الظلم مغفرۃ ۔۔۔ ومن اساءۃ اہل السوء احسانا

(ترجمہ) اگر میں بنی مازن میں ہوتا تو میرے اونٹوں کو تو مباح نہ سمجھتا - لیکن میں بنی عمرو ابن شیبان میں سے ہوں + جو لوگ کہ ظالموں کے ظلم کا بدلہ مغفرت سے دیتے ہیں + اور بدکرداروں کی برائی کے عوض ان پر احسان کرتے ہیں + گویا ان بزرگ کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں شمشیر زن ہوتا اور دشمنوں سے انتقام لینے والا ہوتا تو تو مجھ سے ڈرتا - یعنی میں اگر اللہ کی جانب سے صاحب حال اور صاحب سیف ہوتا تو تو مجھ سے تعرض نہ کر سکتا - لیکن میں ان طاقتوروں میں سے نہیں ہوں تو میں ان ہی میں سے ہوا جو ظلم کا عوض مغفرت سے کرتے ہیں اور برائی کا بدلہ بھلائی سے کرتے ہیں اور یہ امر اگرچہ شرعاً ممدوح اور مستحب ہے لیکن عرب کے نزدیک یہ مطلقاً

ممدوح نہیں ہے کیونکہ اس سے ایک دوسرے پر غالب ہو جاتا ہے اور اسے قتل و غارت کرتے لگتا ہے۔ بلکہ عربوں کے نزدیک حکم یہ ہے جیسے نابغہ نے بیان کیا ہے ؎

ولاخیر فی حلم اذا لم یکن لہ بوادر تحمی صفوۃ ان یکدرا

(ترجمہ ایسے حلم میں کوئی خیر اور بہتری نہیں ہے جبکہ اُس کے ساتھ ایسا غضب نہ ہو جس کی وجہ سے وہ اپنی عزت کو ذلت سے بچا سکے۔

حکایت (۴۸۷) شیخ ابو عبداللہ قرشی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں دنیا کی اخیر صورت جو میں نے دیکھی وہ یہ تھی کہ وہ ایک خوبصورت نوجوان عورت کی شکل میں میری مسجد میں جھاڑو لیے ہوئے آئی اور مسجد میں جھاڑو دینے لگی۔ میں نے کہا تو کیوں آئی ہے۔ کہا آپ کی خدمت گذاری کو آئی ہوں۔ میں نے کہا قسم اللہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہا میں تو ضرور کروں گی۔ میں نے اپنا عصا دکھایا اور مارنے کا ارادہ کیا تو وہ بڑھیا بن گئی اور مسجد میں جھاڑو دینے لگی۔ پھر جب میں غافل ہوا تو وہ پھر اُسی پہلی شکل پر آ گئی۔ میں اُٹھ کھڑا ہوا تاکہ اُسے باہر نکال دوں، پھر بڑھیا بن گئی۔ ضعیفہ پر میں نے رحم کیا پھر میں غافل ہوا تو وہ پھر جوان بن گئی۔ اب کے میں اس پر بہت خفا ہوا اور اس سے پریشان ہوا۔ اُس نے کہا آپ چاہے زیادتی کریں یا کمی اسی طرح میں آپ کی خدمت کروں گی اور ایسے ہی میں نے آپ کے بھائیوں کی خدمت کی ہے اس دن سے کسی سبب دنیاوی میں مجھے تکلیف نہ ہوئی۔ یہ بھی فرمایا کہ میں منیٰ میں تھا مجھے پیاس لگی نہ پانی ملا نہ میرے پاس دام تھے جس سے میں پانی خریدتا۔ ایک کنویں پر پہنچا تو وہاں پر عجمی لوگ تھے۔ ایک سے میں نے کہا کہ اس لوٹے میں میرے لیے تھوڑا سا پانی دیدے اس نے مجھے مارا اور لوٹا لے کر دُور پھینک دیا۔ میں اُسے لینے گیا اور میرا دل ٹوٹ گیا۔ دیکھا تو وہ لوٹا ایک میٹھے چشمے میں پڑا تھا۔ میں نے اس میں سے پانی نکال کر پیا اور ساتھیوں کے پاس بھی لے آیا انھوں نے بھی پیا۔ پھر میں نے قصہ بیان کیا وہ بھی اس چشمہ پر چلے تاکہ اس کا پانی نکال کر پئیں۔ وہاں پہنچ کے دیکھا تو کچھ نہ تھا۔ میں سمجھا کہ یہ اللہ کی طرف سے کرامت تھی۔ یہ بھی فرمایا کہ میں ایک بار مقام بدر میں تھا اور مکۂ معظمہ کو جا رہا تھا۔ وہاں ایک شخص میوہ والا تھا جو حاجیوں کے ہاتھ میوہ بیچا کرتا تھا، اس شرط پر کہ دام مکۂ معظمہ پہنچ کر ادا کریں۔ کچھ میوہ اس نے

مجھے بھی دینا چاہا میں نے انکار کیا تو اس نے اصرار کیا کہ میں اس کی قیمت مکۂ معظمہ پہنچ کر وصول کروں گا اگر تم اس سے پہلے مر جاؤ تو تمہیں معاف ہے اور مجھے چمٹا رہا۔ حتیٰ کہ میں نے بھی اس سے خریدا۔ اتفاق سے اُسے ہم سے پہلے جانے کی ضرورت ہوئی اور اس نے مجھ سے دام مانگے۔ میں نے کہا میرے پاس تو کچھ نہیں ہے اور تو نے کہا تھا کہ مکّہ چل کر دام لوں گا۔ اس نے کہا دام تو تمہیں دینے ہوں گے اور مجھے تنگ کرنے لگا اور مجھے ستانے لگا اور گالیاں دینے لگا۔ میں مسجد مدر میں گیا اور اللہ تعالیٰ سے تضرع زاری کے ساتھ دُعا کی۔ پھر وہاں سے نکلا تو ایک اعرابی سے ملاقات ہوئی جو احرام باندھے ہوئے تھا۔ اس نے مجھے کچھ دراہم دیئے اور میرے ہاتھ میں گن کر رکھے۔ میں نے اس قرض خواہ کے پاس جا کر اس کے دام ادا کیئے۔ اب تو اس نے پہلے سے بھی زیادہ بُرا بھلا کہا اور کہنے لگا کہ پیسے چھپا رکھتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ حالانکہ دام پاس ہوتے ہیں۔ میں سنتا رہا اور خاموش رہا۔

آپ کے کلام میں سے ایک یہ ہے کہ فرمایا جس نے ابتدا ہی میں انتہائی نتیجہ چاہا اُس نے غلط راستہ ڈھونڈا۔ اور فرمایا ادب کو لازم پکڑ اور عبادت میں مشغول رہ اور کسی چیز سے تعرض نہ کر۔ اگر تجھے اللہ تعالیٰ اپنے واسطے برگزیدہ بنانا چاہیں گے تو واصل بنا دیں گے۔ اور فرمایا تھوڑا اساعمل نگہبانی کے ساتھ ہو تو کامیاب بنا دے گا ٭ اور فرمایا ایک بار اہل شرک ملکِ اندلس کے ایک شہر پر بالا لڑائی کے قابض ہو گئے اور گھس آئے اور اہلِ شہر کو قید کر لیا اور ان کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ گرفتار کیئے۔ اس سے اندلس والے بہت گھبرائے اور یہ خبر پہنچی کہ قیدیوں کو گھوڑوں کے ساتھ گھاس ڈالا جاتا ہے۔ اور ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ منہ سے جانوروں کی طرح گھاس کھاتے ہیں۔ فرمایا انہیں دنوں میں ایک رات میں شیخ ابو اسحاق ابن طریف رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ آپ نے ہمارے آگے کھانا لا کر رکھا اور بسم اللہ کے ساتھ ایک ٹھنڈی سانس بھری اور مجھ سے کہا اے محمد کیا تمہیں معلوم نہیں جو کچھ مسلمانوں پر حادثہ ہوا ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ آپ قصہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ ان کے رونے کی آواز بلند ہو گئی اور کہا واللہ جب تک مسلمانوں کو نجات نہ مل جائے نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ اور تھوڑی دیر کے لیے کھانے پر سے اُٹھ گئے۔ پھر کھانے کے پاس الحمد للہ الحمد للہ۔

کہتے ہوئے آئے اور کہا کھاؤ۔ میں نے بھی کھایا اور انہوں نے بھی کھایا۔ مجھے تعجب ہوا کہ انہوں نے اس طرح سے کھانا چھوڑا تھا پھر کیونکر کھالیا۔ باوجودیکہ قسم بھی کھائی تھی۔ پھر ہمیں خبر ملی کہ جس وقت شیخ نے کلام کیا تھا اسی وقت نصاریٰ نے ایک دھماکا سنا جس سے وہ یہ سمجھے کہ مسلمانوں کی فوج پہنچ گئی اور اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر جان بچا کر بھاگ گئے اور مالِ غنیمت اور قیدی چھوڑ گئے۔ اللہ نے ان کے ہاتھوں سے مسلمانوں کو بلا رنج و تعب و جنگ کے نجات دی۔ پھر وہ قیدی چھوٹ کر مالِ غنیمت لے کر مسلمانوں کے شہروں میں آگئے۔ والحمدللہ رب العالمین۔

حکایت (۴۸۸) حضرت شیخ ابوعبداللہ قرشی ہی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں جدہ کے سمندر میں تھا اور ایک میرے ساتھی بھی تھے انہیں پیاس شدت کی لگی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ میرا عمامہ لے کر تھوڑا سا پانی کوئی بیچتا ہے۔ میرے پاس سوائے اس عمامہ کے کچھ نہ تھا۔ کسی نے اس کے عوض پانی نہ بیچا۔ میں نے اس ساتھی سے کہا کپتان کے پاس لوٹا لے جاؤ وہ لے گیا تو وہ اس پر چلایا اور لوٹا اس کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دیا۔ لیکن لوٹا سمندر میں نہیں گیا بلکہ کشتی ہی میں گرا وہ میرے پاس لوٹ آیا۔ میں نے اس کی عجز و انکساری اور شدتِ حاجت دیکھی اور یہ سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اُسے پیاسا نہ چھوڑیں گے۔ میں نے اس کے ہاتھ سے لوٹا لیا اور سمندر سے اُسے بھر لیا۔ اس نے سیراب ہو کر پیا۔ پھر اس کے ہاتھ سے لے کر میں نے پیا اور سیراب ہوا اور میرے پاس کے کچھ لوگ جن کے پاس پانی نہ تھا انہوں نے بھی پیا۔ پھر میں نے دوبارہ لوٹا بھر لیا اور اس سے ہم نے آٹا گوندھا جب ہماری ضرورت پوری ہو چکی تو پھر میں نے لوٹا بھر لیا۔ دیکھا تو پانی اپنی عادت کے موافق کھارا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ جب حاجت پیدا ہوتی ہے تو اشیاء اپنی حالت سے بدل جاتی ہیں۔ رضی اللہ عنہ۔

اور ایک شیخ فرماتے ہیں کہ ہم ایک جماعت فقراء کی ایک سفر میں تھے ایک پایاب سمندر درمیان حائل تھا ہم اس میں سے چلے ایک جوان کو میں نے دیکھا کہ چلّو سے پانی پی رہا ہے۔ میں نے جی میں کہا کیا یہ پانی میٹھا ہے اور اُس سے ایک چلّو بھر کر چکھا تو وہ کھاری تھا۔ میں نے کہا اے بیٹے مجھے بھی پلا۔ کہا لو چچا پیو۔ میں نے کہا یہاں کا پانی گرم ہے۔ میرا مقصود یہ تھا کہ اس سے اس کا حال

پوشیدہ رکھوں اور ایک مٹی کا برتن دے کر کہا کہ اس میں اپنے پاس کا پانی بھر دے۔ اُس نے دریا کے بیچ میں کا پانی بھر دیا۔ اُسے میں نے اور سارے ساتھیوں نے پیا۔ نہایت شیریں تھا۔ انتہی کلامہ۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شیخ نے جو کہا کہ میرا مقصود اس سے اس کا حال پوشیدہ کرنا تھا۔ معنیٰ اس کے یہ ہیں کہ اس جوان سے جو کرامت ظاہر ہوئی اس کو اس سے چھپایا اور اُسے یہ جتایا جائے کہ پانی سب ہی کے واسطے شیریں ہے۔ لیکن مٹی کے برتن میں لینا چاہتا ہوں تاکہ ٹھنڈا ہو جائے اور عادت یہ ہے کہ جوان بڑوں کی خدمت کرتے ہیں اسی واسطے اس سے پانی منگایا تاکہ اس پر اپنا حال پوشیدہ رہے تاکہ اُسے تعجب نہ ہو جاتے کہ وہ جماعت میں سب سے ممتاز ہے اور نو عمروں میں ایسی باتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ شیخ حضرت ابو یزید قرطبی ہیں رضی اللہ عنہ وعن الجمیع ونفعنا بہم۔ آمین۔

حکایت (۴۸۹) حضرت شیخ ابوالربیع مالقی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے اپنے احوال سے کچھ مفقود پایا میرا قلب اس میں مشغول ہو گیا۔ میں نے ایک شب دیکھا کہ ایک ہدہد میرے آگے آ بیٹھا اور مجھ سے باتیں کرنے لگا۔ لیکن میں کچھ نہیں سمجھتا تھا۔ پھر وہ اڑ کر میرے بائیں کندھے ..... پر بیٹھ گیا اور کچھ کہا اُسے بھی میں نہیں سمجھا۔ پھر اُڑ کر میرے دائیں کندھے پر بیٹھ گیا اور اپنی چونچ کو میرے منہ میں رکھ دیا اور مجھے چونگا دینے لگا۔ میں نے سانس لی تو مجھے اپنے قلب میں کچھ کھنکھناہٹ سنائی دی۔ میں تاڑ گیا اور سمجھا کہ میرے ساتھ کوئی معاملہ ہوگا۔ پھر دو آدمی ظاہر ہوتے۔ ایک نے آگے بڑھ کر میرا سینہ چاک کیا اور میرا دل نکال کے ایک طشت میں رکھا۔ اس وقت میں نے ایک کو دوسرے سے کہتے ہوئے سُنا کہ اس درخت علم کو حفاظت سے رکھو۔ پھر اُسے دھو کر میرے دائیں جانب رکھا پھر اسس چاک کو ملا دیا۔ اس وقت سے میں نے کسی ایسی چیز کو اپنے سے نکلتے نہ دیکھا جیسے میرے نفس نے پا لیا ہو اور ایک آواز میں نے سُنی کہ اے سلیمان کچھ مانگ۔ میں نے کہا تیری رضا مانگتا ہوں۔ فرمایا میں راضی ہو گیا۔ میں راضی ہو گیا۔ اس دن سے مجھے قرآن کا فہم اور قلب کی رویت مفتوح ہو گئی۔

میں اسی روز سے اپنے قلب کو دیکھتا ہوں اور دائیں جانب قرآن پڑھتے ہوئے سنتا ہوں۔ رضی اللہ تعالے عنہ ونفعنا بہ آمین

بعض اہل کشف فرماتے ہیں کہ میں اپنے ریاضات کے زمانہ میں اپنے شیطان کو ضعیف، پراگندہ بال۔ بدحال، ننگا دیکھتا تھا۔ جب میں اس کا قصد کرتا تھا تو وہ میرے آگے بھاگتا تھا۔ جب میں نے نکاح کیا تو میں نے مجبوراً زوجہ کے حق میں چشم پوشی کی۔ ایک دن میں نے دیکھا کہ وہ شیطان ظاہر ہوا۔ میں نے موافق عادت کے اس پر حملہ کرنا چاہا تو وہ نہ بھاگا اور نہ میری طرف توجہ کی اور وہ لباس پہنے ہوئے تھا۔ میں نے کہا تیری یہ حالت کب سے بدل گئی۔ کہا جب سے تو نے نکاح کیا اور تیری حالت بدل گئی۔ انتہی کلامہ۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح سے حق تعالیٰ انہیں زیادت اور نقصان سے مطلع فرما دیتے ہیں تاکہ نیکی زیادہ کریں اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کریں اور اسباب نقصان سے بچیں اور اللہ کی طرف گڑگڑائیں تاکہ صفاتِ مذمومہ کو زائل کرکے صفات محمودہ کی توفیق اپنے فضل و رحمت سے عطا فرمائے۔ اس سے وہ لوگ پاک ہوتے ہیں اور ان کی ہدایت بڑھتی ہے اور ایمان پر ایمان کا اضافہ ہوتا ہے۔ انہوں نے حق تعالیٰ کا جو قلوب کا شافی ہے اور اس کے زنگ کا دور کرنے والا ہے، یہ قول سنا ہے ولولا فضل اللہ علیکم ورحمتہ ما زکیٰ منکم من احد ابدا۔ یعنی اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم میں سے کبھی بھی کوئی پاک نہ ہوتا۔

حکایت (۴۹۰) حضرت شیخ ابوالعباس ابن عریف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن بیٹھا تھا کہ ایک مسافر مسجد میں میرے پاس آیا اور کہا حضرت آپ ہی ابوالعباس ابن عریف ہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ کہا رات کو ایک شخص نے ایک خواب دیکھا ہے۔ میں نے کہا بیان کرو۔ اس نے کہا کہ اس نے دیکھا کہ عرش کے گرد بہت سے ڈیرے لگے ہوئے ہیں اور ان سب کے اوپر ایک بڑا سا ڈیرا اور ہے جو سب کو گھیرے ہوئے ہے اس نے پوچھا کہ یہ ڈیرا کس کا ہے تو کہا گیا کہ یہ فقیہ ابوالعباس کے لیے ہے۔ کہا یہ چھوٹے چھوٹے ڈیرے کس کے ہیں کہا ان کے مریدوں کے واسطے حضرت ابوالعباس فرماتے ہیں کہ میں اس پر غصہ ہوا اور

کہاتو ایسا خواب ایک شخص کا کیوں میرے پاس لے آیا۔ جو مجھ جیسے گنہگار کی نسبت تھا۔ جب اُس نے میرا غصّہ دیکھا تو کہا نرمی کرو اے شیخ۔ شاید کہ تم نے تھوڑی سی پر قناعت کی ہے تو اللہ بھی تم سے تھوڑے ہی عمل پہ راضی ہو گیا۔ پھر جو میں نے دیکھا تو وہ شخص نہ تھا۔ میں نے مریدوں سے کہا کہ یہ شخص تمہیں فقر سکھانے آیا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ شیخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کے سامنے شہروں کا ذکر ہوا اور ان میں کے صلحاء کا تذکرہ کیا گیا جو اس وقت تھے، آپ نے بعض جہات کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس طرف کوئی صالح نہیں ہے اسی وقت دو آدمی اُن کے سامنے کی طرف سے مشعلچی کی شکل پہ آکھڑے ہُوئے اور کہا کہ حضرت ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں آپ اپنی خدمت میں لیویں۔ ان دنوں میں آپ مکۂ معظمہ میں حج کے واسطے آئے ہوئے تھے۔ آپ نے انہیں مشعل برداری کی خدمت سپُرد کی اور وہاں سے لوٹ کر اپنے شہر کو چلے راستہ میں فرمانے لگے کہ میں مشعل کی جانب سے فقر کی بو سونگھتا ہوں۔ جب ایک راستہ میں پہنچے تو آپ سے ایک سخت مسئلہ معرفت اور اسرار کا جو علم لدنی سے متعلق تھا پوچھا گیا۔ آپ نے ذہن دوڑایا اور سوچا اور غور کیا اور بہت تدبر کے بعد متحیّر کھڑے رہے۔ جبکہ آپ کا علمی گھوڑا میدانِ امتحان میں رُک گیا تو وُہ دونوں مشعلچی آپ کے سامنے آکھڑے ہُوئے اور عرض کیا کہ حضرت اگر اجازت ہو تو کچھ ہم کہیں۔ فرمایا کہو۔ انہوں نے کہا اللہ سب سے بڑا جاننے والا ہے۔ اس سوال کا یہ جواب ہے۔ اور جواب ایسے عمدہ طریقہ سے ظاہر کیا جو ناظرین کے لیے کافی و شافی تھا اور حضرت شیخ شہاب الدین رضی اللہ عنہ نے ننگے سر ہو کر اُس طرف کے لوگوں کی نسبت اپنے قول سے استغفار کیا اور وہ دونوں سلام کر کے اپنے ملک کی جانب متوجہ ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حکایت (۱۹۴) حضرت شیخ کبیر ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اثنائے سیاحت میں ایک بار ایک ٹیلہ پہ سو رہا تھا۔ درندے آکر میرے گرد گھومتے رہے اور صبح تک میرے گرد بیٹھے رہے۔ میں نے جیسا کہ اُنس اس رات دیکھا تھا، پھر کبھی نہ پایا۔ جب صبح ہوئی تو میرے

جی میں کھٹکا ہوا کہ مجھے انس باللہ کا کچھ کچھ مقام حاصل ہو گیا ہے۔ میں ایک وادی میں اترا جہاں پرندے سفید پاؤں کے تھے۔ میری آہٹ سنتے ہی سب کے سب اُڑ گئے اس سے میرے دل پر رعب چھا گیا تو میں نے ایک قائل کی آواز سُنی جو کہتا تھا کہ اے شخص کل تک تو درندوں سے انس کرتا تھا۔ آج کیا ہو گیا کہ پرندوں سے ڈر رہا ہے وجہ یہ ہے کہ کل تک تو ہماری طرف متوجہ تھا اور آج اپنے نفس کی طرف مائل ہے اور فرمایا کہ ایک بار میں اسّی دن بھوکا رہا۔ میرے دل میں خطرہ گذرا کہ مجھے کچھ حصّہ بزرگی کا مل گیا تو میں نے ایک عورت کو غار سے نکلتے دیکھا گویا اس کی صُورت حُسن میں آفتاب کے مثل تھی اور کہتی جاتی تھی کہ منحوس ہے منحوس ہے جو اسّی روز بھوکا رہ کر اللہ تعالےٰ پر اپنے عمل کا دباؤ ڈالنے لگا اور مجھ پر چھ مہینے گذر گئے ہیں کہ میں نے کچھ نہیں چکھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ونفعنا بہما۔ آمین

آپ ہی نے فرمایا کہ میں اپنے سفر میں کہتا تھا کہ الٰہی میں کب تیرا شکر گذار بندہ بنوں گا تو میں نے ایک قائل کو سُنا کہتا تھا جب تو اپنے سوائے کسی کو منعم علیہ نہ جانے میں نے کہا الٰہی اپنے سوائے کسی کو منعم علیہ کیونکر نہ جانوں حالانکہ تو نے انبیاء پر اور علماء پر اور بادشاہوں پر نعمت کی ہے۔ تو سُنا کہ وہ قائل کہہ رہا ہے کہ اگر انبیاء نہ ہوتے تو تجھے ہدایت نہ ہوتی، اگر علماء نہ ہوتے تو تو اقتداء نہ کرتا۔ اگر بادشاہ نہ ہوتے تو تجھے امن نہ ملتا یہ سب میری نعمت تجھ ہی پر ہے۔ اور فرمایا کہ میں اور ایک میرا ساتھی دونوں ایک غار میں وصول الی اللہ کے ارادہ سے جا رہے تھے۔ ہم جی میں کہتے تھے کہ کل حاصل ہو جائے گا پرسوں حاصل ہو جائے گا۔ ہم پر ایک آدمی داخل ہوا اس کے چہرہ پر ہیبت تھی ہم نے کہا تم کون ہو؟ کہا عبدالملک۔ ہم نے جانا کہ وہ اولیاء اللہ میں سے ہے۔ میں نے کہا آپ کا کیا حال ہے۔ کہا اس کا کیا حال ہو گا جو یہ کہتا ہے کہ کل فتح ہو گی۔ پرسوں فتح ہو گی۔ یعنی وصول الی اللہ حاصل ہو جائے گا۔ نہ ولایت ہے نہ فلاح ہے۔ اے نفس اللہ کی عبادت اللہ کے واسطے کر۔ فرماتے ہیں کہ ہم ہوشیار ہوئے اور سمجھ گئے کہ وہ کس لیے آئے تھے ہم نے توبہ و استغفار کی تو ہم پر کشائش ہو گئی رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۴۹۲) حکایت ہے کہ شیخ جلیل ابوالعباس قسد شی

رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی شبہ کا کھانا لے آیا تاکہ آپ کو آزمائے۔ آپ نے اعراض کیا اور نہ کھایا۔ پھر اس کھانا لانے والے کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ حارث ابن اسد محاسبی کی انگلی میں ایک رگ تھی۔ جب آپ شبہ کے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو وہ رگ حرکت کرنے لگتی اور میرے ہاتھ میں ساٹھ رگیں ہیں۔ جب ایسا موقعہ آتا ہے تو حرکت کرنے لگتی ہیں۔ اس کھانے والے نے استغفار کیا اور شیخ سے معذرت کی۔ رضی اللہ عنہ۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محاسبی کی حکایت اور جگہ میں نے بیان کر دی ہے۔ اور حضرت بشر بن حارث کی یہی حکایت ہے کہ آپ ناپاک کھانے کی طرف کبھی ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے۔ اس طرح معلوم ہوا ہے کہ ایک بادشاہ نے ایک فقیر کو اس طرح آزمایا کہ ذبیحہ کا گوشت اور مردار کا گوشت ان کے سامنے الگ الگ پیش کیا۔ یہ دیکھ کر شیخ اپنی کمر کس کے کھڑے ہوگئے اور کہا کہ آج میں تمہاری خدمت کروں گا۔ چنانچہ ذبیحہ کا گوشت فقراء کے پاس لاتے تھے اور ان برتنوں کو جن میں مُردار کا گوشت تھا فوج کی طرف بھیج دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ پاک مال پاکوں کے واسطے اور پلید پلیدوں کے واسطے۔ بادشاہ بھی حاضر تھا انہوں نے اللہ سے استغفار کیا اور شیخ کے متعلق اچھا اعتقاد ہوا۔ رضی اللہ عنہ۔

اسی طرح مجھے خبر ملی ہے کہ ایک کافر بادشاہ مسلمانوں کے شہروں پر قابض ہوگیا اور ان کا خون کیا اور مال لوٹا اور بعض فقراء اور مشائخ کے قتل کا بھی ارادہ کیا۔ شیخ نے اس سے مل کے اس کام سے منع کیا۔ ان سے بادشاہ نے کہا اگر تم سچے ہو تو مجھے کچھ علامت دکھاؤ۔ چنانچہ شیخ نے اونٹ کی مینگنی کی طرف اشارہ کیا وُہ فوراً جواہر بن کر چمکنے لگی۔ اور خالی کوزوں کی طرف اشارہ کیا جو زمین پر رکھے ہُوئے تھے تو وہ ہوا پر معلق ہو گئے اور پانی سے بھر گئے۔ ان کے منہ زمین کی طرف اوندھے ہوتے تھے اور ان میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا تھا۔ بادشاہ یہ دیکھ کر گھبرایا۔ اس کے ایک جلیس نے کہا اسے بڑی بات مت جان یہ سحر ہے۔ بادشاہ نے کہا کچھ اور دکھاؤ۔ شیخ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ خوب دہک گئی۔ اس وقت فقراء سے کہا کہ مجلس سماع گرم کرو۔ جب ان پر وُجد طاری ہو گیا

تو شیخ ان فقراء کے ساتھ آگ میں گھس گئے اور آگ بہت تیز تھی اس وقت شیخ نے بادشاہ کے لڑکے کو بھی ساتھ لے لیا اور آگ میں چاروں طرف گھمایا اور اُسے لے کر چل دیئے اور غائب ہو گئے اور معلوم نہ ہوا کہ کہاں گئے بادشاہ موجود تھا دیکھ کر اپنے بچہ کے غائب ہونے پر بہت گھبرایا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں آموجود ہوئے اور بادشاہ کے بیٹے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے میں انار تھا۔ بادشاہ نے پوچھا تو کہاں تھا۔ کہا باغ میں تھا۔ وہاں سے میں نے یہ دو عدد توڑ لیے اور نکل آیا۔ بادشاہ متحیّر ہوا اس کے بدمعاش ساتھیوں نے کہا کہ یہ بھی ایک باطل تماشا ہے۔ اس وقت بادشاہ نے کہا تم جو کچھ بتاؤ ہم اس کو سچ نہیں مانیں گے حتیٰ کہ تم اس پیالہ کو نوش کر لو۔ اور ایک پیالہ زہر ہلاہل سے لبریز جس کا ایک قطرہ بھی فی الحال ہلاک کردے۔ نکالا۔ شیخ نے فقراء سے کہا کہ مجلس سماع گرم کرو۔ جب ان پر حال طاری ہوا تو وہ پیالہ اُٹھا کر سب کا سب پی گئے۔ ان پر جو لباس تھا وہ پارہ پارہ ہو گیا اور دوسرا لباس پہنایا گیا وہ بھی پھٹ گیا۔ پھر اور بدلا گیا وہ بھی پھٹ گیا۔ اس طرح کئی بار بدلا گیا۔ پھر پسینہ آیا اور کپڑے ثابت رہے بادشاہ نے ان کی عزّت و حرمت کی اور اس قتل و فساد کے ارادہ سے باز رہا۔ شاید مسلمان بھی ہو گیا ہو۔ واللہ اعلم۔

ایسی ہی ایک روایت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے متعلقین سے بھی منقول ہے جو بغداد پر قبضہ کرنے والے مغل بادشاہ کے ساتھ واقع ہوئی ہے۔ رضی اللہ عنہ۔ یہ بھی حکایت ہے کہ حضرت شیخ کامل امام الاکابر عالم علم الباطن والظاہر الحبیب والنسیب سید عبدالقادر جیلانی قدس اللہ روحہٗ نے ایک شخص سے ایک غائب شخص کی امانت طلب کی اس امانت دار نے امانت دینے سے انکار کیا اور کہا اگر میں آپ سے فتوای طلب کروں تو آپ اس کو جائز نہیں رکھیں گے۔ پھر میں کیونکر دوسرے کی امانت بلا اس کی اجازت کے دے دوں۔ بہت ہی تھوڑی دیر میں اس کے پاس امانت رکھنے والے کا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ میری امانت حضرت شیخ عبدالقادرؓ کے حوالہ کر دو وہ فقیروں کی ہو گئی ہے۔ اس نے حضرت کے حوالہ کیا۔ شیخ نے اس پر عتاب کیا اور فرمایا ایسی ذراسی بات میں مجھے تو متہم جانتا ہے۔

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اکثر مشائخ یمن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ ہی کی طرف منسوب ہیں اور بعض حضرت شیخ کبیر ابو مدین قدس سرہٗ کی جانب منسوب ہیں۔ آپ شیخ مغرب تھے اور سید عبد القادر جیلانی شیخ مشرق تھے آپ ہی کے کچھ اشعار ہیں ؎

ما فی الصبابۃ منھل مستعذب	الا ولی فیہ الا لـذ الا طیب
او فی الزمان مکانہ مخصوصۃ	الا ومنزلتی اعز و اقرب
وھبت لی الایام رونق صفوھا	فصفت مناھلھا وطاب المشرب
انا من رجال لا یخاف جلیسھم	ریب الزمان ولا یری مایرھب
قوم لھم فی کل مجد رتبۃ	علویۃ و بکل جیش مرکب
انا بلبل الافراخ املاء وحھا	طربا و فی العلیا باز اشھب

(ترجمہ) عشق ومحبت کا کوئی میٹھا چشمہ نہیں ہے + مگر میرے لیے اس میں سے زیادہ لذیذ اور اچھا حصہ ملا ہے + یا جہاں میں کوئی خاص مرتبہ نہیں ہے مگر میرا مرتبہ اس سے اعلیٰ و اولیٰ ہے + زمانہ نے مجھے اپنا عمدہ اور با رونق حصہ ہبہ کر دیا تو اس کے چشمے اور گھاٹ صاف ہو گئے۔ میں ایسے لوگوں میں ہوں کہ اُن کے جلیس کو اندیشہ اور خوف نہیں ہے + گردشِ زمانہ کا نہ وہ خوف ناک چیز دیکھے گا + وُہ ایسے لوگ ہیں جن کا ہر بزرگی میں حصہ + بلند ہے اور ہر فوج میں ان کا بڑا جلو ہے + میں خوش الحان بلبل ہوں کہ دنیا کی شاخوں کو میں نے اپنے نغمہ سے بھر دیا + اور بلند پروازی میں باز اشہب ہوں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۴۹۳) ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں بعض صالحین کے ہمراہ بغداد سے باہر نکلا۔ ہم پر ایک جنازہ گذرا جس کے ساتھ بہت سی مخلوق تھی۔ ہم نے پوچھا کہ میت کون ہے۔ کہا گیا ایک صالح آدمی تھے۔ میرے ساتھ جو بزرگ تھے۔ انہوں نے کہا کہ اللہ ہی مددگار ہے۔ لیکن صالحین یوں نہیں مرتے ہیں۔ میں نے کہا پھر کس طرح مرتے ہیں۔ کہا کوڑے پر مرتے ہیں اور انہیں کُتّے کھاتے ہیں۔ راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان بزرگ کو تین دن کے بعد دیکھا

کہ کوڑے پر مرے ہوئے پڑے تھے اور انہیں کتے کھا رہے تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ و نفعنا بہ۔ آمین۔

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی موت اکثر اولیاء اللہ اور محبان خدا کی ہوئی ہے جن کی دنیا میں کوئی غرض اور امید نہ تھی۔ لیکن دنیا کی جانب رغبت رکھنے والے اور بڑی بڑی امیدیں رکھنے والوں کی بھی ایسی حکایتیں ہیں۔ جن میں سے ایک یہ ہے۔ مروی ہے کہ ایک شخص حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا نبی اللہ میں چاہتا ہوں کہ آپ ہوا کو حکم دیں کہ مجھے ملک ہندوستان میں اٹھا لے جائے۔ کیونکہ مجھے وہاں اس وقت ایک ضرورت ہے اور اس پر اصرار کیا۔ آپ نے فرمایا اچھا اور ہوا کو حکم دیا کہ اسے اٹھا لے جائے۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے دوسری طرف نگاہ کی تو ملک الموت کو اپنے پاس کھڑا دیکھا۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ آپ نے اُن سے وجہ مسکرانے کی پوچھی کہا اے نبی اللہ میں اس شخص سے تعجب کر رہا ہوں کیونکہ مجھے حکم ہوا ہے کہ اسکی روح ہندوستان میں قبض کروں اور اس وقت مجھے حیرت ہے کہ یہ شخص اس وقت کیونکر ہندوستان پہنچے گا جب اُس نے آپ سے سوال کیا کہ ہوا پر سوار کر کے مجھے ہندوستان پہنچا دو تو مجھے تعجب ہوا۔ انتہیٰ کلامہ ؎

ومن کانت منیتہ بارض فلیس یموت فی ارض سواھا

ترجمہ جس کی موت جس زمین میں مقدر ہے ٭ اس زمین کے سوا کہیں نہیں مرے گا ٭

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ واجب ہے ایمان لانا بایں طور کہ حکم اللہ تعالیٰ کا اور تقدیر اس کی ضرور پوری ہونے والی ہے اسی طرح پر جس طرح کہ اس کے علم غامض میں ہے اور ویسا ہی ہوتا ضروری اور لازمی ہے۔ اگرچہ باعتبار عقل کے بعید معلوم ہو اور یہ بُعد بھی کسی سبب سے ہوتا ہے جس کا حکمت الٰہی اقتضا کرتی ہے اور ارادہ سابقہ جس کی جانب ہر شئی کا رجوع ہے چاہتی ہے۔ ہم خدا سے سوال کرتے ہیں کہ اپنے مقدورات میں ہم پر لطف فرماوے اور ہمیں حسنِ تدبیر سے راہ پر لگا دے آمین اور اللہ جل شانہٗ کے عجیب الطاف و کرم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض بندوں کو بلا سے بچاتا ہے جن کی اجل نہیں آتی ہے اور اس نجات کا سبب اپنے خاص بندوں کو بناتا ہے۔ جیسے کہ ذیل کی

حکایات سے معلوم ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

حکایت (۴۹۴) بعض بڑے مشائخ سے مروی ہے کہ وہ ایک تاجر کے یہاں قلعہ اسکندریہ میں گئے۔ تاجر نے آپ کو مرحبا کہا اور آپ کے آنے پر بہت خوش ہوا شیخ نے اس تاجر کے دیوان خانہ میں پورے مکان کی مقدار میں دو قیمتی فرش بچھے ہوتے دیکھے جو ملک روم میں مستعمل ہیں، انہوں نے تاجر سے مانگا اُسے بہت گراں گذرا اور کہا حضرت میں اس کی قیمت ادا کروں گا شیخ نے انکار کیا اور کہا میں یہی بعینہٖ چاہتا ہوں۔ پھر کہا اگر تم لینا ہی چاہتے ہو تو ایک لے لو۔ چنانچہ شیخ نے ایک فرش اُٹھا لیا اور وہاں سے چلے اس وقت اس تاجر کے دو لڑکے مسافر تھے۔ ہندوستان گئے تھے۔ ہر ایک ان میں سے الگ الگ جہاز پر تھا۔ ایک مدت کے بعد اُن کے باپ نے سُنا کہ ایک ان دونوں میں سے مع کشتی کے غرق ہوا اور سارا مال اور ساتھی بھی ڈوب گئے۔ اور دوسرا عدن میں سلامتی کے ساتھ آیا پھر ایک مدت کے بعد قریب اسکندریہ کے آپہنچا۔ اس کا باپ ملاقات کے واسطے شہر سے باہر آیا تو دیکھا کہ وہ فرش بعینہٖ جس کو شیخ نے مانگ لیا تھا لدا ہوا آرہا ہے۔ اُس نے فرش کا قصہ پوچھا کہ وہ کہاں سے اُسے ملا۔ کہا ابا جان اس فرش کا عجیب قصہ ہے اور ایک بڑی کرامت ہے۔ باپ نے کہا۔ بیٹا بیان کرو وہ کیا ہے کہا میں اور میرا بھائی ہم دونوں اچھی ہوا میں ملک ہند سے چلے۔ ہم الگ الگ کشتی پر سوار تھے۔ جب بیچ سمندر میں پہنچے تو بادِ مخالف چلی اور ہم پر حالت تنگ ہوگئی اور دونوں کشتیاں کھل گئیں اور ان کے تختے الگ ہوگئے ہم سب نے اپنا حال اللہ کے سپرد کر دیا اور اپنی اپنی کشتی پر بیٹھے رہے ناگاہ ایک شیخ آئے اور ان کے ہاتھ میں یہ فرش تھا۔ انہوں نے اس میں کشتی باندھا اور ہم سلامت چلے اور کشتی اس فرش میں بندھی ہوئی تھی۔ پھر ہم ایک بندرگاہ میں پہنچے اور کشتی کا سامان اُتار کر اُسے درست کیا اور شیخ اسی میں تھے اور میرے بھائی کی کشتی مع جملہ ساتھیوں اور سامان کے غرق ہوگئی اور ان میں سے ایک نہ بچا۔ اُس تاجر نے کہا اے بیٹے اگر تو شیخ کو دیکھے گا تو پہچان لے گا۔ کہا ہاں۔ وہ بیٹے کو شیخ کے پاس لے گیا۔ انہیں دیکھتے ہی اس نے زور کی چیخ ماری اور کہا یہی ہیں۔ شیخ نے اس پر ہاتھ پھیرا حتیٰ کہ اس کے ہوش ٹھکانے ہوئے اور سکون پیدا ہوا۔ اس وقت تاجر نے کہا۔

حضرت آپ نے حقیقتِ امر کا اظہار کیوں نہ کیا تاکہ میں دوسرا فرش بھی دے دیتا شیخ نے کہا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارادہ تھا۔ رضی اللہ عنہ ونفعنا بہ۔ آمین۔

حکایت (۵۴۹) حکایت ہے کہ بعض صالحین نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ دنیا کی خوبصورت چیزوں کو وہ نہیں دیکھیں گے۔ ایک دن صرافوں کے بازار میں گئے تو وہاں کمر بند ایک شخص کا دیکھا اس پر پے در پے نگاہ کی اس کمر بند والے نے منہ پھیر کے دیکھا تو انہیں اس کا کمر بند دیکھتے ہوئے پایا۔ پھر کمر بند کو دیکھا تو کچھ بھی نہ پایا۔ اس نے دوڑ کے آپ کو پکڑ لیا اور کہا یہ تو صالحین کے کام نہیں ہیں انہوں نے کہا بھائی تجھے کیا ہوگیا۔ کہا تو صوفی ہو کے چوری کرتا ہے۔ کہا میں نے تیرا کیا چرایا کہا میرا کمر بند چرایا۔ کہا واللہ میں نے تیری کوئی چیز نہیں لی۔ لوگوں نے اُسے بہت بُرا بھلا کہا۔ پھر امیر کے یہاں لے گئے اور اس سے سارا قصہ بیان کیا ان سے امیر نے کہا اے جوان یہ فعل صلحاء کے نہیں ہیں، اس نے رو کے کہا واللہ میں نے کوئی چیز نہیں لی۔ ایک نے حاضرین میں سے کہا۔ اس کے کپڑے اتارو۔ اتار کے دیکھا گیا تو وہ کمر بند اس کی کمر میں بندھا ہوا تھا۔ دیکھتے ہی اس نے ایک چیخ ماری قریب تھا کہ اس کی جان نکل جاتے اور وہ بیہوش ہوگیا۔ امیر نے کہا کہ میرے پاس دُرّہ مارنے والے کو لے آؤ۔ ایک ہاتف نے کہا اے بندۂ خدا اس ولی اللہ کو نہ مار۔ اسے ادب سکھایا گیا تھا۔ یہ سنتے ہی امیر نے ایک چیخ ماری جس سے اس کی جان قریب تھی کہ نکل جاتے اور بیہوش ہوگیا۔ جب اس شخص صالح کو ہوش آیا تو کہا اے میرے مولا میری خطا معاف کر۔ میں اپنا گناہ اور جرم جان گیا۔ میں ہی خطاوار ہوں اے میرے مولا تیرے اس گناہ پر جو مجھ سے سہواً لاحق ہوگیا تھا مجھے......مت پکڑ الامان الامان یا منّان، اس کے رونے پر مخلوق روتی تھی۔ جب امیر کو بیہوشی سے افاقہ ہوا تو اس بزرگ کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا اور پوچھا اے دوست تیرا کیا قصہ ہے۔ اس جوان نے کہا میں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ دنیا کی عمدہ اشیاء نہ دیکھوں گا اور میں اس شخص پر صرافوں کے بازار میں گذرا اور اس کے کمر بند کو غفلت میں دیکھ لیا۔ پھر نہ معلوم کیا ہوا کہ اتنے میں یہ شخص مجھ سے چپٹ گیا اور مجھے بُرا بھلا کہنے لگا اور کہتا تھا کہ تو نے میرا کمر بند چرا لیا اور اس کا قصہ مجھے معلوم ہی نہیں یہ میرا قصہ ہے۔ پھر وہ یہ اشعار پڑھتا

ہوا چلا گیا۔

یا عدتی فی شدتی ان لم تکن انت فمن

ینقذنی من الردی یا صاحب الفعل الحسن

طوبی لمن بات بکم مشردا عن الوطن

(ترجمہ) اے میرے شدت کے وقت کے ذخیرے + اگر تو نہ ہو تو پھر کون ہے + جو مجھے ہلاکت سے بچائے + اے نیک فعل والے + خوش نصیب ہے وہ جو تیرے پاس شب گذارے + اپنے وطن سے بھاگ کر +

حکایت (۴۹۶) حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں کوہ لکام کی ایک پہاڑی پر گھوم رہا تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے گرد درندے بیٹھے ہیں۔ جب میں ان کی طرف کو بڑھا تو درندے بھاگ گئے اُن کے پاس سے اور انہوں نے بھی نماز میں تخفیف کی اور فرمایا اے ابوالفیض اگر تو صاف دل ہوتا تو تجھے بھی یہ وحوش تلاش کرتے اور پہاڑ بھی تیری طرف میلان کرتا۔ میں نے کہا دل صاف ہونے کے کیا معنٰی ہیں۔ کہا تو اللہ ہی کے واسطے خالص ہو جاتا اور اللہ تیرا قصد کرنے والا ہوتا۔ میں نے کہا اس مرتبہ پر بندہ کیونکر پہنچ سکتا ہے کہا اس درجہ کو تو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ مخلوق کی محبت تیرے دل سے نہ نکل جائے۔ جیسا کہ شرک قلب سے نکل گیا ہے۔ اسی طرح محبت بھی نکل جاتے۔ میں نے کہا یہ بات تو مجھ پر سخت ہے فرمایا عارفوں پر بہت ہی آسان ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حکایت (۴۹۷) حضرت ذوالنون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک لڑکی کی تعریف کی گئی۔ میں نے پتہ دریافت کیا تو بتایا گیا کہ وہ ایک اجڑے ہوئے گرجا میں رہتی ہے۔ میں اس گرجا میں گیا تو وہاں ایک دبلی پتلی لڑکی نظر آئی کہ راتوں نے اُسے اپنے سینہ کے نیچے دبا لیا ہے اور بیداری کی چھری سے ذبح کر دیا ہے۔ میں نے اُسے سلام کیا اُس نے جواب دیا۔ میں نے کہا اے لڑکی نصاریٰ کے مکان میں۔ اس نے کہا سر اُٹھا کے تو دیکھ کیا دونوں جہان میں سوائے خدا کے کوئی نظر آتا ہے۔ میں نے کہا اے لڑکی تجھے تنہائی سے وحشت تو

نہیں ہوتی۔ کہا میرے پاس سے ہٹ جا۔ قسم ہے اس کی جس نے میرے دل کو اسرارِ حکمت سے بھر دیا ہے اور سینہ کو اپنے دیدار کے شوق سے پُر کر دیا ہے میرے دل میں غیر کی جگہ ہی نہیں ہے۔ میں نے کہا تم بڑی عقلمند نظر آتی ہو مجھے بھی تنگی سے نکال کر راستہ پر لگا دو۔ کہا اے جوان تقوٰے کو اپنا توشہ بنا اور پرہیزگاری کو اپنا راستہ اور ورع کو سواری اور خائفین کے راستہ پر چل۔ یہاں تک کہ تو ایک ایسے دروازہ پر پہنچے گا جس کے اوپر پہرہ نہیں ہے۔ اس وقت دربانوں کو حکم ہوگا کہ تیری مخالفت نہ کریں۔ پھر چند اشعار پڑھے ؎

من یعرف الرب ولم تغنہ معرفۃ الرب ذاک الشقی
ماضر ذاالطاعۃ ما نا لہ من طاعۃ اللہ وما قد لقی

(ترجمہ) جس نے خدا کو پہچانا اور پھر اُسے بے پرواہ نہ کیا + معرفتِ الٰہی نے۔ وُہ ہی بڑا شقی ہے + اور اطاعت کرنے والے کو ضرر نہیں ہے + اس مصیبت سے جسے اطاعتِ الٰہی میں پاتا ہے۔

حکایت (۴۹۸) حضرت معروف کرخیؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے جنگل میں ایک خوبصورت نوجوان دیکھا۔ ان کی خوبصورت زلفیں تھیں اور سر پر ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور بدن پر کتان کا ایک کرتہ تھا اور پاؤں میں تسمہ دار جوتا تھا۔ میں اُسے دیکھ کر متعجب ہوا۔ ایسے جنگل میں اس کا یہ لباس تھا۔ میں نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ اس نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ چچا صاحب میں نے پوچھا اے جوان تو کہاں کا رہنے والا ہے۔ کہا دمشق کا رہنے والا ہوں میں نے کہا کب سے وہاں سے نکلے ہو۔ کہا آج ہی چاشت کے وقت۔ مجھے تعجب ہوا کیونکہ اس جگہ سے جہاں میں نے اُسے دیکھا تھا دمشق کئی منزل پر تھا۔ میں نے کہا کہاں جاؤ گے۔ کہا مکہ معظمہ کو انشاء اللہ تعالیٰ۔ میں سمجھ گیا کہ وہ اُڑا ہوا جا رہا ہے اور اُسے رخصت کر کے چلا گیا۔ تین سال تک میں نے اُسے نہ دیکھا ایک دن میں.... اپنے گھر میں بیٹھے اس شخص کے معاملہ میں فکر کرتا تھا کہ نہ معلوم میرے جدا ہونے کے بعد اس کا کیا حال ہوا۔ تو ناگاہ دروازہ پر دستک دینے کی آواز آئی۔ میں نکل آیا تو وہی شخص تھا۔ میں نے سلام کیا اور اس کو گھر میں لے آیا

اس وقت وہ شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں تھا اور بدن پر ایک کمل کا کرتا تھا۔ میں نے پوچھا کیا خبر ہے۔ کہا اے استاد مجھے اپنے فعل اور معاملہ کی اللہ تعالےٰ اطلاع نہیں کرتے ہیں۔ کبھی میرے ساتھ ملاطفت اور نرمی ہے۔ کبھی مجھ پر اپنی ہیبت طاری کرتے ہیں کبھی مجھ کو بھوکا رکھتے ہیں کبھی کھلاتے ہیں۔ کاش مجھ کو اپنے اولیاء کے اسرار پر مطلع فرماتے پھر جو چاہتے کرتے اور بہت روئے۔ حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی باتوں سے مجھے بھی رونا آیا اور میں نے کہا میرے بعد تم پر کیا ماجرا گذرا کچھ بیان کرو۔ کہا افسوس اُسے ظاہر کر دوں وہ چاہتا ہے کہ پوشیدہ رکھوں۔ ہاں پہلا کام جو میرے ساتھ میرے مولا و مالک نے کیا وہ یہ ہے کہ مجھے تیس دن تک بھوکا رکھا اس کے بعد میں ایک کھیرے کے کھیت پر ایک گاؤں میں پہنچا۔ دیکھا تو خراب کھیرے کھیت میں سے چن کر پھینکے گئے تھے۔ میں ان میں سے چن چن کر کھا رہا تھا۔ اتنے میں کھیت کا مالک آیا اور ایک کوڑا لے کر میری پشت پر مارنے لگا اور کہتا جاتا تھا اے چور تیرے سوا کھیت کو کسی نے خراب نہیں کیا ہے میں کئی روز سے تیری تلاش میں ہوں۔ اب میں نے تجھے پکڑ لیا ہے وہ مجھے مار رہا تھا کہ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے اس کے سر پر آپہنچا اور کوڑا اس کے ہاتھ سے چھین کر کہا کہ اولیاء اللہ پر حملہ کرتا ہے اور انہیں مار کر ان کی اہانت کرتا ہے اور انہیں چور کہتا ہے۔ جب کھیت والے نے یہ حال دیکھا تو میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گیا اور جتنی خاطر اور عزت ممکن تھی سب اس نے میرے ساتھ کی اور معافی چاہی۔ جبکہ میں اس کے پاس چور سے ولی بن گیا اتنا جملہ کہنے پاتے تھے کہ دروازہ کے ٹھوکنے کی آواز آئی اور وہی کھیت والا آیا اور اپنا سارا مال فقراء پر تقسیم کر دیا۔ وہ شخص بڑا مالدار تھا اور اس جوان کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں حج کو گئے اور جنگل میں دونوں کی وفات ہوئی۔ رحمہما اللہ تعالےٰ۔

حکایت (۴۹۹) حکایت ہے کہ حضرت عیسیٰ اور یحییٰ علیہما السلام ایک سفر میں ساتھ ہوتے۔ ایک وقت یحییٰ علیہ السلام سجدہ میں سو رہے۔ وہ سجدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں جگانا چاہا حق تعالےٰ نے وحی بھیجی کہ اے عیسیٰ یحییٰ علیہ السلام کی رُوح میرے پاس حضرت قدس میں ہے اور جسم میرے سامنے زمین پر ہے اور میں نے ان سے بڑے بڑے

فرشتوں پر فخر کیا ہے۔ کسی کے اچھے شعر ہیں۔ ؎

وقف علی الباب قلیلا واجعل الذکر سبیلا

والزم الباب غدوا وعشیا و اصیلا

ان تطعنی لم تجدنی للمحبین خذولا

ان عندی للمطیعین شرابا سلسبیلا

فاتعبوا الیوم قلیلا تنعموا دھرًا طویلا

(ترجمہ) تھوڑی دیر دروازہ پر کھڑا رہ + اور ذکر کا راستہ بنا + اور دروازہ ہی پر صبح + وشام ورات کو کھڑا رہ + اگر تو میری اطاعت کرے گا تو مجھے نہ پائیگا۔ رسوا کرنے والا اطاعت کرنے والوں کو۔ میرے پاس مطیعین کے لیے شربت سلسبیل ہے آج کے دن کچھ تکلیف اُٹھا لو + تو مدت تک مزے اور آرام پاؤ گے +

حضرت ابو یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے فکر کو جمع کرکے اور قلب کو حاضر کرکے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہوا تصور کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابو یزید میرے پاس کیا لائے ہو۔ میں نے کہا دنیا سے زہد لایا ہوں۔ فرمایا اے ابو یزید دنیا کی قدر میرے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہے۔ اس سے زہد واجتناب کیا۔ میں نے عرض کیا الٰہی میں اپنی اس حالت سے استغفار کرتا ہوں۔ میں تجھ ہی پر بھروسہ کرکے آیا ہوں۔ فرمایا اے ابو یزید کیا میں نے جو ضمانت تجھ سے کی تھی اس میں مجھے تو نے سچا نہ سمجھا اس کے لیے تجھے توکل کی اور ضرورت پڑی۔ میں نے کہا الٰہی میں ان دونوں حالتوں سے استغفار کرتا ہوں۔ میں تیرے ہی ساتھ آیا ہوں یا تیرا ہی محتاج ہو کے آیا ہوں۔ اس وقت فرمایا ہم نے تجھے قبول کیا۔ کسی کے اشعار ہیں ؎

دعوہ لا تلوموہ دعوہ فقد علم الذی لم تعلموہ

رای علم الھدی فسما الیہ وطالب مطلبا لم تطلبوہ

اجاب دعاءہ لما دعاہ وقام بحقہ واضعتموہ

بنفسی ذاک من ممنوح قرب وطاعم مطعم لم تطعموہ

(ترجمہ) اسے ملامت نہ کرو چھوڑدو چھوڑدو + وہ اس کو جانتا ہے جسے تم نہیں جانتے

اس نے ہدایت کا جھنڈا کھڑا ہوا دیکھا تو اس پر چڑھ گیا۔ اور اس نے ایسا مقصد تلاش کیا جیسے تم نہیں ڈھونڈتے ٭ جب خدا نے اس کو بلایا تو خدا کی پکار کو قبول کیا ٭ اور وہ حق معبود پر قائم رہا اور تم نے ضائع کیا ٭ اس مقرب بارگاہ پر میری جان قربان ہو جائے اس نے ایسا مزہ چکھا ہے جیسے تم نے نہیں چکھا۔

حکایت (۵۰۰) بعض زاہدوں سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک زاہدوں کی جماعت میں تھا ظہر کی نماز کا وقت آیا اور ہم ایک ایسے جنگل میں تھے جہاں پانی نہ تھا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے پانی کے لیے دعا کی۔ ابھی دُعا ختم نہ کرنے پائے تھے کہ ہمیں دور سے ایک شئی نظر پڑی ہم نے اس کا قصد کیا۔ اور اللہ تعالےٰ نے مسافت بعیدہ کو ہمارے لیے کوتاہ کر دیا اور ہم ایک عالی شان محل پر پہنچے۔ اس کے گرد باغ لگا ہوا تھا اور جا بجا نہریں اور چشمے جاری تھے۔ ہم نے اس پر اللہ کا شکر کیا اور وضو کر کے نماز پڑھی۔ پھر محل کی جانب گئے۔ تو اس کی دیوار پر دو بیت لکھے ہوئے تھے۔ ؎

هذا منازل اقوام عهدتهم   فی رغد عیش خصیب ماله خطر

دعتهم نوب الایام فارتحلوا   الی القبور فلا عین ولا اثر

(ترجمہ) یہ منزلیں اس قوم کی ہیں کہ میں نے ان کو پایا تھا ٭ کامل عمدہ عیش میں جیسے کوئی اندیشہ ہی نہ تھا ٭ پھر گردش زمانہ نے انہیں بلا لیا اور وہ کوچ کر گئے طرف قبر کے۔ اب نہ وہ خود ہیں اور نہ ان کا نشان ہے ٭ اور درمیان محل کے ایک سونے کا تخت بچھا ہوا تھا اور اس پر یہ اشعار لکھے تھے ؎

لا زلت تطلب کل ما   یردی وتمعن فی الطلب

وملکت ما املیت من   ارض الاعاجم والعرب

مدت الیک یدی الردی   فذهبت فیمن قد ذهب

(ترجمہ) ہمیشہ تو ہر ایسی چیز طلب کرتا رہا ٭ جو ہلاک کرنے والی ہے اور اس کے لیے خوب محنت کرتا تھا ٭ اور تو اپنی امید کے موافق مالک ہو گیا۔ عرب اور عجم کی زمین کا ٭ تجھ پر موت نے ہاتھ لمبا کیا ٭ اور جیسے اور لوگ مر گئے تو بھی مر گیا ٭ ہم نے وہاں ایک باغ دیکھا۔ وہاں سنگ مرمر کی لوح لگی تھی اور اشعار

ذیل اس پر کندہ تھے ؎

قد کان صاحب ھٰذا القصر مغتبطا ۔ فی ظل عیش یخاف الناس من باسہ
اذجاءہ بغتۃ مالا مرد لہ ۔ فخر میتا وزال التاج عن راسہ
فاخرج الی القصر فانظر کیف اوحشہ ۔ فقدان اربابہ من بعد ایناسہ

(ترجمہ) کبھی یہ محل والا بھی محسودِ خلائق تھا + عیش کے سائے میں تھا لوگ اس کی ہیبت سے کانپتے تھے۔ ناگہاں اس پر موت آئی جسے کوئی روک نہیں سکتا تھا + آخر وہ مر گیا اور تاج اس کے سر پر سے اتر گیا۔ تو اس محل میں چل کر دیکھ کہ کس قدر متوحش ہو گیا ہے + احباب کے گم ہو جانے کی وجہ سے بعد ازاں کہ پہلے آباد تھا + راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان اشعار کو بہت پسند کیا۔ پھر قبہ کی طرف گئے۔ اس کے وسط میں ایک قبر تھی اور اس پر لوح لگی تھی سنگِ مرمر کی اور ایک شعر اس پر کندہ تھا ؎

انا رھن التراب فی اللحد وحدی ۔ واضعا تحت لبنۃ الترب خدی

(ترجمہ) میں مٹی میں پھنسا ہوا ہوں اور لحد میں تنہا ہوں اور مٹی کی اینٹ پر میرا رخسار رکھا ہوا ہے + مناسبِ حال بعض لوگوں کے چند اشعار لکھے جاتے ہیں ؎

باتوا علی قلل الاجبال یحرسھم ۔ غلب الرجال فلم تنفعھم القلل
واستنزلوا بعد عز عن معاقلھم ۔ واسکنوا حفرا یا بئسما نزلوا
ناداھم صارخ من بعد ما دفنوا ۔ این الاسرۃ والتیجان والحلل
این الوجوہ التی کانت منعمۃ ۔ من دونھا تضرب الاستار والکلل
فافصح القبر عنھم حین سائلھم ۔ تلک الوجوہ علیہا الدود یقتتل
قد طال ما اکلوا دھرا وما نعموا ۔ فاصبحوا بعد طول الاکل قد اکلوا

(ترجمہ) یہ لوگ پہاڑ کی چوٹیوں پر رہے اور ان کی حفاظت + مضبوط لوگ کرتے تھے۔ لیکن انہیں پہاڑ کی چوٹیوں نے نفع نہیں دیا + وہ اپنے پناہ کے مقام سے اتارے گئے بعد عزت کے + اور گڑھوں میں اتارے گئے۔ ہائے کیسی بری جگہ اتارے گئے + دفن کے بعد ایک شخص نے ان سے چلا کے پوچھا کہ وہ تخت وتاج اور خلعتِ فاخرہ کہاں گئے + وہ منہ کہاں گئے جو نعمت و ناز کے پروردہ تھے جن کے آگے چلمن اور پردے پڑتے تھے + جب اس نے سوال کیا

تو قبر نے جواب دیا + کہ ان کے چہروں پر کیڑے بلبلا رہے ہیں + بہت انہوں نے کھایا اور بہت ہی ناز و نعمت میں رہے + اور بہت کھانے کے بعد ایسے ہو گئے کہ خود ہی کھاتے گئے + اسی مضمون میں مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار ہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کو قبر میں انس دے اور ان سے معاملہ مہر اور لطف کا کرے اور اپنی جنت کے بیچ میں جگہ عطا کرے اور مسلمانوں کو ان کی برکت سے مستفیض کرے۔ آمین ؎

رکوب النعش انساهم رکوبا علی الخیل العتیقات النجاب

ولیل القبر انساهم للیل به عرس الملیحات النقاب

وانساهم لفرش ناعمات لها قد زینوا فرش التراب

علا الدود الخدود وغاص فیها اکولا للبهیات التراب

(ترجمہ) جنازہ کی سواری نے انہیں بھلا دیا سوار ہونا + عمدہ عربی گھوڑوں پر جو نجیب تھے اور قبر کی رات نے بھلا دی ان کو رات + زفاف کی جو ملیح اور خوب صورت دلہنوں کے ساتھ گذاری تھی + انہیں نرم بستر ... فراموش ہو گئے + اور ان کے واسطے مٹی کے بستر بچھ گئے۔ کیڑے ان کے رخساروں پر چڑھ گئے اور گھس گئے + اور ان کی رونق کو مٹی نے کھا لیا + اور کسی کے اشعار ہیں ؎

وقفت علی البنیان حین رأیته فکبر للرحمٰن حین رأنی

فقلت له این الذین عهدتهم حوالیك فی امن وخفض زمان

فقال مضوا واستودعونی رحالهم ومن ذا الذی یبقی علی الحدثان

(ترجمہ) میں نے جب ایک عمارت دیکھی تو وہاں کھڑا رہا + اس نے اللہ کی تکبیر کہی جب مجھے دیکھا + میں نے کہا۔ کہاں گئے وہ لوگ جن کے ساتھ تو نے زندگی بسر کی۔ اور وہ تیرے گرد امن اور خوش عیشی میں رہے + کہا، چلے گئے اور اسباب میرے سپرد کر گئے اور عالم متغیر میں کون رہ سکتا ہے + اور حکایت ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی آپ نے فرمایا کہ میں بقیع میں احباب کی زیارت کے واسطے گیا اور ایک ایک کو میں نے سلام کیا اور وہاں سے یہ شعر پڑھتا ہوا لوٹا ؎

مالی مررت علی القبور مسلما قبر الحبیب فلم یرد جوابی

یا قبر مالک لا تجیب منادیا املات بعدی صحبۃ الاحباب

(ترجمہ) کیا وجہ ہے کہ میں قبروں پر سلام کرتا ہوا گذرا + اور حبیب کی قبر پر سلام کیا تو جواب نہ ملا + اے قبر مالک کیا ہوا تجھ کو جو جواب نہیں دیتی پکارنے والے کو۔ کیا تو میرے بعد احباب کی صحبت کو بھول گئی + فرمایا اسی وقت ایک بلند آواز سے مجھے یہ جواب دیا گیا ؎

قل للحبیب وکیف لی بجوابکم وانا الرھین بجندل وتراب

اکل التراب محاسنی فنسیتکم وحجبت عن اھلی وعن احبابی

(ترجمہ) حبیب سے کہدے کہ میں کیونکر جواب دوں + کہ میں تو مٹی اور پتھروں میں پھنسا ہوا ہوں + مٹی میری رونق کو کھا گئی اور میں تمہیں بھول گیا اور اپنے احباب و اقرباء سے پوشیدہ ہو گیا۔ اور بعض بزرگوں کے اشعار ہیں۔ ؎

لیالیک تفنی والذنوب کثیرۃ وعمرک یبلی والزمان جدید

وتحسب ان النقص فیک زیادۃ وانت علی النقصان حین تزید

(ترجمہ) تیری راتیں فنا ہو جاتی ہیں اور گناہ بڑھتے جاتے ہیں + اور عمر تیری پرانی ہوتی جاتی ہے۔ اور زمانہ نیا ہوتا جاتا ہے + تو نقصان کو زیادتی جانتا ہے + حالانکہ تو جس قدر بڑھتا ہے اسی قدر گھٹتا ہے + اور بعض کے اشعار ہیں جو ایک قبر پر لکھے ہوئے تھے ؎

مقیم الی ان یبعث اللہ خلقہ لقاؤک لا یرجی وانت قریب

تزید بلی فی کل یوم ولیلۃ وتبلی کما یبلی وانت حبیب

(ترجمہ) تو یہاں مقیم ہے جب تک اللہ مخلوق کو زندہ کرے + تو دل میں قریب ہے لیکن تیری ملاقات کی امید نہیں + ہر دن رات بوسیدگی بڑھتی جاتی ہے + اور جس قدر زمانہ پرانا ہوتا جاتا ہے تو بھی پرانا ہوتا جاتا ہے۔ مگر تو ہر حال میں حبیب ہے +

اور چند اشعار دنیا کے متعلق ایک شخص کے ہیں ؎

ومن یکن ھمہ الدنیا لیجمعھا فسوف یوما علی رغد یخلیھا

لا تشبع النفس من دنیا تجمعھا وبلغۃ من قوام العیش تکفیھا

لا دار للمرء بعد الموت یسکنھا الا التی کان قبل الموت یبنیھا

فمن بناها بخير طاب مسكنه ومن بناها بشر خاب بانيها

فاغرس اصول التقى ما عشت مجتهداً واعلم بانك بعد الموت تجتنيها

(ترجمہ) جس کا قصد دنیا کا جمع کرنا ہو ÷ وہ ایک دن ذلت کے ساتھ اُسے چھوڑے گا۔ جس دنیا کو جمع کر رہا ہے اس سے نفس کا پیٹ نہیں بھرتا اور تھوڑی سی دنیا زندگی قائم رکھنے کو کافی ہے ÷ آدمی کو مرنے کے بعد رہنے کا کوئی مکان نہیں ہے ÷ مگر وہی جس کو اس نے موت سے پہلے بنایا ہے ÷ جس نے موت سے پہلے اچھا مکان بنا لیا تو اس کو اچھا مکان مل گیا اور جس نے بُرا مکان بنایا تو بنانے والا رسوا ہوا ÷ زندگی میں کوشش کر کے تقوے کا درخت لگا ÷ اور یہ سمجھ لے کہ موت کے بعد تو اس کا پھل توڑے گا۔

تتمہ روضۃ الریاحین

حضرت مؤلف علامہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اوّل میں جن حکایتوں کے بیان کا وعدہ کیا تھا وہ ختم ہو چکیں۔ وہیں پر یہ وعدہ کیا تھا کہ ایک خاتمہ اخیر میں بیان کیا جائے گا جو دو فصلوں پر مشتمل ہوگا اور ایک ختام الخاتمہ بھی جو ایک فصل پر مشتمل ہے۔ لہٰذا اب حسب وعدہ خاتمہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ واللہ الموفق والمعین۔

فصل اوّل جواب میں ان شبہات کے جن کو بعض فقہائے مصنفین نے فقراء پر وارد کیے ہیں۔ چنانچہ ابوالفرج ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حکایات کے انکار میں بہت مبالغہ کیا ہے جن میں ایک حکایت منجملہ شیخ ابوحمزہ خراسانی کی ہے فرماتے ہیں کہ ایک سال میں حج کو گیا۔ میں چلتے چلتے ایک کنویں میں گر پڑا۔ میرے نفس نے تقاضا کیا کہ کسی سے مدد چاہوں۔ میں نے کہا واللہ میں کسی سے مدد نہیں چاہوں گا۔ ابھی خیال پورا نہ ہوا تھا کہ دو آدمی کنویں پر سے گذرے ایک نے دوسرے سے کہا آؤ اس کنویں کا منہ بند کر دیں تاکہ اس میں کوئی گر نہ پڑے۔ چنانچہ انہوں نے بانس اور نرسل جمع کر کے کنویں کا منہ بند کر دیا۔ میرا ارادہ ہوا کہ انہیں پکاردوں۔ پھر جی میں آیا کہ اسے کیوں نہ پکاروں جو ان سے بھی قریب ہے اور خاموش ہو رہا۔ تھوڑی دیر کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چیز نے آکر کنوئیں کا منہ کھولا اور اپنے پاؤں لٹکائے اور گنگناتی آواز سے کچھ کہا گویا وہ کہتے تھے کہ میرے پاؤں سے لٹک جا۔ یہی میری سمجھ میں آیا اور میں اس کے پاؤں سے لٹک گیا اور اس نے مجھے نکال لیا۔ دیکھا تو وہ شیر تھا، پھر وہ چلا گیا اور ایک ہاتف نے مجھ سے کہا اے ابوحمزہ کیا یہ اچھا نہ ہوا کہ ہم نے تجھے ایک مہلک شے کے ذریعہ ہلاکت سے بچایا۔ میں یہ اشعار پڑھتا ہوا چلا ؎

نھانی حیائی منک ان اکشف الھوی فاغنیتنی بالفھم منک عن الکشف

فلطفت فی امری فابدیت شاھدی الی غائب واللطف یدرک باللطف

ترأیت لی فی الغیب حتی کأنما تبشرنی بالغیب انک فی الکف

اراك وبی من هیبتی لك وحشۃ فتونسنی باللطف منك وبالعطف

وتحیی محبا انت فی الحب حتفہ وذا عجب کون الحیاۃ مع الحتف

(ترجمہ) مجھے حیا نے تیری محبت کے اظہار سے روکا ہے + تو خود ہی سمجھ گیا اور اظہار سے مجھے غنی کر دیا۔ میں نے نرمی کی اور اپنا ظاہر حال + غائب کی جانب سپرد کر دیا + نرمی ہی سے مستحق لطف ہوتا ہے + مجھے تو غیب ہی میں ایسا نظر آیا گویا کہ تو + مجھے بشارت دیتا ہے کہ تو میرے پاس ہے + میں تجھے دیکھتا ہوں تو مجھے تیری ہیبت سے وحشت ہوتی ہے اور تو مجھے اپنے لطف و مہربانی سے مجھ سے انس کرتا ہے + تو ایسے محب کو زندہ کرتا ہے جس کو تو نے محبت سے قتل کیا ہے۔ یہ عجب ہے کہ موت کے ساتھ حیات پیدا ہوتی ہے + اس حکایت پر حضرت ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ شیخ ابوحمزہ خراسانی نے اپنے نفس کو ہلاکت میں ڈالا اور یہ شرعاً جائز نہیں ہے ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ارشاد رب العباد ہے یعنی اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ حضرت مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض ہی صحیح نہیں ہے کیونکہ شیخ ابوحمزہ سے یہ فعل ایسی حالت میں صادر ہوا ہے جبکہ یقین کامل اور قلب بصیر اور حالت عالی انہیں عطا ہو چکی ہے اور حیا بھی ایسی پیدا ہو گئی ہے جو انہیں متنبہ کرتی رہی ہے۔ جیسا کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ کے ساتھ مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیکھتے۔ اگر کبھی ضرورتاً مخلوق کی جانب التفات بھی ہو تو ایسا، جیسا کہ ہوا میں ذرات کا وجود ہوتا ہے کہ اگر اس کی تفتیش کی جائے تو واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر اس منکر پر وہ حالت طاری ہو جاتے جو اُن حضرات پر طاری ہوئی تھی تو یہ شخص بھی اس کا انکار نہ کرتا۔ اس منکر کے انکار میں ایک تعجب یہ ہے کہ وہ بزرگوں کے معتقد ہیں اور ان کے کلام اور ان کی حکایات اور کرامات سے اپنے کلام کو مزیّن بھی کرتے ہیں۔ پھر ایسی حکایت کا ایک ایسے شخص سے جس نے ماسوی اللہ سے فانی ہو کر روشن قلب حاصل کیا ہو اور ملک و ملکوت میں سوائے اس ذات کے جو اس کے نفس کی طرف اپنے سے بھی قریب ہے اور ضرر کو دفع کرنے والا الٰہ واحد ہے کسی کو نہ دیکھتا ہو اس سے صادر ہونے کا کیونکر انکار کرے۔ زیادہ تعجب اس وجہ سے ہے کہ جس کرامت

کا انھوں نے انکار کیا اس کا شاہد شرع میں موجود ہے جو پورا شاہد ہے وہ یہ ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو جب آگ میں ڈالا گیا تو حضرت جبریل علیہ السلام حکم الٰہی سے ہوا میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ آپ کو کچھ حاجت ہے فرمایا آپ سے کچھ حاجت نہیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو فرمایا سوال کی حاجت نہیں وہ حالت جانتے ہیں۔ پھر فرمایا حسبی اللہ ونعم الوکیل۔ یہ جو کچھ حضرت ابراہیم سے ہوا یہ کیا تھا ان کا کمال یقین اور مقام رفیع ہی تو تھا۔ علاوہ اس کے علمائے محققین رضی اللہ عنہم نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ باعتبار توکل لوگوں کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل وہ لوگ جنہوں نے اپنے کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے۔ اب نہ اپنے نفس کے لیے نفع حاصل کرتے ہیں۔ نہ اس سے ضرر دفع کرتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہر جگہ ضروریات اور غیر ضروریات سب میں جاری رکھتے ہیں۔ نہ اپنے کو دشمن سے بچاتے ہیں نہ درندوں سے اور اپنے واسطے کوئی سبب پیدا نہیں کرتے۔ حتٰی کہ بعض لوگ کسی درخت پر گذرتے اور ان کا کپڑا کسی کانٹے میں لگ جاتا تو کپڑے کو کانٹے سے چھڑانے کی کوشش نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ ہوا چلتی اور کپڑے کو کانٹے سے چھڑا دیتی۔ حضرت قطب مقاماتِ یقین حجۃ اللہ فی العارفین ابو محمد سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ توکل کا یہ مقام ہے کہ بندہ اللہ کے سامنے ایسا بن جائے۔ جیسا کہ مردہ غسال کے سامنے ہوتا ہے کہ جدھر پلٹا دے پلٹ جاتا ہے اس کی کوئی حرکت اور تدبیر نہیں ہوتی۔۔۔۔ **دوسری قسم** وہ لوگ ہیں کہ ضروریات میں اسباب کی تلاش کرتے ہیں غیر ضروریات میں نہیں خواہ دفع ضرر کے لیے ہو یا جلب منفعت کے واسطے۔ اس طریق پر جمہور انبیاء اور اولیاء کا عمل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہجرت کے زمانہ میں کفار سے بچ کر غار ثور میں پوشیدہ ہوتا جس کو منکر نے استدلال میں پیش کیا اس قبیل ثانی سے ہے۔ یہ جمہور انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا مگر اس میں منکر کو کچھ نفع نہیں ہے۔ کیونکہ بعض اولیاء احتراز نہیں کرتے اور اپنے نفس کے لیے کوئی سبب کسی شی کے واسطے تلاش نہیں کرتے جیسا کہ پہلے اس کا بیان کیا گیا۔ ان سے غلبۂ حال میں جبکہ ان کے اختیارات مسلوب ہوتے ہیں بعض اشیاء ایسی صادر ہوتی ہیں جن پر غیروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو حضرات اولیاء اسباب کو بالکل ترک کرتے ہیں وہ ان سے افضل ہیں جو ضروریات

میں اسباب سے کام لیتے ہیں بلکہ بسا اوقات امر بالعکس ہوتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز سے محترز نہ تھے۔ کبھی کبھی بڑے بڑے خوف ناک مقامات میں تنہا تشریف لے جاتے۔ جیسا کہ یوم حنین وغیرہ میں۔ اسی طرح آپ کے اصحاب کی بھی حالت تھی اور یہ اکثر احادیث میں مذکور ہے۔ اس کا ذکر طویل ہے اور اولیاء کی قوت حالت اور شدت یقین وکثرت کرامات آپ ہی کے فضل واحسان سے حاصل ہوئی ہے اور آپ ہی کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آسان طریق پر چلتے تھے جس پر خواص وعام بآسانی چل سکیں۔ اگر سواروں اور قافلوں سے آگے سخت مشکل راستہ پر آپ چلتے جس پر آپ چل سکتے تھے اور اکثر لوگ نہیں چل سکتے تھے تو آپ ان پر رؤف ورحیم کیسے ہو سکتے تھے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تم پر ایسے ہیں جیسا کہ حق تعالے نے فرمایا کہ تمہاری تکلیف ان پر شاق ہے وہ تم پر حریص ہیں مومنوں پر رؤف رحیم ہیں۔ خدا آپ کو ہماری طرف سے افضل جزا عنایت فرمائے اور بعض قوی لوگ قافلوں میں خوفناک راستہ پر سب سے آگے چلتے ہیں انہیں دوسرے لوگ منع نہیں کرتے تیسرے قسم کے وہ لوگ ہیں جو کل اسباب میں داخل ہیں۔ خواہ اسباب ضروریہ ہوں یا غیر ضروریہ مگر ان کا اعتماد مسبب ہی پر ہے نہ کہ سبب پر۔

منجملہ ان حکایتوں کے جن کا ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا ہے ایک وہ حکایت ہے جو بعض بزرگوں سے مروی ہے کہا جاتا ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم خواص رضی اللہ عنہ کا ہے کہ آپ کسی شہر میں زیادہ شہرت کے اندیشہ سے نہیں رہتے تھے۔ ایک شہر میں داخل ہو کر بہت مشہور ہو گئے۔ آپ نے اس شہرت کے زائل کرنے کا ارادہ کیا۔ تاکہ اس سے جو ضرر پیدا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہو جائے چنانچہ آپ ایک حمام میں گئے وہاں بادشاہزادی کے کپڑے رکھے ہوتے تھے جنہیں اس نے اتار کر حمامی کے پاس امانت رکھا ہوا تھا۔ جب حمام والا ان سے غافل ہوا تو آپ نے وہ کپڑے پہن لیے اور ان پر اپنے کپڑے پہنے اور آہستہ آہستہ آگے چلے تاکہ تلاش کے بعد لوگ انہیں پکڑیں اور انہیں چور جانیں اور صالحیت کی شہرت جاتی رہے۔ چنانچہ آپ کو لوگوں نے گرفتار کیا اور کپڑے چھین لیے اور خوب مارا اور شہر میں آپ کا نام حمام کا چور رکھا گیا۔ آپ نے نفس سے کہا کہ یہاں

رہنا مناسب ہے۔ اس حکایت پر یہ اعتراض کیا گیا کہ یہ فعل شرعاً ناجائز ہے کیونکہ انہوں نے ایک فعل حرام کیا اور اپنے آپ کو موضع تہمت اور مقام عقوبت میں پیش کیا اور یہ فعل بھی چند وجوہ سے حرام ہے۔ اس کا جواب یہ ہے جو بعض فقراء نے دیا ہے جبکہ ان سے بعض فقہاء نے اس حکایت کے متعلق سوال کیا تھا تھا اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کے جواز پر تم دلیل ظاہر قائم کرو جو فقہ کے مطابق ہو اور فقیروں کی باتیں میں نہیں جانتا تو ان سے ان فقیر صاحب نے فرمایا کہ تم جس قسم کی دلیل چاہتے ہو وہ بھی موجود ہے اور مشہور ہے پوچھا وہ کیا ہے۔ فرمایا کیا ظاہر فقہ میں ضرورت کے وقت بعض محرمات کا استعمال جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض نجاستوں کا دوا میں استعمال کرنا۔ فقیہ صاحب نے فرمایا ہاں یہ جائز ہے۔ تو فقیر صاحب نے فرمایا ہاں یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ انہوں نے اپنے قلب کا ایک حرام شئی سے علاج کیا۔ اس وقت فقیہ نے اعتراف کیا اور کہا یہ جواب بعینہ فقہ ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں بیان میں کچھ اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ جب بعض اجسام کا علاج محرمات سے کرنا جائز ہے تو بالضرور قلب کا علاج جو محل معرفت اور محل نور ہے کسی شئے محظور سے کرنا بدرجۂ اولیٰ جائز ہے اور اس میں بہ نسبت سابق کے خرابی کم ہے کیونکہ دونوں مرضوں میں بہت فرق ہے۔ مرض جسم تو نعمت اور موجب حسنات ہے اور مرض قلب موجب نقمت اور ہلاکت ہے۔ ہلاکِ بدن کہاں اور ہلاک دین و ایمان کہاں۔ دین کی ہلاکت میں اللہ کا غضب ہے اور اس کی رحمت سے بُعد ہے۔ اور شیطان سے قرب ہے اور جسم کی ہلاکت ایسی نہیں ہے۔ پس اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قلب کا علاج مرض شہرت سے کرنا زیادہ اولیٰ والیق ہے اور علاج ہر مرض کا اس کی ضد سے ہوتا ہے۔ چنانچہ علاج حرارت کا برودت سے اور برودت کا حرارت سے کیا جاتا ہے۔ اسی طرح مرض شہرت کا علاج حضرت خواص نے شہرت عدم صالحیت سے کیا۔ یہ واضح ہے زیادہ ایضاح کی اس میں کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے قلب کی شرافت اس حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ الا ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ الا وھی القلب اخرجاہ فی الصحیحین یعنی جسم میں ایک مضغہ گوشت ہے اگر وہ ٹھیک ہوتا ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ فاسد ہو گیا

تو سارا جسم فاسد ہو جاتا ہے وہ دل ہے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے۔

منجملہ ان حکایات کے ایک حکایت حضرت شبلی رضی اللہ عنہ کی ہے جو کتاب میں گذر چکی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک بار میرے جی میں آیا کہ تو بخیل ہے میں نے کہا کہ بخیل نہیں ہوں۔ کہا نہیں تو بخیل ہے۔ میں نے نیت کر لی کہ جو چیز ابتداءً مجھے ملے گی وہ میں جس فقیر سے پہلے ملاقات ہو اُسے دیدوں گا۔ ابھی یہ خیال پورا بھی نہ ہوا تھا کہ فلاں شخص میرے پاس پچاس دینار لے آیا۔ اس شخص کا نام بھی حضرت نے بیان فرمایا تھا۔ میں ان دیناروں کو لے کر فقیر کی تلاش میں چلا۔ پہلے ایک نابینا فقیر سے ملاقات ہوئی جو حجام کے آگے بیٹھا تھا اور حجام اس کے بال مونڈ رہا تھا۔ میں نے وہ دینار اس فقیر کے سامنے پیش کیے اس نے کہا حجام کو دیدے۔ میں نے کہا یہ دینار ہیں یہ سُنکر انہوں نے میری طرف نظر اُٹھا کر دیکھا اور فرمایا ہم نے نہیں کہا تھا کہ تو بخیل ہے۔ میں نے اس حجام کے سامنے وہ دینار پیش کیے اس نے کہا جب سے کہ شیخ میرے سامنے بیٹھے ہیں میں نے اللہ تعالےٰ سے اسی وقت عہد کر لیا ہے کہ ان کی حجامت کے دام میں نہ لوں گا۔ آخر میں نے ان دیناروں کو لے جا کر دریا میں پھینک دیا اور کہا اللہ تعالےٰ تیرا بُرا کرے جس نے تجھ سے محبت کی اس نے ذلت اُٹھائی۔ اس پر اعتراض کیا گیا کہ حضرت شبلیؒ نے مال ضائع کیا اور یہ شرعًا ناجائز ہے۔ اس کا جواب تین وجوہ سے دیا گیا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ یہ فعل آپ نے مقامِ حال میں کیا ہے۔ اور صاحبِ حال جب حس ظاہری سے غائب ہوتا ہے تو احکامِ شریعت کا مکلف نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے انہوں نے اس مال میں کوئی ایسی سمیت دیکھی ہو کہ وہ مال جس کسی کے پاس جاتا اس کو ہلاک کر دیتا۔ اس لیے انہوں نے اس مال ہی کو ضائع کر دیا۔ جیسا کہ سانپ کا زہر ہوتا ہے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے انہیں اس مال کے ضائع کرنے کا اذن اشارۃً مل گیا ہو۔ یا یں طور کہ وہ اس کے ضائع کرنے پر مضطر ہو گئے ہوں اور بلا ضائع کیے چارہ نہ ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

انہیں میں کی ایک احمد ابن ابی الحواری کی حکایت ہے جب کہ اُنہیں

شیخ ابو سلیمان دارانی نے گرم تنور میں گھسنے کا حکم فرمایا اس وجہ سے کہ انہوں نے شیخ سے ایسے وقت میں کلام کیا کہ ان کا دل خدائے تعالےٰ کی جانب مشغول تھا انہوں نے بار بار یہ کلمہ کہا کہ حضرت استاذ تنور گرم ہو گیا ہے۔ فرمایا جا اس میں گھس جا۔ انہوں نے شیخ سے عہد کیا تھا کہ کسی بات میں ان کی مخالفت نہ کریں گے چنانچہ آپ تنور میں گھس گئے اور کچھ دیر اس میں رہے۔ پھر شیخ ابو سلیمان نے خدام سے کہا کہ احمد کے پاس جاکر انہیں تنور میں سے نکالو وہ بالکل جلے نہیں ہیں۔ اعتراض یہ ہے کہ یہاں حضرت احمد ابن الحواری نے تنور میں داخل ہو کر اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا یہ جائز نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ حضرت احمد کو اپنی قوت یقینیہ سے یہ بات معلوم ہو گئی ہو کہ رعایت عہد اور وفا پر ثابت قدمی انہیں ہر خوفناک اور مہلک شئے سے بچائے گی اور ان پر اس وقت ایسا حال طاری ہو گیا ہو کہ ان کو اس حال میں ایسا استغراق حاصل ہو گیا ہو کہ حرارت نار کا احساس بھی نہ ہوا ہو۔ چنانچہ ایک عارف سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ سچا آدمی اپنی سچائی کی پناہ میں ہوتا ہے۔ یعنی اپنی سچائی کی حفاظت کے لیے اگر مہالک کا بھی ارتکاب کرے تو اس کو اس کی سچائی ہلاکت سے بچاتے گی اور خدا کے حکم سے وہ ہلاکت سبب نجات بن جائے گی اسی قبیل میں اللہ تعالیٰ کا قول ہے قلنا یا نار کونی برداً وسلماً علیٰ ابراھیم یعنی اے آگ ٹھنڈی ہو جا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور باعث سلامتی بن جا۔

ان میں سے ایک یہ حکایت ہے جو پہلے گذر چکی ہے کہ ایک بزرگ تجرید کی حالت میں حج کو چلے اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر لیا کہ کسی سے سوال نہیں کریں گے راستہ میں ایک مدت ایسی گذر گئی کہ انہیں کچھ میسّر نہ ہوا اور چلنے سے عاجز ہو گئے۔ پھر دل میں کہا کہ یہ وقت ضرورت کا ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں اپنے ہاتھوں سے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ اگر میں سوال نہیں کرتا تو قافلہ سے رہا جاتا ہوں اور ہلاک ہوا جاتا ہوں۔ کیونکہ ضعف نے چلنے سے عاجز کر دیا ہے اور عجز کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہ جاؤں گا۔ جب قافلہ چھوٹ جائے گا تو ہلاک ہی ہو جاؤں گا۔ یہ سوچ کر ارادہ سوال کا کیا۔ اس وقت دل میں ایک جوشش اور خیال اور پیدا ہوا۔ جس نے اُسے

سوال کرنے سے روک دیا۔ پھر کہا مر جاؤں گا۔ لیکن وہ عہد جو میرے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہے اُسے نہ توڑوں گا۔ چنانچہ قافلہ نکل گیا اور وہ رہ گیا اور موت کے انتظار میں قبلہ کی جانب منہ کر کے لیٹ گیا اس حالت میں دیکھا کہ ایک سوار اس کے سرہانے کھڑا ہے اس کے پاس ایک صراحی ہے اس نے اس صراحی سے اُسے پانی پلایا اور ان کی حاجت روائی کی۔ پھر پوچھا قافلہ سے ملنا چاہتے ہو۔ کہا قافلہ اب کہاں ملے گا۔ اس نے کہا اُٹھ چل۔ چنانچہ اس کے ساتھ چند ہی قدم چلا تھا کہ اس نے کہا یہاں ٹھہر جاؤ قافلہ آتا ہوگا۔ وہ وہاں ٹھہرے رہے۔ دیکھا تو قافلہ پیچھے آرہا تھا میں کہتا ہوں کہ اس حکایت میں بعینہ وہی اعتراض ہے جو اس سے اگلی حکایت میں گذرا اور اس کا وہی جواب ہے جو اس کا جواب گذر گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ فقراء سے علم ظاہر کے خلاف جو افعال صادر ہوئے ہیں ان کے واسطے صحیح محمل میں ایک یہ ہے کہ کہا جائے کہ اس حکایت کی نسبت ہی ان کی طرف غلط ہے۔ یہاں تک کہ اس نسبت کی صحت یقینی طور پر معلوم ہو جائے۔ دوسرا یہ ہے کہ ثبوت صحت کے بعد اس فعل کی ایسی تاویل کی جائے جو ظاہر شرع کے موافق ہو جائے۔ اگر علمِ ظاہری کے مطابق کوئی تاویل نہ ملے تو کہا جائے۔ ممکن ہے اس کی کوئی باطنی تاویل ہوگی جس کو علمائے باطن جانتے ہیں جو عارفین ہیں اور اس مقام پر حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کا قصّہ یاد کیا جائے۔ تیسرا محمل یہ ہے کہ وہ فعل ان سے سکر اور بیہوشی میں صادر ہوا ہو۔ اور جو شخص جائز طریق سے بیہوش ہوا ہو۔ وہ اس حالت بیہوشی میں غیر مکلف ہے باوجود ان تمام تاویلات کے۔ ان کے ساتھ سوءِ ظن رکھنا بے توفیقی ہے۔ حق تعالیٰ خسران سے اور بُری قضا سے اور بلا سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اس سارے قصّہ کے بعد میں کہتا ہوں کہ خدا تم پر اور مجھ پر رحم کرے۔ خوب سمجھ لو کہ جس کا دل فقراء اور صالحین و صدیقین کے احوال کے تیقن اور ان کے عشق و محبت سے پُر ہے اور ان کے اخلاق کو جانتا ہے تو اس کو فقراء کی روایتیں مفید ہوتی ہیں اور وہ ان کو اچھے اور صحیح محمل پر حمل کر لیتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں حمل اس کا صحیح نہ ہو سکے اور ان کے احوالِ نیک کے مطابق ان کی تاویل کر لیتا ہے۔

منجملہ ان تاویلات کے یہ بھی تین تاویلیں ہیں جنہیں میں نے ابھی ذکر کیا ہے اور جو شخص ان کے احوال سے واقف ہی نہیں ہے نہ اس نے ان کی سی شراب پی ہے۔ نہ ان کا سا مزہ چکھا ہے نہ ان کے علوم و طریقہ سے واقف ہے نہ ان سے ملا ہے نہ ان کے ساتھ حسنِ ظن ہی پیدا کیا ہے تو وہ اگر توفیقِ خداوندی نہ ہو تو بلاشک ان سے انکار کرے گا۔ اقوال میں بھی اور افعال میں بھی اور اعمال میں بھی۔ کسی قائل کا قول بہت ہی اچھا ہے ؎

ایقدح فیمن شرف اللہ قدرہ ۔۔۔ وما زال مخصوصا بہ طیب الثنا

رجال لھم سر مع اللہ صادق ۔۔۔ فلا انت من ذاک القبیل ولا انا

(ترجمہ) کیا نقصان بیان کرتا ہے ان میں جن کی اللہ نے قدر افزائی کی ہے * وہ اس کے مخصوص بندے ہیں نیک صفت والے ہیں * وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کا اللہ کے ساتھ سچا راز ہے * نہ تو ویسا ہے نہ میں ویسا ہوں * اور فقراء میں سے جن لوگوں کی تکفیر میں اختلاف ہے اس میں میرا مسلک یہ ہے کہ توقف کیا جائے اور ان کا حال اللہ کے سپرد کیا جائے اور ان کے کلام کا مطالعہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ اس میں کوئی مصلحت نظر نہیں آتی۔ خصوصاً اس شیخ کے واسطے جو قواعد شرع کی تحقیق نہیں رکھتا اور اصول و فروع کا امتیاز نہیں جانتا۔ میں اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں کہ جو کام اس کے محبوب اور پسندیدہ ہوں اس کی توفیق عطا کرے اور بخشش اور عافیت دین اور دنیا اور آخرت میں سب کو عنایت فرمادے۔ میں نے جو حکایات بیان کی ہیں۔ ان میں جو بعض مشائخ کا یہ قول ہے کہ میں نے غوث کو مکۂ معظمہ میں ۱۳۰۵ھ میں دیکھا جو کہ قطب تھے۔ آپ ایک سونے کی بہلی پر سوار تھے اور اس بہلی کو ملائکہ سونے کی زنجیروں سے ہوا میں کھینچے لیے جاتے تھے۔ اس کے انکار میں بعض نے جلدی کی لیکن یہ قابلِ انکار نہیں ہے کیونکہ یہ فعل انہوں نے خود نہیں کیا بلکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کے لیے یہ اعزاز عالم ملکوت میں کیا ہے نہ کہ اس عالم میں جو کہ محل تکلیف ہے اگر حق تعالےٰ جل شانہٗ اپنے بعض بندوں کو اجازت دے کہ وہ ریشمیں لباس پہنیں اور یہ بندہ بھی مثلاً یقیناً اذن کو جان لے اور وہ اُسے پہن لے تو اس میں شرع کی ہتک نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اُسے علم الیقین کیونکر حاصل ہو سکتا ہے

تو میں کہوں گا کہ حضرت خضر علیہ السلام کو جبکہ انہوں نے لڑکے کو قتل کیا علم الیقین کہاں سے حاصل ہوا۔ حالانکہ حضرت خضر علیہ السلام ولی ہیں نبی نہیں ہیں۔ یہی قول اہل علم کے نزدیک صحیح ہے۔ اسی طرح جمہور اہل علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ابھی زندہ ہیں۔ یہی اولیاء کے نزدیک یقینی ہے اور فقہاء نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ اور اصولیین اور بعض محدثین نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ یہ اجماع برحیات خضر علیہ السلام حضرت امام شیخ ابو عمر ابن صلاح رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے۔ ان سے امام محی الدین نووی رضی اللہ عنہ نے نقل کیا ہے اور اسی مذہب کی تقریر اور تائید کی ہے۔ اور فقہاء کی ایک جماعت نے شیخ امام عزالدین ابن عبدالسلام رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ حضرت خضر علیہ السلام کی نسبت کیا فرماتے ہیں کیا وہ زندہ ہیں۔ فرمایا اگر تم کو ابن دقیق العید یعنی امام تقی الدین ابن دقیق العید رضی اللہ عنہ یہ خبر دیں کہ انہوں نے خضر علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے تو کیا تم ان کی تصدیق کرو گے یا تکذیب کرو گے کہا نہیں ہم ان کی تصدیق کریں گے۔ فرمایا قسم ہے اللہ کی، ستر صدیقوں نے خبر دی ہے کہ انہوں نے خضر علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہر ایک ان میں سے ابن دقیق العید سے افضل ہے۔ انتہی کلامہ۔ میں کہتا ہوں کہ یہی مذہب صحیح و مختار ہے نزدیک علماء محققین کے جو فرماتے ہیں کہ عارفین احکام خداوندی کو بدرجۂ اولیٰ جانتے ہیں۔ یہی قول شیخ عزالدین ابن عبدالسلام وغیرہ کا ہے اور شیخ تقی الدین ابن دقیق العید نے بعض اولیاء کا جنہوں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا تھا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ میرے پاس اتنے اتنے فقیہوں سے اچھے ہیں۔ اسی طرح مجھ سے بعض بزرگ علماء نے یعنی قاضی نجم الدین طبری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ مکہ میں خبر آئی کہ سید امام عارف باللہ اسماعیل ابن محمد حضرمی نے وفات پائی اس وقت حضرت امام عارف باللہ احمد بن موسیٰ ابن عجیل رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں تھے۔ فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے عوض ایک سو فقیہوں کو فدیہ کر دے۔ پھر خبر آئی کہ وہ زندہ ہیں نہیں مرے اور ایک مدت کے بعد ان کا انتقال ہوا ہم پھر اپنا مقصود بیان کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اولیاء اللہ کا معتقد اور ان کی کرامات کا مصدق اور ان کے اخبار کا ماننے والا ہے وہ یقین کر لے گا کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں۔ کیونکہ اولیاء صدیقین ہر زمانہ میں فرماتے آتے ہیں کہ

انہوں نے خضر علیہ السلام سے ملاقات کی۔ ان سے یہ مشہور اور مستفیض ہے اور یہ روایات
ان سے ثقات علماء نے مشہور کتابوں میں نقل کی ہیں۔ میں نے بھی اس کتاب میں متعدد
حکایتوں میں ذکر کیا ہے کہ ایک جماعت مشائخ کبار نے ان سے ملاقات کی ہے لیکن
اس کی اسناد میں نے حذف کر دی ہے اور بعض شیوخ نے بیان کیا ہے کہ شیخ کبیر
عارف باللہ سہل ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن لوگوں سے متوجہ ہو کر اچھی اچھی باتیں
کیں لوگوں نے عرض کیا کہ اگر ہر روز آپ ایسا بیان کیا کرتے تو ہمیں بہت نفع حاصل ہوتا۔ فرمایا
میں نے آج یہ باتیں اس لیے کیں کہ میرے پاس حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے تھے اور
فرمایا کہ تم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر ان سے کلام کرو آج تمہارے بھائی ذوالنون کا انتقال ہو گیا
میں تمہیں ان کی جگہ مقرر کرنے آیا ہوں۔ اگر مجھے ..... آپ کا جو استاذ الاساتذہ ہیں
حکم نہ ہوتا تو تم لوگوں سے میں گفتگو نہ کرتا۔ اور حضرت شیخ جلیل عارف باللہ ابوالحسن
شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عیذاب کے جنگل میں حضرت خضر علیہ السلام کو
دیکھا۔ فرمایا اے ابوالحسن حق تعالیٰ اپنا لطف جمیل تمہارے ساتھ کرے اور سفر و حضر
میں تمہارا ساتھی رہے۔ میں کہتا ہوں کہ مجھ سے بعض مشائخ یمن نے بیان کیا کہ سختی
میں ان کے پاس خضر علیہ السلام راحت لے آتے ہیں۔ اس کے متعلق مشائخ کی
روایتیں حد و حصر سے زیادہ ہیں چنانچہ ان میں شیخ کبیر عارف ابوعبداللہ قرشی
بھی ہیں اور بہت سی مخلوق جن کا احاطہ متعذر ہے۔ بعض محدثین جو خضر علیہ السلام
کے زندہ ہونے کے منکر ہیں۔ انہوں نے حدیث سے تمسک کیا ہے۔ لیکن ان
کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ حدیث جمہور علماء کے نزدیک مؤول ہے
ہم اطناب کی وجہ سے جو ہمارے مقصود کے خلاف ہے اس سے در گذر کرتے ہیں
اور ان قطب صاحب کی حکایت میں جو یہ ذکر کیا گیا ہے کہ ان کا نام احمد ابن عبداللہ بلخی
تھا۔ مراد اس سے یہ ہے کہ جن قطب صاحب کو انہوں نے دیکھا تھا ان کا نام احمد ابن
عبداللہ بلخی تھا۔ مراد اس سے یہ ہے۔ .... کہ وہ اس زمانہ کے قطب
تھے اور ان کا یہ نام اور ان کی یہ نسبت تھی نہ کہ ہمیشہ کے قطب تھے۔ کیونکہ مقام
قطبیت بدلتا رہتا ہے اور قطبیت ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی
ہے۔ اس کا ذکر اس کتاب کے مقدمہ میں گذر چکا ہے۔ یوں تو حضرت

شیخ جلیل عارف باللہ نجم الدین اصفہانی رضی اللہ عنہ سے مقام ابراہیم کے پیچھے سُنا فرماتے تھے کہ حضرت خضر علیہ السلام اللہ تعالےٰ سے دعا کرتے رہتے ہیں کہ جس زمانہ میں قرآن شریف اُٹھا لیا جائے گا۔ اس زمانہ میں انہیں بھی اپنے پاس بلا لے۔ میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں جس قدر قطب اور اولیاء ہوں گے سب موت طلب کریں گے۔ کیونکہ نیکوں کے لیے بعد اُٹھائے جانے قرآن شریف کے کوئی اچھی زندگی میسّر ہی نہیں ہو سکتی۔ اور اثناء حکایات میں، مَیں نے بیان کیا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ معدودے چند اولیاء ایسے ہیں کہ وہ یکے بعد دیگرے بدلتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی حالت رہے گی مراد اس سے یہ ہے کہ صور پھونکنے کے قریب تک یہ حالت رہے گی۔ کیونکہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والے پر قیامت قائم نہ ہوگی۔ اسی طرح حدیث شریف میں آیا ہے۔ اور یہ بھی آیا ہے کہ اہلِ قرآن اور اہلِ علم مر جائیں گے۔ ان سے علم اور قرآن چھینا نہیں جائے گا اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ کچھ لوگ ہمیشہ قیامت تک حق پر قائم رہیں گے اور غالب رہیں گے اس لیے دیگر احادیث پر نظر کر کے اس کی تاویل کرنی ضروری ہے۔ علماء نے اس کی تاویل یہ کی ہے کہ قیامت تک سے مراد قربِ قیامت تک ہے اور میں نے شیخ علی کردی کی حکایت میں یہ جو بیان کیا ہے کہ ان بزرگوں میں سے اکثر اپنے اخفاء کے واسطے جذب اور دیوانگی اور تجرید سے کام لیتے ہیں اور لوگوں کو اس توہم میں ڈالتے ہیں کہ نہ وہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں اور لوگوں کے سامنے برہنہ رہتے ہیں تاکہ ان کے ساتھ بدگمانی کی جائے اور انہیں بزرگ نہ سمجھا جائے حالانکہ واقع میں وہ لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر اس طور سے کہ صرف خدا کو معلوم ہو اور کسی کو نہ ہو۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے لوگوں نے دیکھ بھی لیا ہے وہ خلوت میں نماز ادا کرتے ہیں لوگوں کے سامنے نہیں پڑھتے۔ یہ بات صحیح ہے ان لوگوں کا مذہب ظاہر ہے۔ یہ اپنی بُرائیوں کو ظاہر کرتے ہیں اور نیکیاں پوشیدہ کرتے ہیں اور وُہ لوگوں کے درمیان زندیق مشہور ہونے کی کوئی پروا نہیں کرتے جبکہ اللہ کے پاس وہ صدیق ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ہر وقت نمائش کے دفع کرنے میں مبالغہ کرتے ہیں اور مخلوق کے دل سے اپنے کو گراتے ہیں چونکہ ان میں اخلاص کامل ہوتا ہے اور ان کے نفوس شوائب شرکِ خفی سے بھی پاک ہوتے ہیں جن سے سوائے خاص بندوں کے کوئی بچ ہی نہیں سکتا اس وجہ سے وہ نہ لوگوں کی مدح سے خوش ہوتے ہیں نہ ان کی مذمت سے ناخوش

ہوتے ہیں اور بعض ان میں ایسے ہیں جو لوگوں کے سامنے نماز ادا کرتے ہیں لیکن لوگوں کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ نماز میں ہیں اور اپنی حالت کی وجہ سے لوگوں پر پوشیدہ رہتے ہیں، ان کے اطوار عقل کے ادراک سے آگے بڑھے ہوئے ہیں عقل ان کا ادراک نہیں کر سکتی اس کا ادراک نور سے ہوتا ہے جس کو صرف بعض عارفین جانتے ہیں میں نے بعض علماءِ ظاہر سے کہا کہ بعض فقہاء نے بعض فقراء پر ان کے کسی فعل سے انکار کیا جو فعل عقلی تھا، انہوں نے فرمایا اے فقیہ یہاں چند چیزیں عقل کے ادراک سے بھی آگے نکلی ہوئی ہیں تم مجھے دیکھو میں اب کہاں نظر آتا ہوں دیکھا تو وہ ہوا پر بھی تھے اور اپنی جگہ پر بھی تھے۔ اسی طرح بعض اہل علم نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک بزرگ نماز پڑھتے ہوئے دیکھے نہیں جاتے تھے۔ ایک دن وہ بیٹھے تھے کہ اقامت ہوئی ایک فقیہ نے بطور انکار کے ان سے کہا اٹھو نماز پڑھو چنانچہ جماعت میں کھڑے ہوگئے اور تکبیر تحریمہ ان کے ساتھ کی اور رکعت اوّل بھی ان کے ہمراہ ادا کی فقیہ صاحب ان کے پہلو میں تھے انہیں دیکھتے جاتے تھے جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے اور فقیہ صاحب نے دیکھا تو وہ نہ تھے ان کی جگہ پر کوئی اور کھڑا تھا انہیں دیکھ کر تعجب ہوا جب تیسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو ایک تیسرا آدمی نظر آیا اُنہیں تعجب اور زیادہ ہوا چوتھی رکعت میں ان تینوں کے سوائے کوئی چوتھا آدمی نظر آیا اُن کا تعجب بہت ہی شدید ہوگیا جب سلام پھیرا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے دیکھا تو وہی بزرگ بیٹھے ہوئے تھے جن پر پہلے انکار کیا تھا اور ان کے پاس ان تین آدمیوں میں سے جنہیں اثناء نماز میں دیکھا تھا کوئی نہ تھا۔ انہیں دیکھ کر بہت حیرت ہوئی۔ ان مجذوب فقیر صاحب نے ان کی طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور فرمایا اے فقیہ ان چاروں میں سے کس نے تمہارے ساتھ یہ نماز ادا کی تھی۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں۔ میں نے سُنا کہ حضرت قضیب البان رضی اللہ عنہ سے ایسا ہی ایک قصہ ایک فقیہ کے ساتھ صادر ہوا ایسے ہی وہ بھی حکایت ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ حضرت شیخ المعظم کبیر الشان جو صعید کے باشندے اور مفرج کے نام سے مشہور تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کو بعض مریدوں نے عرفہ کے دن عرفات پر دیکھا اور ایک مرید نے انہیں اپنی ہی جگہ پر دیکھا کہ وہاں سے کہیں پر نہ گئے تھے۔ یہ واقعہ ہر ایک مرید نے دوسرے سے بیان کیا اور آپس میں نزاع ہوگیا اور ہر ایک نے اپنے قول کی تصدیق میں اپنی بیوی کے طلاق کی قسم کھائی۔ پھر دونوں نے اپنا واقعہ شیخ کے سامنے پیش کیا اور اپنی قسم کا بیان کیا شیخ نے دونوں کو ان کے اقرار پر رکھا اور کسی کی بیوی کو طلاق نہیں ہوئی۔ حضرت

شیخ صفی الدین ابن ابی المنصور رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے شیخ مفرج رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس قصّہ کا ان کے نزدیک کیا حکم ہے کہ کوئی حانث نہ سمجھا گیا حالانکہ ایک کو حانث نہ جاننے سے دوسرے کا حانث ہونا لازم آتا ہے۔ اس سوال کے وقت ہمارے ساتھ ایک جماعت تھی۔ ان میں اہلِ علم بھی تھے جو معتبر عُلماء میں گنے جاتے تھے۔ ہم سے شیخ نے فرمایا اس میں گفتگو کرو اور اپنی اپنی تحقیق اس مسئلہ کے متعلق بیان کرو گویا آپ نے اجازت دی کہ ہم اس مسئلہ کے اسرار میں اپنی تحقیق بیان کریں۔ ہر ایک نے ان عُلماء میں سے بحث کی لیکن وجوہات کافی بیان نہ کیے۔ مجھ پر وہ مسئلہ اس وقت منکشف اور واضح ہوگیا تھا۔ پھر شیخ نے میری طرف ارشاد فرمایا کہ تو اس کو واضح کر۔ میں نے کہا کہ جب ولی اپنی ولایت میں ثابت قدم ہوجاتا ہے اور اپنی روحانیت میں تصرف کر سکتا ہے تو اسے قوت دی جاتی ہے کہ ایک وقت میں اپنی خواہش کے مطابق متعدد صورتوں میں متعدد مقامات پر اپنے کو ظاہر کر سکے...... پس وہ صورت جسے عرفات پر دیکھا تھا وہ بھی حق ہے اور جو صورت اپنی جگہ پر تھی وہ بھی حق ہے تو ہر ایک اپنی یمین میں صادق ہے۔ اس وقت حضرت شیخ مفرج رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہی صحیح ہے اور میری توضیح کی صحت کی طرف اشارہ فرمایا جو میں نے ان متنازعین کے حکم کے متعلق بیان کی تھی۔ رضی اللہ عنہم۔ میں کہتا ہوں کہ یہ جواب اس قسم کے ان جملہ اشکالوں کا جواب بن سکتا ہے جو اور کہیں پیدا ہو گئے ہوں۔ جیسا کہ ایک شخص کی نماز چار آدمیوں نے ادا کی۔ ہر ایک نے ایک رکعت ادا کی اور ایک ہی شخص کو فقیہ نے ہوا میں بھی اور زمین پر بھی ایک ہی وقت میں دیکھا۔ اور ایک شخص نے حضرت سہل بن عبداللہ کی صورت میں آکر لوگوں کو نصیحت کی تھی اور حاضرین جانتے تھے کہ وہ سہل بن عبداللہ ہیں اور سہل اس وقت اپنے گھر میں تھے۔
یہ حکایت پہلے گذر چکی ہے۔ اور بہت سے دیگر اشکالات جو غیر عارفین کو معلوم ہوتے ہیں ان میں عارفین کو کوئی اشکال ہی پیدا نہیں ہوتا نہ یہ چیز انہیں حُسنِ اعتقاد سے باز رکھتی ہے۔ جیسا کہ شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ عنہ کو شیخ علی کردی کی حالت نے ان کی زیارت سے باز رکھا۔ باوجود اپنے جلیل الشان اور عالی منزلت اور یکتائے روزگار ہونے کے ان

ان کے پاس حاضر ہوئے اور ان کے ساتھ محبت کی۔ حالانکہ شیخ علی کردی ان کے سامنے برہنہ ہو گئے لیکن آپ نے اس کی بھی پروا نہیں کی اور باوجودیکہ لوگوں نے بیان کیا کہ وہ نماز نہیں پڑھتے۔ کیونکہ آپ ان کی ولایت جانتے تھے خدا ان پر رحم کرے اور تم خود غور کرو کہ ایسے جلیل القدر بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین کو دیکھو اور ان کی تواضع اور حسنِ ادب اور شیخ علی کردی کی زیارت کو جانا دیکھو باوجودیکہ مسافر یعنی آنے والے کی زیارت کو لوگ جایا کرتے ہیں نہ کہ مسافر لوگوں کی زیارت کو جاتا ہے۔ خدا ان دونوں پر رحمت نازل کرے۔ اور پھر بہت سے ان لوگوں کو دیکھو کہ انہیں شیخ علی کردی پر کس قدر طعن کرتے ہیں اور انہیں فاجر زندیق کہتے ہیں۔ البتہ جنہیں حق تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے وہ اگرچہ انہیں عارفین کی طرح پہچانتے نہیں ہیں لیکن ان سے عقیدت رکھتے ہیں۔ میں نے بعض بڑے بڑے فقہاء یمن سے سُنا ہے جبکہ ان سے ایک مجذوب جو عدن میں مشہور تھے یعنی شیخ ریحان کا ذکر کیا گیا۔ جن کا ذکر اس کتاب میں پہلے بھی گذرا ہے اور ان کی کچھ کرامتیں بھی بیان کی گئیں تو ان عالم صاحب نے بیان فرمایا کہ میں نے ان سے کچھ ناجائز افعال سرزد ہوتے دیکھے جو ظاہر شرع کے رو سے بالکل درست نہیں تھے۔ میں نے جی میں کہا دیکھو اس بدکار کو جو تارکِ شرع ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ صالح ہے۔ کیونکہ ایسے منکرات میں پیشقدمی کرتا ہے جو بالکل حرام ہیں جب رات ہوئی تو میرا گھر آگ سے جل گیا۔ انتہیٰ۔ میں کہتا ہوں کہ مجذوب و مجرد لوگ بہت ہیں نہ ان کی تعداد کا شمار ہو سکتا ہے نہ ان کی کرامات و بزرگی کا شمار ہو سکتا ہے۔ لیکن کبھی اور لوگ بھی ان کے مشابہ اپنے آپ کو بناتے ہیں اور مکر سے ان میں داخل ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس گروہ سے وہ لوگ بالکل خارج ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ لوگوں میں سچے اور جھوٹے۔ فرمانبردار اور فاسق اور صدیق اور زندیق مخلوط ہوتے ہیں۔ اگر تم یہ اعتراض کرو کہ جب ایک ہی صورت میں اچھے اوصاف والے بھی اور بداطوار لوگ بھی رہیں گے تو التباس پیدا ہو جاتے گا اور یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ ان کا معتقد انہیں پا لے گا اور اُن کے اعتقاد کا نفع حاصل کرے گا، کیونکہ جس سے اعتقاد ہو اسکے متعلق نہیں معلوم کہ وہ

مجذوب صادق ہے یا مکار فاسق ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔ میں کہتا ہوں اس کے دو جواب ہیں۔ ایک طویل و لبسیط ہے اور ایک مختصر ہے۔ جواب لبسیط یہ ہے کہ حسن ظن مسلمانوں کے ساتھ خصوصاً بزرگوں کے ساتھ بہت ہی اچھا کام ہے۔ اس میں حصول ثواب اور دفع عذاب بھی ہے اور دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں اور تکلیفات دُور ہوتی ہیں یہ بات ہر نیک آدمی پر واضح ہے لیکن ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر ایک پر بزرگ ہونے کا عقیدہ رکھا جائے بلکہ اس شبہ کی وجہ سے جو اعتراض میں بیان کیا گیا ہے۔ ہمیں تفصیل کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ اس تفصیل میں بھی سخت دقت ہے۔ کیونکہ باطن کی حالت پر اللہ تعالیٰ ہی مطلع ہے یا جس کو اس نے مطلع فرمایا۔ جہاں تک مجھ پر ظاہر ہوا ہے اور شرح صدر ہوا ہے۔ اس کے اعتبار سے میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہیں ایک معتقد یعنی دوسروں پر اعتقاد رکھنے والے ایک مُعتَقَد یعنی جن پر اور لوگ اعتقاد رکھتے ہیں پہلی قسم والے پھر دو قسم پر منقسم ہیں، ایک وہ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں۔ ایک وہ جنہیں یہ نور نہیں ہے اور تقسیم اوّل کی دوسری قسم والے جن پر لوگ اعتقاد رکھتے ہیں ان کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو ظاہر شرع کے خلاف کا ارتکاب کرتے ہیں اور جانتے بھی ہیں کہ یہ خلاف شرع ہے اور اس پر اصرار بھی کرتے ہیں۔ ایک غیر مرتکب، کل چار قسمیں ہوئیں معتقد ناظر بنور اللہ۔ معتقد غیر ناظر بنور اللہ۔ معتقد مرتکب معاصی۔ معتقد غیر مرتکب معاصی۔ قسم اوّل چونکہ اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہیں۔ وہ خود اچھے بُرے پر حکم لگا سکتے ہیں۔ تو وہ خود حاکم ہیں محکوم نہیں ہیں۔ انہیں جس طرح اللہ تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے بتلا دیا تھا اُس سے وہ حق و باطل میں تمیز کر لیتے ہیں۔ دوسری قسم کے جو معتقد ہیں کہ بغیر نور الٰہی کے دیکھتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ ہیں ان کا حکم اخیر کے دو اقسام، اقسام معتقد کے اختلاف سے بدل جائے گا۔ مثلاً یہ معتقد غیر مرتکب معاصی کے ساتھ ہر حالت میں حسن ظن رکھیں گے اور قسم اوّل یعنی جو مرتکب معاصی ہیں ان کی پھر تین قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جن کے ساتھ عارفین کاملین عقیدت رکھتے ہیں۔ اُن سے اُنہیں بھی عقیدت رکھنی چاہیے۔ دوسرے وہ ہیں جن کا مشائخ عارفین انکار کرتے ہیں اُنہیں ان سے اعتقاد نہ رکھنا چاہیے۔ ایک تو اس وجہ سے

کہ وہ لوگ منکرات میں مبتلا ہیں۔ دوسرے اس وجہ سے کہ بزرگ بھی ان کی مخالفت کرتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جن کے متعلق یہ نہیں معلوم کہ آیا بزرگ بھی انہیں اچھا جانتے ہیں یا نہیں۔ ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان سے کوئی کرامت ظاہر نہیں ہوتی ہے۔ ایسے شخص کے ساتھ ہم بدگمانی کریں۔ کیونکہ وہ خلاف شرع منکرات کا مرتکب ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے اور اس کے مقابل کوئی کرامت بھی معارض نہیں ہے نہ کسی کو بزرگوں میں ان کے ساتھ حسنِ اعتقاد ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ ان سے کوئی کرامات ظاہر ہوں۔ ان کی بھی تین قسمیں ہیں۔ اوّل وہ جو دینداری اور طاعت وعبادت میں اس قدر مشہور ہے کہ ان سے اختلاط یا کسی اور وجہ سے ان کی دینداری پر ظن غالب اور اعتقاد ہو سکتا ہے۔ ایسے آدمی کے ساتھ ہمیں حسنِ عقیدت رکھنا چاہیئے کیونکہ کرامت اور دینداری دونوں اُن کے پاس جمع ہیں ممکن ہے جو بات ان سے خلاف شرع صادر ہوئی ہو اس میں کوئی راز باطنی ہو جس کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ جیسا کہ ..... حضرت خضر علیہ السلام کا واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ وہ جادوگری اور فسق اور کہانت کے ساتھ پہلے ہی سے مشہور ہے اس پر بھی ہم بدگمانی کریں گے اور اس پہ قدح اور انکار کریں گے کیونکہ اس میں نہ دین ہے نہ کرامت ہے۔ کیونکہ یہ جو کچھ خلاف عادت اس سے ظاہر ہوا یہ کرامت نہیں ہے بلکہ جادو اور کہانت ہے۔ یہ ہر شیطان کے دوست کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ نعوذ باللہ منہ اور کرامت ولی اللہ کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اور ساحر وکاہن کا دین میں کوئی اعتبار نہیں بلکہ بعض سحر تو کفر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر منجم کہ یہ اعتقاد کرتا ہے کہ ستارے بذاتہا موثر ہیں اور وہ طبیب بھی جو سمجھتا ہے کہ طبیعت فی نفسہ موثر ہے۔ یہ سب کافر ہیں۔ حق تعالیٰ ہمیں اور جملہ مسلمانوں کو دین و دنیا و آخرت میں عافیت عطا کرے۔ آمین۔ تیسری قسم وہ شخص ہے جو مجہول الحال ہے نہ اس کی دینداری معلوم ہے نہ بددیانتی نہ جادوگر ہونا معلوم ہے نہ اس سے خرق عادت ہونا ظاہر ہے۔ اس کے بارے میں ہم توقف کریں گے اور اس کی حالت میں غور کریں گے اس کا امتحان کریں گے تجربہ کریں گے اس کے ساتھ مباحثہ کریں گے اس کے اقوال وافعال میں اعمال واحوال میں کیونکہ اس میں دو چیزیں متعارض جمع ہیں۔ فضیلت موجب کرامت یعنی خرقِ عادت اور ذات جو موجب ملامت ہے یعنی ارتکاب معاصی اور

اس کے ساتھ بحث میں اور امتحان اور مجالست میں ادب کو ملحوظ رکھیں گے اگر ہمیں پہلی دو اقسام میں سے کسی ایک میں ان کا داخل ہوتا اس تجربہ سے معلوم ہو گیا تو ان میں انہیں لاحق کر کے انہیں کا سا معاملہ ان کے ساتھ کریں گے۔ اگر کچھ معلوم نہ ہو تو ان سے جو منکر صادر ہوتا ہے اُسے دیکھیں گے کہ وہ فاحش ہے یا غیر فاحش ہے اگر فاحش ہے تو ان سے الگ رہیں گے حتیٰ کہ ہمیں معلوم ہو جائے کہ اُن سے قرب مناسب ہے کیونکہ منکر کا تو ہمیں یقین ہے اور کرامت میں ظاہراً و باطناً شک ہے۔ اگر وہ منکر غیر فاحش ہے تو ہم ان کے قریب ہوں گے جب تک ہمیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ دُوری ان سے بہتر ہے کیونکہ کرامت کا احتمال ہے اور مسلمانوں کے ساتھ حسنِ ظن مستحب ہے لیکن تھوڑا سا خلاف شرع کام اس سے محفوظ نہیں ہے مگر بہت کم لوگ اور طبیب خالص کا وجود بہت ہی نادر ہے اس مضمون میں شاعر کا قول ہے ؎

من لک بالمحض ولیس محض یخبث بعض و یطیب بعض

(ترجمہ) تجھے خالص کہاں مل سکتا ہے خالص تو ہے ہی نہیں ٭ جو ہے اس میں کچھ اچھا ہے اور کچھ بُرا ہے ٭۔ یہ جو بیان کی گئیں یہ دس قسمیں ہوئیں ایک قسم اور باقی رہ گئی وہ یہ کہ جس کا حال معلوم نہ ہو اُس سے کوئی خرق عادت صادر ہو اور کوئی منکر فعل بھی اس سے ظاہر نہ ہو اس کے ساتھ حسن ظن رکھیں گے جب تک کہ ہمیں اس میں بُرائی کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو یہ سارا بیان جب ہے کہ جب کرامات کا ظہور بلا تحدی اور دعوے کے ہو۔ جیسا کہ کرامات اولیاء کے بیان میں مقدمہ میں بطور شرط و تفصیل اور استثناء کے بیان ہو چکا ہے اور جس میں سبب مدح و ذم دونوں متعارض ہوں اور دونوں سبب مساوی بھی ہوں۔ ایک کو دوسرے پر ترجیح بھی نہ ہو سکے اور شک پیدا ہو جائے اور ان کا حال ہم پر مخفی رہے تو ہم اس میں توقف کریں گے نہ ان کے نیک ہونے کا حکم لگائیں گے نہ بُرے ہونے کا، نہ ان کی مدح کریں گے نہ ذم نہ ان سے عقیدت رکھیں گے نہ انہیں جانچیں گے بلکہ ان کا حال اللہ کے حوالہ کریں گے جو علیم و خبیر ہے جس کے مثل کوئی نہیں ہے سنتا ہے دیکھتا ہے۔ یہ جواب مجھ پر ظاہر ہوا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور جواب مختصر اور بسیط کا اختصار ان تقسیمات اور اقسام میں یہ ہے کہ کہا جائے کہ لوگ تین قسم پر ہیں۔ ایک قسم وُہ ہے جن سے ہم عقیدت رکھیں ایک وہ جن پر عقیدت نہ رکھیں۔ ایک وہ جس کے حق میں توقف کریں۔ قسم اوّل پر تین وجوہ میں سے ایک

وجہ سے ہم اعتقاد کریں گے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ ان پر اہلِ باطن اعتقاد کرتے ہیں وہ جس حال پر بھی ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ کسی بُرے کام پر اصرار نہ کریں۔ تیسرا یہ کہ اس میں دینداری اور کرامت جمع ہو مع شرائط کے اگرچہ ظاہر میں وہ بعض منکرات پر اصرار کریں۔ دوسری قسم بوجہ اس کے کہ ان میں تین باتیں جمع ہیں ہم اعتقاد نہ کریں گے۔ اوّل یہ کہ ظاہر شرع میں جو فعل بُرا ہے وہ اس کا ارتکاب کرتے ہیں اور جان کر اس پر اصرار کرتے ہیں۔ دوسرے اُن سے کوئی خرقِ عادت ظاہر نہیں ہوتی۔ تیسرے ان سے اہلِ باطن کا اعتقاد ہونے کا ہمیں علم نہیں ہے اور قسم ثالث میں بوجہ جمع ہونے تین باتوں کے ہم توقف کرتے ہیں ایک تو ان سے خرقِ عادت ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے ان کی حالت ہمیں معلوم نہیں، تیسرے ان کا ارتکاب کرنا اور اصرار کرنا ایسے معاصی پر جسے وہ جانتے ہیں کہ معصیت ہے۔ پھر ہم ان سے اور ان کی جانب سے بحث کریں گے اگر ہمیں کوئی دلیل مل جائے جس سے ان کی نیکی یا بُرائی ظاہر ہو جاتے تو اس کے مقتضا پر عمل کریں گے ورنہ اگر وہ معصیت فاحش ہو تو ان سے الگ رہیں گے۔ اگر فاحش نہ ہو تو ان سے ملتے رہیں گے۔ واللہ اعلم۔ یہ پہلے بیان کا اختصار ہے۔ اس میں جو سات قسم سے کلام کیا گیا ہے ان سب کا اختصار بھی ہے اور سارے احکام کو بھی شامل ہے۔ یہ جو کچھ میں نے مجہول الحال کی نسبت ذکر کیا ہے کہ جب ان کا حال ہم پر ظاہر نہ ہو تو ان کی معصیت کو دیکھیں اگر فحش ہو تو ان سے الگ ہو جائیں اگر فحش نہ ہو تو ان سے ملیں۔ یہ میں نے بطور احتیاط کے کہا ہے ورنہ جو ولی صادق ہو وہ ساحر، زندیق اور کاہن فاسق سے مشتبہ نہیں ہوتا ہے بلکہ ادنیٰ ملاقات سے دونوں پہچان لیے جاتے ہیں بلکہ صرف ایک ہی نظر میں معلوم ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ علامت مقربین اور ابرار کی زندیق اور فجار کی سی نہیں ہوتی۔ یہ تو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ نیز دونوں فریق کے آداب بھی ایک سے نہیں ہیں، نہ برکات ایک سے ہیں نہ سکنات و حرکات ایک سے ہیں بر ان سے ملنے جلنے سے معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی خبیث ظاہر میں عمدہ لباس سے کتنا ہی اپنے آپ کو چھپاوے لیکن باطن سے ایسی بُوئے خبیث آئے گی جو اس کی بدبو اور سچی خوشبو میں تمیز کر دے گی۔ اس کے باطن سے خیانت کی بو نکلے گی اور پاس بیٹھنے والے کو لوہار کی بھٹی کی طرح جلا دے گی۔ اور اس کے باطن سے طاعت کی خوشبو مہکے گی اور ہم نشین کو ایسا معطر کرے گی جیسا کہ حاملِ مشک عطار ہوتا ہے۔ ایک شعر مطابق حال ہے سے

یکون اجاج دونکم فاذا انتھی   الیکم تلقی طیبکم فلیطیب

(ترجمہ) تم سے دور رہنے کی حالت میں تلخ و بے مزہ ہوتا ہے۔ جب تمہارے پاس پہنچتا ہے تو تمہارے مزہ سے وہ بھی مزیدار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر کوئی بدشکل عورت ہر قسم کا عمدہ اور اعلیٰ گراں بہا زیور اور لباس پہنے تو وہ حسینوں کے مثل نہیں ہوتی۔ اگرچہ حسین کے پاس زیور و لباس عمدہ نہ ہو۔ ایک تو چشمۂ سراب ہے اور دوسرا آبِ شیریں کا گھاٹ ہے دونوں میں کیا مناسبت علیٰ ہٰذا ایک نوادپر کا پوست ہوتا ہے اور ایک مغز ہوتا ہے دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یہ باتیں ہدایتِ عقل سے معلوم ہوجاتی ہیں۔ اس بیان میں میرے اشعار ہیں ؎

لعمرك ماشوها بحلى تزينت لحسنا وان كانت عن الحلى عاطلہ

اذا ما ادعت حسنا وتزوير حليها شهود فذ عوى صاحب الزور باطلہ

(ترجمہ) قسم ہے تیری عمر کی وہ بدصورت عورت جو زیور سے آراستہ ہو مانند حسین عورت کے نہیں ہوسکتی + اگرچہ وہ زیور سے معطل ہو + اگر وہ بدشکل حسن کا دعویٰ کرے اور اس پر زیور کے جھوٹے گواہ پیش کرے تو جھوٹے گواہ والے کا دعویٰ باطل ہے + یہ جو کچھ میں نے تفضیل و تقسیم کے ساتھ جواب دیا اور کسی کو یہ جواب ذکر تے ہوئے میں نے نہیں سُنا لیکن میرا گمان ہے کہ جو شخص فقہاء میں سے موفق ہو اور فقراء کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو وہ میرے ساتھ اس اعتقاد میں ضرور اتفاق کرے گا مگر جو لوگ مجسمہ ہیں ان سے موافقت کی امید نہیں کیونکہ وہ ہمیشہ اولیاء اور صالحین صوفیاء پر طعن کرتے ہیں بلکہ ان ائمہ و علماء پر بھی جو ان کے مذہب کے خلاف ہیں اور اپنے صحیح مذہب سے ان کے باطل مذہب کو رد کرتے ہیں جیسا کہ حضرت حبر المعظم جنکی وجہ سے حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام پر فخر فرمایا کہ تمہاری امت میں بھی ایسا عالم ہے انہوں نے فرمایا نہیں یعنی امام حجۃ الاسلام ابوحامد غزالی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہم کو اسناد متصل کے ساتھ حضرت شیخ کبیر عارف باللہ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ سے پہنچی ہے رضی اللہ عنہما ونفعنا بہما آمین۔ آپ کے واسطے سوائے حضرت کے اور بہت صدیقین نے مقامِ عالی اور مرتبہ بلند کی بشارت دی ہے میں نے آپ کے حق میں چند شعر کہے ہیں۔ ؎

ابوحامد غزال غزل مدقق من العلم لم يغزل كذاك بمغزل

به المصطفى باهى لعيسى بن مريم له قال صدقا اخاليا عن تقول

احبر کہٰذا فی حواریک قال لا   وناهیک فی هٰذا الفخار المؤ ثل
له فی منامی قلت أ أنت حجة   لاسلامنا لی قال ماشئت بی قل

(ترجمہ) ابوحامد علم کا ایسا باریک تاگا کاتنے والے ہیں کہ ویسا کسی تکلہ میں نہ کتا ہوگا + آپ کے ساتھ آنحضرتؐ نے حضرت عیسیٰ پر فخر کیا + آپ نے بات نہیں بنائی بلکہ سچ فرمایا۔ پوچھا آپ کے حواریوں میں بھی ایسا کوئی عالم ہے۔ کہا نہیں ان کے کامل فخر کے واسطے یہ کافی ہے۔ میں نے ان سے خواب میں دریافت کیا کیا آپ ہی حجت ہیں + ہمارے اسلام کے فرمایا تو جو چاہے کہدے۔ اور حضرت عارف باللہ احمد بن ابوالخیر صیاد یمنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور آپ کا یہ قول اسناد کے ساتھ ثابت ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک بار آپ بیٹھے ہوتے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ آسمان کے دروازے کھلے اور ایک گروہ ملائکہ زمین پر نازل ہوتے ان کے ساتھ سبز لباس اور سواری تھی اور ایک قبر پر آ کھڑے ہوئے اور ایک شخص کو قبر سے نکال کر انہیں وہ خلعت پہنایا اور پھر اس سواری پر سوار کر کے آسمان پر لے چلے پھر انہیں ایک آسمان سے دوسرے آسمان پر لے جاتے رہے حتیٰ کہ ساتویں آسمان سے اوپر لے گئے اس کے بعد ستر پردے اُٹھائے گئے۔ فرماتے ہیں مجھے تعجب ہوا اور اس سوار کو پہچاننے کا ارادہ ہوا مجھ سے کہا گیا کہ یہ امام غزالی ہیں۔ پھر مجھے معلوم نہ ہوا کہ ان کی انتہا کہاں پر ہوئی۔ رضی اللہ عنہ وعن علماء المسلمین۔ ایسے ہی امام کبیر شہیر ولی کبیر حضرت محی الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور دیگر علماء بھی ہیں جن کا شمار میرے احاطہ سے باہر ہے جو علماء محققین اور فقہاء مدققین اور صالح اور مدقق ہیں۔ اور ہمیشہ طعن کرنے والے ان باتوں کے درپے رہتے ہیں جسے وُہ اپنے زعم میں لغزش جانتے ہیں اور ایسے موقعہ کو غنیمت جان کر اپنے تکفیر کی اغراض پوری کرتے ہیں اور جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے۔ ان کی عزت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر انہیں سزا دینا بھی ممکن ہو تو اس میں بھی جلدی کرتے ہیں۔ خدا انہیں اس پر قادر نہ کرے۔ حتیٰ کہ اگر فقراء اپنے کلام میں ایسے استعارات و مجاز کا استعمال کریں جو کہ فصحاء کے کلام میں ہوتے ہیں اور کلام کو ایسا معنیٰ ملیح پہنائیں جس سے اہل علم وفضل و بلاغت واقف ہیں اور فضیلت جانتے ہیں تو یہ لوگ اُسے وجہِ کفر قرار دیتے ہیں اور بدعت وجہل قرار دیتے ہیں اور ہمیشہ اس فکر میں ہوتے ہیں کہ جن باتوں کو وُہ اپنے زعم میں گناہ جانتے ہیں ان کی تشہیر اور اظہار میں کوشش کرنے

ہیں۔حالانکہ وہ بُرائیاں حقیقت میں محاسن ہیں۔ان کے نزدیک جو اس کا تجربہ کرتے ہیں۔جو لوگ کہ فقراء کے باطنی حالات سے بحث کرتے ہیں وہ ایسے امر کے انکشاف کے درپے ہیں جس سے شارع علیہ السلام نے منع فرمایا ہے اور اس کے ستر کا حکم فرمایا ہے۔وہ جسے دیکھتے ہیں کہ لوگوں سے دُور رہتا ہے اور لباس سے ننگا ہے اور کُھلے سر ننگے پاؤں رہتا ہے یا کوئی ہیئت اختیار کرے جس پر اللہ کے راستے پر چلنے والے رہا کرتے ہیں جو دنیا کو چھوڑ کر دانائی سے کام لیتے ہیں تو یہ لوگ انہیں کہتے ہیں کہ کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے خارج ہیں۔یہ نہیں جانتے کہ یہی عمل بالکتاب کا طریقہ ہے اور یہی سنت غرّا کی عزیمت ہے اور یہی اجماعِ عقلاء ہے اور یہی قیاس ان سمجھ داروں کا ہے جن کی نسبت کسی قائل کے شعر ہیں ؎

ان للّٰہ عبادا فطنا طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا
نظروا فیھا فلما عرفوا انھا لیست لحی وطنا
جعلوھا لجۃ واتخذوا صالح الاعمال فیھا سفنا

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے کچھ سمجھ دار بندے ہیں + جو فتنہ کے خوف سے دنیا کو ترک کر دیتے ہیں جب اس میں غور کیا تو سمجھ گئے + کہ دنیا کسی زندہ کا وطن نہیں ہے + تو انہوں نے دنیا کو عمیق دریا قرار دیا + اور نیک عمل کو اس پر سے گذرنے کی کشتی بنائی + وہ عمل ترک دنیا ہی ہے اور ماسوی اللہ سے اعراض ہے۔محض رخصتوں کا نام شریعت نہیں ہے اس میں انہیں کوئی خواہش نفسانی نہیں ہے۔گویا ان معترضین نے حق تعالیٰ کا یہ قول نہیں سُنا

ولا تطرد الذین یدعون ربھم بالغداوۃ والعشی یریدون وجھہ۔

یعنی ان لوگوں کو اپنے پاس سے نہ نکالیے جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اسی کی رضامندی کے خواہاں ہیں اور بھی ایسی آیتیں ہیں جن میں فقراء کی فضیلت اور دنیا اور خواہش نفسانی کی مذمت وارد ہوئی ہے اور ان احادیث صحیحہ کو بھی نہیں سُنا ہے جن میں مصعب ابن عمیر رضی اللہ عنہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چمڑے کے لباس کا اور اس کے پھٹ جانے کا ذکر فرمایا ہے۔اویس بن عامر رضی اللہ عنہ کی تجرید اور سیرت کا ذکر فرمایا۔اور اوّل کی نسبت فرمایا کہ انہیں اللہ اور رسولؐ کی محبت نے اس ہیئت کی طرف بلایا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔اور دوسرے کی نسبت فرمایا کہ اگر وہ اللہ پر قسم کھاوے تو حق تعالےٰ

اس کی قسم پوری کریں گے۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سادگی ایمان سے ہے۔ اور فقراء پانچ سو سال پہلے اغنیا سے جنت میں جائیں گے اور فرمایا یہ شخص اپنے جیسے زمین بھر آدمیوں سے اچھا ہے۔ اور فرمایا پھر وہ شخص افضل ہے جو کہ لوگوں سے جدا ہو کر کسی پہاڑ کی گھاٹی میں اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہو۔ اور فرمایا دنیا میں تو اس طرح رہ کہ گویا تو مسافر ہے یا راستہ قطع کرنے والا ہے۔ نیز وہ حدیث جس میں ذکر ہے کہ نبی علیہ السلام نے سعد بن عبادہ کی عیادت فرمائی۔ آپ کے ساتھ ایک ایسا گروہ تھا جن کے بدن میں نہ کرتا تھا نہ سر پر ٹوپی تھی نہ پاؤں میں جوتا تھا۔ نہ موزے تھے۔ اسی طرح کی اور اور روایتیں جو ترکِ زینت اور فقر و فاقہ اور ہیئت مخصوصہ کے اختیار کرنے میں وارد ہوتی ہیں۔ یہی حالت ان صحابہ اور تابعین کی تھی جو متقی اور زاہد تھے اور ایسے ہی سلف صالحین میں وہ عابد بھی رہتے تھے جو مجرد ہوتے تھے اور دنیا کو ترک کرتے تھے اور آخرت کی طرف مشغول ہوتے تھے اور لوگوں سے بچتے تھے اور اللہ کے ذکر کے واسطے خلوت اختیار کرتے تھے اور اقرباء اور عزیزوں سے بھاگتے تھے اور وطن سے مسافرت کرتے تھے اور جابجا جنگلوں میں سیر کرتے پھرتے تھے۔ جیسا کہ بعض فقراء کے اشعار ہیں ؎

وشتت العزمات لایلوی علی ۔۔۔ اھل ولا مال ولا جیران

الف السری حتی کان رحیلہ ۔۔۔ للبین رحلتہ الی الاوطان

(ترجمہ) ان کے ارادے منتشر ہیں وہ نہیں مائل ہوتے + اہل کی طرف نہ مال کی طرف نہ ہمسایوں کی طرف + وہ سفر کے ایسے دل دادہ ہیں گویا ان کا دہ کوچ + جو جدائی کے واسطے ہے ایسا ہے کہ وطن کو کوچ کر کے جا رہے ہیں + تعجب ہے ان لوگوں پر جو صوفیاء و سادات پر خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے طعن کرتے ہیں۔ یہ لوگ ان کے محاسن ظاہرہ اور انوار ظاہرہ اور ان کے معانی واضحہ کے دیکھنے سے کیونکر اندھے ہوگئے اور ان کی آبرو خراب کرنے کے واسطے تیار ہو گئے + اور ان کے اغراض سے واقف ہی نہ ہوئے تاکہ ان کی تصدیق کرتے اور ان کے علوم ذاخرہ و معارف فاخرہ سے ان کے کان آشنا ہی نہ ہوئے کہ ان کی خوبیوں پر فریفتہ ہو جاتے۔ اس معنی میں میرے اشعار ہیں ؎

اذا انت لم تنظر بھا حسن عزۃ ۔۔۔ وتسمع معانی لفظھا حین ینطق

اصم واعمی عن سماع ورویۃ ۔۔۔ وفی ظلمۃ والنور حولک یشرق

وفی ربعہا جار الخیام کغائب ؎ منزل غرب وعزۃ مشرق

فما تط تدری طعم حب جمالہا ؎ ولا انت ممن حسن عزۃ یعشق

(ترجمہ) جب تونے محبوبۂ عزت کے حسن وجمال کو دیکھا نہیں + اور گفتگو کے وقت اس کے معانی والفاظ کو نہیں سُنا (تو اس حال میں تو انکار حسن عزت میں معذور رہے) تو سننے سے بہرا اور دیکھنے سے اندھا ہوگیا + اور تو اندھیرے میں ہے حالانکہ روشنی تیرے گرد چمک رہی ہے عزت کے محل میں پڑوسی ایسا ہے جیسا کہ کوئی غائب شخص ہو کر اس کا گھر مغرب میں ہو اور عزت مشرق میں + تونے کبھی حسن وعشق کا مزہ نہیں چکھا + نہ ابھی تک عشق عزت نے تیرے دل میں گھر کیا۔ واللہ اعلم بالصواب

خاتمہ منجانب مترجم

تمت بعون اللہ تعالیٰ

روض الریاحین کی پانچ سو حکایات اور خاتمہ کی ایک فصل کا ترجمہ ہوگیا والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور مسلمانوں کے لیے دنیا وآخرت میں نافع بنائیں۔ آمین۔

جلد دوم

حکایاتِ منتخبہ از تاریخ الخلفاء

حکایت (۵۰۱) حضرت ابو حاکم، معاذ ابن جبل رضی سے نقل کرتے ہیں، کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک بار ایک باغ میں گئے تو دیکھا کہ ایک پرندہ درخت کے سائے میں بیٹھا ہے، اُسے دیکھ کر آپ نے ٹھنڈی سانس لی اور فرمایا تجھے مبارک ہو اے پرندے تو درخت سے کھاتا ہے اور اس کے سائے میں رہتا ہے اور بدون حساب کتاب کے قیامت میں نجات پائے گا۔ کاش! ابوبکر بھی تجھ جیسا ہوتا۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۵۰۲) ابن عساکر اصمعی رح سے روایت ہے۔۔۔۔ کہ وہ فرماتے تھے جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدح کی جاتی تھی فرماتے تھے۔ اے اللہ! تو مجھ سے زیادہ میرا حال جانتا ہے، اور میں اپنا حال ان تعریف کرنے والوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ اے اللہ! تو مجھ کو ان کے گمان سے اچھا کر دے اور جو میری بُرائی یہ نہیں جانتے وہ بخش دے۔ اور ان کے کہنے پر مجھ سے مؤاخذہ نہ کر

حکایت (۵۰۳) احمد بن حنبل رح نے کتاب الزہد میں ابو عمران جونی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ کاش کسی عبد مومن کے پہلو میں بال بن کے رہوں۔

حکایت (۵۰۴) حضرت احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ نے کتاب الزہد میں مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا ایک لکڑی کھڑی کر دی گئی ہے، یہ حالت خشوع و خضوع کی وجہ سے ہوتی تھی۔ اور فرماتے ہیں کہ مجھے روایت پہنچی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی حالت تھی۔

حکایت (۵۰۵) حضرت احمد بن حنبل رض نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ میں درخت ہوتا اور مجھے کاٹا جاتا اور کھایا جاتا۔

حکایت (۵۰۶) حضرت احمد رض ہی نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے

تھے کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے میں چاہتا ہوں کہ میں گھاس ہوتا اور جانور مجھے چر لیتے۔

حکایت (۵۰۷) حضرت احمدؒ ہی نے ضمرہ ابن لبیبؒ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک لڑکے کی وفات کا وقت قریب ہوا اس حالت میں وہ بچھونے کی طرف دیکھتے تھے۔ جب ان کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ کے صاحبزادے کو ہم نے دیکھا کہ وہ اس بستر کو دیکھ رہے تھے اور انہیں اس بستر پر سے ہٹایا گیا تو دیکھا گیا کہ اس کے نیچے پانچ دینار تھے یا چھ۔ حضرت ابو بکر صدیق نے افسوس سے ہاتھ پر ہاتھ مل کے اِنّا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا اے شخص میرے نزدیک تجھے کوئی عذر کی گنجائش نہیں، کہ ایسے وقت تو نے انہیں دیکھا۔

حکایت (۵۰۸) حضرت نسائی رضی اللہ عنہ نے اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے، اس وقت حضرت ابو بکرؓ اپنی زبان پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے کہ اس نے مجھے آفتوں میں پھنسایا۔

حکایت (۵۰۹) حضرت ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے حلیہ میں حضرت ابو صالح رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اہل یمن آئے اور قرآن شریف سن کر رونے لگے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہم بھی پہلے ایسے ہی تھے پھر ہمارے دل سخت ہو گئے۔ حضرت ابو نعیم فرماتے ہیں دل سخت ہونے کے معنی یہ ہیں کہ دل قوی اور مطمئن ہو گئے اللہ کی معرفت کی وجہ سے۔

حکایت (۵۱۰) حضرت زبیر ابن بکار رحمۃ اللہ علیہ موفقیات میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ میں سوائے عمر رضی اللہ عنہ کے کسی کو نہیں جانتا جسے اللہ کے معاملے میں کسی کی ملامت کا کوئی اندیشہ ہی نہ ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر کیا۔ فرمایا حضرت عمر بہت زود فہم، ہوشیار آدمی تھے اور تنہا پھرنے والے تھے اللہ کے کام میں کسی مانع کی پروا نہیں کرتے تھے۔

حکایت (۵۱۱) زبیر ابن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ہی موفقیات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا۔ بہر حال ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نہ دنیا طلب کی نہ دنیا

نے انہیں طلب کیا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دنیا نے طلب کیا۔ مگر انہوں نے دنیا کو طلب نہ کیا۔ اور ہم تو دنیا ہی میں گھس گئے ہیں اور اس میں اوندھے سیدھے لوٹ رہے ہیں۔

حکایت ۵۱۲ حضرت ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے احنف ابن قیس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ فرمایا، ہم عمر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھے تھے ایک لونڈی گذری، لوگوں نے کہا، امیر المومنین کی لونڈی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ امیر المومنین کی لونڈی نہیں ہے، نہ ان کے واسطے حلال ہے وہ اللہ کے مال میں سے ہے ہم نے پوچھا، پھر امیر المومنین کو اللہ کے مال سے کیا چیز حلال ہے۔ فرمایا عمرؓ کے واسطے اللہ تعالیٰ کے مال سے کچھ حلال نہیں ہے۔ سوائے دو جوڑوں کے، ایک گرمی کا ایک سردی کا اور حج وعمرہ کا خرچ اور میری اور میرے اہل کی خوراک مثل ایک آدمی قریشی کے جو متوسط درجہ کا ہو، نہ بہت غنی ہو نہ بہت فقیر، پھر اس کے بعد میں ایک آدمی مسلمان ہوں، جو اور مسلمانوں کا حق ہے۔ وہی میرا ہے۔

حکایت (۵۱۳) حضرت خزیمہ ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی کو اپنی جانب سے عامل اور حاکم بنا کے بھیجتے تھے تو اُسے لکھ دیتے تھے اور اس سے یہ شرط کر لیتے تھے کہ عمدہ گھوڑے پر سوار نہ ہووے اور میدہ کی روٹی نہ کھاوے اور باریک کپڑا نہ پہنے اور حاجتمندوں پر اپنا دروازہ بند نہ کرے اگر ایسا کیا تو سزا کا مستحق ہوگا۔

حکایت (۵۱۴) حضرت عکرمہ بن خالدؓ وغیرہ کہتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ وغیرہ ہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور کہا کہ اگر آپ اچھا کھانا کھائیں تو آپ حق پر اور زیادہ قوی ہوں گے، فرمایا کیا ان سب کی یہی رائے ہے کہا ہاں سب کی یہی رائے ہے۔ فرمایا میں تمہاری نصیحت سمجھ گیا لیکن میں نے اپنے دونوں دوستوں کو ایک راہ پر چلتے چھوڑا ہے، اگر میں ان کا طریقہ چھوڑ دوں گا تو منزل میں ان کے پاس نہ پہنچوں گا۔ اور فرمایا ایک سال قحط واقع ہوا تو آپ نے اس سال نہ چکنائی کھائی نہ کسی فربہ جانور کا گوشت کھایا۔

حکایت (۵۱۵) حضرت ابن ابی ملیکہ فرماتے ہیں کہ عقبہ ابن فرقد رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی غذا کی نسبت کچھ کہا، آپ نے فرمایا تجھ پر افسوس ہے۔ کیا میں اپنے حصے کی نعمت دنیا ہی میں کھالوں اور اس سے فائدہ بھی حاصل کر لوں۔

حکایت (۵۱۶) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ... اپنے لڑکے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے دیکھا تو وہ گوشت کھا رہے تھے، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے۔ کہا ہمارا جی گوشت کو چاہتا تھا۔ فرمایا کیا جس چیز کو تمہارا جی چاہے اُسے تم کھاتے ہو انسان کیلئے یہی اسراف کافی ہے کہ جس چیز کو جی چاہے وہی کھانے لگے۔

حکایت (۵۱۷) حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرے جی میں تازہ مچھلی کی خواہش ہو رہی ہے۔ یہ سن کر آپ کے مولیٰ نافع رضی اللہ عنہ سواری پر پالان کس کے اس پر سوار ہوئے اور چار میل آگے اور چار میل پیچھے لے گئے اور ایک ٹوکری تازہ مچھلی کی خرید لائے اور حضرت کے پاس اُسے پہنچا کر اپنی سواری کے پاس گئے اور اُسے نہلایا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت رضی اللہ عنہ نے فرمایا چلو تمہارے اونٹ کو بھی دیکھوں اُسے دیکھ کر فرمایا اس کے کان کے پیچھے کا پسینہ دھونا بھول گئے، عمر کے شوق میں ایک جانور کو عذاب پہنچایا گیا۔ قسم ہے اللہ کی عمر رضی اللہ عنہ تیری ٹوکری میں سے نہیں چکھے گا۔

حکایت (۵۱۸) حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے زمانۂ خلافت میں کمبل کا جبہ پہنتے تھے جس میں بعض جگہ چمڑے کے پیوند لگے ہوئے تھے اور اس کو پہنے بازار میں گھومتے تھے، اور ان کے کندھے پر دُرّہ رکھا ہوتا تھا جس سے لوگوں کو ادب سکھاتے تھے اور اگر کہیں گودڑ یا کھجور کی گٹھلی پڑی ہوئی مل جاتی تو اُسے اٹھا کر کسی گھر میں ڈال جاتے تاکہ اس سے فائدہ حاصل کریں۔

حکایت (۵۱۹) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کرتے میں ان کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں چار پیوند لگے ہوئے دیکھے۔

حکایت (۵۲۰) حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ازار دیکھی اس میں چمڑے کا پیوند لگا تھا۔

حکایت (۵۲۱) حضرت عبد اللہ بن عامر ابن ربیعہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حج کیا، آپ نے نہ ڈیرہ لگایا نہ چھولداری کھڑی کی بلکہ کمبل یا کوئی کھال درخت پر ڈالی جاتی تھی اور اس کے سایے میں بیٹھتے تھے۔

حکایت (۵۲۲) حضرت عبداللہ ابن عیسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرۂ مبارک پر دو سیاہ خط تھے جو رونے کی وجہ سے پڑ گئے تھے۔

حکایت (۵۲۳) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تلاوت کے وقت بعض آیات پر گذرتے تو گر پڑتے اور مدتوں اس وجہ سے بیمار رہتے، لوگ عیادت کرتے۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک باغ میں گیا، میں نے دیوار کی دوسری جانب سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا، فرماتے تھے کہ عمر ابن خطاب امیر المومنین ہے، واہ واہ کیا کہنا ہے۔ واللہ! اے ابن خطاب اللہ سے ڈرتا رہ ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے عذاب میں ڈالے گا

حکایت (۵۲۴) حضرت عبداللہ ابن عامر ابن ربیعہ فرماتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گھاس کا تنکا زمین پر سے اٹھایا اور کہنے لگے کاش میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں کچھ نہ ہوتا، کاش مجھے میری ماں نہ جنتی اور حضرت عبید اللہ ابن عمر ابن حفص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی مشک پانی سے بھری ہوئی اٹھائی۔ اس کے متعلق لوگوں نے کچھ کہا، فرمایا مجھے اپنا نفس اچھا نظر آنے لگا تھا میں نے اسے ذلیل کرنا چاہا۔

حکایت (۵۲۵) محمد ابن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہاں آپ کے خسر آئے اور چاہا کہ انہیں بیت المال سے کچھ دیا جائے حضرت نے انہیں ڈانٹا، اور فرمایا، تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ سے میں خائن بادشاہ بن کے ملاقات کروں پھر انہیں اپنے مال میں سے دس ہزار درہم دیئے۔

حکایت (۵۲۶) حضرت نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت کے زمانے میں تجارت کرتے تھے۔

حکایت (۵۲۷) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عام الرمادؔ[۵] میں تیل کھانے کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیٹ میں قراقر ہونے لگا۔ اور آواز پیدا ہوئی۔ آپ نے گھی اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ آپ نے پیٹ کو انگلی سے دبا کے فرمایا، ہمارے پاس اس تیل کے سوا کچھ نہیں ہے۔ یہاں تک کہ لوگ دوبارہ سرسبز ہوں۔

حکایت (۵۲۸) حضرت سفیان ابن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

---

[۵] حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کئی سال پے در پے قحط سالی ہوئی، اس زمانے کو عام الرماد کہتے ہیں۔

نے فرمایا، سب سے اچھا دوست میرے نزدیک وہ ہے جو میرے عیب مجھ پر ظاہر کرے۔

حکایت (۵۲۹) حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ایک ہاتھ سے انہوں نے گھوڑے کا کان پکڑا اور ایک ہاتھ سے اپنا کان پکڑا پھر اس کی پشت پر سوار ہوئے۔ اور حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ جب کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا گیا یا اللہ کا خوف دلایا گیا، یا کسی نے کوئی آیت قرآن شریف کی تلاوت کی تو اس وقت وہ اپنے ارادے سے رُک جاتے تھے۔

حکایت (۵۳۰) حضرت بلال نے اسلم سے پوچھا، تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسا پاتے ہو، کہا سب سے اچھے آدمی ہیں، لیکن جب انہیں غصہ آتا ہے تو بہت سخت غصہ آتا ہے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں غصہ کے وقت ان کے پاس ہوتا تو قرآن شریف کی تلاوت کرتا۔ یہاں تک کہ ان کا غصہ تھم جاتا۔

حکایت (۵۳۱) حضرت احوص ابن حکیم اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے پاس گوشت لایا گیا جس میں گھی پڑا تھا، آپ نے اس سالن کو جس میں گوشت اور گھی دونوں پڑے تھے کھانے سے انکار کیا اور فرمایا ان میں سے ہر ایک مستقل سالن ہے۔ یہ تمام آثار ابن سعد نے بیان کیے ہیں۔

حکایت (۵۳۲) ابن سعد نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی ضرورت ہوتی، متولی بیت المال سے جا کر قرض لے لیتے تھے کبھی آپ پر تنگی ہوتی اور ادا کرنے میں تاخیر ہوتی تو متولی تقاضا کرنے آتے اور آپ کو تنگ کرتے۔ اور آپ عذر و حیلہ کرتے، اور کبھی آپ کا حصہ نکل آتا تو ادا کر دیتے۔

حکایت (۵۳۳) ابن سعد ہی نے حضرت براء ابن معرور رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن گھر سے نکل آئے اور آپ بیمار تھے آپ سے شہد کی تعریف کی گئی کہ بہت مفید ہے، اس وقت بیت المال میں ایک شہد کا کُپا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر تم لوگ مجھے اس شہد میں سے لینے کی اجازت دو...... ...... تو اس میں سے لوں گا ورنہ مجھ پر حرام ہے۔ لوگوں نے اجازت دے دی۔

حکایت (۵۲۴) ابن سعد ہی نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ کے زخم میں ہاتھ ڈال کر فرماتے تھے، مجھے خوف ہے کہ کہیں تیری تکلیف کی وجہ بھی مجھ سے پوچھی نہ جائے۔

حکایت (۵۲۵) ابن سعد ہی نے عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی شئی سے لوگوں کو منع کرنا چاہتے تھے تو پہلے اپنے گھر میں آتے اور فرماتے مجھے یہ معلوم ہونے نہ پائے کہ جس چیز سے میں نے منع کیا ہے اُسے تم میں سے کوئی کرتا ہے۔ ورنہ دگنی سزا دوں گا۔

حکایت (۵۲۶) حضرت عبد الرزاق اپنے مصنف میں حضرت عکرمہ ابن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی لڑکا کنگھی کرکے اور عمدہ کپڑے پہن کے آپ کے پاس آیا، آپ نے اس کے یہاں تک دُرّے مارے کہ وہ رونے لگا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا کہ آپ نے اسے کیوں مارا فرمایا میں نے دیکھا کہ وہ اپنے نفس پر اترا رہا تھا، میں نے چاہا کہ اس کے نزدیک اس کا نفس ذلیل اور خوار نظر آئے۔

حکایت (۵۲۷) حضرت بیہقی شعب الایمان میں ضحاک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں فرمایا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واللہ میں یہ چاہتا ہوں کاش میں راستے کے کنارے پر ایک درخت ہوتا، مجھ پر کوئی اونٹ گذرتا اور مجھے نوچ کر اپنے منہ میں ڈالتا اور چبا کے نگلتا پھر اس کی مینگنیاں کرتا اور میں آدمی نہ ہوتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش گھر کا دنبہ ہوتا جب تک چاہتے مجھے موٹا کرتے جب میں خوب موٹا ہو جاتا تو کوئی ان کی زیارت کو آتا اور یہ مجھے ان مہمانوں کے واسطے ذبح کرتے میرے حصے کے کباب پکاتے اور کچھ گوشت پکاتے اور مجھے کھا لیتے اور میں آدمی نہ ہوتا

حکایت (۵۲۸) ابن عساکر رضی اللہ عنہ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال سے ایک سال کے بعد اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ انہیں مجھے خواب میں دکھا دے ایک سال کے بعد میں نے انہیں دیکھا تو وہ اپنی پیشانی سے پسینہ صاف کر رہے تھے، میں نے کہا میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں اے امیر المومنین تمہاری کیا حالت ہے۔ فرمایا ابھی فارغ ہوا ہوں۔ قریب تھا کہ عمر کا تخت ٹوٹ جاتا اور ویران ہو جاتا۔ مگر میں نے اللہ کو بڑا مہربان و رحیم پایا۔

حکایت (۵۳۹) فرات ابن سائب کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک کے پاس ایک ہیرا تھا جو ان کے باپ عبدالملک نے انہیں دیا تھا کہ ویسا کہیں نہیں دیکھا گیا تھا۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو یا تو اپنا زیور بیت المال کو دیدو یا مجھے اپنے سے جدا ہونے کی اجازت دیدو میں برا جانتا ہوں کہ میں اور تم اور یہ زیور سب ایک گھر میں رہیں۔ انہوں نے کہا میں اس زیور پر بلکہ اس کے اضعاف پر بھی آپ کو ترجیح دیتی ہوں اور پسند کرتی ہوں۔ چنانچہ آپ کے حکم سے وہ زیور مسلمانوں کے بیت المال میں لاکر رکھا گیا، جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا اور ان کے بجائے یزید خلیفہ ہوا تو اس نے فاطمہ سے کہا اگر تم چاہو تو وہ زیور پھر تمہیں دیدوں کہا قسم ہے اللہ کی جب ان کی زندگی میں اس زیور پر خوش نہ ہوئی تو ان کی موت کے بعد اس کی طرف ہرگز رجوع نہ کروں گی۔

حکایت (۵۴۰) عبدالعزیز کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو کسی حاکم نے لکھا کہ ہمارا شہر ویران ہو گیا۔ پس امیر المومنین کی رائے ہو تو کچھ مال ہمیں عطا فرمائیں جس سے شہر کی مرمت کی جائے۔ آپ نے جواب لکھا جب تو میرا خط پڑھے تو اس شہر کو عدل سے مضبوط کر اور اس کے راستوں کو ظلم سے صاف کر یہی اس کی مرمت ہے والسلام

حکایت (۵۴۱) ابراہیم سکونی کہتے ہیں کہ حضرت عمر ابن عبدالعزیز نے فرمایا جب سے کہ مجھے معلوم ہوا کہ جھوٹ بولنا جھوٹے کے حق میں عیب ہے۔ اس وقت سے میں نے جھوٹ بھی نہیں بولا۔

حکایت (۵۴۲) حضرت حسن قصاب کہتے ہیں کہ میں نے جنگل میں دیکھا کہ بھیڑیے بکریوں کے ساتھ عمر ابن عبدالعزیز کی خلافت میں پھرتے ہوتے تھے۔ میں نے کہا سبحان اللہ بھیڑیا بکریوں میں اور انہیں ضرر نہیں پہنچاتا۔ تو چرواہے نے کہا کہ جب سر میں صلاحیت ہو تو جسم کو کوئی اندیشہ نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ جب بادشاہ ہو تو رعیت کو تکلیف نہیں ہو سکتی۔

حکایت (۵۴۳) حضرت مالک ابن دینارؒ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر ابن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہوں نے کہا یہ کون نیک بخت شخص ہے جو لوگوں پر خلیفہ عادل مقرر ہوا ہے کہ بھیڑیے ہماری بکریوں سے رک گئے۔

حکایت (۵۴۴) موسیٰ ابن امین کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی خلافت

میں کرمان میں بکریاں چراتے تھے اور بھیڑیئے اور بکریاں ایک ہی جگہ پر چرا کرتیں ایک شب ہم نے دیکھا کہ بھیڑیئے نے بکریوں سے تعرض کیا تو ہم نے کہا ہمارے خیال میں اس نیک بخت خلیفہ کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ حضرت کا اس شب کو انتقال ہوا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایات منتخب از تہذیب التہذیب جلد اوّل

حکایت (۵۴۵) حضرت ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس لاکھ حدیثیں یاد تھیں۔ اُن سے پوچھا گیا، آپ کو کیونکر معلوم ہوا، کہا میں نے ان سے ابواب حدیث حاصل کیے ہیں اور حضرت نوح ابن حبیبؒ فرماتے ہیں۔ میں نے ۱۹۸ھ ہجری میں حضرت احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کو مسجد خیف میں دیکھا آپ اس کے مینارے سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور اصحاب حدیث آپ کے پاس آتے تھے اور آپ ان کو فقہ اور حدیث کی تعلیم کرتے تھے اور لوگوں کو فتوے بھی دیا کرتے تھے اور حضرت عبد اللہ فرماتے ہیں کہ میرے والد دن رات میں تین سو رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اور حضرت ہلال ابن علاءؒ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے چار شخصوں کو پیدا کر کے اپنے اپنے زمانے میں اس امت پر احسان کیا ایک امام شافعی سے۔ انہوں نے حدیث شریف میں تفقہ حاصل کیا اور امام احمد بن حنبل سے وہ مصیبت اور آزمائش میں ثابت قدم رہے اگر وہ نہ ہوتے تو لوگ کافر ہو جاتے۔

حکایت (۵۴۶) ابن حبان نے ثقات کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل حافظ حدیث تھے، متقی تھے۔ فقیہ تھے، پرہیز گار تھے۔ عبادات پر مداومت کرنے والے تھے۔ ان کی وجہ سے حق تعالیٰ نے امت محمدیہؐ کی فریاد رسی فرمائی، کیونکہ مصیبت اور محنت میں ثابت قدم رہے اور جان اللہ کی راہ میں فدا کی۔ حتیٰ کہ قتل کے ارادے سے آپ کو کوڑے مارے گئے اور اللہ نے آپ کو کفر سے بچا لیا اور آپ کو ایسی علامت بنایا جس کی اقتدا کی جاتے اور ایک پناہ گاہ بنایا جس کی پناہ لی جائے۔

حکایت (۵۴۷) ابوالحسن ابن زاغونی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب شریف ابوجعفر ابن ابو موسیٰ کو حضرت احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کے پہلو میں دفن کیا گیا تو آپ کی قبر کھل

گئی تو دیکھا گیا آپ کا کفن بالکل صحیح سلامت تھا، پرانا بوسیدہ نہیں ہوا تھا۔ اور آپ کا پہلو بھی متغیر نہیں ہوا تھا۔ اور یہ واقعہ حضرت احمد ابن حنبلؒ کی وفات سے دو سو تیس سال کے بعد..... ہوا تھا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حکایت (۵۴۸) حضرت ابوالقاسم بغویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے دادا سے خبر ملی ہے یعنی احمد ابن منیع بغوی سے آپ فرماتے تھے کہ میں چالیس سال سے ہر تیسرے روز ایک قرآن مجید ختم کرتا ہوں۔

حکایت (۵۴۹) حضرت ابوالقاسم بغوی سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرے دادا یعنی احمد ابن منیع ابدال میں سے تھے۔ آپ نے کوئی اینٹ میں لگا ہوا تنکا نہ چھوڑا ہم نے کتابوں کے سوا ان کی ساری ملکیت چوبیس درہم میں فروخت کی۔

حکایت (۵۵۰) حضرت محمد ابن سعد فرماتے ہیں کہ ابراہیم ابن اسماعیل ابن ابی حبیبہ انصاری بڑے نمازی اور عابد تھے، ساٹھ برس روزے رکھے اور حدیث بہت کم بیان کرتے تھے ۱۶۵ھ میں وفات پائی۔

حکایت (۵۵۱) حضرت یونس ابن عبید سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کو صرف دیکھتا اور نہ ان کی باتیں سنتا نہ ان کا عمل دیکھتا، وہ بھی فائدہ اٹھاتا۔ اور حماد ابن سلمہ، یونس ابن عبید اور حمید طویل سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ہم نے فقہا بہت دیکھے لیکن حسن بصری رضی اللہ عنہ کا سا کامل مروت والا کسی کو نہ دیکھا۔ اور حجاج ابن ارطاط کہتے ہیں، میں نے عطاء ابن ابی رباح سے سوال کیا تو مجھ سے فرمایا، تم اس شخص کو لازم پکڑلو، وہ بڑے امام ہیں، ان کی اقتداء کی جاتی ہے اور ابوجعفر رازی ربیع ابن انس سے روایت کرتے ہیں کہ میں.... حضرت حسن بصری رضی عنہ کی خدمت میں دس برس تک آتا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ اور بھی جب خدا نے چاہا اس دن سے آپ سے ایسی ہی بات سنتا ہوں جیسے میں نے پہلے نہیں سنا تھا۔ یعنی روز نئی بات سننے میں آتی ہے۔ اور حضرت اعمش فرماتے ہیں کہ حضرت حسن بصری ہمیشہ حکمت جمع کرتے رہے۔ پھر اسے کہنا شروع کیا۔ جب ان کا ذکر ابوجعفر کے پاس یعنی امام باقر کے پاس ہوتا تھا تو فرماتے تھے، وہ ایسا شخص ہے کہ اس کا کلام انبیاء کے کلام کے مشابہ ہے۔

حکایت (۵۵۲) حضرت مطر وراق فرماتے ہیں کہ جابر ابن زید ایک شخص بصرہ کے رہنے والے تھے جب حضرت حسن بصری ظاہر ہوئے تو انہوں نے کہا معلوم ہوا کہ گویا ایک شخص آخرت میں تھا جو آکر وہاں کی معاینہ کی ہوئی اور دیکھی ہوئی خبر سنا رہا ہے۔

حکایت (۵۵۳) حضرت ابراہیم ابن علی رافعی اپنے باپ سے اور وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں جو زینب بنت ابی رافع ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے صاحبزادوں کو لے کر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس بیماری میں جس میں آپ کی وفات ہوئی، اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یہ آپ کے بچے ہیں انہیں کسی شی کا وارث بنا دیجیے۔ فرمایا حسن رضی اللہ عنہ میں میری ہیبت اور سرداری ہے۔ اور حسین رضی اللہ عنہ میں میری جرأت اور جود ہے۔ محمد ابن عبد اللہ ابن ابی رافع نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے چچا ابو رافع سے اسی طرح روایت کیا ہے

حکایت (۵۵۴) شرجیل ابن مدرک جعفی عبد اللہ ابن نجی سے اور وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا اور وہ حضرت کی طہارت کا لوٹا سنبھالتے تھے۔ جب نینوا کے محاذات پر پہنچے جو صفین کا راستہ تھا تو حضرت علی نے دوبارہ یہ آواز دی کہ اے عبد اللہ فرات کے کنارے پر صبر کرو میں نے عرض کیا کہ یہ ابو عبد اللہ کون شخص ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا کہ میں حضرت کے پاس پہنچا، آپ کے آنسو جاری تھے، میں نے عرض کیا یا خلیفۃ اللہ! آپ کو کس نے غضبناک کیا، فرمایا کسی نے نہیں ابھی اس سے پہلے جبریل میرے پاس گئے ہیں اور مجھ سے بیان کیا کہ حسین فرات کے کنارے پر شہید ہوں گے اور فرمایا کہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں وہاں کی مٹی آپ کو سنگھاؤں۔ میں نے کہا ہاں۔ انہوں نے ہاتھ بڑھا کر ایک مٹھی بھر مٹی وہاں کی اٹھائی اور میرے حوالے کی مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میرے آنسو جاری ہو گئے۔ اور عمر ابن ثابت نے اعمش سے انہوں نے شقیق سے انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی فرماتی ہیں کہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے میرے گھر میں کھیل رہے تھے اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی امت آپ کے بعد اس بیٹے کو قتل کرے گی اور ہاتھ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور انہیں سینے سے لگا لیا۔ پھر آپ نے حضرت

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا۔ میں تیرے پاس یہ مٹی رکھتا ہوں، اور اُسے آپ نے سونگھا اور فرمایا کرب و بلا کی بُو آتی ہے۔ اور فرمایا اے ام سلمہؓ جب یہ مٹی خون بن جائے تو جان لو کہ میرا بیٹا شہید ہو گیا۔ حضرت ام سلمہؓ نے اس مٹی کو ایک بوتل میں ڈال رکھا تھا اور ہر روز اُسے دیکھا کرتی تھی کہ جس دن تو خون بن جائے وہ سخت دن ہوگا۔ اس باب میں حضرت عائشہؓ اور زینبؓ بنت جحش اور ام الفضلؓ بنت حارث اور ابو امامہؓ اور انسؓ بن حارث وغیرہم سے بھی روایت آئی ہے اور حضرت عمارؓ دہنی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت کعب پر گذرے تو انہوں نے حضرت علیؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اس شخص کی اولاد میں سے ایک شخص ایک جماعت کے ساتھ شہید ہو گا۔ جو اپنے گھوڑوں کے پسینہ سوکھنے سے پہلے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے اتنے میں حضرت حسنؓ گذرے لوگوں نے پوچھا یہ، کہا نہیں، پھر امام حسین رضی اللہ عنہ گذرے لوگوں نے حضرت کعبؓ سے پوچھا یہ ہیں، فرمایا ہاں یہی ہیں۔ اور ابن سعد نے فرمایا ہمیں یحیٰی ابن حمادؒ نے خبر دی کہ ان سے ابوعوانہ نے سلیمان یعنی اعمش سے روایت کی وہ فرماتے ہیں کہ ان سے ابوعبداللہ ضبی نے بیان کیا کہ ہم علی ابن ہرثم ضبی کے پاس پہنچے جب کہ وہ صفین سے واپس آئے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، انہوں نے کہا ہم صفین سے لوٹتے ہوئے کربلا میں اترے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں صبح کی نماز پڑھائی۔ پھر مٹھی بھر ہرن کی مینگنیاں اُٹھائیں اور انہیں سونگھا پھر فرمایا افسوس! افسوس! ان مینگنیوں میں ایک ایسی قوم قتل کی جائے گی جو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو گی، اور اسحاق ابن سلیمان رازی کہتے ہیں ہم سے عمر ابن ابی قیس نے اور ان سے یحیٰی ابن سعید نے اور ان سے ابو حبان نے اور ان سے قدامہ ضبی نے اور انہوں نے جرداء بنت سمیر سے۔ انہوں نے اپنے زوج ہرثمہ ابن سلمی سے روایت بیان کی وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علیؓ کے ہمراہ نکلے۔ آپ چل کر کربلا پہنچے اور ایک درخت کے نیچے اترے اور اس کی طرف نماز ادا کی پھر وہاں کی زمین سے کچھ مٹی اُٹھائی اور اُسے سونگھ کر فرمایا۔ افسوس ہے اے مٹی تجھ پر ایک ایسی قوم قتل ہو گی جو بلا حساب جنت میں جائے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم اس غزوہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور میں وہ حدیث بھول گیا، پھر میں اس فوج میں شریک رہا جس میں کہ امام حسینؓ پر چڑھائی کی گئی تھی جب میں اُن

کے پاس اپنی فوج کے ہمراہ پہنچا تو وہ درخت نظر آیا اور وہ حدیث بھی یاد آگئی۔ میں نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اُسے آگے بڑھایا۔ اور کہا اے نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو بشارت دیتا ہوں اور وہ حدیث بھی سُنائی، آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا تم ہمارے ساتھ رہو گے یا ہمارے دشمنوں کے ساتھ۔ میں نے کہا نہ میں آپکے ساتھ رہوں گا نہ آپ پر حملہ کرنے والوں کے ساتھ، میں نے عیال کو بھی چھوڑا اور اس فوج کو بھی چھوڑ دیا فرمایا تو تم بھاگ کر زمین میں کہیں غائب ہو جاؤ۔ کیونکہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں حسین رضہ کی جان ہے، آج ہمارے قتل میں جو شخص حاضر ہو گا وہ جہنم میں داخل ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اسی وقت منہ پھیر کے اور مقام پر بھاگ گیا۔ حتیٰ کہ آپ کی قتل گاہ مجھ سے پوشیدہ ہو گئی۔ اور ابوالولید احمد ابن خباب حفیصی کہتے ہیں کہ ہم سے خالد ابن یزید ابن اسد نے بیان کیا کہ ان سے عمار ابن معاویہ دہنی نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد ابن علی ابن حسین رضہ سے کہا کہ مجھ سے امام حسین رضہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ بیان کر داس طرح پر کہ گویا میں موجود تھا۔ حضرت ابوجعفر نے فرمایا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا اس وقت ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان مدینہ پر حاکم تھا اس نے حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے پاس بیعت لینے کے واسطے قاصد بھیجا۔ آپ نے فرمایا مجھے مہلت دو اور مجھ پر نرمی کرو۔ اس نے مہلت دی اور آپ مکہ معظمہ چلے گئے۔ وہاں آپ کے پاس اہل کوفہ کے قاصد پہنچے اور کہا کہ ہم نے آپ کے واسطے اپنے کو روک رکھا ہے اور جمعہ کے واسطے والی کے ساتھ حاضر نہیں ہوئے۔ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیے۔ راوی کہتے ہیں اس زمانے میں نعمان ابن بشیر انصاری کوفہ کے حاکم تھے۔ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ عنہما نے مسلم ابن عقیل ابن ابی طالب اپنے چچازاد بھائی کے پاس آدمی بھیجا اور ان سے فرمایا کہ تم کوفہ جاؤ اور دیکھو کہ جو کچھ مجھے انہوں نے لکھا ہے، کیا صحیح ہے۔ اگر سچ ہے تو میں ان کے پاس جاؤں گا۔ حضرت مسلم چل کر مدینہ پہنچے اور وہاں سے دو راہنما ساتھ لیے جو انہیں جنگل کے راستے لے چلیں۔ انہیں سخت تشنگی کا سامنا ہوا اور ایک رہبر مر گیا۔ حضرت مسلم نے رضہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ انہیں اس کام سے معاف کریں آپ نے معاف نہیں فرمایا اور لکھا کہ تم کوفہ جاؤ، چنانچہ حضرت مسلم چل کر کوفہ پہنچے اور کوفہ والوں میں ایک شخص عوسجہ نامی کے یہاں ٹھہرے۔ جب کوفیوں نے آپ کے آنے کی خبر

سُنی تو چپکے سے آپ کے پاس آئے اور آپ کے ہاتھ پر بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ ایک شخص جو یزید ابن معاویہ کا ہوا خواہ تھا جس کو عبیداللہ ابن مسلم ابن شعبہ حضرمی کہتے ہیں وہ کھڑا ہوا اور حضرت نعمان ابن بشیر انصاریؓ کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ آپ یا تو ضعیف ہیں یا ضعیف بن گئے ہیں شہر میں فساد ہو گیا۔ اس سے حضرت نعمانؓ نے کہا مجھے ضعیف بن کر اللہ کی اطاعت میں رہنا پسند ہے، اس سے کہ میں قوی ہو کر اللہ کی نافرمانی کر دوں، میں اس پردے کو پھاڑنا نہیں چاہتا جسے اللہ نے ڈھکا ہے اس نے آپ کا قول یزید کے پاس لکھ بھیجا۔ یزید نے اپنے غلام سرجون کو بلایا جس سے وہ مشورہ کیا کرتا تھا، اور سارا حال بیان کیا۔ اس غلام نے کہا۔ اگر حضرت معاویہؓ زندہ ہوتے اور کوئی بات کہتے تو تُو قبول کرتا یا نہیں، کہا ہاں، کہا تو میری بھی ایک بات قبول کر وہ یہ ہے کہ کوفہ کے لیے عبیداللہ ابن زیاد کے سوا کوئی مناسب حاکم نہیں، اس کو کوفہ کا حاکم بنا۔ ان دنوں یزید اس سے خفا تھا اور اس کو معزول کرنے کا قصد کر رہا تھا اور وہ بصرہ میں حاکم تھا فوراً ہی یزید نے اُسے لکھا کہ میں تجھ سے خوش ہوں اور میں نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کا بھی تجھے حاکم مقرر کیا ہے اور لکھا کہ مسلم ابن عقیل کو تلاش کر کے قتل کر دے۔ چنانچہ عبیداللہ ابن زیاد بصرہ کے سرداروں کے ساتھ چل کر کوفہ پہنچا اس صورت سے کہ اُس کے منہ پر نقاب پڑا ہوا تھا اور اس نے لباس اہلِ حجاز کا پہنا اور اسی راستہ کو اختیار کیا جس سے امام حسینؓ کے آنے کا خیال تھا۔ اور جس مجلس پر اہل کوفہ کے گذر کر سلام کرتا تو وہ جواب دیتے وعلیک السلام یا ابن رسول اللہ، لوگوں نے یہ خیال کیا تھا کہ وہ شخص حسین ابن علی رضی اللہ عنہما ہیں اور عبیداللہ قصر حکومت میں پہنچا اور اپنے ایک غلام کو بلا کر تین ہزار درہم دیتے اور کہا انہیں لے جا اور اس شخص کو تلاش کر جس کے ہاتھ پر اہلِ کوفہ بیعت کر رہے ہیں اور ان سے کہہ میں ایک شخص حمص کا رہنے والا ہوں اور بیعت کے ارادے سے آیا ہوں اور یہ مال ہے جو انہیں دوں گا تاکہ اس سے وہ اپنی حالت قوی کریں۔ وہ غلام نکلا اور بڑے لطائف الحیل اور نرمی سے ایک ایسے شیخ تک اس کی رسائی ہوتی جو حضرت سے بیعت کروا تا تھا، اس شیخ سے مل کر اپنی حالت بیان کی، اس شیخ نے کہا تجھ سے مل کر مجھے خوشی بھی ہوئی اور رنج بھی ہوا، خوشی تو اس وجہ سے ہوئی کہ اللہ نے تجھے اس نیک کام کی ہدایت کی۔ اور رنج یوں ہوا کہ اب تک ہماری حالت قوی

نہیں ہوتی ہے۔ پھر اُسے حضرت مسلمؓ کے پاس لے گیا۔ آپ نے اس سے مال لے لیا اور وہ آپ سے بیعت کر کے عبیداللہ کے پاس لوٹ آیا اور سارا حال کہہ سنایا اور جب عبیداللہ کوفہ میں آیا تو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ اس مکان سے جہاں وہ تھے ہانی ابن عروہ مرادی کے مکان پر چلے گئے اور مسلمؓ نے حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کو لکھا کہ یہاں اہلِ کوفہ میں سے بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی ہے، آپ چلے آئیے۔ حضرت ابوجعفر فرماتے ہیں یہاں عبیداللہ نے سردارانِ اہلِ کوفہ سے کہا، کیا بات ہے کہ ہانی ابن عروہ میرے پاس نہیں آیا۔ اور ان میں نہیں تھا جو لوگ مجھ سے ملنے آئے۔ یہ سُن کر محمد ابن اشعث چند کوفیوں کے ساتھ نکلا ان کے دروازے پر آیا اور وہ دروازے پر تھے۔ اور ان سے کہا کہ امیر نے تمہیں یاد کیا تھا اور تمہاری تاخیر کی وجہ دریافت کی ہے، اس کے پاس چلے چلو۔ انہوں نے اصرار کیا اور وہ سوار ہو کر اس کے ہمراہ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ عبیداللہ ابن زیاد کے پاس قاضی شریح بیٹھے تھے۔ جب عبیداللہ نے ہانی ابن عروہ کو دیکھا تو قاضی شریح سے مخاطب ہو کر کہا آ گیا اور اس کے پاؤں خیانت کی وجہ سے لڑکھڑا رہے ہیں جب سلام کیا تو پوچھا، اے ہانی مسلم کہاں ہیں، انہوں نے کہا میں نہیں جانتا۔ اس وقت عبیداللہ نے اس غلام کو جس کو درہم دیئے تھے کہا اس کے سامنے آ۔ جب وُہ سامنے آیا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اسے معلوم ہے۔ کہا اللہ امیر کی اصلاح کرے، واللہ میں نے انہیں اپنے گھر پر نہیں بلایا، لیکن انہوں نے خود آ کر میرے یہاں پناہ لی، کہا تو انہیں ہمارے پاس لا، انہوں نے جواب میں کہا واللہ اگر مسلم یہیں پاؤں کے نیچے ہوں تب بھی میں انہیں وہاں سے نہیں اُٹھاؤں گا۔ عبیداللہ نے لوگوں سے کہا اسے میرے پاس لاؤ۔ جب پاس لائے گئے تو انہیں ایک چھڑی سے مارا اور اُن کی پیشانی کو زخمی کیا۔ اور ہانی ایک سپاہی کی تلوار کی طرف جھکے تاکہ اُسے کھینچیں تو انہیں روک دیا گیا۔ اور عبیداللہ نے کہا، اللہ نے تیرا خون حلال کیا۔ اور حکم کیا، چنانچہ انہیں قصر کے ایک کونہ میں قید کر لیا گیا۔ یہ خبر قبیلہ مذحج کو پہنچی اس وقت قصر کے دروازے پر شور کی آواز سُنائی دی، اسے عبیداللہ نے سُنا، پوچھا کیسی آواز ہے۔ لوگوں نے کہا قبیلہ مذحج آ گیا ہے، اس نے قاضی شریح سے کہا ان کے پاس جاؤ۔ اور کہو کہ میں نے دریافت کے واسطے اسے قید کیا ہے اور اپنے غلاموں میں

سے ایک جاسوس شریح کی حفاظت کے واسطے مقرر کر دیا تاکہ سُنے۔ وہ کیا کہتے ہیں چنانچہ قاضی شریح ہانی کے پاس سے ہو کر گذرے۔ ان سے ہانی نے کہا اے شریح اللہ سے ڈرو اُس نے مجھے قتل کے واسطے قید کیا ہے، اور شریح نکل آئے اور قصر کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا ہانی پر کوئی اندیشہ نہیں اسے امیر نے دریافت کرنے کے واسطے قید کیا ہے۔ لوگوں نے کہا سچ ہے اُسے اندیشہ نہیں ہے۔

حضرت ابو جعفر نے فرمایا یہ سُن کر لوگ وہاں سے متفرق ہو گئے۔ حضرت مسلم کو اس کی خبر ملی آپ نے اس اشارے سے جو آپ کی مدد کے واسطے قرار دیا گیا تھا، پکارا چنانچہ چالیس ہزار آدمی کوفی آپ کی مدد کے واسطے جمع ہو گئے۔ آپ نے مقدمہ اور میمنہ میسرہ مرتب کیا اور قلب میں آپ نے سوار ہو کر عبید اللہ کے اوپر حملہ کیا۔ عبید اللہ نے سرداران کوفہ کے پاس آدمی بھیج کر انہیں اپنے پاس قصر شاہی میں بلا لیا۔ جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ چل کر قصر کے دروازے پر پہنچے تو ان سردارانِ کوفہ نے قصر پر سے اپنی قوم اور قرابت والوں کو جھانک کر دیکھا، اور ان سے کلام کر کے انہیں لوٹایا اور امام مُسلم کے ساتھی کھسکنے لگے، یہاں تک کہ شام کے وقت صرف پانسو آدمی رہ گئے۔ جب خوب اندھیرا ہو گیا تو وہ بھی چل دیئے۔ جب حضرت مسلمؓ نے دیکھا کہ آپ تنہا رہ گئے تو راستہ تلاش کیا اور ایک گھر کے دروازے پر پہنچے وہاں سے ایک عورت نکلی اس سے فرمایا پانی پلا دے۔ اس نے پانی پلایا پھر وہ گھر میں چلی گئی۔ کچھ دیر ٹھہر کے پھر مکان سے نکلی تو آپ دروازے پر ہی تھے۔ اس نے کہا اے عبد اللہ تمہاری نشست سے شک معلوم ہوتا ہے یہاں سے چلے جاؤ۔ آپ نے اس سے فرمایا میں مسلمؓ بن عقیل ہوں کیا تیرے پاس مجھے پناہ مل سکتی ہے کہا ہاں ہاں آؤ۔ آپ اس کے گھر تشریف لے گئے، اس عورت کا بیٹا محمد بن اشعث کا غلام تھا۔ جب اس غلام کو آپ کا حال معلوم ہوا تو وہ محمد بن اشعث کے پاس گیا اور اُسے اطلاع کی اسی وقت عبید اللہ نے کوتوال کو ان کی طلب میں بھیجا۔ اس کے ساتھ محمد ابن اشعث بھی تھا۔ ابھی حضرت مسلم کو خبر بھی نہ تھی کہ وہ میدان گھیر لیا گیا۔ جب مسلم رضی اللہ عنہ نے یہ حالت دیکھی تو تلوار لے کر نکل کھڑے ہوئے اور ان سے مقاتلہ کیا محمد ابن اشعث نے آپ کو امان دی اور آپ کے ہاتھ سے بچ کر آپ کو عبید اللہ کے پاس لے آیا اور عبید اللہ کے حکم سے آپ کو قصر کے اوپر لے گئے اور وہاں پر آپ کی گردن مار دی گئی۔ اور آپ کا جسم

لوگوں کے پاس پھینک دیا گیا اور ہانی ابن عروہ کو کناسہ میں لے جاکر سولی دی گئی۔ انہیں کے شاعر کا قول ہے ؎

فان کنت لاتدرین ماالموت فانظری　　الی ھانی فی السوق وابن عقیل

(ترجمہ) اگر تو موت کو نہیں جانتی تو دیکھ لے　　ہانی کو بازار میں اور ابن عقیل کو

اور مسلم رضی اللہ عنہ کا خط دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ ان کی طرف چلے، جب آپ کے اور قادسیہ کے درمیان تین میل کا فاصلہ رہ گیا تو آپ سے حر ابن یزید تمیمی ملے۔ پوچھا کہاں کا قصد رکھتے ہو۔ فرمایا اس شہر کا۔ انہوں نے کہا لوٹ جایئے۔ میں نے پیچھے آپ کے واسطے کوئی بہتری نہیں چھوڑی ہے جس کی امید ہو۔ آپ نے لوٹنے کا قصد کیا۔ آپ کے ہمراہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے انہوں نے کہا، واللہ! ہم نہیں لوٹیں گے جب تک اپنے بھائی کے خون کا بدلہ نہیں لے لیں گے یا قتل کیے جائیں گے۔ آپ نے فرمایا تمہارے بعد زندگی میں کوئی لطف نہیں ہے اور آگے چلے تو آپ کو عبیداللہ کے رسالے کا مقدمتہ الجیش ملا اسے دیکھ کر آپ کربلا کی طرف پلٹے اور بانسی کو پشت پر لے کر ڈیرے لگائے تاکہ سامنے ہی کی جانب سے لڑائی ہو سکے۔ آپ کے ساتھیوں میں پینتالیس سوار اور تقریبا ایک سو پیدل آدمی تھے۔ اور عبیداللہ ابن زیاد نے عمر ابن سعد ابن ابی وقاص کو رَے کا حاکم بنایا تھا اور عہد کیا تھا۔ انہیں بلا کر کہا، اس شخص سے مجھے بچالے۔ انہوں نے کہا مجھے معاف کر۔ اس نے معافی سے انکار کیا، کہا مجھے آج کی رات کی مہلت دے، اس نے مہلت دی، رات کو اس نے سوچا اور صبح اس کی تعمیل کے واسطے راضی ہو گئے اور اس کے پاس پہنچے۔ چنانچہ عمر ابن سعد نے حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے اوپر چڑھائی کی۔ جب آپ کے پاس پہنچے تو آپ نے فرمایا تین باتوں میں سے ایک اختیار کر لے یا تو تو مجھے چھوڑ دے میں کسی سرحد میں جا رہوں یا مجھے چھوڑ دے میں یزید کے پاس چلا جاؤں یا مجھے چھوڑ دے میں جہاں سے آیا تھا وہیں چلا جاؤں۔ عمر ابن سعد نے اسے قبول کیا اور عبیداللہ کو لکھا، عبیداللہ نے لکھا نہیں، نہیں! جب تک میرے ہاتھ پر بعیت نہ کرے بس کوئی ان کی عزت نہیں کی جا سکتی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا۔ یہ تو کبھی نہیں ہو سکتا، چنانچہ آپ نے ان سے مقاتلہ کیا اور آپؓ کے سب ساتھی شہید ہوئے۔ ان میں دس سے زیادہ آپ کے اہل بیت کے نوجوان تھے

آپ کی گودی میں ایک چھوٹا سا بچہ تھا اُس کے ایک تیر لگا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ آپ اس کے چہرے سے خون صاف فرماتے تھے اور کہتے تھے اے اللہ! تو فیصلہ کر ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان جنہوں نے ہمیں بلایا کہ مدد کریں گے اور پھر ہمیں قتل کیا۔ پھر آپ نے حکم فرمایا چنانچہ ایک حبری پائجامے کو پھاڑا گیا اور اُسے پہن کر تلوار ہاتھ میں لی اور مقاتلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہوئے اور آپ کو قبیلہ مذحج کے ایک آدمی نے شہید کیا اور آپ کا سر کاٹ کر لے گیا اور عبید اللہ ابن زیاد کے پاس پہنچا۔ اس نے یزید کے پاس ایک وفد بھیجا جس میں آپ کا سر مبارک بھی تھا وہ سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا۔ اور آپ کے حرم و عیال کو لے کر عمر ابن سعد عبید اللہ ابن زیاد کے پاس پہنچا، اور آپ کے اہل بیت میں سوائے ایک بیمار بچے کے کوئی نہیں بچا تھا۔ وہی عورتوں کے ساتھ تھے۔ عبید اللہ نے انہیں بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو ان پر ڈال دیا اور کہا جب تک مجھے قتل نہ کر دو گے انہیں قتل نہ کر سکو گے، تو انہیں چھوڑ دیا، پھر انہیں جمع کر کے یزید کے پاس روانہ کیا۔ جب یہ لوگ یزید کے پاس پہنچے تو جو لوگ اہل شام کے اس کے دربار میں تھے سب جمع ہو کر یزید کے پاس گئے اور اُسے مبارکباد دی اور تہنیت کی ان میں سے ایک سُرخ رنگ نیلی آنکھوں والا کھڑا ہوا اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں کی ایک لونڈی کو دیکھ کر کہا اے امیر المومنین یہ لونڈی مجھے عنایت فرمائیے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا یہ شرف نہ تجھے حاصل ہے نہ اِسے یعنی یزید کو۔ یہاں تک کہ تم اللہ کے دین سے نکل جاؤ۔ اس قول کو ازرق نے پھر دہرایا، اُسے یزید نے کہا چپ رہ۔ پھر انہیں اپنے اہل و عیال میں پہنچایا اور وہاں سے تیاری کر کے مدینہ منورہ پہنچایا۔ جب وہ لوگ مدینہ منورہ پہنچے تو اولاد عبد المطلب میں سے ایک عورت کھلے سر، بال بکھرے ہوئے سر پہ ہاتھ رکھے ہوئے نکلیں اور ان کے سامنے گئیں اور یہ اشعار پڑھتی تھیں اور روتی تھیں ؎

ماذا تقولون ان قال النبی لکم	ماذا فعلتم و انتم اٰخر الامم
بعترتی و باھلی بعد مفتقدی	منھم اساری و قتلی ضربوا بدم
ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم	ان تخلفوا فی بشر فی ذوی رحم

(ترجمہ) تم کیا کہو گے جب نبی کریم سوال کریں گے کہ تم نے یہ کیا کیا۔ تم تو آخری امت تھے یعنی باوجود افضل الامم ہونے کے تم نے اس فعل قبیح کا کیوں ارتکاب کیا میری اولاد اور میرے اہل کے ساتھ میرے فقدان کے بعد۔ ان میں تو کوئی قیدی تھا کوئی شہید خون آلود تھا۔ میری نصیحت کی جزا یہ تو نہ تھی کہ میرے ذی رحموں کے ساتھ میرے پیچھے جو تم نے کیا۔

حضرت سفیان ابن عیینہ اسرائیل ابو موسیٰ سے روایت کرتے ہیں، فرماتے تھے کہ میں نے حسن بصری سے سُنا کہ حضرت امام حسینؓ کے ساتھ امام حسینؓ کے اہل بیت سے سولہ آدمی شہید ہوئے۔ اور ابو نعیم کہتے ہیں کہ ہم سے ابو عبداللہ ابن حبیب ابن ابی ثابت نے اپنے باپ سے انہوں نے سعید ابن جبیرؓ سے انہوں نے ابن عباسؓ سے بیان کیا حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے عوض ستر آدمی قتل کیے ہیں اور آپ کے نواسے کے عوض ستر ہزار اور ستر ہزار اور قتل کروں گا اور خلف ابن خلیفہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آسمان سیاہ ہو گیا اور دن میں تارے نظر آنے لگے۔ اور محمد ابن صلت اسدی فرماتے ہیں کہ ان سے ربیع ابن ثوری نے اپنے باپ سے روایت کی کہ ایک شخص امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کی خوشخبری لوگوں کے پاس لے آیا۔ پھر میں نے دیکھا تو وہ اندھا ہو گیا تھا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر چلایا جاتا تھا۔ اور یعقوب ابن سفیان فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن حرب نے بیان کیا کہ ان سے حماد ابن زید نے معمر سے روایت کی انہوں نے کہا کہ حضرت زہری پہلے پہل یوں مشہور ہوئے کہ انہوں نے ولید ابن عبدالملک کے دربار میں گفتگو کی۔ ولید نے دریافت کیا کہ تم میں کون شخص یہ جانتا ہے کہ امام حسینؓ کی شہادت کے دن بیت المقدس کے پتھروں کا کیا حال ہوا تو زہری نے فرمایا مجھے روایت پہنچی ہے کہ کوئی پتھر اٹھایا نہیں جاتا تھا، مگر اس کے نیچے سے خون تازہ نکلتا تھا اور ابن معین فرماتے ہیں کہ ان سے بیان کیا جریر نے اور ان سے یزید ابن زیاد نے کہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانے میں میں چودہ سال کا تھا، فوج میں جو ورس[ف] تھا وہ راکھ بن گیا تھا اور افق آسمان سرخ ہو گیا تھا اور فوج میں ایک اونٹ ذبح کیا گیا، دیکھا کہ اس کے گوشت میں سے آگ نکلتی ہے۔ اور حمیدی اور ابن عیینہ سے اور وہ اپنی دادی سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتی تھیں واللہ میں نے ورس کو راکھ بنا ہوا دیکھا اور گوشت کے اندر میں نے آگ دیکھی جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور ابن عیینہ

ف ایک گھاس ہے جو شکل تل کے ہوتی ہے ۱۲

فرماتے ہیں کہ مجھ سے میری دادی نے بیان کیا کہ دو شخص جعفی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل میں شریک ہوئے تھے، ان میں سے ایک کا ذکر یہاں تک لمبا ہوگیا تھا کہ وہ اُسے لپیٹتا تھا اور دوسرا اچھال میں منہ لگا کر سارا پانی پی لیتا تھا۔ حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان میں سے ایک کے بیٹے کو دیکھا ہے، وہ مجنون تھا۔ اور حماد ابن جمیل ابن مرہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن آپ کی فوج سے کچھ اونٹ پکڑے گئے اس میں سے ذبح کر کے لوگوں نے پکایا تو وہ اندرائن کی مانند کڑوا تھا، اس میں سے کچھ بھی نہ کھا سکے۔ قرہ ابن خالد سدوسی نے ابی رجا عطاردی سے روایت کی ہے انہوں نے کہا اُس علیؓ گھرانے والوں کو گالی مت دو کیونکہ ہمارا ایک پڑوسی بلجیم سے ہوتا تھا وہ ہمارے یہاں کوفہ سے آیا۔ اس نے کہا تم اس فاسق ابن فاسق علیؓ کو نہیں دیکھتے ہو۔ خدا اسے ہلاک کرے۔ اللہ نے دو ستارے اس کی آنکھوں میں پھینک مارے اور دونوں آنکھیں اس کی پھوٹ گئیں۔ اور ثعلب نے مجھ سے بیان کیا کہ ان سے عمر ابن سبتہ نمیری نے کہا ان سے عبید ابن خبادہ نے کہا کہ مجھ سے عطاء ابن مسلم نے بیان کیا کہ سدی نے کہا کہ میں کربلا میں گیا تاکہ کپڑا فروخت کروں، جلی کے ایک بوڑھے نے ہمارے واسطے کھانا پکایا۔ اور رات کا کھانا ہم نے اس کے ساتھ کھایا۔ ہم نے امام حسینؓ رضی اللہ عنہ کے قتل کا ذکر کیا اور کہا جو اُن کے قتل میں شریک ہوا وہ بُری حالت سے مرا۔ اُس نے کہا۔ اے اہل عراق تم بڑے جھوٹے ہو، میں بھی تو اس قتل میں شریک تھا۔ کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ وہ شخص چراغ کے پاس گیا تاکہ اس کی بتی ٹھیک کرے چنانچہ تیل ڈالکر بتی آگے بڑھاتا تھا کہ اس بتی میں آگ لگ گئی اُسے تھوک سے بجھانے لگا تو داڑھی میں آگ لگ گئی اور بھڑک اٹھی اس نے اپنے آپ کو پانی میں گرایا پھر میں نے اُسے دیکھا تو وہ مانند کوئلہ کے سیاہ ہو گیا تھا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں۔ کہ اگر میں امام حسینؓ سے جنگ کرنے والوں میں ہوتا اور پھر جنت میں داخل کیا جاتا تو مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک دیکھتے ہوئے شرم آتی۔ اور حماد ابن سلمہ نے عمارہ ابن ابی عمار سے اور انہوں نے عبداللہ ابن عباسؓ

سے روایت کی ہے۔ فرمایا میں نے نبی علیہ السلام کو دوپہر میں خواب میں دیکھا۔ آپ غبار آلودہ پیادہ پا تھے۔ آپ کے بال بکھرے ہوئے تھے، اور آپ کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی جس میں خون تھا۔ میں نے کہا، آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یا رسول اللہ ؐ یہ کیا ہے۔ فرمایا یہ حسینؓ اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں تمام روز اسے اکٹھا کرتا رہا اور آج اکٹھا کر چکا ہوں۔ چنانچہ اسی دن حضرت شہید ہوئے تھے اور حماد ہی نے عمار سے اور انہوں نے ام سلمہؓ سے روایت کی ہے فرماتی تھیں کہ جنوں کو میں نے امام حسینؓ پر روتے سُنا۔ اور ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد ابن عبداللہ انصاری نے کہا کہ ان سے قرہ ابن خالدؒ نے بیان کیا کہ ان سے عامر ابن عبد الواحد شہر ابن حوشب نے روایت کی انہوں نے کہا کہ میں حضرت ام سلمہؓ زوجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا مجھے چیخنے کی آواز آئی اور آگے آیا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا۔ انہوں نے فرمایا امام حسین شہید ہوئے یہ کام جن لوگوں نے کیا خدا تعالیٰ ان کے گھر آگ سے بھر دے اور بیہوش ہو کر گر پڑیں اور ہم ان کے پاس سے اٹھ گئے۔ اور ابو خالد احمر نے بیان کیا کہ مجھ سے زرینؒ نے کہا کہ ان سے سلمیٰ نے بیان کیا کہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی، وہ رو رہی تھیں۔ میں نے کہا کیا چیز آپ کو رلا رہی ہے۔ فرمایا میں نے نبی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، آپ کے سر پر اور ریش مبارک پر خاک پڑی تھی، میں نے کہا یا رسول اللہ ؐ آپ کو کیا ہوا۔ فرمایا میں حسینؓ کے مقتل میں گیا تھا، اور ابو البشیر ابن محمد تمیمی نے بیان کیا کہ مجھ سے احمد ابن محمد مصقلی نے کہا کہ مجھ سے میرے باپ نے بیان کیا کہ جب امام حسینؓ ابن علی شہید ہوئے تو ایک شب ایک منادی کو یہ اشعار ندا کرتے سُنا۔ اس کی آواز سُنائی دیتی۔ وہ نظر نہیں آتا تھا۔

عقرت ثمود ناقۃ فاستوصلوا وجرت سوانحهم بغیر الاسعد

رسول اللہ اعظم حرمۃ واجل من ام الفصیل المقعد

عجبا لهم اتوا لم یمسخوا واللہ یملی للطغاۃ الجحد

(ترجمہ) ثمود نے ناقہ (صالح) کی کونچیں کاٹیں اور تباہ و برباد ہوئے، اور ان کے منحوس واقعات جاری ہوئے اور اولاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رتبہ میں بہت بزرگ و برتر ہے (صالحؑ کی) اس اونٹنی سے جو بوجہ کونچیں کاٹے ڈالنے کے بٹھلا دی گئی تھی۔

(یعنی کھڑی نہ ہو سکتی تھی) تعجب ہے ان پر کہ جب انہوں نے ایسے کام پر پیش قدمی کی تو وہ مسخ نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان سرکش منکروں سے دوزخ کو بھر دے۔

اور حضرت زبیر نے ابن عیینہ سے اور وہ جعفر ابن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی اٹھاون سال کی عمر تھی۔ زبیر ابن بکار کہتے ہیں پہلی روایت آپ کی عمر میں زیادہ مضبوط ہے۔ یعنی چھپن سال اور زبیر ابن بکار نے کہا یہ واقعہ عاشورہ کے روز ۶۱ھ میں ہوا، اسی طرح لیث ابن سعد اور ابو بکر ابن ایاس اور ابو نفر مدنی اور واقدی اور خلیفہ اور اور لوگوں نے بھی بیان کیا ہے اور واقدی نے کہا یہی روایت میرے نزدیک زیادہ قابلِ وثوق ہے اور یہ بھی کہا کہ آپ کی عمر پچپن سال کی تھی اور کچھ مہینے اور بعضوں نے کہا ہے ۶۰ھ کے اخیر دن آپ کی شہادت ہوئی اور اس کے سوا دوسرے قول بھی ہیں۔ میں کہتا ہوں ابن مری نے قتل حسین رضی اللہ عنہ کا قصہ طویل بیان کیا ہے جیسے ابن سعد نے واقدی اور اپنے دیگر مشائخ سے روایت کیا، میں نے اس کا اختصار کر لیا ہے کہ اگلے واقعات سے کفایت ہے۔ جن اسانید حسان سے نقل کیا گیا ہے۔

حکایت (۵۵۵) حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپؐ ہشیم رحمۃ اللہ علیہ سے فرما رہے تھے اے ہشیم! اللہ تعالیٰ تمہیں میری امت کی جانب سے جزائے خیر عطا کرے۔

حکایات منتخب از تذکرۃ الحفاظ

حکایت (۵۵۶) حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ امام تھے فقیہ اور مجتہد تھے سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتے تھے بڑی شان والے تھے، جری اور مضبوط دل رکھنے والے تھے، حجت تھے۔ حافظ تھے۔ اللہ تعالیٰ کے مطیع عابد تھے، اور اس کی جانب رجوع کرنے والے۔ توبہ کرنے والے تھے۔

حکایت (۵۵۷) حضرت عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی عدل اور زہد کے ساتھ مثال دی جاتی ہے اور حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا خلفاء پانچ ہیں ابو بکر، عمر، عثمان، علی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم اجمعین۔

حکایت (۵۵۸) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کی تعلیم کے واسطے آئے تھے اور آخر میں ہم نے ان سے تعلیم حاصل کی، اور میمون ابن مہران فرماتے ہیں کہ علماء حضرت عمر ابن عبد العزیز کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے، اور لوگوں نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے تو آپ کے پاس سے شعراء اور خطباء ہٹ گئے اور بجائے ان کے زہاد اور علماء قائم ہوتے اور یہ لوگ فرماتے تھے کہ جب تک ان کا فعل ان کے قول کے مخالف نہ ہو ہم ان سے جدا نہیں ہو سکتے۔

حکایت (۵۵۹) ضمرہ ابن ربیعہ سری نے ابن یحییٰ سے اور انہوں نے حضرت ریاح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سہارا دیئے چل رہے تھے، میں نے کہا یہ بڑا ظالم ہے، جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ سے دریافت کیا یہ کون شخص تھا۔ انہوں نے فرمایا کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا۔ میں نے کہا ہاں، فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم نیک اور صالح آدمی ہو وہ میرے بھائی حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ مجھے خوشخبری دی گئی کہ عنقریب میں حاکم بنوں گا اور عدل کروں گا۔ اس روایت کو یعقوب فسوی نے اپنی تاریخ میں محمد ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ ابن ضمرہ سے روایت جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

حکایت (۵۶۰) معاویہ رحمۃ اللہ علیہ ابن صالح فرماتے ہیں کہ مجھ کو سعید ابن سوید رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے انہیں جمعہ کی نماز پڑھائی اور پھر بیٹھے ان کے کرتہ میں پیوند لگا تھا، آپ سے کہا گیا کہ آپ کو اللہ نے بہت کچھ مال عطا کیا ہے اگر آپ لباس بنا لیتے تو اچھا ہوتا۔

حکایت (۵۶۱) حضرت مالک ابن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ مجھے زاہد کہتے ہیں واقع میں زاہد تو حضرت عمر ابن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کے پاس دنیا آئی اور انہوں نے ترک کر دی۔

حکایت (۵۶۲) حضرت اسماعیل ابن عیاش، عمرو ابن مہاجر سے روایت کرتے ہیں فرماتے تھے کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کے اہل کا نفقہ ہر روز دو درہم تھا۔

حکایت (۵۶۳) حضرت مغیرہ ابن حکیم کہتے ہیں کہ مجھ سے فاطمہ بنت عبد الملک ابن مروان زوجۂ عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے زیادہ

وضو نماز والے لوگ اور بھی ہوں گے لیکن اپنے رب سے ڈرنے والا ان سے زیادہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ جب عشا کی نماز پڑھ چکتے تو مسجد میں بیٹھ جاتے۔ پھر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے اور روتے رہتے۔ حتیٰ کہ نیند کا غلبہ ان پر ہو جاتا۔ پھر بیدار ہوتے اور اسی طرح دعا کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ پھر آنکھ لگ جاتی ہر رات یہی کیا کرتے تھے۔

حکایت (۵۶۴) اور حضرت فاطمہ زوجہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضرت عمر ابن عبد العزیز رضؓ نے جب سے خلیفہ ہوئے، غسل جنابت نہیں کیا یعنی کبھی ضرورت ہی غسل کی نہ ہوتی۔

حکایت (۵۶۵) حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ مجھ سے عمر ابن عبد العزیزؒ نے دریافت فرمایا میری نسبت لوگ کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا لوگ کہتے ہیں کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے، فرمایا مجھ پر جادو نہیں کیا گیا ہے پھر آپ نے ایک غلام کو بلایا اور فرمایا تجھ پر افسوس ہے کس چیز نے تجھے مجھ کو زہر پلانے پر آمادہ کیا۔ اس نے کہا ہزار دینار مجھے دیئے گئے اور آزاد کیے جانے کا وعدہ کیا گیا۔ فرمایا وہ ہزار دینار لے آ۔ اس نے حاضر کیے۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ان ہزار دینار کو بیت المال میں داخل کیا اور اس سے کہا۔ ایسی جگہ چلا جا جہاں تجھے کوئی نہ دیکھ سکے۔

حکایت (۵۶۶) نقل ہے کہ خلیفہ مکتفی باللہ نے ارادہ کیا کہ ایک وقف کرے جس پر علماء کے اقوال مجتمع ہوں اور متحد ہوں، راوی کہتے ہیں کہ اس کام کے لیے خلیفہ کے پاس ابن جریر حاضر کیے گئے آپ نے اس کے متعلق ایک کتاب تالیف کی، آپ کے واسطے انعام تجویز کیا گیا۔ آپ نے قبول نہ کیا۔ آپ سے کہا گیا کہ قضائے حاجت کی بھی ضرورت ہے فرمایا میں امیر المومنین سے سوال کرتا ہوں کہ جمعہ کے روز سوال کرنے سے سائلوں کو منع کیا جائے۔ چنانچہ خلیفہ نے یہ حکم کیا۔ اسی طرح وزیر نے ان سے درخواست کی کہ اس کے واسطے فقہ میں ایک کتاب لکھے، آپ نے ان کے واسطے کتاب الخفیف تحریر کی۔ وزیر نے آپ کے پاس ہزار دینار بھیجے۔ آپ نے لوٹا دیئے۔

حکایت (۵۶۷) ابو بکر ابن بابویہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام الائمہ ابن خزیمہؒ سے

سُنا ہے فرماتے تھے کہ میں ادیم زمین پر محمد ابن جریر سے بڑا عالم نہیں جانتا ہوں۔ ان پر حنابلہ نے ظلم کیا۔ ابو محمد فرغانی فرماتے ہیں کہ محمد ابن جریرؒ پر اللہ تعالےٰ کے معاملے میں کسی کی ملامت کا کچھ اثر نہیں ہوتا تھا۔ باوجودیکہ بہت ستائے گئے، لیکن اہل دین و اہل علم تو ان کے علم کے منکر نہ تھے۔ نہ اُن کے زہد کے منکر تھے نہ آپ کے ترک دنیا کے منکر تھے، نہ آپ کی قناعت کے منکر تھے۔ آپ کے والد نے طبرستان میں جو ورثہ چھوڑا تھا اس میں سے جو کچھ حصہ آتا تھا اس پر اکتفا کرتے تھے۔ اور حضرت محمد ابن جریر طبری پر قضا پیش کی گئی۔ آپ نے انکار کر دیا۔

حکایت (۵۶۸) امام فرغانی فرماتے ہیں کہ امام محمد ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے جوان ہو کر شہر آملؔ سے دیگر بلاد کی طرف سفر کیا اور ان کے والد دوران سفر میں ان کی مالی امداد فرماتے رہے۔ وہ فرماتے تھے کہ وہ ہمیشہ... اپنی زندگی میں میرے پاس شہروں میں کچھ نہ کچھ بھیجتے رہتے تھے۔ جب میرے پاس آتے تو کہا، مجھ کو والد کے نفقہ نے دیر کی حتیٰ کہ میں نے قمیص کے ہر دو آستین فروخت کر دیئے۔

حکایت (۵۶۹) ابن حازم اعرج رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ ابن حسینؓ زین العابدین سے زیادہ افضل ہاشمیین میں کسی کو نہیں دیکھا اور ابن مسیبؓ فرماتے ہیں میں نے ان سے زیادہ پرہیزگار کسی کو نہیں دیکھا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ وہ دن رات میں اپنی وفات تک ہر روز ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا اتنی عبادت کی وجہ سے ان کا نام زین العابدینؓ رکھا گیا تھا۔ حضرت فضیل ابن غزوانؒ نے حضرت زین العابدینؓ سے روایت کی ہے فرمایا جو شخص ہنستا ہے وہ علم تھوکتا ہے۔ اور آپ ہی سے مروی ہے، فرمایا جب بدن بیمار نہیں ہوتا تو وہ بہت بُرا ہے اور آپ ہی سے روایت آئی ہے کہ آپ چھپا کر بہت سخاوت کیا کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہ۔

حکایت (۵۷۰) حضرت عمران ابراہیم ابن یزید ابن قیس بن اسود کوفی مخلص علماء میں سے تھے، مغیرہ کہتے ہیں لوگ ابراہیم سے ایسی ہیبت کھاتے ہیں جیسے کہ امیر سے

؎ فی القاموس آمل بلدۃ فی طبرستان منہا الامام محمد ابن جریر الطبری والفضل بن احمد الزہری ۱۲ محمد عمر جنجوہی۔

اور اعمش کہتے ہیں کہ بسا اوقات میں ابراہیم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھتا تھا پھر ہمارے پاس کچھ دیر آکر بیٹھتے تھے، اس طرح پر گویا مریض ہیں، اور فرمایا کہ ابراہیم حدیث کے صراف تھے۔ یعنی حدیث پرکھنے والے تھے اور شہرت سے بچتے تھے اور ستون سے تکیہ لگا کے نہیں بیٹھتے تھے، اور حضرت شعبی کو جب ابراہیم کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمایا انہوں نے اپنے بعد اپنا مثل نہیں چھوڑا۔

حکایت (۵۷۱) ہنیدہ زوجۂ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتی ہیں کہ حضرت ابراہیم ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے اور حضرت ابراہیم سے کئی طرق سے مروی ہے کہ آپ علم میں کلام نہیں کرتے تھے۔ جب تک کہ آپ سے سوال نہیں کیا جاتا تھا۔ اور ابن عون نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ فرمایا پہلے لوگ ؏ برا جانتے تھے کہ جب جمع ہوں تو اچھی اچھی باتیں جو انہیں یاد ہیں بیان کریں۔

حکایت (۵۷۲) اصبغ ابن یزید نے قاسم ابن ابی ایوب سے روایت کیا ہے فرمایا کہ حضرت سعید ابن جبیرؒ رات کو رویا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ بوڑھے ہوگئے اور انہیں سنا گیا کہ وہ اس آیت کو بیسؔ بار سے زیادہ دہراتے تھے واتقوا یوماً ترجعون فیہ الی اللہ یعنی اس دن سے ڈرو جس دن تم اللہ کی طرف رجوع کروگے۔ اور نقل ہے کہ حضرت سعید ابن جبیرؒ ایک شب کو کعبہ کے اندر کھڑے ہوئے اور ایک ہی رکعت میں سارا قرآن شریف ختم کر دیا، اسے حماد بن ابی سلیمان نے ان سے روایت کیا ہے۔ اور عبدالملک بن ابی سلیمان نے حضرت سعید ابن جبیر سے نقل کیا ہے کہ آپ ہر دو راتوں میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے۔

حکایت (۵۷۳) حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمرو بن میمون نے ایک سو حج اور عمرے کیے اور جب روایت کرتے تھے تو اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور حضرت ابراہیم فرماتے ہیں کہ عمرو ابن میمونؒ جب بہت بوڑھے ہوگئے تو ان کے واسطے

؏ یعنی محض بغرض اظہار علمیت و افتخار بلا کسی مفاد کے معلومات کا اظہار نہ فرماتے اور ممکن ہے کہ چونکہ بلا طلب اور بغیر حاجت کسی چیز کے حصول کی ..... وقعت اور قدر نہیں ہوتی۔ لہٰذا بلا ضرورت بغیر طلب کے قیمتی باتوں کا بیان کرنا مناسب سمجھتے تھے ۱۲ محمد عمر گنگوہی

دیوار میں ایک میخ گاڑ دی گئی تھی جب نماز میں کھڑے کھڑے تھک جاتے تھے تو اس میخ سے سہارا لیتے تھے۔

حکایت (۵۷۴) حضرت ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے باپ یعنی عروہ ابن زبیرؓ ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور روزہ ہی میں وفات پائی اور ابن شوذب کہتے ہیں کہ عروہ رضی اللہ عنہ ہر روز قرآن میں جس قدر تلاوت کرتے تھے رات کو نماز میں اُسے پڑھتے تھے۔ اسے کبھی نہیں چھوڑا۔ صرف ایک شب جس میں کہ آپ کا پاؤں کاٹا گیا تھا۔ کیونکہ اس میں آکلہ پڑ گیا تھا۔ اُسے آپ نے ترشوایا۔

حکایت (۵۷۵) حضرت عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن جریج رضی اللہ عنہ سے زیادہ عمدہ نمازی کسی کو نہیں دیکھا جب میں انہیں دیکھتا تھا تو سمجھتا تھا کہ یہ خدا سے ڈرتے ہیں۔

حکایت (۵۷۶) ابن عاصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن جریج رضی اللہ عنہ بڑے عابد تھے، ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ صرف مہینے میں تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ اور آپ کی بیوی بھی عابدہ تھیں۔

حکایت (۵۷۷) امام ذہبی فرماتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ امام عرفت تھے، پرہیزگار، عالمِ باعمل اور عابدِ کبیر الشان تھے۔ سلطان کے عطایا قبول نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ تجارت سے کمائی کرتے تھے۔

حکایت (۵۷۸) حضرت ابوداؤد طیالسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ہشام دستوائی علمِ حدیث میں امیر المؤمنین ہیں اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ آپ سے زیادہ اثبت کوئی نہ تھا، اگرچہ آپ کا مثل ممکن ہے کہ اور بھی کوئی ہو۔ یعنی حضرت ہشام دستوائی کا اور حضرت شاذ ابن فیاض فرماتے ہیں کہ حضرت ہشام دستوائی رضی اللہ عنہ اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھیں خراب ہوگئیں اور حضرت ہشام فرمایا کرتے تھے کہ کاش ہم حدیث شریف کی روایت کرنے سے چھوٹ جاتے اور فرمایا مجھے عالم پر تعجب ہے کہ وہ کیونکر ہنستا ہے۔

حکایت (۵۷۹) حضرت فلاس کہتے ہیں کہ حضرت ابومحمد سلیمان رضی اللہ عنہ کو ان کی سچائی کی وجہ سے مصحف کہا جاتا تھا۔ اور حضرت یحییٰ قطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

کہ حضرت اعمش رحمتہ اللہ علیہ اسلام کی علامت تھے۔ اور حضرت جرمی کہتے ہیں کہ حضرت اعمش نے اپنے پیچھے اپنے سے زیادہ اللہ کی عبادت کرنے والا نہیں چھوڑا اور حضرت وکیع نے فرمایا حضرت اعمش ستر سال کے قریب ایسے رہے کہ اُن سے تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

حکایت (۵۸۰) حضرت ابن خزیمہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو حازم سلمہ ابن دینار مخزومی رحمتہ اللہ علیہ کے مثل ان کے زمانے میں کوئی نہ تھا اور عبدالرحمان ابن زید ابن مسلم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ حکمت اس کے منہ میں ابو حازم سے زیادہ قریب ہو اور یعقوب بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو حازمؒ سے روایت کی ہے فرمایا جس کام سے موت تیرے نزدیک ناپسند ہوتی ہے وُہ کام چھوڑ دینا پھر تجھے ضرر نہیں جب کبھی تو مرے۔ اور ابو غسان محمد مطرف فرماتے ہیں کہ مجھے ابو حازمؒ نے خبر دی، فرمایا جب بندہ اپنے اور اپنے پروردگار کے درمیان کا تعلق ٹھیک اور اچھا کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا تعلق لوگوں کے ساتھ بھی اچھا فرما دیتا ہے اور جب اللہ کے اور اپنے درمیان کا تعلق بگاڑ لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے تعلقات بھی بگاڑ دیتے ہیں۔ ایک کا راضی اور خوش کر لینا سارے لوگوں کے خوش کرتے پھرنے سے اچھا ہے۔ اور خلیفہ ہشام نے ابو حازم رحمتہ اللہ علیہ سے پوچھا اس کام سے نجات کی کیا صورت ہے۔ یعنی بادشاہت میں کوئی گرفت نہ ہو۔ فرمایا آسان ہے، سوائے حلال کے کوئی شئی نہ لی جائے اور اُسے حق کے سوا کہیں خرچ نہ کرے۔ یہ بہتر ہے اس شخص کے واسطے جس کی اللہ تعالےٰ نے مدد فرمائی اور اسے خواہش نفسانی سے سلامت رکھا..... اور نفس اس کا فقیہ ہو گیا۔

حکایت (۵۸۱) حضرت یزید ابن ابی حبیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں کسی اپنے بھائی کو اپنے اوپر دوبارہ خفا ہونے نہیں دیتا۔ بلکہ جس بات کو وُہ ناپسند کرتا ہے۔ میں اُسے چھوڑ دیتا ہوں۔

حکایت (۵۸۲) حضرت سعید ابن عفیر ابو خالد مرادی نے فرمایا کہ ریان ابن عبدالعزیز نے حضرت یزید ابن ابی حبیب کے پاس قاصد بھیجا کہ میرے پاس آؤ میں کچھ علمی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا تم ہی میرے پاس آجاؤ۔ کیونکہ

تمہارا میرے پاس آنا تمہارے واسطے بہتر ہے، اور میرا تمہارے پاس آنا تمہارے حق میں عیب ہے۔

حکایت (۵۸۳) حضرت ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ابن منکدر معدن صدق تھے، آپ کے پاس صالحین جمع ہوتے تھے، اور حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن منکدرؒ حافظ حدیث تھے اور حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن منکدرؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کی سماعت کی ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ابن منکدرؒ سید القراء تھے۔ میں کہتا ہوں آپ کے ثقہ اور علم وعمل میں مقدم ہونے پر اجماع ہے، اور آپ عطاء رضی اللہ عنہ کے طبقہ میں ہیں۔ لیکن آپ کی وفات دیر میں ہوئی۔ نقل ہے کہ ایک شب حضرت منکدرؒ نے تہجد پڑھی اور بہت روئے، آپ سے بھائیوں نے دریافت کیا۔ فرمایا میں نے یہ آیت تلاوت کی تھی وبدا لھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون الآیۃ یعنی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ شی ظاہر ہوگی جس کا وہ گمان نہیں کرتے تھے۔ نقل ہے جب آپ کی وفات قریب ہوئی تو بہت گھبرائے اور فرمایا میں اس آیت سے ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی بات ظاہر ہو جس کا میں گمان نہیں کرتا ہوں۔ حضرت ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ ابن منکدر کا ایک ہمسایہ مبتلائے مصیبت تھا اور حضرت ابن منکدر جب اپنے ہمسایہ کی مصیبت زدہ آواز سنتے تو شکر کے ساتھ آواز بلند کرتے۔ اور حضرت ابن منکدر سے روایت ہے فرمایا میں نے اپنے نفس پر چالیس سال تک مصیبت جھیلی، اور میں نے ابو الفضل اسدی سے سُنا ہے اور انہوں نے ابن جلیل سے کہ ان کو ابو المکارم معدل نے خبر دی ہے اور ان سے ابو علی مقری نے بیان کیا اور ان سے ابو نعیم نے اور ان سے ابو علی صواف نے اور ان سے ابو اسماعیل ترمذی نے اور ان سے عبد العزیز اویسی نے اور ان سے امام مالکؒ نے بیان کیا کہ ابن منکدر سید القراء تھے۔ جب کبھی کوئی ان سے حدیث دریافت کرتا تھا تو روتے تھے۔

حکایت (۵۸۴) غالب قطان نے بکر ابن عبد اللہ سے روایت کی ہے۔ فرماتے ہیں جو شخص اپنے زمانہ کا سب سے بڑا عابد دیکھنا چاہے تو ثابت بنانی کو دیکھے ہم نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جو ان سے زیادہ عابد ہو۔ اور جو اپنے زمانہ کا سب سے

بڑا حافظ دیکھنا چاہے تو قتادہ کو دیکھے، اور روح نے شعبہ سے روایت کی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ دن رات میں ایک قرآن شریف ختم کرتے تھے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور حماد ابن زید نے فرمایا کہ میں نے ثابت بنانی کو روتے دیکھا حتیٰ کہ ان کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہوگئیں اور جعفر ابن سلیمان نے فرمایا کہ حضرت ثابت بنانی اس قدر روئے قریب تھا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ انہیں رونے کی نسبت نصیحت کی گئی۔ فرمایا آنکھیں نہ روئیں تو ان میں خوبی ہی کیا ہے اور اس کے تدارک سے انکار کیا۔

حکایت (۵۸۵) حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے طلب علم میں نشو و نما پائی۔ آپ کے والد ماجد فقیر تھے اور حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو سو سو[ع] یکے بعد دیگرے دیا کرتے تھے۔ اور حضرت امام مزنی رح فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ حدیث شریف کی اتباع میں سب فقہاء سے بڑھے ہوئے تھے اور حضرت یحییٰ ابن یحییٰ تمیمی فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو یوسف کو سُنا کہ اپنی وفات کے وقت فرماتے تھے کہ میں نے جسقدر فتوے دیئے ہیں ان سب سے میں نے رجوع کیا مگر وہ جو کتاب و سنت کے موافق ہیں، ایک روایت میں ہے مگر وہ جو قرآن شریف میں ہیں اور مسلمانوں نے اس پر اجماع کیا ہے اور ابو اسحاق ابراہیم ابن ابی داؤد برنسی نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے فرمایا اصحاب الرائے میں امام ابو یوسف رح سے زیادہ حدیثیں جاننے والا اثبت دوسرا کوئی نہیں۔

حکایت (۵۸۶) اور حضرت عباس رح نے ابن معین سے روایت کی ہے، فرماتے تھے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ صاحب حدیث اور صاحب سنت تھے اور حضرت ابن سماعہ رح فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ بعد قاضی ہونے کے دن میں دو سو رکعت نماز پڑھتے تھے اور امام احمد رح نے فرمایا کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے

حکایت (۵۸۷) حضرت امام ذہبی رح فرماتے ہیں کہ واللہ میں حضرت عبد اللہ ابن مبارک رح سے حُبّ فی اللہ رکھتا ہوں اور ان کی محبت پر ثواب کی امید رکھتا ہوں کیونکہ انہیں حق تعالیٰ نے تقوٰی عبادت، اخلاص، جہاد، وسعتِ علم، اتقان جوانمردی سارے صفاتِ حمیدہ عطا فرماتے تھے

حکایت (۵۸۸) حضرت شعیب ابن حرب فرماتے ہیں اگر میں اپنی ساری ہمت کوشش صرف کروں اور چاہوں کہ سال میں تین دن حضرت عبد اللہ ابن مبارک کے مثل

ع یہ نہیں معلوم کہ دینار سو سو دینار دیتے تھے یا درہم ۱۲

ہو جاؤں تو میں نہیں ہو سکتا۔ اور ابو اسامہ فرماتے ہیں کہ ابن مبارک حدیث میں امیر المومنین ہیں۔ اور حضرت حسن ابن عیسٰی ابن سرجس فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب جمع ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت کی عبادات کا شمار کرو، کہا ان میں بہت سی عادتیں جمع ہیں۔ علم، فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شجاعت، کشائش، فصاحت، قیام لیل، عبادت حج، غزو، بیکار باتوں سے بچنا انصاف اور اپنے اصحاب سے خلاف کم کرنا۔

حکایت (۵۸۹) حضرت علی ابن حسن ابن شقیق فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک شب مسجد سے نکلنے کے قصد سے اٹھ کھڑا ہوا وہ رات بہت سرد تھی، آپ نے مجھ سے ایک حدیث کا ذکر فرمایا، میں نے بھی ایک حدیث بیان کی۔ پھر آپ حدیث شریف کا تذکرہ فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ موذن صبح کی اذان کے واسطے آپہنچا اور اس نے اذان کہی۔

حکایت (۵۹۰) حضرت نعیم ابن حماد فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مبارک رح جب کتاب الزہد پڑھتے تھے تو ایسا حال ہوتا تھا کہ مثل ذبح کیے ہوئے بیل کے تڑپتے تھے اور کلام نہیں کر سکتے تھے۔

حکایت (۵۹۱) حضرت ابو مزاحم رح خاقانی فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسن ابن عبدالوہاب وراق نے فرمایا کہ اپنے والد عبدالوہاب وراق کو میں نے کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا صرف مسکرایا کرتے تھے۔ نہ میں نے انہیں کبھی دل لگی کرتے دیکھا۔ ایک بار مجھے میری والدہ کے ساتھ ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمانے لگے صاحب قرآن ایسا ہنستا ہے؟ اور حضرت امام احمد بن حنبل رح نے عبدالوہاب کا ذکر کیا، فرمایا خدا انہیں عافیت دے ویسا آدمی بہت کم دیکھا گیا ہے۔ میں کہتا ہوں وہ امام احمد رح کے ساتھ بہت خصوصیت رکھتے تھے اور حضرت مروزی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام احمد رح سے سنا فرماتے تھے کہ عبدالوہاب بہت صالح آدمی ہیں۔ انہیں کا سا آدمی حق کے پانے کی توفیق عطا کیا جاتا ہے۔

حکایت (۵۹۲) حضرت حاکم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر ابن علک سے سنا ہے فرماتے تھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا جب انتقال ہوا تو اپنے پیچھے خراسان میں ابو عیسٰی کے مثل کسی کو نہ چھوڑا، نہ علم میں نہ حفظ میں نہ اتقاء اور زہد میں۔ حضرت ابو عیسٰی خوف الٰہی سے اس قدر روئے کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں اور کئی سال تک نابینا رہے۔

حکایت (۵۹۳) حضرت ابوبکر صنبعی فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ابن نصر امام وقت ہیں، ان سے اچھی نماز پڑھنے والا کوئی میری نظر سے نہیں گذرا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ نماز میں ایک بھڑ ان کی پیشانی پر آ بیٹھی اور اس کے ڈنک لگانے سے خون بہنے لگا، مگر آپ نے حرکت نہیں کی اور ابن حزم فرماتے ہیں کہ حضرت محمد ابن نصر کے کان پر نماز میں مکھی بیٹھ جاتی اور خون بہنے لگتا لیکن اُسے ہنکاتے نہ تھے۔ ان کی نماز کی خوبی اور ان کے خضوع و خشوع سے ہم تعجب کرتے تھے۔ وہ اپنی ٹھوڑی کو سینہ پر رکھ کر مثل لکڑی کے کھڑے ہوتے تھے۔ اور بہت خوبصورت تھے، گویا ان کے چہرے پر انار کے دانے نچوڑ دیئے گئے ہیں۔ ریش مبارک سفید تھی۔

حکایت (۵۹۴) حضرت محمد ابن عبدالوہاب ثقفی فرماتے ہیں کہ اسماعیل ابن احمد والیٔ خراسان حضرت محمد ابن نصر رحمۃ اللہ علیہ کو سال میں چار ہزار درہم عطا کرتے تھے اور ان کے بھائی اسحاق ابن احمد بھی اسی قدر دیا کرتے تھے، اور اہل سمرقند بھی اسی قدر دیا کرتے تھے وہ سارا آپ بدون عیال کے خرچ کر دیا کرتے تھے۔ لوگوں نے کہا اگر آپ جمع کریں تو اچھا ہو۔ فرمایا مجھے قوت مصر میں ملتی ہے اور کپڑے اور کاغذ میں میرا خرچ سال میں بیس درہم ہیں اور ہمارا گمان یہ ہے کہ اگر یہ جاتا رہا تو وہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ حضرت سلیمانؒ فرماتے ہیں کہ حافظ محمد ابن نصرؒ امام وقت آسمان سے توفیق دیئے گئے ہیں۔

حکایت (۵۹۵) حضرت محمد ابن نصر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مصر سے مکہ معظمہ کے ارادے سے چلا، میرے ساتھ میری ایک لونڈی تھی کشتی غرق ہو گئی اور دو ہزار جزء[ع۵] جاتے رہے اور میں اور وہ لونڈی ایک جزیرے میں جا پہنچے، وہاں ہمیں کوئی نہ ملا اور مجھے شدت کی پیاس لگی اور پانی میسر نہ ہو سکا۔ میں لونڈی کی ران پر سر رکھ کے رضائے موت میں لیٹ گیا۔ ناگاہ ایک شخص میرے پاس ایک پانی سے بھرا ہوا کوزہ لے آیا میں نے بھی پیا اور لونڈی کو بھی پلایا۔ پھر وہ شخص چلا گیا۔ نہ معلوم وہ کہاں سے آیا تھا۔

حکایت (۵۹۶) وزیر ابوالفضل بلعمی کہتے ہیں کہ میں نے وزیر اسماعیل بن احمد سے سُنا، کہتے تھے کہ میں سمرقند میں تھا، اور ظلم پر آمادہ ہو بیٹھا تھا۔ ناگاہ محمد ابن نصر داخل ہوئے۔ میں ان کی تعظیم کے واسطے کھڑا ہو گیا۔ جب وہ نکلے تو مجھ پر میرے بھائی اسحاق خفا ہوئے اور کہا کہ رعیت کے آدمی کے واسطے تو کھڑا ہوتا ہے، میں رات کو سویا تو نبی صلی اللہ

[ع۵] غالباً ان کی تصنیف کے اجزا تھے ۱۲

علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف متوجہ ہوئے اور میرا بازو پکڑ کے فرمایا، تیری اور تیری اولاد کی سلطنت محمد ابن نصر کو تعظیم دینے کی وجہ سے ثابت ہو گئی اور تیرے بھائی کی سلطنت محمد ابن نصر کے استخفاف کی وجہ سے جاتی رہی۔

حکایت (۵۹۷) حضرت بقی ابن مخلّد ثقہ تھے، حجت تھے، عابد، صالح، مجتہد، یادِ الٰہی میں رونے والے تھے، اپنے زمانہ میں اپنا مثل نہیں رکھتے تھے، یہ احمد ابن ابی خثیمہ نے بیان کیا ہے کہ ہم ان کو مکنسہ کے نام سے پکارتے تھے۔ یعنی پناہ کی جگہ۔

حکایت (۵۹۸) حضرت عبد الملک قرطبی نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت بقی ابن مخلد طویل القامت، مالدار تھے، ڈاڑھی والے بہت صبر کرنے والے تھے، بہت متواضع تھے، جنازہ میں ضرور شریک ہوا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں ایک شخص کو جانتا ہوں کہ اسکے طلب علم کے زمانے میں اسکی خوراک کے واسطے کچھ نہیں ملتا تھا اور صرف کرنب کے پتوں پر اسکی اوقات بسر ہوتی تھی وہ شخص خود یہی تھے۔ (اخفاءِ حال کی وجہ سے غائبانہ کلام کیا) (مصحح)

حکایت (۵۹۹) حضرت بقی ابن مخلد سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ میں جس کسی کے پاس گیا پیدل اپنے پاؤں سے چل کر گیا، اور بھی ان سے بہت سی نیکیاں اور عباوات اور ایثار منقول ہیں۔ حتیٰ کہ اپنا کپڑا بھی دے دیتے تھے۔ اور مستجاب الدعوات تھے۔

حکایت (۶۰۰) نقل ہے کہ حضرت بقی ابن مخلدؒ ہر شب تیرہ رکعتوں میں سارا قرآن شریف ختم کرتے تھے، اور ہمیشہ روزے رکھتے تھے اور ستر غزوں میں شریک ہوتے تھے۔

حکایت (۶۰۱) حضرت ابو حاتم رازی فرماتے ہیں کہ میں ۲۱۴ھ ہجری میں بصرہ میں رہا حتیٰ کہ اپنے کپڑے بیچے۔ وہ بھی ختم ہو گئے تو دو دن بھوکا رہا۔ اور اپنے ایک دوست سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا میرے پاس ایک دینار ہے۔ چنانچہ انہوں نے نصف دینار مجھے عنایت کیا۔ ایک بار ہم دریا سے اترے تو ہمارا توشہ ختم ہو چکا تھا۔ تین دن تک ہم چلے اور کچھ نہ کھایا۔ ہم نے اپنے آپ کو گرا دیا۔ ہم میں ایک بوڑھا آدمی تھا وہ بیہوش ہو کر گر پڑا

ع غالباً ان کی تصنیف کے اجزاء تھے ۱۲

ہم نے اسے بلایا... تو اس میں ہوش ہی نہ تھے۔ انہیں چھوڑ کر ہم ایک فرسخ آگے گئے تو میں بے ہوش ہو کر گر پڑا اور میرا ساتھی آگے آ گیا تو ایک کشتی دیکھی وہ لوگ ساحل پر اترے اس نے کپڑے کے اشارے سے بلایا۔ انہوں نے آ کے اُسے پانی پلایا اس نے کہا میرے دو ساتھی ہیں ان کی بھی مدد کرو، میں بیہوش ہو گیا تھا، ناگاہ ایک شخص نے میرے منہ پر پانی چھڑکا۔ پھر پانی پلایا۔ پھر اس بوڑھے کے پاس گئے، ہم کئی روز تک وہاں رہے۔ حتیٰ کہ سانس لوٹ آئی۔ (اللہ اکبر۔ طلب علم کے واسطے کس قدر مصیبتیں برداشت کرتے تھے ۱۲) مصحح ترجمہ۔

حکایت (۶۰۲) حضرت احمد ابن سلمہ نیشا پوری فرماتے ہیں کہ حضرت ہناد رضی اللہ عنہ بہت گریہ و زاری کرتے تھے، ایک روز ہمیں پڑھا کر اُٹھے پھر وضو کر کے مسجد میں آئے اور زوال تک نماز پڑھتے رہے، میں ان کے ہمراہ مسجد میں تھا، پھر گھر گئے اور وضو کر کے آئے اور ظہر کی نماز پڑھائی، پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور عصر تک نماز پڑھتے رہے اور قرآن شریف بلند آواز سے پڑھتے تھے اور بہت روتے تھے، پھر ہمیں عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن میں دیکھ کر پڑھنے لگے یہاں تک کہ میں نے مغرب کی نماز پڑھ لی۔ میں نے ان کے ہمسایہ کے ایک شخص سے کہا کہ یہ شخص عبادت پر کس قدر صابر ہے اس نے کہا ستر برس سے یہ ان کی دن کی عبادت ہے اگر تم ان کی شب کی عبادت دیکھو گے تو کیا کہو گے۔ کبھی نکاح نہیں کیا۔ نہ کوئی لونڈی خرید کر رکھی۔ انہیں راہب کوفہ کہتے تھے۔

حکایات منتخب از کنز العُمّال

حکایت (۶۰۳) مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت سارہ کو ساتھ لے کر ہجرت کی اور انہیں لے کر ایک شہر میں پہنچے جہاں کوئی بادشاہ یا کوئی ظالم تھا اس سے کہا گیا حضرت ابراہیمؑ ایک عورت کو لے جا رہے ہیں جو نہایت حسین اور سب سے زیادہ خوبصورت ہے اس نے آپ کے پاس دریافت کے واسطے آدمی بھیجا کہ اے ابراہیمؑ یہ عورت کون ہے جو تمہارے ہمراہ ہے۔ آپ نے فرمایا میری بہن

ہے پھر حضرت سارہ کے پاس پہنچے اور فرمایا مجھے جھوٹا مت کیجیو، میں نے لوگوں سے کہہ دیا ہے کہ تم میری بہن ہو، واللہ زمین پر میرے اور تمہارے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ پس تم میری دینی بہن ہو۔ چنانچہ اس ظالم نے آدمی بھیج کر حضرت سارہ کو اپنے پاس بلوا لیا۔ اور آپ کے پاس جانے کا قصد کیا، آپ نے بھی وضو کر کے نماز شروع کر دی۔ اور کہا اے اللہ! میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان لائی ہوں اور میں نے اپنے نفس کو زوج کے سوا اوروں سے محفوظ رکھا ہے تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر، اسی وقت وہ دبا لیا گیا اور پاؤں مارنے لگا، پھر حضرت سارہ نے کہا، اے اللہ! اگر مر جائے تو لوگ کہیں گے کہ اس نے اسے قتل کیا ہے۔ یہ کہتے ہی وہ فوراً چھوڑ دیا گیا پھر دوبارہ اس نے آپ کے پاس جانے کا ارادہ کیا، پھر آپ نے وضو کر کے نماز پڑھی اور دعا کی کہ اے اللہ اگر میں تجھ پر اور تیرے رسول پر ایمان رکھتی ہوں اور اپنے نفس کو زوج کے سوا اوروں سے بچاتے رکھتی ہوں تو تو اس کافر کو مجھ پر مسلط نہ کر پھر وہ دبا یا گیا اور زمین پر پاؤں مارنے لگا۔ پھر آپ نے کہا اے اللہ اگر یہ مر جائے گا تو لوگ کہیں گے اس نے قتل کیا ہے۔ پھر چھوڑ دیا گیا، اس بادشاہ نے لوگوں سے کہا واللہ تم میرے پاس شیطان کو لائے ہو، اسے ابراہیمؑ ہی کو لوٹا دو اور ہاجرہ کو انہیں دے دو۔ چنانچہ حضرت سارہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچیں اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالےٰ نے کافر کو کس طرح ذلیل کیا اور ایک لونڈی خدمت کے واسطے عطا کی (بخاریؒ نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے)

حکایت (۶۰۴) مروی ہے کہ حضرت نبی اللہ ایوب علیہ السلام پر اٹھارہ سال تک مصیبت رہی اور آپ بلا میں مبتلا رہے۔ اپنے بیگانوں نے آپ کو چھوڑ دیا۔ مگر ان کے بھائیوں میں سے دو آدمی جو زیادہ خصوصیت رکھتے تھے وہ صبح و شام آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان میں ایک دن ایک نے دوسرے سے کہا تم جانتے ہو حضرت ایوب علیہ السلام نے کوئی ایسا گناہ کیا ہے جو دنیا میں کسی نے نہیں کیا ہے۔ دوسرے ساتھی نے کہا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا اٹھارہ سال سے اللہ نے ان پر رحم نہ کیا اور ان کی بلا دفع نہ فرمائی۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام کے پاس دونوں پہنچے تو اس سے صبر نہ ہوا اور حضرت ایوب علیہ السلام سے وہ واقعہ بیان کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام

نے فرمایا جو کچھ تم کہہ رہے ہو ویسا گناہ تو کوئی مجھے معلوم نہیں، البتہ میں دو شخصوں پر گذرتا تھا جو آپس میں لڑتے تھے۔ پھر اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ میں ان سے انکار کر کے اپنے گھر لوٹ آتا تھا۔ مجھے یہ بُرا معلوم ہوتا تھا کہ اللہ تعالےٰ کا ذکر بے موقع کیا جاتے۔ آپ قضائے حاجت کو جاتے تھے، جب فارغ ہوتے تو آپ کی بیوی صاحبہ آپ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر پہنچاتیں۔ ایک دن آپ نے دیر لگائی اور حق تعالےٰ نے آپ پر اس جگہ پر جہاں آپ قضائے حاجت کو گئے تھے، وحی نازل فرمائی کہ اپنا پاؤں زمین پر مار یئے۔ یہ ٹھنڈا پانی ہے غسل کے واسطے، اور پینے کے واسطے۔ بیوی صاحبہ دیر تک آپ کے انتظار میں کھڑی رہیں۔ آپ جب ان کے سامنے آئے تو حق تعالےٰ نے آپ کی بلا دفع کر دی تھی اور پہلے سے بھی زیادہ خوبصورت ہو رہے تھے۔ جب بیوی صاحبہ نے آپ کو دیکھا تو کہا خدا تم میں برکت کرے تم نے اللہ کے نبی ان مصیبت زدہ ایوبؑ کو بھی کہیں دیکھا، واللہ جب وہ تندرست تھے تو تم سے زیادہ کوئی ان کے مشابہ نہ تھا آپؑ نے فرمایا وہ میں ہی ہوں۔ آپ کے یہاں دو خزانے تھے ایک میں گیہوں اور ایک میں جَو رہتا تھا۔ حق تعالےٰ نے دو ابر بھیجے ان میں سے ایک نے گیہوں کے خزانے پر پہنچ کر اس پر سونا برسایا یہاں تک کہ وہ خزانہ بھر گیا اور باہر نکلنے لگا۔ اور دوسرے ابر نے جَو کے خزانے پر پہنچ کر اس پر چاندی برسائی حتیٰ کہ وہ بھر گیا اور اس میں سے بھی باہر نکلنے لگا۔ اس کو ابن حبان نے مستدرک میں اور دیلمی نے انس سے روایت کیا ہے۔

حکایت (۶۰۵) حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں..... بصرہ کی جامع مسجد میں ایک مجلس پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ چند اصحاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زہد کا اور ان سے جو اسلام کی فتوحات ہو ئیں ان کا اور ان کی عادات کا تذکرہ کر رہے تھے۔ میں ان کے پاس گیا تو ان میں احنف ابن قیس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ بیٹھے تھے، میں نے اُن سے سُنا فرماتے تھے کہ ہم کو عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک فوج میں عراق کو روانہ کیا۔ اللہ تعالےٰ نے ہمارے ہاتھوں سے عراق کو فتح کیا اور شہر فارس کو بھی فتح کیا۔ وہاں ہمیں فارس و خراسان کے کپڑے ملے۔ وہ کپڑے بھی ہم نے ساتھ لے لیے اور ہم نے ان میں سے پہنے جب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے تو آپ نے ہم سے منہ پھیر لیا اور کچھ کلام

ہم سے نہ کیا۔ یہ بات اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑی گراں گزری اور ہم آپ کے صاحبزادے عبداللہ ابن عمر رضی کے پاس گئے وہ مسجد ہی میں بیٹھے تھے اور ان سے اس ظلم کی شکایت کی جو امیرالمومنین عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہم پر ہوا تھا۔ حضرت عبداللہ نے ہم سے کہا کہ حضرت عمر ابن خطاب امیرالمومنین نے تم پر ایسا لباس دیکھا ہے جسے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنا تھا، نہ آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہنا تھا۔ یہ سن کر ہم لوگ اپنے گھروں کو لوٹ آئے اور ان کپڑوں کو اتار کر اپنے معمولی استعمال کے کپڑے جن میں آپ ہمیں پہلے دیکھتے تھے پہنے اور پھر آپ کے یہاں حاضر ہوئے ہمیں دیکھ کر آپ کھڑے ہو گئے اور اس طرح ایک ایک کو دیکھ کر سلام کیا اور ایک ایک سے معانقہ کیا گویا آپ نے ہم سے اس سے پہلے ملاقات ہی نہیں کی، نہ دیکھا۔ ہم نے مال غنیمت آپ کے سامنے پیش کیا، آپ نے ہمارے درمیان برابر تقسیم کر دیا۔ اس غنیمت میں ایک قسم کی سرخ و زرد روٹی جو خبیص کی قسم سے تھی آپ کے سامنے پیش ہوئی آپ نے اُسے چکھا تو وہ بہت خوش ذائقہ اور خوشبودار تھی۔ آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے گروہ مہاجرین و انصار اس کھانے پر تم میں بیٹا باپ کو اور بھائی بھائی کو قتل کرے گا۔ پھر آپ کے حکم سے وہ کھانا ان مہاجرین و انصار کی اولاد کو پہنچایا گیا جن کے باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رُوبرو شہید ہوئے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور منہ پھیر کر چلے اور انہیں اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے، اے گروہ مہاجرین و انصار اس شخص کے زہد و تقوای کو اور حلیے کو کیا دیکھتے ہو۔ جب کہ حق تعالےٰ نے اس شخص کے ہاتھ سے کسریٰ اور قیصر کا ملک اور اطراف مشرق و مغرب کو فتح کیا ہے اور عرب و عجم کے وفد ان کے پاس آتے ہیں اور انہیں اس حالت میں دیکھتے ہیں کہ ان کے بدن پر یہ جبہ ہے جس میں بارہ پیوند لگے ہیں، تو ہم اپنی نظر میں خود حقیر و ذلیل نظر آنے لگتے ہیں، اور تم اے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے لوگ ہو۔ آپ کے ساتھ لڑائیوں میں اور مشاہد میں شریک رہنے والے ہو اور مہاجرین و انصار میں سبقت رکھنے والے ہو، اگر آپ لوگ درخواست کریں کہ وہ اس جبہ کے بجائے کوئی نرم کپڑا پہنیں جس میں ان کی ہیبت اور رعب ظاہر ہو اور صبح و شام ان کے سامنے کھانے کا خوان پیش ہوا کرے جس میں حاضرین مہاجر و انصار بھی شامل

ہوا کریں تو مناسب ہو۔ سب نے بالاتفاق کہا کہ یہ کام یا تو علی بن ابی طالب کر سکتے ہیں جو آپ کے خسر ہیں اور آپ کے سامنے جرأت بھی کر سکتے ہیں۔ یا آپ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کر سکتی ہیں۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں اور حضور کی زوجہ ہونے کے لحاظ سے یہ کام ان کے مناسب ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا، آپ نے فرمایا میں ایسا نہیں کروں گا۔ تم ازواج مطہرات میں سے کسی سے کہلواؤ کیونکہ وہ امہات المؤمنین ہیں وہ آپ پر جرأت کر لیتی ہیں۔ حضرت احنف ابن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس بارے میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما سے کہا گیا۔ وہ دونوں ایک ہی جگہ جمع تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس کا امیر المؤمنین سے سوال کروں گی اور حضرت حفصہؓ نے فرمایا میری رائے میں وہ ایسا نہیں کریں گے اور عنقریب یہ امر واضح ہو جائے گا۔ چنانچہ دونوں حضرت امیر المؤمنین کے پاس تشریف لے گئیں، آپ نے انہیں اپنے قریب بلایا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اے امیر المؤمنین مجھے اجازت ہے کہ میں آپ سے کچھ کہوں۔ فرمایا اے ام المؤمنین فرمائیے۔ کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی راستے پر سدھارے اور اللہ کی جنت اور رضامندی کی طرف تشریف لے گئے، نہ دنیا نے آپ کا قصد کیا نہ آپ نے دنیا کا قصد کیا۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی آپؐ کے نقش قدم پر آپؐ کی سنت کو زندہ کر کے اور کذابوں کو قتل کر کے ان کے جھوٹے دلائل کو پامال کر کے رعیت میں عدل و انصاف کر کے اور برابر کی تقسیم کر کے اپنا راستہ سنبھالا اور حق تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت اور رضوان کی طرف اٹھا لیا اور اپنے نبی کے ساتھ انہیں رفیع و اعلیٰ مقام میں پہنچا دیا۔ نہ انہوں نے دنیا طلب کی نہ دنیا نے انہیں طلب کیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں سے کسریٰ اور قیصر کے خزانے اور ملک فتح کیے اور ان کا مال تمہارے پاس اٹھا کر لایا گیا، اور اطراف مشرق و مغرب تمہارے تابع ہو گئے اور آپ کو اللہ سے اور زیادتی کی امید ہے اور اسلام میں تائید ہے عجم سے قاصد آپ کے پاس آتے ہیں اور عرب کے وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ یہ جبہ پہنے ہوتے ہیں جس میں بارہ پیوند لگے ہیں اگر اس کی بجائے کوئی نرم کپڑا آپ پہنیں جس میں آپ کی ہیبت اور رعب ظاہر ہو اور صبح و شام آپ کے سامنے دستر خوان چنا جائے جس میں حاضرین مہاجرین و انصار شریک ہوں تو مناسب ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ

بہت روئے۔ پھر فرمایا، خدا کے واسطے میں تم سے پوچھتا ہوں، کیا تم جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی دس دن تک پیٹ بھر کے گیہوں کی روٹی کھائی ہے یا پانچ دن تک یا تین دن تک یا صبح وشام دونوں وقت کھائی ہے اپنی وفات تک سنو فرمایا نہیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوتے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا زمین سے ایک بالشت اونچے دستر خوان پر بھی کبھی پیش ہوا، آپ کے حکم سے کھانا زمین پر رکھا جاتا تھا اور خوانچہ اٹھا لیا جاتا تھا۔ دونوں نے کہا ہاں بیشک، پھر فرمایا ان سے، تم دونوں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ہو اور امہات المومنین ہو۔ تمہارا مسلمانوں پر حق ہے اور مجھ پر خصوصیت کے ساتھ لیکن تم میرے پاس آئی ہو اور مجھے دنیا کی ترغیب دلاتی ہو اور میں جانتا ہوں کہ نبی علیہ السلام نے اون کا جبہ پہنا ہے، کبھی کبھی اس کی سختی سے آپ کی جلد مبارک چھل جاتی تھی، کیا تمہیں یہ بھی معلوم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں بیشک فرمایا تم جانتی ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنا جبہ پہنے اسی کی ایک جانب کو بستر کر کے لیٹ جاتے تھے۔ اور اے عائشہؓ آپ کے گھر میں ایک ٹاٹ تھا جس کا دن میں فرش کیا جاتا تھا اور شب کو اسی کا بستر بنا کے آپ لیٹ جاتے تھے۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے تو آپ کے پہلو پر بوریئے کے نقش پڑے ہوئے دیکھتے۔ اے حفصہؓ یاد کرو تم نے مجھ سے بیان کیا ہے کہ ایک بار تم نے کسی نرم بستر کی حضرت سے تعریف کی اس کی نرمی دیکھ کر آپ اس پر سو گئے تو صبح بلالؓ کی اذان سن کر اٹھے اور تم سے فرمایا اے حفصہؓ تم نے یہ کیا کیا، مجھ سے رات بچھونے کی تعریف کی۔ حتیٰ کہ صبح تک میں نیند میں رہا مجھے دنیا کی کیا حاجت ہے۔ مجھے کیوں تم نے نرم بستر میں مشغول کر دیا۔ اے حفصہؓ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے گناہ بخشے گئے تھے، آپ نے بھوکے رات گذاری اور سجدے میں سوتے اور ہمیشہ رکوع میں سجدے میں اور رونے میں اور گریہ وزاری میں رات ودن مشغول رہے۔ حتیٰ کہ آپ کو حق تعالیٰ نے اپنی رحمت و رضوان کی طرف بلا لیا، اگر عمرؓ اچھا کھانا نہ کھاتے اور نرم لباس نہ پہنے تو وہ اپنے صاحبین کی اقتداء پر ہے۔ دو سالن ملا کر سوائے نمک اور تیل کے کبھی جمع نہیں کرے گا اور گوشت مہینہ میں ایک بار کھائے گا۔ یہاں تک کہ دن اسی طرح گذرے گا، جیسا کہ قوم کے اور لوگ گذارتے ہیں۔ دونوں یہ سن کر وہاں سے نکل آئیں اور اس کلام کی اصحاب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور آپؓ اسی حالت پر رہے۔ حتیٰ کہ آپ نے انتقال فرمایا اسے ابن عساکر نے روایت کیا ہے (مرفوع)

حکایت (۴۰۶) حضرت اسیر ابن جابر سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ کوفہ میں ایک محدث تھے جو ہمیں حدیثیں سنایا کرتے تھے۔ جب وہ حدیث سنا چکتے تو لوگ ادھر ادھر ہو جاتے اور ایک جماعت بیٹھی رہتی جس میں ایک شخص ہوتے تھے جو ایسی باتیں کیا کرتے تھے کہ ویسا کلام کسی کو کرتے میں نے نہیں سنا۔ میں بھی ان کی باتیں سنا کرتا تھا۔ پھر وہ غائب ہو گئے میں نے ساتھیوں سے کہا کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جو ہمارے پاس بیٹھا کرتا تھا جس کی ایسی حالت تھی، ان میں سے ایک نے کہا ہاں میں اس شخص کو جانتا ہوں وہ اویس قرنی ہیں۔ میں نے پوچھا کیا تم ان کا گھر بھی جانتے ہو، اس نے کہا ہاں میں اس شخص کے ساتھ گیا اور اس کا حجرہ کھٹکھٹایا۔ وہ میرے پاس حجرے سے نکل کر آئے۔ میں نے کہا بھائی صاحب کس چیز نے آپ کو ہم سے روکا۔ فرمایا برہنگی نے۔ میرے ساتھی ان سے تمسخر کیا کرتے تھے اور انہیں ستاتے تھے۔ میں نے کہا یہ چادر لو اور اسے اوڑھو، کہا ایسا نہ کرو کیونکہ وہ لوگ مجھے ستائیں گے جب یہ چادر اوڑھے مجھے دیکھیں گے میں نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے اوڑھ لی اور لوگوں کے پاس مسجد میں آئے تو اُن لوگوں نے کہا کون ہے جس نے اُسے چادر دے کر بہکایا ہے۔ یہ سُن کر وہ میرے پاس آئے اور چادر رکھدی اور کہا کیا تو نہیں دیکھتا ہے لوگوں کو۔ چنانچہ میں مجلس میں آیا اور کہا اس شخص سے تم کیا چاہتے ہو، اور ایذا دیتے ہو ایسے شخص کو جو کبھی پہنتا ہے کبھی برہنہ رہتا ہے۔ میں نے انہیں خوب ہی بُرا بھلا کہا۔ اتفاقاً اہل کوفہ قاصد بن کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ان میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو اویس قرنی سے تمسخر کیا کرتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تم میں کوئی قرنی بھی یہاں ہے۔ اس شخص تمسخر کرنے والے کو لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک شخص یمن سے تمہارے پاس آئے گا جس کا نام اویس ہو گا جس کا یمن میں ماں کے سوا کوئی نہ ہو گا۔ اس میں سپیدی تھی۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی تو اللہ نے ان سے وہ سپیدی دور کر دی صرف ایک درہم کے برابر باقی ہے۔ تم میں جو اس سے ملے تو اس سے اپنے واسطے دعائے مغفرت کرائے اس حدیث شریف کو بیان کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کہا وہ شخص یمن سے ہمارے یہاں آیا میں نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو انہوں نے کہا یمن سے، پوچھا تمہارا کیا نام ہے، انہوں نے کہا اویسؓ۔ میں نے کہا یمن میں کسے چھوڑ آئے ہو، انہوں نے کہا صرف اپنی ماں کو۔ پھر میں نے پوچھا کیا تم میں سپیدی تھی اور تم نے دعا کی تو وہ جاتی رہی اور اللہ نے وہ تم سے دور کی۔ کہا ہاں۔ میں نے کہا میرے واسطے دعائے مغفرت کرو، کہا کیا مجھ جیسا آدمی آپ کے واسطے اے امیر المومنین استغفار کرے ؟ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انہوں نے میرے واسطے مغفرت کی دعا کی۔ میں نے کہا تم میرے بھائی ہو مجھ سے جدا نہ ہو۔ مگر وہ نرمی کے ساتھ میرے پاس سے چلے گئے اب مجھے خبر ملی ہے کہ وہ تمہارے یہاں کوفہ میں آ گئے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت اویسؓ سے تمسخر کیا کرتا تھا اور حقارت کرتا تھا اس نے کہا کہ یہ شخص ہم میں سے نہیں ہے نہ ہم اسے جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تم میں ہے اور اس کی حالت یہ ہے اور ان کی حقیر حالت بیان فرمائی تو اس نے کہا، اے امیر المومنین ہم میں اویس نامی ایک شخص ہے جس سے ہم تمسخر کرتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جلدی سے انہیں پاؤ اور انہیں راضی کر لو۔ شاید تم کوشش کر کے انہیں نہ پاؤ گے۔ جب وہ شخص لوٹ کے کوفہ آیا تو اپنے گھر جانے سے پہلے حضرت اویسؓ کے پاس گیا۔ آپ نے فرمایا یہ تو تیری عادت نہ تھی تجھے کیا ہوا اس نے کہا کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تمہارے حق میں ایسا ایسا کہتے سنا ہے۔ اے اویسؓ میرے واسطے مغفرت کی دعا کرو، آپ نے فرمایا میں ایسا تو جب کروں گا کہ تم شرط کر لو کہ مجھ سے تمسخر نہیں کرو گے اور حضرت عمرؓ کا قول کسی پر ظاہر نہ کرو گے پھر اس کے واسطے دعائے مغفرت کی۔ اسیر ابن جابرؒ اس کے راوی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں چند ہی روز گذرے تھے کہ یہ خبر کوفہ میں مشہور ہو گئی۔ میں آپ کے پاس گیا اور کہا اے بھائی میں آپ کو تعجب کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ ہم آپ کی قدر جانتے ہی نہ تھے۔ فرمایا اس میں لوگوں سے بچاؤ تھا۔ ہر شخص اپنے عمل کی جزا پاتا ہے۔ پھر ان میں سے بھی نکل گئے اور چلے گئے اس قصے کو ابن سعد نے حلیہ میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ میں لکھا ہے اور ابن عساکر نے بھی بیان کیا ہے۔

حکایت (۱۰۷) نہشل ابن سعید ضحاک ابن مزاحم سے اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ دس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ

حضرت اویس قرنی کو تلاش کرتے رہے اور پوچھتے رہے، پھر ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اہلِ یمن جو تم میں مراد کا رہنے والا ہو کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ جو مراد کے رہنے والے تھے وہ کھڑے ہو گئے اور دوسرے لوگ بیٹھے رہے۔ پھر دریافت فرمایا تم میں اویسؓ ہے ایک شخص نے کہا اے امیرالمومنین اویس کو تو ہم نہیں جانتے لیکن میرا ایک بھتیجا ہے اس کا نام بھی اویس ہے وہ بہت ضعیف اور حقیر آدمی ہے۔ آپ جیسا آدمی ویسے آدمی کو دریافت نہیں کر سکتا۔ آپ نے پوچھا کیا وہ ہمارے حرم کے اندر ہے کہا ہاں وہ عرفات کے پہلوؤں میں ہے اور قوم کے اونٹ چراتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دو گدھوں پر سوار ہوئے اور ان پہلوؤں میں پہنچے۔ دیکھا تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور لاغری سے ان کا ایک عضو دوسرے عضو میں گھسا جاتا تھا اور سجدے کی جگہ پر نظر تھی۔ جب انہیں دیکھا تو ایک نے دوسرے سے کہا جس کی ہم تلاش کر رہے ہیں اگر وہ کوئی ہے تو یہی ہے۔ انہوں نے جب آپ کی آہٹ سُنی تو نماز میں تخفیف کی اور سلام پھیرا۔ انہوں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ کہا، انہوں نے پوچھا خدا تم پر رحم کرے تمہارا نام کیا ہے۔ کہا میں اونٹوں کا چرواہا ہوں، فرمایا اپنا نام بتاؤ کہا ان لوگوں کا مزدور ہوں، کہا نام کیا ہے کہا عبداللہ، حضرت علیؓ نے فرمایا ہم جانتے ہیں آسمان و زمین میں جو کوئی ہے سب عبداللہ ہیں، میں تم کو اس کعبہ کے رب کی اور اس حرم کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ تمہارا وہ نام کیا ہے جو تمہاری ماں نے رکھا ہے کہا اس سے تمہارا کیا مطلب ہے۔ میں اویس ابن مرادہ ہوں۔ فرمایا اپنا بایاں پہلو کھول دو انہوں نے کھولا تو اس پر درہم کی مقدار سپیدی تھی جو چمکتی تھی اور معیوب نہیں معلوم ہوتی تھی۔ حضرت عمر و علی رضی اللہ عنہما نے دوڑ کے اُسے بوسہ دیا۔ پھر ان سے کہا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں سلام کریں اور تم سے دعا طلب کریں، کہا میری دُعا مشرق و مغرب کے سارے مسلمانوں کے واسطے ہے خواہ مرد ہوں یا عورتیں۔ فرمایا ہمارے واسطے دُعا کرو، انہوں نے دُعا دی انہیں بھی اور سارے مسلمان مرد و عورت کو بھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میں کچھ اپنے رزق و عطا سے تمہیں دیتا ہوں جس سے تم اپنی حاجت پوری کر سکو، کہا میرے کپڑے دونوں نئے ہیں۔ میرے جوتے ٹکے ہوئے ہیں اور میرے پاس چار درہم ہیں اور مجھے قوم سے بھی کچھ مل جاتا ہے، یہ جب ختم ہو جائے گا۔ تب آپ سے لے لوں گا۔

کیونکہ جو شخص ایک ہفتہ کی امید کرتا ہے تو وہ پھر مہینے کی کرنے لگتا ہے اور جو مہینے کی امید رکھتا ہے پھر سال کی امید کرتا ہے۔ پھر انہوں نے لوگوں کے اونٹ ان کے حوالے کیے اور ان سے جدا ہو کر چلے گئے۔ اس کے بعد انہیں نہیں دیکھا گیا۔ اس قصّے کو ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

حکایت (۶۰۸) حضرت علقمہ ابن مرثد حضرمی سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں تابعین میں زہد آٹھ شخصوں پر ختم ہو گیا۔ عامر ابن عبداللہ قیسیؒ، اویس قرنیؓ، ہرم ابن حیان عبدی ربیع ابن خثیم ثوری، ابو مسلم خولانی، اسود ابن یزید، مسروق ابن اجدع، حسن ابن ابی الحسن بصری لیکن اویس قرنی کو ان کے عزیز مجنون جانتے تھے اور ان کے واسطے گھر کے دروازے پر ایک کوٹھری بنادی تھی۔ ایک ایک دو دو سال گذر جاتے تھے جس میں ان کی صورت بھی وہ لوگ نہیں دیکھتے تھے۔ ان کی خوراک کھجور کی گٹھلی سے ہوتی تھی۔ شام کے وقت انہیں بیچ کر افطار کے واسطے کچھ خرید لاتے تھے اور اگر ردی کھجور مل جاتی تو افطار کے واسطے اسی کو چبا لیتے۔ جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو موسم حج میں لوگوں سے کہا اہل یمن کے سوا جتنے لوگ ہیں سب بیٹھ جائیں، پھر ان سے کہا تم میں جو لوگ اہل کوفہ ہیں وہ کھڑے رہیں اور سب بیٹھ جائیں اور لوگ بیٹھ گئے۔ پھر ان کھڑے ہوؤں سے فرمایا تم میں جو مراد کے رہنے والے ہیں وہ کھڑے رہیں اور باقی بیٹھ جائیں۔ چنانچہ اور لوگ بیٹھ گئے پھر ان سے کہا تم میں جو قرن کے رہنے والے ہیں وہ کھڑے رہیں باقی بیٹھ جائیں۔ چنانچہ سب بیٹھ گئے اور صرف ایک شخص جو حضرت اویسؓ کے چچا تھے کھڑے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کیا تم قرنی ہو کہا ہاں، فرمایا اویس کو جانتے ہو۔ کہا اے امیر المومنین اس کی کیا حالت پوچھتے ہو۔ واللہ اس سے زیادہ ہم میں کوئی حقیر نہیں مجنون اور ذلیل نہیں ہے یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ روئے اور فرمایا جنون تجھ میں ہے اس میں نہیں ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے کہ ان کی شفاعت سے قوم ربیعہ و مضر کے برابر لوگ جنت میں جائیں گے۔ اسے ابن عساکر نے نقل کیا ہے۔ مرفوعاً۔

حکایت (۶۰۹) نوفل ابن سلیمان ہانی سے . . . . وہ نافع سے وہ عبداللہ ابن عمر ابن خطاب . . . رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ لقمان علیہ السلام یقیناً نبی نہ تھے بلکہ ایک عبد ہوشیار تھے، بہت سوچنے والے تھے، حسن ظن رکھنے والے تھے، انہوں نے اللہ سے محبت کی تو حق تعالیٰ نے بھی ان سے محبت کی، اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے حکمت کی ذمہ داری کی، کیونکہ ایک بار وہ دوپہر کے وقت سوتے ہوئے تھے۔ انہیں ایک ندا آئی۔ اے لقمان تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالےٰ تمہیں زمین پر خلیفہ بنائے اور تم حق پر حکم کرو، آپ بیدار ہوئے اور اس آواز کا جواب دیا، اگر پروردگار خبر دے تو قبول کر لوں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ ایسا کرے گا تو میری اعانت فرماتے گا اور مجھے سکھائے گا اور مجھے خطا سے بچائے گا، اور اگر مجھے اختیار دے گا چاہے کروں یا نہ کروں تو میں عافیت اختیار کروں گا اور مصیبت کو قبول نہ کروں گا۔ ملائکہ نے ایسی آواز سے آپ سے پوچھا جس سے مزاحمت نہیں معلوم ہوتی تھی، یہ کیوں اے لقمان! فرمایا حاکم سخت مقام اور مصیبت کی جگہ ہوتا ہے۔ اسے ہر طرف سے ظلمتیں ڈھانک لیتی ہیں یا ان سے نجات پاتا ہے اور مدد کیا جاتا ہے، لائق تو یہی ہے کہ وہ نجات پائے اور اگر غلطی کرتا ہے تو جنت کی راہ خطا کرتا ہے اور جو دنیا میں ذلیل ہو کر رہے وہ شریف ہو کر رہنے سے اچھا ہے اور جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے اور پسند کرتا ہے تو دنیا اُسے فتنہ میں ڈالتی ہے اور آخرت بھی اُسے نہیں ملتی۔ آپ کی خوش گوئی سے ملائکہ کو تعجب ہوا۔ پھر آپ سو گئے اور آپ کو حکمت میں ڈبو دیا گیا۔ جب بیدار ہوتے تو حکمت کی باتیں کرنے لگے۔ پھر داؤد علیہ السلام کو خلافت کے واسطے ندا کی گئی۔ آپ نے قبول فرمایا اور لقمان علیہ السلام کی سی شرط نہیں لگائی اور بارہا غلطی میں مبتلا ہوئے اور ہر بار اللہ تعالےٰ نے ان سے چشم پوشی کی اور خطا سے تجاوز فرمایا اور ان کی مغفرت کی۔ اور حضرت لقمان علیہ السلام اپنی حکمت و علم سے ان کی مدد کرتے تھے ان سے داؤد علیہ السلام نے فرمایا۔ تمہیں مبارک ہو اے لقمان! تمہیں حکمت بھی دی گئی اور تم سے بلا بھی لوٹائی گئی اور داؤد کو خلافت دی گئی اور مصیبت اور فتنہ میں مبتلا ہوا۔ اس کو دیلمی اور ابن عساکر نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

حکایت (۶۱۰) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، فرمایا میری امت کے اخیار پانسو ہیں اور ابدال چالیس ہیں نہ وہ پانسو گھٹتے ہیں

نہ وہ چالیس گھٹتے ہیں۔ جب کوئی بدل ان ابدال میں سے مرتے ہیں تو پانسو میں سے ایک کو ان کی جگہ اللہ تعالیٰ قائم فرماتے ہیں۔ نہ پانسو گھٹتے ہیں نہ چالیس۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ان کے اعمال سے ہمیں مطلع فرمائیے فرمایا وہ لوگ اپنے ظالم کو معاف کرتے ہیں اور بُرائی کرنے والے سے بھلائی کرتے ہیں اور جو کچھ انہیں حق تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس پر موافقت کرتے ہیں۔ اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین۔ وہ غصہ کے پینے والے ہیں اور لوگوں کو معاف کرنیوالے ہیں اللہ تعالیٰ احسان کرنیوالوں کو دوست رکھتے ہیں۔

اس روایت کو ابن عساکر نے مرفوعاً نقل کیا ہے۔

حکایت (۶۱۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مصعب بن عمیرؓ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا ان پر دنبہ کی کھال تھی جس کا کرتہ پہنا تھا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھو اس شخص کو جس کا "قلب اللہ تعالیٰ نے منور کیا ہے۔ میں نے اس کو اس کے ماں باپ کے سامنے دیکھا ہے کہ صبح کے وقت ان کے لیے عمدہ کھانا پینا مہیا کر دیتے تھے اور میں نے ان کے جسم پر ایک حلہ دیکھا تھا۔ جسے میں نے دوسو درہم پر خریدا تھا۔ پھر اُسے اللہ اور رسول کی محبت نے اس حالت کی طرف لے آئی، جیسے تم دیکھتے ہو، اس روایت کو حسن ابن سفیان اور عبدالرحمن سلمی نے اربعین میں اور ابونعیم نے اربعین صوفیاء میں نقل کیا ہے۔

حکایت (۶۱۲) مسند خباب ابن ارت میں ہے فرماتے ہیں کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کی رضامندی کے واسطے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارا اجر ثابت ہو گیا۔ چنانچہ ہم میں سے بعض لوگ گذر گئے جنہوں نے اپنے اجر سے کچھ نہ کھایا انہیں لوگوں میں مصعب ابن عمیر بھی تھے۔ یوم احد میں شہید ہوتے ان کے کفن کے واسطے سوائے ایک کمبل کے کچھ میسر نہ ہوا۔ جب اس کو سر کی طرف کھینچتے تھے تو پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پاؤں پر کھینچتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے سر کی طرف کھینچو اور پاؤں پر اذخر ڈال دو۔ اور بعض ہم میں وہ ہیں جن کے عمل کا پھل پک گیا اور وہ اُسے توڑتے ہیں۔ مرفوع۔

حکایت (۶۱۳) محمد ابن کعب قرظیؒ سے مروی ہے فرمایا، مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا

جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، ناگاہ مصعب ابن عمیرؓ ظاہر ہوتے ان پر صرف ایک پیوند لگی ہوئی چادر تھی جس میں کھال کا پیوند تھا، انہیں دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روتے کیونکہ وہ بڑے تنعم میں تھے اور آج ان کی یہ حالت تھی۔ اسے ابونعیم نے اربعین صوفیا میں روایت کیا ہے۔

حکایت (۶۱۴) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ ایک بار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے۔ فرمایا اس وقت تمہارے پاس ایک جنتی شخص آئے گا، تو سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ تشریف لائے جب دوسرا روز ہوا جب بھی آپ نے یہی فرمایا اور سعد ابن وقاص ہی اپنے مقام میں آئے۔ جب تیسرا روز ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا اور سعد ابن وقاص اپنے مقام میں آئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تو عبداللہ ابن عمروؓ ابن العاصؓ دوڑ کے ان کے پاس گئے اور کہا میں نے اپنے باپ سے لڑ کر قسم کھالی ہے کہ تین رات تک ان کے یہاں نہ جاؤں گا اگر آپ اجازت دیں کہ میں آپ کے یہاں تین رات رہوں اور میری قسم پوری ہو جائے تو آپ کے یہاں میں رہوں گا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ ابن عمرو کہتے تھے کہ میں اس رات ان کے یہاں رہا۔ اور وہ رات بالکل نہ جاگے البتہ وہ جب بستر پر کروٹ بدلتے تھے تو تکبیر کہتے تھے اور اللہ کا ذکر کرتے تھے حتیٰ کہ جب صبح ہوئی تو اچھی طرح سے وضو کر کے نماز ادا کی اور دن میں روزہ بھی رکھا۔ اب عبداللہ ابن عمروؓ کہتے تھے کہ میں نے تین دن تین راتیں انہیں اسی طرح سے دیکھا۔ اس سے زیادہ کوئی عمل وہ نہیں کرتے تھے مگر میں نے انہیں اچھا ہی کہتے سنا۔ جب تین راتیں گذر گئیں تو قریب تھا کہ میں ان کے عمل کی حقارت کرتا۔ میں نے ان سے کہا کہ میرے اور باپ کے درمیان کوئی جھگڑا نہیں ہوا تھا لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین بار تین مجلسوں میں تمہاری نسبت یہ کہتے سنا تھا کہ فرمایا تمہارے پاس ایک جنتی آتا ہے اور ان تین دفعہ تم ہی آئے۔ میں نے چاہا کہ تمہارے یہاں رہوں تاکہ تمہارے عمل دیکھ کر اس کی اقتدا کروں، میں نے آپ کو بہت کچھ عمل کرتے نہیں دیکھا۔ پھر تمہیں اس درجہ پر کس چیز نے پہنچایا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔ انہوں نے کہا میرے عمل وہی ہیں جنہیں تم نے دیکھا۔ مگر میرے دل میں کسی مسلمان کی برائی نہیں ہے اور نہ میں کسی کی برائی کرتا ہوں، عبداللہؓ نے کہا اسی نے آپ کو اس مرتبہ پر پہنچایا اور یہی ہے جو مجھ سے

نہیں ہو سکتا۔ ابن عساکر نے اسے روایت کیا ہے اسکے رجال، رجال صحیح ہیں، مگر ابن شہاب نے یہ کہا ہے کہ مجھ سے ایسے آدمی نے انسؓ سے روایت کی ہے جسے میں متہم نہیں جانتا

حکایت (۶۱۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بلال کس چیز سے تم مجھ سے پہلے جنت میں پہنچے۔ میں جب جنت میں داخل ہوتا ہوں تو اپنے سامنے تمہاری آواز سنتا ہوں۔ میں کل شب جنت میں داخل ہوا تو میں نے تمہاری آواز سنی۔ میں ایک اونچے سونے کے مربع محل میں پہنچا میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے تو کہا اہل عرب سے ایک شخص کا ہے میں نے کہا میں عربی ہوں یہ محل کس کا ہے تو کہا ایک شخص قریش کا ہے۔ میں نے کہا میں قریشی ہوں یہ محل کس کا ہے تو کہا یہ امت محمدؐ سے ایک شخص کا ہے میں نے کہا میں محمدؐ ہوں یہ محل کس کا ہے۔ کہا عمر ابن خطاب کا ہے۔ حضرت بلال نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب میں اذان کہتا ہوں تو دو رکعت نماز ادا کر لیتا ہوں اور جب میرا وضو ٹوٹتا ہے تو میں وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ لیتا ہوں، آپ نے فرمایا یہی وجہ ہے۔

حکایات منتخب از اصابہ

حکایت (۶۱۶) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے کہ مسلمانوں میں سے ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ ہمیں خبر دیجیے کہ یہ امراض جو ہمیں لاحق ہوتے ہیں ان میں ہمیں کچھ ثواب بھی ملتا ہے؟ فرمایا یہ سب گناہوں کا کفارہ ہوتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگرچہ بہت تھوڑی سی بیماری ہو، فرمایا اگرچہ ایک کانٹا ہو یا اس سے بھی کم۔ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ ان سے بخار جدا نہ ہو۔ حتیٰ کہ وہ مر جائیں۔ لیکن انہیں حج، عمرہ، جہاد و فرض نماز مع جماعت سے باز نہ رکھے، راوی کہتے ہیں کہ مرنے تک ان کی یہ کیفیت تھی کہ جب کوئی آدمی ان کے بدن کو چھوتا تو اس کو بخار کی گرمی محسوس ہوتی تھی۔ اس کو احمد اور ابو یعلی اور ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے۔ اور ابن حبان نے اس کی تصریح کی ہے اور طبرانی نے ابی ابن کعبؓ کی حدیث سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

حکایات از مہلکات و منجیات احیاء العلوم

حکایت (۶۱۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت ہو اس شخص پر جو مجھ کو میرے عیب بتلادے اور حضرت سلمان فارسیؓ سے اپنے عیوب پوچھا کرتے، جب حضرت سلمانؓ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کوئی ایسی بات بھی میری تم تک پہنچی ہے جو تمہیں بُری معلوم ہو، انہوں نے عرض کیا اس بات سے مجھے معاف رکھیئے۔ آپ نے باصرار پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ نے دسترخوان پر دو سالن جمع کیے اور آپ کے پاس دو لباس ہیں، ایک رات کا اور ایک دن کا۔ آپ نے فرمایا اس کے سوا کچھ اور سُنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ ان دونوں سے تسلی رکھو کہ ان کی ایک وجہ ہے۔

حکایت (۶۱۸) روایت ہے کہ ایک روز ابراہیم ابن ادھمؒ کسی جنگل میں جاتے تھے۔ ایک سپاہی ملا، اس نے کہا کہ تو بندہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے پوچھا کہ بستی کدھر ہے آپ نے قبرستان کی طرف اشارہ کر دیا، اس نے کہا میں آبادی پوچھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ قبرستان ہی آبادی ہے اس سپاہی کو غصہ آیا، سر میں ایسا کوڑا مارا کہ سر پھٹ گیا اور ان کو شہر میں پکڑ لایا۔ جب دوست آشنا آئے اور حال پوچھا تو سپاہی نے ماجرا بیان کیا۔ انہوں نے کہا یہ ابراہیمؒ بن ادہم ہیں، سپاہی گھوڑے سے اتر پڑا اور آپ کے ہاتھ چومنے لگا اور عذر کرنے لگا۔ بعد اس کے لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ نے کیوں فرمایا تھا کہ بندہ ہوں، آپ نے فرمایا اس نے مجھ سے یوں نہیں پوچھا تو کس کا بندہ ہے۔ بلکہ یوں پوچھا کہ تو بندہ ہے؟ چونکہ میں بندۂ خدا تھا اس واسطے کہہ دیا کہ بندہ ہوں، جب اس نے مجھے مارا تو اس کے واسطے میں نے دُعائے جنت کی۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس نے تو آپ پر ظلم کیا تھا، آپ نے فرمایا یہ مجھ کو یقین تھا کہ اس مصیبت پر مجھ کو ثواب ملے گا۔ میں نے یہ اچھا نہ جانا کہ اس کے باعث مجھ کو ثواب ملے اور میری طرف سے اس کو عذاب ہو۔

حکایت (۶۱۹) ابو عثمان حیری کو کسی شخص نے بنظر امتحان دعوت کے بہانے بلایا جب آپ اس کے گھر گئے تو کہا کہ اس وقت تو مجھ سے کچھ بن نہیں سکا۔ آپ وہاں سے چ

آستے جب بہت دُور نکل آئے پھر وہ شخص آیا اور کہا کہ جو اس وقت موجود ہے اسی پر قناعت کیجئے، جب وہ دروازے پر پہنچے تو جیسا پہلے کہا تھا ویسا کہا، پھر آپ لوٹ گئے۔ اسی طرح کئی بار بلایا اور لوٹایا۔ مگر آپ ذرا مکدر نہ ہوتے، پھر وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا کہ میں نے آپ کو آزمانا چاہا تھا۔ سبحان اللہ کیا خلق ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جو بات تو نے میری دیکھی وہ توصفت کتے کی ہے کہ جب بلاؤ تو چلا آئے اور جب ہنکاؤ تو ہٹ جائے۔

حکایت (۶۲۰) اور یہ بھی انہیں کا ذکر ہے کہ کسی روز سوار ہو کر کسی کوچہ میں گذرے اوپر سے کسی نے راکھ پھینک دی اور آپ اتر پڑے اور سجدۂ شکر ادا کیا اور کپڑوں پر سے راکھ جھاڑ دی اور کچھ نہ کہا، لوگوں نے کہا۔ کہ آپ نے راکھ ڈالنے والے کو جھڑکا نہیں آپ نے فرمایا کہ جو شخص مستحق آگ کا تھا تو اس پر راکھ پڑے تو اس کو غصہ کرنا مناسب نہیں۔

حکایت (۶۲۱) روایت ہے کہ حضرت علی بن موسیٰ کا رنگ سانولا تھا اس جہت سے کہ آپ کی والدہ حبشن تھیں۔ نیشاپور میں آپ کے دروازے پر ایک حمام تھا جب آپ حمام میں جایا چاہتے تو حمامی آپ کے لیے حمام خالی کر دیا کرتا تھا۔ ایک روز جو آپ حمام میں تشریف لے گئے تو وہ دروازہ بھیڑ کر کسی کام کو چلا گیا۔ اتنے میں ایک شخص رستانی آیا اور حمام کا دروازہ کھول کر اندر گھسا اور کپڑے اتار کر حمام میں گیا، آپ کو دیکھ کر یہ جانا کہ حمام کا کوئی خادم ہے۔ آپ سے کہا کہ اٹھ کر میرے لیے پانی لا، آپ نے اس کا کہنا کیا اور جو جو کہتا گیا کرتے گئے۔ جب حمامی پھر کر آیا اور رستانی کے کپڑے دیکھے اور اس کی گفتگو آپ کے ساتھ سنی ڈر کر بھاگ گیا۔ جب آپ حمام سے نکلے تو حمامی کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ کہا وہ خوف کے مارے بھاگ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کو بھاگنا کیا ضرور تھا۔ قصور اس کا ہے جس نے اپنا نطفہ حبشن کے حوالے کیا۔

حکایت (۶۲۲) ابو عبداللہ خیاط کے حال میں لکھا ہے کہ آپ دکان پر بیٹھتے اور کپڑے سیتے، ایک مجوسی جو آپ سے دشمنی رکھتا تھا اپنا کپڑا سلوانا اور کھوٹے درہم مزدوری میں دیتا آپ ان کو لے کر واپس نہ کرتے اور نہ اس کو خبر کرتے ایک روز جو وہ مزدوری دینے آیا تو آپ کو نہ پایا، آپ کا شاگرد بیٹھا تھا اس کو اجرت دے کر اپنا کپڑا مانگا شاگرد نے کھوٹے درہم دیکھ کر پھیر دیا۔ جب عبداللہ آئے تو ان سے حال کہا آپ نے فرمایا تو نے برا کیا، یہ مجوسی ایک برس

یہی معاملہ کرتا ہے اور میں چپ چاپ اجرت لے کر کنوئیں میں ڈال دیتا ہوں تاکہ کسی مسلمان کو دھوکا نہ دیوے۔

حکایت (۶۲۳) احنف بن قیس سے پوچھا گیا کہ آپ نے حلم کس سے سیکھا، کہا کہ قیس بن عاصم سے لوگوں نے کہا کہ ان کے حلم کا کیا حال ہے آپ نے کہا ایک روز وہ اپنے گھر میں بیٹھے تھے ان کی لونڈی ایک سیخچہ جس پر کباب چڑھے تھے لے کر آئی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ان کے ایک صغیر سن لڑکے پر گرا کہ اس کے صدمے سے وہ لڑکا مر گیا۔ وہ لونڈی ڈری۔ آپ نے فرمایا کچھ خوف نہ کر میں نے تجھے للہ آزاد کیا۔

حکایت (۶۲۴) احنف بن قیس کو ایک شخص نے گالیاں دینی شروع کیں، آپ چپ چاپ چلے گئے جب محلے کے قریب پہنچے تو ٹھہر کر اس سے یہ کہا کہ اگر کچھ اور جی میں رہا ہو تو وہ بھی اب کہہ لے، ایسا نہ ہو کہ محلے کا کوئی بیوقوف تیری آواز سُنے تو تجھے ایذا دے۔

حکایت (۶۲۵) حضرت علیؓ نے ایک بار اپنے غلام کو پکارا وہ نہ بولا تو پھر آپ نے دوبارہ سہ بارہ پکارا پھر نہ بولا تو آپ خود اس کے پاس تشریف لے گئے تو دیکھا کہ لیٹا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے سُنا نہیں۔ اس نے عرض کیا سُنا تو تھا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر جواب کیوں نہیں دیا۔ اس نے عرض کیا کہ مجھ کو خوف تو تھا ہی نہیں کہ آپ ماریں گے اس لیے کسل کر گیا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے للہ تجھے آزاد کیا۔

حکایت (۶۲۶) مالکؒ بن دینار کو ایک عورت نے پکارا کہ او ریا کار آپ نے فرمایا یہ نام تو نے خوب نکالا جو اہل بصرہ بھول گئے تھے۔

حکایت (۶۲۷) سری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جرجانی کے پاس ستو دیکھے کہ روکھے پھانک رہے تھے میں نے کہا یہ کس باعث سے آپ کرتے ہیں کہا میں نے چابنے اور پھانکنے کا جو حساب لگایا تو ستر دفعہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار چابنے میں زیادہ دیر لگتی ہے۔ اور اسی لیے چالیس برس سے میں نے روٹی کھانی چھوڑ دی۔

حکایت (۶۲۸) عتبہؒ اپنا آٹا گوندھ کر دھوپ میں رکھ دیتے جب سوکھ جاتا تو کھا لیتے اور کہتے ایک ٹکڑے اور نمک پر رہنا چاہیئے۔ یہاں تک کہ آخرت میں بھنا گوشت اور عمدہ کھانا تیار ہو جاوے اور کوزہ اٹھا کر ٹھلیا میں سے پانی پیتے جو تمام دن دھوپ میں رہتی تھی۔ آپ کی

لونڈی کہتی کہ اگر اپنا آٹا آپ مجھ کو دیا کریں تو میں پکا دیا کروں گی۔ اور پانی ٹھنڈا کر دیا کروں گی۔ آپ جواب دیتے کہ غرض بھوک کے کٹنے کا روکنا ہے سو یوں بھی رک جاتا ہے۔

حکایت (۶۲۹) شفیق بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ میں نے ابراہیم بن ادہم کو مکہ معظمہ کے سوق اسیل میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی جگہ کے قریب ہے ۔ دیکھا کہ رستہ سے ایک کنارے پر بیٹھے ہوئے رو رہے تھے۔ میں بھی راہ چھوڑ کر ان کے پاس جا بیٹھا اور سبب گریہ کا پوچھا، انہوں نے فرمایا خیریت ہے۔ پھر میں نے دوبارہ سہ بارہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کسی سے کہو نہیں تو کہوں، میں نے کہا بہتر آپ فرمائیں، انہوں نے کہا تیس برس سے میرا دل حریرے کو چاہ رہا تھا۔ مگر میں کمال کوشش سے اس کو روکتا تھا۔ کل رات میں بیٹھا ہوا تھا کہ اونگھنے لگا۔ اتنے میں ایک شخص آیا جس کے ہاتھ میں سبز پیالہ تھا اس میں بھاپ اور خوشبو حریرے کی آئی، میں نے اپنی ہمت سے نفس کو روکا۔ پھر اس نے پیالہ میرے قریب کر کے کہا اے ابراہیم کھا۔ میں نے کہا میں نے اس کو للہ چھوڑ دیا ہے نہ کھاؤں گا، اس نے کہا اگر خدا ہی کھلاوے تو کھانا چاہیئے مجھے کچھ جواب اور تو بن آیا رونے لگا۔ پھر اس نے کہا تو کھاؤ میں نے کہا کہ ہم کو حکم ہے کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ کھانا کہاں سے آیا ہے تب تک ہاتھ نہ ڈالیں اس نے جواب دیا کہ کھاؤ یہ تمہارے ہی واسطے عنایت ہوا ہے۔ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ اے اصفر اس پیالے کو لے جاؤ اور نفس ابراہیم ابن ادہمؒ کو کھلا دو کیونکہ اس نے بہت دنوں سے نفس پر صبر کر کے اس کو روک رکھا ہے، اب اللہ نے اس پر رحم کیا، اور اے ابراہیمؒ یہ بھی یاد رکھو کہ میں نے فرشتوں سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ جو شخص عطا کو نہیں لیتا تو پھر اگر وہ طلب کرتا ہے تو نہیں ملتی۔ میں نے کہا اگر یہی حال ہے تو میں تمہارے سامنے ہوں اس کا عقدہ اللہ ہی کھولے گا۔ پھر میں نے جو دیکھا تو ایک اور شخص نظر آیا کہ اس نے پیالہ پکڑا اور کہا میں نے کہا تو ہی اپنے ہاتھ سے کچھ کھلا دے۔ پس اس نے میرے منہ میں لقمہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ میں سو گیا۔ جب جاگا تو اس کا مزہ منہ میں پایا شقیق کہتے ہیں کہ جب یہ بات ابراہیمؒ نے تمام کی میں نے کہا اپنا ہاتھ تو لاؤ۔ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر بوسہ دیا اور یوں کہنے لگا کہ خداوندا جو لوگ اپنی شہوتوں کو اچھی طرح روکتے ہیں تو ان کی آرزو پوری کرتا ہے دل میں یقین تو ہی ڈالتا ہے، دلوں کو ان سے مطمئن تو ہی رکھتا ہے۔ اپنے بندے شقیق پر بھی توجہ ہو۔ پھر حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کا ہاتھ آسمان کی طرف

اٹھا کر کہنے لگا۔ اس ہاتھ کی اور اس ہاتھ والے کی برکت سے اور اس انعام کی برکت سے جو تو نے ان پر فرمایا اپنے بندہ مسکین پر عطا کردہ تیرے ہی فضل و احسان و رحمت کا محتاج ہے۔ اگرچہ اس کا سزاوار نہیں اس کے بعد وہ اُٹھ کھڑے ہوتے اور چل کر حرم شریف میں داخل ہوتے۔

حکایت (۶۳۰) مالک ابن دینار کے بارے میں کہتے ہیں کہ چالیس برس دودھ کو چاہتے رہے مگر نہ پیا اور ایک روز ان کے پاس تر چھوارے ہدیہ آتے اور لوگوں نے ان کو کھانے کا اصرار کیا آپ نے کہا تم ہی کھالو۔ میں نے چالیس برس سے ان کو نہیں چکھا۔

حکایت (۶۳۱) احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ ابو سلیمان دارانی کا دل ایک بار گرم نمکین روٹی کو چاہا۔ میں سامنے گیا آپ نے ایک بار دانت سے کُتر کر چھوڑ دیا اور رو کر کہنے لگے کہ بہت ہی محنت و مشقت کے بعد تو نے میری آرزو جلد عنایت کی۔ اب میں پکی توبہ کرتا ہوں مجھے معاف فرما۔ احمد کہتے ہیں کہ پھر کبھی زندگی بھر نمک نہ کھایا۔

حکایت (۶۳۲) مالک بن ضیغم فرماتے ہیں کہ میں بصرہ کے بازار میں جا رہا تھا ایک ترکاری دیکھی۔ میرے نفس نے کہا کہ رات کو مجھ کو یہ کھلادے۔ میں نے قسم کھائی کہ چالیس روز نہ کھلاؤں گا۔

حکایت (۶۳۳) یہ بھی انہیں کا قول ہے کہ میں نے دنیا کو چالیس برس سے چھوڑ دیا ہے۔ میرا دل دُودھ کو چالیس برس سے چاہتا ہے مگر بخدا عمر بھر نہ پیوں گا۔

حکایت (۶۳۴) حماد بن ابی حنیفہ کہتے ہیں کہ میں داؤد طائی کے پاس آیا وہ دروازہ بند کیے ہوتے کہہ رہے تھے کہ تو نے روٹی چاہی میں نے کھلادی۔ پھر خرما کھانا چاہتا ہے میں نے قسم کھائی کہ کبھی نہ کھلاؤں گا۔ پھر جب میں نے سامنے ہو کر سلام کیا تو معلوم ہوا کہ صرف اکیلے اپنے نفس سے کہہ رہے تھے۔

حکایت (۶۳۵) موسیٰ اشتج سے نقل ہے کہ بیس برس سے میرا دل درد رہ نمک کو چاہتا ہے۔

حکایت (۶۳۶) احمد بن خلیفہ کہتے ہیں کہ بیس برس تک میرا نفس یہی کہتا رہا کہ پانی پیٹ بھر کر پلادے۔ مگر میں نے کبھی سیراب نہ کیا۔

حکایت (۶۳۷) عتبہ غلام کہتے ہیں کہ سات برس تک میرا دل گوشت کو چاہتا رہا لعد اس کے مجھے شرم آئی کہ کب تک ٹالوں، سات برس سے تو ٹال رہا ہوں، آخر ایک گوشت کا ٹکڑا

لے کر بھونا اور اس کو لے کر ایک روٹی میں لپیٹا اور ایک لڑکے کو دیکھ کر اس سے پوچھا کہ تو فلانے کا بیٹا ہے جو مر گیا ہے، اس نے کہا ہاں پس وہ روٹی اس کے حوالے کی کہتے ہیں کہ روٹی دے کر آپ رونے لگے اور یہ آیت پڑھی۔ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اور پھر کبھی گوشت نہ کھایا اور چند روز ان کا دل خرما کو چاہا کیا ایک روز کسی قدر خرید کر رات کے لیے رکھ چھوڑے کہ اسی سے روزہ افطار کروں گا۔ اتنے میں ہوا کا طوفان آیا اور اندھیرا ہو گیا، لوگوں کو خوف معلوم ہوا۔ عتبہ اپنے نفس سے کہنے لگے کہ یہ بلا اسی سبب سے آئی ہے کہ میں نے تیری خاطر سے اتنے خرمے مول لیے اب خبردار ان کو مت چکھنا۔

حکایت (۶۳۸) داؤد طائی نے دھیلے کی تقل اور پیسے کا سرکہ مول لیا اور تمام رات نفس سے کہتے رہے کہ اے داؤد قیامت کو کیسا بڑا حساب دینا پڑے گا۔ پھر ہمیشہ روکھی روٹی کھائی۔

حکایت (۶۳۹) عتبہ غلام نے ایک روز عبدالواحد بن زیدؒ سے کہا کہ فلاں شخص اپنے نفس میں ایسا درجہ بتلاتا ہے کہ میں اس رتبہ کو اپنے نفس میں نہیں پاتا۔ انہوں نے کہا کہ یہ اس لیے ہے کہ تم روٹی کے ساتھ خرما کھاتے ہو، اور وہ صرف روٹی ہی کھاتا ہے۔ عتبہ نے کہا اگر میں خرما چھوڑ دوں تو وہ رتبہ حاصل ہو گا، انہوں نے کہا کہ بیشک۔ پس عتبہ رونے لگے لوگوں نے کہا کہ کیا خرما پر روتے ہو۔ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کچھ نہ کہو۔ ان کے نفس نے جان لیا کہ ارادہ پکا کرتے ہیں اور جس چیز کو چھوڑیں گے پھر اس کی طرف رجوع نہ کریں گے۔

حکایت (۶۴۰) جعفر بن نصر کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت جنید نے فرمایا کہ تھوڑے انجیر میرے لیے خرید لا جب میں مول لے آیا تو افطار کے وقت ایک منہ میں ڈالا اور تھوک دیا اور کہا کہ اٹھا لے جا میں نے سبب پوچھا تو فرمایا گوش و دل میں یہ ندا آئی کہ تو نے میری خاطر چھوڑا تھا، کیا پھر کھائے گا۔

حکایت (۶۴۱) صالح کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سلمی کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کے لیے ایک چیز بھیجا چاہتا ہوں بشرطیکہ آپ واپس نہ کریں انہوں نے فرمایا بہتر ہے۔ میں نے اپنے لڑکے کے ہاتھ ستو، گھی اور شہد ملا کر بھیج دیئے اور کہہ دیا کہ جب تک وہ نہ کھا لیں تب تک مت آنا۔ آپ نے کھا لیے۔ دوسرے روز میں نے پھر بھیجے آپ نے نہ کھائے اور واپس کر دیئے

پس میں آپ سے خفا ہو کر کہنے لگا سبحان اللہ آپ نے میرا ہدیہ واپس کر دیا۔ جب انھوں نے مجھ کو غصہ میں دیکھا تو فرمایا کہ بُرا ماننے کی بات نہیں، ایک بار تو میں نے تعمیل کی جب دوسری بار تم نے بھیجا تو ہر چند میں نے کھانا چاہا مگر نہ ہو سکا۔ جب میں ارادہ کھانے کا کرتا تھا یہ آیت یاد آتی تھی یتجرعہ ولا یکاد یسیغہ (آخر تک) صالح کہتے ہیں کہ میں رو پڑا اور دل میں کہنے لگا کہ میں اور کہیں ہوں تم اور کہیں۔

حکایت (۶۴۲) سری سقطیؒ فرماتے ہیں کہ میرا نفس تیس برس سے چاہتا ہے کہ روٹی شیرۂ انگور میں تر کر کے کھاؤں۔ مگر میں نے نہیں کھلائی۔

حکایت (۶۴۳) ابوبکر جلا نے فرمایا کہ ایک شخص میں نے ایسا دیکھا ہے کہ اس کا نفس اس سے کہتا تھا کہ میں دس روز تک کچھ نہ کھاؤں گا۔ بشرطیکہ تو دس روز کے بعد جو کہوں وہ کھلا دے۔ اس نے جواب دیا کہ میں دس روز کا فاقہ نہیں چاہتا تو بھی تمنا چھوڑ دے۔

حکایت (۶۴۴) ایک عابد کا ذکر ہے کہ انھوں نے اپنے کسی یگانہ کی دعوت کی اور روٹیاں سامنے رکھ دیں، وہ شخص روٹیوں کو اچھی طرح لوٹنے لگا کہ اچھی طرح دیکھ کر کھاوے۔ عابد نے فرمایا کہ یہ کیا کرتے ہو تم کو معلوم نہیں کہ جس روٹی کو تم نے چھوڑا ہے اس میں کتنی حکمتیں ہیں اور کتنے کاریگروں کے ہاتھ سے تمہارے پاس آئی۔ اوّل ابر سے چلو کہ اس میں پانی آیا اور پانی سے زمین اور ہوا، اور چوپائے تازے ہوئے اور بہت سے لوگوں نے کام کیا جب کہیں تم تک آئی۔ اب تم ان کو لوٹتے ہو رغبت سے نہیں کھاتے۔

حکایت (۶۴۵) حضرت سفیان ثوریؒ جس رات شکم سیر ہوتے تو تمام رات عبادت کرتے اور اگر دن کو سیر ہوتے تو پیا پے نماز و ذکر میں مصروف رہتے اور فرماتے کہ کالی بلا کا پیٹ بھرو اور محنت لو، یا یوں کہتے کہ گدھے کو شکم سیر کر کے اس سے محنت لو۔

حکایت (۶۴۶) ایک بزرگ نے ایک خوبصورت عورت سے نکاح کیا۔ جب رخصت کے دن قریب آئے اس کے چیچک نکل آئی اس کے گھر والوں کو نہایت رنج ہوا کہ اب شوہر اسکو پسند نہ کریگا۔ اس مرد بزرگ نے خبر پا کر بہانہ کیا کہ میری آنکھیں دکھتی ہیں اور بعد اس کے اندھا بن گیا۔ جب وہ عورت گھر میں آئی بیس برس تک رہ کر مر گئی۔ پھر آپ نے آنکھیں.....

کھول دیں لوگوں نے سبب پوچھا، کہا میں جان بوجھ کے اندھا ہوا تھا تاکہ سسرال والے رنج نہ کریں۔ لوگوں کو کمال حیرت ہوئی اور کہا کہ ایسے لوگ چل بسے اب دنیا میں نہیں۔

حکایت (۴۷۶) عبداللہ بن ابی وداعہؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت سعید بن المسیب کے پاس جاکر بیٹھا کرتا تھا۔ چند روز نہ گیا۔ پھر ایک روز جب گیا تو پوچھا کہاں تھے، میں نے کہا میری بیوی مر گئی تھی اس لیے حاضری سے مقصر رہا، آپ نے فرمایا تم نے ہم کو اطلاع نہ کی ہم بھی آتے۔ بعد اس کے میں نے اُٹھنا چاہا، آپ نے فرمایا اب کوئی اور بیوی ہے کہ اُٹھے جاتے ہو، میں نے عرض کیا کہ حضرت میری دو چار پیسے کی اوقات ہے مجھے کون بیٹی دیتا ہے آپ نے فرمایا کہ میں دیتا ہوں، میں نے عرض کیا کہ آپ دیں گے فرمایا کہ ہاں، اور خطبہ پڑھ کر تھوڑے سے مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ میں وہاں سے اُٹھا اور خوشی کے مارے پھول رہا تھا اور یہ سوچتا تھا کہ کس سے ادھار لوں، کیا کروں، اس میں مغرب کا وقت ہوا میں نماز پڑھ کر گھر آیا اور چراغ جلایا۔ روزہ افطار کرکے روٹی اور تیل کھانے بیٹھا۔ اپنے دروازے سے دستک کی آواز آئی، میں نے پوچھا کون ہے کہا سعید، میں نے بہت فکر کیا کہ کون سے سعید ہیں، خیال میں نہ آیا اور سعید بن المسیبؒ کا دھیان بھی نہ تھا۔ کیونکہ انہوں نے چالیس برس سے مسجد کے سوا اور جانا بالکل ترک کر دیا تھا۔ جب میں دروازے پر آیا تو دیکھا کہ سعید بن المسیب ہیں مجھ کو خیال ہوا کہ شاید کوئی ضرورت آپ کو ہو گی، میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھے کیوں نہ بلوا لیا۔ فرمایا کہ تمہارے پاس آنا ہی مناسب تھا، میں نے پوچھا کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ تم نے نکاح کیا تھا، مجھے تمہارا اکیلا سونا بُرا معلوم ہوا اس لیے تمہاری بیوی کو پہنچانے آیا ہوں۔ میں نے جو دیکھا تو واقع میں وہ نیک بخت ان کے پیچھے کھڑی ہوئی ہے۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے میں کر دیا اور دروازہ بند کر دیا۔ وہ عورت مارے شرم کے گر پڑی میں نے دروازے کو خوب بند کر دیا۔ پھر جس پیالے میں روٹی اور تیل رکھا تھا اس کو چراغ کے سامنے سے ہٹایا کہ عورت کی نظر اس پر نہ پڑے۔ پھر چھت پر چڑھ کر اپنے ہمسایوں کو پکارا۔ سب جمع ہو گئے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ میں نے کہا کہ سعید ابن المسیبؒ نے آج دن کو اپنی بیٹی مجھے بیاہی تھی۔ اب مجھے خبر بھی نہ تھی وہ اُسے یہاں پہنچا گئے۔ لوگوں نے تعجب کیا پوچھا کہ کیا سعید نے تمہارا نکاح کیا ہے۔ میں نے کہا ہاں، انہوں نے پوچھا کہ لڑکی گھر میں ہے میں نے کہا کہ ہاں تو سب لوگ اس کے پاس گئے اور میری والدہ کو جو خبر پہنچی انہوں نے آکر کہا کہ اگر تین دن

تک تو نے اس کو چھیڑا تو کبھی منہ نہ دیکھوں گی، تین دن میں ہم اس کو ٹھیک کر لیں گے۔ تب مضائقہ نہیں۔ تین دن میں علیحدہ رہا۔ پھر جو میں نے اس کو دیکھا اور اس سے بات چیت کی، تو نہایت خوبصورت، کلام اللہ کی حافظ اور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالم اور حقوق شوہر سے واقف پایا۔ ایک مہینے تک نہ سعید بن المسیبؒ میرے پاس آتے اور نہ میں ان کے پاس گیا۔ بعد مہینے کے میں گیا تو آپ حلقہ میں بیٹھے ہیں میں نے سلام کیا آپ نے جواب سلام کا دیکر کچھ نہ کہا۔ جب لوگ اُٹھ گئے اس وقت پوچھا کہ اس آدمی کا کیا حال ہے، میں نے کہا بہت اچھا حال ہے۔ دوست خوش ہوں اور دشمن جلیں، کہا کہ اگر کوئی بات خلاف مرضی ہو تو لاٹھی سے خبر لینا، میں گھر چلا آیا، انہوں نے بیس ہزار درہم میرے پاس بھیج دیئے اور یہ لڑکی وہی تھی جس کا عبدالملک بن مروان اپنے بیٹے ولید کے ساتھ اپنے عہد خلافت میں نسبت چاہتے تھے۔ مگر سعید ابن المسیبؒ نے انکار کر دیا تھا۔ اور عبدالملک نے ایک حیلہ قائم کر کے ان کے کوڑے مارے تھے اور جاڑے کے موسم میں ایک گھڑا ٹھنڈا پانی ان پر ڈالا تھا اور کمبل کا کرتہ پہنایا تھا۔ پس ان کا اسی رات رخصت کر دینا کمال دینداری اور احتیاط کی دلیل ہے۔ جزاہ اللہ جزاءً

حکایت (۶۴۸) ابوبکر بن عبداللہ مزنیؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک قصاب اپنے ہمسایہ کی لونڈی پر عاشق ہوا۔ جب اس کے مالک نے اس کو کسی کام کے لیے دوسرے گاؤں میں بھیجا تو قصاب اس کے پیچھے ہوا، اور مطلب کا خواہاں ہوا، اس لونڈی نے کہا جتنا تم مجھے چاہتے ہو اس سے زیادہ میں تمہیں چاہتی ہوں۔ مگر اس بات سے درگذر کرو کہ مجھ کو خدا کا خوف معلوم ہوتا ہے۔ اس نے کہا جب تجھے خوف ہے تو مجھے کیوں نہ ہوگا۔ غرض کہ تائب ہو کر پھرا۔ بعد اس کے اس کو شدت کی پیاس لگی کہ قریب مرنے کے ہو گیا۔ اتنے میں انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی کا قاصد ملا۔ اس نے اس سے حال پوچھا۔ اس نے کہا میں پیاسا ہوں، نبی کے قاصد نے فرمایا آؤ ہم تم دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس گاؤں میں جانے تک ابر کا سایہ ہم پر کر دے اس نے کہا کہ میں نے کوئی نیک کام نہیں کیا کہ دعا مانگوں تم دعا مانگو۔ قاصد نے کہا اچھا میں دعا مانگتا ہوں تم آمین کہنا۔ پھر قاصد نے دعا شروع کی اور قصاب آمین کہتا گیا یہاں تک کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان دونوں کے سر پر ہو گیا اور گاؤں میں پہنچ گئے جب قصاب اپنے مکان کی طرف کو جدا ہوا تو ابر بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ قاصد نے کہا کہ تم تو کہتے تھے

کہ میرے پاس کوئی عمل نیک نہیں، دعا میں نے مانگی تھی اور آمین تم نے کہی تھی اور بادل دونوں پر آیا تھا۔ اب کس طرح تمہارے ساتھ ہو لیا، اپنا حال مجھ سے کہو، اس نے قصۂ توبہ کا بیان کیا۔ قاصد نے کہا کہ خدا کے نزدیک تائب کا وہ درجہ ہے کہ کسی کا نہیں۔

حکایت (۶۴۹) احمد بن سعید اپنے باپ سے ناقل ہیں کہ کوفہ میں ہمارے پاس ایک جوان نہایت شکیل و خوبصورت و خوش سیرت عابد رہتا تھا، کبھی جامع مسجد سے گویا جدا نہ ہوتا۔ ایک عورت جمیلہ عقیلہ اس کو دیکھ کر فریفتہ ہوئی اور مدت تک ویسی ہی رہی۔ ایک روز وہ شخص مسجد کو جاتا تھا اس کی راہ میں کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی کہ میاں صاحب جو کچھ میں کہوں اس کو سُن لیجیے، پھر جو دل میں آئے سو کیجیے، مگر شخص مذکور نے کچھ نہ کہا اور چلا گیا، پھر جب وہ گھر کو جانے لگا پھر راستہ روک کر کہا کہ میری بات سنتے جاؤ۔ انھوں نے گردن جھکالی اور بڑی دیر کے بعد فرمایا کہ یہ تہمت کی جگہ ہے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کوئی مجھ پر تہمت لگائے۔ اس نے کہا کہ میں جو یہاں آکر کھڑی ہوں تو یہ بات نہیں ہے کہ تمہارا حال نہیں جانتی بلکہ خدا نہ کرے کہ لوگوں کو میری طرف سے ایسا ویسا حال معلوم ہو مگر مجھ کو خود اس جیسے کام کے لیے تمہارے پاس آنا پڑا۔ تمہیں خود معلوم ہے کہ لوگ تھوڑی سی بات کو زیادہ جانا کرتے ہیں۔ اور تم لوگ عابد مثل آئینہ کے ہو ذرا سی بات سے تم کو عیب لگ جاتا ہے مجھے سوکی..... ایک بات یہ کہنی ہے کہ ؎

سمایا ہے جس دن سے نظروں میں میری جدھر دیکھتی ہوں اُدھر تو ہی تو ہے

تو میرے اور تمہارے معاملے کو خدا ہی چکائے، راوی کہتا ہے کہ وہ جوان یہ سُن کر گھر چلے گئے اور نماز پڑھنی چاہی مگر سمجھ میں نہ آیا کہ کیا پڑھیں۔ ایک پرچہ کاغذ لے کر اس پر ایک رقعہ لکھا، اور گھر سے نکلے، دیکھا کہ عورت راہ میں اسی جگہ کھڑی ہے۔ وہ رقعہ اس کی طرف پھینک کر اپنے گھر چلے آئے۔ مضمون رقعہ کا یہ تھا۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اے عورت! آگاہ ہو کہ جب بندہ نافرمانی کرتا ہے خدا کی تو وہ بردباری فرماتا ہے اور جب دوبارہ کرتا ہے تب بھی وہ پردہ پوشی فرماتا ہے ع

گنہ بیند و پردہ پوشد بہ حلم

اور جب گناہ کو اپنا شعار کر لیتا ہے تو پھر اس پر ایسا غضب نازل ہوتا ہے کہ نہ اس کو زمین و آسمان سہار سکیں نہ پہاڑ و اشجار نہ در و بام ؎

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم بمانند کرو بیاں صُمٌّ و بکم

پس ایسے غضب کی کس کو طاقت ہے اور جو تو نے بات کہی تھی وہ اگر باطل ہے تو یاد کر اس دن کو کہ آسمان گلے ہوئے تانبے کی شکل کا ہوگا اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح اور صولت جباری اور دبدبہ قہاری اس زور شور پر ہوگا کہ تمام لوگ گھٹنے کے بل گرے ہوئے ہوں گے اور میرا یہ حال ہے کہ میں اپنے ہی نفس کی اصلاح نہیں کر سکتا، تا بدیگرے چہ رسد، اور اگر تیرا مقولہ حق ہے تو ایسا طبیب بتلائے دیتا ہوں کہ تمام دردوں کی دوا کرے اور مہلک بیماریوں کا علاج فرمائے وہ ذات پاک اللہ جل شانہٗ کی ہے، اسی کی طرف صدق دل سے رجوع کرنا چاہیئے اور مجھ کو تیری طرف سے یہی آیت کافی ہے۔ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِيْنَ، مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ۔ اس آیت سے کوئی مفر نہیں ہوتا۔ فقط۔ پھر وہ عورت بعد چندے آئی اور راہ میں کھڑی ہوئی۔ جب اس شخص نے اس کو دور سے دیکھا گھر کو لوٹنے کا ارادہ کیا کہ اس کی صورت نظر نہ پڑے، اس نے کہا کیوں جاتے ہو، آج کے سوا کبھی ملاقات نہ ہو گی۔ اب خدا ہی کے یہاں ملیں گے، یہ کہہ کر خوب روئی اور کہا کہ میں اسی خدا سے دعا کرتی ہوں کہ جس کے ہاتھ میں تیرا دل ہے کہ مجھ پر تیری مشکل آسان کرے لیکن مجھ کو کوئی نصیحت اور وصیت کر کہ اس پر عمل کروں اس نے کہا کہ میں بھی یہی وصیت کرتا ہوں کہ اپنے آپ کو اپنے نفس سے بچائے رکھنا اور یہ آیت یاد رکھنا وھو الذی یتوفکم باللیل ویعلم ما جرحتم بالنھار اس عورت نے گریبان میں منہ ڈال کر پہلی مرتبہ سے بھی زیادہ رونا شروع کیا اور پھر افاقہ کے بعد گھر چلی آئی اور خدا تعالیٰ کی عبادت میں چندے مصروف رہ کر اسی رنج میں مرگئی۔ وہ جوان اس کو یاد کر کے رویا کرتے لوگ پوچھتے کہ ع

اے باد صبا ایں ہمہ آوردۂ تست

آپ ہی نے تو اس کو مایوس کیا تھا۔ اب کیوں روتے ہو فرماتے کہ میں نے بقول "گربہ کشتن روز اوّل" اس کی طمع کو اوّل ہی دفع ذبح کر ڈالا اور اس سے کنارہ کشی کو خدا کے یہاں اپنے لیے ذخیرہ کیا، اب یہ شرم آتی ہے کہ یہ ذخیرہ کہیں واپس نہ ہو جائے۔

حکایت (۶۵۰) منصور بن المعتمر کے حال میں لکھا ہے کہ عشاء کے بعد چالیس برس تک کوئی کلمہ نہیں بولتے تھے۔

حکایت (۶۵۱) اسی طرح ربیع بن خثیمؒ نے بیس برس تک کوئی دنیا کے کلام نہیں کیے اور جب صبح ہوتی دوات قلم اور پرچہ کاغذ اپنے پاس رکھ لیتے جو کچھ بولتے وہ کاغذ پر لکھ لیتے شام کو اپنے نفس سے اس کا حساب کرتے۔

حکایت (۶۵۲) مکی بن ابراہیمؒ کہتے ہیں کہ ہم ابن عون کے پاس تھے وہاں بلال بن ابی بردہؒ کا ذکر چلا تو لوگ لعنت اور مذمت کرنے لگے ابن عون چپکے سنا کیے لوگوں نے ان سے کہا تمہیں یاد ہے، اس نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تھا۔ آپ اس کو برا نہیں کہتے۔ آپ نے کہا کہ قیامت کو نامۂ اعمال میں بھی دو باتیں ہوں گی، ایک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ، اور دوسرے فلاں نے فلاں کو لعنت کی۔ تو مجھ کو یہی اچھا معلوم ہوتا ہے کہ میرے نامۂ اعمال میں اوّل کلمہ نکلے دوسرا کلمہ نہ نکلے۔

حکایت (۶۵۳) ایک شخص نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم کو یہ بھی خبر ہے کہ دوزخ میں جانا پڑے گا۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں معلوم ہے، اس نے کہا یہ بھی معلوم ہے کہ اس میں سے نکلنا نصیب ہوگا۔ جواب دیا کہ یہ تو معلوم نہیں، کہا پھر خوشی کس چیز سے کر رہے ہو کہتے ہیں کہ پھر کسی نے اس کو مرتے دم تک ہنستے نہ دیکھا۔

حکایت (۶۵۴) یوسف بن اسباط کہتے ہیں کہ حسین رضی اللہ عنہ تیس برس تک نہ ہنسے۔

حکایت (۶۵۵) عطاء سلمی کے متعلق نقل ہے کہ چالیس برس تک نہ ہنسے۔

حکایت (۶۵۶) وہب بن الورد نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ عید فطر میں ہنس رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر ان کی مغفرت ہو گئی تو یہ فعل شکر کرنے والوں کا سا نہیں ہے اور اگر مغفرت نہیں ہوتی تو یہ کام خوف کرنے والوں کا سا نہیں۔

حکایت (۶۵۷) روایت ہے کہ سلیمان بن عبدالملک بیٹھے ہوتے تھے اور ان کے پاس حضرت زہریؒ بھی تھے اتنے میں ایک شخص آیا، سلیمان نے اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے میرے حق میں ایسا ایسا کہا ہے۔ اس نے کہا یہ حرکت مجھ سے نہیں ہوئی اور نہ میں نے کچھ کہا، سلیمان نے کہا کہ جس نے مجھ سے کہا ہے وہ سچا آدمی ہے۔ پھر حضرت زہریؒ نے کہا کہ نمام سچا نہیں ہوتا۔ سلیمان نے کہا کہ واقع میں آپ نے درست فرمایا اور اس شخص سے کہا کہ سچ چھٹی ملی۔

حکایت (۶۵۸) ایک شخص نے عمرو بن عبید سے کہا کہ تمہارا رفیق اسواری ہمیشہ اپنے

مکانات میں تم کو بُرا کہا کرتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو نے نہ تو اس کی رفاقت اور ہم نشینی کا حق سمجھا کہ بُرا کہنے لگا اور نہ میرا خیال کیا کہ مجھ کو اس کا حال ایسا بتلایا جو مجھ کو بُرا معلوم ہو۔ خیر اگر یوں ہی ہے تو اس سے کہہ دینا کہ موت ہم دونوں کو آئے گی اور قبر ہم دونوں کو چھپائے گی۔ اور قیامت میں اکٹھے ہوں گے اور احکم الحاکمین فیصلہ فرمائے گا۔

حکایت (۶۵۹) منقول ہے کہ بعض چغل خوروں نے صاحب بن عباد کو ایک پرچہ لکھا کہ جو یتیم آپ کی تربیت میں ہے اس کے پاس مال بہت ہے اگر داخلِ خزانہ ہو تو مناسب ہے۔ انہوں نے اس پرچہ کی پشت پر لکھا کہ چغلی بہت بُری چیز ہے گو درست ہی کیوں نہ ہو، خدا تعالیٰ مردِ متوفی پر رحمت کرے اور یتیم کو عوض عطا فرمائے اور اس کا مال بڑھا دے اور چغل خور پر لعنت کرے۔

حکایت (۶۶۰) علی بن زید حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ایک بار ایک قریشی شخص نے ان سے سخت کلامی کی انہوں نے بڑی دیر تک سر نیچا کر لیا اور پھر فرمایا کہ تمہاری مرضی یہ تھی کہ حکومت کے جوش میں شیطان کے ہاتھوں خفیف ہو کر آج تمہارے ساتھ وہ بات کروں جس کو کل تم میرے ساتھ کرو۔

حکایت (۶۶۱) ایک عورت نے مالک بن دینارؒ سے کہا کہ او ریا کار! آپ نے فرمایا کہ تیرے سوا مجھے کسی نے نہیں پہچانا۔ تو گویا وہ اپنے نفس سے آفتِ ریا دور کرنے میں مشغول تھے اور اسکو یہ سمجھاتے تھے کہ ریا تجھ سے چھوٹا نہیں جو کچھ ہے شیطان کا فریب ہے جب اس عورتؒ نے ریاکار کہا تو چونکہ نفس کو پہلے ہی سے ریاکار جانتے تھے اس واسطے غصہ نہ ہوتے۔

حکایت (۶۶۲) حضرت شعبی کو کسی نے بُرا کہا آپ نے فرمایا کہ اگر تو سچا ہے تو خدا میرے حال پر رحم کرے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے دل پر رحم کرے۔

حکایت (۶۶۳) حضرت ابن عباسؓ کو کسی شخص نے گالی دی جب وہ دے چکا تو آپ نے اپنے خادم عکرمہؓ سے فرمایا کہ دیکھو تو اگر اس کی کچھ حاجت ہو تو دے دو اس شخص پر گویا گھڑے پانی کے پڑ گئے۔ سر نیچا کر لیا۔

حکایت (۶۶۴) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے کسی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم فاسق ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تیری گواہی مقبول نہیں۔

حکایت (۶۶۵) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مست کو دیکھا اور چاہا کہ اس کو پکڑ کر سزا دیں، اس نے آپ کو کچھ برا کہا، آپ پھر آئے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ نے برا کہنے سے اس کو کیوں چھوڑ دیا، آپ نے فرمایا کہ اس کے برا کہنے سے مجھے غصہ آگیا تھا اگر میں اس کو مارتا تو اپنے نفس کے غصے کا بھی لگاؤ رہتا اور مجھ کو یہ منظور ہے کہ کسی مسلمان کو اپنے نفس کی حمیت وغیرہ سے نہ ماروں۔

حکایت (۶۶۶) اسی طرح حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو جب ایک شخص نے غصہ کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو مجھے غصہ نہ دلاتا تو میں سزا دیتا۔

حکایت (۶۶۷) روایت ہے کہ ایک چور حضرت عمار بن یاسرؓ کے خیمے میں گھسا اور پکڑا گیا لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ ڈالیے آپ نے فرمایا کہ نہیں میں اس کی پردہ پوشی کروں گا کہ اللہ تعالیٰ میری پردہ پوشی فرماتے۔

حکایت (۶۶۸) ایک بار حضرت ابن مسعودؓ بازار میں بیٹھے ہوئے کچھ سودا لیتے تھے، دام دینے کے واسطے عمامے میں سے درہم نکالنے چاہے تو معلوم ہوا کہ کسی نے کھول لیے آپ نے فرمایا کہ جب تک میں یہاں بیٹھا ہوں تب تک موجود تھے۔ لوگ لینے والے کو بد دعا دینے لگے کہ الٰہی اس کے ہاتھ کٹ پڑیں اور اس کا برا ہو پس آپ نے فرمایا کہ الٰہی اگر اس کو کچھ حاجت تھی اور لے لیا ہے تو اس کو برکت دے کہ اس کا کام نکل جاتے اور اگر گناہ پر جرأت کے سبب لے گیا ہو تو اسی گناہ کو اس کا پچھلا کفارہ کر دے کہ آگے پھر ایسا نہ کرے۔

حکایت (۶۶۹) فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خراسان کے ایک شخص سے میں نے کوئی زیادہ زاہد نہیں دیکھا۔ وہ میرے ساتھ مسجد حرام میں بیٹھا تھا کہ طواف کو اٹھا۔ اس کے دینار چوری ہو گئے تو رونا شروع کیا۔ میں نے پوچھا کہ دیناروں کے واسطے روتے ہو، اس نے کہا کہ نہیں بلکہ اس وقت مجھ کو یہ تصور بندھ گیا ہے کہ میں اور چور خدا کے سامنے موجود ہیں اور اس کو کچھ حجت نہیں کہ پیش کرے اس لیے مجھ کو رحم آیا اور رو پڑا۔

حکایت (۶۷۰) عمار بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک گاؤں پر ہوا جس کے رہنے والے صحن اور راستوں میں مرے پڑے تھے آپ نے حواریین سے

ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ غضبِ الٰہی سے ہلاک ہوئے ہیں ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے انہوں نے عرض کیا کہ کسی طرح انکا حال معلوم ہو جاتا تو خوب ہوتا۔ آپؑ نے جناب باری میں عرض کیا ارشاد ہوا کہ رات کے وقت ان کو پکارو تو جواب دیں گے۔ رات ہو گئی، آپ نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر پکارا، او گاؤں والو! وہاں سے کسی نے جواب دیا کہ کیا ارشاد ہے اے روح اللہ! آپ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے، اس نے جواب دیا کہ شام کو اچھی طرح سوئے تھے صبح کو دوزخ میں جا پڑے۔ آپؑ نے کہا کہ اس کا کیا سبب تھا۔ اس نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو محبتِ دنیا تھی اور گناہ گاروں کی فرمانبرداری کیا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ دنیا کو کتنا چاہتے تھے، اس نے عرض کیا کہ جتنا بچہ اپنی ماں کو چاہتا ہے کہ جب سامنے آئی خوش ہوا اور جب چلی گئی رنجیدہ ہو کر رونے لگا۔ آپ نے پوچھا کہ تیرے ساتھی جواب کیوں نہیں دیتے۔ عرض کیا اس لیے کہ ان کے منہ میں آگ کی لگامیں ہیں اور ان کی باگیں فرشتے کڑے تیز مزاج لیے ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ ان میں سے تو کس طرح بولتا ہے اس نے عرض کیا کہ میں ان میں تو نہ تھا لیکن چونکہ ان کے ساتھ رہتا تھا۔ عذاب نے مجھ کو بھی نہ چھوڑا۔ اب میں دوزخ کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں یہ نہیں جانتا کہ اس سے بچوں گا یا اس میں دھکیلا جاؤں گا۔ آپ نے حواریین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جو کی روٹی نکمی نمک سے کھانی اور ٹاٹ پہننا اور گھوڑے پر سوار رہنا بہت ہے اگر دنیا و آخرت میں تندرستی ملے۔

حکایت (۱۷۶) مسلمہ بن عبد الملک حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں نزع کی حالت میں گئے، اور ان سے کہا کہ آپ نے ایسا کام کیا جو کسی نے آپ سے پہلے نہیں کیا، وہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کے لیے روپیہ چھوڑا نہ اشرفی اور ان کے تیرہ بیٹے تھے۔ مسلمہ کا قول سن کر انہوں نے فرمایا کہ مجھ کو ذرا بٹھلا دو، جب آپ بیٹھ گئے تو فرمایا کہ جو تم کہتے ہو کہ میں نے اولاد کے واسطے کچھ نہیں چھوڑا تو میں نے ان کا حق کچھ نہیں داب رکھا، اور جو غیروں کا حق تھا، وہ ان کو نہیں دیا، علاوہ ازیں میرے بیٹے دو طرح کے ہیں، یا تو خدا کے فرمانبردار ہیں تو ایسوں کو خدا ہی کافی ہے چنانچہ خود فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ط یا عاصی و نافرمان ہیں ان کی مجھے کچھ پروا نہیں جو ہو سو ہوا کرے۔

حکایت (۱۷۷) روایت ہے کہ محمد بن کعب قرظی کو بہت سا مال ہاتھ لگا لوگوں نے کہا کہ اگر اسکو اپنے بیٹے کے واسطے رکھ چھوڑو تو مناسب ہے، انہوں نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اسکو تو اپنے لیے خدا کے پاس جمع کروں گا

اور خدا کو اپنے بیٹے کے لیے چھوڑ جاؤں گا۔

حکایت (۶۷۳) محمد بن منکدر راقم درده سے جو حضرت عائشہؓ کی خادمہ تھیں روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن زبیرؓ نے ایک لاکھ اسی ہزار درہم دو گونوں میں حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجے آپ نے ایک طباق منگا کر انکو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جب شام ہوئی مجھ سے کہا کہ ہماری افطاری لاؤ میں نے روٹی اور زیتون کا تیل سامنے رکھ دیا اور کہا کہ آپ نے اتنا کچھ بانٹا یہ نہ ہو سکا کہ ہمارے افطار کے لیے ایک درہم کا گوشت ہی منگا دیتیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم پہلے سے کہتیں تو ایسا ہی کرتی۔

حکایت (۶۷۴) ابان بن عثمانؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے یہ چاہا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہما کو کچھ ضرر پہنچانا چاہیئے اس کے لیے تمام سرداران قریش کے پاس جا کر کہہ دیا کہ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ صبح کا کھانا میرے یہاں کھانا، لوگوں نے اس کے کہنے پر عمل کیا۔ صبح کو سب سردار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے گھر پر جمع ہوئے۔ حتیٰ کہ گھر میں جگہ بھی نہ رہی۔ آپ نے ان کے آنے کا حال پوچھا۔ انہوں نے ماجرا بیان کیا کہ تمہارا پیام فلاں کی معرفت اس وقت کی دعوت کا پہنچا تھا۔ آپ نے سنتے ہی میوہ خرید کر ان کے سامنے رکھ دیا اور کچھ لوگوں کو کھانا پکانے کے لیے معین کیا۔ ہنوز میوہ نہ کھا چکے تھے کہ دستر خوان بچھایا گیا اور سب کھا پی کر چلے گئے۔ آپ نے اپنے کارپردازان سے پوچھا کہ جس قدر آج خرچ ہوا ہے اتنا روز ہو سکتا ہے یا نہیں انہوں نے کہا کہ یقیناً ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا تو ہر روز یہ لوگ صبح کو یہاں ہی کھانا کھایا کریں۔

حکایت (۶۷۵) ایک شخص نے حضرت امام حسنؓ سے کسی حاجت کا سوال کیا آپ نے فرمایا کہ اے شخص تو نے جو مجھ سے سوال کیا اس کا حق مجھ پر بہت ہے اور مجھ کو یہ جاننا بھی دشوار ہے کہ تجھ کو کیا دینا چاہیئے اور جس قدر کا تو لائق ہے اتنا میرے پاس نہیں۔ علاوہ اس کے خدا کی راہ میں بہت دینا بھی تھوڑا ہی ہے۔ میرے قبضے میں تیری حاجت کے موافق تو نہیں مگر جو تھوڑے پر قناعت کرے اور مجھ کو زیادہ دینے کے لیے کسی تکلف اور حیلے کی حاجت نہ پڑنے دے تو البتہ قدر موجود حاضر کر دوں۔ اس نے عرض کیا کہ اے ابن رسول اللہ جو آپ دیں گے مجھے قبول ہے۔ اگر آپ دیں گے تو مشکور ہوں گا، اور نہ دیں گے تو معذور جانوں گا آپ نے اپنے کارپرداز کو بلایا اور اس سے اپنے خرچ کا حساب کیا اور سب حساب کر کے فرمایا کہ تین لاکھ

درم میں سے جتنا باقی ہو وہ لے آؤ۔ اس نے پچاس ہزار درم لا دیئے آپ نے فرمایا، پانچسو دینار بھی تو تھے وہ کیا ہوئے۔ اس نے کہا کہ میرے پاس موجود ہیں آپ نے ان کو بھی منگا لیا اور سب دینار و درم اس سائل کے حوالے کیئے اور کہا ان کے لیجانے کو مزدور بلا لاؤ جب مزدور آئے آپ نے اپنی چادر مزدوری میں ان مزدوروں کے حوالے کی۔ آپ کے خادموں نے عرض کی کہ اب ہمارے پاس نہ دینار ہے نہ درم، آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ خدا تعالےٰ اس کا ثواب بہت بڑا عنایت فرمائے گا۔

حکایت (۶۷۶) ابوالحسن مدائنی کہتے ہیں کہ ایک بار حضرات امام حسنؓ، امام حسینؓ اور عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم حج کے لیے روانہ ہوتے راہ میں قافلہ سے بچھڑ گئے تو بھوک اور پیاس لگی۔ اثناء راہ میں ایک بڑھیا اپنی جھونپڑی میں بیٹھی تھی۔ تینوں صاحبزادوں کا جو گذر وہاں سے ہوا، پوچھا کہ کیا تیرے پاس پانی ہے، کہا کہ ہے، یہ سن کر سواریوں سے اتر پڑے اور اس کے پاس ایک چھوٹی بکری الگ بندھی تھی کہا کہ اس کا دودھ نکال کر پی لو جب دودھ نکال کر پی لیا تو پوچھا کہ کچھ کھانے کو بھی تیرے پاس ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میرے پاس سوائے اس بکری کے اور کچھ نہیں اگر تم میں سے کوئی اس کو ذبح کر کے صاف کر دے تو میں پکا دوں۔ صاحبزادوں نے اس کی تکمیل کی۔ بڑھیا نے کھانا تیار کر دیا وہ کھا پی کر سیر ہوتے اور سہ پہر کے وقت تک ٹھہرے رہے جب چلنے لگے بڑھیا سے کہا کہ ہم لوگ قریشی ہیں۔ اب حج کو جاتے ہیں وہاں سے اگر سلامت پھریں گے تو تو ہمارے پاس آئیو۔ ہم تجھ سے سلوک کریں گے، یہ کہہ کر تشریف لے گئے۔ جب اس عورت کا خاوند آیا تو اس نے تشریف لانا حضرات کا اور ذبح ہونا بکری کا بیان کیا۔ وہ سن کر غصہ ہوا کہ میری بکری کیا جانے کس کو کھلا دی۔ پھر کہتی ہے کہ وہ قریش کے لوگ تھے، پھر مدت کے بعد ان دونوں مرد و عورت کو مدینہ منورہ آنے کی ضرورت ہوئی۔ وہاں پہنچ کر اونٹ کی مینگنیاں جمع کرتے اور ان کو بیچ کر اپنی گذران کرتے۔ اتفاقاً ایک روز بڑھیا اس طرف جا نکلی جہاں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے آپ نے بڑھیا کو پہچانا۔ مگر اس نے نہ پہچانا آپ نے خادم کو بھیج کر اس کو بلایا اور پوچھا مجھے پہچانتی ہے۔ اس نے عرض کیا کہ میں نہیں پہچانتی آپ نے فرمایا کہ میں وہ ہوں جو فلاں روز تیرے یہاں مہمان ہوا تھا۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ وہ ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں!

پھر آپ نے ایک ہزار بکریاں اور ہزار دینار بڑھیا کو دے کر اپنے غلام کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ انہوں نے بڑھیا سے پوچھا کہ تجھے میرے بھائی نے کیا دیا ہے اس نے عرض کیا کہ ہزار دینار اور ہزار بکریاں، آپ نے بھی اسی قدر اس کو دلوایا اور اپنے خادم کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس روانہ کر دیا، انہوں نے پوچھا کہ حسنین رضی اللہ عنہما نے تجھ کو کیا دیا کہا دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں دیں۔ انہوں نے دو ہزار دینار اور دو ہزار بکریاں اپنے پاس سے دیں، اور فرمایا کہ اگر تو پہلے میرے پاس آتی تو میں اتنا دیتا کہ حسنین رضی اللہ عنہما کو دینا بڑا مشکل پڑتا۔ غرضکہ بڑھیا چار ہزار دینار اور اتنی ہی بکریاں لے کر اپنے خاوند کے پاس آئی اور کہا کہ یہ عوض اس ایک بکری کا ہے کہ جس کو سرداران قریش نے کھایا تھا۔

حکایت (۶۷۷) ایک بار عبداللہ بن عامرؓ بن کریز مسجد سے تنہا اپنے گھر کو جاتے تھے، ثقیف کی قوم سے ایک لڑکا ان کے پیچھے ہو لیا، انہوں نے اس سے پوچھا تجھے مجھ سے کچھ کام ہے اس نے کہا کہ کوئی کام نہیں آپ تنہا جاتے تھے، میں اس لیے ساتھ ہو لیا کہ خدانخواستہ راستے میں اگر آپ پر کوئی بری بات پیش آوے تو میں اپنے اوپر اُسے لوں اور آپ کو بچاؤں۔ عبداللہ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور گھر پر آ کر ہزار دینار عنایت کیے اور کہا کہ تجھ کو تیرے مربیوں نے خوب تعلیم کی ہے جا اور ان دیناروں کو اپنے مصرف میں لا۔

حکایت (۶۷۸) عبداللہ بن عامرؓ نے خالد بن عقبہؓ سے ان کا گھر جو بازار میں تھا نوے ہزار درہم میں مول لیا۔ جب رات ہوئی تو خالد کے گھر والوں کے رونے کی آواز عبداللہ کے کانوں میں پہنچی۔ پوچھا یہ کیوں روتے ہیں لوگوں نے کہا کہ اپنے گھر کے لیے روتے ہیں اپنے خادم سے آپ نے فرمایا کہ تو ان سے جا کر کہدے کہ مال اور مکان سب تمہارا ہے۔

حکایت (۶۷۹) روایت ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے حضرت امام مالک بن انسؓ کی خدمت میں پانسو دینار بھیجے۔ یہ خبر لیث بن سعدؓ کو پہنچی انہوں نے ان کی خدمت میں ہزار دینار روانہ کیے۔ ہارون رشید نے لیث کو بلا کر عتاب کیا کہ تم ہماری رعیت ہو کیا وجہ کہ ہم نے پانسو بھیجے تو تم نے ہزار دیئے۔ انہوں نے کہا کہ یا امیرالمومنین میرے یہاں ہر روز ہزار دینار کا غلہ آتا ہے۔ مجھے شرم آئی کہ ایسے شخص کو ایک دن کی آمدنی سے کیا کم دوں۔ لیث بن سعد کی سخاوت مشہور ہے یہی وجہ تھی کہ باوجود ہزار دینار آمدنی ہر روز کے ان پر زکوٰۃ واجب

نہ ہوئی۔ ایک بار کسی عورت نے ان سے شہد مانگا تو انہوں نے ایک مشک شہد اس کو دیا۔ کسی نے پوچھا کہ اس کا کام تو تھوڑے میں نکل جاتا، آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی حاجت کے موافق مانگا تھا ہم نے اس قدر دیا کہ جسقدر خدا تعالیٰ نے ہم پر نعمت کی تھی اور یہ ان کا دستور تھا کہ ہر روز جب تک تین سو ساٹھ مسکینوں کو کھانا اور صدقہ نہ دے دیتے کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالتے۔

حکایت (۶۸۰) اعمشؒ روایت کرتے ہیں کہ میری ایک بکری بیمار ہوئی خیثمہ بن عبدالرحمٰنؒ اس کو صبح و شام آکر پوچھتے کہ گھاس اچھی طرح کھاتی ہے یا نہیں اور بچے بدون دودھ کے کیسے صبر کرتے ہیں اور یہ کہہ کر میرے بچھونے کے نیچے کچھ رکھ دیتے اور چلتے وقت کہہ جاتے کہ بچھونے تلے جو کچھ ہو نکال لینا۔ بکری کی بیماری کے دنوں میں میرے پاس تین سو دینار سے زیادہ پہنچ گئے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ تمنا ہوئی کہ کسی طرح یہ بکری بیمار ہی رہے تو بہتر ہے اس کی بیماری سے یہ کچھ ملا۔

حکایت (۶۸۱) قیس بن سعد بن عبادہ بیمار پڑے۔ ان کے اقارب ان کی عیادت کو نہ آتے۔ انہوں نے جو سبب پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ چونکہ تمہارا قرض ان کے ذمے ہے اسلیے وہ آتے ہوئے شرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا خدا مال کو ذلیل کرے یہ بھائیوں سے بھی نہیں ملنے دیتا۔ پھر ایک پکارنے والے سے کہا کہ یوں پکارے کہ قیس بن سعدؓ کا جس کے ذمے کچھ آتا ہو وہ معاف ہے اس کو سنتے ہی لوگ اس کثرت سے آئے کہ آپ کے گھر کی سیڑھی بھی ٹوٹ گئی۔

حکایت (۶۸۲) شیخ ابوسعید حرکوشی نیشاپوری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن حافظ بن محمد سے سنا ہے کہ وہ زبانی شافعی مجاور مکہ کے بیان کرتے تھے کہ مصر میں کوئی شخص ایسا تھا کہ فقرا کے لیے کچھ چندہ کر دیا کرتا تھا۔ اتفاقاً ایک شخص کے گھر لڑکا پیدا ہوا، وہ اس شخص کے پاس آکر کہنے لگا کہ میرے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس وقت میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص اس کے ساتھ ہوا اور بہت سے لوگوں کے پاس لے گیا۔ مگر کہیں سے کچھ نہ ملا۔ پھر ایک آدمی کی قبر پر آکر بیٹھا اور کہنے لگا کہ خدا تجھے بخشے تو زندگی میں بہت کچھ دیا کرتا تھا۔ آج میں بہتوں کے پاس گیا اور اس شخص کے واسطے بہت سی کوشش کی کہ کچھ ملے مگر سوءِ اتفاق کہ ہر سعی بے فائدہ ہوئی۔ یہ کہہ کر ایک دینار نکالا اور اس کو خوردہ کر کے آدھا سائل کو دیا اور کہا کہ یہ میں تم کو قرض دیتا ہوں جب تمہارے پاس ہو ادا کر دینا، وہ شخص آدھا

دینار لے کر گھر چلا آیا، اور بچہ ہونے کی جو ضرورت تھی اس کو انجام دیا، رات کو اس مصری چندہ کرنے والے نے اس قبر والے کو خواب میں دیکھا کہ یوں کہتا ہے کہ تو نے جو کچھ مجھ سے کہا تھا وہ سب میں نے سنا مگر چونکہ مجھ کو اجازت جواب کی نہ تھی اس واسطے میں جواب نہ دے سکا۔ اب کہتا ہوں کہ تم میرے مکان پر جا کر میری اولاد سے کہو کہ چولھے کے نیچے کھودیں وہاں سے ایک برتن میں پانسو دینار گڑے ہوئے نکلیں گے وہ ان سے لے کر اس لڑکے والے کو دے دو۔ جب صبح ہوئی تو وہ شخص اس کی اولاد کے پاس گیا اور خواب کا قصہ بیان کیا۔ انہوں نے اس کو ٹھہرا کر جگہ کھودی اور دینار لا کر رکھ دیئے کہ لے جاؤ اس نے جواب دیا کہ تمہارا مال ہے میرے خواب کا کیا اعتبار ہے۔ انہوں نے کہا کہ مال والا تو مرنے پر بھی سخاوت کرتا ہے ہم جیتے جی کیسے نہ کریں، غرض بعد رد و کد اس شخص نے دینار لے لیے اور لڑکے والے کے پاس لا کر رکھے اور تمام ماجرا بیان کر کے کہا کہ اب تمہارا مال یہ ہے جو چاہو سو کرو۔ اس نے ایک دینار اٹھا کر خوردہ کیا اس میں سے نصف تو اس شخص کو بوجہ قرض دیا اور نصف خود رہنے دیا کہ مجھے اسی قدر کفایت ہے۔ باقی تمام فقیروں کو دیدیا ابو سعیدؒ راوی اس حکایت کے کہتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم ان سب میں زیادہ سخی کس کو کہنا چاہیئے۔

حکایت (۶۸۳) امام شافعیؒ کہتے ہیں مجھے جب سے حماد بن سلیمانؒ کی ایک خبر پہنچی ہے، تب سے میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ایک روز وہ سوار جاتے تھے، حرکت سے تکمہ ٹوٹ گیا۔ راستے میں ایک درزی سیتا تھا چاہا کہ اتر کر اس سے درست کرا لیں درزی نے قسم دلائی کہ آپ نہ اتریں اور خود اس کے ٹانکنے کو کھڑا ہو گیا اور درست کر دیا۔ انہوں نے اس کو دس دینار دیئے اور معذرت کرنے لگے کہ یہ قلیل مقدار ہے۔

حکایت (۶۸۴) ربیع بن سلیمان کہتے ہیں کہ ایک شخص نے شافعیؒ کی رکاب پکڑی آپ نے ربیعؒ سے کہا کہ اس کو چار دینار دو اور میری طرف سے معذرت کرو۔

حکایت (۶۸۵) روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پچاس ہزار درہم حضرت طلحہؓ کے ذمے تھے ایک روز حضرت عثمانؓ مسجد کو تشریف لیے جاتے تھے کہ حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ آپ کا مال موجود ہے لے لیجیئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ میں نے آپ ہی کو دیا تھا کہ آپ کی مروت یعنی سخاوت

پر ممد و معاون ہو۔

حکایت (۶۸۶) سعدی بنت عوف کہتی ہیں کہ ایک روز حضرت طلحہؓ کی خدمت میں گئی، آپ کو کچھ مکدر دیکھ کر پوچھا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ میرے پاس کچھ مال جمع ہو گیا ہے۔ اس کا تردد ہے، میں نے کہا کہ تردد کی کیا بات ہے، اپنی قوم کو بلوا کر بانٹ دو آپ نے غلام کو بھیج کر سب کو بلوایا اور مال تقسیم کر دیا۔ میں نے خادم سے پوچھا کہ کس قدر تھا۔ کہا کہ چار لاکھ درم تھے۔

حکایت (۶۸۷) ایک اعرابی نے انہی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر کچھ سوال کیا اور اپنی قرابت بھی کچھ بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے قرابت کی وجہ سے آج تک کسی نے کچھ نہیں مانگا تھا۔ میرے پاس ایک قطعہ زمین ہے جس کے حضرت عثمانؓ تین لاکھ درہم دیتے ہیں اگر تو چاہے تو وہ زمین لے لے ورنہ اس کے دام تجھ کو دے دوں۔ اس نے دام ہی طلب کیے آپ نے وہ زمین حضرت عثمانؓ کو دے کر قیمت مذکورہ حوالے کی۔

حکایت (۶۸۸) روایت ہے کہ ایک روز حضرت علی مرتضیٰؓ روئے، لوگوں نے رونے کا سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا سات روز سے میرے یہاں کوئی مہمان نہیں آیا، ڈر ہے کہ خدا نے کہیں مجھے ذلیل تو نہیں کیا۔

حکایت (۶۸۹) ایک شخص اپنے دوست کے دروازے پر گیا اور دستک دی اس نے پوچھا آپ کیسے آئے کہا کہ میرے ذمے چار سو درم ہیں اس نے چار سو درم تول کر حوالے کیے اور گھر میں روتا ہوا آیا بیوی نے کہا کہ اگر تم کو ان درموں کا دینا شاق تھا تو نہ دیتے ...... اس نے کہا کہ میں اس لیے روتا ہوں کہ مجھ کو اس کا حال بدون اس کے کہے معلوم نہ ہوا۔ میں اگر خود جویا رہتا تو اس کو مانگنے کی کیوں حاجت پڑتی۔

حکایت (۶۹۰) روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ اپنی کسی زمین کو دیکھنے کو نکلے راہ میں کسی باغ میں ٹھہرے کہ وہاں ایک غلام حبشی کام کر رہا تھا جب اس غلام کا کھانا آیا تو اسی وقت ایک کتا بھی اسی احاطے میں گھس کر غلام کے پاس چلا آیا۔ اس نے ایک روٹی اس کو دے دی جب وہ کھا چکا تو دوسری دے دی پھر تیسری دے دی اسی طرح اپنی کل غذا اس کو کھلا دی حضرت عبداللہؓ بیٹھے دیکھا کیے۔ پھر اس غلام سے پوچھا کہ تیری غذا ہر روز کس قدر ہے۔ اس نے عرض کیا کہ اسی قدر ہے جو آپ نے دیکھی فرمایا کہ پھر تو نے سب کی سب کتے کو کیوں

کھلادی آپ کیوں نہ کھائی۔ اس نے عرض کیا کہ یہاں کوئی کتا نہیں رہتا، معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتا مسافر ہے دور سے یہاں آیا تھا اور بھوکا تھا مجھ کو اس کا بھوکا رہنا اور آپ شکم سیر ہونا بُرا معلوم ہوا آپ نے فرمایا کہ پھر دن بھر کیا کھائے گا، اس نے عرض کیا کہ فاقہ کروں گا۔ پھر آپ نے سوچا کہ میں اس کو سخاوت پر ملامت کر رہا ہوں، یہ تو مجھ سے زیادہ سخی ہے۔ پس آپ نے اس باغ اور غلام اور وہاں کے اسباب وسامان کو خرید کر اس غلام کو آزاد کر دیا اور وہ باغ اس کو ہبہ کر دیا۔

حکایت (۶۹۱) حضرت ابوالحسن انطاکیؒ کے پاس ایک بار کسی گاؤں میں متصل رے کے تیس سے کچھ زیادہ آدمی جمع ہوئے ان کے پاس چند روٹیاں گنتی کی تھیں کہ سب کی سب شکم سیری کو کافی نہ تھیں۔ پس روٹیوں کے ٹکڑے کر کے چراغ گل کر دیا اور کھانے کو بیٹھے جب کھانا بڑھایا تو معلوم ہوا سب کا سب موجود ہے کسی نے کچھ نہیں کھایا۔ ہر ایک نے یہی خیال کیا کہ دوسرا کھالے تو بہتر ہے۔

حکایت (۶۹۲) روایت ہے کہ شعبہؒ کے پاس ایک سائل آیا آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا آپ نے مکان کی ایک کڑی اتار کر اس کو دے دی اور معذرت کی۔

حکایت (۶۹۳) حذیفہؓ عدوی کہتے ہیں کہ میں شام کے نواح میں یوم یرموک گیا۔ مجھے اپنے چچا زاد کی تلاش تھی کہ اگر ان میں کوئی سانس باقی ہوگی تو پانی پلادوں گا اور منہ دھو دوں گا۔ اسی لیے تھوڑا پانی بھی لیتا گیا۔ جب معرکے کی جگہ میں نے ڈھونڈا تو ان کو زندہ پایا۔ پوچھا پانی پلادوں۔ انھوں نے اشارے سے کہا کہ اچھا۔ جب میں نے پانی پلانا چاہا تو آہ کی آواز پاس سے آئی۔ میرے چچا زاد نے اشارہ کیا کہ پہلے اس کو پلاؤ۔ جب میں وہاں لے گیا تو دیکھا ہشام بن عاصؓ ہیں۔ میں نے پوچھا کہ پانی پلاؤں، یہ سن کر ایک اور آہ کی آواز آئی۔ حضرت ہشام نے اشارہ کیا کہ اول وہاں لے جاؤ۔ جب میں اس شخص کے پاس گیا تو وہ مر چکا تھا وہاں سے پھر ہشام کے پاس آیا تو یہ بھی انتقال کر گئے۔ پھر اپنے چچا زاد کے پاس آیا تو ان کو بھی زندہ نہ پایا۔ خدا تعالیٰ ان سب پر اپنا رحم کرے۔

حکایت (۶۹۴) عباس بن دہقان کہتے ہیں کہ سوائے بشر بن الحارث کے کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس طرح دنیا میں آیا ہو اسی طرح اٹھ جائے۔ بشر بن الحارث

البتہ جیسے آتے تھے ویسے ہی گئے۔ ان کے مرض موت میں ایک شخص آیا اور حاجت کا سوال کیا۔ آپ نے اپنا کرتہ اتار کر اس کے حوالے کیا۔ اور ایک اور شخص سے ایک کپڑا مانگ لیا۔ اس میں انتقال ہوا

حکایت (۶۹۵) روایت ہے کہ ابوالحسن بوشنگیؒ ایک روز پائخانے میں تھے آپ نے ایک شاگرد کو بلا کر فرمایا کہ میرا کرتہ بدن سے نکال کر فلاں شخص کو دیدے اس نے عرض کیا کہ آپ نے پائخانے میں سے نکلنے تک صبر نہ فرمایا، انہوں نے کہا کہ اس وقت میرے دل میں آیا کہ کرتہ دے ڈالوں اور اپنے نفس سے یہ خوف تھا کہ کہیں بدل نہ جائے اس واسطے اسی وقت تعمیل کی۔

حکایت (۶۹۶) جریر رحمۃ اللہ علیہ لیث سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا کہ میں آپ کی خدمت میں رہوں گا۔ حضرت نے اس کو ساتھ لیا اور ایک ندی کے کنارے پر پہنچ کر ناشتہ کھایا۔ آپ کے ساتھ تین روٹیاں تھیں دو تو کھالیں تیسری باقی رہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور نہر میں سے پانی پی کر پھر آئے اور وہ روٹی نہ پائی۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا کہ روٹی کس نے لی، اس نے عرض کیا مجھ کو معلوم نہیں، آپ نے اس کو ساتھ لیا اور چل دیئے راہ میں ایک ہرنی ملی جس کے ساتھ دو بچے تھے۔ آپ نے ایک کو بلایا وہ چلا آیا، اس کو ذبح کر کے بھونا اور آپ نے مع اس شخص کے تناول فرمایا پھر اس بچے کو ارشاد فرمایا۔ قُم باذن اللہ (خدا کے حکم سے کھڑا ہو جا) وہ اٹھ کر چلا گیا۔ پھر آپ نے اس شخص سے کہا تجھ کو قسم ہے اس ذات کی جس نے تجھ کو یہ معجزہ دکھلایا۔ بتلا دے کہ روٹی کس نے لی، اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔ پھر آپ اس کو ساتھ لے چلے اور ایک چشمے پر پہنچے۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور پانی پر چلے گئے۔ جب اس سے پار ہوئے پوچھا کہ تجھ کو قسم ہے اس معجزہ دکھلانے والے کی۔ بتلا دے روٹی کس نے لی، اس نے بدستور سابق عرض کیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ پھر ایک جنگل میں گئے وہاں بیٹھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مٹی یا بالو جمع کرنا شروع کی اور ڈھیر بنا کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے سونا ہو جا، وہ سونا ہو گیا، آپ نے اس کے تین حصے کیے اور فرمایا کہ ایک ان میں میرا ہے اور ایک تیرا اور ایک اس شخص کا جس نے روٹی لی یہ سنتے ہی بول اٹھا کہ روٹی تو میں نے ہی لی تھی، آپ نے فرمایا کہ یہ سب تو ہی رکھ اور اس سے علیحدہ ہو گئے یہ شخص

تنہا مال لیے جنگل میں تھا کہ اتنے میں دو شخص اس کے پاس آئے اور چاہا کہ اس کو مار کر مال چھین لیں اس نے کہا کہ اس کو ہم برابر تقسیم کرلیں، لڑنے کی ضرورت کیا ہے۔ اوّل ایک شخص گاؤں میں جاکر کھانا لے آئے کہ اس کو کھالیں۔ غرض ایک ان میں سے کھانا لینے گیا، اور دل میں کہا کہ اگر اس کھانے میں زہر ملادوں تو دونوں شخص مرجائیں گے، مال سارا مجھ کو ہی ملے گا۔ اسی خیال سے کھانے میں زہر ملا دیا، اور ادھر دونوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگر تیسرے شخص کو مار دیا جائے تو مال آدھا آدھا ہمارے حصے میں آئے گا۔ جب وہ کھانا لے کر آئے تو اس کو مار ڈالنا چاہیے۔ چنانچہ جب وہ کھانا لے کر گیا تو ان دونوں نے اس کو مار ڈالا اور کھانا کھا لیا، زہر کے باعث خود بھی وہیں کھپ رہے اور سونا جوں کا توں جنگل میں پڑا رہا یہ تینوں اس کے گرد ڈھیر تھے۔ اس حال میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ان پر ہوا۔ آپ نے یاروں سے ارشاد فرمایا کہ دیکھ لو دنیا کا یہ حال ہے۔ اس سے بچتے رہو۔

حکایت (۶۹۷) روایت ہے کہ حضرت ذوالقرنینؑ ایک قوم پر گذرے کہ ان کے پاس دنیا کی چیزوں میں سے کچھ نہ تھا جیسے لوگوں کی غذا اور پوشاک وغیرہ ہوتی ہے ان کی معاش کا طور تھا کہ قبریں کھود رکھی تھیں۔ صبح کو ان میں جھاڑو دیتے صاف کرتے اور ان کے پاس نماز پڑھتے اور جانوروں کی طرح ساگ چرتے اور قدرت خدا سے ہر طرح کا ساگ ان کے لیے وہاں موجود تھا، حضرت ذوالقرنین نے اپنا ایلچی بھیجا کہ ان کے سردار سے جاکر کہو کہ بادشاہ ذوالقرنینؑ تم کو بلاتا ہے۔ جب اس نے ان کے حاکم کو پیغام دیا تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اس سے کچھ غرض نہیں ہے۔ اگر اس کو کچھ مطلب ہو تو چلا آئے۔ حضرت ذوالقرنینؑ نے فرمایا کہ واقع میں سچ کہا اور خود اس کے پاس تشریف لائے، اور فرمایا کہ میں نے تمہارے بلانے کو آدمی بھیجا تھا تم نے انکار کیا۔ اب میں خود آیا۔ اس نے عرض کیا اگر مجھ کو کچھ مطلب ہوتا تو میں خود آتا۔ آپ نے فرمایا جو میں تمہارا حال دیکھتا ہوں ایسا کسی کا نہیں یہ کیا بات ہے کہ تمہارے پاس دنیا کی کوئی شئی نہیں، تم نے کچھ چاندی سونا کیوں پیدا نہیں کیا کہ اور لوگوں کی طرح آسائش میں رہتے اس نے جواب دیا کہ ہم نے چاندی سونا اس واسطے برا جانا کہ جس کسی کو یہ ملتا ہے اس کا نفس یہی چاہتا ہے کہ اس سے افضل کوئی اور چیز ملے۔ آپ نے فرمایا کہ پھر قبریں تم نے کس غرض سے کھود دی ہیں، اور صبح ان کو صاف کر کے ان کے پاس نماز پڑھتے ہو۔ اس نے کہا اس سے ہماری یہ مراد ہے کہ اگر بالفرض دنیا کی طمع ہو بھی تو قبروں کے دیکھنے سے اس سے رک جاویں

اور طول امل دل سے جاتی رہے، آپ نے فرمایا کہ پھر ساگ کس واسطے کھاتے ہو۔ چوپایوں کو پال کر ان کا دودھ اور گوشت کیوں نہیں کھاتے اور سوار کیوں نہیں ہوتے، اس نے کہا کہ ہم اپنے پیٹ کو جانوروں کی قبر نہیں بناتے۔ زمین کے ساگ پات سے بھی ضرورت رفع ہو جاتی ہے آدمی کی زندگی کو ادنیٰ چیز کافی ہے اور گلے سے اتر کر سب چیزیں ایک سی ہو جاتی ہیں پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر ذوالقرنین کے پیچھے سے ایک کھوپڑی اٹھائی اور پوچھا کہ تم کو معلوم ہے کہ یہ کون ہے، آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا، اس نے کہا یہ ایک زمین کا بادشاہ تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس کو زمین کا حاکم کیا تھا۔ اس نے سرکشی اور ظلم و ستم کیا۔ خدا تعالیٰ نے جب اس کا ظلم و ستم دیکھا، اس پر موت کو مسلط کیا۔ اب ڈھیلے کی طرح پڑا پھرتا ہے اور اس کے سارے عمل خدا تعالیٰ کو معلوم ہیں۔ قیامت میں ان کا بدلہ پائے گا۔ پھر اور ایک پرانی کھوپڑی اٹھا کر پوچھا کہ اس کو جانتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں، اس نے کہا یہ بھی ایک بادشاہ کا سر ہے جو اس کے بعد ہوا اور پہلے کا ظلم و ستم اس کو معلوم تھا، اس نے لوگوں کے ساتھ تواضع اور فروتنی کی اور اپنی رعیت کے ساتھ عدل سے پیش آیا، اب اس حال میں ہو گیا۔ خداوند کریم نے اس کے عمل بھی گن رکھے ہیں۔ اس کا ثواب قیامت میں پائے گا۔ پھر ذوالقرنین کی کھوپڑی کی طرف جھک کر کہا۔ اے ذوالقرنین یہ کھوپڑی بھی انہیں دونوں کی طرح ہو جاتے گی۔ تو جو کچھ کیا کرے تامل سے کیا کر، آپ نے فرمایا کہ اگر تو میرے ساتھ چلے تو میں تجھ کو اپنا نائب اور وزیر، مشیر اور شریک سلطنت کروں اس نے عرض کیا کہ میں اور آپ ایک جگہ نہیں رہ سکتے، نہ اکٹھا ہو سکیں گے۔ آپ نے پوچھا اس کا کیا سبب ہے اس نے کہا کہ اس وجہ سے کہ آدمی سب تمہارے دشمن ہیں اور میرے دوست۔ آپ نے فرمایا یہ کیوں ہے اس نے کہا کہ اس لیے کہ آپ کے پاس ملک و دنیا ہے اسی کے سبب سب آپ کے دشمن ہیں اور چونکہ میں نے دنیا پر لات ماردی ہے مجھ سے عداوت کی کوئی وجہ نہیں، میں چونکہ خود محتاج ہوں اور مفلس ہوں میرا دشمن کوئی نہیں۔ یہ سن کر ذوالقرنین اس کے پاس سے چلے آئے اور اس کی باتوں پر کمال حیرت کرتے تھے اور عبرت و نصیحت حاصل کرتے تھے۔

حکایت (۶۹۹) حضرت حسنؒ کا قول ہے کہ مُردوں کے پیچھے جوتوں کی آواز ہوتی ہے۔ اس پر احمقوں کے دل کم توقف کرتے ہیں، یعنی بے وقوف جلد شیخی میں آجاتے ہیں اور ایک روز آپ نکلے اور لوگ پیچھے ہو لیے، آپ نے پوچھا کہ مجھ سے کچھ غرض ہے تو خیر ورنہ عجب نہیں

کہ یہ ساتھ چلنا ایمان داروں کے دل میں کچھ باقی نہ چھوڑے۔ یعنی مشایعت سے خوف سلب معرفت کا ہے۔

حکایت (۷۰۰) روایت ہے کہ ایک شخص ابن محیریز کے ساتھ سفر میں گیا جب ان سے جدا ہونے لگا تو عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو آپ نے فرمایا اگر تجھ سے ہو سکے تو یہ بات کر کہ دوسرے کو جان لے، اور تجھ کو کوئی نہ جانے، چلتے وقت تیرے ساتھ کوئی نہ ہو، دوسرے سے تو پوچھے اور تجھ سے کوئی نہ پوچھے۔

حکایت (۷۰۱) حضرت ایوب سفر کے لیے نکلے ان کے ساتھ بہت سے لوگ ہوئے آپ نے فرمایا اگر مجھ کو یہ علم نہ ہوتا کہ خدا جانتا ہے کہ میں دل سے مشایعت کو برا جانتا ہوں تو مجھے خوف غضب الٰہی تھا۔

حکایت (۷۰۲) بعض اکابر کا قول ہے کہ میں حضرت ابو قلابہؒ کے ساتھ تھا اتنے میں ایک شخص آیا جو بہت سے کپڑے پہنے تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اس بولتے گدھے سے بچتے رہو۔ یعنی طلب شہرت نہ کیجیو۔

حکایت (۷۰۳) حضرت ثوریؒ فرماتے ہیں کہ بزرگان سابق دو شہرتوں کو برا جانتے تھے، عمدہ کپڑوں کی اور نکمے پھٹے پرانے کپڑوں کی، اس لیے کہ آدمیوں کی نظر دونوں پر یکساں پڑتی ہے۔

حکایت (۷۰۴) ایک شخص نے بشر بن الحارثؒ سے عرض کیا کہ مجھے کچھ وصیت کرو۔ انھوں نے فرمایا اپنے ذکر کو بجھا دے اور غذا کو حلال و پاک بنا۔

حکایت (۷۰۵) حوشب اس بات پر روتے کہ میرا نام جامع مسجد تک پہنچ گیا۔

حکایت (۷۰۶) محمد بن سویدؒ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ میں خشک سالی ہوئی۔ ایک مرد صالح وہاں تھا کہ مسجد شریف ہی میں رہتا تھا اور دعا مانگا کرتا سب لوگ دعا میں تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا جو پرانے کپڑے پہنے تھا، اس نے آکر دو مختصر رکعتیں پڑھیں اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ الٰہی تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ اسی وقت مینہ برسا دے، ابھی اس شخص نے ہاتھ نیچے نہیں کیے تھے اور نہ دعا سے فارغ ہوا تھا کہ آسمان بادلوں سے ڈھک گیا اور اتنا مینہ برسا کہ مدینے کے لوگ ڈوبنے کے خوف سے فریاد کرنے لگے پھر اس شخص نے عرض کیا کہ الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ اس قدر پانی ان کو بس ہے تو روک دے اسی وقت بارش تھم گئی اور پھر

یہ شخص مردِ صالح کے پیچھے ہوا اور گھر اس کا معلوم کر کے صبح ہی اس کی خدمت میں گیا اور ملاقات کر کے کہا کہ میں ایک غرض سے آپ کے پاس آیا ہوں اس نے پوچھا کیا مطلب ہے۔ کہا یہ التجا ہے کہ آپ اپنی دعا میں مجھ کو بھی مخصوص کریں۔ اس مردِ صالح نے فرمایا سبحان اللہ! تم مجھ سے کہتے ہو کہ میں اپنی دعا میں تم کو خاص کروں، تمہارا حال تو کل معلوم ہی ہو گیا۔ یہ کہو کہ یہ رتبہ تم کو کیسے ملا۔ اس نے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ نے مجھ کو امر و نہی کیا اُس کو میں نے مانا اور اطاعت کی۔ پس میں نے جو اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس نے میرا سوال مجھ کو عنایت کیا۔

حکایت (۷۰۷) عبداللہ بن المبارکؒ فرماتے ہیں کہ وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ ایک سیّاح درویش نے اپنے یاروں سے کہا کہ بھائیو! ہم نے سرکشی کے خوف کے مارے اپنا مال اور زن و فرزند کو چھوڑ دیئے۔ مگر ہم کو یہ خوف ہے کہ جس قدر مالداروں کو مال سے طغیان ہوتا ہے کہیں اس سے زیادہ ہم کو دین سے نہ ہو جاتے۔ دیکھو ہم میں سے اگر کوئی کسی سے ملتا تو یہ چاہتا ہے کہ دینداری کے باعث ہماری تعظیم کرے اور اگر کچھ کام کو کہیں تو ہماری دینداری کے سبب اس کو لازم ہے کہ تعمیل کرے اور اگر کوئی چیز خریدا چاہتا ہے تو یہ اچھا جانتا ہے کہ ہماری دینداری کے جہت سے نرخ میں ارزاں ملے، یہ حال وہاں کے بادشاہ کو معلوم ہوا تو لشکر کو لے کر درویش کی زیارت کو چلا، تمام جنگل اور پہاڑ آدمیوں سے بھر گیا۔ درویش نے پوچھا کہ یہ ہجوم کیسا ہے، لوگوں نے کہا کہ بادشاہ وقت آپ کی ملاقات کو آیا ہے درویش نے خادم سے کہا کہ کھانا لاؤ وہ ساگ اور زیتون کا تیل اور خرما کے شگوفے لے آیا اور درویش نے اپنے کلّے خوب بھر بھر کر بڑے بڑے لقمے کھانے شروع کیے اتنے میں بادشاہ نے آکر لوگوں سے پوچھا کہ تمہارا مرشد کہاں ہے انہوں نے درویش کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم کیسے ہو، اس نے جواب دیا کہ جیسے اور لوگ ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے جواب دیا کہ خیریت سے ہوں بادشاہ نے کہا کہ اِس شخص میں کچھ خیر و برکت نہیں اور یہ کہہ کر لوٹ گیا۔ درویش نے کہا کہ الحمد للہ کہ تو مجھ کو بُرا کہتا پھرا۔

حکایت (۷۰۸) حضرت فضیل بن غزوان سے مروی ہے کہ کسی نے ان سے کہا کہ فلاں شخص آپ کو بُرا کہتا ہے آپ نے فرمایا کہ بخدا میں اس شخص کو جلاؤں گا جس نے اس کو امر کیا ہے

لوگوں نے پوچھا کہ وہ کون ہے، فرمایا کہ شیطان ہے۔ پھر فرمایا کہ الٰہی تو اس شخص کی مغفرت کر جس نے مجھ کو بُرا کہا، اور فرمایا کہ میرے اس کہنے سے شیطان بیشک جلتا ہوگا کہ میں نے اس شخص کے باب میں خدا کی اطاعت کی۔

حکایت (۷۰۹) شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ میں نے شروع اسلام سے کوئی کلمہ بدون درستی و پرداخت کے منہ سے نہیں نکالا سوائے اس کلمے کے جو آج نکل گیا اور اُس روز غلام سے یہ کہا تھا کہ دسترخوان لے آؤ کہ اس کو پیچ دیں اور صبح کا کھانا منگا دیں، غرض یہ کہ بدون حاجت کبھی کلام زبان پر نہیں گذرا مگر آج اتفاق ہو گیا۔

حکایت (۷۱۰) سعید بن ابی مروان سے روایت ہے کہ میں پہلو میں حضرت حسن بصریؒ کے بیٹھا تھا اور آپ مسجد میں کچھ فرماتے تھے اتنے میں دروازے سے حجاج بن یوسف مع اپنے اردلی کے زرد ہوا دار پر سوار اندر آیا اور مسجد میں چہار طرف دیکھنے لگا۔ جتنا اجتماع کہ حضرت کے حلقے میں تھا اور جگہ نہ پایا۔ اسی طرف متوجہ ہوا۔ جب قریب حلقے کے پہنچا تو سواری سے اتر پڑا اور حضرت حسنؒ کی طرف چلا۔ جب آپ نے اس کو اپنی طرف متوجہ دیکھا تو تھوڑی سی جگہ اپنی نشست میں سے چھوڑ دی، سعیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے بھی تھوڑی سی جگہ اپنی نشست میں سے چھوڑ دی، تو مجھ میں اور حضرت حسنؒ میں تھوڑا فاصلہ ہو گیا۔ اس قدر جگہ میں حجاج آ کر بیٹھ گیا۔ اور حضرت حسنؒ جیسا کلام ہر روز کیا کرتے تھے ویسا ہی کہہ رہے تھے اس وقت بھی کہتے رہے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج حسنؒ ویسے کہاں ہوں گے، دیکھو حجاج کے بیٹھنے سے کچھ کلام زیادہ کریں گے جس سے اس کی طرف تقرب پایا جائے یا اس کے رعب میں آ کر کچھ کلام کم کرتے ہیں، مگر حضرت حسنؒ نے اور دنوں کی مانند ایک ہی سی گفتگو کی یہاں تک کہ کلام تمام کر دیا۔ اور کچھ پروا نہ کی کہ کون بیٹھا ہے، جب آپ کلام سے فارغ ہوئے تو حجاج نے اپنا ہاتھ اٹھا کر آپ کے مونڈھے پر مارا اور کہا کہ شیخ نے سچ کہا، اور خوب کہا، لوگو! ایسی ہی مجالس میں بیٹھا کرو اور جو کچھ وہاں سنو اس کو اپنا خلق و عادت بنا لو، مجھ کو حدیث شریف پہنچی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ان مجالس الذکر ریاض الجنۃ" اور ہم لوگ تو خلق کے انتظام میں مبتلا ہو گئے۔ ورنہ ان مجالس میں ہم سے زیادہ تم نہ بیٹھتے کیونکہ ہم کو ان مجالس کی خوبیاں

زیادہ معلوم ہیں۔ بعداس کے حجاج نے تبسم کر کے ایسی تقریر کی کہ حضرت حسنؒ اور حاضرین جلسہ اس کی بلاغت پر متعجب ہوتے اور فارغ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی شام کا حضرت حسنؒ کی مجلس میں آیا اور جس جگہ حجاج کھڑا تھا وہاں ہی کھڑا ہو کر کہنے لگا۔ اے مسلمانو! خدا کے بندو! تم کو تعجب نہیں ہوتا کہ میں ایک شخص بوڑھا ہوں اور جہاد کرتا ہوں، گھوڑے، خچر اور خیمے کی مجھے تکلیف ہے اور میرے پاس تین سو درم ہیں جو لوگوں نے دیئے ہیں اور میری سات لڑکیاں ہیں۔ غرض یہاں تک اپنی تنگ دستی کی شکایت کی کہ حضرت حسنؒ اور سب ساتھی اس پر رحم کرنے لگے اور حضرت حسنؒ سر نیچے جھکائے تھے۔ جب وہ شخص کلام سے فارغ ہوا تو آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ خدا ان امراء سے سمجھے انہوں نے اللہ کے بندوں کو اپنا غلام تصور کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے مال کو اپنا مال سمجھ لیا ہے لوگوں سے دینار و درہم کے لیے لڑتے ہیں۔ جب دشمن خدا جہاد کو جاتا ہے تو خود چمکتے ہوتے خیموں میں رہتا ہے اور تیز سواریوں پر سوار ہوتا ہے اور اگر کسی دوسرے مسلمان بھائی کو جہاد پر بھیجا جاتا ہے تو بھوکا پیاسا پیادہ بھیج دیا جاتا ہے، اس طرح کی بری بری باتیں آپ نے سلاطین کے حق میں کہیں، اور ان کے عیبوں میں سے کچھ فروگذاشت نہ کیا، ایک شخص اہل شام میں کا اٹھا اور آپ کی چغلی حجاج سے جا کر کی اور بعینہٖ آپ کا کلام نقل کر دیا تھوڑی ہی دیر کے بعد حجاج کا آدمی آیا اور آپ سے کہا کہ امیر نے یاد کیا ہے۔ حضرت حسنؒ ساتھ ہو لیے اور ہم کو خوف ہوا کہ دیکھیے اس سخت کلامی کا کیا نتیجہ ہو، ذرا دیر کے بعد آپ تبسم کرتے واپس آئے اور میں نے بہت کم آپ کو ہنستے دیکھا۔ آپ کا دستور ہمیشہ مسکرانے ہی کا تھا۔ جب تشریف لا کر اپنی جگہ بیٹھ گئے تو امانت کی عظمت بیان فرمائی اور فرمایا کہ آپس کے بیٹھنے میں بھی امانت ہے شاید تم کو یہ خیال ہوگا کہ خیانت درم و دینار کے سوا اور کسی چیز میں نہیں، حالانکہ اشد خیانت یہ ہے کہ تم لوگ ہمارے پاس بیٹھو اور ہم تم پر اعتبار کر کے کچھ ذکر کریں پھر تم اس کو ایک آگ کے شعلے سے جا کر کہہ دو۔ میرا حال یہ ہوا کہ جب اس شخص کے سامنے (حجاج کے) گیا تو اس نے کہا کہ آپ اپنی زبان کو کوتاہ کریں، یہ جو الفاظ کہے کہ دشمن خدا خود جہاد کرتا ہے تو ایسا ایسا ہوتا ہے اور جب دوسرے سے جہاد کراتا ہے تو چنیں چناں کرتا ہے۔ یہ باتیں مت کہو، ہمیں اس کی کچھ پروا نہیں کہ لوگوں کو تم ہم پر برانگیختہ کرو۔ اور نہ ہم اس بات سے تمہاری نصیحت کو لغو جانیں مگر آپ کو یہ باتیں کم کرنی چاہئیں۔ پھر حسنؒ نے فرمایا کہ اس طرح خدا نے اس کو دفع کیا۔

حکایت (۱۱۷) حضرت ذوالنون مصریؒ ایک بار کھڑے ہوتے اور تھرانے لگے۔ ایک پریشان

کے ساتھ کھڑے ہوئے کہ ان میں اثر تکلیف کا معلوم ہوتا تھا، حضرت ذوالنونؒ نے فرمایا کہ اے شیخ اَلَّذِیْ یَرَاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ط یعنی خدا تمہارے اس قیام کو دیکھتا ہے تکلیف کی کیا ضرورت ہے، پس وہ شیخ بیٹھ گیا۔

حکایت (۱۷۱۲) روایت ہے کہ ایک عالم کنوئیں میں گر پڑے لوگ ان کے نکالنے کو آتے اور رسّی اندر ڈالی، تو انہوں نے اندر سے قسم دلائی کہ جس شخص نے مجھ سے ایک آیت بھی قرآن مجید کی پڑھی ہو یا حدیث سُنی ہو وہ اس رسّی کو ہاتھ نہ لگاتے، اسی خوف سے کہ مبادا اتنی خدمت لینے سے ثواب نہ جاتا رہے۔

حکایت (۱۷۱۳) شقیق بلخیؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک کپڑا حضرت سفیان ثوریؒ کے پاس بطور ہدیہ بھیجا، انہوں نے مجھ کو واپس کر دیا، میں نے عرض کیا کہ یا حضرت میں تو آپ سے حدیث نہیں پڑھتا ہوں کہ آپ پھیرے دیتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں، مگر تمہارا بھائی مجھ سے حدیث پڑھتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اس کے لیے میرا دل اوروں کی بہ نسبت زیادہ نرم نہ ہو جائے۔

حکایت (۱۷۱۴) ایک بار ایک شخص انہیں کی خدمت میں ایک تھیلی یا دو تھیلیاں لایا اور اس شخص کا باپ آپ کا بڑا دوست تھا آپ اکثر اس کے پاس تشریف لے جاتے تھے، اس شخص نے عرض کیا کہ آپ کے دل میں میرے باپ کی طرف سے کوئی بات ہے، آپ نے فرمایا خدا اسے بخشے وہ ایسا اور ایسا تھا، اس کی مدح و ثنا کی، اس نے عرض کیا کہ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ مال میرے قبضے میں اسی کے ترکے سے آیا ہے تو میں اس قدر لایا ہوں کہ آپ بھی اس سے اپنے عیال کی پرداخت کریں، پس حضرت سفیانؒ نے قبول کر لیا۔ مگر جب وہ شخص چلا گیا تو اپنے بیٹے مبارک سے کہا کہ جلد جاؤ اور اس شخص کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب وہ شخص آیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میری مرضی یہ ہے کہ اپنا مال لے جاؤ، اس نے ہر چند اصرار کیا مگر آپ نے نہ مانا اور واپس کر دیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو گی کہ اس کے باپ سے محبت للہ تھی تو بُرا جانا کہ اس کے مال میں سے کچھ لیویں۔ آپ کے بیٹے مبارک کہتے ہیں کہ جب وہ شخص مال لے کر چلا گیا، میں نہ رہ سکا اور آپ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ آپ کو کیا ہوا ہے یہ چند گنتی کے پتھر تھے ان کو واپس کیوں کر دیا۔ تمہارے یہاں کیا کنبہ نہیں، تم کو مجھ پر رحم نہیں آتا۔ اپنے بھائیوں پر رحم نہیں کرتے نہ ہمارے عیال پر رحم کرتے ہو، غرض جتنا کہا گیا خوب کہا آپ نے ارشاد فرمایا کہ لوگو! خدا سے

ڈرو! اُڑاؤ تو تم اور اس کی بابت پرس ہو مجھ سے۔

حکایت (۱۵ ۷) روایت ہے کہ جیسی ذلت تونگروں کی حضرت سفیان ثوریؒ کی مجلس میں ہوتی تھی ایسی اور جگہ نہیں ہوتی تھی۔ آپ کا دستور تھا کہ تونگروں کو پچھلی صف میں بٹھلاتے تھے اور اگلی صف میں فقراء ہوتے تھے۔ یہاں تک کہ تونگر اُن کی مجلس میں تمنا کرتے تھے کہ کاش ا ہم فقیر ہوتے۔

حکایت (۱۶ ۷) ابن سماکؒ نے اپنی لونڈی سے کہا تھا کہ نہیں معلوم کیا سبب ہے کہ جب میں بغداد میں آتا ہوں تو مجھ پر حکمت کا دروازہ کھل جاتا ہے، یعنی کلام حکمت آمیز بہت کہتا ہوں، اس نے جواب دیا کہ لالچ سے آپ کی زبان تیز ہو جاتی ہے۔

حکایت (۱۷ ۷) محمد بن واسعؒ نے اپنے لڑکے کو اتراتے دیکھ کر بلایا اور کہا تجھے معلوم ہے کہ تو کون ہے، اور تیری ماں تو وہ تھی جس کو میں نے دوسو درہم میں مول لیا تھا، اور تیرا باپ ایسا ہے کہ خدا تعالیٰ مسلمانوں میں ویسے بہت نہ کرے۔

حکایت (۱۸ ۷) روایت ہے کہ مطرف عبداللہ نے مہلب کو دیکھا کہ حریری جبہ پہنے تبختر کرتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا اس چال کو خدا اور رسولؐ بُرا جانتے ہیں اس نے جواب دیا کہ تم مجھے جانتے ہو، آپ نے فرمایا کہ ہاں جانتا ہوں۔ اول میں تو نطفۂ خراب تھا اور انجام کو ایک مردار ناپاک ہو گا۔ اور اب غلاظت کو لادے پھرتا ہے۔ مہلب یہ سُن کر چلا گیا۔ اور وہ چال چھوڑ دی

حکایت (۱۹ ۷) حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کا دستور تھا کہ جب صبح ہوتی تو رئیس تونگروں اور شریفوں کو دیکھا کرتے یہاں تک کہ ان سے فارغ ہو کر مساکین میں آتے اور ان کے پاس بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ مسکین کا گذر مسکینوں ہی میں ہے۔

حکایت (۲۰ ۷) یونس بن عبیدؒ جب عرفات سے پھرے تو کہنے لگے کہ اگر میں لوگوں میں نہ ہوتا تو یقیناً ان پر رحمت ہوتی۔ اب مجھے خوف ہے کہ شاید میرے سبب سے رحمت سے محروم نہ رہے ہوں۔

حکایت (۲۱ ۷) مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ اگر کوئی مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر پکارے کہ جو تم سب میں بُرا شخص ہو وہ باہر نکلے تو مجھ سے آگے کوئی نہ جا سکے گا سب سے اول میں ہی دوڑوں گا البتہ جس کے اندر طاقت دوڑنے کی ہو وہ بڑھ جائے تو بڑھ جائے۔ راوی

کہتا ہے کہ جب ابن مبارکؒ کو حضرت مالکؒ کا یہ کلام پہنچا تو انہوں نے فرمایا مالکؒ اسی محبت سے مالک ہوا ہے۔

حکایت (۷۲۲) موسیٰ بن القاسمؒ کہتے ہیں کہ ایک بار ہمارے یہاں زلزلہ اور سرخ آندھی آئی تو میں محمد بن مقاتل کے پاس گیا اور کہا اے ابو عبداللہ آپ ہمارے امام ہیں خدا سے دعا مانگیے۔ آپ رونے لگے اور فرمایا کہ اگر میرے سبب تم ہلاک نہ ہو تو میں اسی کو غنیمت جانوں۔ محمد بن قاسم کہتے ہیں کہ میں نے پھر خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ محمد بن مقاتل کی دعا سے خدا تعالےٰ نے تم پر سے آندھی وغیرہ کو دُور کر دیا۔

حکایت (۷۲۳) عمرو بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں مکۂ معظمہ میں صفا اور مروہ کے درمیان تھا دیکھا کہ ایک شخص خچر پر سوار ہے اور اس کے آگے بہت سے غلام لوگوں کو دھکّے دیتے اور سختی کرتے جاتے ہیں۔ پھر بعد چندے میرا گذر بغداد میں ہوا اور محل کے اوپر کھڑا ہوا تھا کہ ایک شخص ننگے سر اور ننگے پاؤں لمبے لمبے بال والا سامنے آیا میں نے اس کو بغور دیکھنا شروع کیا۔ اس نے پوچھا کہ تم کیا دیکھتے ہو۔ میں نے کہا کہ تمہاری صورت کا ایک آدمی میں نے مکۂ معظمہ میں دیکھا تھا اور سب پتے تبلائے۔ اس نے کہا میں وہی شخص ہوں میں نے پوچھا تمہارا کیا حال ہو گیا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی جگہ بلندی ظاہر کی تھی، جہاں لوگ انکسار کرتے ہیں، اس کے عوض میں خدا تعالیٰ نے مجھ کو ایسی جگہ پست کر دیا۔ جہاں لوگ رتبہ ظاہر کرتے ہیں۔

حکایت (۷۲۴) مغیرہ کہتے ہیں کہ ہم ابراہیمؒ سے اتنا ڈرتے تھے جیسے بادشاہ کا خوف ہوتا ہے اور وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس زمانے میں میں فقیہ کو فر کا ہوا ہوں وہ بُرا زمانہ ہے کہ مجھ سا شخص فقیہ گنا جائے۔

حکایت (۷۲۵) عطائے سلمی جب رعد کی آواز سنتے تو اٹھتے بیٹھتے اور دردِ زہ والی عورت کی طرح پیٹ پکڑتے اور کہتے یہ بلا میرے سبب سے تم پر آئے گی، اگر میں مر جاؤں تو لوگوں کو راحت پہنچے۔

حکایت (۷۲۶) ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن المبارکؒ کے لیے دعا دی کہ جو تم کو توقع ہو خدا تعالیٰ عنایت فرمائے۔ آپ نے فرمایا کہ توقع بعد معرفت کے ہوتی ہے۔ یہاں

سرے سے معرفت ہی نہیں۔

حکایت (۷۲۷) حضرت سلمان فارسیؓ کے پاس ایک روز اہل قریش فخر کرنے لگے، آپ نے فرمایا اگر میرا حال پوچھتے ہو تو ناپاک نطفہ سے پیدا ہوا ہوں انجام کو مردار اور بدبودار ہو جاؤں گا۔ پھر میزان میں اگر پلہ بھاری رہا تو میں اچھا ہوں اور اگر ہلکا رہا تو برا ہوں۔

حکایت (۷۲۸) حضرت حذیفہؓ نے ایک قوم کو نماز پڑھائی جب سلام پھیرا تو فرمایا میرے سوا کوئی اور امام تلاش کر لو، یا اکیلے پڑھ لیا کرو اس لیے کہ تمہاری امامت سے میرے جی میں یہ بات گذری کہ مجھ سے افضل ان میں کوئی نہیں۔

حکایت (۷۲۹) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا۔ کثرت فساد کے باعث اس کا نام فسادی ہو گیا تھا اور ایک عابد بنی اسرائیل میں کثرت عبادت سے عابد مشہور ہو گیا تھا اور یہاں تک عبادت کی تھی کہ ابر کا ٹکڑا اس پر سایہ کیے رہتا تھا وہ شخص فسادی ایک روز اس کے پاس گذرا۔ اور دل میں سوچا کہ یہ عابد عبادت میں مشہور ہے اور میں فسادی ہوں، اگر میں اس کے پاس بیٹھ جاؤں تو کیا عجب ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم کرے۔ یہ سوچ کر اس کے پاس جا بیٹھا۔ اور عابد نے سوچا کہ میں تو عابد ہوں اور یہ فسادی ہے۔ میرے پاس کیوں بیٹھا اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور کہا کہ یہاں سے اٹھ جا۔ خدا تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی کی کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ عمل از سر نو کریں پہلے اعمال کا یہ حال ہے کہ میں نے فسادی کو بخش دیا اور عابد کے عمل باطل کر دیئے۔

حکایت (۷۳۰) حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے کھانے سے کسی کوڑھی اور سفید داغ والے اور مریض کو نہ روکتے بلکہ اپنے دسترخوان پر بٹھلا لیتے۔

حکایت (۷۳۱) روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے یہاں ایک مہمان رات کو آیا۔ اس وقت آپ کچھ لکھتے تھے اور چراغ میں تیل نہ تھا، گل ہونے لگا، مہمان نے کہا کہ آپ فرمائیں تو میں اس کو درست کر دوں، آپ نے فرمایا، مہمان سے خدمت لینا اچھی بات نہیں، اس نے کہا کہ خادم کو جگا دوں۔ آپ نے فرمایا وہ کچی نیند میں ہے، یہ کہہ کر آپ ہی اٹھے اور کپی لے کر چراغ کو تیل سے بھر دیا۔ مہمان نے کہا اے امیر المومنین! آپ ہی نے تکلیف کی، فرمایا کہ جب میں تیل لینے گیا تھا جب بھی عمر ہی تھا۔ اب پھر کر آیا تب بھی عمر ہی ہوں، مجھ میں سے کچھ کم نہیں ہو گیا۔ اور لوگوں میں سے بہتر وہی ہے جو اللہ

کے نزدیک متواضع ہو۔

حکایت (۳۲۷) حضرت ابو عبیدہ بن جراح جس وقت امیر لشکر تھے۔ گھڑا پانی کا خود حمام میں لے جاتے تھے۔

حکایت (۳۳۷) ثابت ابن مالک روایت کرتے ہیں کہ جن دنوں حضرت ابوہریرہ مروان کی طرف سے خلیفہ تھے میں نے دیکھا کہ بازار سے لکڑیوں کا گٹھا اٹھاتے لاتے ہیں، اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ امیر کو رستہ دو۔

حکایت (۳۴۷) اصبغ بن نباتہ تابعی فرماتے ہیں کہ اب تک میری آنکھوں میں گویا تصویر بندھ رہی ہے کہ حضرت عمرؓ بائیں ہاتھ میں گوشت اور داہنے ہاتھ میں درّہ لیئے ہوئے بازار میں گشت کرتے ہوئے اپنے گھر میں داخل ہوئے۔

حکایت (۳۵۷) بعض تابعین سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علیؓ نے ایک درہم کا گوشت خرید کر اپنی چادر میں رکھ لیا۔ میں نے عرض کیا کہ لائیے میں لے چلوں آپ نے فرمایا کہ عیالدار ہی کو اس کا لے چلنا.... زیبا تر ہے۔

حکایت (۳۶۷) زید بن وہب راوی ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ درہ لے کر بازار میں نکلے۔ جو جامہ کہ اس وقت پہنے ہوئے تھے اس میں چودہ پیوند تھے جن میں سے بعضے چمڑے کے بھی تھے۔

حکایت (۳۷۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جو بعضے شخصوں نے پیوند لگی چادر کے باعث اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے دل میں خشوع ہوتا ہے اور لوگ اقتداء کرتے ہیں۔

حکایت (۳۸۷) طاؤس کہتے ہیں کہ باوجودیکہ میں اپنے ان ہی دو کپڑوں کو دھو لیتا ہوں، پھر بھی جب تک اجلے رہتے ہیں میں اپنے دل کو نہیں پہچانتا۔

حکایت (۳۹۷) روایت ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے لیے قبل خلافت لباس ہزار دینار کا لیا جاتا تھا تو فرماتے تھے اس میں اگر سختی نہ ہوتی تو بہت عمدہ تھا، خلافت کے بعد ان کا لباس پانچ درم کو مول آتا تھا۔ اور فرماتے تھے کہ اس میں یہی عیب ہے کہ نرم ہے ورنہ بہت خوب تھا۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ کا لباس اور سواری اور عطر

سابق کہاں گیا، آپ نے فرمایا مجھ کو خدا تعالیٰ نے نفس، زینت پسند اور شائق عنایت کیا ہے، دنیا میں جو مرتبہ ملتا گیا اس سے اعلیٰ مرتبہ کی خواہش کرتا گیا، یہاں تک کہ جب سلطنت کا مزا اس نے چکھا جو سب دنیاوی مراتب سے اعلیٰ ہے تو مشتاق، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کے مراتب کا ہوا۔

حکایت (۷۴۰) سعید بن سوید روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ہم کو نماز جمعہ کی پڑھائی اور بیٹھ گئے اس وقت آپ ایک کرتہ پہنے ہوئے تھے جس کے گریبان میں سامنے اور پیچھے پیوند لگا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کچھ دیا ہے آپ پہنتے کیوں نہیں آپ نے بڑی دیر تک سر جھکائے رکھا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ بہتر میانہ روی تونگری میں ہوتی ہے اور عفو میں افضل وہی ہے جو قدرت کے وقت ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص زینت کو خدا کے واسطے چھوڑ دے اور خدا کے لیے تواضع کی راہ سے اچھے کپڑے پہننے ترک کرے تو اللہ تعالیٰ بالضرور اس کے لیے سب سے عمدہ لباس جنت کا جمع فرمائے گا

حکایت (۷۴۱) روایت ہے کہ ایک عابد ایک پہاڑ پر جا رہا۔ اس کو خواب میں یوں حکم ہوا کہ فلاں موچی سے جا کر اپنے لیے دعا کرا۔ عابد اس کے پاس آیا پوچھا کہ تمہارا عمل کیا ہے، اس نے کہا کہ میں دن کو روزہ رکھ کر مزدوری کرتا ہوں اور اس میں سے کچھ خیرات کرتا ہوں اور بال بچوں کو کھلاتا ہوں۔ عابد پھر آیا اور کہنے لگا کہ یہ عمل تو اچھا ہے۔ مگر ایسا تو نہیں، جیسا صرف خدا کی اطاعت کے سوا اور کچھ نہ کرے۔ دوسری بار پھر خواب میں حکم ہوا کہ موچی سے جا کر پوچھ کہ تیرا رنگ زرد کیوں ہے جب آکر دریافت کیا تو اس نے کہا کہ جو آدمی مجھے نظر پڑتا ہے۔ میں یہی تصور کرتا ہوں کہ یہ تو نجات پائے گا اور میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ عابد نے کہا کہ اسی وجہ سے یہ شخص مقبول ہے۔

حکایت (۷۴۲) مسلم بیسار فرماتے ہیں کہ ایک رات میں سجدے میں اس زور سے گیا کہ میرے دونوں آگے کے دانت ٹوٹ گئے کسی نے مجھ سے کہا کہ ہم اللہ سے توقع مغفرت کا رکھتے ہیں یعنی اسلئے عمل نہیں کرتے مسلمؒ نے جواب دیا کہ رجاء بہ ہرگز نہیں جس چیز کی رجاء

ہو جاتی ہے۔ آدمی اس کو ڈھونڈتا ہے اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے بھاگتا ہے۔

حکایت (۶۴۳) حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ دو شخص مسجد میں آتے ان میں سے ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ مجھ جیسا آدمی خدا کے گھر میں جاتے یعنی شدت احتیاط و انکسار سے یہ جملہ کہا اسی جگہ صدیقوں میں لکھا گیا۔ یعنی تعظیم مسجد اس درجہ پر کی کہ اپنے جانے سے گویا مسجد کو آلودہ سمجھا۔

حکایت (۶۴۴) حواریوں نے ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ دیکھیے یہ مسجد کتنی عمدہ ہے۔ آپ نے فرمایا اے میری امت میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی اینٹ پر اینٹ قائم نہ چھوڑے گا۔ اس مسجد والوں کے باعث سب کو برباد کرے گا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک سونے چاندی کی کچھ قدر ہے اور نہ اینٹوں کی قدر جو تم کو اچھی معلوم ہوتی ہیں بلکہ اس کے نزدیک سب سے محبوب چیز نیک دل ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ زمین کو آباد کرتا ہے اور جب وہ نیک بخت نہیں رہتے تو انہیں کی شامت سے زمین کو ویران کرتا ہے۔

حکایت (۶۴۵) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک جوان تھا جس نے بیس برس تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تھی۔ پھر اس کی نافرمانی بھی بیس برس تک کی، پھر آئینہ میں جو دیکھا تو ڈاڑھی میں سفیدی نظر آئی اور برا معلوم ہوا۔ جناب الٰہی میں عرض کیا کہ خدایا میں نے بیس برس تک تیری عبادت کی اور بیس برس تک نافرمان رہا۔ اب اگر اپنی حرکات سے باز آ کر تیری طرف رجوع کروں تو تو قبول فرمائے گا، اسی وقت ایک آواز سنی مگر کہنے والا نظر نہ آیا۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ تو نے ہم سے دوستی کی تو ہم نے بھی تجھ سے محبت رکھی اور جب تو نے ہم کو چھوڑا تو ہم نے بھی تجھ کو چھوڑ دیا۔ اور تو نے نافرمانی کی تو ہم نے مہلت دی اب اگر رجوع کرے گا تو پذیرائی فرمائیں گے۔

حکایت (۶۴۶) بعض مریدین نے اپنے مرشد ابوعثمان مغربی سے عرض کیا کہ میری زبان بعض اوقات ذکر و قرآن پر جاری ہو جاتی ہے حالانکہ میرا دل غافل ہوتا ہے انہوں نے فرمایا کہ خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہارے ایک عضو کو خیر میں لگایا اور ذکر کا عادی بنایا اور شر میں نہ لگایا۔ نہ فضول کا عادی فرمایا۔

حکایت (۶۴۷) بنی اسرائیل کے قصوں میں یہ بھی مذکور ہے کہ ایک شخص نے کسی دوسرے شہر میں

نکاح کیا تھا اپنے غلام کو اس عورت کے لانے کے لیے بھیجا۔ اثناء راہ میں اس کے نفس نے براہِ نفسانیت اس عورت سے اپنا مقصود چاہا مگر اس غلام نے اپنے نفس پر مجاہدہ کر کے روک رکھا اور اس کی خواہش سے مغلوب نہ ہوا، اللہ تعالےٰ نے اس کے تقوے کی بدولت اس کو بنی اسرائیل کا پیغامبر کر دیا۔

حکایت (۷۴۸) بعض عارفین کے حال میں لکھا ہے کہ وہ اپنے کپڑے اٹھائے ہوئے کیچڑ میں جاتے تھے اور پاؤں گڑا کر رکھتے تھے کہ پھسل نہ جائے۔ ان کا پاؤں پھسل گیا اور گر پڑے۔ پھر اُٹھ کر عین کیچڑ میں روتے ہوئے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہی حال بندے کا ہے کہ ہمیشہ گناہوں سے بچنا چاہتا ہے، اور کنارہ کشی کرتا ہے یہاں تک کہ ایک یا دو گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، پھر تو بالکل گناہوں میں دھنس جاتا ہے۔

حکایت (۷۴۹) حضرت فضیلؒ نے فرمایا کہ آدمی پر جو گردشِ زمانہ یا ستم ابنائے جنس ہو تو جانے کہ سب میرے گناہوں کی بدولت ہے۔

حکایت (۷۵۰) بعض اکابر کا قول ہے کہ اگر میرے گدھے کی عادت بگڑ بھی جاتے تو میں یہی جانوں کہ میرے ہی قصور کے سبب سے ہے۔

حکایت (۷۵۱) ایک عارف فرماتے ہیں کہ میں اپنے گناہ کی عقوبت گھر کے چوہے میں بھی جانتا ہوں۔

حکایت (۷۵۲) بعض صوفی راوی ہیں کہ میں نے شام کے ملک میں ایک غلام نصرانی خوبصورت کو دیکھا اور کھڑا ہو کر اس کے جمال کو تاکنے لگا اتنے میں میرے پاس ایک جلاد دمشقی آئے اور میرا ہاتھ پکڑا، مجھ کو شرم آئی اور بات بنا کر ان سے عرض کیا کہ مجھے اس کی صورت دیکھ کر یہ تعجب تھا کہ جانے خدا کی کیا حکمت ہے کہ ایسی صورت بھی آگ میں جاتے گی، انھوں نے میرا ہاتھ دبایا اور فرمایا کہ چند روز بعد اس کی سزا تم کو ملے گی۔ راوی کہتے ہیں کہ تیس برس بعد اس کی سزا مجھ کو ملی۔ کسی مصیبت میں گرفتار ہوا۔

حکایت (۷۵۳) ابو عمرو بن علوانؒ سے ایک قصہ منقول ہے۔ سب قصہ تو بہت طویل ہے البتہ اس میں انھوں نے لکھا ہے کہ میں ایک روز نماز پڑھتا تھا اثنائے نماز میں میرے دل میں

خواہش ابھری اس کی سوچ بہت دیر تک کیئے گیا یہاں تک کہ اس سے خواہش لونڈے بازی کی پیدا ہوئی، فوراً میں زمین پر گر پڑا۔ اور تمام جسم سیاہ ہو گیا، لوگوں کی شرم سے میں تین دن گھر میں چھپا رہا اور بدن کو صابون سے حمام میں جا کر دھوتا مگر سیاہی بڑھتی گئی، تین دن کے بعد رنگ صاف ہوا پھر میں حسب الطلب حضرت جنید بغدادیؒ کے موضع رقعہ سے بغداد کو گیا جب ان کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا کہ تجھے شرم نہ آئی کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو کر تیرا نفس ایسا شہوت میں ڈوبا کہ تجھ کو مغلوب کر کے حضورِ الٰہی سے نکال دیا۔ اگر میں تیرے لیے دُعا نہ کرتا اور تیری طرف سے خدا کے سامنے تائب نہ ہوتا تو تو خدا کے سامنے اسی کالے رنگ سے جاتا مجھے بڑا تعجب ہوا کہ حضرت جنید نے میرا حال کس طرح معلوم کر لیا۔ میں تو رقعہ میں تھا اور آپ بغداد میں تشریف رکھتے تھے۔

حکایت (۷۵۴) ایک شخص نے حضرت محمد بن واسعؒ سے کہا کہ مجھے وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ میں وصیت کرتا ہوں کہ دنیا اور آخرت میں بادشاہ رہنا، ان سے عرض کیا کہ یہ بات مجھ کو میسر کیسے ہو گی آپ نے فرمایا کہ دنیا میں زہد کو اپنے اوپر لازم کرنا۔

حکایت (۷۵۵) ایک شخص نے حضرت معاذؓ سے عرض کیا کہ مجھ کو وصیت فرمایئے آپ نے فرمایا کہ اگر تو رحم کیا کرے تو میں تیرے لیے جنت کا کفیل ہوں، گویا آپ کو بفراست اس کا سخت دل ہونا معلوم ہو گیا تھا۔ اس لیے رحم کی وصیت کی۔

حکایت (۷۵۶) کسی نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے عرض کیا کہ مجھ کو وصیت فرمایئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ خدا کا خوف اپنے اوپر لازم کر کہ ہر ایک بہتری کی جڑ یہی ہے اور جہاد کرنا اپنے اوپر لازم کر اسلام میں رہبانیت اسی کو کہتے ہیں۔ اور قرآن مجید کو ہمیشہ پڑھا کر کہ وہ تیرے لیے زمین والوں میں نور ہو گا۔ آسمان کے لوگوں میں تیری یاد رہے گی اور بہتر بات کے سوا سکوت اختیار کر کہ اس کے باعث شیطان غالب ہو جائے گا۔

حکایت (۷۵۷) ایک شخص نے حضرت حسنؒ سے عرض کیا کہ مجھ کو وصیت فرمایئے۔ فرمایا کہ خدا کی بات کی بڑائی کر خدا تیری عزت کرے گا۔

حکایت (۷۵۸) لقمانؑ نے اپنے بیٹے سے کہا کہ علماء سے اپنے زانو بھڑا مگر ان سے مجادلہ مت کر ورنہ تجھ کو برا سمجھیں گے اور دنیا میں سے مقدار قوت بشری رکھ لے اور باقی جو کمائے آخرت کے لیے خرچ کر اور دنیا کو بالکل ترک مت کر کہ اپنا بوجھ لوگوں کے ذمے

ڈالے اور ان کی گردن کا وبال بنے اور روزہ ایسا رکھ جس سے شہوت ناقص ہو، ایسا مت رکھ جس سے نماز میں خلل واقع ہو اس لیے کہ نماز روزے سے افضل ہے اور بے وقوف کے پاس مت بیٹھ اور نہ دوزخی آدمی سے مل۔

حکایت (۷۵۹) ایک شخص نے محمد بن کرامؒ سے وصیت چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنے خالق کی رضامندی میں اتنی کوشش کرنی چاہیئے جتنی اپنے نفس کی رضامندی میں کوشش کرتے ہو۔

حکایت (۷۶۰) ایک شخص نے حامد لفاف سے وصیت کے لیے عرض کیا تو انہوں نے فرمایا اپنے دین کا غلاف ایسا بناؤ جیسا کلام مجید کے لیے بناتے ہو کہ کسی طرح کی گرد اس پر نہ پڑنے پائے۔ سائل نے پوچھا کہ دین کے غلاف سے کیا مراد ہے آپ نے فرمایا کہ طلب دنیا کو چھوڑ دینا الا بقدر ضرورت اور کثرت کلام زائد از ضرورت کا بھی تارک ہونا اور بے ضرورت لوگوں سے ملاقات کرنا

حکایت (۷۶۱) حضرت حسنؒ بصری نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ کو نامہ لکھا کہ بعد حمد وثنا کے معلوم ہونا چاہیئے کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ خوف دلاتا ہے اور ڈراتا ہے اس سے ڈرنا اور خوف کرنا چاہیئے، اور جو تمہارے پاس اب موجود ہے اس میں سے آگے کے واسطے لے لو اور موت پر یہ حال ٹھیک ٹھیک معلوم ہوگا۔ والسلام۔

حکایت (۷۶۲) ایک بار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن بصریؒ کو لکھا کہ آپ مجھ کو وعظ ونصیحت کیجیئے۔ اس کے جواب میں آپ نے لکھا کہ بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ سب سے زیادہ ہولناک اور دہشت انگیز امور تمہارے آگے ہیں اور تم کو ان کا دیکھنا ضرور پڑے گا یا نجات سے یا تباہی کے ساتھ اور یہ بھی جان لو جو شخص اپنے نفس کو جانچتا رہتا ہے وہ نفع میں رہتا ہے۔ اور جو اس سے غافل رہتا ہے وہ نقصان اٹھاتا ہے اور جو شخص انجام کار پر نظر رکھتا ہے وہ نجات پاتا ہے اور جو ہوائے نفس کی اطاعت کرتا ہے وہ گمراہ ہوتا ہے اور جو حلم کرتا ہے اس کو غنیمت ملتی ہے اور جو ڈرتا رہتا ہے وہ بچ جاتا ہے اور جو مامون رہتا ہے وہ عبرت پکڑتا ہے اور عبرت والا صاحب بصیرت ہوتا ہے اور اہل بصیرت فہیم ہوتا ہے اور فہیم آدمی واقف کار ہوتا ہے، پس جب تم سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس سے باز آجانا

چاہیئے اور جب ندامت کرو تو خطا کو جڑ سے اُکھاڑ دو اور اگر کوئی بات نہ آتی ہو تو پوچھ لو اور جس وقت تم کو غصہ آوے اس کو روکو۔ انتہیٰ۔

حکایت (۷۶۳) مطرف بن عبداللہؒ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم کرنا چاہیئے کہ دنیا عقوبت کا گھر ہے، اس کو وہی جمع کرتا ہے جس میں عقل نہیں اور اس سے مغالطہ اسی کو ہوتا ہے جس کو علم نہیں، اے امیرالمومنین! اس میں ایسے رہو جیسے کوئی اپنے زخم کا علاج کرتا ہے کہ خوف انجام کے درد سے شدتِ دوا پر صبر کیا کرتا ہے۔

حکایت (۷۶۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ کو لکھا کہ بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ دنیا خدا کے اولیاء کی اور اس کے اعداء کی دونوں کی دشمن ہے اس کے اولیاء کو رنج پہنچاتی ہے اور اعداء کو مغالطہ دیتی ہے۔

حکایت (۷۶۵) اور نیز اپنے عاملوں کو آپ نے لکھا کہ تم کو قدرت بندوں پر ظلم کرنے کی حاصل ہے مگر جب کسی پر ظلم کا ارادہ کرو تو یاد کرنا کہ تمہارے اوپر بھی قادر ہے اور اس بات کو خوب سمجھ لینا کہ جو کچھ لوگوں پر تم جور و ستم کرو گے وہ ان پر گذر جائے گا مگر تم پر باقی رہے گا۔ اور یہ بھی جان لو کہ خدا تعالیٰ مظلوموں کے انتقام میں ظالموں کو پکڑے گا۔ والسلام۔

حکایت (۷۶۶) روایت ہے کہ بعض فقراء نے کسی اہل دل سے شکایت مفلسی کی کی۔ اور اس کے باعث اپنا شدت سے غمگین رہنا بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ تمہیں یہ منظور ہے کہ تم اندھے ہو جاؤ اور دس ہزار درہم لو اس نے انکار کیا، پھر انہوں نے فرمایا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ دس ہزار درم لو اور گونگے ہو جاؤ اس نے عرض کیا کہ نہیں، انہوں نے فرمایا کہ دس ہزار درم کے عوض تم کو لنجا اور لولا ہونا منظور ہے اس نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہیں اپنے آقا کی شکایت کرتے ہوئے شرم نہیں آتی کہ باوجودیکہ پچاس ہزار درم کی مالیت اس نے تم کو دی۔ پھر شکایت کرتے ہو۔

حکایت (۷۶۷) حکایت ہے کہ کوئی قاری مفلسی کے باعث نہایت تنگدل اور مضطر ہوا، خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ تم چاہو تو ہزار دینار لے لو۔ ہم سورۃ انعام تم کو بھلا دیں گے اس نے کہا کہ یہ مجھے منظور نہیں۔ پھر منادی غیب نے کہا کہ سورۃ ہود کو بھلا دیں، اس نے کہا نہیں، کہا کہ سورۃ یوسف کہا کہ نہیں۔ اسی طرح

دس سورتوں کے نام لیے اور یہ سب پر انکار کرتا گیا۔ تب اس نے کہا کہ تیرے پاس ایک لاکھ دینار کی چیز ہے اور تو شکایت کرتا ہے۔ صبح کو اس کا افلاس دور ہو گیا۔

حکایت (۷۶۸) حضرت ابن السماک کسی خلیفہ کے پاس تشریف لے گئے وہ اس وقت پانی کا پیالہ لیے پی رہا تھا اس نے عرض کیا کہ مجھ کو کچھ نصیحت کیجیے آپ نے فرمایا کہ فرض کرو یہ پیالہ پانی کا تم کو تمہارے تمام نقدی کے عوض ملتا نہیں تو پیاسے رہتے تو تم نقدی سے دست بردار ہوتے یا نہیں، اس نے عرض کیا بیشک سب نقدی دے ڈالتا، پھر آپ نے فرمایا کہ اگر اسی کے عوض تمام ملک تمہیں دینا پڑتا تب بھی دیتے، اس نے کہا بیشک، آپ نے فرمایا کہ پھر ایسے ملک پر خوشی مت کرو جس کی قیمت ایک گھونٹ پانی ہے۔

حکایت (۷۶۹) بعض صوفیوں کا دستور تھا کہ ہر روز شفاخانہ اور گورستان اور ایسی جگہ میں جہاں مجرموں کو سزا ملتی تھی جایا کرتے تھے، شفاخانوں میں اس لیے جایا کرتے تھے کہ بیماروں کو انواع و اقسام کے امراض میں مبتلا دیکھ کر اپنی صحت و سلامتی کا دھیان کریں۔ اور دل کو یہ لوگوں کے مصائب دیکھ کر شعور اپنی صحت کی نعمت کا ہو جاتے، اور شکر نعمت بجالاتے اور مجرموں کو اس لیے دیکھتے تھے کہ ان کو بباعث قتل و چوری وغیرہ کے طرح طرح کے عذاب دیئے جاتے تھے۔ کوئی جان سے مار ڈالا جاتا تھا، کسی کا ہاتھ کٹتا تھا کسی کا پاؤں تو ان کو دیکھ کر خدا کا شکر کرتے کہ اس نے گناہوں سے محفوظ رکھا اور سزاؤں کی نوبت نہ آنے دی اور گورستان میں جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس کو دیکھ کر یہ تصور آتے کہ مُردوں کو سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ دنیا میں واپس آویں تو ایک ہی روز کے لیے آویں عاصی تو اس لیے رجوع پسند کرتا ہے کہ تدارک ایام گذشتہ کرے اور مطیع اس لیے کہ طاعت زیادہ کرے۔

حکایت (۷۷۰) حضرت ربیع ابن خثیمؒ باوجود کمال بصیرت کے اسی طریق سے مدد لیا کرتے تھے تاکہ معرفت نعمت پختہ ہو جاوے۔ انہوں نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی۔ اپنے گلے میں ایک طوق ڈال کر لحد میں لیٹتے اور کہتے۔ رَبِّ ارجعون لعلی اعمل صالحًا۔ پھر کھڑے ہو جاتے اور کہتے اے ربیع تیرا سوال پورا ہوا تو اس وقت سے پہلے کچھ کرے، جس وقت درخواست رجوع کرنے کی کرے گا اور واپس نہ بھیجا جاوے گا۔

حکایت (۷۷۱) حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ نعمتوں کا شکر ضرور کیا کرو ایسا کم ہوا ہے کہ نعمت کسی قوم کے پاس سے جا کر پھر آئی ہو۔

حکایت (۷۷۲) روایت ہے کہ کسی اہلِ دل کا کوئی دوست تھا اُسے بادشاہ نے مقید کیا، اس نے یہ خبر ان بزرگ کو کہلا بھیجی اور شکوہ اپنے قید ہونے کا لکھا، انہوں نے جواب میں فرمایا کہ خدا کا شکر کرو بادشاہ نے اس شخص قیدی کو ہنڈوایا، اس نے پھر شکایت ان بزرگ کے پاس کہلا بھیجی، انہوں نے پھر فرمایا کہ خدا کا شکر کر اتنے میں ایک مجوسی قید ہوا جسے دستوں کی بیماری تھی، سلطان کے حکم سے ایک ہی بیڑی میں دونوں کو رکھا۔ ایک کڑا اس شخص کے پاؤں میں اور دوسرا مجوسی کے پاؤں میں، اس نے یہ ماجرا بھی کہلا بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ شکرِ خدا کر، پھر وہ مجوسی پاخانے کے واسطے بہت دفعہ اٹھتا اور اس شخص کو بھی اس کے ساتھ اُٹھنا پڑتا اور وقت فراغت تک اس کے سر پر کھڑا رہنا پڑتا۔ غرض اس تکلیف کو بھی اس نے بزرگ کی خدمت میں لکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ شکرِ خدا کر۔ تب اس نے دل تنگ ہو کر لکھا کہ کہاں تک شکر کیے جائیں۔ اس مصیبت سے بڑھ کر کونسی مصیبت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جو زنار مجوسی کی کمر میں ہے اگر تیری کمر میں ڈال دیا جاتا تو تو کیا کرتا۔

حکایت (۷۷۳) بعض اکابر سے کسی نے درخواست کی کہ آپ دعائے استسقاء کے لیے باہر نہیں نکلتے۔ مینہ مدت سے بند ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بارش کی بارش میں تاخیر جانتے ہو اور میں پتھر کی بارش میں تاخیر سمجھتا ہوں یعنی اعمالِ خلق پتھر برسنے کے ہیں پس اس میں گویا تاخیر کا ہونا داخلِ انعام ہے اس لیے میں طلب باراں کو نہیں نکلتا کہ مقامِ شکر میں اظہارِ مصیبت کی گنجائش نہیں۔

حکایت (۷۷۴) حضرت عمر بن عبدالعزیز ایک اپنے بیمار لڑکے کے پاس گئے، اور فرمایا کہ جانِ پدر اگر تو میری ترازو میں ہو تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ میں تیری ترازو میں ہوں۔ اُس نے عرض کیا کہ آپ کی مرضی کے موافق اگر ہو تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ میری مرضی کے موافق ہو۔ خلاصہ حضرت عمرؓ کے قول کا یہ ہے کہ اگر تو وفات پائے اور میں صبر کروں تو اس سے اس کو اچھا سمجھتا ہوں کہ میں وفات پاؤں اور تو صبر کرے یعنی جزائے صبر میرے نامۂ اعمال میں رہے اور حاصل لڑکے کے جواب کا ظاہر ہے کہ جو

بات والد کو محبوب دیکھی اس کو محبوب جانا۔

حکایت (۵۷۷) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ کسی نے ان کے لڑکے کی وفات کی خبر سنائی آپ نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط پڑھا اور فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ایک عیب کو چھپایا اور مشقت کو ٹالا، اور ثواب پہنچایا، پھر اُتر کر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کا حکم ہم کو تھا وہ ہم کر چکے۔ یعنی خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ تو ہم نے دونوں باتیں ادا کیں۔

حکایت (۶۷۷) حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جس شخص کو کوئی مصیبت آئے اور وہ اس میں کپڑے پھاڑے اور چھاتی کوٹے تو ایسا ہے کہ نیزہ لے کر وہ خدا تعالےٰ سے لڑنے کو تیار ہوا۔

حکایت (۷۷۷) حضرت لقمان نے اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ سونا آگ سے امتحان کیا جاتا ہے اور ایمان دار بندے کا امتحان مصیبت سے ہوتا ہے۔ پس جب اللہ تعالےٰ کسی قوم کو محبوب جانتا ہے تو ان کو مبتلائے مصیبت کر کے امتحان لیتا ہے اس صورت میں جو شخص اس سے راضی رہتا ہے وہ بھی اس سے راضی ہے اور جو ناراض ہوتا ہے اس سے وہ ناراض ہے۔

حکایت (۸۷۷) احنف بن قیسؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میری ڈاڑھ میں بہت درد تھا میں نے اپنے چچا سے کہا، کہ ڈاڑھ کے درد کے مارے مجھے رات بھر نیند نہیں آئی اسی طرح تین بار میں نے کہا۔ انھوں نے فرمایا کہ تو ایک ہی رات میں ڈاڑھ کی اتنی شکایت کرتا ہے۔ میری آنکھ تیس برس سے جاتی رہی ہے، مگر کسی کو معلوم بھی نہیں ہوا۔

حکایت (۹۷۷) بعض اکابر سے مروی ہے کہ میں نے ایک سفر میں ایک بوڑھا نہایت سال خوردہ دیکھا، میں نے اس کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ ابتدائے جوانی میں میں اپنے چچا کی بیٹی پر عاشق تھا اور وہ مجھے ایسا ہی جانتی تھی اور اتفاق سے اس کا نکاح بھی مجھ سے ہوا۔ شب زفاف کو میں نے اس سے کہا کہ آؤ اس رات کو نوافل شکر میں کاٹیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو ملایا، غرض وہ رات ہم دونوں نے نماز میں کاٹی۔ اور کسی کو فرصت ایک دوسرے کے پاس رہنے کی نہ ہوتی۔ ہر ایک کی زبانِ حال گویا یہ کہہ

رہی تھی۔ ع

چلو بس ہو چکا ملنا نہ ہم خالی نہ تم خالی

جب دوسری رات ہوئی تب بھی ہم دونوں نے وہی گفتگو کی اور رات بھر شکر گذاری میں کاٹ دی۔ اسی طرح ستر یا اسّی برس سے اسی حال پہ ہم دونوں ہیں۔ پھر اُس نے بڑھیا سے پوچھا کہ یوں ہی ہے، اس نے کہا واقع میں جیسا کہتا ہے ویسا ہی ہوا ہے۔

حکایت (۷۸۰) حدیث میں یہ قصہ مذکور ہے کہ بنی اسرائیل میں سے دو شخصوں نے آپس میں خدا کے واسطے بھائی چارہ کیا تھا۔ ایک دن ان دونوں میں سے ایک اپنے نفس پر زیادتی کرتا تھا اور دوسرا عابد تھا۔ اور ہمیشہ پہلے کو وعظ و ملامت کرتا تھا وہ اس کے جواب میں کہہ دیتا کہ میں جانوں اور میرا پروردگار۔ تم میرے اوپر ناظر مقرر نہیں یہاں تک کہ ایک روز عابد نے اس دوسرے شخص کو گناہ کبیرہ کرتے دیکھ لیا اور غصے میں آ کر کہا۔ کہ تجھ کو خدا نہ بخشے، خدا تعالے اس عاصی سے قیامت کے روز فرمائے گا کہ کیا کسی کو یہ تاب و طاقت ہے کہ میری رحمت میرے بندوں سے روک لے جا میں نے تجھ کو بخش دیا۔ اور عابد سے ارشاد فرمائے گا کہ تجھ پر میں نے دوزخ کو لازم کر دیا۔

حکایت (۷۸۱) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک چور چالیس برس تک رہزنی کرتا رہا۔ اس کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ہوا۔ اور آپ کے پیچھے ایک عابد حواریین میں سے تھا۔ چور نے اپنے دل میں کہا کہ یہ پیغمبر خدا یہاں سے گذرتے ہیں اور ان کے پہلو میں ایک حواری بھی ہے۔ اگر میں بھی اتر کر ان کے ساتھ ہو لوں تو بہتر ہے۔ ارادہ کر کے اترا اور چاہتا تھا کہ عابد کے پاس جائے۔ مگر اس کی تعظیم اور اپنے نفس کی تحقیر کر کے کہتا تھا کہ مجھ جیسے شخص کو اس عابد کے برابر چلنا نہیں چاہیئے۔ ادھر عابد نے جو معلوم کیا کہ میرے ساتھ چور آتا ہے تو اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص میری برابری کرتا ہے۔ اس خیال سے اس سے کنارہ کر کے آگے بڑھ گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے برابر چلنے لگا۔ صرف چور پیچھے رہ گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ خدا تعالے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ ان دونوں سے کہہ دو کہ تمہارے پہلے عمل ہم نے باطل کر دیئے۔ اب نئے سرے سے عمل کر د

حواری کے حسنات جانتے رہے، اس وجہ سے کہ اس نے اپنے نفس پر عجب کیا اور اُس دوسرے شخص کی برائیاں مٹا دیں اس لیے کہ اس نے اپنے نفس کو حقیر جانا۔ حضرت نے بموجب حکم کے ان دونوں کو اطلاع کر دی، اور چور کو اپنے ساتھ لیا اور اس کو حواری کیا۔

حکایت (۷۸۲) بکر بن سلیم صواف فرماتے ہیں کہ ہم مالک بن انس کے پاس اُس شام کو گئے جس میں ان کا انتقال ہوا۔ ہم نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے، انہوں نے فرمایا۔ مجھے معلوم نہیں کہ تم کو کیا جواب دوں، مگر عنقریب تم خدا تعالےٰ کا عفو اتنا دیکھو گے جس کا تم کو گمان بھی نہ ہوگا۔ پھر ہم وہاں ہی تھے یہاں تک کہ آپ کی آنکھیں ہم ہی نے بند کیں۔

حکایت (۷۸۳) روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے یہاں ایک مجوسی نے مہمان ہونا چاہا، آپ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاوے تو میں کھانا کھلا دوں گا۔ وہ مجوسی چلا گیا۔ اللہ تعالےٰ نے آپ پر وحی بھیجی کہ تم نے اس دین سے اختلاف کے باعث اس کو کھانا نہ کھلایا۔ ہم اس کو ستر برس سے باوجود کفر کے کھانا دیئے جاتے ہیں۔ اگر تم ایک رات کھلا دیتے تو کیا تھا۔ حضرت ابراہیمؑ اسی وقت اس مجوسی کے پیچھے دوڑتے گئے اور اس کو بلا لائے اور ضیافت کی۔ مجوسی نے پوچھا کہ اب سبب ضیافت کیا ہے۔ اوّل تو آپ نے انکار ہی کر دیا تھا مگر آپ نے سارا قصہ اس سے بیان فرمایا۔ مجوسی نے عرض کیا کہ خدا تعالیٰ مجھ سے یہ معاملہ کرتا ہے۔ پھر آپ سے عرض کر کے مسلمان ہو گیا۔

حکایت (۷۸۴) استاد ابوسہل صعلوک جو ہمیشہ ڈرانے میں معروف تھے۔ انہوں نے ابوسہل زجاجی کو خواب میں دیکھا اور حال پوچھا، انہوں نے جواب دیا کہ جس قدر تم ڈرایا کرتے تھے اس سے معاملہ ہم نے سہل دیکھا۔

حکایت (۷۸۵) عبدالوہابؒ بن عبدالمجید ثقفیؒ سے روایت ہے کہ میں نے دیکھا کہ تین مرد اور ایک عورت جنازہ لیئے جاتے ہیں، میں نے عورت کی طرف کا پایہ لے لیا اور قبرستان میں جا کر بعد نماز اس میت کو دفن کیا۔ پھر میں نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ مردہ تیرا کون تھا، اس نے کہا میرا بیٹا تھا۔ میں نے پوچھا کہ تمہارے کوئی پڑوسی نہ تھا۔

اس نے کہا پڑوسی کیوں نہیں ہیں، مگر اس مردے کو حقیر سمجھتے تھے، میں نے کہا کہ اس میں کیا برائی تھی۔ اس نے کہا یہ لڑکا مخنث تھا۔ مجھے اس عورت پر رحم آیا اور اس کو اپنے گھر لے جا کر کچھ نقد اور جنس اور کپڑا دیا۔ اور اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا گویا چودھویں رات کا چاند ہے اور سفید کپڑے پہنے ہے اور میرا شکر گذار ہے۔ میں نے پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں وہی مخنث ہوں جس کو تم نے آج دفن کیا تھا۔ لوگوں نے جو مجھ کو حقیر سمجھا اس لیے خدا تعالیٰ نے مجھ پر رحم کیا۔

حکایت (۷۸۶) ابراہیم طردشش سے روایت ہے کہ ہم بغداد میں دجلہ کے کنارے پر حضرت معروف کرخیؒ کے ساتھ بیٹھے تھے کہ اس درمیان میں ایک چھوٹی سی ڈونگی پر کچھ جوان لوگ ڈھول بجاتے اور شراب پیتے اور کھیلتے نکلے۔ لوگوں نے حضرت معروف کرخیؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ دیکھیے یہ لوگ علانیہ خدا کی نافرمانی کرتے ہیں ان پر بد دعا کیجیے، انھوں نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی کہ الٰہی جیسا تو نے ان کو دنیا میں خوش کیا، آخرت میں بھی خوش کر۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ہماری غرض تو یہ ہے۔ کہ آپ ان پر بد دعا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ آخرت میں خوش کرے گا تو اوّل دنیا میں تائب کر دے گا۔ یعنی خلاصہ میری دُعا کا یہ ہے کہ ان کو ان حرکات سے توبہ نصیب کر۔

حکایت (۷۸۷) حضرت حسنؒ سے بعض لوگوں نے کہا کہ ہم کیا علاج کریں ہم ایسے لوگوں میں بیٹھتے ہیں کہ وہ ہم کو اتنا ڈراتے ہیں کہ ہمارے دل گویا اڑنے لگتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ اس کو خوب جان لو کہ ایسے لوگوں میں بیٹھنا کہ وہ تم کو ڈرائیں یہاں تک کہ تم کو امن پہنچ جائے اس سے بہتر ہے کہ تم ایسوں کے ساتھ بیٹھو کہ وہ تم کو بے خوف کرتے رہیں اور تم کو ایک دفعہ ہی خوف آ دبائے۔

حکایت (۷۸۸) حضرت محمد بن منکدرؒ جب روتے تو اپنے چہرے اور ریش پر آنسو مل لیتے اور فرماتے کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ جس جگہ آنسو لگ جاویں گے وہاں آتش دوزخ نہ پہنچے گی۔

حکایت (۷۸۹) جب حضرت سلیمان تیمیؒ کی وفات قریب ہوئی تو اپنے بیٹے سے ارشاد فرمایا کہ مجھ سے اجازتوں کا ذکر کرو اور جب تک میرا وصال ہو رجاء کا بیان کرتے رہو

کہ میں خدا سے حسنِ ظن کے ساتھ ملوں۔

حکایت (۷۹۰) جب حضرت سفیان ثوریؒ پر نزع کا عالم طاری ہوا اور خوف بہت معلوم ہوا تو اپنے گرد علماء کو جمع کیا کہ وہ توقع دلائیں۔

حکایت (۷۹۱) حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے اپنے لڑکے سے نزع کے وقت ارشاد فرمایا کہ مجھ سے وہ احادیث بیان کر جن میں رجاء اور حسنِ ظن کا ذکر ہے۔

حکایت (۷۹۲) بعض صلحا نے حضرت ابو سلیمان دارانیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ اڑتے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے، آپ نے فرمایا کہ میں ابھی قید سے چھٹا ہوں صبح کو جو جاگے تو لوگوں سے ابو سلیمان کا حال پوچھا، لوگوں نے کہا کہ شب گذشتہ ان کا وصال ہو گیا۔

حکایت (۷۹۳) بعض عارفین کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص میرے ساتھ پچاس برس تک موحد رہے اور فقط ایک ستون کی آڑ میں ہو کر مر جائے تو میں اس کی توحید کو یقینی نہیں کہہ سکتا...... اسواسطے کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ وہ اتنے عرصے میں ستون کی آڑ میں گیا اس کے دل پر کیا کیا تغیرات ہوئے۔

حکایت (۷۹۴) بعض عارف فرماتے ہیں کہ اگر گھر کے دروازے پر مرنے سے شہادت ملتی ہو اور کوٹھری کے دروازے پر مرنے سے مسلمانی کا خاتمہ ہونا ہو تو مجھ کو یہی منظور ہو کہ اسلام پر مروں اور حجرے کے باہر نہ نکلوں اس واسطے کہ حجرے کے دروازے سے گھر کے دروازے تک جانے میں مجھے کیا معلوم ہے کہ میرے دل پر کیا تبدل ہو جائے گا۔

حکایت (۷۹۵) جب حضرت سفیان ثوریؒ کا وقتِ مرگ قریب پہنچا تو رونے لگے اور نہایت خائف تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ کو رجاء کرنی چاہیئے خدا تعالیٰ کا عفو تمہارے گناہوں سے بڑا ہے۔ ؎

گر عظیم است از فرودستاں گناہ　　　　از جنابش عفو کردن اعظم است

آپ نے فرمایا میں گناہوں کے واسطے نہیں روتا۔ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ خاتمہ توحید پر ہو گا اور پہاڑوں کے برابر گناہ ہو جائیں تو بھی کچھ غم نہیں۔

حکایت (۷۹۶) حکایت ہے کہ بعض خائفین میں سے ایک شخص نے اپنے کسی بھائی کو وصیت کی کہ جب میں مرنے لگوں، میرے سرہانے بیٹھنا، اگر دیکھو کہ میرا خاتمہ توحید پر ہوا

تو تمام میرا مال لے کر اس کے بادام اور شکر خرید کر شہر کے لڑکوں کو تقسیم کرنا اور کہنا کہ ایک شخص قید میں سے چھوٹا ہے اس کی شیرینی ہے اور اگر میرا خاتمہ توحید پر نہ ہو تو لوگوں کو خبر کر دینا کہ یہ شخص توحید پر نہیں مرا۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی دھوکے میں آکر میرے جنازے پر آتے اور مرنے کے بعد مجھ پر ریا لاحق ہو، اگر تم سب سے کہدو گے تو جس کا دل چاہے گا آئے گا۔ ریا کے باعث کوئی نہ آئے گا۔ ان کے بھائی نے پوچھا کہ میں کیسے جانوں کہ آپ کا خاتمہ توحید پر ہوا یا نہیں، انہوں نے کچھ علامت بتادی کہ توحید کی پہچان یہ ہوگی۔ جب ان کی وفات ہوئی تو ان کے بھائی نے علامت توحید پائی اور بموجب وصیت بادام اور شکر لے کر تقسیم کر دیئے۔

حکایت (۷۹۷) حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ جب میں مسجد کو جاتا ہوں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا میری کمر میں زنار ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں گرجا یا آتش خانے میں نہ لیجاتے اور مسجد میں گھسنے تک وہ زنار رہتا ہے۔ مسجد میں جانے سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات ہر روز پانچ بار ہوا کرتی ہے۔

حکایت (۷۹۸) کسی بقال کی نقل ہے کہ اس کو مرنے کے وقت کلمۂ شہادت لوگ سکھلانے لگے تو وہ چار یا پانچ مرتبہ کہنے لگا۔ اس لیے کہ موت سے پہلے بہت دنوں حساب میں مصروف تھا۔

حکایت (۷۹۹) یزید رقاشی راوی ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام ایک روز چالیس ہزار آدمیوں کو ساتھ نکلے کہ ان کو وعظ سُناتے تھے اور ڈراتے تھے ان میں سے تیس ہزار مر گئے اور دس ہزار آپ کے ساتھ واپس آئے اور آپ کی دو لونڈیاں تھیں کہ ان کو یہ کام سپرد تھا کہ جب آپ پر خوف آتا اور گر کر تڑپتے تو وہ دونوں سینے اور پاؤں پر بیٹھ جاتیں کہ کہیں جوڑ علیحدہ ہو کر مر نہ جائیں۔

حکایت (۸۰۰) حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام بیت المقدس کے اندر آٹھ برس کی عمر میں گئے۔ عابدین کو دیکھا کہ بال اور اُون کے کپڑے پہنے ہیں اور ان میں سے جو نہایت کوشش کرنے والے ہیں ان کو دیکھا اپنے گلے کی ہڈیوں کو چیر کر ان میں زنجیریں ڈال رکھی ہیں، اور اپنے آپ کو بیت المقدس کے کونے میں باندھ رکھا ہے۔ ان کو دیکھ کر آپ کو ہول ہوا اور اپنے ماں باپ کی طرف رجوع کیا۔ کچھ لڑکوں پر آپ کا گذر ہوا کہ وہ کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آؤ ہمارے ساتھ کھیلو

آپ نے فرمایا کہ میں اس واسطے پیدا نہیں ہوا کہ کھیلوں، گھر پر آکر ماں باپ سے عرض کیا کہ مجھ کو کرتہ بالوں کا بنا دو، انہوں نے بنا دیا، آپ بیت المقدس کو چلے آتے۔ دن کو اس کی خدمت کرتے اور رات وہیں کاٹ کر صبح کر دیتے۔ یہاں تک کہ اس پر پندرہ برس گذر سے تب آپ بیت المقدس سے نکل کر پہاڑوں اور گھاٹیوں کے غاروں میں جا رہے آپکے ماں باپ ڈھونڈنے نکلے ان کو بحیرۂ اردن پر پایا کہ پانی میں پاؤں تر کر رہے ہیں۔ اور پیاس کی شدت سے گویا جان نکلی جاتی ہے اور کہہ رہے ہیں کہ قسم ہے تیری عزت اور بزرگی کی کہ ٹھنڈا پانی نہ پیوں گا۔ جب تک مجھ کو یہ معلوم نہ ہو کہ تیرے نزدیک میرا ٹھکانہ کہاں ہے۔ آپ کے ماں باپ ایک جو کی ٹکیہ لے گئے تھے ان سے کہا کہ اس میں سے کھا کر پانی پینا چاہیئے، انہوں نے منظور کیا اور حکم کی تعمیل کی اور اپنی قسم کا کفارہ دیا، اس لیے اللہ تعالےٰ نے ان کی تعریف میں وَبَرًّا بِوَالِدَیۡهِ فرمایا۔ غرض ان کو ماں باپ بیت المقدس سے بلا لاتے تو آپ کا دستور تھا کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ درخت اور پتے رونے لگتے اور حضرت زکریا علیہ السلام بھی آپ کے رونے سے اس قدر روتے کہ بے ہوش ہو جاتے۔ غرض ہمیشہ اسی طرح رویا کرتے۔ حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے ان کے رخسار کا گوشت جلتا رہا اور دیکھنے والوں کو آپ کی ڈاڑھیں نظر آنے لگیں۔ ان کی ماں نے ان سے فرمایا کہ بیٹا اگر تم کہو تو کوئی چیز ایسی تمہارے لیے بنا دوں جس سے تم اپنی ڈاڑھیں لوگوں کی نظر سے چھپاؤ۔ آپ نے عرض کیا کہ بہتر ہے، انہوں نے دو پہل نمدے کے لے کر آپ کے گالوں پر چپکا دیئے۔ پس جب نماز کو کھڑے ہوتے تو روتے اور جب وہ پہل آنسوؤں سے بھیگ جاتے ان کو مادرِ مشفقہ نچوڑ ڈالتیں۔ جب اپنے آنسو اپنی ماں کے ہاتھوں پر بہتے دیکھتے تو فرماتے الٰہی، یہ میرے آنسو ہیں اور یہ میری ماں ہے اور میں تیرا بندہ ہوں اور تو ارحم الراحمین ہے۔ پس ایک روز ان سے حضرت زکریا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جانِ پدر میں نے تو خدا سے یہ دعا مانگی تھی کہ تجھ کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے اور تو رویا ہی کرتا ہے۔ تیرے حالِ زار سے ہم کو کیسے چین ہو۔ انہوں نے فرمایا کہ بابا جان! حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک جنگل ہے، جس کو بجز رونے والوں کے اور کوئی طے نہ کرے گا۔ حضرت زکریاؑ نے فرمایا تو بیٹا اب رویا کرو۔ میرا اطمینان ہوا۔

حکایت (۸۰۱) روایت ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام جب اپنی خطا یاد کرتے بے ہوش ہوجاتے تھے اور آپکے دِل کی تڑپ ایک کوس تک سُنی جاتی تھی، اس وقت آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لاتے اور کہتے خدا تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے، اور فرماتا ہے کہ تم نے دیکھا کہ کبھی کوئی خلیل اپنے خلیل سے ڈرتا ہو، آپ فرماتے کہ اے جبریل ؑ جب میں اپنا قصور یاد کرتا ہوں تو اپنی خلت بھول جاتا ہوں۔

حکایت (۸۰۲) روایت ہے کہ حضرت عمرؓ جب آیت قرآن مجید کی سنتے تو مارے خوف کے بیہوش ہوکر گر پڑتے اور پھر چند روز ان کی عبادت ہوا کرتی اور ایک روز آپ نے ایک تنکا زمین سے اُٹھایا اور کہا کہ کیا خوب ہوتا جو میں یہ تنکا ہوتا، کاش میں کوئی چیز مذکور نہ ہوتا، کاش میں نسیًا منسیًا ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔ ؎

مرا اے کاشکے مادر نمی زاد دگرمی زاد کس شیرم نمی داد

آپ کے منہ پر آنسوؤں کے دو کالے خط تھے اور فرماتے تھے کہ جو کوئی اللہ سے ڈرتا ہے وہ اپنا غصہ نہیں نکالتا اور جو کوئی اس سے تقویٰ کرتا ہے اپنی جی چاہتی بات نہیں کرتا اور اگر قیامت نہ ہوتی ہم کچھ اور ہی ڈھنگ دیکھتے۔ اور جب آپ نے سورۃ کوّرت پڑھی اور اس آیت پر پہنچے واذا الصحف نُشِرَتْ تو بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اور ایک روز ایک شخص کے مکان کے پاس سے گذرے کہ وہ نماز پڑھ رہا تھا اور سورۃ طور پڑھتا تھا۔ آپ کھڑے ہوکر سننے لگے۔ جب اس نے پڑھا ان عذاب ربك لواقع ماله من دافع اپنی سواری سے اترے اور ایک دیوار سے تکیہ لگا کر تھوڑی دیر ٹھہرے۔ پھر مکان کو چلے آئے۔ اور مہینہ بھر بیمار رہے لوگ عیادت کو آتے مگر کسی کو نہ معلوم تھا کہ آپ کو کیا مرض ہے۔

حکایت (۸۰۳) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نمازِ فجر کے سلام کے بعد فرمایا (اس وقت کہ آپ کو کچھ رنج تھا اور اپنا ہاتھ پھیرتے جاتے تھے) کہ میں نے اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے، لیکن آج کوئی چیز ایسی نہیں دیکھتا جو اُن کی سی ہو۔ ان کا دستور تھا کہ پراگندہ مو، زرد رنگ، غبار آلود رہتے تھے۔ ان کی آنکھوں کے بیچ میں بکریوں کے زانو کا سا گھٹا تھا۔ رات کو اللہ کے واسطے سجدہ کرتے اور کھڑے رہتے۔ خدا کی کتاب پڑھتے۔ عبادت میں پیشانی اور پاؤں پر نوبت بہ نوبت زور دیتے۔ اور جب صبح ہوتی تو جیسے تیز ہوا سے درخت ہلتا ہے اس طرح کانپتے، آنکھوں

ہیں سے اتنے آنسو بہاتے کہ ان کے کپڑے تر ہو جاتے اور اب تو بخدا کہ گویا میں ایسے لوگوں میں ہوں جو رات کو خواب خرگوش میں رہتے ہیں۔ پھر آپ اُٹھ کھڑے ہوتے اور جب تک کہ آپ کو ابن ملجم ملعون نے زخمی کیا، کبھی کسی نے اس تقریر کے بعد ہنستے نہ دیکھا۔

حکایت (۸۰۴) حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا۔ ان کے گھر والے پوچھتے کہ وضو کے وقت آپ کا یہ کیا حال ہوتا ہے، آپ فرماتے کہ تم کو معلوم نہیں کہ کس کے سامنے کھڑا ہوا چاہتا ہوں۔

حکایت (۸۰۵) مسور بن مخرمہ شدت خوف کے باعث کلام مجید کچھ نہیں سن سکتے تھے جب کوئی ایک لفظ یا ایک آیت پڑھتا تھا تو ایک چیخ مارتے تھے اور کئی دن تک ہوش نہ آتا تھا، ایک روز ایک شخص قبیلۂ خثعم کا آیا اور ان کے پاس یہ آیت پڑھی۔ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَی الرَّحْمٰنِ وَفْدًا وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰی جَهَنَّمَ وِرْدًا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں تو مجرمین میں ہوں متقی نہیں ہوں۔ ذرا قاری صاحب پھر سے تو پڑھیے اس نے پھر پڑھا۔ وہ ایک دفعہ نعرہ مار کر سفر آخرت کر گئے۔

حکایت (۸۰۶) یحییٰؒ رونے والے کے سامنے کسی نے یہ آیت پڑھی اذ وقفوا علیٰ ربھم۔ انہوں نے ایک چیخ ماری کہ اس سے چار مہینے بیمار رہے۔ بصرہ کے نواح تک لوگ ان کی بیمار پرسی کو آئے۔

حکایت (۸۰۷) حضرت مالکؒ بن دینار فرماتے ہیں کہ میں طواف خانۂ کعبہ کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت عابدہ کعبہ کا پردہ پکڑے کہہ رہی ہے کہ الٰہی بہت سی شہوتوں کی لذت تو جاتی رہی عذاب ان کا باقی رہا۔ الٰہی تیرے پاس سوائے دوزخ کے کیا اور کوئی سزا یا ادب کی چیز نہیں یہ کہہ کر اور روتی۔ اسی طرح روتے روتے صبح کر دی۔ میں نے یہ حال دیکھ کر اپنا ہاتھ سر پہ رکھ کر چیخ ماری کہ وائے ہمارے حال پر۔

حکایت (۸۰۸) روایت ہے کہ فضیل عرفہ کے روز پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ اور لوگ دعا مانگ رہے تھے جب آفتاب مائل بغروب ہوا تو اپنی ڈاڑھی مٹھی میں پکڑ کر آسمان کی طرف سر اُٹھایا اور کہا اگر تو بخش بھی دے گا تب بھی مجھ کو تجھ سے بڑی حیا ہے

پھر لوگوں کے ساتھ وہاں سے چلے آئے۔

حکایت (۸۰۹) حضرت حسن بصریؒ ایک نوجوان پر سے گذرے کہ اپنی ہنسی میں ڈوبا ہوا تھا اور ایک مجلس میں لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا۔ تو پل صراط پر گذرا ہے اس نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے پوچھا تجھے معلوم ہے کہ تو جنت میں جاوے گا یا دوزخ میں، اس نے عرض کیا کہ نہیں، آپ نے فرمایا کہ پھر یہ ہنسی کیسی۔ راوی کہتا ہے کہ پھر اس شخص کو کسی نے ہنستے نہیں دیکھا۔

حکایت (۸۱۰) حماد بن عبدربہ جب بیٹھتے تو ایسی ہیئت سے بیٹھتے گویا نصف کھڑے ہیں اگر کوئی ان سے کہتا کہ آپ اطمینان سے بیٹھیں تو فرماتے کہ اطمینان سے بیٹھنا نڈر شخص کا ہوتا ہے۔ میں تو بے خوف نہیں کہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی ہے۔

حکایت (۸۱۱) فرقد سنجی سے کسی نے کہا کہ بنی اسرائیل کی کوئی بڑی عجیب خبر جو تمہیں پہنچی ہو ہم سب سے کہو جواب دیا کہ مجھے یوں خبر پہنچی ہے کہ بیت المقدس میں پانسو باکرہ عورتیں جن کا لباس کمبل اور ٹاٹ تھا آئیں، اور خدا کے ثواب و عذاب کا آپس میں ذکر کیا اور سب کی سب ایک ہی روز میں مر گئیں۔

حکایت (۸۱۲) حضرت عطائے سلمیؒ بھی خائفین میں سے تھے اللہ تعالیٰ سے کبھی جنت کا سوال نہ کرتے صرف معاف کرنے کی درخواست کیا کرتے اور مرض میں ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کا دل کسی چیز کو چاہتا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوزخ کے خوف نے میرے دل میں کسی چیز کی خواہش کے لیے جگہ نہیں چھوڑی۔ کہتے ہیں کہ چالیس برس تک انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف نہیں اُٹھایا، نہ کبھی اس عرصے میں ہنسے تھے۔ اور ایک روز جو سر آسمان کی طرف کیا تو اتنا ڈرے کہ گر پڑے، اور آنت پھٹ گئی آپ کا دستور تھا کہ رات کو کسی وقت اپنا جسم ٹٹولا کرتے اس خوف سے کہ کہیں مسخ تو نہیں ہو گیا ہے، اور جب کبھی آندھی چلتی یا بجلی گرتی یا غلہ گراں ہوتا تو فرماتے کہ یہ آفتیں میرے ہی باعث ہیں۔ اگر میں مر جاؤں تو لوگ راحت پاویں۔

حکایت (۸۱۳) اور خود فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم عتبہ غلام کے ساتھ نکلے اور ہم میں ایسے جوان اور ادھیڑ لوگ تھے کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے کثرتِ قیام

سے اُن کے پاؤں سُوج گئے تھے اور آنکھیں اندر دھنس گئی تھیں اور پوست استخوانوں پر جا لگا تھا، رگیں تارِ ستار کی طرح معلوم ہوتی تھیں، ایسے ہو گئے تھے جیسے تربوز کے چھلکے کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ گویا قبروں سے نکلے ہیں، یہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت کرنے والوں کو کیسی بزرگی دی اور نافرمانوں کو کیسے ذلیل کیا، اسی حال میں چلے جاتے تھے کہ ایک دن ان میں سے ایک شخص کا گذر ایک جگہ پر ہوا فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑا اس کے ساتھی گرد بیٹھ کر رونے لگے۔ جاڑا بہت شدت سے تھا مگر اس کی پیشانی سے پسینہ ٹپکتا تھا۔ جب منہ پر پانی کا چھینٹا دیا تو اس کو ہوش آیا۔ اس سے ماجرا پوچھا اس نے کہا کہ میں نے اس جگہ خدا کی نافرمانی کی تھی۔ جگہ دیکھ کر مجھے یاد آ گئی اور خوف سے یہ پچھاڑ کھائی۔

حکایت (۸۱۴) صالح مری کہتے ہیں کہ میں نے ایک زاہد کے پاس یہ آیت پڑھی یوم تقلب وُجُوھھم فی النار یقولون یا لیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا وہ شخص بے ہوش ہو گیا۔ اور پھر جو ہوش آیا تو کہا کہ اے صالح کچھ اور پڑھ کہ مجھے رنج معلوم ہوتا ہے میں نے کہا کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا۔ وہ شخص مر گیا۔

حکایت (۸۱۵) روایت ہے کہ زرارہ بن ابی اوفیؓ نے لوگوں کو صبح کی نماز پڑھائی۔ جب پڑھا فاذا نقر فی الناقور۔ بیہوش ہو کر گر پڑے اور مر گئے۔

حکایت (۸۱۶) حضرت داؤد طائیؒ نے ایک عورت کو اپنے لڑکے کی قبر پر روتے دیکھا کہ یہ کہہ رہی ہے۔ بیٹا نہ معلوم تیرے کونسے گال کو کیڑے نے کھایا وہ سنتے ہی اسی جگہ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

حکایت (۸۱۷) روایت ہے کہ حضرت سفیان ثوریؒ بیمار پڑے۔ ان کا قارورہ ایک ذمی طبیب کو دکھایا گیا، اس نے کہا اس شخص کے جگر کو خوف نے ٹکڑے کر دیا۔ پھر آ کر نبض دیکھی تو کہا کہ ملتِ اسلام میں اس جیسا آدمی مجھ کو نہیں معلوم ہوا۔

حکایت (۸۱۸) ذر بن عمرؒ نے اپنے باپ عمر بن ذرؒ سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ اور کہنے والے کچھ کہتے ہیں تو کوئی نہیں روتا۔ مگر جب تم کہتے ہو تو سب طرف سے آواز رونے کی سنتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ جس عورت کا بچہ مر جائے اس کا رونا اور جو اجرت لے کر روئے اس کا رونا برابر نہیں ہوتا۔ غرض یہ کہ گریہ خوف کو دل میں تاثیر زیادہ ہے۔

حکایت (۸۱۹) صالح مری کہتے ہیں کہ ایک بار ابن السماکؒ میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھ کو اپنی قوم کے عابدوں کی کچھ عجیب بات دکھلاؤ، میں ان کو ایک محلے میں ایک شخص کے پاس لے گیا جو ایک جھونپڑے میں رہتا تھا۔ ہم نے اس سے اجازت پاس آنے کی چاہی اور چلے گئے۔ دیکھا تو ایک شخص چٹائی بنا رہا تھا۔ میں نے اس کے سامنے یہ آیت پڑھی اذا الاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون فی الحمیم ثم فی النار یسجرون وہ شخص چیخ مار کر بیہوش ہو گیا۔ ہم اس کو ویسا ہی چھوڑ کر نکل آئے اور دوسرے کے گھر گئے۔ اس کے پاس بھی میں نے وہی آیت پڑھی وہ بھی چیخا اور بیہوش ہو کر گر گیا۔ وہاں سے ہم تیسرے کے پاس گئے اس سے اجازت چاہی۔ اس نے کہا کہ اگر ہم کو ہمارے پروردگار سے نہ روکو تو چلے آؤ۔ اس کے پاس میں نے پڑھا ذٰلک لمن خاف مقامی وخاف وعید۔ اس نے ایک نعرہ مارا اور اس کے نتھنوں سے خون نکلنے لگا اور اسی خون میں تڑپنے لگا۔ یہاں تک کہ خون خشک ہو گیا۔ اس کو بھی ہم ویسا ہی چھوڑ آئے۔ غرض کہ میں نے ابن السماکؒ کو چھ شخصوں کے پاس پھرایا کہ ہر ایک کو بے ہوش چھوڑ کر اس کے پاس سے چلے آئے۔ پھر میں ان کو ساتویں کے پاس لایا اور اجازت چاہی تو ایک عورت نے جھونپڑے کے اندر سے کہا کہ چلے آؤ۔ دیکھا تو ایک پیر فرتوت اپنے مصلے پر بیٹھا ہوا ہے اس کو ہم نے سلام کیا۔ وہ خبردار نہ ہوا۔ میں نے بڑی آواز سے کہا کہ خبردار لوگوں کو کل کھڑا ہونا ہے۔ بوڑھے نے کہا کہ کم بخت کس کے سامنے! اتنا کہہ کر حیران منہ کھلا ہوا آنکھیں اوپر کو رہ گیا اور آواز پست سے اوہ اوہ کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آواز بند ہو گئی اس کی عورت نے کہا کہ اب اس کے پاس سے جاؤ۔ کیونکہ اس وقت تم کو اس سے کچھ نفع نہ ہو گا، اس کی حالت کچھ اور ہو گئی، پھر کچھ دنوں بعد میں نے وہاں کے لوگوں سے ان ساتوں کا حال پوچھا، انہوں نے کہا کہ ان میں سے ایک تین دن تک ویسا ہی حیران اور مبہوت رہا کہ فرض بھی نہیں پڑھتا تھا۔ مگر بعد تین دن کے ہوش آیا۔

حکایت (۸۲۰) حجاج نے حضرت سعید بن جبیرؓ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ تم کبھی نہیں ہنستے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہنسنے کی کیا صورت ہے دوزخ دھونک دی گئی ہے اور طوق تیار ہیں اور فرشتے دوزخ کے مستعد و آمادہ کھڑے ہیں۔

حکایت (۸۲۱) ایک شخص نے حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا کہ اے ابو سعیدؒ آپ کی صبح کیسے ہوئی، آپ نے فرمایا کہ خیریت کے ساتھ اس نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ تو میرا حال پوچھتا ہے، یہ بتاؤ کہ اگر کچھ لوگ کشتی میں سوار ہو کر بیچ میں سمندر کے پہنچیں اور کشتی ٹوٹ جائے اور ایک ایک آدمی ایک ایک تختے سے لگا رہ جائے تو ان کا حال تمہارے ذہن میں کیسا ہے۔ اس نے کہا کہ بہت سخت مصیبت کا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا حال ان کے حال سے بھی زیادہ سخت ہے۔

حکایت (۸۲۲) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک لونڈی ان کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سلام کر کے ان کے گھر میں جو مسجد تھی اس میں دو رکعت نماز کی پڑھیں اور پھر اس کو نیند آ گئی اور سو رہی اور خواب ہی میں روئی، جب جاگی تو آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا، یا امیرالمومنین میں نے اس وقت عجیب معاملہ دیکھا، آپ نے پوچھا کیا معاملہ ہے، اس نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ دوزخ دوزخیوں کے واسطے دھڑ دھڑ جل رہی ہے۔ پھر پل لا کر اس کی پشت پر رکھا گیا، آپ نے فرمایا کہ پھر کیا ہوا۔ اس نے کہا کہ پھر عبدالملک ابن مروان کو لائے اور اس پل پر اس کو چڑھایا تو وہ تھوڑا ہی جانے پایا تھا کہ پل الٹ گیا اور وہ دوزخ میں جا پڑا، آپ نے فرمایا پھر، اس نے کہا پھر عبدالملک کے بیٹے ولید کو لائے اور اس کو پل پر سوار کیا وہ بھی تھوڑی ہی دور چلا تھا کہ پل نے کروٹ لی اور دوزخ میں جا پڑا۔ آپ نے پوچھا پھر، اس نے کہا کہ سلیمان بن عبدالملک کو لائے اور پل پر چڑھایا وہ بھی تھوڑا ہی چلا تھا کہ پل ترچھا ہو گیا اور دوزخ میں گر پڑا۔ آپ نے پوچھا پھر، اس نے کہا کہ پھر میں نے یہ دیکھا کہ آپ کو لائے، یہ اس کا کہنا تھا کہ آپ نے ایک دفعہ ایسی چیخ ماری کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے اور وہ لونڈی اٹھی اور آپ کے کان میں پکار پکار کر کہنے لگی کہ اے امیرالمومنین بخدا میں نے یہ دیکھا کہ آپ بچ گئے، آپ نے نجات پائی۔ ہر چند وہ کان میں چیختی رہی مگر آپ برابر نعرے مارتے رہے اور پاؤں دے دے مارتے تھے۔

حکایت (۸۲۳) حضرت طاؤسؒ کے بے بستر کیا جاتا تو لیٹنے اور گرم کڑاہی کے دانے کی طرح ادھر ادھر لوٹتے۔ پھر اس پر سے اچھل کر اس کو لپیٹ دھرتے اور قبلہ کی طرف صبح تک متوجہ ہوتے، اور کہتے رہتے دوزخ کے بیان نے خوف

والوں کی نیند اُڑادی۔

حکایت (۸۲۴) حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا، دوزخ میں سے ایک شخص ہزار برس کے بعد نکلے گا۔ کیا اچھا ہو کہ وہ شخص میں ہوں اور یہ اسی لیے فرمایا کہ خوف، دوزخ میں ہمیشہ رہنے اور سوءِ خاتمہ کا تھا۔ کہتے ہیں کہ آپ چالیس برس نہیں ہنسے راوی کہتے ہیں کہ جب میں ان کو بیٹھا دیکھتا تھا تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا قیدی ہے کہ گردن مارنے کے لیے پکڑا ہوا آیا ہے، اور اگر آپ وعظ فرماتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا آخرت کو سامنے دیکھتے ہیں اور اس کا حال آنکھوں دیکھا بیان کرتے ہیں اور جب چپ ہوتے گویا آنکھوں کے سامنے آگ بھڑک رہی ہے اور جب ان پر اس شدتِ خوف و غم سے لوگوں نے استعجاب کیا تو فرمایا کہ میں کیسے بے خوف ہو جاؤں اس سے کہ خدا تعالےٰ نے اگر کوئی مجھ سے بُرائی دیکھ لی ہو اور مجھ کو بُرا جان کر فرمانے لگے کہ چلا جا میں تجھ کو نہ بخشوں گا۔ تو پھر عمل کرنا میرا بیکار ہے۔

حکایت (۸۲۵) حضرت ابن السماکؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مجلس میں وعظ کہا تو کہ ایک جوان ان میں سے اُٹھا اور کہا کہ تم نے آج ایک ایسا جملہ کہا کہ اگر ہم اس کے سوا اور کچھ نہیں سنیں تو کچھ پروا نہیں، میں نے پوچھا کہ وہ کیا جملہ ہے، اس نے کہا کہ آپ نے جو یہ فرمایا کہ خائفین کے دو خلود یعنی ہمیشہ رہنے نے دل کے ٹکڑے کیے ہیں اور وہ یہ ہیں کہ یا جنت میں ہمیشہ رہنا ہے یا دوزخ میں۔ حضرت ابن السماکؒ فرماتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا۔ اور دوسرے وعظ میں میں نے اس کو نہ پایا۔ لوگوں سے اس کا حال پوچھا تو معلوم ہوا کہ بیمار ہے، میں اس کی عیادت کو گیا اور پوچھا کہ بھائی تیرا کیا حال ہے اس نے جواب دیا کہ اے ابوالعباس! یہ نوبت تمہارے اسی جملے سے ہوئی کہ دو خلود یعنی خلودِ جنت یا خلودِ دوزخ نے خائفین کے دل کے ٹکڑے کر ڈالے ہیں۔ پھر وہ شخص اسی مرض میں مر گیا۔ میں نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالےٰ نے تجھ سے کیا معاملہ کیا اس نے جواب دیا کہ مجھ کو بخش دیا اور رحم کیا اور جنت میں داخل کیا، میں نے پوچھا کہ کس وجہ سے کہا کہ اسی جملے کی بدولت۔

حکایت (۸۲۶) احمد بن ابی الحواری کہتے ہیں کہ میں نے ابوسلیمان دارانیؒ سے کہا کہ حضرت مالک بن دینار نے مغیرہ سے فرمایا کہ گھر میں جا کر وہ کوزہ جو تو نے مجھ کو تحفتہً دیا ہے لے لے

اس لیے کہ شیطان مجھے وسوسہ میں ڈالتا ہے کہ اس کو چھوڑ کر لے گیا۔

حکایت (۸۲۷) ایک شخص حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے پاس دس ہزار درم لایا آپ نے اس کے قبول کرنے سے انکار فرمایا، اس شخص نے بہت منت کی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تجھے یہ منظور ہے کہ دس ہزار درہم کے عوض میں میرا نام فقیروں کے دفتر میں سے مٹا دے۔ سو ایسا میں کبھی نہ کروں گا۔

حکایت (۸۲۸) حضرت ابوذرؓ ایک روز لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے ان کی بیوی آئیں اور کہا کہ آپ یہاں ان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور گھر میں نہ سالن کا ریزہ نہ ستو کی مٹھی۔ آپ نے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں، ہمارے سامنے ایک بڑی سخت گھاٹی دشوار گذار ہے اس سے وہی بچے گا جو ہلکا ہو گا۔ ان کی بیوی راضی ہو کر چلی گئیں۔

حکایت (۸۲۹) بعض مجاورِ مکّہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس کچھ درم تھے جن کو میں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں صرف کرنے کے لیے رکھا تھا۔ میں نے ایک فقیر کو سنا کہ اپنے طواف سے فارغ ہو کر آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا۔ رباعی

یارب تجھے معلوم ہے میں ہوں بھوکا ۔۔۔ تن پر میرے باقی نہیں ثابت کپڑا
اس بھوک برہنگی میں کیا ہے منظور ۔۔۔ ہر حال کا میرے تو ہے دانا بینا

میں نے جو دیکھا تو معلوم ہوا، اس کے پاس دو کپڑے ایسے پھٹے ہوئے ہیں کہ اس کا بدن بھی نہیں چھپتا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنے درموں کے لیے اس سے عمدہ نہ مصرف اور کوئی نہ ملے گا۔ میں ان درموں کو اس کے پاس لے آیا اس نے دیکھ کر ان میں سے پانچ درم لے لیے اور کہا کہ چار درم کی دو چادریں آجائیں گی اور ایک درم کو میں خرچ کروں گا۔ باقی کی مجھ کو حاجت نہیں لے جاؤ۔ جب دوسری رات ہوئی تو میں نے اسے دو چادریں پہنے دیکھا اور اسی وقت میرے دل میں اس کی طرف سے کچھ وسوسہ شیطانی گذرا اس نے میری طرف دیکھ کر میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ سات بار طواف کرایا ہر ایک پھیرے میں ایک نئی قسم کا جوہر زمین کی کانوں میں سے ہمارے پاؤں کے نیچے ٹخنوں تک ہو جاتا تھا۔ مثلاً ایک دفعہ سونا، ایک دفعہ چاندی، پھر یاقوت اور موتی اور گوہر یہ چیزیں لوگوں کو نہ سوجھتی تھیں، اس نے کہا خدا تعالیٰ نے یہ سب کچھ دیا مگر میں نے زہد کیا۔ لوگوں کے ہاتھ سے لیتا ہوں اس لیے کہ یہ سب چیزیں بوجھ اور وبال ہیں اور ان سے کسی قدر

کے لینے میں بندوں کے لیے رحمت و نعمت ہے۔ انتہی۔

حکایت (۸۲۰) حضرت ابراہیم بن ادہمؒ نے حضرت شقیق بلخی سے جبکہ آپ خراسان سے ان کے پاس تشریف لائے، پوچھا کہ آپ نے اپنے یاروں میں سے فقراء کو کیسے چھوڑا۔ حضرت شقیق نے فرمایا کہ میں نے اس حال میں چھوڑا کہ اگر ان کو کوئی کچھ دے تو شکر کرتے ہیں اور نہ دے تو صبر کرتے ہیں۔ اور اپنی دانست میں چونکہ سوال نہ کرنے کا وصف بیان کیا تھا، تو نہایت درجہ کی گویا تعریف کی تھی۔ حضرت ابراہیم بن ادہم نے فرمایا کہ میں نے بلخ کے کتّوں کو بھی ایسا چھوڑا ہے، انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ کے پاس فقیر کیسے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس فقیر ایسے ہیں کہ اگر انہیں کوئی کچھ نہ دے تو شکر کرتے ہیں اور اگر دے تو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیں، اور وہ اُسکے حوالے کریں۔ حضرت شقیقؒ نے ان کا سر چوم لیا اور کہا کہ استاذ بجا فرماتے ہو۔

حکایت (۸۲۱) روایت ہے کہ کسی بزرگ نے حضرت ابوالحسن نوریؒ کو دیکھا کہ اپنا ہاتھ پھیلاتے اور بعض موقع پہ لوگوں سے سوال کر لیتے۔ وہ بزرگ کہتے ہیں کہ مجھ کو ان کی یہ بات ناپسند ہوئی کہ ایسے شخص کو سوال کیا مناسب ہے پھر میں حضرت جنید بغدادی کے پاس آیا اور ان کی خدمت میں ان کا ماجرا بیان کیا، انہوں نے فرمایا کہ نوریؒ کے اس فعل کو بُرا نہ جاننا چاہیئے کہ وہ لوگوں سے اس لیے لیتے ہیں کہ دیں۔ یعنی ان سے سوال اسی لیے کیا کہ آخرت میں ان کو ثواب ملے، ان کا کچھ ضرر نہ ہو۔ اور گویا کہ اس قول میں اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی طرف کہ آپؐ نے فرمایا "ید المعطی ھی العلیا" یعنی دینے والے کا ہاتھ اونچا ہے۔ اس کے معنی بعضوں نے یہ فرماتے ہیں کہ معطی کے ہاتھ سے مراد لینے والے کا ہاتھ ہے...... اسواسطے کہ ثواب وہی دیتا ہے، اور اعتبار ثواب ہی کا ہے، مال کا نہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ ترازو لے آؤ جب ترازو آئی تو سو درہم تولے اور ایک مٹھی بھر کر ان سو میں ملا دیئے اور کہا کہ نوریؒ کے پاس لے جاؤ۔ اور ان کو دیدو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ وزن تو اس لیے کیا کرتے ہیں کہ مقدار معیّن ہو جائے مگر انہوں نے تو سو کو تول کر اس میں بے گنتی پھر کیسے ملا دیئے، یہ تو آدمی حکیم ہیں، اور پوچھتے ہوئے مجھے حیا آئی آخر نوریؒ کو میں

حضرت ابوالحسن نوریؒ کے پاس لایا۔ انہوں نے فرمایا کہ ترازو لاؤ، ترازو سے سو درم تول کر فرمایا کہ ان کو جنیدؒ کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ میں تم سے کچھ قبول نہیں کرتا اور سو سے جس قدر زیادہ ہیں لے لیتا ہوں، ان کی اس بات سے مجھے اور زیادہ تعجب ہوا اور میں نے ان سے پوچھا، انہوں نے فرمایا کہ جنیدؒ حکمتی آدمی ہے وہ چاہتا ہے کہ رسّی کے دونوں سرے آپ ہی پکڑے، اس نے سوچو تو لے تھے تو خود اپنے ..... سمجھ کر ثواب آخرت کے لیئے کے لیے تو لے تھے اور ان پر مٹھی بھر بے تولے جو ڈالے تھے وہ اللہ کی نیت سے ڈالے تو میں نے جو خدا کے واسطے تھے ان کو لے لیا اور جو خود ان کے تھے ان کو واپس کر دیا۔ راوی ان روپیوں کو حضرت جنیدؒ کی خدمت میں لاتے وہ رونے لگے اور فرمایا کہ نوریؒ نے اپنا مال لے لیا اور ہمارا پھیر دیا۔ خیر خدا تعالیٰ مالک ہے۔ انتہیٰ۔

حکایت (۸۳۲) یوسف بن اسباطؒ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے تین باتیں چاہتا ہوں، اوّل یہ کہ میں جب مروں تو میرے پاس ایک درہم بھی نہ ہو، دوم یہ کہ مجھ پر کسی کا قرض نہ ہو، سوم یہ کہ میری ہڈی پر گوشت نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں باتیں عطا فرمائیں۔

حکایت (۸۳۳) روایت ہے کہ کسی بادشاہ نے فقہاء کے پاس کچھ انعام بھیجا انہوں نے اُسے قبول کر لیا۔ اور حضرت فضیل بن عیاضؒ کے پاس جو دس ہزار درہم بھیجے تو انہوں نے قبول نہ کیے، ان کے بیٹوں نے اُن سے عرض کیا کہ اور فقہاء نے تو قبول کر لیے اور آپ باوجود افلاس کے پھیرے دیتے ہیں۔ حضرت فضیلؒ رو پڑے اور فرمایا کہ تم کو معلوم ہے میری مثال اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کچھ لوگوں کے پاس ایک بیل تھا، اس سے کھیتی کرتے تھے۔ جب وہ بوڑھا ہو گیا تو اس کو ذبح کر ڈالا۔ قبل اس کے کہ اس کے چمڑے سے منتفع ہوں، ایسے ہی یہ بھی مجھے ذبح کرنا چاہتے ہیں کہ اب بوڑھا ہو گیا ہوں، بیٹو تم کو بھوک سے مر رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ اپنے پدر پیر کو ذبح کرو۔

حکایت (۸۳۴) ابوحازمؒ کی بیوی نے ان سے کہا کہ اب موسم سرما سر پر آ گیا ہم کو غلہ اور کپڑے اور لکڑی کی ضرورت ہے اس کے بدون چارہ نہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ ان سب چیزوں سے چارہ ہے، چارہ اس سے نہیں کہ مریں گے اور

اس کے بعد اُٹھائے جائیں گے اور خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہوں گے پھر جنت جگہ ہوگی یا دوزخ۔

حکایت (۸۳۵) حضرت حسنؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اپنے کپڑے کیوں نہیں دھوتے آپ نے فرمایا کہ مرگ اس سے بھی جلد تر ہے، یعنی موت بہت قریب ہے۔

حکایت (۸۳۶) حضرت حسن بصری رحؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے اور ایسوں کے ساتھ رہا ہوں کہ دنیا کی کسی بات سے خوش نہ ہوتے تھے، کوئی شئی ان کے پاس آتے اور کسی چیز پر رنج نہ کرتے تھے جو چلی جائے، اور دنیا ان کے نزدیک خاک سے بھی ذلیل تر ہے۔ بعضے پچاس اور ساٹھ برس کی زندگی بسر کرتے ہیں اس طرح کہ نہ کبھی ان کا کپڑا تہ ہوا نہ ان کے لیے ہنڈیا چڑھی نہ زمین پر کچھ بچھا اور نہ اپنے گھر میں کبھی کھانا کو کھایا۔ جب رات ہو جاتی تو کھڑے ہو جاتے سجدے کرتے آنسو رخساروں پر بہاتے اللہ تعالیٰ سے اپنی آزادی کے لیے سرگوشی کرتے رہتے جب نیکی کرتے تو اس کے شکر میں مشغول ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے قبول کی درخواست کرتے اور جب بدی کرتے تو رنج کرتے اور درخواست مغفرت کرتے ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ مگر بخدا گناہوں سے نہیں بچے اور نہ بدون مغفرت اور رحمتِ الٰہی کے ساحل نجات پر پہنچے۔

حکایت (۸۳۷) حضرت ابو یزید نے ابو موسیٰ عبد الرحیمؒ سے پوچھا کہ تم کیا ذکر کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ زہد کا، پوچھا کہ کس چیز سے کہا دنیا سے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ جھاڑا اور کہا کہ، میں جانتا تھا کہ کسی چیز کی گفتگو ہوتی ہو گی، دنیا تو ناچیز ہے۔ زہد اس میں کیا ہو گا۔

حکایت (۸۳۸) نہایت اعلیٰ درجہ زُہد کا وہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل تھا کہ لیٹتے وقت پتھر سر تلے رکھ لیا کہ شیطان نے آپ سے کہا کہ آپ نے تو دنیا کو ترک کیا تھا۔ اب یہ کیا ہوا، آپ نے فرمایا کہ اب تو نے کونسی چیز دنیا کی دیکھی، اس نے کہا کہ سر تلے پتھر رکھا کہ سر اُونچا رہے اور آسائش ملے۔ آپ نے پتھر نکال کر پھینک دیا کہ لے اس کو اور دنیا دونوں کو لے جا۔

حکایت (۸۳۹) حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حال میں ہے کہ آپ نے ٹاٹ اس قدر پہنا کہ آپؑ کی جلد پر اس کے نشان پڑ گئے اور نرم لباس نہ پہنا کہ جلد کو آسائش ہو گی

آپ کی مادرِ مشفقہ نے فرمایا کہ ٹاٹ کے عوض اون کا کرتہ پہن لو، آپ نے ویسا ہی کیا، وحی ہوئی کہ اسے یحییٰ! ہمارے اوپر دنیا کو پسند کیا۔ آپ روتے اور اس کرتے کو نکال کر اپنا پہلا ہی لباس پہن لیا۔

حکایت (۸۴۰) حضرت امام احمدؒ فرماتے کہ زہد حضرت اویس ہی کا تھا کہ برہنگی سے یہ نوبت پہنچی تھی کہ چٹائی کے تھیلے میں بیٹھے رہتے۔

حکایت (۸۴۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دیوار کے سایہ میں بیٹھ گئے، دیوار والے نے ان کو اٹھا دیا آپؑ نے فرمایا تو نے مجھے نہیں اٹھایا بلکہ مجھے اس نے اٹھایا جس کو میرے لیے سایہ میں آسائش لینا منظور نہ ہوئی۔

حکایت (۸۴۲) حضرت داؤد طائیؒ اپنا پانی کھلے گھڑے میں رکھنے اور دھوپ میں سے علیحدہ نہ کرتے اور گرم پانی پیتے اور فرماتے کہ جو کوئی ٹھنڈا پانی پیوے اس پر دنیا کا چھوڑنا مشکل پڑتا ہے۔

حکایت (۸۴۳) حضرت عمرو بن الاسود عنسی نے فرمایا کہ میں کبھی شہرت کا کپڑا نہ پہنوں گا اور نہ کبھی رات کو کپڑا بچھا کر سوؤں گا۔ اور نہ کبھی عمدہ سواری پر سوار ہوں گا، اور نہ اپنا پیٹ غذا سے کبھی بھروں گا۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اچھا معلوم ہو وہ عمرو بن اسودؓ کو دیکھے۔

حکایت (۸۴۴) خواصؒ دو کپڑوں سے زیادہ نہ پہنتے تھے۔ ایک کرتہ اور اس کے نیچے ایک تہبند، اور اپنا کرتہ پلٹ کر اس کا دامن سر پر ڈال لیتے تھے۔

حکایت (۸۴۵) محمد بن واسع حضرت قتیبہ کے پاس اون کا کرتہ پہنے گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ اون کے کرتے کی تم کو کیا ضرورت ہوئی، وہ چپکے ہو رہے، انہوں نے کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں جواب نہیں دیتے۔ محمد بن واسع نے کہا کہ اگر یہ کہوں کہ زہد کی راہ سے پہنا تو اپنے منہ میاں مٹھو بننا ہے اور مفلسی کے باعث کہوں تو خدا تعالیٰ کی شکایت ہوگی یہ دونوں باتیں مجھے ناپسند ہیں۔

حکایت (۸۴۶) کسی نے حضرت سلمان فارسیؓ سے کہا کہ آپ عمدہ کپڑا کیوں نہیں پہنتے آپ نے فرمایا کہ غلام کو عمدہ کپڑے سے کیا نسبت اگر آزاد ہو جائیگا تو اسکو بخدا ایسے کپڑے

رہیں گے کہ کبھی پرانے نہ ہوں گے۔

حکایت (۸۴۷) یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو معاد بیاسود کو دیکھا کہ وہ گھوڑوں پر سے چیتھڑے اٹھاتے تھے اور ان کو دھو کر اور سی کر پہنتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم اس سے بہتر پہنا کرو، فرمایا کہ ہمارا کیا نقصان ہے جو مصیبت فقیروں کو دنیا میں پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کا تدارک جنت میں کر دے گا۔ یحییٰ بن معینؒ ان کے قول کو بیان کر کے رویا کرتے تھے۔

حکایت (۸۴۸) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ ہم صفوان بن محیرز کی خدمت میں گئے وہ ایک نزکل کے مکان میں تھے جو جھکا ہوا تھا۔ کسی نے ان سے کہا کہ اگر آپ اس کو درست کر لیں تو بہتر ہے۔ انہوں نے کہا کہ بہت سے آدمی اس میں مر چکے ہیں اور یہ بدستور موجود ہے۔

حکایت (۸۴۹) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام کو تشریف لے جاتے ہوئے ایک محل دیکھا کہ چونے اور اینٹ سے بنا ہوا تھا۔ آپ نے اللہ اکبر کہہ کر فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو ہامان کی سی عمارت بنائیں گے یعنی فرعون نے جو ہامان کو حکم دیا تھا کہ اَوْقِدْ لِیْ یَا هَامَانُ عَلَى الطِّیْنِ ط اس سے غرض پختہ عمارت تھی۔

حکایت (۸۵۰) بعض اکابر نے ایک جامع مسجد کسی شہر میں دیکھی اور فرمایا کہ میں نے اس مسجد کو شاخ خرما سے بنی دیکھی ہے پھر کچے لدے کی۔ پھر اب اینٹ کی بنی دیکھی۔ جنہوں نے اوّل بنائی وہ دوسرے فرقے سے بہتر تھے اور دوسری دفعہ کے بنانے والے تیسری بار کے لوگوں سے اچھے تھے۔

حکایت (۸۵۱) ایک شخص حضرت ابوذرؓ کے گھر گیا اور ہر طرف دیکھنے لگا، پھر عرض کیا، اے ابوذرؓ! آپ کے مکان میں کچھ سامان وغیرہ نظر نہیں آتا آپ نے فرمایا ہمارا ایک اور مکان ہے۔ اچھی چیز ہم وہاں بھیج دیتے ہیں، اس نے عرض کیا کہ جب تک آپ اس مکان میں رہیں جب تک کچھ اسباب یہاں بھی چاہیئے آپ نے فرمایا گھر کا مالک ہم کو اس میں رہنے نہیں دے گا۔

حکایت (۸۵۲) جب حضرت عمیرؓ بن سعدؓ جو امیر حمص تھے۔ حضرت عمرؓ کی خدمت

میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا تیرے پاس اس دنیا سے کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک لاٹھی ہے جس پر تکیہ کرتا ہوں۔ اگر سانپ وغیرہ مل جائے تو مار ڈالتا ہوں اور ایک توشہ دان ساتھ ہے جس میں کھانا رہتا ہے۔ اور ایک پیالہ ہے جس میں کھاتا ہوں اور سر دھوتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جس میں پینے اور وضو کرنے کے لیے پانی رکھتا ہوں۔ اس کے سوا دنیا میں جتنی چیزیں ہیں وہ انہیں کے تابع ہیں۔ آپ نے فرمایا تو نے درست کہا، اللہ تعالےٰ تجھ پر رحم کرے۔

حکایت (۸۵۳) حضرت حسنؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر نیک بندے ایسے دیکھے ہیں کہ ان کے پاس بجز کپڑے کے اور کچھ نہ تھا۔ ان میں سے کسی نے زمین پر کوئی کپڑا نہیں بچھایا۔ جب سونا چاہا زمین ہی پر اپنا جسم لگا کر کپڑا اوپر ڈھانک لیا۔

حکایت (۸۵۴) حضرت امام احمد ابن حنبلؒ نے ابوبکر مروزی سے فرمایا کہ فلاں فقیر کو اجرت معمول سے کچھ زیادہ دینا۔ جب وہ دینے لگے فقیر نے واپس کر دی اور چلا گیا۔ امام احمد صاحب نے فرمایا کہ اب جا کر اس کو دے دو، اب وہ لے گا، وہ گئے اور اس کو دیا تو لے لیا۔ امام صاحب سے پوچھا کہ یہ کیا بات تھی فرمایا یہاں نہ لیا۔ جب یہاں سے چلا گیا تو نفس کو نا امیدی اور یاس ہو گئی تو لے لیا۔

حکایت (۸۵۵) خواصؒ جب کبھی اپنی رغبت کسی شخص کو دینے کی طرف دیکھتے یا نفس کے لینے کے عادی ہو جانے کا خوف کرتے تو اس سے کوئی چیز قبول نہ کرتے، اور ان سے جب کسی نے پوچھا کہ آپ نے اپنے سفر میں سب سے زیادہ عجیب بات کیا دیکھی فرمایا کہ میں نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور وہ میری صحبت سے راضی ہوئے۔ مگر میں ان سے اس جہت سے علحدہ ہو گیا کہ کہیں میرے نفس کو ان کے ساتھ سکون و قرار نہ ہو جائے اور توکل میں نقصان نہ ہونے پائے۔

حکایت (۸۵۶) بنانؒ کی حکایت ہے کہ ان کو ایک لونڈی کی ضرورت خدمت کے واسطے ہوئی۔ انہوں نے اپنے بھائیوں سے صاف صاف کہہ دیا۔ ان سب نے لونڈی کے دام ان کے لیے جمع کر دیئے اور کہا کہ اب قافلہ آنے کو ہے اس میں سے جو لونڈی مناسب ہو گی وہ لی جائے گی۔ جب قافلہ آیا تو سب لوگوں کی رائے ایک لونڈی پر متفق ہو گئی کہ یہ بنانؒ کے لائق ہے۔ اس لونڈی کے مالک سے اس کے دام پوچھے

اس نے کہا کہ یہ بکاؤ نہیں ہے جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو کہا کہ یہ لونڈی نبان حمال کے واسطے ہے اس کو ایک سمرقند کی عورت نے ہدیہ بھیجی ہے۔ وہ لونڈی نبان کے پاس ارسال کی گئی اور ان سے قصہ بیان کیا گیا۔

حکایت (۸۵۷) ابوسعید خرازؒ کہتے ہیں کہ میں جنگل میں بدون زاد راہ کے گیا اور فاقہ پر فاقہ ہوا۔ دُور سے ایک منزل نظر پڑی اس کو دیکھ کر میں خوش ہوا کہ اب پہنچ گیا۔ پھر دل میں سوچا کہ میں نے غیر پر تکیہ کیا اور قسم کھائی کہ اس گاؤں میں نہ جاؤں گا جب تک کہ مجھے خود کوئی نہ لے جائے۔ میں نے اپنے لیے ریت میں ایک گڑھا کھودا اور اپنا جسم اس میں سینے تک چھپا دیا، آدھی رات کو وہاں کے لوگوں نے ایک بلند آواز سنی کہ اے بستی والو! ایک اللہ کے ولی نے اپنے آپ کو اس ریت میں قید کیا ہے اس کی خبر لو، وہاں سے کچھ لوگ آئے اور مجھ کو نکال کر لے گئے۔

حکایت (۸۵۸) روایت ہے کہ ابو تراب بخشی نے ایک شخص کو دیکھا کہ تین دن بھوکا رہنے کے بعد ایک تربوز کے چھلکے کو کھانے کے لیے اُٹھایا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تصوّف تیرے مناسب حال نہیں، تو بازار میں رہا کر، یعنی بدون توکل کے تصوف مت کر اور توکل نہیں درست ہے مگر اسی شخص کو جو کھانے سے تین دن سے زیادہ صبر کرے۔

حکایت (۸۵۹) حسین مغازلی، حضرت بشرؒ کے یاروں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں حضرت بشرؒ کی خدمت میں چاشت کے وقت بیٹھا تھا اتنے میں ایک بزرگ آپ کی خدمت میں ادھیڑ عمر کے گندم گوں گال پچکے ہوئے تشریف لائے۔ حضرت بشرؒ ان کی تعظیم کو اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں نے ان کو اور کسی کی تعظیم کے لیے اُٹھتے نہیں دیکھا تھا۔ پھر آپ نے مجھ کو چند درہم دیئے اور فرمایا کہ بہت عمدہ کھانا اور خوشبو جو ہماری حیثیت کے لائق ہو خرید لاؤ اور آپ نے ایسے الفاظ کبھی مجھ سے نہیں فرمائے تھے۔ غرض کہ میں کھانا لے آیا۔ آپ نے ان بزرگ کے ساتھ کھانا کھایا۔ حالانکہ پہلے کسی کے ساتھ کھاتے میں نے ان کو نہ دیکھا تھا۔ جب بقدرِ حاجت کھا چکے تو اور کھانا جو بہت کچھ بچ رہا تھا وہ بزرگ اس کو لے کر اپنے کپڑے میں باندھ کر ساتھ لے گئے مجھ کو تعجب ہوا

اوران کی حرکت بُری معلوم ہوئی۔حضرت بشرؒ نے مجھ سے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو ان کی یہ حرکت ناپسند ... ہوئی۔میں نے عرض کیا کہ اس وجہ سے کہ وہ کھانا بچا ہوا بے اجازت لے گئے۔آپ نے فرمایا یہ بزرگ ہمارے بھائی فتح موصلی ہیں کہ آج موصل سے ہم سے ملنے کو تشریف لاتے تھے،ان کی غرض اس فعل سے یہ تھی کہ ہم کو تعلیم کر دیں کہ جب توکل صحیح ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ ذخیرہ کرنا کچھ ضرر نہیں کرتا۔

حکایت (۸۶۰) خواصؒ سفر میں رسی۔ڈولچی، مقراض اور سوئی رکھا کرتے تھے مگر کھانا نہ رکھتے تھے، اس لیے کہ خدا تعالےٰ کی عادت سے دونوں چیزوں میں فرق ہے۔

حکایت (۸۶۱) بعض اکابر سے ایسے وقت میں کہ ان کی چیز چوری گئی تھی کسی نے کہا کہ آپ اپنے ظالم پر بد دعا کیوں نہیں کرتے، آپ نے فرمایا کہ میں یہ اچھا نہیں جانتا کہ اس پر شیطان کا مددگار بنوں، کسی نے پوچھا کہ بھلا اگر وہ چیز آپ کے پاس لادے آپ نے فرمایا لینا تو درکنار، اس کو دیکھوں نہیں، اس واسطے کہ وہ چیز میں نے اس کو معاف کر دی۔

حکایت (۸۶۲) بعض بزرگوں سے کسی نے درخواست کی کہ اپنے ظالم پر بد دعا کرد انہوں نے فرمایا کہ مجھ پر کسی نے ظلم ہی نہیں کیا۔پھر فرمایا کہ اس نے اپنی جان پر ظلم کیا، یہ کیا تھوڑا ہے کہ میں اس بے چارے پر اور زیادہ برائی چاہوں۔

حکایت (۸۶۳) علی بن فضیل طواف کرتے تھے،ان کے دینار چوری گئے ان کے باپ نے ان کو دیکھا کہ روتے ہیں پوچھا کہ دیناروں کے واسطے روتے ہو، انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس بیچارے کے حال پر روتا ہوں، کہ قیامت کو اس سے سوال ہوگا اور اس سے کچھ نہ بن پڑے گا۔

حکایت (۸۶۴) حضرت بشرؒ عبدالرحمان طبیب کے سامنے اپنے درد کو بیان کرتے اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ جو مرض ہوتا اس کو کہہ دیا کرتے اور فرماتے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت نے مجھ میں اثر کیا میں صرف اس کو کہتا ہوں۔

حکایت (۸۶۵) حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے حالتِ مرض میں لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیسے ہیں، آپ نے فرمایا کہ برا ہوں، لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔یعنی

اس جواب کو اچھا نہ جانا، بلکہ شکایت سمجھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیا میں خدا تعالےٰ پر بہادری کروں۔

حکایت (۸۶۶) بعضے عابد شکایت کے خوف سے اور اس ڈر سے کہ کہیں کلام زیادہ نہ ہو جائے اپنی عیادت بُری جانتے تھے، حتیٰ کہ اگر بیمار پڑتے تو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیتے، کوئی ان کے پاس نہ جاتا جب اچھے ہو جاتے تو خود ہی لوگوں میں نکلتے۔

حکایت (۸۶۷) حضرت فضیل رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ بیمار ہوں، مگر عیادت کرنے والے نہ ہوں، میں بیماری سے انہیں لوگوں کے باعث گھبراتا ہوں۔

حکایت (۸۶۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام تین شخصوں پر گذرے جن کے بدن لاغر اور رنگ متغیر تھے، آپ نے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کیوں ہوا ہے! انہوں نے عرض کیا کہ آتش دوزخ کے خوف سے۔ آپؑ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ خوف والوں کو ضرور مامون رکھے گا۔ پھر وہاں سے بڑھ کر آپؑ اور تین شخصوں پر گذرے۔ وُہ پہلوں سے بھی زیادہ دبلے تھے اور انکے رنگ متغیر تھے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہارا یہ حال کس وجہ سے ہے۔ انہوں نے عرض کیا جنت کے شوق کے باعث، آپؑ نے فرمایا کہ ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ تم کو وہ چیز عطا کرے جس کے تم متوقع ہو۔ پھر آپؑ بڑھے اور تین شخص اور دیکھے جو پہلے دونوں فرقوں سے بھی زیادہ دبلے اور رنگ بدلے تھے۔ نور کا یہ عالم تھا کہ گویا چہروں پر آئینے چڑھے تھے، آپ نے ان سے پوچھا کہ کس چیز سے تم ایسے ہو رہے ہو، انہوں نے عرض کیا کہ ہم اللہ عزوجل سے محبت رکھتے ہیں، آپ نے فرمایا مقرب تمہیں ہو۔

حکایت (۸۶۹) عبدالواحد بن زیدؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص پر گذرا، جو برف میں سوتا تھا، میں نے پوچھا کہ تمہیں سردی نہیں معلوم ہوتی، اُس نے کہا کہ جو شخص محبت الٰہی میں گرم رہتا ہے اس کو سردی نہیں معلوم ہوتی۔

حکایت (۸۷۰) حضرت معروف کرخیؒ کے بعض مریدوں نے ان سے سوال کیا کہ اے ابو محفوظ آپ ارشاد فرمائیں کہ کونسی چیز نے آپ کو عبادت کی ترغیب

دی اور خلق سے علٰحدہ کیا، آپ چپ ہو رہے اس نے کہا کہ موت کی یاد نے آپ کا یہ حال کیا ہے، آپ نے فرمایا موت کی کیا اصل ہے، اس نے کہا کہ قبر اور برزخ کی یاد سے ایسے ہوئے، آپ نے فرمایا کہ یہ بھی بے اصل ہیں، اس نے کہا کہ دوزخ کے خوف اور جنت کی توقع نے ایسا کیا ہے، آپ نے فرمایا ان کی بھی کچھ اصل نہیں، یہ سب چیزیں ایک بادشاہ کے قبضے میں ہیں، اگر اس کو چاہو تو یہ سب باتیں تم کو بھلا دے اور اگر تم میں اور اس میں معرفت ہو جائے تو پھر ان سب سے بچا دے۔

حکایت (۸۷۱) بعض شیوخ نے حضرت بشر بن ابی الحارث کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا کہ ابو نصر تمہارا اور عبدالوہاب وراق کا کیا حال ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے ان کو اس وقت خدا تعالےٰ کے سامنے کھاتے پیتے چھوڑا ہے۔ اس نے پوچھا کہ آپ کا کیا حال ہے، کہا اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ مجھے کھانے پینے کی طرف رغبت کم ہے اس لیے مجھ کو اپنا دیدار مرحمت فرمایا۔

حکایت (۸۷۲) علی بن الموفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل کیے گئے ہیں، کہتے ہیں کہ وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دسترخوان پر بیٹھا ہے اور دو فرشتے اس کے دونوں طرف ہیں انواع واقسام کے میوے ان کو کھلا رہے ہیں اور ایک شخص کو دیکھا کہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہوئے لوگوں کی صورتیں پہچانتے ہیں اور بعض کو اندر کر دیتے ہیں اور بعض کو واپس کرتے ہیں۔ پھر ان سے گذر کر حظیرۃ قدس کی طرف آگے بڑھ گیا، وہاں سرادقات عرش میں ایک شخص کو دیکھا کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف نظر لگائے ہوئے ہے اور کسی طرف نہیں دیکھتا۔ میں نے رضوان سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے، کہا گیا معروف کرخی ہیں کہ جنہوں نے خدا کی عبادت نہ خوف آتش سے کی نہ توقع جنت۔ بلکہ صرف اس کی محبت سے کی، اللہ تعالےٰ نے ان کو ایک حد تک اپنی طرف دیکھنے کی اجازت دے دی، اور کہا کہ تم وہی ہو کہ تم نے سب مقصدوں کو چھوڑ کر مجھ کو اختیار کیا۔

حکایت (۸۷۳) اسحاق بن سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ میرے باپ

یعنی سعدؓ مجھ سے فرماتے تھے کہ عبداللہ بن جحش نے مجھ سے جنگ احد کے روز کہا کہ آؤ خدا تعالیٰ سے دعا مانگیں، پس ایک طرف کو ہو کر عبداللہؓ نے یوں دعا مانگی کہ الٰہی میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ جب کل کو میں دشمن کے مقابل ہوں تو میرا مقابلہ کسی ہولناک اور شدید الغضب سے ہو جس سے میں لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر مجھ کو پکڑ کے میرے ناک کان کاٹے اور میرا پیٹ چیرے اور میں تیرے سامنے جاؤں تو تو مجھ سے پوچھے اے عبداللہ تیرے ناک کان کس نے کاٹے، میں عرض کروں الٰہی تیرے راستے میں اور تیرے رسول کے راستے میں میرا یہ حال ہوا ہے، تو فرمائے کہ سچ کہتا ہے۔ حضرت سعدؓ کہتے ہیں کہ میں نے آخر روز میں دیکھا کہ عبداللہ بن جحشؓ کے ناک کان ایک ڈورے میں بندھے لٹکے ہیں اور سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ مجھ کو توقع ہے کہ اللہ تعالےٰ عبداللہ بن جحشؓ کی بقیہ قسم بھی پوری کرے گا جیسے اس نے اتنی سچی کی ہے۔

حکایت (۸۷۴) روایت ہے کہ زلیخا جب ایمان لائی اور حضرت یوسف علیہ السلام کے نکاح میں آئی تو ان سے علیحدہ ہو کر عبادت میں مصروف ہوئی اور خدا تعالےٰ کی ہو رہی، اگر آپؑ دن کو اپنے پاس بلاتے تو رات پر ٹال دیتی اور رات کو بلاتے تو دن پر۔ اور کہتی کہ اے یوسفؑ میں آپؑ سے جب تک محبت رکھتی تھی تو مجھ کو خدا تعالیٰ کی معرفت نہ تھی۔ اب کہ میں نے اس کو پہچان لیا، تو اس کی محبت نے میرے دل میں کسی غیر کی محبت نہ چھوڑی اور مجھ کو اس محبت کا عوض منظور نہیں کہ اس کی محبت چھوڑ کر دوسرے کی محبت اختیار کروں۔ مدت تک یہی حال رہا یہاں تک کہ ایک دن حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھ کو خداوند کریم کا حکم اسی طرح ہے۔ اور ارشاد فرمایا کہ تو زلیخا سے ہم بستر ہو۔ اس کے پیٹ سے ہم دو لڑکے عنایت فرمادیں گے اور دونوں کو نبی کریں گے۔ زلیخا نے عرض کیا کہ اگر خداوند کریم نے آپ سے یہ ارشاد فرمایا ہے اور مجھ کو اس نعمت کا ذریعہ بنایا ہے تو میں خدا تعالےٰ کے حکم کی تابع ہوں اور صحبت پر راضی ہوں۔

حکایت (۸۷۵) برخ غلام حبشی کے احوال میں جس کے طفیل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باران رحمت کی دعا کی تھی۔ لکھا ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے ارشاد فرمایا۔ برخ اچھا بندہ ہے مگر اس میں ایک عیب ہے، آپ نے عرض کیا کہ الٰہی اس کا عیب کیا ہے، فرمایا اس کو نسیم سحر اچھی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی طرف رغبت کرتا ہے، اور جو شخص مجھ سے محبت کرتا ہے وہ کسی چیز کی طرف رغبت نہیں کرتا۔

حکایت (۸۷۶) روایت ہے کہ ایک عابد نے خدا تعالےٰ کی عبادت مدت تک کسی جنگل میں کی، پھر ایک پرند کو دیکھا کہ ایک درخت پر آشیانہ بنایا ہے اس میں بیٹھ کر چہچے کرتا ہے۔عابد نے کہا کہ اگر میں اپنی عبادت کی جگہ اس درخت کے پاس کر لوں تو اس پرند کے چہچے سے کچھ دلبستگی ہو۔جب عبادت کی جگہ درخت کے پاس کر لی تو خدا تعالےٰ نے اس وقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ فلاں عابد سے کہہ دو کہ تو نے فلاں مخلوق سے اُنس کر لیا، اس کی سزا میں میں نے تیرا ایسا درجہ کم کر دیا کہ اب کسی عمل سے پہلا درجہ کبھی نہ ملے گا۔

حکایت (۸۷۷) حضرت ابراہیم بن ادہم سفر کرتے ہوئے ایک پہاڑ پر پہنچے، ایک آواز آئی کہ کوئی یہ کہتا ہے۔قطعہ۔

ہم نے بخشے جتنے ہیں تیرے گناہ پر نہیں بخشا قصور اعراض کا
فوت جو تجھ سے ہوا وہ ہے معاف فوت جو ہم سے ہوا باقی رہا

اس کو سُن کر آپ تڑپے اور بے ہوش ہو گئے ایک رات دن ہوش نہ آیا بہت سے حالات آپ پر طاری ہوئے، پھر ایک آواز پہاڑ سے سُنی کہ اے ابراہیمؒ زندہ ہو جا ابراہیمؒ کہتے کہ میں زندہ ہو گیا، اور ہوش میں آیا۔

حکایت (۸۷۸) روایت ہے کہ بعض ابدال نے کسی صدیق سے درخواست کی کہ خدا تعالیٰ سے دعا کیجیئے کہ ایک ذرّہ بھر اپنی معرفت کا مجھ کو عنایت فرمائے۔انہوں نے دعا کی اور وہ مقبول ہوئی، ان بزرگ کا یہ حال ہوا کہ پہاڑوں میں سرگرداں پھرے عقل حیران اور دل پریشان تھا سات روز تک آنکھیں پتھرا گئیں۔نہ اپنے آپ کسی چیز سے نفع لیا نہ ان سے کسی چیز کو فائدہ پہنچا۔صدیق نے خدا تعالےٰ سے ان کے لیے دعا مانگی کہ الٰہی ذرہ بھر معرفت سے کچھ کم کر دے ان پر وحی ہوئی کہ ہم نے اس کو ذرّہ بھر معرفت کا لاکھواں حصّہ عنایت فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تو نے

اس کے لیے دعا کی تھی اسی وقت ہمارے لاکھ بندوں نے بھی درخواست کی تھی، میں نے ان کی دعا قبول کرنے میں تاخیر کی تھی، مگر جب تو اس شخص کا سفارشی ہوا اور تیری دعا قبول ہوئی تو ان کی بھی دعا قبول فرمائی، اور ذرہ بھر معرفت لاکھ بندوں میں تقسیم کردی جس کا نتیجہ تو نے دیکھا۔ صدیق نے عرض کیا کہ اے احکم الحاکمین جس قدر تو نے اس کو عنایت فرمایا ہے اس میں سے کم کردے، اللہ تعالیٰ نے دس ہزارواں حصہ اس لاکھویں حصّے کا رہنے دیا اور باقی کو سلب کردیا تب اس کا خوف محبت و رجاء ٹھکانے ہوا اور پریشانی دفع ہوئی، اور عارفوں کی طرح وہ ہو گیا۔

حکایت (۸۷۹) حضرت ذوالنون مصریؒ اپنے کسی بھائی کے پاس تشریف لے گئے جو اپنی محبت کا ذکر لوگوں سے کیا کرتا تھا آپ نے اس کو مصیبت میں مبتلا دیکھا اور فرمایا کہ جو شخص خداتعالیٰ کی طرف سے چوٹ کی تکلیف معلوم کرتا ہے وہ اس سے محبّت نہیں رکھتا، اس شخص نے کہا کہ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اس کی چوٹ سے لذت یاب نہیں ہوتا وہ اس سے محبت نہیں رکھتا۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ جو شخص اپنے نفس کو اس کا محب مشہور کرتا ہے وہ اس سے محبت نہیں رکھتا۔ اس شخص نے استغفار و توبہ کی کہ پھر میں ذکر محبت کسی سے نہ کروں گا۔

حکایت (۸۸۰) بعض مکاشفین بیان کرتے ہیں کہ میں نے تیس برس ظاہر و باطن سے جتنی مجھ میں طاقت تھی کوشش کے ساتھ عبادت کی یہاں تک کہ مجھ کو گمان ہوا کہ خداتعالیٰ کے نزدیک میرا رتبہ کچھ ہوا ہوگا۔ اور ان بزرگ نے اپنے مکاشفات اور اسرار سماوی کے ظاہر ہونے کو ایک بڑی داستان میں بیان کرکے آخر میں لکھا ہے کہ میں ایک فرشتوں کی صف میں پہنچا جن کی تعداد عدد مخلوقات کے برابر تھی، ان سے میں نے پوچھا کہ تم کون ہو، جواب دیا کہ ہم خدائے عزوجل کے محب ہیں۔ اس کی عبادت یہاں تین لاکھ برس سے ایسی کرتے ہیں کہ ہماری زبان پر سوائے اس کے اور کچھ نہیں گذرا، تب تو مجھ کو اپنے عمل سے بہت حیا آتی اور سب اعمال میں نے ان لوگوں کو بخش دیئے جو مستحق وعید ہیں تاکہ ان پر

دوزخ میں تخفیف ہو۔

حکایت (۸۸۱) حضرت جنیدؒ اپنے استاد و مرشد حضرت سریؒ کا حال بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار وہ بیمار ہوئے، ہم کو نہ تو سبب ان کی بیماری کا معلوم ہوا نہ دوا، ہم سے کسی نے ایک طبیب حاذق کا ذکر کیا، تو میں.... ان کا قارورہ لے کر اس طبیب کے پاس گیا۔ اس نے قارورہ دیکھا اور بڑی دیر تک دیکھتا رہا، پھر مجھ سے کہا کہ یہ قارورہ تو عاشق کا سا معلوم ہوتا ہے، میں نے یہ سُن کر پچھاڑ کھائی اور بیہوش ہوگیا، شیشی میرے ہاتھ سے گر گئی۔ بعد ہوش آنے کے مرشد کی خدمت میں آکر سب حال کہا اور آپ نے تبسّم کر کے فرمایا کہ واقع میں وہ قارورہ خوب پہچانتا ہے میں نے پوچھا کہ کیا قارورے میں بھی عشق ظاہر ہوجاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں قارورے میں بھی ظاہر ہوجاتا ہے۔

حکایت (۸۸۲) ایک بار حضرت سریؒ نے فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو کہہ دوں کہ اسی کی محبت نے میرا پوست ہڈیوں پر لگا دیا اور بدن کو دبلا کر دیا پھر بے ہوش ہوگئے۔

حکایت (۸۸۳) واضح ہو کہ اُنس جب دائمی اور غالب اور مستحکم ہوجاتا ہے اور انبساط اور کشادگی کا خوف اس کو مکدر اور منغص نہیں کرتا تو اس کا انس ایک انبساط اور کشادگی اقوال و افعال اور خدا تعالیٰ کی مناجات میں پیدا کرتا ہے اور بعض اوقات بظاہر بُرا ہوتا ہے۔ اس وجہ سے کہ متضمن جرأت اور قلت ہیبت کا ہوتا ہے مگر جو شخص کہ مقام انس میں مقیم ہوتا ہے اس سے وہ کشادگی برداشت کر لی جاتی ہے۔ اور جو اس مقام میں مقیم نہیں اور فعل و کلام میں انس والوں کی مشابہت کرتا ہے وہ ہلاک ہوجاتا ہے اور قریب بہ کفر ہوجاتا ہے اس کی مثال مناجات برخ اسود کی ہے جس کے باب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا تھا کہ اس سے درخواست کرو کہ بنی اسرائیل کے لیے باران رحمت کی دعا مانگے اور اس کا قصّہ اس طرح ہے کہ جب بنی اسرائیل میں سات برس خشکی اور قحط سالی ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام ستّر ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر جنگل کے واسطے دعا کرنے کو نکلے اور دُعا مانگی، اللہ جلّ شانہٗ نے ان پر وحی بھیجی کہ میں ان لوگوں کی دُعا کیسے قبول کروں۔ ان کے گناہ

ان پر چھا گئے ہیں، باطن کے خبیث ہیں، بدون یقین کے مجھ سے دعا مانگتے ہیں میرے عذاب سے نڈر ہیں۔ تو میرے ایک بندے کے پاس جا جس کو برخ کہتے ہیں اس سے کہہ دے کہ مینہ کے واسطے باہر نکل کر دعا کرے تاکہ میں قبول کروں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو برخ کا حال لوگوں سے پوچھا تو کسی نے نہ بتایا۔ ایک روز آپ راہ میں چلے جاتے تھے دیکھیں تو ایک غلام حبشی سامنے سے آتا ہے اور اس کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں سجدے کی خاک لگی ہوئی ہے اور گلے سے ایک چادر بندھی ہوئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نور الٰہی سے پہچانا اور نام پوچھا اس نے کہا میرا نام برخ ہے آپ نے فرمایا ہم تو مدت سے تمہاری تلاش میں ہیں۔ ہمارے ساتھ چلو اور باران رحمت کے لیے دعا مانگو۔ وہ آپ کے ساتھ نکلا اور اس طرح دعا مانگی کہ الٰہی نہ تو یہ تیرا کام ہے نہ یہ تیرا حلم اور تجھ کو یہ کیا سوجھی ہے جو خشکی کر رکھی ہے کیا تیرے پاس کے چشمے گھٹ گئے ہیں، یا ہوائیں تیری طاعت سے منحرف ہیں یا جو تیرے یہاں چیز ہے وہ نبڑ گئی ہے، یا گنہگاروں پر تیرا غصہ سخت ہو گیا ہے۔ کیا خطاواروں کو پیدا کرنے سے پہلے تو غفار نہیں تھا، تو نے ہی نور رحمت کو پیدا کیا اور مہر کا حکم دیا کیا اب ہم کو یہ دکھاتا ہے کہ تجھ تک کسی کی رسائی نہیں یا جلد سزا اس لیے دیتا ہے کہ کہیں مخلوق تجھ سے بھاگ نہ جائے اسی طرح کی باتیں کہتا رہا۔ یہاں تک کہ پانی برسنا شروع ہوا اور بنی اسرائیل تر ہو گئے اور گھاس خدا کے حکم سے جمنا شروع ہوا۔ اس زور سے ابھرا کہ دوپہر میں زانو تک پہنچ گیا۔ اس کے بعد برخ واپس آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اس سے ملے تو کہنے لگا۔ کیوں میں اپنے رب کے ساتھ کیسا جھگڑا اور اس نے میرے ساتھ کیسا انصاف کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر قصد کیا تو خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ برخ مجھ سے دن میں تین بار ہنستا ہے۔

حکایت (۸۸۴) حضرت حسنؒ سے روایت ہے کہ بصرہ میں ایک بار چند چھپر آگ سے جل گئے اور ان کے بیچ میں ایک چھپر باقی رہ گیا۔ اس وقت حضرت ابوموسیٰؓ بصرہ کے سردار تھے۔ آپ کو اس حال کی خبر ہوئی تو اس چھپر کے مالک کو بلوایا دیکھا تو ایک پیر مرد تھے، آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تمہارا چھپر نہ جلا انہوں نے کہا کہ میں نے خدا تعالیٰ کو قسم دے دی تھی کہ اس کو نہ جلا دے۔ حضرت

ابو موسیٰؓ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ فرماتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ ہوں گے جن کے سروں کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہوں گے مگر وہ لوگ خدا تعالےٰ کو کچھ قسم دیں گے تو اللہ تعالےٰ ان کو سچا کر دے گا۔

حکایت (۸۸۵) اور یہ بھی انہیں سے روایت ہے کہ بصرہ میں ایک بار آگ لگی تو ابو عبیدہ خواصؒ تشریف لائے تو آگ کے اوپر چلنے لگے۔ حاکم بصرہ نے ان سے عرض کیا کہ دیکھیے آپ جل نہ جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے خدا تعالےٰ کو قسم دے دی ہے کہ مجھ کو آگ سے نہ جلا دے۔ حاکم نے عرض کیا کہ تو پھر آگ کو بھی قسم دیجئے کہ وہ بجھ جاوے۔ آپ نے آگ کو قسم دی وُہ بجھ گئی۔

حکایت (۸۸۶) ایک روز ابو حفصؒ چلے جاتے تھے کہ سامنے سے ایک روستائی آیا جس کے ہوش ٹھکانے نہ تھے، آپ نے اس سے پوچھا کہ تجھ پر کیا مصیبت پڑی ہے اس نے کہا کہ میرا گدھا کھو گیا ہے اور اس کے سوا میرے پاس اور نہیں، یہ سُن کر آپ ٹھہر گئے اور جناب باری میں عرض کیا کہ قسم ہے تیری عزت وجلال کی میں ایک قدم بھی نہ چلوں گا جب تک تو اس شخص کا گدھا اس کے پاس نہ پہنچا دے گا آپ کا یہ کہنا تھا کہ اسی وقت گدھا آموجود ہُوا اور آپ وہاں سے آگے بڑھے، پس اس طرح کے معاملات اُنس والوں سے ہوا کرتے ہیں۔ دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ ان لوگوں جیسا بن جاوے۔

حکایت (۸۸۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں آگ کی چنگاری پاؤں جو جلا دے سو جلا دے اور چھوڑ دے سو چھوڑ دے تو میرے نزدیک یہ اس بات سے بہتر ہے کہ جو چیز ہو گئی ہو اسکے متعلق میں کہوں کہ کاش نہ ہوتی یا نہ ہوتی چیز کہوں کہ کاش ہو جاتی۔

حکایت (۸۸۸) ایک شخص نے حضرت محمد بن واسعؒ کے پاؤں میں زخم دیکھ کر کہا کہ مجھے تمہارے اس زخم سے ترس آتا ہے آپ نے فرمایا کہ یہ زخم جب سے ہوا ہے میں شکر کرتا ہوں کہ آنکھ میں نہ لگا۔

حکایت (۸۸۹) بنی اسرائیل کے قصوں میں ہے کہ ایک عابد نے اللہ تعالیٰ کی عبادت مدت تک کی۔ اس کو خواب میں دکھلایا گیا کہ فلانی عورت بکریاں چرانے والی جنت میں

تیری رفیق ہوگی۔ عابد نے اُٹھ کر اس عورت کا نشان پوچھ کر اس کو تلاش کیا اور تین دن اس کے یہاں مہمان رہے تاکہ اس کا عمل دیکھیں۔ عابد خود تو رات کو کھڑے رہتے اور وہ لیٹ کر سو جاتی، دن کو یہ روزہ رکھتے اور وہ افطار کرتی۔ اس سے پوچھا کہ تیرا عمل اس کے سوا کچھ اور بھی ہے اس نے کہا کہ اور تو کچھ بھی نہیں یہی جو تم نے دیکھا۔ میں تو اپنے آپ میں اور کچھ نہیں جانتی یہ کہتے رہے کہ بھلا یاد کر کے کہہ کوئی اور بات بھی ہے اس نے کہا کہ ایک چھوٹی سی خصلت مجھ میں اور ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر میں سختی میں ہوتی ہوں تو اس امر کی تمنا نہیں کرتی کہ اچھی حالت میں رہوں۔ اور اگر مرض میں ہوں تو یہ تمنا نہیں کرتی کہ تندرستی میں ہو جاؤں۔ اور اگر دھوپ میں رہوں تو سایہ کی متمنی نہیں ہوتی۔ یہ سُن کر عابد نے اپنے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا یہ چھوٹی سی خصلت ہے یہ تو ایسی بڑی خصلت ہے جس سے عابد عاجز ہیں۔

حکایت (۸۹۰) روایت ہے کہ حضرت فتح موصلی کی بیوی لغزش کھا کر گریں اور ناخن ٹوٹ گیا، آپ ہنس پڑیں۔ کسی نے پوچھا آپ کو درد نہیں معلوم ہوتا، جواب دیا کہ ثواب کی لذت نے میرے دل سے درد کی تلخی دور کر دی۔

حکایت (۸۹۱) حضرت سہیلؒ کو ایک مرض تھا کہ اوروں کو وہ ہوتا تو اس کا علاج کیا کرتے اور اپنا نہ کرتے ان سے کسی نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یار دوست کی مار میں آزار نہیں ہوا کرتا اور دوسری صورت یہ ہے کہ درد تو معلوم ہوتا ہے مگر اس سے راضی ہوں، بلکہ رغبت اور خواہش سے اس امر کو چاہتا ہوں۔ یعنی گو طبیعت پر ناگوار گذرے مگر عقل کی رو سے اس کی طرف رغبت ہو۔ مثلاً جو شخص فصّاد سے فصد کھلائے یا پچھنے لگوائے تو اس کو فصد و حجامت کا درد تو معلوم ہوتا ہے مگر فصد و حجامت پر راضی ہوتا ہے اور فصّاد کے فعل کا ممنون ہوتا ہے پس یہی حال اس شخص کا ہے جو تکلیف کی چیزوں پر راضی رہے۔ اسی طرح جو فائدہ کی طلب میں سفر کرتا ہے اس کو سفر کی تکلیف معلوم ہوتی ہے۔ مگر ثمرۂ سفر ایسا اچھا اس کے نزدیک ہے کہ اس کے باعث تکلیف سفر کو گوارا کرتا ہے اور اس سے راضی ہے اور جب آدمی کو یہ یقین ہو کہ مصیبت کا ثواب خدا تعالےٰ کے یہاں ذخیرہ ہے بہ نسبت اس چیز کے جو اس کے پاس سے جاتی رہی اور اس سے بڑھ کر بھی ہے، تو بیشک جو مصیبت خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے گی اس پر

راضی ہوگا اور اس کی رغبت کرے گا اور اُسے اچھا جانے گا اور خدا تعالیٰ کا شکر اس پر کرے گا۔ یہ اسی صورت میں ہے کہ اس ثواب اور احسان کا لحاظ رکھے، جو اس کو مصیبت کے عوض ملے گا۔ اور ہو سکتا ہے کہ محبت ایسی غالب ہو کہ حبیب کی مراد اور رضا ہی مطلوب و مقصود ہو جاوے اور کچھ مراد ہی نہ رہے اور یہ سب باتیں خلق کی محبت میں دیکھی جاتی ہیں، وصف کرنے والوں نے اپنی نظم و نثر میں ان کو بیان کیا ہے اور اس میں اور کوئی بات نہیں، صرف لحاظ صورتِ ظاہری کے جمال کا جو آنکھ سے سوجھتی ہے۔ اب اس جمال کو دیکھو تو صرف گوشت و پوست و خون ہے۔ جس میں نجاست اور خاک بلا ملی ہوتی ہے، اس کا آغاز ایک نطفۂ ناپاک ہے اور اس کا انجام ایک پلید مردار اور بیچ میں پائخانے کو اُٹھاتے پھرتا ہے اور اگر مدرک کو دیکھے تو آنکھ تخصیص ہے جو اکثر دھوکا دیتی ہے۔ یعنی چھوٹی چیز کو بڑی دیکھتی ہے اور بڑی کو چھوٹی اور دور کو نزدیک اور بدصورت کو خوبصورت۔ پس جب ایسی حالت میں محبت کا یہ حال ہو جاتا ہے۔ تو جمالِ ازلی اور ابدی کی محبّت میں یہ امر کیسے محال ہو سکتا ہے۔ اس جمال کے کمال کی بھی کچھ نہایت ہی نہیں اور اس کا ادراک چشم بصیرت سے ہوتا ہے جس میں کبھی غلطی نہیں ہوتی اور نہ اس پر موت آتی ہے بلکہ بصیرت باطنی بعد موت کے باقی رہتی ہے، اور خدا تعالیٰ کے نزدیک زندہ اور اس کے رزق سے خوش ہو کر بعد موت زیادتی تنبہ اور انکشاف سے بہرور ہوتی ہے۔ اس بات کو اگر چشم بصیرت سے دیکھو تو صاف ظاہر ہے اور اس کا پایا جانا اور عاشقوں کے احوال و اقوال اس پر شاہد ہیں، چنانچہ حضرت شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سری سقطیؒ سے پوچھا کہ عاشق کو بلا کی تکلیف ہوتی ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ نہیں، میں نے کہا کہ اگرچہ تلوار سے مارا جائے، آپ نے فرمایا کہ گو تلوار سے ستر زد بر زد لگائی جائیں اور بعض اکابر فرماتے ہیں کہ مجھ کو وہی اچھا معلوم ہوتا ہے جو اس کو پسند ہو یہاں تک کہ اگر وہ میرے لیے دوزخ پسند کرے تو میں دوزخ میں جانا محبوب جانتا ہوں۔

حکایت (۸۹۲) بشر بن الحارث کہتے ہیں کہ بغداد کے محلۂ شرقیہ میں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہزار کوڑے لگے۔ اس نے کچھ اُف نہ کیا پھر اس کو قید خانے

میں رہ گئے، میں اس کے پیچھے گیا۔ اور پوچھا کہ تجھ کو کیوں مارا۔ اس نے کہا کہ اس لیے کہ میں عاشق ہوں، میں نے کہا کہ تو چپکا کیوں رہا، اس نے کہا کہ میرا معشوق میرے سامنے مجھے دیکھتا تھا، میں نے کہا کہ پھر کیا اچھا ہو جو عاشقِ حقیقی کی طرف دیکھے۔ یہ سنکر اس نے چیخ ماری اور پچھاڑ کھا کر مر گیا۔

حکایت (۴۹۳) بشرؒ کہتے ہیں کہ میں نے شروع سلوک میں جزیرۂ عبادان کا قصد کیا۔ وہاں ایک شخص کو دیکھا کہ اندھا اور کوڑھی اور مجنون اور مرگی زدہ ہے اور چیونٹیاں اس کا گوشت کھا رہی ہیں، میں نے اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا اور کچھ کہتا رہا۔ جب اس کو ہوش آیا تو کہا یہ کون اجنبی آدمی ہے جو میرے اور میرے پروردگار کے معاملے میں دخل دیتا ہے۔ اگر وہ میرا ایک ایک جوڑ کاٹ ڈالے گا تب بھی میں اس کی محبت زیادہ ہی کروں گا۔ بشرؒ کہتے ہیں کہ بعد اس معاملے کے جب کبھی مجھ کو اس طرح کا معاملہ بندے میں اور پروردگار میں معلوم ہوا میں نے کبھی اس کو برا نہیں جانا۔

حکایت (۴۹۴) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ایک لڑکا بیمار ہوا آپ کو بہت شدت سے اس کا غم ہوا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس کا خوف ہوا کہ کہیں اس لڑکے کے سبب آپ کو کچھ ہو نہ جاوے۔ وہ لڑکا جب مر گیا تو آپ اس کے جنازے کے ساتھ ہوئے اور کسی شخص کے چہرے پر ایسی خوشی نہ ہوتی ہوگی، جیسی آپ کو اس وقت تھی، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس کی بیماری سے اس پر ترس آتا تھا۔ اس لیے غمگین تھا، اب جو مشیتِ الٰہی ہو چکی تو میں اس پر خوش ہوں۔

حکایت (۴۹۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک اندھے برص والے اپاہج دونوں طرف سے فالج زدہ پر گذرے کہ اس کا گوشت جذام کے باعث بکھر گیا تھا۔ اور وہ یہ کہتا تھا کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھے ایسے امراض سے صحت دی، جس میں بہتوں کو مبتلا کر رکھا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بھلا وہ کونسی مصیبت ہے جو تیرے اوپر نہیں، اس نے کہا کہ اے روح اللہ میں اس شخص سے بہتر ہوں جس کے دل میں خدا تعالیٰ نے وہ چیز نہیں ڈالی جو میرے دل میں اپنی معرفت ڈالی ہے۔ آپ نے فرمایا درست کہتے ہو۔ اپنا ہاتھ لاؤ اس نے جو اپنا ہاتھ دیا

آپؑ کے ہاتھ میں آتے ہی چہرہ سب سے عمدہ اور صورت بہت اچھی ہو گئی۔ اس کا سب مرض جاتا رہا۔ وہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے ساتھ رہ کر عبادت کرنے لگا۔

حکایت (۸۹۶) حضرت عروہ بن زبیرؓ کا پاؤں سڑ گیا تھا، انہوں نے زانو سے پاؤں تک کٹوایا۔ پھر فرمایا خدا تعالےٰ کا شکر ہے جس نے مجھ سے ایک لے لیا۔ تیری ذات کی قسم ہے اگر تو نے لے لیا تو تو نے ہی باقی رکھا تھا اور اگر تو نے بیمار کیا تھا تو تو نے ہی عافیت دی تھی۔ پھر اس رات یہی ورد کرتے رہے۔

حکایت (۸۹۷) حضرت عمران بن الحصینؓ کو استسقار کا مرض تھا۔ تیس برس تک پشت پر لیٹے رہے نہ اُٹھ سکتے تھے نہ بیٹھ سکتے تھے۔ قضائے حاجت کے لیے چارپائی کے بان کاٹ دیئے گئے تھے، ان کے پاس مطرف اور ان کے بھائی علاء آئے، ان کا حال دیکھ کر رونے لگے، انہوں نے پوچھا تم کیوں روتے ہو، کہا تمہارے اوپر یہ بڑی سختی دیکھ کر روتا ہوں، انہوں نے کہا مت روؤ۔ اس واسطے کہ جو چیز خدا تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے وہی مجھ کو زیادہ پسند ہے۔ اور میں تم سے ایک بات کہتا ہوں غالباً خدا تعالےٰ اس سے تم کو نفع دے گا۔ مگر میرے مرنے تک اس کو تم کسی سے نہ کہنا وہ بات یہ ہے کہ فرشتے میری زیارت کرتے ہیں میں اُنس پاتا ہوں اور مجھ کو سلام کرتے ہیں، میں ان کا سلام سنتا ہوں، اس سے میں جانتا ہوں کہ جس مرض میں یہ بڑی نعمت ہو وہ عذاب نہیں۔ پس جو شخص اپنی مصیبت میں ایسے امور مشاہدہ کرے بھلا وہ کیسے راضی نہ ہوگا۔ مطرف کہتے ہیں کہ پھر سوید بن شعبہ کی عیادت کو گئے ہم نے دیکھا کہ ایک کپڑا ہے۔ ہم کو گمان ہوا کہ اس کے نیچے کچھ نہیں ہے یہاں تک کہ ان کے منہ پر سے کپڑا اٹھایا گیا۔ ان کی بیوی نے کہا کہ آپ کو کیا کھلائیں کیا پلائیں، انہوں نے کہا کہ لیٹے لیٹے کروٹیں دُکھ گئیں۔ جوڑ چھل گئے اور دبلا اتنا ہو گیا ہوں کہ اس قدر مدت سے کھانا پینا متروک ہے۔ مگر مجھ کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ اس کیفیت میں سے ناخن برابر بھی کم کروں۔

حکایت (۸۹۸) جب سعد بن ابی وقاصؓ مکہ میں تشریف لائے اور ان کی آنکھیں جاتی

رہی تھیں لوگ ان کے پاس جوق جوق دوڑے چلے آتے تھے اور آپ سے دعا کی استدعا کرتے تھے۔ آپ ہر ایک کے لیے دعا مانگتے تھے اور وجہ دعا کرانے کی یہ تھی کہ آپ مستجاب الدعوات تھے۔ حضرت عبداللہ بن الصائبؒ کہتے ہیں کہ میں بھی ان دنوں لڑکا تھا، آپ کی خدمت میں آیا اور آپ کو اپنا نشان بتایا۔ آپ نے مجھ کو پہچانا اور فرمایا کہ اہل مکہ کا تو قاری ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں، پھر اور گفتگو ہوئی یہاں تک کہ آخر کو میں نے کہا چچا جان! آپ اوروں کے واسطے دعا کرتے ہیں، اپنے واسطے بھی دعا فرمایئے کہ خدا تعالےٰ آپ کی بینائی جوں کی توں کر دے آپ نے تبسم فرما کر کہا بیٹا! خدائے پاک کے حکم کی رضا میرے نزدیک بینائی سے اچھی ہے۔

حکایت (۸۹۹) ایک صوفی کا لڑکا چھوٹا سا تین دن تک نہ ملا اور نہ اس کا حال معلوم ہوا۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ خدا تعالےٰ سے دعا مانگیے کہ اس کو واپس لادے اور آپ سے ملادے۔ انہوں نے فرمایا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر حکم کیا اس پر اعتراض کرنا میرے نزدیک لڑکے کے جاتے رہنے سے زیادہ سخت ہے۔

حکایت (۹۰۰) بعض عابد کہتے ہیں کہ میں نے ایک بڑا سخت گناہ کیا تھا جس کے عوض میں ساٹھ برس سے روتا ہوں، اور یہ عابد نہایت محنت اور عبادت کرتے تھے کہ کسی طرح توبہ اس گناہ کی قبول ہو۔ لوگوں نے پوچھا وہ کونسا گناہ ہے انہوں نے فرمایا کہ ایک بات ہو گئی تھی، میں نے اسکے متعلق کہا تھا کہ نہ ہوتی تو خوب تھا۔

حکایت (۹۰۱) بعض سلف کا قول ہے کہ اگر میرا جسم مقراضوں سے کترا جاوے تو میرے نزدیک اس بات سے محبوب ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے کی ہو اسکے متعلق میں کہوں کہ اگر نہ کرتا تو خوب تھا۔

حکایت (۹۰۲) ایک جماعت حضرت شبلیؒ کے پاس مارستان میں گئی جہاں وہ قید تھے اور اپنے سامنے ڈھیلے اکٹھے کر رکھے تھے۔ ان لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو، انہوں نے کہا کہ ہم آپ کے دوست ہیں۔ آپ ان کی

طرف ڈھیلے مارنے لگے، یہاں تک کہ وہ بھاگ گئے۔ پھر آپ نے کہا کہ تم کو کیا ہوا ہے۔ تم میری محبت کا دعویٰ کرتے ہو، اگر سچے ہو تو میری مصیبت پر صبر کرو۔

حکایت (۹۰۲) روایت ہے کہ بازار میں آگ لگی۔ لوگوں نے حضرت سریؒ کو خبر دی کہ بازار جل گیا اور تمہاری دکان نہیں جلی، انہوں نے فرمایا کہ الحمدللہ! پھر کہا کہ میں نے الحمدللہ کیسے کہا، صرف میں ہی تو بچا ہوں اور مسلمان تو نہیں بچے۔ پس تجارت سے توبہ کی، اور زندگی بھر دوکانداری اس لیے چھوڑ دی کہ صرف اپنے بچنے پر الحمدللہ کہا تھا۔ اس سے توبہ اور استغفار چاہیئے۔ تو توبہ اور استغفار کے لیے کاروبار سے دست بردار ہو گئے۔

حکایت (۹۰۳) ایک روز وہیب بن الورد اور سفیان ثوریؒ اور یوسف بن سباطؒ اکٹھے ہوتے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے فرمایا آج سے پہلے مجھ کو اچانک موت بُری معلوم ہوتی تھی، مگر آج میں چاہتا ہوں کہ مر جاؤں، حضرت یوسف بن سباطؒ نے ان سے سبب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ میں فتنے سے ڈرتا ہوں، انہوں نے کہا کہ مجھے تو زیادہ جینا بُرا نہیں معلوم ہوتا۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے پوچھا، کیوں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اس توقع پر کہ شاید کوئی روز ایسا مل جاتے جس میں مجھ کو توبہ نصیب ہو اور کوئی نیک عمل کروں۔ پھر حضرت وہیب سے پوچھا کہ آپ کیا کہتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں تو کچھ پسند نہیں کرتا۔ جو کچھ اللہ جل شانہ کو محبوب ہے وہی مجھ کو محبوب ہے۔ خواہ زندہ رکھے یا وفات دے۔ حضرت سفیان ثوریؒ نے ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا بخدا یہ روحانی ہے۔

حکایت (۹۰۴) حضرت ابویزید بسطامیؒ سے ایک بار کسی نے عرض کیا کہ اللہ تعالےٰ کا جو مشاہدہ آپ کو ہوتا ہے۔ اس کا حال ہم سے ارشاد فرمایئے آپ نے چیخ ماری اور فرمایا تمہاری شان کے شایان نہیں کہ تم اس کو جانو۔ لوگوں نے عرض کیا کہ خدا تعالےٰ کے باب میں جو سخت سے سخت مجاہدہ آپ نے اپنے نفس پر

کیا ہو وہ کہہ دیجیے۔ فرمایا کہ تم کو اس سے واقف کرنا بھی جائز نہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ شروع طریقت میں جو کچھ اپنے نفس کی ریاضت آپ کیا کرتے تھے وہی فرمایئے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ اس طرح سے کہ میں نے اپنے نفس کو خدا تعالیٰ کی طرف بلایا، اس نے سرکشی کی، میں نے اس کو قسم دے دی کہ ایک برس نہ پانی پیئوں گا نہ خواب کا ذائقہ چکھوں گا۔ پس نفس نے اس کو پورا کر دیا۔

حکایت (۹۰۶) حضرت سہیلؒ کے مرید ان کے پاس جمع ہوئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ خدا تعالےٰ سے دعا کیجیے کہ ظالموں کو دفع کرے۔ آپ چپ ہو رہے، پھر فرمایا کہ اس شہر میں اللہ کے بندے کچھ ایسے ہیں کہ اگر ظالموں پر بد دعا کریں تو صبح تک کوئی ظالم زمین کے پردے پر زندہ نہ رہے۔ ایک ہی رات میں سب کا خاتمہ ہو جائے۔ مگر وہ بد دعا نہیں کرتے۔ سبھوں نے پوچھا، کیوں، آپ نے فرمایا اس وجہ سے کہ جو چیز خدا تعالیٰ کو اچھی نہیں معلوم ہوتی اس کو وہ بھی اچھی نہیں سمجھتے۔

حکایت (۹۰۷) بعض عارفین فرماتے ہیں کہ مجھ کو مکاشفہ میں ایسا معلوم ہوا کہ چالیس حوریں ہوا میں دوڑتی ہیں اور ان پر لباس اور زیور سونے اور چاندی اور جواہر کا چھن چھن بولتا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ پھرتا ہے۔ میں نے ان کو ایک نظر دیکھ لیا، اس کے عوض میں چالیس روز کی سزا مجھ کو ملی۔ پھر بعد اس کے ایسی حوریں نظر آئیں کہ پیشتر کی حوروں سے حسن و جمال میں زیادہ تھیں۔ اور مجھ سے کہا گیا کہ ان کی طرف دیکھ۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور سجدہ کیا اور عرض کیا کہ الٰہی تجھ سے میں تیرے سوا سے مانگتا ہوں۔ مجھ کو ان کی حاجت نہیں۔ اسی طرح تضرع کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو میرے پاس سے ہٹا لیا۔

حکایت (۹۰۸) بعض اکابر سے مروی ہے کہ مجھ کو شوق حضرت خضرؑ کے دیکھنے کا بہت ہوا۔ میں نے ایک بار اللہ تعالےٰ سے دعا مانگی کہ ان کی زیارت مجھ کو کرا دے تاکہ وہ مجھے وہ بات تعلیم کریں جو سب سے زیادہ میرے لیے اہم ہو۔ خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور ان کی زیارت مجھ کو ہوئی۔ اس وقت مجھ کو اور کچھ نہ سوجھی۔ میں نے

بھی کہا کہ اے ابوالعباس آپ مجھ کو ایسی چیز سکھائیے کہ جب میں اس کو پڑھوں تو لوگوں کے دلوں سے محجوب ہو جاؤں اور ان کے دلوں میں میری کچھ قدر نہ رہے اور میری نیک بختی اور دیانت کوئی نہ جانے۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ دعا پڑھا کرو اَللّٰھم اسبل علی کثف سترك وحط علی سرادقات حجبك واجعلنی فی مکنون غیبك واحجبنی عن قلوب خلقك۔ پھر آپ غائب ہو گئے نہ میں نے ان کو پھر دیکھا نہ کبھی مشتاق ہوا۔ مگر جو دعا انہوں نے سکھائی تھی اس کو ہمیشہ پڑھتا رہا۔ بیان کرتے ہیں کہ اس دعا کی تاثیر ان پر اتنی ہوئی کہ ذلت و اہانت اور بے قدری اس درجہ کو پہنچی کہ ذمی لوگ بھی ان سے تمسخر کیا کرتے تھے اور بیگار میں پکڑ کر اپنا بوجھ ان کے سر پر رکھتے، اور چونکہ ان کی وقعت کچھ ان کی نظروں میں نہ تھی یہ سب کچھ برداشت کرتے لڑکے ان کا جدا کھیل بناتے۔ حاصل یہ کہ ان کے دل کا چین اور درستیِ حال ذلت اور گمنامی میں تھی۔

حکایت (۹۰۹) حضرت ابن کرنبی جو حضرت جنیدؒ کے استاد تھے فرماتے ہیں کہ میں ایک محلے میں اترا اور وہاں نیک بختی میں مشہور.... ہوا، میرا دل اس سے پریشان ہوا۔ اس لیے میں حمام میں گیا اور وہاں قصداً عمدہ کپڑے کسی کے اٹھا لیے اور ان کو پہن کر ان کے اوپر اپنی گدڑی پہن لی اور باہر نکل کر آہستہ آہستہ چلنے لگا، لوگوں نے مجھ کو آ پکڑا اور میری گدڑی اتار کر کپڑے مجھ سے لے لیے اور خوب دھول چپت سے میری خبر لی۔ آئندہ کو میں حمام کا چور مشہور ہوا۔

حکایت (۹۱۰) حضرت رابعہ عدویہؒ نے ایک روز فرمایا کہ کوئی ہے جو ہم کو ہمارے حبیب کا پتہ بتا دے۔ ان کی خادمہ نے کہا کہ ہمارا حبیب ہمارے ساتھ ہے مگر دنیا نے ہم کو اس سے علٰحدہ کر رکھا ہے۔

حکایت (۹۱۱) عبداللہ بن محمّد کہتے ہیں کہ میں نے ایک عابدہ عورت کو دیکھا کہ رو رو کر یہ کہہ رہی تھی۔ اور آنسو چہرے پر بہہ رہے تھے۔ بخدا میں خدا تعالیٰ کے شوق میں اور اس کی ملاقات کے اشتیاق میں زندگی سے تنگ آگئی ہوں یہاں تک اگر موت بکتی ہوتی تو میں اس کو خرید لیتی۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اس عابدہ سے پوچھا کہ تجھ کو اپنے عمل پر اطمینان ہے اس نے کہا کہ اطمینان تو نہیں مگر میں اس سے محبت رکھتی ہوں اور اس سے

مجھ کو حسن ظن ہے تو کیا تم کو یہ خیال ہے کہ باوجود محبت کے وہ مجھ کو عذاب دیگا۔

حکایت (۹۱۲) بعض مشائخ سے مروی ہے کہ انہوں نے ایک شخص گندم گوں لاغر تن کو جبل لکام میں دیکھ کر ایک پتھر پر سے دوسرے پر کودتا تھا اور کہتا تھا ؎

ترے شوق محبت نے مارا ہے جال   پھنسایا مجھے اور کیا ہے یہ حال

حکایت (۹۱۳) بنی اسرائیل کے قصوں میں ہے کہ ایک شخص بالو کے ٹیلوں پر قحط کی حالت میں گذرا اور اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ ریت طعام پختہ ہوتی تو میں لوگوں کو بانٹ دیتا اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی پر وحی بھیجی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ خدا تعالیٰ نے تیرا صدقہ قبول کیا، اور تیرے حسن نیت کا مشکور ہوا، اور تجھ کو وہی ثواب دیا کہ اگر بالفرض اس قدر کھانا ہوتا تو اس کو بانٹ دیتا۔

حکایت (۹۱۴) حضرت امام احمد بن حنبل کے حال میں لکھا ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں برسوں سے آمد و رفت استفادہ کے طور پر رکھتا تھا۔ اتفاقاً آپ نے اس سے منہ پھیر لیا اور گفتگو موقوف کی، نظر عنایت ہٹا لی ...... اس شخص نے ہر چند تغیر مزاج کا باعث پوچھا، مگر آپ نہ بتلاتے تھے۔ آخر بہت اصرار کے بعد فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تو نے اپنے گھر کی دیوار کو سڑک کی جانب سے گارا لگایا ہے اور قدآدم مٹی لے لی ہے اور وہ مسلمانوں کی راہ کی خاک ہے، اس لیے اب تجھ میں لیاقت نہیں ہے کہ علم کی نقل کرے۔

حکایت (۹۱۵) بعض سلف سے منقول ہے کہ میں نے ایک خط لکھا اور چاہا کہ ہمسایہ کی دیوار سے اس پر مٹی ڈال کر خشک کر دوں مگر دل نے نہ مانا پھر میں نے کہا کہ یہ تو مٹی ہے، اس کی کیا اصل ہے، غرض مٹی سے اس کو خشک کر دیا۔ اس کے بعد غیب سے یہ آواز آئی۔

جو سمجھے ہیں یہ خاک لینی روا   قیامت کو دیکھیں گے اس کی سزا

حکایت (۹۱۶) حضرت زکریا علیہ السلام کے حال میں لکھا ہے کہ کسی کی دیوار گارے کی اجرت پر بناتے تھے۔ دیوار والوں نے آپ کو دو روٹیاں لا دیں اور آپ کا یہ دستور تھا کہ بدون اپنے ہاتھ کی اجرت کے کھانا نہ کھاتے تھے جس وقت آپ کھانے بیٹھے کچھ لوگ آپ کے پاس آئے آپ نے ان کی تواضع نہ کی یہاں تک کہ سب کھا چکے۔ لوگوں کو آپ پر تعجب ہوا۔ اس لیے کہ آپ سخی اور زاہد مشہور تھے اور یہ

گمان کیا کہ بظاہر تواضع کر لینا بہتر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں کچھ لوگوں کی مزدوری کرتا ہوں، انہوں نے مجھے روٹی اس لیے دی تھی کہ ان کا کام کرنے کی مجھ میں طاقت آجائے۔ پس اگر تم بھی اس کھانے میں شریک ہوتے تو نہ تمہارا پیٹ بھرتا نہ میرا اور میں ان کے کام میں ضعیف رہتا۔

حکایت (۹۱۷) روایت ہے کہ ابن سیرینؒ نے حضرت حسن بصریؒ کے جنازے کی نماز نہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے دل میں نیت حاضر نہیں ہوئی۔

حکایت (۹۱۸) کسی شخص نے اپنی منکوحہ سے بالوں میں کنگھی کرنے کو مانگی کہ بال سلجھا دیں۔ اس نے پوچھا کہ آئینہ لا دیں، وہ بزرگ چپ ہو رہے پھر کہا، ہاں، لوگوں نے پوچھا کہ آئینے سکوت کی کیا وجہ تھی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اوّل سے میری نیت کنگھی کی تھی اور آئینے کی نیت نہ تھی اس لیے میں نے سکوت کیا۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے نیت آئینے کی دل میں مہیا کر دی۔

حکایت (۹۱۹) ایک عالم کوفہ کے حماد بن ابی سلیمانؒ کا انتقال ہوا تو حضرت سفیان ثوریؒ سے کہا گیا کہ آپ ان کے جنازے میں نہیں جاتے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری نیت ہوتی تو ضرور جاتا۔

حکایت (۹۲۰) حضرت طاؤس بدون نیت حدیث بیان نہ فرماتے۔ اگر کوئی پوچھتا بھی تو جواب نہ دیتے، اور نیت ہوتی تو بدون پوچھے شروع کر دیتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب ہم درخواست حدیث کے بیان کی کرتے ہیں تو آپ بیان نہیں کرتے، اور اپنے آپ کہنے لگتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ بدون نیت میں بیان کروں۔ جب میری نیت حاضر ہوتی ہے تو بیان کرتا ہوں۔

حکایت (۹۲۱) روایت ہے کہ داؤد بن معبرؒ نے جب کتاب عقل تیار کی تو حضرت احمد بن حنبلؒ ان کے پاس آئے اور وہ کتاب مانگ کر ایک نظر اس میں ڈالی اور پھیر دی۔ انہوں نے پوچھا کہ کیوں واپس کرتے ہو، آپ نے فرمایا کہ اس میں ضعیف اسناد ہیں داؤد نے فرمایا کہ میں نے اس کی بنا اسناد پر نہیں رکھی اس کو امتحان کی نظر سے دیکھیے۔ میں نے جو اس میں عقل کے لحاظ سے نظر کی تو مجھ کو مفید معلوم ہوئی۔ امام احمد نے فرمایا تو داؤ

مجھ کو دو تاکہ میں بھی اس نظر سے دیکھوں جس نظر سے تم نے دیکھا ہے۔ پھر وہ کتاب لی اور مدت تک ان کے پاس رہی۔ پھر فرمایا کہ تم کو خدا تعالیٰ جزائے خیر دے مجھ کو اس کتاب سے نے فائدہ دیا۔

حکایت (۹۲۲) حضرت طاؤس سے کسی نے کہا کہ ہمارے لیے دُعا کرو انہوں نے فرمایا اچھا میں دُعا کی نیت اپنے میں پاوں تو کروں۔

حکایت (۹۲۳) بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ایک مہینے سے ایک شخص کی عیادت کی نیت تلاش کر رہا تھا مجھ میں اب تک درست نہیں ہوئی۔

حکایت (۹۲۴) عیسیٰ بن کثیرؒ کہتے ہیں کہ میں میمون بن مہران کے ساتھ گیا جب وہ اپنے دروازے پر پہنچے تو میں ہٹا، ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ آپ ان کو رات کا کھانا نہیں کھلاتے فرمایا کہ میری نیت میں نہیں۔

حکایت (۹۲۵) منقول ہے کہ احمد بن خضرویہؒ نے خدائے عزّ وجل کو خواب میں دیکھا کہ ارشاد فرماتا ہے کہ ہر ایک شخص مجھ سے جنت کا طالب ہے سوائے ابو یزید کے کہ وہ مجھ کو طلب کرتا ہے۔

حکایت (۹۲۶) حضرت ابو یزیدؒ نے خواب میں خداوند جل شانہٗ کو دیکھا اور عرض کیا کہ الٰہی تیری طرف آنے کا کیا طریق ہے، ارشاد ہوا کہ اپنے نفس سے ہاتھ اُٹھا اور میری طرف قدم بڑھا۔

حکایت (۹۲۷) کسی شخص نے حضرت شبلیؒ کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے تم سے کیا معاملہ فرمایا۔ کہا کہ کسی دعوے پر مجھ سے دلیل طلب نہیں فرمائی۔ مگر ایک قول پر جو میں نے ایک روز کہا تھا کہ جنت کے خسارے سے بڑھ کر کونسا خسارہ ہوگا۔ اس پر البتہ فرمایا کہ میرے دیدار کے خسارے سے بڑھ کر کونسا خسارہ ہے۔

حکایت (۹۲۸) بنی اسرائیل کے حالات میں ہے کہ ایک عابد مدت سے عبادت خدا تعالیٰ کی کیا کرتا تھا، اس کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا درخت کی پرستش کرتی ہے وہ عابد اس بات سے غصے میں آیا اور اپنی کلہاڑی کندھے پر رکھ کر درخت کی طرف کو چلا کہ اس کو کاٹ ڈالے۔ راستے میں اس کو

شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں کا ارادہ ہے عابد نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ فلاں درخت کاٹ ڈالوں، اس نے کہا کہ تمہیں اس سے کیا مطلب پڑا ہے۔ کہ اپنی عبادت اور شغل چھوڑ کر اور بات میں مصروف ہوتے ہو، عابد نے کہا کہ یہ بھی داخل عبادت ہے، اس نے کہا تو میں آپ کو کاٹنے نہ دوں گا۔ جب زیادہ تکرار بڑھی تو عابد.... شیطان کو زمین پر ڈال کر اس کی چھاتی پہ چڑھ بیٹھا، اس نے کہا کہ تم مجھ کو چھوڑ دو تاکہ میں تم سے کچھ کہوں، عابد کھڑا ہو گیا۔ ابلیس نے کہا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ خدا تعالےٰ نے تو تیرے اوپر اس کا کاٹنا فرض نہیں کیا نہ تو اس کی عبادت کرتا ہے۔ اگر دوسرا کوئی عبادت کرے تو اس کا گناہ تجھ پہ ہونے سے رہا، اور روئے زمین پہ خدا تعالےٰ کے انبیاء بہت سے ہیں۔ اگر اس کو منظور ہوا تو کسی نبی کو درخت والوں کے پاس بھیج کر ان کو کاٹنے کا حکم دے گا۔ تجھ کو ضرور نہیں کہ جو بات تیرے ذمے نہ ہو اس کے درپے ہو۔ عابد نے کہا میں اس کو ضرور کاٹوں گا۔ شیطان نے پھر قصد کشتی کا کیا، عابد نے اس کو دے مارا اور چھاتی پہ چڑھ بیٹھا۔ جب ابلیس عاجز ہوا کہنے لگا، کہ آؤ ہم ایک اور بات بتائیں جو تیرے حق میں بہتر اور مفید ہو۔ عابد نے کہا، اچھا، اس نے کہا مجھے چھوڑ و تو بتلاؤں، عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ ابلیس نے کہا کہ تو ایک مرد محتاج ہے اور لوگوں پہ پڑا ہوا ہے۔ وہ سب تجھ کو کھانا دیتے ہیں اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرا دل یوں چاہتا ہے کہ اپنے بھائیوں سے سلوک کرے اور ہمسایوں کی مدارات کرے اور پیٹ بھر کر لوگوں سے بے پروا ہو جائے۔ عابد نے کہا یہ بات تو درست ہے ابلیس نے کہا اب تو لوٹ جا، اب میں تیرے سرہانے ہر شب دو دینار رکھ دیا کروں گا۔ صبح کو تو ان کو لے لیا کرنا، اور اپنے نفس اور کنبے کے خرچ میں اٹھایا کرنا اور بھائیوں کو دیا کرنا۔ یہ بات تیرے حق میں اور دوسرے مسلمانوں کے حق میں اس درخت کے کاٹنے کی بہ نسبت زیادہ مفید ہو گی، اس کے کٹنے سے کچھ نہ ملے گا۔ عابد نے ابلیس کے قول پر تامل کیا اور کہا کہ یہ بوڑھا سچ کہتا ہے، میں کوئی پیغمبر نہیں کہ اس درخت کا کاٹنا مجھ پر لازم ہو نہ خدا تعالےٰ نے مجھ کو اس کے کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ اگر نہ کاٹوں گا تو نافرمان نہ ٹھہروں گا اور یہ جو بات بتلاتا ہے اس میں زیادہ فائدہ ہے۔ اس کے بعد اس سے قول و قرار کر لیا اور قسما قسمی ہو گئی۔ عابد اپنے عبادت خانے میں پھر آیا اور رات کو سو رہا۔ جب صبح ہوئی تو دو دینار اپنے سرہانے سے پائے ان کو لے لیا۔ دوسرے روز بھی ایسا ہی ہوا

تیسرے روز اور آئندہ کو پھر کچھ نہ پایا۔ پھر غصہ ہوا اور تبر اُٹھا یا چل دیا، راستے میں ابلیس پھر پیر مرد کی صورت میں ملا اور پوچھا کہ کہاں کو، اس نے کہا کہ وہ درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ ابلیس نے کہا کہ تو جھوٹا ہے اب تجھ سے وہ نہیں کٹ سکتا، نہ تو وہاں تک پہنچ سکے گا عابد نے چاہا کہ پہلے کی طرح اس کو ٹپک دے، ابلیس نے کہا کہ اب وہ دن دور ہوتے اور عابد کو اٹھا کر پچھاڑ دیا۔ عابد اس کے دونوں پاؤں میں چڑیا کی طرح معلوم ہونے لگا۔ پھر شیطان اس کے سینے پر بیٹھ گیا اور کہا۔ یا تو اس کام سے باز آ نہیں تو ذبح کر ڈالوں گا۔ اس نے کہا تو مجھ پر غالب آیا اب مجھ کو چھوڑ دے اور یہ بتا کہ پہلے میں کس طرح غالب ہو گیا تھا اور اب تو کیسے جیتا۔ اس نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ پہلے تو نے غصہ خدا تعالےٰ کے واسطے کیا تھا اور تیری نیت آخرت کی تھی اس لیے اللہ تعالےٰ نے مجھ کو تیرے مقابلہ میں بنا دیا تھا۔ اور اب تو نے اپنا غصہ اپنے نفس کے واسطے اور دنیا کے لیے کیا ہے اس واسطے میں نے تجھ کو پچھاڑ دیا۔

حکایت (۹۲۹) بعضے اکابر کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تم نے اپنے اعمال کو کیسے پایا انہوں نے فرمایا کہ جو چیز میں نے خدا تعالےٰ کے واسطے کی تھی اس کو تو پایا۔ یہاں تک کہ انار کی گٹھلی میں نے راستے میں سے ہٹا دی تھی یا ایک بلی میری مر گئی تھی اس کو بھی حسنات کے پلے میں پایا، اور میری ٹوپی میں ایک دھاگا ریشم کا تھا اس کو بُرائیوں کے پلے میں پایا اور میرا ایک گدھا سو دینار کا مر گیا تھا اس کا ثواب مجھ کو نہ ملا میں نے عرض کیا کہ بلی کا مرنا تو حسنات کے پلے میں موجود ہے مگر گدھے کا مرنا اس میں نہیں ہے مجھ کو حکم ہوا کہ تیرا گدھا وہاں بھیجا گیا، جہاں تو نے اس کو بھیجا تھا۔ یعنی جب وہ مر گیا تھا اور تجھ کو اس کے مرنے کا حال معلوم ہوا تو تو نے کہا تھا کہ خدا کی لعنت میں گیا۔ اس لیے تیرا ثواب اس میں باطل ہوا۔ اگر تو کہتا کہ فی سبیل اللہ تو البتہ ثواب پاتا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک صدقہ لوگوں کے سامنے دیا تھا تو لوگوں کا میری طرف دیکھنا مجھے اچھا معلوم ہوا اس کا حال یہ ہوا کہ اس پر نہ ثواب ہی ملا نہ عذاب۔ اور حضرت سفیان ثوریؒ نے جب یہ حال ... سُنا تو فرمایا بہت اچھا حال ہوا کہ اس پر اس صدقے کے باعث عذاب نہ ہوا یہ تو عین احسان ہوا۔

حکایت (۹۳۰) بعض صوفیاء سے روایت ہے کہ میں ابو عبید تستریؒ کے پاس کھڑا تھا اور وہ بعد عصر کے عرفہ کے دن اپنی زمین جوت رہے تھے اتنے میں ان کا کوئی حب ...

ابدال آیا اور ان سے کچھ آہستہ سے کہا، ابو عبیدؒ نے کہا کہ نہیں، وہ وہاں سے بادل کی طرح زمین ناپنے لگے، حتیٰ کہ میری نظروں سے غائب ہو گئے۔ میں نے ابو عبید سے پوچھا کہ انہوں نے آپ سے کیا کہا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے کہتے تھے کہ میرے ساتھ حج کو چلو میں نے انکار کر دیا۔ میں نے کہا کہ آپ نے حج کیوں نہ کیا انہوں نے فرمایا کہ میری حج کی نیت نہ تھی، میں نے یہ نیت کی تھی کہ اس زمین کو شام تک جوت لوں تو اس بات سے خوف کیا کہ اگر حج کی خاطر سے ساتھ ہو لیتا تو موجبِ غضبِ الٰہی کا ہوتا کہ خدا کے کام میں دوسری چیز داخل کرتا اس صورت میں جو کام میں کر رہا ہوں وہ میرے نزدیک ستر حجّوں سے بڑھ کر ہے۔

حکایت (۹۳۱) بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ترکی کی راہ پر جہاد کو چلا۔ ایک شخص نے ہم میں سے ایک توشہ دان بیچنا چاہا، میں نے کہا کہ اس کو مول لے لوں، جہاز میں کام آ دے گا، جب فلاں شہر پہنچوں گا تو اس کو بیچ ڈالوں گا کچھ فائدہ ہو رہے گا۔ اس خیال سے اس کو لے لیا، اسی رات خواب میں دیکھا کہ گویا دو شخص آسمان سے اترے ہیں، ایک دوسرے سے کہتا ہے غازیوں کو لکھ لو۔ دوسرا بولا کہ لکھ فلانا شخص سیر کے واسطے نکلا اور فلاں تجارت کے لیے اور فلاں خدا کی راہ میں پھر اس نے میری طرف دیکھا اور کہا کہ لکھو یہ شخص تجارت کے لیے نکلا، میں نے کہا کہ خدا سے ڈرو میں تجارت کے لیے کب نکلا ہوں، میرے پاس کیا ہے جس سے میں تجارت کروں گا۔ میں تو جہاد ہی کے واسطے نکلا ہوں، اس نے کہا کہ میاں صاحب تم نے کل توشہ دان خریدا ہے اور تمہاری نیت ہے کہ اس سے کچھ تم کو فائدہ ملے۔ میں رونے لگا اور کہا کہ مجھے تاجر مت لکھو اس نے دوسرے شخص کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمہاری کیا رائے ہے، اس نے کہا کہ یوں لکھنا چاہیئے کہ فلاں شخص جہاد کے واسطے نکلا۔ مگر اس نے اثناء راہ میں ایک توشہ دان مول لیا کہ اس سے نفع ہو خدا تعالےٰ اس پر جو چاہے گا حکم فرما دے گا۔

حکایت (۹۳۲) بعض اکابر سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی تیس برس کی نماز جو مسجد کی صف اوّل میں پڑھی قضا کی۔ اس لیے کہ ایک روز مجھ کو کسی عذر کے باعث دیر ہو گئی، میں نے دوسری صف میں نماز پڑھی۔ پس مجھے لوگوں سے شرم

آئی کہ انہوں نے مجھ کو دوسری صف میں دیکھا۔ اس وقت میں نے جانا کہ لوگ جو مجھ کو صف اوّل میں دیکھتے تھے اس سے مجھ کو خوشی اور راحت قلبی ہوتی تھی اور مجھ کو اس کی خبر نہ تھی۔

حکایت (۹۳۳) منقول ہے کہ کوئی فقیر حضرت ابوسعید خرازؒ کی خدمت کیا کرتا تھا اور ان کے کاموں میں مدد دیا کرتا تھا، ایک روز انہوں نے حرکات میں اخلاص کے ہونے کا ذکر فرمایا، وہ فقیر ہر ایک حرکت کے وقت اپنے دل کا نگران ہوا اور اخلاص کا طالب اس کے لیے اپنی حاجات کا پورا کرنا بھی متعذر ہوگیا اور حضرت ابوسعیدؒ کو اس سے تکلیف ہوئی کہ کام کرنے میں خود دقت اُٹھانی پڑتی۔ اس فقیر سے پوچھا کہ تم اب کام کیوں نہیں کرتے، اس نے کہا کہ میں آپ کے ارشاد کے بموجب اعمال میں حقیقت اخلاص کا محاسبہ اپنے نفس سے کرتا ہوں مگر اکثر کاموں میں میرا نفس اخلاص سے عاجز ہے۔ اس لیے چھوڑ دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا مت کر۔ اخلاص عمل کو قطع نہیں کرتا۔ عمل پر مواظبت کر۔ اور اخلاص کے حاصل کرنے میں کوشش کر، میں نے تجھ سے یہ نہیں کہا کہ عمل کو چھوڑ دے بلکہ یہ کہا ہے کہ عمل کو خالص کر۔

حکایت (۹۳۴) منقول ہے کہ کسی بزرگ کا ایک شاگرد جوان تھا، اس کی تعظیم وہ بہت کرتے اور اس کو اوروں پر مقدم کرتے، ان کے اور مریدوں نے عرض کیا کہ آپ اس کی تعظیم کیا کرتے ہیں، حالانکہ وہ جوان ہے اور ہم بوڑھے ہیں۔ انہوں نے چند پرند منگاتے، اور ایک ایک مرید کو ایک ایک جانور اور ایک ایک چھری دی اور کہا کہ اس کو ایسی جگہ ذبح کرنا کہ کوئی نہ دیکھے، اور اس جوان سے بھی یہی کہا تو سب مرید اپنا اپنا پرند ذبح کر لائے اور وہ شخص زندہ ہی لوٹا لایا، شیخ نے پوچھا کہ تو نے اپنے ساتھیوں کے موافق ذبح کیوں نہ کیا، اس نے کہا مجھ کو ایسی جگہ کوئی نہ ملی، جہاں کوئی نہ دیکھے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو ہر جگہ دیکھتا تھا۔ سب مریدوں نے اس کے مراقبے کو پسند کیا اور اس کی فضیلت کے مقر ہوئے۔

حکایت (۹۳۵) عبداللہ بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطابؓ

کے ساتھ مکہ معظمہ جانے کے واسطے نکلا آخر شب میں کسی جگہ اُترے سے آپ کے پاس ایک چرواہا پہاڑ پر سے آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ بکریوں میں سے ایک میرے ہاتھ بیچ ڈال اس نے عرض کیا کہ میں غلام ہوں مجھ کو اختیار فروخت نہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے آقا سے کہہ دینا کہ اس کو بھیڑیا کھا گیا۔ اس نے عرض کیا تو پھر خدا سے کیا کہوں وہ تو دیکھتا ہے۔ حضرت عمرؓ رو ئے، پھر آپ اس کے ساتھ ہو تے اور اس کے آقا سے خرید کر اُسے آزاد کر دیا۔ اور فرمایا کہ اس بات نے تجھے آزاد کرا دیا اور مجھ کو توقع ہے کہ آخرت میں بھی تجھ کو خدا آزاد کر دے گا۔

حکایت (۹۳۶) عبدالواحد بن زیدؒ سے کسی نے پوچھا کہ آپ اس زمانے میں بھی کوئی ایسا شخص جانتے ہیں جو اپنے حال میں مشغول ہو کر خلق سے بے خبر ہو آپ نے فرمایا کہ میں ایسا صرف ایک شخص جانتا ہوں جو ابھی تمہارے پاس آئے گا۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ عتبہ غلام داخل ہوئے، آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں سے آرہے ہو، انہوں نے کسی جگہ کا نام لیا۔ ایسا کہ اُس کا راستہ بازار میں تھا، آپ نے پوچھا کہ راستے میں تم سے کون ملا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تو کسی کو نہیں دیکھا۔

حکایت (۹۳۷) حضرت یحییٰ علیہ السّلام کے حال میں لکھا ہے کہ آپ چلے جاتے تھے کہ ایک عورت کے دھکا لگا تو وہ منہ کے بل گر گئی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ نے اس کو دھکا کیوں دیا۔ آپ نے فرمایا مجھے تو دیوار کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا تھا۔

حکایت (۹۳۸) بعض اکابر سے منقول ہے کہ میں ایک جماعت پر گذرا کہ وہ تیر اندازی کرتے تھے اور ایک شخص ان سے فاصلے پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اُس کی طرف کو بڑھا اور چاہا کہ کچھ گفتگو کروں، اس نے کہا کہ خدا تعالےٰ کا ذکر خوشگوار زیادہ ہے، میں نے پوچھا کہ آپ تنہا ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے ساتھ میرا پروردگار اور دو فرشتے ہیں، میں نے پوچھا کہ ان لوگوں میں سے بڑھا ہوا کون ہے۔ اس نے کہا کہ جس کو خدا تعالےٰ بخشش دے۔ میں نے پوچھا کہ راستہ کہاں ہے، اس نے اشارہ آسمان کی طرف کیا اور اُٹھ کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ تیری

اکثر مخلوق تجھ سے غافل ہے۔

حکایت (۹۳۹) حضرت شبلیؒ حضرت حسینؒ نوری کے پاس گئے، دیکھا تو وہ ایک گوشہ میں چپ چاپ دل جمعی سے بیٹھے ہیں، کوئی چیز ظاہر میں حرکت نہیں کرتی۔ حضرت شبلیؒ نے فرمایا۔ تم نے یہ مراقبہ اور سکون کہاں سے سیکھا انہوں نے فرمایا کہ ہمارے یہاں ایک بلی تھی۔ جب شکار کرنا چاہتی تھی تو بلوں کے پاس گھات لگا کر بیٹھتی اور اپنا بال تک نہ ہلاتی تھی، اس سے میں نے یہ طریق سیکھا ہے۔

حکایت (۹۴۰) عبداللہ بن خفیف کہتے ہیں کہ میں نے ابوعلی رودباریؒ کی ملاقات کے لیے مصر سے رملہ جانے کا قصد کیا۔ مجھ سے علیٰی ابن یونس مصریؒ نے جو زاہد کے نام سے معروف تھے، کہا کہ موضع صور میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ مراقبے کے حال میں ایک جا بیٹھے ہیں۔ اگر تم ان کو ایک نظر دیکھ لو تو غالباً تم کو نفع ہو گا۔ یہ سن کر میں صور میں بھوکا پیاسا داخل ہوا۔ میری کمر میں ایک کپڑا بندھا تھا اور مونڈھے برہنہ تھے میں مسجد میں جو گیا تو دو شخصوں کو دیکھا کہ قبلہ رُخ بیٹھے ہیں میں نے سلام کیا انہوں نے جواب نہ دیا۔ پھر دوبارہ سہ بارہ سلام کیا مگر جواب نہ سُنا، میں نے ان کو خدا کی قسم دی کہ سلام کا جواب دیں جوان نے اپنی گدڑی سے سر اُٹھایا اور میری طرف دیکھ کر کہا کہ اے خفیف کے لڑکے دنیا تھوڑی ہے اور تھوڑی میں سے بھی تھوڑی رہی ہے تو اس تھوڑی سے بہت کچھ حاصل کر لے اور تجھے کتنا تھوڑا کام ہے کہ ہماری ملاقات کی فرصت پائی، پھر میری طرف دیکھا، اس وقت میری بھوک پیاس جاتی رہی اور ہمہ تن مجھ کو انہوں نے لے لیا۔ پھر جوان نے اپنا سر جھکا لیا۔ میں ان دونوں کے پاس یہاں تک رہا کہ ظہر اور عصر وہیں پڑھی۔ جب عصر پڑھ چکے تو میں نے کہا کہ مجھ کو نصیحت کرو۔ اس جوان نے میری طرف سر اُٹھایا اور کہا اے خفیف کے لڑکے ہم آپ مصیبت والے ہیں، ہم کو زبان نصیحت کی نہیں۔ میں ان کے پاس تین دن تک رہا۔ نہ کھایا، نہ پیا، نہ سویا اور ان دونوں نے بھی خواب و خورش کچھ نہ کی، اس کے بعد میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں ان کو قسم دوں کہ مجھ کو کچھ نصیحت کریں، شاید ان کی نصیحت مجھ کو مفید ہو۔ پس جوان نے سر اُٹھایا اور کہا اے خفیف کے لڑکے ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنا، جس کے دیکھنے

سے تجھ کو خدا تعالےٰ یاد آوے اور اس کی ہیبت تیرے دل پر پڑے وہ تجھ کو زبانِ فعل سے نصیحت کرے زبانِ قول سے کچھ نہ کہے، والسلام، اب آپ تشریف لے جائیں۔

حکایت (۹۴۱) حضرت عمرؓ جب رات ہوتی تو اپنی ٹانگوں پر درے لگاتے اور اپنے نفس سے فرماتے کہ تو نے آج کیا کیا۔

حکایت (۹۴۲) حضرت ابن سلام کے حال میں ہے کہ انھوں نے ایک لکڑیوں کا بوجھ اٹھایا۔ ان سے کسی نے عرض کیا کہ آپ کے یہاں غلام تو تھے جو اس کام کو کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے نفس کا امتحان چاہتا ہوں کہ اس امر کو بُرا تو نہیں جانتا۔

حکایت (۹۴۳) احنف بن قیس کا ایک مرید بیان کرتا ہے کہ میں ان کے ساتھ رہا کرتا تھا اور ان کا دستور تھا کہ رات کو نماز کی جگہ دعا مانگتے اور چراغ کے پاس جاکر اس کے شعلے میں اپنی انگلی رکھتے جب آگ کی حرارت اس کو معلوم ہوتی تو اپنے نفس سے کہتے کہ اے احنف فلاں روز تجھے کیا ہوا تھا کہ وہ کام کیا اور فلاں روز تو نے فلاں کام کس باعث کیا۔

حکایت (۹۴۴) توبہ بن صمہؒ کے حال میں لکھا ہے کہ وہ موضع رقہ میں تھے اور اپنے نفس کا حساب کیا کرتے تھے۔ ایک روز انھوں نے اپنی عمر کا حساب کیا تو ساٹھ برس کی نکلی، ان کے دن گنے تو اکیس ہزار پانسو دن ہوتے ایکبارگی چیخ ماری کہ ہائے افسوس بادشاہ حقیقی سے اکیس ہزار پانسو گناہ سے ملوں گا اور جب ہر روز دس ہزار گناہ ہوں گے تو کیا کروں گا۔ پھر بے ہوش ہو کر گر پڑے معلوم ہوا کہ وفات پائی، لوگوں نے سُنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے، کہ لے اب فردوسِ بریں کو چلا جا۔

حکایت (۹۴۵) منصور بن ابراہیم ایک عابد کا حال لکھتے ہیں کہ اس نے ایک عورت سے باتیں کرتے کرتے رفتہ رفتہ اپنا ہاتھ اس کی ران پر رکھ دیا پھر نادم ہو کر وہی ہاتھ آگ پر رکھ دیا کہ جل کر کباب ہو گیا۔

حکایت (۹۴۶) روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا کہ اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا۔ اسی طرح مدت تک رہا۔ ایک روز باہر کی طرف جھانکا

اور ایک عورت کو دیکھکر اس پر عاشق ہوا، اور قصد فاسد دل میں لایا اور اپنا پاؤں باہر نکالا تاکہ اتر کر اس کے پاس جائے، رحمت ازلی جو اس کی معین ہوئی، اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہ میں کیا حرکت کرتا ہوں، غرض کہ اس کا نفس ساکن ہوگیا اور خدا تعالےٰ نے اس کو بچادیا۔ پھر اپنے کیے پر نادم ہوا۔ جب چاہا کہ پاؤں عبادت خانہ میں لیجائے تو کہا کہ کہاں ہوسکتا ہے کہ جو پاؤں خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے باہر نکلا تھا کہ وہ پھر میرے ساتھ عبادت خانے میں آوے۔ بخدا یہ کبھی نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر اس پاؤں کو باہر لٹکا رہنے دیا۔ مینہ اور برف اور دھوپ لگ لگ کر وہ پاؤں کٹ کر گر پڑا، اللہ تعالیٰ اس کی توبہ سے مشکور ہوا اور اس کا ذکر اپنی بعض کتب میں فرمایا

حکایت (۹۴۷) حضرت جنیدؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابن کرسی سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ ایک رات مجھ کو حاجت غسل ہوئی اور جاڑے کی رات تھی۔ میں نے دیکھا کہ میرا نفس نہانے سے تقاعد اور سستی کرتا ہے .... اور چاہتا ہے کہ اتنا ٹھہر جاؤں کہ صبح ہو جائے اور پانی گرم کر لوں یا حمام میں نہالوں، نفس پر مشقت نہ ڈالوں، میں نے کہا کیا خوب میں نے تمام عمر خدا تعالیٰ کا کام کیا تو اس کا حق میرے اوپر واجب ہے وہ جلدی کرنے میں تو مجھ کو نہ ملے گا، توقف اور تاخیر میں مل جاوے گا مجھے بھی قسم ہے اس گدڑی سمیت نہاؤں گا اور بدن سے نہ اتاروں گا، نہ اس کو نچوڑوں گا۔ نہ دھوپ میں سکھاؤں گا۔

حکایت (۹۴۸) روایت ہے کہ غزوان اور حضرت ابوموسیٰؓ ایک ساتھ کسی جہاد میں تھے کوئی عورت ظاہر ہوئی۔ غزوان نے اس کی طرف دیکھا اور اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ ورم کر گئی، اور کہا کہ تو ایسی چیز کو دیکھتی ہے جو تیرے لیے مضر ہو۔

حکایت (۹۴۹) کسی شخص نے ایک عورت کی طرف ایک نظر ڈالی، اس کے کفارے میں اپنے نفس پر التزام کر لیا کہ ٹھنڈا پانی عمر بھر نہ پیوں گا، پھر ہمیشہ گرم پانی پیا کرتے تاکہ نفس پر عیش تلخ رہے۔

حکایت (۹۵۰) منقول ہے حسان بن سنانؒ ایک در نیچے پر گذرے۔ اور کہا یہ کب بن گیا۔ پھر اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوئے، اور کہا کہ بے فائدہ کیوں سوال کرتا ہے

تیری سزا یہ ہے کہ برس بھر روز روزہ رکھوں گا۔ پھر سال بھر کے روزے رکھے۔

حکایت (۱۵۹) مالک بن ضیغم کہتے ہیں کہ رباح قیسی میرے والد کو پوچھتے ہوئے بعد عصر کے آئے، ہم نے کہا کہ وہ سوتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس وقت سوتے ہیں، یہ وقت سونے کا ہے؟ پھر چلے گئے۔ ہم نے ان کے پیچھے ایک آدمی بھیجا اور کہلا بھیجا کہ اگر آپ کہیں تو ان کو جگا دیں۔ وہ آدمی پھر آیا اور کہا کہ وہ اور ہی دھن میں تھے۔ میری بات سمجھنے کی انہیں فرصت نہ تھی۔ میں نے دیکھا کہ وہ قبرستان میں گئے اور اپنے نفس پر عتاب کیا اور کہا کہ تونے یہ کہا کہ یہ سونے کا وقت ہے؟ کیا تیرے ذمے یہ کہنا واجب تھا، جس وقت آدمی چاہے سو رہے، تو کون ہے اور تو کیا جانے کہ یہ سونے کا وقت نہیں، تونے ایسی بات کیوں کہی، جو تو نہیں جانتا اب خبردار ہو کہ میں خدا تعالے سے پکا عہد کرتا ہوں کہ اس کو کبھی نہ توڑوں گا کہ تجھ کو سلانے کے واسطے برس دن تک زمین پر کمر نہ لگاؤں گا۔ بشرطیکہ کوئی مرض حائل نہ ہو اور عقل میں فتور نہ آوے۔ ارے بیحیا تجھے شرم نہیں آتی کب تک اوروں کو جھڑکے گا۔ اور اپنی گمراہی سے باز نہ آئے گا۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے اور ان کو خبر نہ تھی کہ میں بھی وہاں ہوں، جب میں نے ان کا یہ حال دیکھا تو ان کو اسی کیفیت میں چھوڑ کر واپس آگیا۔

حکایت (۹۵۲) تمیم داری سے منقول ہے کہ وہ ایک رات سو گئے اور تہجد کو نہ اٹھے اس خطا کے عوض نفس کو سزا یہ دی کہ برس روز تک شب بیداری کی اور خواب کو ناجائز کر لیا۔

حکایت (۹۵۳) ابن سماکؒ حضرت داؤد طائیؒ کے یہاں اس وقت گئے کہ آپ کی روح پرواز کر چکی تھی، اور آپ مکان کے اندر زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ اے داؤد تونے اپنے نفس کو محبوس رکھا پیشتر اس سے کہ محبوس کیا جاوے۔ اور اس کو عذاب دیا جانے سے پیشتر ہی عذاب دیا پس یہ کام جس کے واسطے تو کیا کرتا تھا آج دیکھے گا کہ وہ کیا ثواب دے گا۔

حکایت (۹۵۴) وہب بن منبہؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مدت تک عبادت

کی تھی پھر اس کو کچھ حاجت خدا تعالٰے سے پیش آئی اس کے لیے ستر ہفتے تک اس طرح کی ریاضت کی کہ ایک ہفتے میں گیارہ خرمے کھاتے تھے پھر اللہ تعالٰے سے اپنی حاجت کی درخواست کی اللہ تعالٰے نے قبول نہ فرمائی۔ انہوں نے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو نے جیسا کیا ویسا پایا، اگر تجھ میں کچھ خیر ہوتی حاجت پوری کی جاتی۔ اسی وقت اس کے پاس ایک فرشتہ اُترا اور کہا کہ اے ابن آدم تیری یہ ایک ساعت تیری تمام عبادتِ زمانۂ گذشتہ سے بہتر ہے، اور اللہ تعالٰی نے تیری حاجت پوری کی۔

حکایت (۹۵۵) عبداللہ بن قیس کہتے ہیں کہ ہم جہاد میں تھے جب دشمن آموجود ہوا تو لوگوں میں پکار پڑی سب لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ اس روز ہوا بہت تیز تھی میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے آگے کھڑا ہوا اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا کہ اے نفس میں فلاں جہاد میں شریک ہوا تو تو نے کہا کہ اپنے زن و فرزند کی طرف چل۔ میں نے تیرا کہنا مان لیا اور لوٹ گیا۔ پھر فلاں فلاں جہاد میں شریک ہوا اور تو نے وہی کہا جو اوّل کہا تھا اور میں نے تیرا قول مانا۔ مگر آج بخدا تجھ کو خدا کے سامنے کیے دیتا ہوں، خواہ تجھے پکڑے یا چھوڑے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے دل میں کہا کہ مجھے بھی آج اس شخص کو دیکھنا ہے اور اس کو دیکھتا رہا، لوگوں نے دشمن پر حملہ کیا تو وہ شخص اوّل حملہ کرنے والوں میں تھا۔ پھر جب دشمن نے چڑھائی کی تو ادھر کے قدم اکھڑ گئے مگر وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ یہاں تک کہ کئی بار ایسا ہی ہوا کہ لوگ ہٹ گئے اور وُہ کھڑا لڑتا رہا، اسی طرح یہاں تک لڑا کہ آخر کو شہید ہوا۔ میں نے اُس پر اور اس کے گھوڑے پر ساٹھ ستر تیر رے کے زخم شمار کیے۔

حکایت (۹۵۶) مجمعؒ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک بار اپنا سر چھت کی طرف اُٹھایا اور ایک عورت پر نگاہ جا پڑی، آپ نے اپنے نفس پر لازم کر لیا کہ جب تک دنیا میں رہوں گا اپنا سر آسمان کی طرف نہ اُٹھاؤں گا۔

حکایت (۹۵۷) احنف بن قیس رات بھر چراغ جلاتے اور آپ کا دستور تھا کہ اپنی انگلی بتی پر رکھ دیتے اور کہتے کہ اے نفس تجھ کو کیا ہوا کہ فلاں روز تو نے فلاں قصور کیا تھا۔

حکایت (۹۵۸) وہیب بن الوردؒ کو کوئی بات اپنے نفس کی بُری معلوم ہوئی تو

آپ نے اپنی چھاتی کے چند بال اُکھاڑے یہانتک کہ اس کی تکلیف زیادہ ہوئی۔ پھر اپنے نفس سے کہنے لگے کہ میں تو تیرا ہی بھلا چاہتا ہوں۔

حکایت (۹۵۹) محمد بن بشیر نے داؤد طائیؒ کو دیکھا کہ افطارِ روزہ کے بعد روٹی روکھی کھاتے ہیں اور ان سے عرض کیا کہ آپ نمک سے کھا لیجیئے، فرمایا کہ میرا نفس اتنے اتنے روز سے نمک کا طالب ہے مگر داؤد جب تک دنیا میں ہے نمک نہیں چکھے گا۔

حکایت (۹۶۰) حضرت عمرؓ کو جب عصر کی نماز جماعت نہ ملی تو نفس کو یہ سزا دی کہ ایک زمین جس کی قیمت دو لاکھ درم تھے، صدقہ کر دی۔

حکایت (۹۶۱) حضرت ابن عمرؓ کا دستور تھا کہ جب آپ سے جماعت فوت ہو جاتی تو اس شب تمام رات جاگتے اور ایک بار نماز مغرب میں اتنی دیر ہوئی کہ دو ستارے نکل آئے۔ آپ نے دو غلام آزاد کر دیئے۔

حکایت (۹۶۲) ابن ابی ربیعہؒ کی فجر کی دو سُنتیں قضا ہو گئیں تو آپ نے ایک غلام آزاد کر دیا۔

حکایت (۹۶۳) حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے لوگوں کو دیکھا اور ان میں سے ایسی جماعتوں کے ساتھ رہا کہ وہ دنیا کی کسی چیز کے آنے سے خوش نہ ہوتے اور نہ کسی چیز کے جانے کا غم کرتے۔ دنیا ان کے نزدیک اس مٹی سے بھی ذلیل تھی جس کو تم اپنے پاؤں سے ملتے ہو۔ بعضے ان میں سے ایسے تھے کہ عمر بھر کبھی ان کے لیے کپڑا نہ تہ ہوا اور نہ کبھی اپنی بیوی سے کھانے کی فرمائش کی اور نہ کبھی زمین پر سونے کے لیے کوئی چیز بچھائی اور ان کو میں نے کتابُ اللہ اور حدیث پر عامل پایا۔ جہاں رات ہوئی، ہاتھ پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔ چہروں کو زمین پر رکھتے اور رخساروں پر آنسو بہاتے کہ آخرت میں رہائی پاویں۔ جب کوئی اچھی بات کرتے تو اس سے خوش ہوتے اور اس کے شکر میں جدوجہد کرتے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کو قبول فرمانے کی دعا مانگتے اور جب کوئی بُرائی کرتے تو اس سے غمگین ہوتے اور خدا تعالےٰ سے درخواست کرتے کہ ہماری اس خطا کو معاف فرما یقین جانو کہ وہ ہمیشہ اسی طرح اسی حال پر رہے اور بخدا گناہوں سے نہ بچے اور بدون مغفرت کے نجات نہ پائی۔

حکایت (۹۶۴) حکایت ہے کہ کچھ لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو بیماری کی حالت میں پوچھنے گئے، آپ نے دیکھا کہ ان میں ایک جوان نہایت دُبلا ہے آپ نے پوچھا کہ تیری یہ صورت کیوں ہو رہی ہے۔ اس نے عرض کیا یا امیر المومنین بیماریوں نے یہ حال کر رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تجھ سے خدا کے واسطے پوچھتا ہوں سچ بتا، اس نے کہا سچ تو یہ ہے کہ میں نے دنیا کی حلاوت چکھی تو اس کو تلخ پایا اور اس کی حلاوت میری نظروں میں حقیر ہو گئی، مجھ کو سونا اور پتھر یکساں نظر آتا ہے اور یہ حال رہتا ہے کہ گویا اللہ جل وعلا کے عرش کے پاس ہوں اور لوگ جنت اور دوزخ میں داخل کیے جاتے ہیں اسی مارے تمام دن پیاسا رہتا ہوں اور رات بھر جاگتا ہوں اور خدا تعالٰے کے ثواب وعتاب کے سامنے یہ حال جس میں مبتلا رہتا ہوں، کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا، نہایت کم تر اور حقیر چیز ہے۔

حکایت (۹۶۵) ابو نعیمؒ کہتے ہیں کہ داؤد طائیؒ روٹی کے ریزوں کو پانی میں گھول کر پی جاتے تھے اور روٹی نہ کھاتے تھے۔ ان کا حال جوان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ روٹی چابنے میں دیر لگ جاتی ہے، پچاس آیتوں کے پڑھنے کا وقت روٹی کھانے میں زیادہ صرف ہوتا ہے۔

حکایت (۹۶۶) ایک شخص ان کی خدمت میں ایک روز آیا اور کہا کہ آپ کے گھر کی چھت میں ایک کڑی ٹوٹی ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا بھتیجے ٹوٹی ہو گی، میں نے بیس برس سے چھت کی طرف نہیں دیکھا۔

حکایت (۹۶۷) محمد عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ احمد بن رزینؒ کے پاس ہم صبح سے عصر تک بیٹھے مگر انہوں نے نہ داہنے کو توجہ دی نہ بائیں کو، ان سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالٰے نے دو آنکھیں اس واسطے پیدا کی ہیں کہ بندہ ان سے عظمتِ الٰہی کو دیکھے پس جو شخص بدون عبرت کے نظر ڈالے اس پر گناہ لکھا جاتا ہے۔

حکایت (۹۶۸) مسروقؒ کی بیوی کہتی ہیں کہ ان کو جب کسی نے دیکھا تو یہی پایا کہ کثرت نماز کے باعث ان کی دونوں پنڈلیاں ورم کیے رہتی تھیں اور میں آپ کے پیچھے بیٹھ کر آپ کے حال پر ترس کر کے رویا کرتی تھی۔

حکایت (۹۶۹) اسود بن یزیدؒ عبادت میں کوشش کرتے اور گرمی میں روزہ رکھتے

یہاں تک کہ ان کا جسم سبز اور زرد ہو جاتا تو علقمہ بن قیس کہتے کہ تم اپنے نفس کو کیوں عذاب دیتے ہو۔ فرماتے کہ میں تو اس کی تکریم چاہتا ہوں، اور آپ کا دستور تھا کہ روزہ اتنا رکھتے کہ بدن سبز ہو جاتا اور نماز اتنی پڑھتے کہ گر پڑتے۔ ان کے پاس انس بن مالکؓ اور حسن تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ان امور کا حکم نہیں کیا یعنی اتنا مجاہدہ فرض نہیں کیا پھر کیوں کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ میں تو غلام مملوک ہوں مسکنت اور عاجزی کی کسی چیز کو بدون کیئے نہیں چھوڑتا۔

حکایت (۹۷۰) ثابت بنانیؒ کے حال میں ہے کہ ان کو نماز بہت محبوب تھی ایسے دُعا مانگا کرتے کہ الٰہی اگر تو کسی کو قبر میں اپنی نماز کی اجازت دے تو مجھ ہی کو اجازت دینا کہ قبر میں نماز پڑھوں۔

حکایت (۹۷۱) حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سریؒ سے زیادہ عابد کسی کو نہیں دیکھا کہ اٹھانوے برس کی عمر ہو گئی تھی مگر بجز مرض موت کے کبھی کسی نے لیٹے ہوئے ان کو نہ دیکھا۔

حکایت (۹۷۲) ابو محمد مغازلیؒ کہتے ہیں کہ ابو محمد حریریؒ ایک سال تک مکّہ معظمہ میں مجاور رہے، نہ سوتے نہ کلام کیا، نہ ستون اور دیوار سے تکیہ لگایا، نہ ٹانگیں پھیلائیں ایک روز ان کے پاس ابو بکر کتانیؒ گئے اور سلام کے بعد کہا کہ آپ اس اعتکاف پر کس چیز سے قادر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ جس علم نے میرے باطن کو پختہ کر رکھا ہے اسی نے میرے باطن کی مدد کی ہے۔ کتانی اپنا سر نیچا کر کے سوچتے ہوئے چل دیئے۔

حکایت (۹۷۳) کسی نے حضرت داؤد طائیؒ سے کہا کہ آپ اپنی داڑھی میں کنگھی کر لیجیے۔ انہوں نے فرمایا، تو بس میں بیکار ہوں۔

حکایت (۹۷۴) حضرت اویس قرنیؒ کا دستور تھا کہ فرماتے، یہ رات رکوع کی ہے اس رات کو ایک ہی رکوع میں صبح کرتے اور جب دوسری آتی تو فرماتے یہ سجدے کی رات ہے اس کو سجدے ہی میں بسر کرتے۔

حکایت (۹۷۵) منقول ہے کہ جب عتبہ غلام تائب ہوئے تو کھانے اور پینے کی طرف رغبت نہ ہوتی۔ ان کی مادرِ مشفقہ کہتیں کہ بیٹا اپنے نفس پر نرمی کرو وہ جواب دیتے کہ میں آرام ہی کا طالب ہوں۔ تھوڑی سی مشقت مجھے کر لینے دو پھر مدتوں

تک آرام کروں گا۔

حکایت (۹۷۶) منقول ہے کہ حضرت مسروقؒ نے حج کیا تو صرف سجدے ہی کی حالت میں سوتے۔

حکایت (۹۷۷) عبداللہ بن داؤد کہتے ہیں کہ بزرگانِ سلف میں سے جب کوئی چالیس برس کا ہوتا تو اپنا بستر تہ کر دیتا۔ یعنی تمام رات میں سونا بالکل موقوف کر دیتا۔

حکایت (۹۷۸) کہمس بن الحسنؒ ہر روز ہزار رکعت پڑھتے پھر اپنے نفس سے کہتے کہ اے سب برائیوں کی جڑ اٹھ کھڑا ہو، جب آپ ضعیف ہو گئے تو پانسو پر اکتفا کی اور رویا کرتے کہ افسوس میرا عمل آدھا رہ گیا۔

حکایت (۹۷۹) ربیع بن خثیمؒ کی لڑکی ان سے کہا کرتی کہ بابا جان یہ کیا بات ہے کہ سب لوگ سوتے ہیں اور آپ نہیں سوتے، آپ فرماتے کہ بیٹی مجھ کو آگ کا ڈر ہے اور جب ان کی ماں نے ان کا حال رونے اور جاگنے کا دیکھا تو کہا کہ بیٹا تو نے شاید کسی کو مار ڈالا ہے جو ایسا رنتا ہے، انہوں نے فرمایا کہ ہاں، ان ماں نے کہا کہ وہ شخص کون تھا کہ ہم اس کے رشتہ داروں کو ڈھونڈیں اور وہ تجھ کو خون معاف کر دیں۔ اس لیے کہ تیرا حال اگر وہ دیکھیں گے تو ضرور ترس کھا کر معاف کر دیں گے۔ آپ کہتے کہ وہ تو میرا نفس ہے۔

حکایت (۹۸۰) بشر بن الحارثؒ کے بھانجے جن کا نام عمر ہے کہتے ہیں کہ میرے ماموں بشر بن الحارثؒ میری ماں سے کہتے کہ بہن میری پسلیاں اور نہیگاہ مجھ میں گرتی ہیں۔ میری ماں نے کہا کہ بھائی اگر تم کہو تو تمہارے واسطے ایک مٹھی میدے کا اپنے پاس سے حریرہ بنا دوں، اس کو پیو گے تو کچھ توانائی تم میں آجاوے گی۔ ماموں صاحب نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ مجھ سے یہ نہ پوچھے کہ تیرے پاس آٹا کہاں سے آیا۔ پھر میں کیا جواب دوں گا، میری ماں رونے لگیں اور وہ خود بھی روئے اور ان کے ساتھ میں بھی رویا۔ راوی کہتے ہیں کہ میری ماں نے جب ان کا حال دیکھا کہ شدت بھوک سے سانس کمزور ہو گیا تو ان سے کہا کہ بھائی کیا اچھا ہوتا کہ تمہاری ماں سے میں پیدا نہ ہوتی، اس لیے کہ تمہارا

حال دیکھ کر میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بہن میں بھی یہی کہتا ہوں ؎

مرا اے کاش کہ مادر نمے زاد — وگر می زاد کس شیرم نمے داد

میری ماں ان کے لیے شب و روز رویا کرتیں۔

حکایت (۹۸۱) ربیع کہتے ہیں کہ میں حضرت اویسؒ کی خدمت میں آیا تو ان کو نماز فجر پڑھ کر بیٹھا پایا۔ میں بھی بیٹھ گیا اور دل میں کہا کہ ان کے وظیفے میں حارج نہ ہونا چاہیے آپ اپنی جگہ سے نہ ہلے، یہاں تک کہ ظہر پڑھی اور ظہر کے وقت سے عصر تک برابر نماز پڑھتے رہے۔ بعد عصر پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور مغرب تک بیٹھے رہے۔ نماز مغرب کے بعد پھر اپنی بیٹھک پر جمے یہاں تک کہ عشا پڑھی۔ پھر اسی جگہ جم گئے یہاں تک کہ نماز صبح پڑھی، پھر جو بیٹھے تو سو گئے، پھر فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھوں سے جو سو جائیں اور ایسے شکم سے جو سیر نہ ہو، میں نے دل میں کہا کہ مجھ کو ان سے اسی قدر کافی ہے۔ پھر میں واپس آیا اور ایک شخص نے حضرت اویسؒ سے پوچھا کہ یہ کیا سبب ہے کہ آپ بیمار جیسے معلوم ہوتے ہیں، انہوں نے فرمایا میں بیمار نہ ہوں تو کیا ہوں کہ بیماروں کو کھانا ملتا ہے اور اویس نہیں کھاتا، بیمار سوتے ہیں اور اویس نہیں سوتا۔

حکایت (۹۸۲) ایک عابد بزرگ کہتے ہیں کہ میں حضرت بن ادہمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا تو نماز عشا سے فارغ ہو چکے ہیں، میں آپ کو دیکھنے کے لیے بیٹھ گیا۔ آپ اپنے آپ کو ایک کمبل میں لپیٹ کر لیٹ رہے اور ساری رات کروٹ بھی نہ لی یہاں تک کہ صبح ہوئی اور موذن نے اذان دی۔ پھر آپ اٹھ کر نماز میں شریک ہوئے اور وضو نہ کیا، یہ بات میرے دل میں کھٹکی، میں نے آپ سے کہا کہ آپ تمام رات تو لیٹ کر سوتے رہے۔ پھر نیا وضو نہ کیا، آپ نے فرمایا کہ میں تو رات بھر کبھی جنت کے باغوں میں دوڑتا رہا اور کبھی دوزخ کے جنگلوں میں بھلا اس صورت میں نیند آیا کرتی ہے۔

حکایت (۹۸۳) ثابت بنانیؒ کہتے ہیں کہ میں ایسے لوگوں سے ملا ہوں کہ نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تھے کہ اپنے بستر پر بدون گھٹنوں چلنے کے

نہیں آ سکتے تھے۔

حکایت (۹۸۴) کہتے ہیں کہ ابوبکر بن عیاشؒ نے چالیس برس اپنی کمر زمین پر نہیں لگائی اور ان کی ایک آنکھ میں پانی اتر آیا، بیس برس تک ان کے گھر والوں کو خبر نہ ہوئی کہ آپ کو ایک آنکھ سے نہیں سوجھتا۔

حکایت (۹۸۵) منقول ہے کہ سمنونؒ کا وظیفہ ہر روز پانسو رکعتیں تھیں

حکایت (۹۸۶) ابوبکر مطوعیؒ کہتے ہیں کہ جوانی میں میں ایک رات دن میں اکتیس ہزار دفعہ قل ھو اللہ پڑھا کرتا تھا یا چالیس ہزار مرتبہ۔ راوی کو شک ہے کہ کونسا عدد فرمایا۔

حکایت (۹۸۷) منصور بن معتمرؒ ایسے حال سے رہتے تھے اگر کوئی دیکھے تو کہے اس شخص پر کوئی مصیبت بھاری پڑی ہے، یہ حال رہتا کہ آنکھیں نیچے کو آواز پست ہر وقت چشم تر اگر ذرا ہلاؤ تو آٹھ آٹھ آنسو گریں۔ ان کی ماں ان سے کہتیں، تو اپنے نفس پر یہ کیا کرتا ہے۔ تمام رات رویا کرتا ہے۔ چپ نہیں ہوتا، شاید بیٹا تو نے کوئی خون کیا ہے یا کیا بات ہے؟ وہ جواب دیتے کہ اے اماں میں ہی جانتا ہوں جو میں نے اپنے نفس پر کیا ہے۔

حکایت (۹۸۸) کسی نے عامر بن عبداللہؒ سے پوچھا کہ تم شب بیداری اور دوپہر کی پیاس پر کیسے صبر کرتے ہو، انہوں نے فرمایا کہ وہ صرف اس طرح ہے کہ دن کے کھانے کو رات پر ٹال دیا۔ اور رات کے سونے کو دن کے حوالے کر دیا یہ کچھ بڑی بات نہیں اور یہ فرمایا کرتے کہ میں نے جنت کی مثل اور چیز نہیں دیکھی جس کا طالب سو گیا ہو، اور نہ دوزخ کی مثل جس سے گریز کرنے والا سوتا ہو، اور جب رات آتی تو کہتے کہ آگ کی حرارت نے خواب کو کھو دیا۔ پھر صبح تک نہ سوتے، جب دن ہوتا تو کہتے کہ حرارت آتش نے نیند دور کر دی اور شام تک نہ سوتے اور جب پھر رات ہوتی تو کہتے کہ جو ڈرتا ہے وہ شام ہی سے چل دیتا ہے۔ اور صبح کے وقت لوگوں کو رات کا چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے۔

حکایت (۹۸۹) بعض اکابر نے فرمایا ہے کہ میں عامر بن قیسؒ کے ساتھ چار مہینے رہا۔

میں نے ان کو کبھی نہ دیکھا کہ رات کو یا دن کو سوتے ہوں۔

حکایت (۹۹۰) ایک شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھیوں میں سے راوی ہے کہ میں نے آپ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو اپنی داہنی طرف کو پھر بیٹھے۔ اور آپ پر کچھ اثر غم کا تھا۔ آفتاب کے نکلنے تک آپ ویسے ہی رہے پھر اپنا ہاتھ پلٹا، اور فرمایا کہ بخدا میں نے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور آج ان کے مثل کوئی امر نہیں پایا جاتا، وہ لوگ صبح کو میلے زرد رنگ الجھے بال اُٹھتے، رات کو سجدہ و نماز میں کاٹ دیتے۔ خدا کی کتاب پڑھتے اور پاؤں اور پیشانیوں پر باری باری زور دیتے اور جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو ایسا ہلتے جیسے درخت تند ہوا کے دن ہلتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو اتنے جاتے کہ ان کے آنسو سے رخسارہ تر ہو جاتے۔ اب لوگوں کا یہ حال ہے کہ رات کو خوب غافل ہو کر سوتے ہیں۔

حکایت (۹۹۱) ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کوڑا اپنے گھر کی نماز گاہ میں لٹکا رکھا تھا۔ اس سے اپنے نفس کو ڈراتے اور کہا کرتے تھے کہ اُٹھ کھڑا ہو نہیں تو یقین جان کہ تجھ کو اتنا رگیدوں گا کہ تو ہی تھکے گا۔ میرا کچھ نہ جائے گا۔ پھر جب ان پر سستی آتی تو کوڑا لے کر اپنی پنڈلیوں پر مارتے اور کہتے کہ میری سواری کی نسبت تو تو ہی زیادہ تر سزاوار مارنے کا ہے۔

حکایت (۹۹۲) صفوان بن سلیم کی دونوں پنڈلیاں کثرت قیام سے رہ گئی تھیں اور مجاہدہ میں اس درجے کو پہنچ گئے تھے اگر بالفرض ان سے کہا جاتا کہ قیامت کل ہو گی تو ان کے اعمال معمولی میں کچھ زیادتی نہ ہوتے پاتی، ان کا دستور تھا کہ جاڑے کے دنوں میں چھت پر سوتے اور گرمیوں میں کوٹھری کے اندر تاکہ سردی اور گرمی کی وجہ سے نیند نہ آتے۔ موت ان کی حالت سجدہ میں ہوئی۔ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی میں تیری ملاقات چاہتا ہوں تو میرے ملنے کو پسند فرما۔

حکایت (۹۹۳) حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز صبح کو اٹھا اور میرا معمول تھا کہ صبح اُٹھ کر اوّل اپنی پھوپھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر ان کو سلام کر آتا اس روز جو گیا دیکھا کہ آپ نماز چاشت پڑھ رہی ہیں اور اس میں یہ آیت فمن اللہ علینا ووقانا عذاب السموم پڑھ پڑھ کر رو رہی ہیں میں کھڑے کھڑے تھک گیا۔

اور ان کا وہی حال رہا جب میں نے دیکھا کہ ان کو ابھی دیر ہے بازار کو چلا گیا کہ اوّل اپنے کام سے فراغت پاؤں تو پھر آؤں گا، میں کام سے فراغت کے بعد جو آیا تو پھر بھی ان کو اسی حال میں پایا کہ روتی جاتی تھیں اور دُعا مانگتی تھیں، اور اس آیت کو بار بار پڑھتی تھیں۔

حکایت (۹۹۴) محمد بن اسحاق رح کہتے ہیں کہ جب ہمارے پاس عبدالرحمن بن اسود رح حج کے ارادے سے آکر اترے تو ان کے پاؤں میں کچھ مرض ہو گیا تو آپ ایک پاؤں پر کھڑے ہو کر عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے۔

حکایت (۹۹۵) جعفر بن محمد رح کہتے ہیں کہ عتبہ غلام رات کو تین چیخوں میں بسر کیا کرتے اس طرح سے کہ جب نماز عشاء سے فارغ ہوتے اپنا سر دونوں زانو کے درمیان رکھ کر فکر کرتے جب سوم حصۂ شب گذرتا ایک چیخ مارتے پھر گھٹنوں میں سر دیکر فکر کرنے لگتے جب ایک تہائی اور گذر جاتی تو پھر ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ تیسری چیخ صبح کو مارا کرتے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے ان کا حال کسی بصرہ کے رہنے والے سے کہا اس نے کہا کہ تم ان کی چیخوں پر خیال مت کرو بلکہ یہ سوچو کہ دو چیخوں کے درمیان ان پر کیا کیفیت گذرتی ہو گی کہ وہ چیخ مارتے تھے

حکایت (۹۹۶) قاسم بن راشد شیبانی رح کہتے ہیں کہ محصب میں ہمارے پاس ربیعہ اپنی زوجہ اور دختروں سمیت ٹھہرے ہوئے تھے، ان کا دستور تھا کہ بہت رات سے اُٹھ کر نماز پڑھا کرتے، جب سحر ہوتی تو زور سے پکارتے کہ اے آرام کرنے والو! کیا اس تمام رات سوؤ گے اور اُٹھ کر چلو گے نہیں، یہ سُن کر سب اُٹھ بیٹھتے۔ کوئی روتا تھا، کوئی دُعا مانگتا تھا، کوئی تلاوت کرتا تھا، کوئی وضو کرتا۔ جب فجر ہوتی تو زور سے کہتے کہ صبح کے وقت لوگ رات کے چلنے کو اچھا جانا کرتے ہیں۔

حکایت (۹۹۷) بعض صلحاء سے منقول ہے کہ میں بیت المقدس کے پہاڑوں میں پھرتا تھا۔ اتفاقاً ایک جنگل میں آیا اور ایک آواز زور کی سُنی اور وہ پہاڑ اس کا جواب دیتے تھے اور بڑی گونج تھی میں اس آواز کے درپے ہوا تو ایک باغ میں پہنچا جو درختوں سے چھپا ہوا تھا، اس میں ایک شخص کو دیکھا کہ کھڑا ہوا اس آیت کو بار بار پڑھ رہا ہے یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا و ما عملت من سوء

تود لو ان بینھا و بینہ امداً بعیدا و یحذرکم اللہ نفسہ"۔ میں اس کے پیچھے بیٹھ کر سُننے لگا، وہ یہی پڑھتا رہا یکایک چیخ مار کر بیہوش ہو گیا، میں نے کہا کہ افسوس میری نحوست سے ایسا ہو گیا۔ پھر میں اس کے افاقے کا منتظر رہا۔ ایک گھنٹے کے بعد اس کو ہوش آیا۔ میں نے سُنا یہ کہتا ہے، الٰہی میں تجھ سے دروغ گویوں کے مقام سے پناہ مانگتا ہوں اور جھوٹے مدعیوں کے سے اعمال سے اور غافلوں کی سی روگردانی سے پناہ مانگتا ہوں، تیرے ہی لیے خوف کرنے والوں کے دل خشوع کرتے ہیں تیری ہی طرف قصورواروں کی توقع جھکتی ہے۔ تیری ہی عظمت کے لیے عارفوں کے دِل ذلیل ہوئے ہیں۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ جھاڑے اور کہا کہ مجھ کو دنیا سے کیا سروکار اور اس کو مجھ سے کیا علاقہ۔ اے دنیا جو تجھ جیسا ہو اسی کے پاس جا اور جو تجھ کو پسند کرے اسی کے پاس جا کر اپنی آسائش اور ہزاروں طرح کے آرام سے فریب دے۔ پھر کہا کہ بھلے لوگ کہاں گئے۔ زمانۂ گذشتہ کے آدمی کہاں ہیں، مٹی میں سڑتے ہیں اور چند روز میں فنا ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس کو پکارا کہ اے بندۂ خدا! میں آج دن بھر سے تیرے پیچھے تیرے فراغت پانے کا منتظر ہوں اس نے کہا کہ بھلا اس شخص کو فراغت کس طرح ہوگی جو زمانے سے بھاگنا چاہتا ہے اور زمانہ اس سے بھاگنا چاہتا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں موت اس کے نفس پر سبقت نہ کر جائے۔ یا وہ شخص کیسے فارغ ہو جس کے دن تو گذر گئے ہوں اور اس کے گناہ رہ گئے ہوں۔ پھر اس نے میری طرف سے دھیان پھیرا خدا تعالےٰ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ان گناہوں کے لیے تو ہی ہے اور ہر شدت کے واسطے جس کے آنے کی مجھ کو توقع ہے اور یہ آیت پڑھی وبدالھم من اللہ مالم یکونوا یحتسبون پھر ایک اور چیخ ماری کہ پہلی چیخ کی نسبت بہت زور کی تھی اور بیہوش ہو کر گر پڑا۔ میں نے کہا کہ اس کا دم نکل گیا۔ میں اس کے قریب گیا دیکھا تو تڑپ رہا ہے پھر افاقہ پایا اور کہنے لگا۔ میں کون ہوں اور میرا خطر کیا ہے تو اپنے فضل سے میری بُرائی معاف کر اور اپنے پردۂ رحمت میں مجھ کو چھپا اور اپنے کرم ذاتی سے میرے گناہوں سے درگذر فرما جس وقت کہ میں تیرے سامنے کھڑا ہوں۔ میں نے اس سے کہا کہ تجھے قسم ہے اس ذات کی جس کی توقع اور اعتماد تو اپنے لیے رکھتا ہے مجھ سے کلام کر، اس نے کہا کہ کلام اس سے جا کر کرو جس کے کلام سے تم کو کچھ فائدہ ہو اور اس شخص کے کلام کو جانے دو

جس کو گناہوں نے تباہ کر دیا ہو، میں اس جگہ میں نہ معلوم کس مدت سے ابلیس سے لڑتا ہوں، اور وہ مجھ سے لڑتا ہے آج تک میرا کوئی مددگار نہ ملا کہ اس مصیبت سے مجھ کو نکالتا، ایک تو آیا ہے تو مجھ سے علیحدہ رہ اس لیے کہ تو نے میری زبان کو بیکار کر دیا۔ اور اپنی بات کی طرف میرے دل کو تھوڑا سا مائل کر لیا۔ میں تیرے شر سے خدا تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں۔ پھر توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنے غصّے سے مجھ کو پناہ دے اور اپنی رحمت سے مجھ پر فضل کرے راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ کا ولی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں میں اس کو باتوں میں مشغول کروں تو اسی جگہ مجھ پر عذاب آوے، اس خیال سے میں اس کو چھوڑ کر واپس آیا۔

حکایت (۹۹۸) ایک اور نیک بخت روایت کرتے ہیں کہ میں سفر میں چلتے چلتے ایک درخت کی طرف کو گیا، کہ اس کے نیچے ذرا دم لوں۔ دیکھا تو ایک بوڑھا مجھ پر چڑھا آتا ہے اور کہتا ہے کہ اُٹھ کھڑا ہو کہ موت میری نہیں۔ پھر سامنے ہی کو چل دیا۔ میں اس کے پیچھے ہوا اور سنا کہ یوں کہتا تھا، کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ الٰہی میرے لیے موت میں برکت کر، میں نے کہا کہ بعد موت کے بھی اس نے کہا۔ جو شخص بعد موت کے حالات کا یقین کرے وہ احتیاط اور خوف کے مارے چلنے کے لیے دامن اُٹھاتے رہے گا، دنیا میں اس کے رہنے کی جگہ نہ ہو گی پھر کہا کہ اے وہ شخص جس کی ذات کے لیے تمام چہرے ذلیل ہیں اپنا دیدار دکھا کر میرے چہرے کو نورانی کر اور میرے دل کو اپنی محبت سے بھر دے اور فردائے قیامت میں اپنے سامنے کی جھڑکی کی فضیحت سے محفوظ رکھ، اب تجھ سے مجھے شرم آنے کا وقت آپہنچا اور تجھ سے روگرداں رہنے سے اب میں باز آیا، اگر تیرا علم نہ ہوتا تو مجھ کو میری موت بھی نہ کھپاتی اور اگر تیرا عفو نہ ہوتا تو میری توقع تیرے پاس کی چیزوں تک نہ پھیلتی پھر وہ شخص مجھ کو چھوڑ کر چلا گیا۔

حکایت (۹۹۹) کرز بن دبرہ کا دستور تھا کہ ایک روز میں تین بار ختم قرآن مجید کیا کرتے اور عبادات میں اپنے نفس پر مجاہدہ بہت کرتے، لوگوں نے ان سے کہا کہ تم اپنے نفس پر بہت مجاہدہ کرتے ہو، انہوں نے کہا کہ دنیا کی عمر کتنی ہے، کہا کہ

سات ہزار برس، انہوں نے کہا کہ قیامت کے دن کی کیا مقدار ہے، کہا پچاس ہزار برس، آپ نے فرمایا کہ سات دن کا کام کرنے سے اگر تم اس قیامت کے دن سے محفوظ ہو جاؤ تو اس بات سے تم عاجز نہیں ہو، اس قول سے ان کی غرض یہ ہے کہ اگر بالفرض آدمی دنیا کی عمر کے برابر سات ہزار برس جیسے اور نفس پہ اس لیے مجاہدہ کرے کہ اس ایک روز سے جس کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے نجات پاوے۔ تب بھی اس کو بہت فائدہ ہے۔

حکایت (۱۰۰۰) اب ہم کچھ تھوڑا سا حال مجتہد عورتوں کا لکھتے ہیں:۔ حبیبہ عدویہؒ کے حال میں لکھتے ہیں کہ ان کا معمول تھا کہ جب عشاء کی نماز پڑھ چکتیں تو اپنی چھت پر کھڑی ہوتیں اور کرتہ اور دوپٹہ خوب کس کر کہتیں کہ الٰہی ستارے چھٹک پڑے اور آنکھیں سو گئیں بادشاہوں نے اپنے دروازے بند کر لیے ہر ایک حبیب اپنے حبیب کے ساتھ تنہا ہوا، اب میں تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ پھر نماز پڑھتی رہتیں۔ جب فجر ہو جاتی تو کہتیں کہ الٰہی رات نے منہ موڑا اور دن روشن ہو گیا، مجھے معلوم نہیں کہ تو نے مجھ سے یہ رات قبول فرمائی کہ میں مبارک بادی اپنے آپ کو دوں یا تو نے نامنظور کی کہ اپنی ... تعزیت کروں۔ قسم ہے تیری عزت کی جب تک تو مجھ کو باقی رکھے گا اپنا طریق یہی رکھوں گی اور اگر تو اپنے دروازے سے مجھ کو جھڑک دے گا تو میں ہرگز نہ ٹلوں گی۔ اس لیے کہ میرے جی میں تیرے کرم وجود سے بہت کچھ ہے۔

حکایت (۱۰۰۱) عجروہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ نابینا تھیں رات بھر جاگتیں جب صبح ہوتی تو ایک آواز دردناک سے کہتیں کہ عابدوں نے تیرے ہی لیے تاریکی شب کو بسر کیا، تیری رحمت اور فضل مغفرت کی طرف سبقت کرتے، الٰہی میں تیرے ہی ذریعے سے تجھ سے سوال کرتی ہوں کسی اور کے ذریعے سے نہیں مانگتی کہ تو تو مجھ کو سابقین اول کے زمرے میں کر دے اور مجھ کو علیین میں مقربین کے درجے تک پہنچا دے اور اپنے نیکبخت بندوں میں شامل کر دے، تو میرا کریم ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین اور سب بڑوں کا بڑا ہے۔ پھر سجدے کے لیے ایسی طرح گرتیں کہ اس کے دھماکے کی آواز سنائی دیتی پھر صبح تک دعا مانگتی اور روتی رہتیں۔

حکایت (۱۰۰۲) یحیٰی بن بسطامؒ کہتے ہیں کہ میں شعوانہ کی مجلس میں حاضر ہوتا اور جو کچھ ان کی فریاد و زاری ہوتی اس کو دیکھا کرتا۔ ایک بار میں نے اپنے ایک یار سے کہا کہ چلو جب یہ تنہا ہوں تو ان سے کہیں کہ اپنے نفس پر نرمی کریں، اس نے کہا کہ تمہیں اختیار ہے چلو، ہم ان کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر آپ اپنے نفس پر نرمی کریں اور نہ رویا کریں جو تمہاری مراد ہے وہ اس پر زیادہ ممد ہوگی، وہ یہ بات سُن کر رو پڑیں پھر کہا کہ میں تو یہ چاہتی ہوں کہ اتنا روؤں کہ میرے تن میں آنسو نہ رہے تو پھر خون رویا کروں یہانتک کہ میرے کسی عضو میں ایک قطرہ خون کا باقی نہ رہے۔ مگر مجھے رونا کہاں آتا ہے میں کب روتی ہوں، اسی جملے کو بہت دفعہ کہا کہ میں کہاں روتی ہوں۔ پھر بیہوش ہو گئیں۔

حکایت (۱۰۰۳) محمد بن معاذؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک عابد عورت نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل کی گئی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ تمام اہل جنت اپنے اپنے دروازے پر کھڑے ہیں، میں نے پوچھا کہ جنت والے کیوں کھڑے ہیں مجھ سے کسی نے کہا کہ اس عورت کے انتظار میں کھڑے ہیں جس کے لیے یہ جنتیں آراستہ کی گئی ہیں، میں نے کہا کہ وہ عورت کون ہے۔ مجھ سے کسی نے کہا کہ ایک کالی لونڈی ایلہ کے لوگوں کی ہے جس کو شعوانہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ تو میری بہن ہے، میں اسی گفتگو میں تھی کہ اتنے میں وہ ایک اونٹنی پر سوار ہوا میں اڑتی آ پہنچی جب میں نے ان کو دیکھا تو پکارا کہ بہن تم تو مجھ سے محبت کرتی ہو اپنے رب سے دُعا کرو کہ مجھ کو بھی تمہارے ساتھ ملا دے، انہوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ ابھی تیرے آنے کا وقت نہیں آیا۔ مگر میری دو باتیں یاد کرلے۔ اوّل تو یہ کہ اپنے دل پر مدام غم رکھنا۔ دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ کی محبت کو اپنی ہوائے نفس پر مقدم رکھنا۔ پھر انشاءاللہ تجھ کو نقصان نہ ہوگا تاآنکہ تیری موت آوے گی۔

حکایت (۱۰۰۴) ابو ہاشم قرشی کہتے ہیں کہ ایک عورت یمن کی باشندہ جس کو سریہ کہتے تھے، ہمارے ایک مکان میں آکر ٹھہری، میں اس کی فریاد و زاری رات رہے سے سُنا کرتا ایک روز میں نے اپنے خادم سے کہا کہ اس عورت کو جھانک کر دیکھ کہ کیا کرتی ہے۔ اس نے جو دیکھا تو معلوم کیا کہ اور کچھ نہیں کرتی، یہ کرتی ہے کہ اپنی نظر آسمان کی طرف سے نہیں ہٹاتی، اور قبلہ رُخ

بیٹھی ہوئی کہہ رہی ہے کہ تو نے سریہ کو پیدا کیا پھر اپنی نعمت سے اس کو غذا دی اور ایک حال سے دوسرے حال میں رکھا۔ تیرے سب احوال اس کے حق میں اچھے ہیں، تیرے مصائب اس کے عندیئے میں سلوک ہیں اور وہ باوجود اس کے اپنے آپ کو تیرے غصے کے لیے معترض ہوتی ہے کہ بے تامل تیری نافرمانی کی جرأت کرتی رہتی ہے، کیا تو یہ جانتا ہے کہ وہ یہ گمان کرتی ہوگی کہ تو اس کے افعالِ بد نہیں دیکھتا ہوگا۔ حالانکہ تو علیم و خبیر اور ہر چیز پر قادر ہے۔

حکایت (۱۰۰۵) احمد بن علی کہتے ہیں کہ ہم نے غفیرہ کے پاس جانے کی اجازت چاہی، انہوں نے ہم کو اجازت نہیں دی۔ ہم دروازے ہی پر کھڑے رہے اور کہیں نہ ہلے، ان کو معلوم ہوا تو وہ دروازہ کھولنے کو کھڑی ہوئیں اور یہ کہہ کر دروازہ کھولا کہ الٰہی میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس شخص سے جو تیرے ذکر سے روکے، ہم اندر گئے اور ان سے کہا کہ آپ ہمارے لیے دُعا کریں، انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ تمہاری ضیافت میرے گھر میں یوں کرے کہ تمہاری مغفرت فرمائے پھر ہم سے کہا کہ عطاء سلمیؒ نے چالیس برس آسمان کی طرف نگاہ نہ کی اور ایک نگاہ لی جو ان پر خیانت کی تو بیہوش ہو کر گر پڑے اور پیٹ میں کوئی پردہ پھٹ گیا کاش غفیرہ اپنا سر اُٹھاتے اور نافرمانی نہ کرے اور کیا اچھا ہو کہ اگر نافرمانی کی ہے تو اس کو دوبارہ نہ کرے۔

حکایت (۱۰۰۶) ابن عُلّار سعدیؒ کہتے ہیں کہ میرے چچا کی لڑکی کا نام بریرہ تھا وہ عابدہ تھیں اور قرآن شریف بہت پڑھا کرتی تھیں۔ جب ایسی آیت پر آتیں کہ اس میں عذاب کا ذکر ہوتا تو روتیں، اسی طرح کیا کرتیں یہاں تک کہ رونے کی کثرت سے ان کی آنکھیں جاتی رہیں۔ چند بھائیوں نے آپس میں کہا کہ چلو ان کو کثرتِ گریہ کے باب میں ملامت کریں۔ ہم سب کے سب اُن کے پاس گئے اور پوچھا کہ بریرہ تم کیسی ہو؟ جواب دیا کہ مہمان ہیں، اجنبی زمین پر پڑے ہیں اور اس کے منتظر ہیں کہ کب کوئی ہم کو بلاوے اور ہم جاویں۔ ہم نے کہا کہ پھر یہ رونا کب تک رہے گا آنکھیں تو جاتی رہیں، انہوں نے کہا کہ اگر میری آنکھوں کی خدا کے یہاں کچھ بہتری ہے تو دنیا میں جو کچھ ان میں سے

جاتا رہا۔ اس سے ان کا کیا نقصان ہے اور اگر ان کو خدا کے یہاں بُرائی ہے تو اس سے زیادہ روئیں گی، یہ کہہ کر منہ پھیر لیا۔ لوگوں نے کہا کہ یہاں سے اُٹھ کھڑے ہو۔ ان کا حال کچھ اور ہی ہے اپنا سا حال نہیں۔

حکایت (۱۰۰۷) معاذہ عدویہؒ جب دن نکلتا تو کہتیں کہ یہ وہ دن ہے جس میں مروں گی اور شام تک کچھ نہ کھاتیں۔ جب رات ہو جاتی تو کہتیں اس رات میں مروں گی اور صبح تک نماز میں مصروف رہتیں۔

حکایت (۱۰۰۸) ابو سلیمان دارانیؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضرت رابعہؒ کے یہاں رہا۔ وہ اپنی محراب میں کھڑی ہوئیں اور میں مکان کے ایک گوشہ میں، اور صبح تک ہم دونوں کھڑے رہے جب صبح ہوئی تو میں نے کہا کہ جس شخص نے ہم کو قوت اس رات میں قائم ہونے کی عنایت فرمائی اس کا شکریہ کیا ہے۔ حضرت رابعہؒ نے فرمایا اس کا شکریہ یہ ہے کہ دن کو اس کے واسطے روزہ رکھیں۔

حکایت (۱۰۰۹) شعوانہؒ اپنی دعا میں یوں کہا کرتیں کہ الٰہی مجھے تجھ سے ملنے کا نہایت شوق ہے اور تیرے بدلہ دینے کی بڑی توقع ہے تو وہ کریم ہے کہ تیرے یہاں توقع کرنے والوں کی امید نہیں ٹوٹتی، نہ مشتاقوں کا شوق تیرے یہاں نکما ہوا۔ الٰہی اگر اب میری موت ہو اور کسی عمل نے مجھ کو تجھ سے نزدیک نہ کیا ہو تو اپنی بیماریوں کو ذریعہ گناہوں کے اقرار کا کرتی ہوں۔ پس اگر تو معاف فرمائے گا تو تجھ سے بہتر اور کون ہے جو ایسا کرے اور اگر تو عذاب دے گا تو تجھ سا عادل تر کون ہے، الٰہی میں نے جو اپنے نفس کے لیے نظر کی تو اس پر ستم کیا۔ اب اس کے واسطے تیرا حسن نظر رہا ہے۔ اگر تو اس کا مطلب پورا نہ فرماوے گا تو اس کی خرابی اور تباہی ہے۔ الٰہی تو میری زندگی بھر مجھ پر احسان کرتا رہا تو اس احسان کو موت کے بعد قطع مت فرما۔ اور جو شخص..... ایام حیات میں میرا ذمہ دار احسان کا ہو اس سے مجھ کو توقع ہے کہ مرنے کے وقت بھی مجھ پر بخشش کرے، الٰہی تو تو میری حیات میں ہمیشہ ذمہ دار احسان و سلوک ہی کا رہا تو پھر بعد مرنے کے میں تیرے حسن نظر سے کس طرح مایوس ہوں۔ الٰہی اگر میرے گناہوں نے مجھ کو ڈرایا ہے تو جو محبت مجھ کو تجھ سے ہے

اس نے اطمینان دلایا ہے۔ پس میرے معاملہ کو اس طرح بھگتنا جو تیری شان کے موافق ہو اور اپنا فضل مکر اس شخص پر کر جو جہل میں مغرور ہے۔ الٰہی اگر تجھ کو میری رسوائی منظور ہوتی تو تو مجھ کو ہدایت نہ فرماتا اور اگر میری فضیحت مقصود ہوتی تو پردہ پوشی کیوں کرتا۔ پس جس سبب سے تو نے ہدایت کی اسی سے مجھ کو بہرور فرما اور جس باعث سے پردہ پوشی کی اسی کو ہمیشہ کر۔ الٰہی مجھے گمان نہیں کہ جس مطلب میں میں نے اپنی عمر کاٹی اس کو تو نامنظور فرما کر مجھ کو ہٹا دے گا۔ الٰہی اگر میں نے گناہ نہ کیا ہوتا تو تیرے عذاب سے کیوں ڈرتی۔ اگر تیرا کرم نہ پہچانتی تو تیرے ثواب کی توقع کیوں کرتی۔

حکایت (۱۰۱۰) خواص کہتے ہیں کہ ہم رحلہ عابدہؒ کے پاس گئے ان کا حال یہ تھا کہ روزے رکھتے رکھتے کالی پڑ گئی تھیں اور روتے روتے اندھی ہو گئی تھیں۔ اور نماز پڑھتے پڑھتے بیسکی ہو گئی تھیں۔ نماز بیٹھے بیٹھے پڑھا کرتی تھیں ہم نے ان کو سلام کیا اور کچھ بیان عفوِ الٰہی کا کیا تا کہ ان پر معاملہ آسان ہو۔ انہوں نے سُن کر چیخ ماری اور فرمایا کہ من آنم کہ من دانم۔ میرے نفس کا حال مجھ ہی کو معلوم ہے۔ اسی سے میرا دل زخمی اور جگر پارہ پارہ ہے۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ کاش خدا تعالےٰ مجھ کو نہ پیدا کرتا اور میرا ذکر کچھ دنیا میں نہ ہوتا۔ یہ کہہ کر پھر نماز پڑھنے لگیں۔

حکایت (۱۰۱۱) لقمانؒ اکیلے بہت بیٹھا کرتے ان کا آقا ان کے پاس آتا اور کہتا کہ لقمان تم ہمیشہ تنہا ہی بیٹھتے ہو اگر لوگوں کے پاس بیٹھو تو دل بھی لگے وہ جواب دیتے کہ زیادہ تنہا رہنے سے فکر خوب ہوتی ہے اور بہت فکر جنت کی راہبر ہے۔

حکایت (۱۰۱۲) حضرت عبد اللہ بن مبارکؒ نے عبد اللہ سہل بن علیؒ کو خاموش اور متفکر دیکھ کر پوچھا کہ کہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے فرمایا کہ پل صراط پر۔

حکایت (۱۰۱۳) ابو شریحؒ چلے جاتے تھے کہ راستہ میں بیٹھ گئے اور اپنی چادر منہ پر لے کر رونے لگے لوگوں نے ان سے سبب رونے کا پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی عمر کے چلے جانے اور عمل کے کم ہونے اور موت کے قریب آ جانے کی فکر ہوئی تھی۔

حکایت (۱۰۱۴) اسحاق بن خلفؒ فرماتے ہیں کہ داؤد طائیؒ چاندنی رات میں ایک چھت پر تھے کہ آسمان و زمین کے ملکوت میں فکر کرنے لگے اور آسمان کی طرف دیکھ کر

روتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک ہمسایہ کے گھر میں گر پڑے، مالکِ مکان اپنے بستر سے کودا اور ننگے بدن تلوار ہاتھ میں لے کر ان کو چور خیال کر کے دوڑا جب دیکھا کہ داؤد ہیں تو تلوار رکھ دی اور پوچھا کہ آپ کو چھت سے کس نے گرا دیا انہوں نے فرمایا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں۔

حکایت (۱۰۱۵) حضرت صفیہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے شکایت اپنے دل کی سختی کی کی۔ آپؓ نے اس سے فرمایا کہ موت کو یاد کیا کر تیرا دل نرم ہو جائے گا اس نے ایسا ہی کیا اور نرم دل ہو گئی، پھر حضرت عائشہ کی شکر گذاری کے لیے آئی۔

حکایت (۱۰۱۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے جب موت کا ذکر ہوتا تو آپ کی جلد سے خون ٹپکنے لگتا۔

حکایت (۱۰۱۷) حضرت داؤد علیہ السّلام کے سامنے جو ذکر موت اور قیامت کا ہوتا تو اتنا روتے کہ آپ کے بند اکھڑ جاتے۔ جب رحمت کا ذکر ہوتا تو سانس اپنی حالتِ اصلی پر آتی۔

کمالاتِ عزیزی
حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی
کا خانوادہ اپنے تبحرِ علمی اور فیوضِ روحانی کے سبب برصغیر ہند و پاک میں مشہور ہے۔ کمالاتِ عزیزی حضرت شاہ صاحب کے خاندانی کمالات و مجربات کا گرانقدر مجموعہ ہے اس کتاب میں اُن اعمالِ قرآنی کو بھی یکجا کر دیا گیا ہے جنکو مختلف مقاصد کے حصول کیلئے پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کلام کی برکت و قوت اظہر من الشمس ہے۔ اس برکت و قوت سے استفادہ یہ کتاب بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ بہترین کتابت و طباعت خوشنما گردپوش سے آراستہ۔
قیمت مجلد
عکسی محشی
تبلیغ دین
جس میں اعمالِ ظاہری کے آداب و مصالح دینی اصولوں کی شکل میں مسلم عوام و خواص کے لئے بالتفصیل بیان کیے گئے ہیں مولانا عاشق الٰہی نے نہایت ہی خوبصورت انداز میں اسے اردو کا لباس پہنایا ہے
عمدہ کتابت آفسٹ کی دیدہ زیب طباعت
مجلد مع رنگین گردپوش،
شمائلِ ترمذی
مع اردو ترجمہ شرح مسمّیٰ بہ
خصائلِ نبوی ﷺ
(اس کتاب میں امام ترمذیؒ نے ان تمام احادیث شریفہ کو جمع فرمایا ہے جن میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حُلیہ مبارک اور جسدِ اطہر کا نقشہ کھینچا گیا ہے، اخلاق و اوصاف، عادات، معمولات اور فضائل و کمالات کا بیان ہے۔ اور بحر العلوم مولانا محمد زکریا صاحب کے سلیس و دلنشین ترجمہ اور شرح نے اسکے لطف کو دوبالا کر دیا ہے۔ عمدہ کتابت آفسٹ طباعت رنگین گردپوش کے ساتھ
قیمت مجلد:
القول الجمیل کا اردو ترجمہ
شفاء العلیل
ہند و پاک کے مشہور صوفی عالم حضرت علامہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تصوف کے مسئلے پر اپنے مخصوص انداز میں روشنی ڈالی ہے۔ اہلِ طریقت کے لئے یہ کتاب ایک مینارۂ نور ہے۔ موضوعِ تصوف پر جامع و مدلل کتاب
عمدہ کتابت آفسٹ طباعت حسین گردپوش۔
سعید ایچ ایم کمپنی
ادب منزل، پاکستان چوک
کراچی